بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَ صِهْرًا (سورہ فرقان ۵۴)

ترجمہ: اور وہی (اللہ وہ ذات ہے کہ) جس نے پانی سے آدمی پیدا کیا اور پھر اسکے لئے نسب اور سسرال (کارشتہ) بنایا۔

تَعَلَّمُوْا مِنْ اَنْسَابِكُمْ (مشکوۃ شریف)

ترجمہ: اپنے سلسلۂ نسب کے بارے میں علم حاصل کیا کرو۔

الحمدللہ یہ **نقارۂ عظمت مصطفوی** ۲۰۰۱ء اور **تذکرۂ حبیب لازوال** ۱۴۲۲ء
تفسیر سورۂ کوثر بے مثال کتاب، نافع للعوام والخواص ہے
پاکستان صوبہ سرحد کے مشہور ولی اللہ روحانی بادشاہ **پیر بابا** کے اجداد واولاد کا مفصل تذکرہ وشجرہ ہے

تذکرۂ ساداتِ ترمذی

حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے اسلاف واخلاف پر تحقیق

نفحات قلم
ناچیز فقیر، طالب رضائے الٰہی ورضائے رسول ابوالعرفان
السیّد محمد عارف شاہ المعروف ناظری صاحب
523/E کے بی آر، بفرزون، نارتھ کراچی۔

رشحات قلم
صوفی باصفا، عامل بالکتاب والسنۃ اولاد پیر بابا
علامہ ڈاکٹر سید عبدالاحد شاہ صاحب
آستانہ عالیہ مسلم آباد نصرت روڈ، کالا کلے کبل، سوات پاکستان

پیشکش
فیض کنگر ٹرسٹ نمبر ۱۱۴۸ء
523/E کے بی آر، بفرزون، نارتھ کراچی۔

ہدیہ -/786 روپے صرف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَهُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ مِنَ الۡمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهۡرًا (سورہ فرقان ۵۴)

ترجمہ: اور وہی (اللہ وہ ذات ہے کہ) جس نے پانی سے آدمی پیدا کیا اور پھر اسکے لئے نسب اور سسرال (کارشتہ) بنایا۔

تَعَلَّمُوۡا مِنۡ اَنۡسَابِکُمۡ (مشکوۃ شریف)

ترجمہ: اپنے سلسلۂ نسب کے بارے میں علم حاصل کیا کرو۔

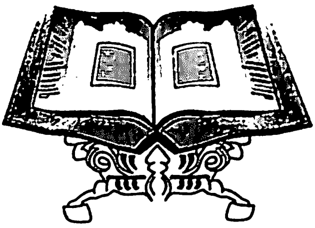

۲۰۰۱ء ۱۴۲۲ء

الحمدللہ یہ نقارۂ عظمت مصطفوی اور تذکرۂ حبیب لازوال
تفسیر سورۂ کوثر بے مثال کتاب، نافع للعوام والخواص ہے
پاکستان صوبہ سرحد کے مشہور ولی اللہ روحانی بادشاہ پیر بابا کے اجداد و اولاد کا مفصل تذکرہ و شجرہ ہے

المسمّٰی بہ

تذکرۂ ساداتِ ترمذی

(حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے اسلاف و اخلاف پر تحقیق)

نفحات قلم

صوفی باصفا، عامل بالکتاب والسنۃ اولاد پیر بابا
علامہ ڈاکٹر سید عبدالاحد شاہ صاحب
آستانہ عالیہ مسلم آباد نصرت روڈ، کالا کلے کبل، سوات پاکستان

رشحات قلم

ناچیز فقیر، طالب رضائے الٰہی و رضائے رسول ابوالعرفان
السید محمد عارف شاہ المعروف ناظری صاحب
523/E کے بی آر، بفرزون، نارتھ کراچی۔

پیشکش

فیض کنگر ٹرسٹ نمبر ۱۱۴۸،
523/E کے بی آر، بفرزون، نارتھ کراچی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱	کتاب کا نام	تذکرۂ سادات
۲	تاریخی نام	نقارۂ عظمتِ مصطفوی سنہ 2001 عیسوی
۳	ہجری نام	تذکرۂ حبیبِ لازوال سنہ 1422 ہجری
۴	مؤلف	حضرت علامہ ڈاکٹر سیّد عبد الاحد شاہ صاحب، سوات
۵	مصحح	حضرت علامہ پیر سید محمد عارف شاہ اویسی، کراچی
۶	بارِ طباعت	سنہ 2002 اپریل (اول)
۷	تعداد	۱۱۰۰ گیارہ سو
۸	قیمت	اس کی دو قیمتیں ہیں۔ پہلی یہ ہے کہ آپ خصوصی دعا فرمائیں۔ دوسری یہ ہے کہ اگلے ایڈیشن کے لئے ہدیۂ ناچیز صرف پانچ سو روپے۔
۹	ملنے کا پتہ	ڈاکٹر سیّد عبد الاحد شاہ 0936-775446 مقام کالا کلے، نصرت روڈ، مسلم آباد، کبل، سوات
۱۰	دوسرا پتہ	مفتی پیر سید محمد عارف شاہ اویسی قادری 523/E، سیکٹر A-16، بفرزون KBR نارتھ کراچی۔ فون: 6906053

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ اولین

بحرمتِ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم!

اللہ کا فضل، رسولِ پاک کی مہربانی، غوث پاک کی کرامت اور پیر بابا کی نظر تھی ورنہ اس کتاب کو تسوید و تصحیح و تطبیع کے مراحل سے گزارنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ پہلی بات یہ تھی کہ مؤلف ایک درد مند محبّ پیر بابا ضرور تھے۔ مگر پایۂ ثقاہت کے لئے زور بیان و اُردو تراکیب جُمل سے کچھ صارفِ نظر تھے۔ اس لئے راقم کو بہت مشکلات کا سامنا تھا۔ غیر معتبر اور درجہ استناد تک نہ پہنچ سکنے والے تمام معاملات کو دور کردیا گیا۔ مگر پھر بھی بعض مقامات سے اختلاف و اتفاق کا حق رکھتے ہوئے اسے من وعن طباعت کے لئے روانہ کرتا ہوں۔ کوشش کی ہے اپنی جانب سے کوئی اضافہ نہ کروں۔ البتہ جہاں کسی اَمر کی وضاحت ضروری ہوئی وہاں باقاعدہ اپنے نام کے ساتھ کچھ عرض کردیا۔ تاکہ مصنف علام حضرت ڈاکٹر سیّد عبدالاحد شاہ صاحب کی ذاتی تحریر مبارک اور راقم کے الفاظ میں التباس پیدا نہ ہو، دیگر معروضات کے لئے علمائے اہلسنّت شکر اللہ سعیھم کے اقوالِ مبارکہ ہی ہمارے لئے رہنما و راہبر ہیں۔

فقط

یکے از اولادِ پیر بابا، ناچیز عارف، کراچی

انتساب

فقیر اپنی اس تصنیف کو اُس مردِ قلند کے نام سے منسوب کرتا ہے۔ جنہوں نے سرزمینِ پاک و ہند میں ایمان و عرفان کے ٹمٹاتے ہوئے چراغ کو پھر سے ایک مہرِ منیر بنا دیا۔ اس صدی کے مجدد حضرت اخند زاد پیر اَرچی خراسانی حنفی ماتریدی اطال اللہ بقاء ہم۔ اُنکی شان میں بزبانِ فارسی میرے محترم دوست علامہ سیّد محمد عارف شاہ صاحب نے ایک منقبت لکھی ہے پیشِ خدمت ہے۔

س سرور و جاں پرور و مقتدائے کاملاں
ی یاور و داور و دلبر و رہبرِ عارفاں
ف فوّراہٗ علم و یقینِ عالمان و فاضلاں
ا اے کہ نورت در بحر و برست ضوفشاں
ل لاشک فیہ انت ہادی دریں زماں
ر رہنمائے سلسلۂ ہائے جُملہ راہِ صوفیاں
ح حر اک قلب و روح وسرٗ حراقِ جاں
م مادرِ مُشفق مثل تو ماکو دکاں را مہرباں
ا ابتدائے ہر سلوک و انتہائے کاملاں
ن نیست ممکن برائے عارفؔ شانِ ذاتت رابیاں

فقط

خاکپائے پیر بابا سیّد عبدالاحد سیفی سوات' پاکستان

ہدیہ کے بارے میں

ایک وضاحت

فقیر سید محمد عارف شاہ نے اس سے پہلے ایک کتاب بنام ''حیاتِ پیر بابا'' بڑی خوبصورت طبع کرائی اور وہ بغیر ہدیہ کے فی سبیل اللہ تقسیم کی۔

وہ بھی ۱۱۰۰ گیارہ سو کی تعداد میں طبع ہوئی تھی۔

اُس پر نصف لاکھ کے قریب رقم خرچ ہوئی تھی۔ کتنی راتیں جاگیں کتنے دن قربان کئے یہ الگ ہے۔ مگر دوستوں نے اُسے مفت کی چیز سمجھ کر قدر نہ کی اور کوئی مالی تعاون بعد ازاں نہ کیا اب اس کتاب کے بارے میں بھی میرا خیال تھا کہ فی سبیل اللہ تقسیم کروں گا۔ اگرچہ میرا حال اب بھی بمصداقِ اس مصرع کے ہے

نہ گلہ ہے دوستوں کا
نہ شکایتِ زمانہ

مگر ڈاکٹر عبدالاحد شاہ صاحب کا اصرار تھا کہ اس کا کچھ نہ کچھ ہدیہ ضرور رکھا جائے۔ تاکہ اگلے ایڈیشن کے لئے رقم کا بندوبست بھی ہو سکے۔ اور رقم خرچ کی ہوگی تو پھر لوگ اسے پڑھیں گے اور سنبھال کر بھی رکھیں گے۔

بہرحال اُنکے آگے سرِ تسلیم بہ خم ہے۔ اس لئے اس کا ہدیہ مقرر کیا ہے۔ لیکن پیر بابا کی صاحب ثروت اولاد سے گزارش ہے کہ وہ اس سلسلے میں دل کھول کر حوصلہ افزائی کریں۔

پیر بابا کے نام سے ہماری پہچان ہے۔ اُن کے نام پر دیا ہوا مال ضرور رنگ لائے گا۔

فقط

ناچیز عارف شاہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرستِ مضامین تذکرۂ سادات ترمذی

نمبرشمار	مضمون	صفحہ	نمبرشمار	مضمون	صفحہ
1	حرفِ اولین	3	14	تعارف از مصنف کتاب علامہ ڈاکٹر سید عبدالاحد شاہ سیفی	47
2	اِنتساب	4			
3	وضاحت	5	15	آغازِ کتاب	60
4	فہرستِ مضامین	6	16	اہلِ بیت اور انکی فضیلت	61
5	فضائل شجرہ طیبہ	12	17	شجرۂ نسب	67
6	شجرۂ نسب حضرت آدم علیہ السلام تا حضور نبی کریم ﷺ	16	18	حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ	68
7	حقیقت واقعہ	23	19	حضرت فاطمہ الزہرا ؓ	76
8	بریکوٹی پر ایک نظر	24	20	حضرت علی کرم اللہ وجہہ	79
9	انعام بانٹنے والوں سے گلہ	24	21	جنگِ نہروان	92
10	منزلِ عرفاں ایک عام آدمی کے لئے تعارف پیر بابا کون تھے؟	25	22	نتیجہ (حضرت سیدنا امیر معاویہ ؓ کے بارے میں کلماتِ طیبہ)	93
11	قبر بھی زندہ ہے	28	23	نتیجہ کے بعد۔ از قلم سید محمد عارف شاہ	95
12	مقدمہ از قلم عمدۃ العلماء حضرت علامہ ضیاء اللہ سیفی نقشبندی	29	24	حضرت امام سید الشہداء حسین علیہ السلام	97
13	ہدیۂ تبریک از سجادہ نشین دربارِ عالیہ پیر بابا مخدوم سید حسین شاہ صاحب	44	25	منقبت درشانِ مولا علی ؓ از قلم سید محمد عارف شاہ	100

26	امام علی زین العابدین	103	52	ولادت ونسب	170
27	امام محمد باقر رضی اللہ عنہ	113	53	شہزادہ پیر بابا	171
28	امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ	116	54	سلسلۂ کبرویہ میں خلافت	172
29	امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ	121	55	شیخ شرف الدین کے مزار پر	174
30	امام محمد تقی رضی اللہ عنہ	131	56	مانک پور میں قیام	175
31	امام علی نقی رضی اللہ عنہ	135	57	اجمیر شریف میں آمد	177
32	شجرۂ نسب پر تبصرہ	138	58	حضرت پیر بابا پر پہلی آزمائش	179
33	سید جلال الدین بخاری رضی اللہ عنہ	141	59	گجرات میں آمد (پیر بابا)	179
34	سید شاہ ناصر خسرو رحمۃ اللہ علیہ	144	60	والد گرامی سے دوبارہ ملاقات	180
35	سید جعفر رحمۃ اللہ علیہ	145	61	دوبارہ اجمیر شریف تشریف لے جانا	181
36	سید عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ	146	62	پشاور دوآبہ میں آمد	182
37	سید شاہ ایوب رحمۃ اللہ علیہ	149	63	علاقہ یوسفزئی میں آمد	184
38	سید احمد علی شاہ بداق رحمۃ اللہ علیہ	149	64	علی کلے سدوم میں قیام	185
39	سید احمد بے غم رحمۃ اللہ علیہ	151	65	کندوز میں والدہ سے ملاقات	188
40	سید محمد نور بخش رحمۃ اللہ علیہ	152	66	دوکڈہ بونیر قیام	188
41	سید جعفر المعروف یوسف نور رحمۃ اللہ علیہ	159	67	وفات	189
42	سید احمد نور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ	160	68	سلسلہ ہائے طریقت	190
43	سیّد قنبر علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ	162	69	طریقۂ کار	192
44	دوسرا حصہ (پیر بابا)	166	70	اخلاق و عادات	194
45	ایک نظر میں	167	71	رازداری	198
46	تمہید	168	72	حضرت پیر بابا کی پابندی شریعت	199
47	حرکاتِ پیرانِ تاریک	168	73	پختونخوا پر اثر و رسوخ	201
48	علماء کی حالت	168	74	حضرت پیر بابا کی وفات کے بعد اثرات	205
49	کارِ قلندری	168	75	جھوٹے مدعیان ولایت	208
50	مزید حوالہ	169	76	بایزید انصاری المعروف پیر روشن و پیر تاریک	220
51	احتیاطِ پیر بابا	170	77	بایزید کی سوانح	220

78	بایزید کی جدت پسندی	224	99	سید عبدالوہاب المعروف میاں [illegible]	284
79	بایزید کے افکار و بدعات	225	100	(سید محمد جمالؒ جد سادات کنڑ)	286
80	مغلوں سے مخالفت	235	101	سید محمد عباس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	287
81	حضرت پیر بابا، اخوند درویزہ اور بایزید کے درمیان اختلافات اور مناظرے	237	102	سید محمود شاہ پاچا	288
82	معترضین کے اعتراضات کا جواب	244	103	حضرت اخوند زادہ سیف الرحمن صاحب قدس سرہ	290
83	تاریخی جائزہ	246	104	سید جعفر پاچا صاحب قدس سرہ	295
84	دانشوروں کی آراء	252	105	سید حسام الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	296
85	بایزید کی اولاد	262	106	سید محمد امیر صاحب	297
86	بایزید کے ادبی کارنامے	266	107	سید میر صاحب جان (شاہ پچا)	299
87	پیر بابا کے خلفاء	267	108	سید جمال الدین افغانی	300
88	اخوند درویزہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ	267	109	سید شاہ مرتضیٰ	310
89	شیخ میاں نور	271	110	قطب وقت الحاج پیر سید محمود شاہ صاحب ترمذی آف پشاور	313
			111	غوث زماں حضرت قبلہ پیر سید اکبر شاہ صاحب مزار شریف دوبندی ہری پور	316
90	دیوانہ بابا	272	112	سید محمد شاہ	318
91	تیسرا حصہ حضرت پیر بابا کی اولاد	273	113	سید خواجہ نور ابن سید مسعود	318
92	سید میاں مصطفیٰ	275	114	سید قطب الدین	319
93	سید شاہ میر	278	115	سید ضامن شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	321
94	سید قطب شاہ فقیہہ باجوڑ	278	116	سید اکبر شاہ	327
95	سید جمال شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	279	117	سید فیروز شاہ	334
96	حافظ سید محمد مشتاق شاہ (خزوں والے میاں صاحب)	280	118	سید عبدالجبار شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	336
97	حافظ سید احمد شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	281	119	سید پیر امام ابن سید مسعود	347
98	سید محمود شاہ نسیم نظامی صاحب	282	120	سید عبدالستار شاہ (بادشاہ جان)	349

121	قطب زمانہ الحاج پیر سید امان علی شاہ صاحب دربار عالیہ سیدآباد شریف گنجاں کوٹ نجیب اللہ ہری پور	354	141	شاہ زمان ابن سید جلال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	392
122	سید نجم الدین ابن سید مسعود	355	142	نور شاہ المعروف غازی بابا	393
123	سید بہاء الدین ابن سید مسعود	355	143	سید عبدالجبار ابن سید قاسم	396
124	سید یوسف شہید	356	144	سید خواجہ نور المعروف غازی بابا	396
125	سید حسن (فقیر بابا گوکند)	359	145	سید جمال شاہ چشتی صابری	398
126	سید خضر ابن سید مسعود	359	146	سید عبدالغفور ابن میاں سید قاسم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	401
127	میاں پیر عاشق	360	147	حضرت دین المعروف مٹی بابا	402
128	میاں حسن شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	366	148	سید بادشاہ گل (سپہ سالار صاحب)	402
129	میاں سید ساقی ابن میاں عبدل	367	149	سید جہانزیب	405
130	میاں سید علی شاہ ابن میاں شیخ نور	368	150	سید علاؤ الدین	405
131	سید پائندہ شاہ (چڑی بابا)	370	151	سید کریم شاہ ابن سید قاسم	406
132	سید بداق ابن سید ساقی	372	152	سید ابی داؤد ابن سید قاسم	407
133	سید محمد داؤد ابن سید عبدل	375	153	سید مؤمن ابن سید قاسم	407
134	خواجہ بہاء الدین ابن میاں عبدالوہاب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	379	154	میاں سید علی نور (شاجب بابا)	409
135	سید امام محمد ابن میاں عبدالوہاب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	379	155	میاں سید حسن بابا	411
136	میاں موسیٰ ابن میاں عبدالوہاب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	380	156	میاں سید حسن ابن میاں سید مصطفیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	411
137	سید محمود شاہ ابن میاں عبدالوہاب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	380	157	سید یوسف (میاں شیخ بابا) ابن سید حسن	413
138	میاں سید قاسم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	381	158	سید حسین بابا ابن سید حسنؒ	415
139	اولاد	384	159	سید ابدال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	424
140	شیخ عبدالکبیر ابن میاں سید قاسم	384	160	سیّد جلال المعروف میاں بابا	425

161	سید عیسیٰ شاہ	428	181	شجرہ شریف صاحب کتاب ڈاکٹر سید عبدالاحد شاہ صاحب	467
162	سید بشر المعروف شیخ باچا مرحوم	429	182	شجرہ شریف قطب وقت الحاج پیر سید محمود شاہ صاحب	468
163	سید محمد شاہ مرحوم	431	183	بانگ رحیل	469
164	سید عسکر المعروف پیر صالح	432	184	پس چہ باید کرد؟ جن کے پاس شجرہ ہے اور اس کتاب میں نہیں شائع ہوسکا وہ کیا کریں؟	473
165	لالہ رحیم شاہ	434	185	عام مسلمانوں کے لئے یہ کتاب کیسے مفید ہے؟	474
166	سید محمد علی شاہ باچا لالہ	435	186	مہمیز شوق	475
167	سید کرامت شاہ	438	187	گزارش	476
168	سید علی اصغر شاہ	438	188	صفحہ سادات	478
169	سید کالو شاہ	439	189	سید عبداللہ شاہ صاحب	479
170	سید محمد شاہ	439	190	مختصر تذکرہ	480
171	سید عرب ابن سید حسین	440	191	سید اکبر شاہ دو بندی	481
172	سید غازی شاہ	440	192	تعارف سید محمد شاہ	482
173	سید کریم شاہ ابن سید حسین	442	193	سید احمد شاہ	489
174	چوتھا حصہ شجرہ جات	443	194	سید عبدالرحیم شاہ	490
175	حفاظتِ شجرۂ نسب کا ثبوت	445	195	سید عبدالغفور شاہ	491
176	ایک تلخ کڑوی مگر سچی بات	458	196	سید محمود شاہ	492
177	لمحہ فکریہ	460	197	سید حسن شاہ بن عبداللہ شاہ	493
178	ترتیبِ شجرہ جات	464	198	سید شاہ لطیف بن عبداللہ شاہ	494
179	شجرہ نسب پیر بابا تاجان دو عالم نبی کریم ﷺ	465	199	قرطاس مخصوص	495
180	شجرۂ نسب موجودہ سجادہ نشین دربار پیر بابا	466	200	ساداتِ دیگر	496

201	تعارف	497			
202	شجرۂ نسب نجیب الطرفین سید محمد عارف شاہ	499			
203	شجرۂ نسب سیدہ رقیہ محمود والدہ ماجدہ	500			
204	تعارف مفسر قرآن	501			
205	التجاء	503			
206	علامہ سید احمد علی شاہ سیفی	504			
207	سید اختر عادل شاہ ترمذی	506			
208	قاسم الخیرات سید فیروز شاہ تاجی	507			
209	سادات گنجیاں کمالہ	508			
210	سادات کاظمی	510			
211	سید رخسار حسین شاہ نقوی	511			
212	سید نیاز حسین شاہ کاظمی	513			
213	سید لال شاہ کاظمی	518			
214	سید بشیر حسین شاہ کاظمی	519			
215	دیگر دستیاب شجرہ جات	521			
216	فہرست دستیاب شجرہ جات	522			
217	صلواۃ الاجداد				
218	شجرہ اویسیہ				
219	کتابیات				

شجرہ نسب

حضرت سیدنا آدم علیہ السلام تا جانِ دو عالم علیہ السلام

فضائل شجرہ طیبہ

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک جو شجرہ شریف ہے۔ یہ تاریخ کی مستند کتابوں میں موجود ہے۔ اور ماضی قریب کے بہت بلند پایہ محقق سیرت نگار علامہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی شجرہ شریف پر اعتماد کیا ہے۔ جو فقیر عارف نے ترتیب دیا ہے۔ اور اس پر انہوں نے دلائل بھی دیئے ہیں۔ اور وہی شجرہ شریف جو قاضی صاحب مذکور نے اپنی کتاب رحمۃ اللعالمین میں دیا ہے فقیر عارف نے اُنکے حوالے سے لکھا ہے۔

فقیر عارف کے مرتبہ شجرہ کی چند خصوصیات:۔

آپ سیرت نبوی پر جتنی بھی ایسی کتابیں پڑھیں گے کہ جن میں رسول پاک کے شجرہ نسب کو بیان کیا گیا ہوگا اُن میں وہ ادب واحترام نہیں جو کہ ہونا چاہیے۔ الحمد اللہ ہم نے اُسی تحریری ادب واحترام کی ایک ناچیز سی کوشش کی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا کہ میرا سلسلۂ نسب آدم علیہ السلام تک پاکیزہ ارحام اور صلبوں کے ذریعے سے ہے (مفہوم) (مدارج النبوت۔ ارشاد الساری۔ مسلم۔ ترمذی۔ طبری وغیرہ)

لہٰذا جن کی پاکیزگی اور نورِ مصطفیٰ کی متحمل ہستیوں کی طہارت کا اعلان زبانِ محبوب کر رہی ہو اُنکے محترم و معزز ہونے میں کیا شک ہوسکتا ہے۔ پس یہ نتیجہ نکلا کہ تذکرہ نگارِ سیرت کے لئے یہ ضروری ہوا کہ وہ ایسے الفاظ سے رسول پاک کے آبائے کرام کا ذکر خیر کرے جن میں طہارت اور بزرگی ظاہر ہوتی ہو۔

اور کسی بھی دوسرے نیک و بدانسان کے آباواجداد سے وہ ممتاز نظر آتے ہوں۔ یہ ایمان ہے۔

۳۔ زنا۔ بے ہودگی یا بے حیائی ایک بہت بڑا عیب ہے۔ مگر شرک و کفر سے کم درجے کا پلید عیب ہے۔ زنا کی نحوست سے نسب کی شرافت ختم ہو جاتی ہے۔ جب حضور نے اپنے تمام آباء کرام رضی اللہ عنہم کے کردار کی پاکیزگی یعنی زنا وغیرہ سے دوری کا ذکر فرمایا۔ تو۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ نے اپنے محبوب کے سلسلہ نسب کو چھوٹے چھوٹے عیوب سے بھی محفوظ رکھا چھوٹے چھوٹے عیوب سے اُن کو محفوظ رکھا تو ضرور یقیناً جانِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء واجداد کو شرک وکفر جیسے بڑے بڑے ظلم و عیوب سے بھی محفوظ رکھا۔ کما صرح العلماء۔

شرک وکفر سے دُور، طہارت و پاکیزگی کے وہ وجود ہائے پُر نور موحد تھے۔ بلکہ بعض نے تو نبوت بھی پائی جیسے سیدنا ابراہیم علیہ السلام حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام وغیرہم رضی اللہ عنہم۔ وعلیہم السلام۔

اس لئے اُنکے اسمائے مبارکہ کو نہایت ادب و احترام سے لکھنا چاہیے اور عام افراد کے ناموں کی طرح نہیں لکھنا چاہیے۔ کیونکہ اس کا حکم قرآن مجید میں ہے فرمایا گیا کہ تم اس نبی کی عزت کرو۔ اسے دوسروں سے بزرگ سمجھو۔ اس کی توقیر کرو اسے اپنا حاکم جانو۔ اور فرمایا اے نبی ہم نے آپ کو شاہد مبشر نذیر داعی الی اللہ بنایا اور چمکتا آفتاب بنا کر بھیجا۔

آپ غور کریں کہ اللہ کتنے القابات سے حضور کے ساتھ ہمکلام ہوتا ہے تو پتہ چلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب واحترام سے ذکر کرنا داخل ایمان ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر مبارک چاہے اولاد کے حوالے سے ہو یا آباء واجداد کے حوالے ہو سب شخصیات کا نام باادب لکھنا بولنا اور سننا چاہیے۔

کتاب ذیشان رحمۃ العالمین اور اسی طرح دیگر سلسلہ نسب جان دو عالم تا سیدنا آدم علیہ السلام بیان کرنے والی تقریباً متقدمہ اور متاخرہ تمام کتب میں ادب واحترام کی یہ چاشنی یہ رنگ اور یہ خصوصیت نہ تھی۔ القاب وآداب سے تذکرہ اسمائے آباء رسول نہ تھا۔

راقم الحروف کو یہ خیال اکثر اُس وقت ستاتا تھا۔ جب دورِ حاضر کے یا دور گذشتہ کے بعض لوگ اپنے آباء واجداد کا ذکر کرتے ہوئے انکے ساتھ ادب واحترام کے تمام تقاضے ملحوظ رکھتے۔ خاص جبکہ سلسلہ طریقت میں مشائخ کرام کے ناموں کا سلسلہ دیکھتا تو یہ سوچتا کہ یہ کیسا نورانی اور پاکیزہ طریقہ ادب ہے کاش یہ آباء رسول کے ناموں کے ساتھ بھی اختیار کیا جاتا۔ راقم الحروف کو ڈر تھا کہ ایسا کرنے سے کہیں فقہا کرام یا اکابرین کا جلال حرکت میں آجائے گا تو کیا ہوگا؟؟

میں نے ایک دن سوچا کہ کیوں نہ استخارہ کرلوں؟؟

جواب یہ ملا کہ اس کام کو کرو تمہیں نور عطا کر دیا جائے گا۔

۷۔ تذکرہ کرامت:۔

استخارے کا اشارہ ملتے ہی راقم الحروف نے کراچی میں محمد شکیل احمد قادری اویسی کے مکان پر باوضو حالت میں پاک صاف ہو کر اس کام کا آغاز کر دیا۔ دو ماہ کی لگاتار محنت اور دن رات کی ان تھک کوشش سے الحمدللہ وہ شجرہ شریف مرتب ہوگیا۔ قابل غور کرامت کی بات یہ ہےکہ اس سارے عمل کے دوران میری آنکھوں کی بینائی نہایت کمزور تھی اور میں آنکھوں پر ایک موٹے سے شیشے والا چشمہ لگاتا تھا۔

الحمدُ اللہ کہ اس مبارک شجرہ شریف کی ترتیب سے فارغ ہوا ہی تھا۔ ابھی یہ پریس جانے کے لئے کمپوزنگ کے مراحل ہی طے کر رہا تھا کہ میری آنکھوں کا طبی معائنہ ہوا۔ کراچی میں آئی ڈی بی پی بنک سے جناب سید اختر عادل شاہ صاحب ترمذی نے اپنی خصوصی محبت سے اور تعاون سے مجھے ہسپتال پہنچایا۔ صرف تیس (۳۰) منٹ بعد کامیاب آپریشن ہوگیا۔ اور میری نظر بالکل ٹھیک ہوگئی۔

الحمدللہ کہ علاج جاری رہا۔ اور دوائی کا استعمال بھی کرتا رہا اور کچھ عرصے کے بعد دوائی وغیرہ ترک کر دی۔ اور بالکل نظر صاف ٹھیک ٹھاک ہوگئی۔ یہ آپریشن انکل سریا ہاسپٹل میں ڈاکٹر زیکسز نے کیا۔ وہ بہت خوش اخلاق۔ ملنسار۔ اور باادب انسان ہیں اللہ تعالیٰ اُن کو اسلام کی دولت سے بھی مالا مال فرمائے آمین

میں سمجھتا ہوں کہ ظاہری حقائق محض عقل کو مطمئن کرنے کے لئے ہیں۔ حقیقت حال یہی ہے کہ یہ صرف اور صرف اسمائے مبارکہ آباواجداد نبی کریم علیہ السلام کی برکت ہے کہ مجھے نظر واپس ملی۔ کیونکہ مجھے آپریشن سے اگلے روز وہ اشارہ یاد آگیا تھا کہ تمہیں نور عطا کر دیا جائے گا نہ جانے اس کے اور کتنے مفہوم اور رنگ ہوں گے ظاہری نظر کا نور مکمل کر کے ایک کرامت تو دکھادی گئی ہے۔ الحمدللہ۔ یہ سب کسبی کام نہیں ہیں۔ یہ سب وہبی عطا ہے یہ مانگنے سے نہیں ملا۔ بن مانگے ملا ہے۔ ہرگز کوئی استحقاق نہیں محض فضلِ الٰہی ہے۔

بلکہ اس سے بڑھ کر مزید یہ کہ میرے بڑے بھائی جان جناب حضرت علامہ پیر سید عبدالقادر شاہ صاحب کی نظر مبارک کا چشمہ (۲۸) کا شیشہ تھا۔ جو کہ آنکھوں سے اترنے کے لئے ہر طرف سے مایوسی کا جواب پا کر ہم طوعاً وکرھاً مجبور تھے کہ کچھ نظر نہ آنے سے یہ بھاری بھرکم شیشہ اور چشمہ تو اٹھائیں گے تاکہ کچھ نظر آئے۔

اُن کو بھی کراچی بُلایا انہی ڈاکٹر صاحب سے آپریشن کروایا تو اُن کی نظر بھی ٹھیک ٹھاک ہو گئی۔ اور یہ آپریشن کی دُنیا میں ایک رسک تھا۔ جو ڈاکٹر زیکسز نے اُٹھایا۔ لیکن میں یہ سب کچھ اس شجرہ شریف کی برکت سمجھتا ہوں۔ واللہ اعلم۔ لہٰذا اس کو کسی حاجت یا مشکل میں خود پڑھیں اور اس کے وسیلے سے دُعا مانگیں یہ ایک اکسیرِ اعظم نسخہ ہے۔ شجرہ شریف کی صحیح برکات درود النسب کے پڑھنے وِرد کرنے سے حاصل ہوں گی لہٰذا اس کتاب کے آخر میں درود النسب بھی دیا گیا ہے۔ اُس سے بھی فائدہ کمائیں۔ یہ خاص چیز ہے بلکہ خاص الخاص چیز ہے۔ فقط

جو لوگ یہ کہتے ہیں کرم اُن کا ہے محدود
اُن لوگوں کی باتوں پہ نہ جا اور بھی کچھ مانگ

جھولی ہی مری تنگ تھی کیا مانگتا ان سے
سرکار نے بھر بھر کے کہا اور بھی کچھ مانگ

رہ رہ کہ جو اس در پہ تو پہنچا ہے نصیر آج
آواز پہ آواز لگا اور بھی کچھ مانگ

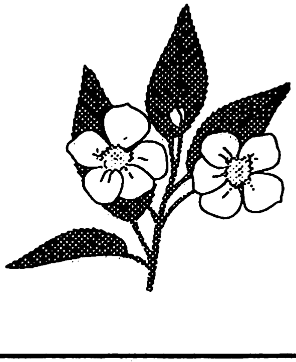

شجرۂ نسب

حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام
تا
حضور نبی کریم حضرتِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

نوٹ: ہم صرف وہ نام تحریر کررہے ہیں۔ جو کہ جانِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤاجداد ہیں۔ نسب اولادوں اور بھائی، بہنوں کا ذکر نہیں ہوگا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(قَالَ اللہ) اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً ٥ وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَلنَّاسُ بَنُوْ آدَمَ وَآدَمُ خُلِقَ مِنْ تُرَابٍ (رواہ ترمذی)

اَحْسَنِ تَقْوِیْم، مَسْجُوْدِ مَلَائِکَہ، اولین معمارِ کعبہ صَفِیُّ اللہ، ابوالبشر، ابوالانبیاء سیدنا ومولانا تلمیذ الرحمان اوّل نبی حضرت بابا آدم علیہ السلام عمر مبارک 930 سال۔ مزار مبارک مکہ مکرمہ سعودی عرب۔	اُمُّ الْبَشَر، اُمُّ الانبیاء، جَنّتی رُوح باعِثہ آبادیٔ زمین، راحتِ جانِ آدم اوّابۂ اوّل سیدہ اَمّاں حَوّا علیہا السلام عمر مبارک 900 سال۔ مزار مبارک جدّہ شریف سعودی عرب۔ ①
خلیفۂ آدم، پہلے صحابی، دوم نبی سیّدنا حضرت شیث علیہ السلام عمر مبارک 912 سال۔ ②	مومنِ کامل، ابنِ نبی سیّدنا حضرت آنوش رضی اللہ عنہ عمر مبارک 905 سال۔ ③
جدِّ محبوب، صلب طاہر حضرتِ قینان رضی اللہ عنہ عمر مبارک 910 سال ④	پاکیزہ صفت، برگزیدہ ہستی، بابرکت قدم حضرت مُہلَل اِیل رضی اللہ عنہ عمر مبارک 895 سال ⑤
ابوالنبی، وجودِ مسعود حضرت سیّدنا یارد رضی اللہ عنہ عمر مبارک 895 سال۔ ⑥	پیغمبر الٰہی، مدرسِ معرفت، مجاہدِ اوّل حضرت سیّدنا ادریس علیہ السلام عمر مبارک 365 (رفع الی السماء) آپ آسمان پر اُٹھالئے گئے۔ ابھی زندہ بجسم ہیں۔ آپ پہلے مجاہد ہیں جنہوں نے باقاعدہ جہاد کیا۔ چھٹے آسمان پر ہیں۔ ⑦

⑧ ابن نبی، عادل، محب، صاحب نفس، حضرت سیدنا متوشالخ رضی اللہ عنہ عمر مبارک 969 سال۔	⑨ پیکرِ تسلیم، بندۂ کریم، حضرت ابوالنبی سیدنا لامک رضی اللہ عنہ عمر مبارک 777 سال۔
⑩ پیغمبر، شاکر، مبلغ، صابر، مستجاب الدعا، نجی اللہ حضرتِ سیدنا نوح علیہ السلام عمر مبارک 950 سال	⑪ ابن نبی، صالحِ وقت، امینِ زمانہ حضرت سیدنا سام رضی اللہ عنہ عمر مبارک 602 سال
⑫ ناجی نصیب، عبد قریب، پاکیزہ وجود حضرت سیدنا ارفکشاد رضی اللہ عنہ عمر مبارک 438 سال۔	⑬ وجود مبارک، زینتِ مبارک، بزرگ شخصیت حضرت سیدنا عابر رضی اللہ عنہ عمر مبارک 460 سال۔
⑭ پیکرِ خوش خصال، صاحب حسن و جمال، حضرتِ سیدنا فالج رضی اللہ عنہ عمر مبارک 239 سال۔	⑮ بندۂ خاص، عبدِ جدِ کریم حضرت سیدنا آرغو رضی اللہ عنہ عمر مبارک بحسنِ اتفاق 239 سال۔
⑯ صاحب فضیلت، کوہ استقامت، سراپا کرامت حضرتِ سیدنا سروج رضی اللہ عنہ عمر مبارک 232 سال۔	⑰ مُرشدِ برحق، صاحبِ نسبت، پسندیدۂ الٰہی نجمِ سلسلۂ نور، بے غرور، اسمِ سرور، حضرتِ سیدنا ناحور رضی اللہ عنہ عمر مبارک 159 سال۔
⑱ ابوالنبی، ابوالخلیل، موحدِ زمانہ، شرک شکن، صنم پاش، مغفورِ ربی سیدنا حضرت تارخ رضی اللہ عنہ ؎ عمر مبارک 205 سال۔	⑲ جدُ الانبیاء، شدید منتظرِ بعثتِ محمدی، مؤذنِ حج، جدِ یعقوب، معمارِ کعبہ، خلیل اللہ حضرت سیدنا ابواسحاق صاحب صُحف سیدنا ابراہیم علیہ السلام عمر مبارک 175 سال۔

؎ یاد رہے کہ یہ تارخ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد گرامی ہیں۔ یہ مومن اور موحد تھے اور آذر نام سے آپ کا ایک چچا تھا۔ حضرت تارخ کا چھوٹا بھائی تھا۔ چونکہ اس نے ابراہیم علیہ السلام کی پرورش کی تھی۔ وہ بت گر اور بت پرست تھا۔ جب کہ ابراہیم علیہ السلام اُسے اسکی محبت کے باعث ''اباجی'' ابی۔ کہہ کر پکارتے تھے۔ جب ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے نبوت کا اعلان کر کے شرک کے رد کا حکم دیا تو اُس وقت آپ نے سب علاقے والوں سمیت اپنے ''ابا'' یعنی چچا آذر کو بھی شرک سے روکا۔ مگر وہ باز نہ آیا۔ اس پر اللہ نے مشرکوں کو عذاب کی خبر دی۔ تو ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اُس کے بارے میں ''ابا'' کا لفظ کہہ کر مغفرت کی دعا فرمائی۔ تو اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے لئے دعائے مغفرت سے منع کر دیا۔ اُس میں ''اب'' کا لفظ تھا۔ جس سے عربی میں چچا مراد بھی ہوتے ہیں۔ مگر اس سے بعض نادان لوگوں نے ابراہیم علیہ السلام کے والد مراد لے لئے۔

اور کہہ دیا کہ اُنکے والد مشرک تھے (العیاذ باللہ)۔ حالانکہ نماز میں پڑھی جانے والی دعا دعائے ابراہیمی ہے۔ جسکے الفاظ یہ ہیں رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ۔ آپ تو اپنے چچا کو ''ابا'' کہتے تھے۔ اگر والد بھی ویسے ہوتے تو اس دعا سے بھی منع کر دیا جاتا۔ لہٰذا یہ نوٹ فرمالیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدِ گرامی صحیح مسلمان اور مومنِ کامل تھے۔ پاکیزہ ہستی تھے۔ جبکہ چچا آذر مشرک تھا۔ قرآن میں اُسی کے لئے دُعائے مغفرت نہ کرنے کا ذکر ہے۔ (بحوالہ تفاسیر معتبرہ مشہور روح البیان، معانی، تنزیل وغیرہم)

⑳
برحق نبی ذبیح اللہ بانیٔ زمزم آیتِ قرآن ابنِ ہاجرہ کعبہ کی نشانی
اللہ کے پیارے صفا و مروہ کی یادگار
حضرتِ سیدنا اسماعیل علیہ السلام
عمر مبارک 137 سال۔

㉑
صحابیٔ رسول، مومنِ کامل اللہ کے ولی، مجسم فیض
حضرتِ قیدار
رضی اللہ عنہ

㉒
رفیع الشان، پیکرِ ایثار، حسین و جمیل
حضرت سیّدنا بابا عُرام
رضی اللہ عنہ

㉓
سراپا صدق و صفا، صاحبِ تقویٰ و غنا
حضرت بابا سیّدنا عوض
رضی اللہ عنہ

㉔
صالحِ وقت، شرافت نصیب، وقارِ خاندان
حضرت سیّدنا بابا مُرّی رضی اللہ عنہ
المعروف ہرمز صاحب

㉕
قائدِ جیوش، رحمدل، نڈر، جوانِ باجمال
سیّدنا حضور سمی رضی اللہ عنہ
المعروف محشر صاحب

㉖
حسنِ زمانہ، بحر العلوم، سیّدنا بابا
حضرت زارح رضی اللہ عنہ
المعروف قمیر صاحب

㉗
زیبِ مجالس، صدرِ محافل، صدقِ مقال
حضرت سیّدنا ناحث
رضی اللہ عنہ

㉘
بہ جمال حُسنِ بے مثال، عالم باعمل، واعظِ بے نظیر، مُصلحِ قوم، صاحبِ حُسن و وقار
حضرت سیّدنا مُقَفّی رضی اللہ عنہ
المعروف حسین صاحب

㉙
تصویرِ مصورِ حکمت، سراسر نزاکتِ عرب، فصاحتِ بلیغ، محکم دلنشین
حضرت سیدنا ایہام رضی اللہ عنہ
المعروف اَجمَلُ الخَلق

㉚
معلم عجز و نیاز، صاحبِ سوز و ساز
حضرت سیّدنا اِقناد رضی اللہ عنہ

㉛
سمندِ نعمت، دریائے بابرکت، ثمرِ عظمت، منبعِ پند و نصیحت
حضرت سیّدنا عیصر رضی اللہ عنہ
لقب مبارک عامر۔

㉜
کمالِ عرب، جمالِ قبیلہ، رئیسِ قوم
حضرت سیّدنا بابا دِی شان رضی اللہ عنہ

㉝
ذی وجاہت، دانائے قوم، نباضِ وقت
حضرت سیّدنا بابا عیضی رضی اللہ عنہ
لقب مبارک عاقر۔

㉞
ذی سیادت، باقیادت، صاحبِ فراست
حضرت سیّدنا الروئی رضی اللہ عنہ
لقب مبارک عدع

㉟
بندۂ اصول، صاحبِ قبول، پُراثر
حضرت سیّدنا بابا یلحن رضی اللہ عنہ
لقب مبارک عنود۔

㊱
قلعۂ قوم، شجاعِ عرب،
حضرت سیّدنا مخزن رضی اللہ عنہ
مبارک لقب سُوَدُ

㊲
مطرِ علم، سحابِ حِلم
حضرت سیّدنا یثربی رضی اللہ عنہ
لقب شریف طَمَخ۔

㊳
سخی عرب، صاحبِ لنگر، مہمان نواز، عالی جناب
حضرت بابا سنبر رضی اللہ عنہ
لقب مبارک بشمین۔

㊴
مردِ میدان، صاحبِ اکرام
حضرت سیّدنا حمدان رضی اللہ عنہ
لقب مبارک اِسماعیل۔ ذُو الاَعوَج۔

㊵
مرکزِ جود و سخا، اوّل السہام، معزز الکلام، پیکرِ اسلام
بابا سیّدنا حضرت الدُعاء
رضی اللہ عنہ

㊶
فراخ دل، دستگیرِ قبیلہ، مہمان نواز، کشادہ جبین
حضرت سیّدنا عبید
لقب مبارک ذو المطانح

㊷
اَمانِ الٰہی، محفوظِ خداوندی
حضرت سیّدنا عبقر رضی اللہ عنہ
لقب مبارک ابراہیم۔ جامع الشمل۔

㊸
قمر الازہار، ریح الصبا
حضرت سیّدنا عیفی رضی اللہ عنہ
لقب مبارک ابو الجن

㊹
بُلند اخلاق، برودتِ عرب
حضرت سیّدنا بابا ماخی رضی اللہ عنہ
لقب مبارک خاطم النار۔

㊺
خوش کُن مراسم، مجسم خلوص، بندۂ پیار
حضرت سیّدنا ناحش رضی اللہ عنہ

㊻
برکتِ زمانہ، سخاوتِ دوران
حضرت سیّدنا جاحم رضی اللہ عنہ
لقب مبارک عِلّت

㊼
کیفیت سلامت، طبعِ نفاست
حضرت سیّدنا طانخ رضی اللہ عنہ
لقب مبارک عیقان۔

خادمِ مطاف، باطنِ صاف،
حضرت سیدنا اَیدلاف رضی اللہ عنہ
لقب مبارک رائمہ
㊽

سراپا درد و احساس
حضرت سیدنا بابلداس رضی اللہ عنہ
لقب مبارک محتمل۔
㊾

پیکرِ شرم وحیا، کمالِ طبعِ غنا
حضرت سیّدنا حزاء رضی اللہ عنہ
㊿

زاہد وشاہد، بے بدل قائد
حضرت ِسیّدنا **ناشد** رضی اللہ عنہ
(51)

سراپا انعام، برکت نظام
حضرت سیّدنا بابا **عوام** رضی اللہ عنہ
(52)

مجاہدِ عرب، صورتِ ارب، شانِ عرب بندۂ رب
حضرت سیدنا **اُبی** رضی اللہ عنہ
(53)

خوش خِصال، عمدہ اعمال
حضرت سیّدنا **قموال** رضی اللہ عنہ
(54)

خصوص خلوص حضرت سیّدنا عُوز رضی اللہ عنہ
لقب ثعلبہ
(55)

بے طمع، بے لوث حضرت سیّدنا **عوص** رضی اللہ عنہ
لقب منجر
(56)

عبدِ یزدان، صاحبِ ایمان
حضرت سیدنا **سَلامان** رضی اللہ عنہ
لقب مبارک شاحب۔
(57)

ذی عز وجاہ، سر تا بقدم بہا
حضرت سیّدنا **ہمیسع** رضی اللہ عنہ
(58)

صاحبِ ہُدٰی، مثال تقویٰ
حضرت **اُدّو** رضی اللہ عنہ
یا آپ کا نام اُدَد ODAD بھی لیا گیا ہے۔
(59)

ملفوظِ محمدی، عرب کی جان قریش کی شان، جدِ محبوب
حضرت سیّدنا **عدنان** رضی اللہ عنہ
(60)

پیکرِ عفت صاحبِ نسبت عرب کی عزت جناب
حضرت سیّدنا **مَعَد** رضی اللہ عنہ
(61)

چہرۂ پُر بہار، رونقِ نو بہار، عرب کے سالار
حضرت سیّدنا **نزار** رضی اللہ عنہ
(62)

جنگجو، بہادر
حضرت سیّدنا **مُضَر** رضی اللہ عنہ
(63)

بانیٔ یقین فانیٔ قیاس حضرت بابا سیّدنا الیاس رضی اللہ عنہ (64)	سلطانِ تحریک، بادشاہ تہلکہ حضرت سیّدنا مُدرِکہ رضی اللہ عنہ (65)
ارادہ عظیمہ طبیعت سلیمہ حضرت سیّدنا خزیمہ رضی اللہ عنہ (66)	مرشدِ زمانہ، اندازِ شاہانہ حضرت بابا سیّدنا کنانہ رضی اللہ عنہ (67)
مردِ تبر، سالارِ نڈر، روشن چہرہ نوری نظر حضرت سیّدنا نضر رضی اللہ عنہ (68)	بشرۂ طارق، وجہ طالق، مربی و سالک حضرت سیّدنا مالک رضی اللہ عنہ (69)
عرب کا درویش، بانیٔ قریش حضرت سیّدنا بابا فہر رضی اللہ عنہ مبارک لقب قریش (70)	شاہِ قبیلہ قولِ فیصل، بندۂ آزاد حضرت سیّدنا غالب رضی اللہ عنہ (71)
مصلح صحیح رہنمائے زمانہ حضرت سیّدنا بابا لوی رضی اللہ عنہ (72)	جریٔ زمانہ، بابائے وقت حضرت کعب رضی اللہ عنہ (73)
بشرہ سُرّہ، تربیت حرہ حضرت سیّدنا بابا مُرّہ رضی اللہ عنہ (74)	ولی کامل، مومن برحق حضرت سیّدنا کلاب رضی اللہ عنہ (75)
بابائے حجاز، فیصل قوم حضرت سیّدنا قُصَی رضی اللہ عنہ (76)	پارسائے زمانہ حضرت سیّدنا بابا عبد مناف رضی اللہ عنہ (77)
بزرگوارِ مکہ، ایوبِ زمانہ حضرت سیّدنا ہاشم رضی اللہ عنہ (78)	جدِّ امجد، محبِ رسول، محسنِ ملت حضرت سیّدنا عبد المطلب رضی اللہ عنہ (79)

یوسفِ عرب، پیکرِ حسن، سراپا اخلاق، والدِ محمدی، نوجوانِ
جنت، سرتاجِ آمنہ، حسین جہاں، جمیلِ عالم، ذبیحِ حرم،
حضرت سیّدنا **عبداللہ** رضی اللہ عنہ عمر مبارک 25 سال
(80)

زوجۂ عبداللہ، مادرِ رسول، **محسنۂ اُمّت**، مرکزِ آداب،
شہیدۂ عالم، شہیدۂ مزار، مومنۂ کاملہ، عابدہ صالحہ، مقبولِ
بارگاہ الٰہی، اماں جان حضرت سیّدہ **آمنہ** رضی اللہ تعالیٰ عنہا
دورِ حاضر کی سعودی نجدی گورنمنٹ نے سیّدہ کے مزار مبارک کی توہین کر کے
نشانات مٹا دیئے ہیں۔ استغفر اللہ
(80)

متعلم رحمان، تلمیذ الرحیم، اُمّی بنی نورِ آمنہ، جانِ عبداللہ، دُرِّ یتیم، وجہِ تخلیق آدم،
بانیٔ اسلام، نورُ اللہ، محبوب اللہ، زندہ نبی مقصودِ کائنات، مدعائے قرآن، آئینۂ
جمالِ الٰہی اصلِ عالم، جانِ دو عالم رحمۃ اللعالمین، خاتم النبیین
سیّدنا و مولانا **محمد** رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ و اصحابہ وسلم.
ظاہری عمر مبارک 63 سال مزارِ مبارک۔ مدینہ شریف، سعودی عرب
(81)

خوشگوار اطلاع:۔ جانِ دو عالم نبی کریم سے لے کر آدم علیہ السلام تک جملہ آبائے رسول کے ایمان کے حوالے سے ایک نہایت مدلل کتاب **نور العینین فی ایمان آباء سید الکونین** مصنفہ حضرت علامہ استاذی محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہے جس میں ہر اعتراض کا تفصیلی جولب موجود ہے شوق رکھنے والے لوگ پتہ نوٹ کر لیں جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج، لاہور۔

حقیقتِ واقعہ

۱ جب پیر بابا غوثِ زماں کے منصب پر فائز ہو کر صوبہ سرحد میں وارد ہوئے تو اُس وقت بایزید (پیر تاریک) کا اس علاقے میں کوئی ذکر یا وجود بھی نہیں تھا۔ (صفحہ 28)

۲ جب غوثِ زماں سیدِ جہاں پیر بابا علیہ الرحمۃ علاقہ یوسفزئی میں آئے تو بایزید انصاری (پیر تاریک) کی عمر صرف 17 سترہ سال تھی۔ یعنی ابھی بالغ ہوا تھا۔ کھلنڈرا بچہ تھا۔ (صفحہ نمبر 28)

۳ جب اعلیٰ حضرت غوثِ زماں پیر بابا علیہ الرحمۃ کے علاقہ یوسفزئی میں پندرہ سال گزر چکے تھے تو بایزید انصاری نوجوان ابھی 32 سالہ ناتجربہ کار سستی شہرت پانے کے لئے پیرومرشد ہونے کا دعویٰ کر بیٹھا۔

حالانکہ پیر بابا نے اُس کو ایک نہایت شفیقِ باپ کی طرح نصیحت فرمائی اور ہدایت کی طرف بلایا جبکہ وہ بے ادب ہوگیا۔

۴ جس وقت پیر بابا غوثِ دوراں رضی اللہ عنہ نے بایزید کو شریعت کی جانب متوجہ کر کے نصیحت کا پیغام بھیجا اُس وقت پیر بابا علاقے میں واحد روحانی شخصیت تھے کہ جنکی ہر بات لوگوں کے لئے پتھر پر لکیر ہوتی تھی۔ اور پیر بابا کا ڈنکا بج رہا تھا۔ اور دس پندرہ جعلی پیروں کے شرک و بدعت کو پیر بابا اپنے علم و بصیرت کی بنا پر ختم کر چکے تھے۔ بایزید انصاری المعروف اندھیرا پیر مقبور نامعلوم پیر تاریک بے ادب شوخ و چنچل گستاخ والدین اُن دنوں ابھی طفلِ مکتب بھی نہ تھا۔ گویا وہ اس قابل نہیں کہ اُسے پیر بابا کا مخالف کہا جائے کیونکہ مخالفت کے لئے بھی برابر ٹکر کا دشمن ہو تو اُسے مخالف کہنا سزاوار ہے۔ وہ تو خود ایک معاند حق، کمینہ صفت، گمراہ کن گمراہ شُدہ اور گمراہ گر تھا۔ اگر وہ اکیلا ہوتا اور صرف اُسی کو پیر بابا کچھ کہتے تو بات کو ماننے یا رد کرنے پر غور کیا جاتا۔ اب وہ اور اُس جیسے سب گمراہوں کو پیر بابا ایک ہی نظر سے دیکھیں تو پھر انصاف پکار اٹھتا ہے۔ کہ پیر بابا ہادی تھے۔ مہدی تھے حق شناس تھے۔ حق نگر تھے، حق نما تھے، حق پر تھے، حق گر تھے۔

بریکوٹی پر ایک نظر

فقیر عارفؔ کو پیر بابا کے موضوع پر لکھی گئی۔ چھوٹی بڑی سب کتابیں دیکھنے کا موقع ملا۔ اُن میں سے ایک کتاب شیر افضل بریکوٹی کی لکھی ہوئی ''پیر بابا'' نظر سے گزری۔ میں نے اُسے بغور پڑھا۔ بریکوٹی صاحب کو میں نے اُنکے نام سے عنوانِ تبصرہ اس لئے نہیں بنایا انسان افضل ہے۔ شیر افضل نہیں۔ اُن کی پوری کتاب کا میں رد لکھ دیتا مگر مجھے میرے ولی نعمت جو کہ اُستاذ العلماء ہیں۔ جامع المعقول والمنقول ہیں۔ اور عربی انگریزی اور اردو فارسی پشتو پر یکساں دسترس رکھتے ہیں۔ قدیم و جدید علوم کے ماہر ہیں۔ گمنام ہستی بھی ہیں۔ اور سابق رئیس دارالافتاء افغانستان حضرت قبلۂ عالم مفتی محمد نصراللہ خان افغانی قدس سرہٗ ہیں۔ ایک لاکھ علماء کے استاذ ہیں۔ انہوں نے بحث برائے بحث سے منع کردیا۔ اسلئے میں نے قلم کو روک دیا۔ بریکوٹی صاحب کے حوالے سے صرف اتنا اور عرض کروں گا کہ

کتاب میں بیشمار جگہ پر دور از کار باتوں کے علاوہ دو رُخی باتیں یا متضاد باتیں سخت تکلیف دیتی ہیں۔ حوالہ کے لئے کتاب خود حوالہ ہے۔

انعام بانٹنے والوں سے گلہ: ایسی کتابوں کو انعام کا مستحق قرار دینے والوں سے صرف اس شعر کے ذریعے گلہ کروں گا۔

فلک نے اُن کو عطا کی ہے خواجگی کہ جنہیں
خبر نہیں روشِ بندہ پروری کیا ہے۔
بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

لندن کے کسی ناشناس اولیاء کا تقرب پانے کے بجائے (اُس کی تصویر کے بغیر بھی پیر بابا پہ کتاب لکھ کر آپکی روٹی کا سبب بن سکتا تھا) کسی ولی شناس کو ملتے۔ باادب ہو کر لکھتے اور مفید تنقید کرتے تو گِلہ نہ تھا۔ مقدمہ اور تقریظ لکھنے والوں کو سوائے خوشامد کے کیا غرض تھی۔

منزلِ عرفان

ایک عام آدمی کے لئے تعارف کے پیر بابا کون تھے؟

سرحد میں ہے جنت کا در پیر بابا
رکھتے ہیں سب پہ نظر پیر بابا

برِاعظم ایشیا کے ملک پاکستان کو اللہ تعالیٰ نے بیشمار ولیوں کی محبت سے مالا مال فرمایا ہے۔ پاکستان کے صوبۂ سرحد (شمال مغربی سرحدی صوبہ) کے صدر مقام پشاور شہر کے قریب بلند و بالا پہاڑی سلسلہ ہے۔ جسے کوہستان کہتے ہیں۔ کوہستان کے اُس پہاڑی سلسلے میں آج سے چار سو سال پہلے اسلام اور مسلمان دو الگ الگ چیزوں کے نام ہو رہے تھے۔ سادہ دل مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے ہر طرح کے ہتھکنڈے استعمال کر کے عقیدہ اور عمل کے میدان میں بالکل ناکارہ کردیا گیا تھا۔ یہاں پٹھانوں کی کئی قومیں آباد تھیں۔ بالخصوص یوسفزئی کوئی صحیح مبلغ اور باکمال ہستی روحانی شخصیت اور، تربیت کرنے والے لوگ اُس علاقے میں جانے سے گھبراتے تھے۔ کوئی شخص بھی اُس طرف کو منہ نہیں کرتا تھا۔ اُس کی وجہ یہ تھی وہاں کوئی سہولت میسر نہ تھی جس کے ساتھ انسان اُس دور کی عام سی سادہ زندگی بھی آسانی سے گزار سکتا۔ بلند و بالا پہاڑ سال کے آٹھ ماہ برف سے ڈھکے رہتے تھے۔ سردی شدید رہتی تھی۔ راستے دشوار گزار تھے۔ ندی نالوں پر پُل بھی نہ تھے۔ ہر طرف جنگ و جدال کا بازار گرم تھا۔ اسلام کے صاف ستھرے عقیدے سے ہٹ کر لوگ توہمات کا شکار ہو کر رہ گئے تھے۔ بندوں کو خدا سے دور کیا جارہا تھا۔ ذکروفکر و نماز سے لاپرواہی برت کر نشے، شراب اور بھنگ ملنگی کی طرف رجحان زیادہ ہوتا جارہا تھا۔

ایسے حالات میں ضرورت تھی کیسی ایسے مردِ کامل کی جو آئے اور اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر ان لوگوں کو راہِ راست پر لائے ان لوگوں کو تبلیغ کرنا اور صحیح راہ پر لانا بالکل اسی طرح تھا جیسا کہ ایک پتھر کی چٹان سے اپنے آپ کو ٹکرا دینا۔ جب کوئی نہ آیا تو اللہ تعالیٰ نے اس علاقے کو ''پیر بابا'' کا بابرکت وجود عطا کردیا۔ آیئے آپ کو بتایا جائے کہ پیر بابا کون تھے؟ اس علاقے

میں کیسے آئے؟ پیر بابا کا اصلی نام سیّد علی شاہ تھا۔ پیر بابا عترتِ پیغمبر تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی اولادِ پاک میں سے تھے۔ مادرزاد ولی تھے۔ پیر بابا کے والد اُس زمانے کے ایک مسلمان بادشاہ کی فوج میں سپہ سالار تھے۔ پیر بابا بھی اپنے والد کے ساتھ سرکاری فوج میں رہا کرتے تھے۔ پیر بابا کے والدگرامی کا نام سیّد قنبر علی تھا۔ وہ بھی اللہ کے کامل ولی تھے۔ مگر پیر بابا کو اُن کی شاہی دربار میں فوج سے نسبت پسند نہ آئی۔ پیر بابا نے نہایت ادب کے ساتھ اپنے والد گرامی سے اجازت لے لی اور فوج سے الگ ہو کر اللہ اللہ کرنے کے لئے صحرا نوردی اختیار فرمائی۔

یہ یاد رہے کہ پیر بابا افغانستان کے شہر ترمذ میں پیدا ہوئے۔ اسی لئے اُنکے نام کے ساتھ ترمذی آتا ہے۔ پیر بابا نے نازک مزاجی دیکھی تھی۔ شاہانہ کروفر دیکھا تھا۔ لاڈ پیار دیکھا تھا۔ البتہ شکست و فتح کے فوجی معرکوں میں دنیا کے بے ثباتی کو بھی قریب سے دیکھ لیا تھا۔ دہلی کو دیکھا لاہور کو دیکھا جہلم کو دیکھا اور دنیا کی رنگینیاں اپنے پورے رنگ کے ساتھ پیر بابا کے سامنے سے گزریں مگر یہ شہزادہ کسی اور ہی پربت کا ناز تھا۔ اسے قدرت نے کسی اور مقام کے لئے منتخب فرمایا ہوا تھا۔

پیر بابا نے باقاعدہ دینی تعلیم حاصل کی۔ فقہ حنفی کی بڑی بڑی کتابیں پڑھیں پھر پڑھائیں۔ اور ظاہری علم کو مکمل حاصل کرنے کے بعد اُس دور کے کسی اللہ والے کامل کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ آخرکار اجمیر شریف پہنچے اور حضرت سالارِ رومیؒ سے بیعت ہوئے۔ چودہ روحانی باطنی سلسلوں سے فیض حاصل کیا۔ اور ماذون و مامور ہو کر کوہستان میں روشنی پھیلانے کے لئے تشریف لائے۔ پیر بابا کے پاس اُس دور کی مکمل ظاہری اور باطنی تعلیم موجود تھی۔ آپ نے بڑی محنت سے اُسے حاصل کیا تھا۔ اور سرکاری فوج میں اپنے رسوخ کے باعث آپ کو دنیاوی معاملات کی بھی خاصا تجربہ تھا۔

لیکن کوہستان کے یوسف زئی لوگوں میں آ کر آپ کو نئے نئے تجربات سے واسطہ پڑا۔

پٹھانوں کے دیگر کئی قبیلوں کے معاملات سے آگاہ ہونا پڑا۔ پٹھانوں نے پیر بابا کی شادی اپنے ہاں کردی اور پیر بابا کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنا بنا لیا۔

پیر بابا کی دو چیزیں ایسی تھیں۔ جسکی وجہ سے وہ اس علاقے میں سب سے بڑی روحانی شخصیت بن گئے۔ پہلی چیز پیر بابا کا تقویٰ اور عملِ صالح سے بھرا ہوا کردار۔

دوسری چیز پیر بابا کا حسن اخلاق۔

پیر بابا اس علاقے میں اپنے مُرشد کے حکم سے آج سے چار سو سال پہلے آئے تھے۔ بہت نیک تھے۔ نیک بننا جانتے تھے۔ نیک بنانا جانتے تھے۔ نیک اور نیکی دونوں اُن کے حضور رہتے تھے۔ اُن کا پیر بابا کے ہمراہ یہ دوستی کا رشتہ آج تک نظر آتا ہے۔ نیک نیکی اور پیر بابا گہرے دوست ہیں۔ آپ بھی اگر چاہتے ہیں کہ اُن سے رابطہ ہو جائے۔ یعنی پیر بابا سے یا کسی نیک سے یا نیکی سے تو تینوں میں سے کسی ایک کو پکڑ لیں تھام لیں چمٹ جائیں۔ اُس کے ساتھ لگ جائیں پھر تینوں سے ملاقات ہو جائے گی۔

شکریہ

قبر بھی زندہ

مرشد بھی ہے لجپال بھی ہے دلدار بھی ہے
دردمندوں کا ہے ہمدرد اور غم خوار بھی ہے
پیر بابا بھی ہے، سیّد بھی ہے، سردار بھی ہے
میرا آقا بھی ہے مالک بھی ہے مختار بھی ہے
پیر بابا کا خدا سب کو نظر آتا ہے
معرفت میں ہے یہ خاموش تو حق میں اظہار بھی ہے
پیر بابا ہے وہ بندۂ رحمان جہاں میں
رب کا محبوب بھی ہے اُس کا پرستار بھی ہے
ہے جلال الٰہی بھی اور جمالِ محمدؐ بھی
حلق یاراں میں نرم تو کہیں تلوار بھی ہے
کئی سو سال سے ہے اس کی قبر بھی زندہ
کئی سو سال سے سویا ہوا بیدار بھی ہے
توحید کی ہر رمز سے واقف ہے یہ بابا
شرک کی ہر ایک طبیعت سے خبردار بھی ہے
عارف اولاد ہے اُس سیّد سرحد کی واللہ!
میرا من ٹھار بھی ہے جو مرا یار بھی ہے دلدار بھی ہے
سب کا پیارا بھی ہے اونچی سرکار بھی ہے

مفتی پیر سیّد محمد عارف شاہ ترمذی، کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

پیر طریقت، رہبرِ شریعت، عالمِ باعمل، صوفی باصفا، درویشِ باخدا جناب

حضرت علامہ مولانا پیر ضیاء اللہ سیفی نقشبندی قدس سرہ

اللہ تعالیٰ نے جو عالم کائنات پیدا فرمایا ہے، بہت عجیب و غریب اور بیشمار حکمتوں اور کمالات سے بھرپور نظام ہے۔ اس نظامِ کائنات کا عظیم مقصد یہ ہے کہ خلقِ خدا کو عدم کے ظلماتِ شدیدہ سے نکال کر وجود کی نورانیت سے منور فرمایا جائے اور پھر اپنی اپنی استعداد کے موافق مبداء کی فیاضی سے فیوض و برکات حاصل کر کے شر کے بجائے خیر اور ظلمت کے بجائے نور بن جائے۔ اور اپنے صانع تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کے اندازے سے ہر ہر فرد بہرہ ور ہو سکے۔ اسی عنوان پر حدیث قدسی وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا فَأَحْبَبْتُ لِأُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِأُعْرَفَ وفی روایۃ لِأُظْهَرَ الحدیث—

اور قرآن مجید میں ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ○ ای لیعرفون—

(میں نے جن وانس دونوں کو صرف اور صرف اپنی عبادت وحصول معرفت کیلئے پیدا فرمایا)

مفسرینِ عظام کے محقق ترین طبقہ نے عبادت کو معرفت کے نام سے تفسیر و تعبیر کیا۔ اس لئے کہ عبادت کا معنی ہے ''اپنے محسنِ حقیقی اور محبوبِ حقیقی کے سامنے انتہائی تذلّل اور عاجزی کا اظہار کرنا اور واضح بات ہے کہ اس عبادت کے ساتھ ایک بہترین ذوق وشوق اور عظیم محبت مخفی ہو گا پس جب تک کہ تو کسی کو جانتا نہیں اس کے حسن و جمال اور فضل و کمال کا کوئی پتا ہی تمہیں نہیں تو عشق و محبت کس کے ساتھ؟ اور جس قدر تیری معرفت ہو اس حسن و جمال اور فضل و کمال سے جس سے محبوبِ حقیقی ذاتاً متصف ہے اور تیری معرفت کے اندازے کے مطابق تیرا حُب و

اشتیاق ہوگا اور اسی بنا پر عبادت کے معرفت پر موقوف ہونے کے ناطے عبادت کو معرفت سے تعبیر کر کے فرمایا کہ بندے برائے معرفتِ حق پیدا کیے گئے ہیں۔ پھر جس طرح کہ مخلوقِ خدا کی استعدادوں میں مراتب اور فرق بہت ہیں اسی طرح معرفتِ حق کے بھی مراتب ہیں۔ ادنیٰ ترین مرتبہ یہ ہے کہ بندہ اپنی خلقت اور جامعیت کو دیکھ کر اور اپنے ماحول کی کائنات و نظام کو دیکھ کر اس کو اپنے فہم کے مطابق صانع تعالیٰ اور محسن اعظم کی کچھ پہچان و دھیان نصیب ہو جاتا ہے۔ اس معرفت میں جمادات نباتات اور عام حیوانات و حشرات سب شامل ہیں اور یہ رتبہ اہلِ حِسّ ظاہر کا ہے ہاں جمادات و نباتات کی حِس جُدا ہے اور حیوانات کی جُدا۔ اسی طرح ہر کسی کے شعور کا بھی اپنا اپنا رتبہ ہے۔

کلامِ حق: وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ (اور کوئی شئے بھی ایسی نہیں مگر تمام کی تمام اللہ کی صفات سے اللہ تعالیٰ کی تسبیح یعنی پاکی (نقائص اور عیوب سے) بیان کرتی ہیں۔ خواہ لسانِ حال سے ہو یا قال سے۔ اس بات پر واضح شاہد ہے۔

اس سے بڑھ کر عام متوسط مرتبہ یہ بھی ہے کہ اس عالم اور نظام کو دیکھ کر ان اشیاء کے مقاصد اور اغراض کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور جب مشاہدہ اور پریکٹیکلی (تجرباتی) زندگی سے ثابت ہوا دیکھتا ہے کہ یہ تمام تو خادمِ انسان ہیں اور انسان اس کا مخدوم ہے اور یہ خادمیت اور مخدومیت کا سلسلہ جاری فرمانا تو صنع حکیم ہے اور حکیم کا فعل حکمت سے خالی نہیں تو یہ نظامِ خلقت بھی باطل (لغو اور بیکار) نہیں، ضرور اس کا کوئی خاص مقصد ہے کہ خلقت اور ربوبیت میں تو طالب و مطلوب دونوں صانع تعالیٰ کے محتاج ہیں پھر انسان (جو ایک خاص نوع ہے مخلوق اور کائنات کی) کو مخدوم کیونکر بنایا۔ پس اسی سوچنے والے انسان کو پھر اللہ تعالیٰ یاد آتا ہے کہ میرے خالق نے میرے ذمے کوئی بھاری چیز ضرور رکھی ہے اور ہر وقت اس کا دھیان رہتا ہے۔

فکر اور غور کی دولت

اس بنا پر فرمایا حق تعالیٰ نے:

اَلَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ○

(وہ لوگ جو یاد رکھتے ہیں اپنے رب عزوجل کو کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے اور لیٹے ہوئے (یعنی ہر حال میں جس کو حضور دائم کہا جاتا ہے) اور تفکر کرتے ہیں خلقت سموات اور زمین میں اور عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب عزوجل تو نے یہ نظام باطل پیدا نہیں فرمایا پاکی تیری ذات کے لئے ہے۔ پس ہم کو آگ کے عذاب سے بچا۔ اور فرمایا:

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَالْفُلْکِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاس وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَابِہِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا وَبَثَّ فِیْھَا مِنْ کُلِّ دَآبَّۃٍ وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَاب الْمُسَخَّر بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ○ (بقرہ ۱۶۴)

(بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور شب و روز کے بدلتے رہنے میں اور دریا میں چلتی ہوئی کشتیوں میں، جو کہ لوگوں کو نفع پہنچاتی ہیں، اور پانی میں جس کو اتارا اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پھر زندہ فرمایا اس سے زمین کو سوکھ جانے کے بعد اور پھیلائے اس زمین پر ہر قسم زندہ سر اور ہواؤں کے بدلنے میں اور بادل میں جو کہ آسمان اور زمین کے درمیانی فضا میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہے۔ بیشک ان سب چیزوں میں ضرور نشانیاں ہیں عقلمندوں کیلئے۔

(ف) گویا پہلی آیت میں تفکر فی خلق اللہ کا ذکر اجمالی طور پر آیا تھا۔ اس آیت کریمہ میں خلق اللہ کی موٹی موٹی انواع اور تفکر کے راستے کچھ تفصیل کے ساتھ بیان فرمائے۔ اسی مضمون کی طرف حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ کر کے فرمایا ہے۔

ابرو باد ومہ و خورشید و فلک درکار اند تاتونانے بکف آری و بغفلت نہ خورے
ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرمان بردار شرط انصاف نہ باشد کہ تو فرماں نہ برے

ان دونوں آیتوں میں تین بڑے مضامین کی طرف اشارہ ہے۔

عنواناتِ معرفت

۱ یہ کہ اس نظامِ کائنات کی چلت پھرت میں معرفتِ حق کیلئے واضح نشانیاں ہیں۔

۲ یہ کہ اس نظام کے حکم اور مقاصد اور سوچنا او تفکر فی خلق اللہ کرنا۔

۳ یہ کہ اس قسم کا تفکر اور نشانیوں کو دیکھ دیکھ کر معرفتِ حق حاصل کرنا۔ اور مقصدِ خلقت کی

طرف اوّلاً اجمالی اور ثانیاً تفصیلی طور پر (کما قدمناہ) متوجہ ہو کر نتیجہ پر پہنچنا۔ یہ قسم معرفت کی ارباب لُب کیلئے خاص ہے۔ آیت کریمہ میں عقل سے عقل سلیم مراد ہے جو صحیح فکر اور صحیح نتیجہ کا راستہ بنائے۔

حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ:

فکر آں باشد کہ بکشاید رہی
راہ آں باشد کہ پیش آید صحیح

اس قسم کے تفکر سے جتنا قرب و معرفتِ حق حاصل ہو جاتا ہے، ستر سال صوری عبادت سے حاصل نہیں ہوتا۔ اس لئے حضرت رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

تَفَكُّرُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ سَبْعِيْنَ سَنَةٍ۔

اور حضرت امام سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ تفکر مقربین کا راستہ ہے۔ جب کہ (نفلی) عبادت بمقابل تفکر کے ابرار کا راستہ ہے۔ ہاں ہر عمل کے تقدم و تأخر اور ترجیحی مراتب کیلئے اشخاص و اوقات کے اعتبار سے تفاوت ضرور ہوتا ہے۔ اس مرتبہ معرفت میں انسان، جن اور ملائکہ عظام سب شامل ہیں۔ ہاں! بالفعل اور بالقوہ شمولیت کا مسئلہ یا بعض مستثنا شدہ جزئیات کا تذکرہ اس اجمالی مضمون میں ہمارے دائرۂ بحث سے خارج ہے۔ اتنا ضرور کہنا چاہتا ہوں کہ بالفعل جن حضرات نے اس مقام سے حصہ پایا اور اس پر استقامت پائی تو عظیم کامیابی سے ہمکنار ہو چکے۔ کیونکہ ان حضرات نے اپنے خالق محسن اور محبوبِ حقیقی کو من وجہ پالیا اور اپنے مخدومیت کے مقام پر جائز طریقے سے فائز ہو کر اپنی نجات کا راستہ اور مقصود و مطلوب دستیاب کیا۔ اما تفاوتِ مراتب یہاں بھی مرعی ہے کہ صرف قلبی اذعان سے لیکر ولایت کے ابتدائی مراتب تک اس دائرہ کے حدود پھیلے ہوئے ہیں۔

تیسرا مرتبہ معرفت ولایت خاصہ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور اس مرتبہ میں بھی تینوں فریق قدم گاہ رکھتے ہیں۔ لیکن یہ تینوں مراتب کی معرفت ذاتی اور اصلی معرفت نہیں ہے بلکہ صفاتی، ظلی اور تجلیاتی معرفت ہے۔

یعنی صفاتی (ولایت کبریٰ والوں کیلئے) ظلّی (ولایت صغریٰ والوں کیلئے) تجلیاتی (عام کائنات کیلئے) اور یہاں تک استعدادی قوتوں کا جولان تینوں فریقوں کا مشترکہ تھا۔ اس سے

آگے محبوبِ حقیقی کی ذاتی و اصلی معرفت کیلئے جو استعداد ہونا چاہئے وہ اللہ تعالیٰ جلشانہ نے صرف بنی نوع انسان کو عطا فرمائی۔ کیونکہ اتم مناسبت اپنے اصل کے ساتھ جو رکھتا ہو وہی مظہرِ کمالات ہوگا۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً میں خلیفہ سے مراد یہی خلافت ہے کہ انسان مُتَخَلِّقُ بِاَخْلَاقِ اللہ ہونے کی قوت رکھتا ہے۔ بارِ خلافت یہی انسان لے سکتا ہے اور یہی انسان تکوینی اور تشریحی نظام کیلئے اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہوسکتا ہے اس خلافت کو اولیائے امت اور ائمہ دین نے قیومیت کے نام سے موسوم فرمایا ہے کہ صفتِ قیوم دوسرے مشترکہ اسماء کی طرح ایک مشترکہ اسم ہے اور یہ اشتراک نفلی (نہ اشتراک معنوی) قرآن عظیم اور احادیث مبارکہ میں کثیر مواضع میں آیا ہے۔ جو کسی بھی مسلمان بلکہ اہلِ عقل پر مخفی نہیں۔

مقامِ انسان

اس بار خلافت اور بار قیومیت کو دوسری جگہ میں امانت کے نام سے خود حق تعالیٰ نے موسوم فرما کر فرمایا ہے۔

انا عرضنا الا مانة على السمٰوٰت والارض والجبال فابين ان يحملنها واشفقن منها فحملها الانسان الأية—

ترجمہ: ہم نے پیش کیا امانت کو آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں پر پس سب نے اس بھاری بار کو اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے۔ پس انسان ہی نے یہ بوجھ اٹھایا۔

یعنی وہ قوت صرف اور صرف انسانوں میں پائی گئی۔ کیونکہ زمینوں، آسمانوں، پہاڑوں اور ان کے تمام اہل میں بغیر انسان کے کسی شئے میں بھی وہ استعداد اور قوت نہیں تھی جو اس عظیم بارِ امانت و قیومیت کو برداشت کرسکے جو خلیفۂ خدا بن کر اور حقیقی کمالات اور ذاتی معرفت سے بہرور ہوکر اس امانت کو اٹھا رکھے تو ان سب کائنات کا اعراض اور انکار عصیان کی وجہ سے نہیں اور نہ کوئی اختیاری انکار ہے بلکہ ان کا حال ایسا تھا گویا انکار کررہے ہیں۔ پس انسان ہی نے استعداداً اس بار کیلئے اپنا آپ پیش کردیا۔

کاش! وہی انسان ہے جس نے اپنے آپ پرظلم کرکے ان قوتوں کو کھودیا۔ اور اپنے مقصودِ اصلی کو بھلایا مگر بعض خوش بخت حضرات نے اس نعمتِ عظمٰی سے بہرور ہوکر بالفعل اس نعمتِ عظمٰی

سے حصہ پالیا۔ کیونکہ اپنے نفس کو زبردستی سے دبا کر غیر مقصود سے بیخبر رہے۔ یہ کمال بالاصالۃ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور امتیوں میں سے صدیوں میں کسی ایک چند کو منتخب فرمایا ہے۔

مقصدِ معرفت

شیخ عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

جودانه غوندي يو لعل پکبني پيداشی
نور جهان واڑه تورو کانڑو غردے

پس یہی حقیقی عارف باللہ شخص دوسری انسانیت کیلئے رہنما ہوتا ہے۔ اور ان کو اپنے مقصد کی طرف کھینچ لیتا ہے۔ جب تک کہ مخدوم راہِ راست پر نہ ہو خادم کا استعمال بھی غلط طریقے سے کیا جاتا ہے۔ اس لئے نظام عالم کا یہ گھومتا ہوا دائرہ صحیح طریقہ پر چلانے کیلئے اس دائرہ کے مرکزی محور کی اصلاح کرنا ضروری ہے۔

تعریف التاریخ

پس اخلاقیات، سیاسیات، معاشیات اور معاشرتی تمام امور جو انسانی مدنی زندگی کا عام پہلو ہے، کی اصلاح بھی دوسری معنوی اصلاحات کے ساتھ ساتھ کرنا ضروری ہے اور رہن سہن کے جو سطوح اور اراضی ہیں خواہ مقامی ہوں خواہ ملکی یا قومی ہوں خواہ بین الاقوامی ہوں جغرافیائی نظام کی اصلاح بھی اہم ترین فرائض میں سے ہے۔ اس دائرۂ عمل کو چلانے کیلئے مستقبل کی تعمیر کیلئے جو حالیہ اقدامات کرنا ضروری ہیں، ان اقدامات کی ذاتی اور ضروریاتی پہچان الہامی اعانت کے ساتھ ساتھ ماضی کے مطالعہ کے ساتھ وابستگی رکھتی ہے۔ اور باعثِ کائنات سید الاولین والآخرین حضرت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ جو اولوا العزم انبیاء علیہم السلام کے بھی سردار ہیں اور قرآن عظیم آپ ﷺ پر نازل ہوا۔ اس قرآن عظیم میں قصص و امثال کا عظیم ترین ذخیرہ موجود ہے۔ پس امتیوں کیلئے تو بطریق اولیٰ علم التاریخ کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ ہاں! ایک بات قابلِ غور اور لائق تحقیق ہے کہ انسانی زندگی کا ایک پہلو تمدن کا ہے۔ اور یہ طرز زندگی بالکل منظم اور مصلح

طریقے سے چلتی ہے۔ خاص قوانین وضع کر کے معین ضوابط کے تحت زندگی گزارنی پڑتی ہے۔ اور دوسرا پہلو تمدن سے پہلے والی زندگی ہوتی ہے اور یہ طرز زندگی ایک نثر اور اپنے فطری اور علاقائی رسم و رواج کے مطابق آزادانہ زندگی ہوتی ہے پس تمدن کے زمانے میں جو علوم وفنون رونما ہوتے ہیں ان میں سے اکثر علوم کا ہیولیٰ پہلے سے موجود ہوتا ہے وہی عنصر تمدن کے دور میں کوئی موزوں قالب اختیار کر کے کسی خاص نام سے وہ فن وعلم موسوم ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ پہلے سے اثباتِ مدعا بالدلائل کا سلسلہ جاری تھا لیکن خاص وضع سے ان جزئیات کو ترتیب دینے کے بعد اس فن کا نام منطق پڑ گیا۔ اور مستقل فن ٹھہرایا گیا۔ اسی طرح تاریخ اور تذکرہ کا علم بھی ہے کہ دنیا کے کسی حصے میں بھی اگر انسانوں کا کوئی گروہ موجود تھا تو تاریخ و تذکرے بھی ساتھ ساتھ تھے۔ اور فخر و ترجیح کے مواقع پر اپنے اسلاف کے کارنامے بیان کئے جاتے تھے۔ نیز تفریحی مجالس میں لطف کیلئے یا عبرت کیلئے پچھلی لڑائیوں اور معرکوں کا ذکر ضرور کرتا تھا۔ اور ساتھ ہی اسباب اور نتائج کا ذکر بھی کیا جاتا تھا۔ آباؤ اجداد کے رسم و رواج اور طرز و طریقے کا ذکر اور ان کے اوصاف و اخلاق اور عام عادات کا ذکر کیا جاتا تھا اور فن تاریخ کا سرمایہ بھی یہی اشیاء ہیں۔ لہٰذا دنیا کی تمام اقوام فن تاریخ میں قابلیت کے لحاظ سے عام لیول پر ہمسری رکھتی ہیں اتنا ضرور ہے کہ عرب اس عموم سے مستثنیٰ ہیں اور خصوصیات کے مالک ہیں۔ خصوصی طور پر میلہ عکاظ میں تاریخ بیانی کا سلسلہ لاکھوں بندوں کی تعداد تک پہنچ جاتا تھا۔ عرب کے بدو اپنی زبان آوری کا مقابل نہیں مانتے تھے۔ سادگی اور اصلیت کے ساتھ واقعات اور جذبات کی صحیح تصویر کھینچنے میں اُن بدوؤں کا جو مقام ہے، دنیا کی کسی اور قوم کو ہرگز نہ مل سکا اور یہی وجہ ہے کہ جب عرب پر تمدن کا دور آیا تو سب سے پہلے علم تاریخ کی کتابیں تصنیف میں آئیں۔

ادوار علم التاریخ:

حضرت سیدنا امیر معاویہ ؓ کے زمانے میں عبید بن شریہ نامی ایک شخص صفاء میں رہتا تھا۔ وہ شخص جاہلیت کا زمانہ بھی دیکھ چکا تھا۔ اور عرب و عجم کے اکثر معرکے اسے یاد تھے۔ حضرت معاویہ ؓ کے امر شریف سے اس شخص کی یادداشتیں قلمبند کردی گئیں علامہ ابن الندیم نے کتاب الفہرست میں اس شخص کی متعدد تصانیف کا ذکر کیا ہے۔ ان تصانیف میں ”کتاب

الملوک واخبار الماضیین، نامی شہرۂ آفاق تصنیف بھی شامل ہے عبید کے بعد عوانہ بن الحکم جو اخبار وانساب کا بڑا ماہر تھا، کا نام گرامی قابل ذکر ہے۔

سیرۃ مقدسہ ومطہرہ پر محمد بن اسحٰق نے کتاب لکھی اور یہ کتاب جامعیت کی مالک ہے۔ اور اس لحاظ سے فن تاریخ کی یہ پہلی کتاب مانی جاتی ہے۔ اگرچہ اس سے پہلے بھی مغازی آنحضرت ﷺ پر موسیٰ بن عقبہ ؒ نے کتاب لکھی تھی۔ موسیٰ ایک نہایت ثقہ اور محتاط تابعی تھے ان کی تصنیف محدثین کے دائرہ میں عزوشرف کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔

اس کے بعد بڑے بڑے نامور مؤرخ وجود میں آئے۔ جن میں ابومخنف اور واقدی زیادہ شہرت کے مالک ہیں۔ اور اس دور کے مؤرخین میں ہر ایک کا موضوعِ قلم جدا تھا۔ اس وجہ سے یہ خوبی سب کو پسند آتی تھی۔

یحییٰ مدنی، نصر بن مزاحم، سیف بن عمر، معمر بن راشد، عبداللہ بن سعد، وہب بن ابو البختری، ابوالحسن علی بن محمد مدائنی، احمد بن حارث، عبدالرحمٰن بن عبیدہ اور عمر بن شبہ کی تصانیف جن میں رسولِ اکرم ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حالات قلمبند کئے گئے ہیں، زیادہ مشہور ہیں۔

اس کے بعد مرتبے میں عبداللہ بن مسلم، احمد بن داؤد دینوری، محمد بن سعد، احمد بن ابی یعقوب، احمد بن یحییٰ، محمد بن جریر طبری اور علی بن حسین مسعودی کی تصانیف بلند پائے کی تصانیف ہیں۔ یہ تمام دور قدمآء مورخین کا ہے۔ اور پانچویں صدی کی آغاز سے پھر متاخرین کا دور شروع ہوا۔ ابن الاثیر، سمعانی، ذہبی، ابوالفداء، سیوطی وغیرہم حضرات نے اس طبقہ میں بڑی شہرت حاصل کی۔ الغرض علم التاریخ اور اس فن کی تدوین واہتمام اور اس کا مطالعہ اور ''خذما صفاودع ماکدر'' کے قاعدے کے تحت علم التاریخ والتذکرہ سے استفادہ کرنا انسانی زندگی کیلئے ناگزیر ہے۔

خلاصۂ کلام

(ا)اب کسی فن میں شروع کرنے سے پہلے اس فن کی تعریف، موضوع اور فائدہ سمجھنا ضروری ہے کہ مجہول مطلق کی طلب باطل ہے اور علوم کا تبائن موضوعات کے تعین پر مبنی ہے۔ نیز

بلا فائدہ کام عبث اور حرام ہے۔ پس علم تاریخ اس فن کا نام ہے کہ فطری واقعات اور انسانی افکار و کردار نے ایک دوسرے کے احوال پر جو اثر ڈالا اور جو تغیرات اس تاثیر و تاثر سے پیدا ہوئے ان کا نام تاریخ ہے۔ یعنی ان حالات کی تفصیلی جزئیات کو بیان کر کے ان نتائج تک پہنچنے کے لئے جدوجہد اور تحقیق کرنے کا نام فن تاریخ کا چھیڑنا ہے۔ اور اسی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ علم تاریخ اس کو کہتے ہیں کہ زمانہ حالیہ کے نتائج جو ماضی کے واقعات سے پیدا ہو گئے ہوں ان واقعات اور حالات کا جائزہ لینا تاریخ و تذکرہ کا فن کہلاتا ہے۔

(۲) اور علم التاریخ کا موضوع تو پہلے بیان ہو چکا اور اس تعریف سے بھی واضح ہے۔

(۳) اور غرض اس کی بھی پہلے گزر چکی ہے کہ تعمیر مستقبل کیلئے حالیہ اقدامات صحیح بنیادوں پر ڈالنے کیلئے ماضی کا مطالعہ کرنا ہے۔

تاریخ کیلئے دو چیزوں کا اہتمام ضروری ہے (۱) واقعات اور حالات کے تمام انواع اور جزئیات کا جمع کرنا۔ (۲) اسباب کے اہتمام سے معلوم کر کے تفصیل کے ساتھ لکھنا اور ان دو امور سے تاریخ کے ثمرات بڑھتے ہیں۔

علامہ ابن خلدون نے ان دو مہتم بالشان امور کے ساتھ ساتھ اور اصولی بنیادوں سے تاریخی آئین منضبط کیا۔ واضح ہے کہ تاریخی تحقیق میں علم الحروب، علم الاخلاق، علم القوانین اور علم السیاست جیسے بڑے بڑے علوم کے ہر دوری اصول موجود ہوتے ہیں۔ اور اسی بنا پر اگر ان تمام علوم کی کوئی ماہر شخصیت تاریخ کو لکھ دے تو تاریخ کا فن اور اس کی نورانیت کہاں سے کہاں پہنچ جائیگی۔

(۱) پس بعض نے اہل عالم کو باعتبار سبع اقالیم کے تقسیم کیا۔ اور ہر اہل اقلیم کو اپنا خطہ دیا۔ ان کے اختلافِ طبائع اور انفس کے اعتبار سے جن پر الوان اور السن بھی دلالت کرتا ہے۔

(۲) بعض نے اقطار اربعہ ”شرق و غرب و جنوب و شمال“ کے اعتبار سے تقسیم کیا اور ہر قطر کی اختلاف طبائع اور تباین شرائع کو بیان فرمایا۔

(۳) اور بعض نے امم کے اعتبار سے تقسیم کیا۔ اور بڑی چار امتوں کو جوڑہ جوڑہ کر کے بیان کیا۔ یعنی عرب و عجم، روم اور ہند چار بڑی اُمم میں سے عرب اور ہند کو جوڑہ کر کے فرمایا کہ یہ دونوں قومیں ایک مذہب پر متقارب ہیں۔ اشیاء کے خواص کو ثابت کرنے کی طرف میلان

رکھتی ہیں اور ماہیات و حقائق پر حکم کرتے ہوئے امور روحانیہ کو استعمال کرتی ہیں۔ ان کے برعکس روم اور عجم ایک مذہب پر متقارب بن کر طبائع اشیاء کو ثابت کرنے والے ہیں اور حقائق و ماہیات کے بجائے کیفیات وکمیات پر حکم کرکے امور جسمانیہ کو استعمال کرتے ہیں۔

(۴)اور بعض نے آراء اور مذاہب کے اعتبار سے تقسیم کرکے فرمایا کہ ایک فریق اہل ملل والدیانات ہے جبکہ دوسرا فریق اَھْلُ النَّحْلِ وَالْاَھْوَا ہے۔

پس اربابِ دیانات خواہ مجوسی ہوں یا یہودؔ نصاریٰ ہوں یا اہلِ اسلامؔ ان سب کے مذاہب منضبط ''عددِ معلوم میں'' نہیں پھر اہل دیانات میں مجوس کے ستر فرقے، یہود کے اکہتر فرقے، نصاریٰ کے بہتر فرقے اور اہلِ اسلام کے تہتر فرقے ہوگئے۔ اور اہلِ حق اور اہلِ نجات ہر دور میں صرف ایک فرقہ تھا۔ دوسرے تمام فرقے جہنمی ہیں۔ اہلِ اسلام کے تہتر فرقوں میں سے ناجیہ فرقہ صرف ایک ہے اور وہ فرقہ قرآن و سنت کی شہادت اور اجماع اہل اسلام پر فرقۂ حقہ اہلسنّت و جماعت ہے۔ دوسرے گروہوں کو فرقِ اسلامیہ اسی بنا پر کہا جاتا ہے کہ یہ فرقے اسلام کے نام پر اہلِ اسلام سے منشعب ہوگئے۔ یہود و نصاریٰ سے منشعب شدہ فرقے یہ نہیں ہیں۔ باقی حقیقی اسلام اور سبیلِ نجات سے ان بہتر فرقوں کا کوئی سروکار نہیں۔

الغرض: علم التاریخ ایک اہم ترین اور وسیع ترین فن ہے انسانی زندگی کے ہر ہر پہلو اور ہر ہر شعبہ کے جتنے حالات و واقعات پیش آتے ہیں تمام کو منضبط کرکے ان جزئیات کا مفصل ذکر اور ان کے پیش آنے کے تدبیری یا اتفاقی اسباب وعلل اور ان واقعات کے نتائج وثمرات اور ان جزئیات کے اصول اور کلیات اور پھر قانونی حیثیت یا حروبی حیثیت یا اخلاقی و معاشی حیثیت یا جغرافیائی و سطوحی حیثیت وغیرہ، تمام شعبوں تمام پہلوؤں اور تمام حیثیات کو بیان کرنا اور اپنے علم و دانش کے مطابق ہر ہر شئے سے استنباط کرنا اور جرح وتعدیل کرنے کا نام فن تذکرہ و تاریخ ہے۔

اس فن میں بعض حضرات نے صرف رجال وطبقات کا ذکر کیا اور اعیان کو عنوان بنا کر ان کے اردگرد حالات و واقعات متعلقہ بیان کیا ہے اور بعض نے اپنے علم کے مطابق اعیانِ فاضلہ پر احاطہ کیا۔ بعض نے رؤس پر اکتفا کیا اور بعض نے کسی خاص شخصیت کے ذاتی اوصاف و خصوصیات اور آفاقی کارناموں کو مدنظر رکھتے ہوئے بیان کیا ہے۔

اس کتاب کا مقصد زیر نظر کتاب ''تذکرہ سادات ترمذی'' حضرت سید علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ لقب پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتی اوصاف وخصوصیات اور کارناموں کو بیان کرکے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نسب مبارکہ اور اولاد اور اسی طرح مذہبی و سیاسی ہل چل کے بیان پر لکھی گئی ہے۔

فاضل مؤلف سید عبدالاحد شاہ نقشبندی صاحب نے اس کتاب میں چند اہم امور کو مدنظر رکھ کر بحث و گفتگو کی ہے۔ ان مہتم بالشان امور میں سے تین امور اجمالی طور پر ذکر کروں گا۔ تاکہ قارئین کرام کتاب کے اصل موضوع کو پہلے سے معلوم کرکے کتاب سے باآسانی استفادہ کرسکیں۔

(۱)اول امر یہ ہے اور یہ بنیادی چیز ہے اور عادت اللہ شریف اس پر جاری ہے کہ ہر دور میں اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے اصلاح عالم کے لئے بھی ضرور ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اس مقدمہ کے ابتداء میں بندہ نے واضح کردیا ہے اور اس کے مقابلے میں نااہل بدکردار اور طاغوتی قوت بھی ضرور ہوتی ہے۔ اس لئے کہ ''تتبین الاشیاء بالاضداد'' ان اولیاء اللہ کے عالی مقام کا پتا چل سکے۔ اور حق کی تعلیمات سے لوگ روشناس ہونے میں حق و باطل کا آسانی سے پہچان کرسکیں۔ اور حق کا خوشبودار چمکتا ہوا پھول باطل کا بدبودار آلودہ ملبہ دونوں کو حِس کرکے بدبودار ملبے سے بچیں اور خوشبودار پھول کی طرف جائیں۔ لیکن یہ حقیقت بھی مخفی نہیں کہ جس کی آنکھیں اندھی، ناک میں بدبودار ملبے کا خزانہ حس بند ہو۔ اور ناک صفائی کو دینا چاہتا ہو۔ کسی نابینا کی آواز پر لبیک کہہ کر اس کے ہاتھ میں ہاتھ دیتا ہے تو ضرور ہے کہ وہ بدبخت گندگی کے ملبے میں گر پڑے گا۔ اور پڑا رہے گا اور اس کے ساتھ ساتھ اس آلودگی کو حق کا نام دیکر اس میں رہ کر خوش رہے گا اور دوسروں کو بھی بلائے گا کہ ''کُلّ حزبٍ بما لدیھم فرحون'' یعنی ہر فریق اپنے راستے پر خوش ہوتے ہیں۔

اس قاعدہ کلیہ کے تحت ایک جزئی مثال حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی حیات طیبہ ہے۔

حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ ایک کامل مکمل انسان تھے۔ رسولِ کریم ﷺ کے حقیقی وارث اور غیبی کمالات کے مالک تھے اور ارشادِ خلائق کیلئے مسند مشیخیت پر سرفراز، حق گو، حق جو، حق شناس اور حق پر قربان ہونے والی ہستی تھی۔ اس رحمانی رہنما کے مقابلے میں طاغوتی مضل بایزید تاریک کا

نام سرِفہرست تھا۔ بایزید پیری کے نام پر ہنودِ ہند کی تربیت یافتہ ایک بدکردار، مخرب اخلاق زندیق شخص تھا۔ اپنی مکاری میں اپنی مثال آپ تھا۔ کبھی نبوت کا دعویٰ کرکے اپنے آپ کو حامل کتاب سمجھتا تھا۔ کبھی اللہ تعالیٰ کے شان عالی میں بدترین گستاخی کرکے برہمن وغیرہ ناموں سے تعبیر کرتا تھا۔ فاحش عورتوں کا میلہ ہر وقت اس بدترین فاحش کے ساتھ موجود رہتا تھا۔ دوسری عفیف عورتوں کو بھی اپنی ہمراز فاحش عورتوں کے ذریعے گمراہ کرتا تھا۔ اور اسی چیز کا نام اس طاغوت نے تصوف رکھا تھا۔ اور یہ تو واضح حقیقت ہے کہ تصوف کا بے داغ نام اس طرح کے چالاک ڈاکو اس لئے استعمال کرتے ہیں کہ اس پاک نام کے بغیر اپنے ناپاک عزائم تک پہنچنا ان زندیقوں کے لئے ممکن نہیں اور یہی وجہ ہے کہ پیری مریدی کے صحیح مفہوم اور ماہیت و حقیقت عوام کی اکثریت سے مخفی رہی اور ناقص پیروں، پیرزادوں اور دنیا پرست ڈاکوں کو اس نام پر دیکھ کر اصل تصوف سے بھی لوگ متنفر ہوجاتے ہیں۔ لیکن یہ بھی جاہلوں کی حماقت ہے کہ بغیر تحقیق کے یا تو ناقص ڈاکوؤں کے ہاتھوں میں شکار بن جاتے ہیں اور یا حقیقی نعمت سے منکر ہوکر اسلام اور ایمان کی روح سے محروم ہوجاتے ہیں۔

اہل اللہ کے لباس میں اچھے بُرے ضرور ہوتے ہیں۔ اچھے کم، بُرے زیادہ۔ اچھوں کے خیال سے تمام کو قبول کرنا یا بُروں کی وجہ سے تمام کو رَد کرنا صراط مستقیم سے ہٹ کر افراط و تفریط میں مبتلا ہوجانا ہے۔

دنیا امتحان کا گھر ہے۔ یہاں تحقیق کرکے احتیاط سے قدم رکھنا پڑے گا ڈاکوؤں سے بچ کر حق پر چلنا پہچاننے کے بعد ''یہ ہے راہِ نجات''

بالجملہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے بایزید تاریک کا پردہ چاک کردیا اور مسلمانانِ عالم کو تصوف کی حقیقت واضح کرکے بایزید کی مکاری اور بدکرداری سے آگاہ کرتے رہے اور لکل فرعون موسیٰ کے قاعدے کے تحت یہ معرکہ چلتا رہا۔

بایزید زندیق کے بعض دلدادوں نے مسلمانانِ عالم کو دھوکہ دینے کے واسطے یہ پروپیگنڈا بنایا کہ پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اور بایزید پلید کی مخالفت سیاسی تھی۔ اور پیر بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مغل کے اشارے سے یہ مخالفت کی۔ تو فاضل مؤلف نے اس حقیقت کو واضح فرمایا کہ یہ مخالفت حق اور باطل کی مخالفت تھی۔ پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ حق کا علمبردار تھا اور بایزید ملعون اور مرتد آدمی

تھا۔ اور اس بارے میں فاضل مولف نے تاریخی حقائق اور واقعاتی شواہد روایتاً و درروایتاً بیان کرکے اپنے اندازے کے مطابق پورا حق ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم و فضل اور زندگی میں اپنے نیک بندوں کی حرمت سے برکت عطا فرمائے آمین۔

(۲)دوسرا امر یہ ہے کہ آج کل کے بعض جاہل یا متجاہل معاند اور منکرِ حق لوگ یہ افواہ پھیلا رہے ہیں کہ آج کل دنیا میں کوئی سید نہیں اور حجاج کے دور میں سید ختم ہو چکے ہیں۔

سو یہ بالکل غلط اور انکارِ حقائق ہے پوری تفصیل اپنے مقام کے ساتھ تعلق رکھتی ہے مگر میں صرف ایک دلیل پیش کرتا ہوں۔

ہمارے عقائد کی کتابوں نے لکھا ہے کہ امام مہدی رحمۃ اللہ علیہ کا خروج اور امت مرحومہ کے آخر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی آمدِ مسعود ہماری شریعت اسلامی میں متواتر ہے اور مہدی رحمۃ اللہ علیہ کی آمد سے انکار واضح کفر ہے اور اس بات پر پوری امت کا اجماع ہے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی متواتر ہے کہ امام مہدی رحمہ اللہ علیہ حسنی سید ہوگا۔ لہٰذا اب مطلق ساداتِ عظام کے وجود سے انکار امام مہدی رحمۃ اللہ علیہ سے انکار ہے اور یہ تواتر سے بھی انکار ہے جو کہ ضروریاتِ دین سے انکار ہے اور یہ واضح کفر ہے۔

البتہ اتنا ضرور ہے کہ ہر مدعیٔ سیادت اور ہر منکر سیادت دونوں کی تصدیق بلا تحقیق نہیں کی جاسکتی۔ جو سیادت کا دعوئی کرے گا اس سے تحقیق طلب کیا جائے گا یا تو تواتر طبقہ سے اس کی سیادت خاندانی لحاظ سے مسلم اور ثابت ہوگی۔ یا سلسلۂ نسب پیش کریگا پھر روایتِ سند کے راویوں کے حال کو دیکھ کر درایت کی اصل بھی مدنظر رکھی جائیگی اور سند کی قوت و ضعف کے اندازے کے مطابق اس کی دعوئی سیادت ضعف یا قوی گردانا جائیگا۔

پس حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی سیادت متواتر مسلم ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد اولاد ہونے کا مدعی اپنی دلیل پیش کرکے مانا جائے گا۔

(۳)اور تیسرا امر یہ ہے کہ اولادِ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تاریخ نقل کرنے میں شیعہ شنیعہ نے اپنے کافرانہ عقائد کے مطابق جھوٹ کا بازار گرم کر رکھا ہے اور حقائق و متواترات سے آنکھیں چھپا کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر زبان درازی، خلافتِ شیخین سے انکار، الوہیت حضرات امیر رضی اللہ عنہ پر قول کرنا، تناسخ حلول وغیرہ کے کافرانہ عقائد کو اس ضمن میں داخل کرنا اور من

کثرت روایات سے ان چیزوں کو ثابت کرنا اور تعظیم اہل بیت کے نام پر توہین اہل بیت میں لگے رہنا ان کے عقائدِ حقہ جو کہ عقائدِ اہلسنّت و جماعت ہیں کو کفریہ عقائد قرار دینا وغیرہ وغیرہ۔ سیکنڑوں قسم کے باطل عقائد کا رنگ دیکر یلغار بنا رکھا ہے۔

تو فاضل مصنف نے بلا کسی تعصب کے اجمالی طور پر اصل حقائق کو ایک حد تک بیان کر کے حق کو واضح کر دیا ہے۔ ان تین مُہتم بالشان امور کی وضاحت کو موضوع کلام اور مقصدِ تالیف بنا کر' دوسرے کئی فوائد سے بھرپور ایک بہترین تصنیف پیش کی ہے۔ بندہ نے چند اہم مواضع کا مطالعہ کر کے مصنف علّام کی چاہت کے مطابق بعض علمی ترمیمات کر کے بہت مفید پایا اور یہ کتاب عام ذہنیت اور اردو خوان طبقہ کو راہِ راست بتلانے میں انشاء اللہ ممد اور مفید ثابت ہو جائیگی۔

مؤلف کتاب ہٰذا کا اسم گرامی عبدالاحد شاہ ولد سید بشر المعروف بہ شیخ پاچا ولد سید عیسیٰ شاہ المعروف شاہ شاہ پاچا ہے۔ نسباً ترمذی سید ہے۔ گاؤں کالا کلی تحصیل کبل میں ۱۹۵۰ء میں پیدا ہوئے اور اسی گاؤں میں تعلیم و تربیت پائی۔ موصوف بہت نیک نیک صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ خلوص للّٰہیت' سچائی' جرأت و سخاوت اور خودداری وغیرہ بہت سے خداداد صلاحیتوں کا مالک ہیں۔

فاضل نوجوان نے آزاد خیالی کے دور میں یہ کتاب لکھی ہے۔ باعث صرف یہ تھا کہ بہت نااہل اور بدخصلت قسم کے لوگوں نے اولیاء اللہ کو ہدف تنقید بنا کر ان کی شان کو اپنے جھوٹ کی گرم بازاری سے مجروح کیا تھا اور ان کے عالی انساب اور عالی مراتب دونوں سے منکر ہو کر اپنے دھریہ آقاؤں کو خوش رکھنے کیلئے مصروفِ عمل تھے۔

دوسری طرف یہ خاموشی اور سکوت کا عالم دیکھ رہے تھے۔ تو ایمانی اور نسلی غیرت نے ان ناشائستہ حرکات و اقدامات کو برداشت نہ کر سکی اور اس جہادی فریضہ کو انجام دیا اللہ تعالیٰ مولف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کے علم و دانش میں ترقی عطا فرمائے۔ آمین۔ مؤلف کا میدانِ تالیف میں یہ پہلا قدم ہے۔ آئندہ ان سے بہت زیادہ توقع ہے کہ الحمدللہ فاضل نوجوان اپنے آباء و اجداد صالحین کے نقش قدم پر گامزن ہو کر اشاعت دین اسلام کی صفحۂ اول کی ہستیوں میں شمار ہوگا۔

مؤلف ایک صالح' متقی اور باشرع نوجوان ہے۔ اور دورِ حاضر کے شہنشاہِ ولایت سلطان العارفین شیخ المشائخ حضرت اخوندزادہ سیف الرحمٰن دامت برکاتہم کے حلقۂ ارادت میں شامل

ہو کر بہت سے فیوض و برکات اور کمالاتِ حاصل کر چکے ہیں۔ اور حاصل کر رہے ہیں اور حضرت صاحب دامت برکاتہم نے ماذونیت کی خلافت بھی ان کو عطا فرمائی ہے۔ طالبانِ حق کو چاہئے کہ محترم سید عبدالاحد شاہ صاحب کو ایک حقیقی روحانی پیشوا جان کر ان کے باطنی، ظاہری اور روحانی کمالات حاصل کر کے فیضیاب ہو جائیں اور زیر نظر کتاب کو مطالعہ کر کے بد کردار لوگوں کے زہریلے مواد کے پھیلاؤ سے عالم کو نجات دیں۔

وما علینا الا البلاغ

فقیر ضیاء اللہ سیفی

ھدیۂ تبریک

ازقلم نفیس رقم: فخر سادات، پیشوائے زمانہ سیدنا پیر سید مخدوم حسین شاہ سرکار المعروف باچہ صاحب دربار عالیہ پیر بابا سوات پاکستان

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ الْکَرِیْمِ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهٖ وَاَهْلِ بَیْتِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ ○

اولیائے کرام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور اطاعت گذار بندے زندگی بھر تزکیۂ نفس و عبادت ریاضت، حق تعالیٰ اور محبوبِ خدا کی اطاعت و محبت کی سعادتوں کے باعث مخلوقِ خدا کی توجہ عقیدت و محبت کے مرکز و محور ہوتے ہیں اور وفات کے بعد ان کے مزارات پہلے سے بڑھ کر مرجع خلائق ہوتے ہیں۔ زندگی بھر کائنات کی تاریکیوں میں اسم محمد ﷺ کو اجاگر کرنے اور قوت عشق سے انسان کو پستیوں سے نکال کر رفعتوں سے ہمکنار کرنے والے اولیائے کرام کے گنبد نما مزارات پر مخلوق خدا دیوانہ وار حاضر ہوکر روحانی فیوضات و برکات سے بہرہ ور ہوتی ہے۔ یہ ولی کامل جہاں محو استراحت ہو، وہاں جنگل میں منگل جیسا سماں ہوتا ہے۔

اس کتاب کے تذکرہ میں جس ہستی کا ذکر ہو رہا ہے وہ شاہِ خراسان حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے پہچانے جاتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا شمار نو سو ۹۰۰ھ کے ان مشائخ کبار میں ہوتا ہے جنہوں نے سرزمین سرحد کو سب سے پہلے اپنے انفاس قدسیہ اور تبلیغی کوششوں سے نوازا۔ ہزاروں گم گشتگان کو راہ حق پر لگایا اور ایمان کی قوتوں کو اجاگر کر کے انسان کا رشتہ خالق حقیقی سے جوڑا یہی وجہ ہے کہ پانچ چھ صدیاں بیت جانے کے بعد بھی سینکڑوں ہزاروں کی تعداد میں زائرین مرد و خواتین قافلوں کی شکل میں اس مرکز تجلیات پر حاضری دینے آتے ہیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی جلائی ہوئی شمع تا ابد آباد روشن رہے گی۔ یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تبلیغی اور روحانی مشن کا ثمرہ ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی اور دینی خدمات پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خاص حضرت اخون درویزہ ننگر ہاری نے فارسی زبان میں دو، تین کتابیں لکھی ہیں۔ جو تذکرۃ الابرار والاشرار، ارشاد الطالبین، مخزن وغیرہ کے نام سے موسوم ہیں۔ لیکن موجودہ دور میں اردو، یا پشتو زبان میں کوئی مستند تاریخی کتاب نہیں لکھی گئی تھی۔ اصل وجہ ایک تو آپ رحمۃ اللہ کے تاریخی مواد جو اخون درویزہ نے جمع کی تھیں، وہ نایاب ہو چکی ہیں اور دوسری بڑی وجہ یہ

کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اولاد میں سے کسی نے اس طرف کوئی خاص توجہ نہیں کی۔ ۱۹۷۰ء میں ہمارے والد محترم مخدوم سید معین الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (مرحوم) نے اخون درویزہ بابا رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں سے استفادہ کر کے ایک چھوٹا سا کتابچہ مرتب کیا تھا۔ جو کہ مختصر حالات پر مشتمل تھا۔ اس کے بعد ابھی سے تین سال پہلے حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کے ایک چشم و چراغ محترم سید محمود شاہ صاحب ترمذی نے انتہائی محنت اور لگن سے کچھ تاریخی اور نایاب قیمتی مواد جمع کر کے ایک کتاب ''حیاتِ پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ'' کے نام سے مرتب کی تھی۔ یہ ایک مستند اور مکمل تاریخی کتاب ہے اور یہ شاہ صاحب موصوف نے اولاد پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ پر ایک بڑا احسان کیا ہے۔

موجودہ ''تذکرۂ سادات ترمذی'' ہمارے سوات کے نوجوان محقق سید عبدالاحد شاہ صاحب کے شبانہ روز کاوشوں اور محنتوں کا ثمرہ ہے یہ نوجوان محقق ضلع سوات کے سکنہ ''کالا کلے'' کے ایک معزز سادات ترمذی گھرانے کا چشم و چراغ ہے۔ یہ ان کی دلی خواہش تھی اور اپنے اسلاف کے ساتھ دلی عقیدت اور محبت کا اظہار ہے۔

موصوف نے جس طرح بہت کم وقت میں یہ ضخیم کتاب تالیف کی تو یہ ان کا علمی اور تحقیقی کارنامہ ہے۔ کیونکہ کتاب کو مرتب کرنے کیلئے موصوف نے دُور دراز علاقوں کا سفر کیا۔ اور پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اولاد کے مکمل تاریخی حالات و واقعات اور شجرۂ نسب نہایت شاندار طریقے سے جمع کیا ہے۔ تقریباً اڑتالیس تک کتابوں سے آپ نے استفادہ کیا ہے اور تاریخی لحاظ سے سادات ترمذی کے حالات کا موجودہ دور میں یہ ایک مکمل محققانہ انسائکلو پیڈیا ہے۔ کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے۔

پہلا حصہ: حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے شجرۂ نسب پر مکمل تحقیق۔

دوسرا حصہ: پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے یوسف زئی میں آمد اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دینی اور تبلیغی کارناموں کا ذکر۔

تیسرا حصہ: اولاد پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے تفصیلی حالات و شجرۂ نسب۔

تذکرہ جو حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی دینی خدمات، روحانی و دیگر اصلاحات پر مکمل تحقیق کیا گیا ہے اور اس میں بیشمار حالات و واقعات درج ہیں۔ کتاب پڑھنے سے مصنف کے عرق

ریزی اور جامع تحقیق کا پتا لگتا ہے۔ مصنف نے جس لگن اور محبت سے یہ مجموعہ مرتب کیا ہے واقعی ہمارے سادات کیلئے ایک نہایت قیمتی اور انمول سرمایہ ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب پاک حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل اور اسلافِ مؤلف کی برکات سے نوجوان محقق و مؤلف برادرم سید عبدالاحد شاہ کی یہ سعی اپنی درگاہ میں قبول فرمائیں اور ہمیں اسلاف کی صحیح نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں آمین۔

مخدوم سید حسین شاہ سجادہ نشین

حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ ضلع بونیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعارف

از: مصنف کتاب ڈاکٹر سیّد **عبدالاحد** شاہ صاحب

سب سے پہلے ثنا اس عظیم رب کی جو رحیم و کریم قادر و توانا علیم و بصیر ہے کہ اس نے میرے جیسے حقیر اور ناچیز آدمی کی ناتواں قلم کو اتنی قوت بخشی کہ زیرِ نظر کتاب ''تذکرۂ سادات ترمذی'' تحریر میں آئی۔ پھر درود و سلام اس عظیم ہستی پر جن کا نام حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ ہیں۔ جن کے طفیل ہمارے تاریک دِل نورِ اسلام سے منور ہوئے۔

''تذکرۂ سادات ترمذی'' تین حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ حضرت پیر بابا علیہ الرحمۃ کے شجرۂ نسب میں جو اسلاف تھے ان پر مواد یکجا کر کے ترتیب دیا گیا ہے جبکہ دوسرے حصے میں حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی تاریخ ہے جو کہ بیشتر علمی، تحریکی مضامین اور دینی و ملی انقلابات و دشواریوں کے حل پر مشتمل ہے۔ نیز ان کا سلسلۂ سلوک بھی درج کیا گیا ہے۔ تیسرے حصے میں ان کی اولاد پر تحقیق کی گئی ہے۔ یہاں نسب کے اعتبار سے مذہبی صحت یا بطلان سے قطع نظر ان کی اولاد مذکور ہے۔ جبکہ ان کی مذہبی نشاندہی بھی حسبِ ضرورت کی گئی ہے۔

بعض جاہل لوگ یہ بات کہتے ہوئے نہیں جھجکتے کہ اس دور میں کوئی سیّد نہیں۔ حالانکہ ان جاہلوں کا قول کوئی تاریخی یا علمی اعتبار نہیں رکھتا۔ تاکہ اس کا ذکر مہتم بالشان طریقے سے کیا جائے۔ لیکن پھر بھی ظاہربین اور کم فہم عوام ایسی جہل آموز اور خلافِ تواتر احمقانہ عبارت بھی پڑھ کر متاثر ہوتے ہیں تو ان کم فہم عوام کی رہنمائی کی خاطر یہاں اس ناقابلِ اعتبار وہم کی تردید و تذکرہ بے جا نہیں ہوگا۔ ان جاہلوں کا یہ کہنا کہ سادات کو یزید نے کربلا میں قتل کر دیا تھا۔ ان میں سے جو بھی بچے، ان کو حجاج بن یوسف نے قتل کر دیا۔ اور بعض جاہل لوگ کوئی اور قصہ گھڑ

لیتے ہیں۔ تو اس کتاب کے لکھنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ آج کل جو لوگ اپنے آپ کو سیّد کہلاتے ہیں اور اپنے آپ کو سید ثابت کرنا چاہتے ہیں تو ان کا قول بلا تحقیق عقل و شرع دونوں اعتبار سے رد کرنا جہل اور حماقت ہے۔ کیونکہ ان میں اکثر سیّد ہیں۔ اور ان پاک ہستیوں کی اولاد سے ہیں جو ان لوگوں میں دین حق پہنچانے کیلئے ان علاقوں میں آ کر بس گئے اور انہی مسلمانوں کے اصلاح و عقائد کی تطہیر کیلئے نیز ان کو روحانی تعلیم دینے کیلئے دیگر مشائخ عظام کے علاوہ خاص طور پر ان سادات کے اجداد بھی آ کر انہی لوگوں میں آباد ہوئے۔ ان ہستیوں کے طفیل یہی لوگ راسخ العقیدہ مومن و مسلمان بن گئے۔ یہی سادات حضور پاک ﷺ کے اہل بیت ہیں اور حضور پاک ﷺ کی چہیتی بیٹی خاتونِ جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی اولاد ہے۔

سیّد کی لغوی و اصطلاحی تحقیق:

سیّد سادیسود سے ہے جس کا لغوی معنیٰ ہے بزرگی، سرداری، رہبری وغیرہ اور اصطلاحِ شریعت میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کو کہا جاتا ہے۔ پھر عوام الناس میں جو سادات مشہور ہیں ان کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) سید حقیقی: اولاد فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان لوگوں کی تحقیق جو کاذبانہ طور پر فاطمیت کے مدعی بن گئے یا جاہلوں نے ان کو اس نام (سیّد) سے موسوم کیا جیسا کہ اجدادِ خلفائے مصر جو اصلاً یہودی یا مجوسی ہیں (بحوالۂ تاریخ خلفاء از جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ) (۲) سید نسبی: اگر نون وسین کی زبر سے پڑھ لیا جائے (نسبی) ہاشمی خاندان کی وہی اولاد جو عبدالمطلب صاحب سے آگے جا کر ملتے ہیں۔ اگر نون کے کسرہ اور سین کی سکون سے ہو (نسبی) تو مراد کامل متبعین ہیں۔ لیکن عرفی و اصطلاحی لحاظ سے جو سید ہیں وہ فاطمی حضرات ہیں۔

(۳) سیّد جعلی: وہ شخص جو سادات کے درباروں میں خادم رہ کر مجاوری کرتا ہے۔ اور بعد میں کاذبانہ دعویٰ کر کے اپنے آپ کو سیّد ثابت کرے یا عوام الناس ان پر اپنے جہل کی بنا پر سید کا گمان کر کے ان کو سید کے نام سے مشہور کر دے۔ تو وہ سیّد نہیں۔ بلکہ جعلی فریبی اور دھوکہ باز ہے۔

اصلی سیّد:

اصلی سیّد وہی ہے جو حسب و نسب کے اعتبار سے رسولِ پاک ﷺ کی اولاد سے ہو اور

شریعتِ اسلام پر عمل پیرا ہو۔ حضرت فاطمہ بنتِ رسول اللہ ﷺ کی اولاد امام حسن اور امام حسین علیہم السلام سے آگے چلنے والے امام زین العابدین کا سلسلۂ اولاد اصلی سیّد کہلاتا ہے۔

کردارِ ساداتِ کرام:

یہی سادات کرام اپنی سرزمین یعنی ملک عرب کو چھوڑ کر دُنیا و دولت کی بجائے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی و دین حق کی تبلیغ کی خاطر عجم و ہند وغیرہ میں آ کر آباد ہوئے اور ان علاقوں میں مختلف ادوار میں دین اسلام کے لئے اپنی جانوں کو نچھاور کرتے رہے۔ مثال کے طور پر سید جلال الدین گنج العلم جو حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے جد امجد ہیں۔ وہ بخارا سے تشریف لائے موضع الوہا علاقہ سوات میں شہید ہوئے۔

بقول شاعر: اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد۔ اس دینِ حق کی ترویج کیلئے صرف اُن اشخاص کی اقتدا اور انہی حضرات سے اخذ جائز ہے جو کہ اوصاف کے اعتبار سے نبی اکرم ﷺ کے وارث ہوں۔ اور وراثت میں ان کو رسول پاک ﷺ کے تمام علوم یعنی علم ظاہر و علم باطن ملے ہوں۔ نیز علم کے ساتھ عمل اور اخلاص بھی لازم ہے۔ لیکن اگر نسب بھی اس نعمت عظمیٰ سے مل جائے۔ تو پھر ایسی جگہوں میں رغبت زیادہ ہوجاتی ہے۔ اور لوگوں کا میلان زیادہ ہوا کرتا ہے کہ ان ہستیوں میں حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ قریب دور میں گزرے ہیں۔

ذیل میں حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے اسلاف کے نام، ان کے ادوار اور جن مسلمان خلفاء کے ادوار میں ان کی زندگی گزری تھی، ان خلفاء کے نام لکھے گئے ہیں۔ تاکہ قارئین سمجھ جائیں کہ سادات آج کے دور تک کیسے اور کس طرح پہنچے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ امت مسلمہ کی سلطنت کے مختلف ادوار میں سادات کرام پر ظلم کی انتہا کردی گئی تھی۔ اور صرف اس لئے کہ اقتدار کے بھوک کے لوگ سادات کرام کو اپنے لئے خطرہ تصور کرتے تھے۔ حالانکہ سادات کرام یاد الٰہی میں مگن رہتے تھے اور مخلوق خدا کو صحیح راستے پر گامزن رہنے کی تلقین فرماتے تھے۔ اور لوگ ان سادات کرام کے پاس صحیح راستہ کی تلاش میں آتے رہتے تھے۔ اور ان کے ہاں لوگوں کا جم غفیر رہتا تھا۔ اور یہی نام نہاد خلفاء جو یا تو امیہ خاندان سے تھے یا عباسی خاندان

سے تھے اس بات کو اپنے لئے خطرہ سمجھتے تھے کہ کہیں یہی سادات ان سے ان کی خلافت نہ چھین لیں اور اس وجہ سے سادات کرام کو مختلف ادوار میں ایذا پہنچائی گئی۔ ان کو گرفتار کر کے زندانوں میں ڈال دیا گیا اور اکثر اوقات ان کو سازش کے تحت زہر خوردنی یا کسی اور سازش سے شہید کیا گیا۔

سانحۂ کربلا کے بعد کسی بھی دور میں اتنی تعداد میں شہید نہیں کیا گیا اور جن کو شہید کر دیا گیا ان کی نسل چلتی رہی۔ اور آج جو کہ مختلف علاقوں میں جو سادات کرام بستے ہیں اور یہی سادات کرام ان کی اولاد میں سے ہیں۔ تمام سادات کرام کے شجروں کو اکٹھا کر کے شائع کرنا انتہائی مشکل کام ہے۔ یہاں پر صرف حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے شجرہ کی شاخ کو درج کیا جا رہا ہے۔ جبکہ وہ مکمل طور پر بیان نہیں ہو سکتا۔ صرف دستیاب مواد ہی شائع ہو رہا ہے۔

قارئینِ کرام...... اب میں سب سے پہلے حضور ﷺ کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے حضرت پیر بابا تک سلسلۂ نسب بیان کرتا ہوں۔ مختصر مختصر تاکہ رابطہ مکمل ہو جائے۔

(۱) حضرت علیؓ:

تاریخ پیدائش ۲۲ھ قبل از ہجرت اور آپ ؓ نے ۴۰ھ میں وفات پائی۔ آپ ؓ نے رسول اللہ ﷺ کا دور پایا اور خلفائے ثلاثہ کا دور بھی پایا۔ اور آخر میں بیحد اصرار پر آپ خلیفہ بن گئے۔ آپ مشکل کشا ہیں۔ آپ اسدُ اللہ ہیں۔ آپ بڑے بہادر تھے۔ آپ بڑے سخی تھے۔ آپ حضرت فاطمۃ الزہراء بنتِ رسول اللہ ﷺ کے زوجِ مکرم تھے۔ آپ سے آگے اولادِ رسول چلی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی وہ اولاد جو حضرت فاطمہ سے ہے وہ آلِ رسول کہلاتی ہے۔ اور حضرت فاطمہ کے علاوہ دیگر ازواج سے آپکی جو اولاد ہے وہ علوی کہلاتی ہے۔ وہ ''سیّد'' بمعنیٰ آل رسول نہیں۔ جیسا کہ قطب شاہی، علوی، اعوانی، خولوی وغیرہ وغیرہ۔ اُن کو اپنے نام کے ساتھ سیّد نہیں لکھنا چاہئے بلکہ وہ لوگ اپنے نام کے ساتھ سیّد لکھیں جو حضرت فاطمہ کی اولادِ مبارکہ سے ہیں۔

(۲) حضرت امام حسین علیہ السلام:

تاریخ پیدائش ۴ھ بمطابق ۶۲۶ء۔ تاریخ وفات ۶۰ھ بمطابق ۶۸۰ء۔ آپ ؓ نے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دور' اور اس کے بعد خلفائے اربعہ کا دور' امام حسن علیہ السلام کا دور' معاویہ کا دور دیکھا اور آخر میں یزید کے دور میں شہید کردیئے گئے۔

(۳) حضرت امام علی الملقب زین العابدین علیہ السلام:

آپ علیہ السلام ۳۸ھ بمطابق ۶۶۰ء میں پیدا ہوئے۔ ۹۵ھ بمطابق ۷۱۴ء کو وفات ہوئی۔ آپ علیہ السلام نے حضرت علی ؓ' امام حسن علیہ السلام' معاویہ ؓ' یزید' معاویہ بن یزید' ابن زبیر ؓ' مروان بن حکم' عبدالملک بن مروان اور ولید بن عبدالما لک کے ادوار میں زندگی گزاری۔ آپ کے زمانۂ حیات میں امیہ خاندان نے سادات کرام اور صحابۂ کرام پر انتہائی ظلم ڈھائے کہ قیامت تک ان کی سیاہ داستانیں لوگوں کی زبان پر ہونگی۔ اقتدار کے لئے انہوں نے حرم کعبہ اور مدینہ منورہ کو ویران کردیا اور رسول اللہ ﷺ کی اولاد کو تہہ تیغ کردیا آپ کے دور زندگی میں حجاج بن یوسف ایک ظالم انسان ہوکر گزرا ہے لیکن آپ کو چونکہ اقتدار سے کوئی دلچسپی نہیں تھی' اس لئے حجاج بن یوسف کو آپ کے چھیڑنے کی جرأت نہ ہوئی۔

(۴) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام:

آپ ۵۷ھ بمطابق ۶۷۷ء کو پیدا ہوئے اور ۱۱۴ھ بمطابق ۷۳۲ء کو آپ علیہ السلام نے وفات پائی۔ آپ علیہ السلام سانحہ کربلا سے تین سال پہلے پیدا ہوئے۔ آپ علیہ السلام نے یزید' معاویہ ابن یزید' ابن زبیر' مروان' عبدالملک ولید' سلمان بن عبدالملک' عمر بن عبدالعزیز' یزید بن عبدالملک اور ہشام بن عبدالملک کا دور پایا اور ہشام کے دور میں آپ کے بھائی زید بن علی ؓ کو شہید کیا گیا تھا۔ آپ بڑے عظیم ذی عِلم ہستی تھے۔ مفسرِ قرآن تھے۔ صاحبِ تقویٰ اور سخی تھے۔

(۵) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام:

آپ علیہ السلام ۸۳ھ بمطابق ۷۰۲ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۴۸ھ بمطابق ۷۶۵ء کو آپ علیہ السلام نے وفات پائی۔ آپ علیہ لسلام نے ولید بن عبدالملک عمر بن عبدالعزیز' یزید بن عبدالملک' ہشام بن عبدالملک' ولید بن یزید بن عبدالملک' ابراہیم بن عبدالملک' مروان بن محمد بن

مروان اور عباسی خلفاء عبداللہ سفاح اور ابو جعفر منصور کے ادوار میں زندگی گزاری۔ آپ کے دور زندگی میں امیہ کا دور حکومت ختم ہوا۔ اور عباسی دور خلافت شروع ہوا۔ آپ مشہور فقیہ ہیں۔ آپ کے نام سے فقہ جعفریہ منسوب ہے۔ جبکہ آپ کے سب سے عظیم شاگرد اور خلیفہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ ہیں آپکا سارا فیض امام اعظم نے لیا۔ اور فقہ حنفی کی بنیاد رکھی اصلی اور حقیقی فقہ جعفریہ درحقیقت فقہ حنفی ہے اور وہی اسلام کی درست عملی تصویر ہے۔

(۶) حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام:۔

آپ ۱۲۸ھ بمطابق ۷۴۵ء کو پیدا ہوئے۔ آپ نے عباسی خلفاء عبداللہ سفاح، ابو جعفر منصور، مہدی بن منصور ہادی بن مہدی اور ہارون الرشید کا دور پایا۔ آپ ایک خدا رسید بزرگ تھے اکثر اوقات لوگ دین حق کی تلاش میں آپ کے پار رہا کرتے تھے۔ جس سے عباسی خلیفہ ہارون الرشید کو شبہ ہوا۔ تو ہارون الرشید نے سیسہ گرم کرکے آپ کے حلق میں انڈیل دیا تھا۔ اور آپ نے وہی سیسہ انگلیوں میں پکڑ کر باہر نکال دیا۔ اور یہی آپ کی کرامات کی نشانی ہے۔ اور یہی اہل اقتدار کے ظلم کا قصہ، وقتاً فوقتاً جو اہلِ سادات کرام پر ڈھایا جاتا رہا۔

(۷) حضرت امام علی رضا علیہ السلام:

آپ علیہ السلام ۱۴۸ھ بمطابق ۷۶۵ء میں پیدا ہوئے اور ۲۰۳ھ بمطابق ۸۱۸ء میں وفات پائی۔ آپ کا مزار شریف مشہد (ایران) میں ہے۔ آپ نے ابو جعفر منصور، مہدی بن منصور ہادی بن مہدی، امین الرشید اور مامون الرشید کا دور پایا۔ مامون الرشید نے آپ کو ولیِ عہد بھی بنالیا تھا۔ لیکن مامون الرشید ہی کی زندگی میں آپ نے وفات پائی۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کو زہر سے شہید کیا گیا تھا۔

(۸) امام محمد الجواد تقی علیہ السلام:

آپ ۱۹۵ھ بمطابق ۸۱۱ء کو پیدا ہوئے اور ۲۲۰ھ بمطابق ۸۳۵ء کو آپ نے وفات پائی۔ آپ نے امین الرشید، مامون الرشید اور معتصم باللہ کے ادوار میں زندگی گزاری۔

(۹) امام علی ہادی النقی علیہ السلام:

آپ علیہ السلام ۲۱۴ھ بمطابق ۸۲۹ء کو پیدا ہوئے اور ۲۵۴ھ بمطابق ۸۶۸ء کو وفات پائی۔ آپ علیہ السلام نے معتصم باللہ، واثق باللہ، متوکل، منتصر باللہ، مستعین باللہ اور معتز باللہ کے ادوار پائے۔

(۱۰) سیّد محمد علیہ السلام:

آپ نے اپنے والد گرامی ہی کی زندگی میں وفات پائی تھی اس لئے آپ کے ادوار بھی وہی ہیں جو آپ کے والد محترم کے تھے۔

(۱۱) سید محمود مکی، (۱۲) سید عبدالرحیم، (۱۳) ابو المؤید امیر علی:

علم التاریخ کی رُو سے ایک صدی میں تین پشت آجاتے ہیں تو حضرت ابو المؤید امیر علی کے دور تک درجہ ذیل عباسی خلفاء کے ادوار آجاتے ہیں۔ معتمد باللہ، معتمد، مکتفی مقتدر، قاہر، راضی، متقی، متکفی۔

یہاں تک تو حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد سرزمین عرب پر رہائش پذیر تھے۔ ابو المؤید امیر علی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ شہید المعروف گنج العلم صحرائے عرب سے ہجرت کر کے بخارا میں آئے اور یہی بخارا میں دین کی اشاعت میں بھرپور حصہ لیا۔

بحوالۂ مشہور مؤرخ ابو ریحان البیرونی ۳۸۶ء کو جب امیر سبکتگین جو کہ محمود غزنوی کے والد محترم ہیں، نے راجہ جے پال کے گرمائی دارالسلطنت نعمان پر حملہ کیا۔ اور راجہ جے پال کو شکست ہوئی۔ تو یہی مجاہدین کاٹ دیں راجہ جے پال کی افواج کا پیچھا کرتے ہوئے علاقہ ننگر ہار، باجوڑ اور پھر سوات میں داخل ہوئے۔ اور یہی علاقے تحصیل صوابی تک راجہ جے پال کی قلمرو میں شامل تھے۔ تو انہی مجاہدین کے ساتھ سید جلال بخاری رحمۃ اللہ علیہ المعروف گنج العلم بھی بہ نفس نفیس شامل تھے۔ بعد میں آپ نے ابوہا سوات میں قیام کیا۔ اور یہاں دین کی ترویج کیلئے کام کیا۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ یہاں سوات ہی کے علاقے میں شہید ہوئے۔

سید جلال گنج العلم رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند سید ناصر خسرو جو کہ محمود غزنوی کی فوج کے ساتھ رہ کر جہاد میں حصہ لیا۔ اور جب راجہ گیرا کو جو کہ سوات میں قدیم اقوام کے آخری اور طاقتور

راجہ تھے' کو شکست ہوئی تو شاہ ناصر خسرو رحمۃ اللہ علیہ دین کی تبلیغ و اشاعت کے لئے علاقہ چیلاس تخت سلیمان کے بلند چوٹیوں میں تانگیر تک علاقے میں پہنچے اور وہاں شہید ہوئے۔ آپ ۴۰۹ھ کے لگ بھگ شہید ہوئے تھے۔ اگر اسلامی تاریخ کے ادوار کو گنا جائے تو آپ کا دور عباسی خلفاء قادر باللہ اور قائم بامر اللہ کے ادوار میں آتا ہے۔

۱۶' ۱۷' ۱۸' ۱۹ اور ۲۰ سید حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ' سید محمد رحمہ اللہ علیہ' سید عمر رحمۃ اللہ علیہ' سید جعفر رحمۃ اللہ علیہ اور سید عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے ادوار ۴۰۰ھ سے ۶۱۷ھ آ جاتا ہے۔ کیونکہ سید عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ نے ۶۱۷ھ میں وفات پائی۔ ان ادوار میں عباسی خلفاء قادر باللہ قائم بامر اللہ' مقتدی بامر اللہ' مستظہر باللہ' مسترشد باللہ' راشد باللہ' مقتفی الامر اللہ' مستنجد باللہ' مستضی باللہ' ناصر الدین اللہ' ظاہر بامر اللہ' مستنصر باللہ اور مستعصم باللہ جو کہ ۶۵۵ھ تک بغداد میں آخری عباسی بادشاہ تھے۔ سید عثمان نے آخری زندگی میں مکہ مکرمہ میں رہائش اختیار کی اور وہیں وفات پائی۔

۶۵۵ء میں ہلاکو خان نے بغداد پر حملہ کردیا۔ اور بغداد میں ایسی تباہی پھیلادی جس کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔

سید اسحاق' سید محمود' سید حمید الدین' انہوں نے ۶۰۰ھ سے ۷۰۰ھ تک کے دور میں زندگی گزاری۔ اسی صدی میں بہت سے انقلابات آئے بغداد میں عباسی خلافت ختم ہوئی اور آخری عباسی خلیفہ کو نمدے میں لپیٹ کر ماردیا گیا۔ یعنی ۶۵۵ھ میں بغداد کی عباسی خلافت ختم ہوئی۔ ۶۵۹ھ میں عباسی خلافت مصر میں قائم ہوئی۔ لیکن یہاں یہی خلافت اتنی باا ثر نہیں تھی۔ عباسی خلیفہ ایک وظیفہ خوار بادشاہ جیسے ہوتا تھا اور اختیار بھی زیادہ نہ رکھتا تھا۔

اسی صدی کے آخر میں عثمان دولت عثمانیہ ترکی کے بانی نے ۶۹۸ھ بمطابق ۱۳۰۱ء میں ترکیہ میں آزاد اور خود مختار حکومت قائم کی اور بعد میں اسی دولت عثمانیہ نے یورپ اور روس پر یلغار کر کے عثمانیہ سلطنت کو وسعت دی اور جب ۹۲۳ھ کو سلطان سلیم اول (عثمانی) نے مصر پر قابض ہوکر عباسی خلافت کا خاتمہ کردیا تو خلافت عثمانیہ ترکوں میں منتقل ہوگئی۔

۲۴ شاہ ابو ایوب تراب کا زمانہ تھا ۷۰۰ھ آپ ضلع دیر کے علاقہ سندھ میں منجائی کے مقام پر کفار کے خلاف جہاد میں شہید ہوئے تھے۔ آپ کے دور میں علاؤ الدین خلجی ہندوستان کا

حکمران تھا۔ علاؤ الدین خلجی کے بعد ۷۱۷ھ میں تغلق خاندان ہندوستان پر برسرِ اقتدار آیا۔

۲۵، ۲۶، ۲۷ سید احمد مشتاق، سید احمد علی شاہ بداق۔ ان کا زمانہ ۸۰۰ھ تک آ جاتا ہے۔ اس صدی میں ترکوں کو عروج حاصل تھا اور ترکوں نے تاشقند بخارا نیز یورپ کے اکثر علاقوں پر اپنا تسلط قائم کیا تھا۔ ادھر مصر پر برائے نام عباسی خلفاء مستکفی باللہ، واسق باللہ، قائم بامر اللہ، مستصر باللہ، متوکل علی اللہ۔ واثق باللہ، مستعصم باللہ اور متوکل علی اللہ کے ادوار یکے بعد دیگر آئے۔

سید احمد علی شاہ بداق نے بحرین سے نقل مکانی کر کے ماوراء النہر کے علاقے کے ایک مقام بداق میں رہائش اختیار کی اور یہیں آپ نے وفات پائی۔

۲۸، ۲۹، ۳۰ سید احمد بیغم، سید محمد نور بخش، سید جعفر المعروف یوسف نور۔ ان کا زمانہ ۸۰۰ھ سے لیکر ۹۰۰ھ تک آ جاتا ہے اور اسی زمانہ میں خراسان، ماوراء النہر، بخارا، سمرقند، تاشقند یعنی چین سے ایشیائے کوچک کی سرحد تک اور بحیرۂ روم سے گنگا اور خلیج فارس تک کے علاقے میں ایک ہستی جس کا نام امیر تیمور ہے، کو عروج حاصل ہوا۔ آپ کا پایۂ تخت سمرقند تھا۔ امیر تیمور کا دور ۸۰۰ھ بمطابق ۱۴۰۰ء کے لگ بھگ تھا۔

امیر تیمور نے اس وقت کے عثمانیہ سلطان بایزید کو بھی شکست دیکر اس کے علاقوں پر قبضہ کیا تھا۔ امیر تیمور سادات کو بے حد عزت کی نگاہ سے دیکھتا تھا اور اسی احترام کی وجہ سے سید احمد بیغم رحمۃ اللہ علیہ کے عقد میں اپنی بہن دے دی۔ اور یہ بہت بڑی عزت تھی جو سید احمد بیغم رحمۃ اللہ علیہ کو امیر تیمور نے بخشی یا اسے یوں کہیے کہ امیرِ تیمور نے ساداتِ کرام آلِ رسول کا فیض پانے کے لئے یہ نسبت حاصل کی۔ یہ عزت تیمور کو ملی جو کہ سیّد احمد بیغم نے اُسکی بیٹی کا رشتہ قبول کر کے اسے عزت بخشی۔

سید محمد نور بخش رحمۃ اللہ علیہ ۷۹۵ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سید احمد بیغم کے فرزند ہیں۔ آپ نے تصوف کے میدان میں وہ مقام حاصل کیا کہ ماوراء النہر، خراسان اور ایران کے لوگ لاکھوں کی تعداد میں آپ کے مریدین گئے۔ جس سے حاکم ہرات مرزا شاہ رخ کو اپنی حکومت کے لئے خطرہ پیدا ہوا اور آپ کو گرفتار کرنے کا حکم دیا۔ مرزا شاہ رخ اور آپ ہمعصر تھے۔ آپ نے ۸۶۹ھ میں وفات پائی اسی طرح سید جعفر نور المعروف یوسف نور کا دور ۹۰۰ھ تک آ جاتا ہے۔ ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، سید احمد، سید قمبر علی، سید علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ المعروف پیر بابا

رحمۃ اللہ علیہ ان کا دور ۹۰۰ھ سے ۱۰۰۰ھ تک آجاتا ہے جو کہ حضرت پیر بابا کا تاریخ وفات ۹۹۱ھ ہے۔

سید قمبر علی بابر کے ہمعصر تھے۔ پیر بابا ہمایوں کے ہمعصر ہیں۔ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ تک ان کی اجداد کے ادوار کا ذکر ہوا۔ اس سے آگے کے ادوار کا ذکر اِتنا اہم نہیں۔ بہرحال اولاد کا جو بھی شجرہ ملا درج کیا گیا۔

اب کتاب کے دوسرے حصے کی طرف آتا ہوں۔ اس حصہ میں حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح کے ساتھ ساتھ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اور بایزید انصاری کے اختلافات پر بحث ہوگی۔ جو کہ خاص مذہبی نوعیت کے تھے۔ کیونکہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے واشگاف الفاظ میں بیان فرمایا تھا کہ اگر یہ شخص اپنے غلط عقائد اور گمراہ کن اعمال سے توبہ تائب ہوجائے تو میری اس سے کوئی وجۂ مخالفت نہیں رہے گی۔

آج کل کے فرنگی نواز لوگ ان کی درمیانی مخالفت کو سیاسی ثابت کرتے ہیں کہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ بابر بادشاہ کے خواہر زادے تھے۔ اور حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی بابر کی فوج میں ایک سالار کی حیثیت سے شامل تھے۔ اس بہتان پر درازی اور افتراء کے سلسلے میں ایک طرف تو فرنگیوں کے زرخرید عناصر ہیں۔ وہ تو ہماری بحث سے خارج ہیں اہلِ حق خود بھی سمجھتے ہیں کہ حقیقی اہل اللہ کو افتراء و بہتان لگانے سے بدنام کر کے بظاہر انجام فرنگیوں کے مفاد میں مثمر ہوتا ہے۔ لیکن دوسری طرف بے علم اور بے شعور عوام بھی اپنے آپ پر قیاس کر کے اولیاء اللہ کو بھی اپنی طرح رشتداری اور قومی جانبداری میں حق سے ہٹ کر متعصّبانہ منصب پر فائز ہوکر گمان کرتے ہیں۔ حالانکہ اولیاء اللہ اپنے اندر کچھ صفات رکھتے ہیں کہ جس سے لڑنا ہو بھی خدا کیلئے اور اگر ملنا ہو بھی خدا کیلئے۔ نیز تاریخی حقائق و علمی دقائق سے واضح ہوگا کہ پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی دینی غیرت اور مذہبی دفاع کی خاطر بایزید کے غلط عقائد کو لوگوں پر چاک کرنا اور کرانا چاہتے تھے تاکہ اہل حق کے لباس سے غلط استفادہ نہ کیا جائے۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے شاہی دربار اور بابر کا ساتھ پانی پت کے میدان ہی سے چھوڑا تھا اور ان سے علیحدہ ہوگئے تھے اور جس وقت ہمایوں نے شیر شاہ سوری سے شکست کھائی تو اُس وقت حضرت پیر بابا علیہ الرحمۃ پنڈ دادن خان گجرات

موجودہ پنجاب میں تھے۔ جبکہ ہمایوں سندھ کے راستے قندھار گیا تھا۔ اس کے بعد حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اجمیر تشریف لے گئے اور بعد میں اپنے پیر صاحب کے صاحبزادے کے فرمان پر پشاور تشریف لے آئے۔ کیونکہ جج وقت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اجمیر شریف پہنچے تو آپ کا پیر صاحب حضرت سالارِ رومی رحمۃ اللہ علیہ وفات پاگئے تھے اور جس وقت حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ موجودہ صوبہ سرحد میں وارد ہوئے تو ان دنوں بایزید انصاری کا اس علاقے میں کوئی ذکر یا وجود بھی نہیں تھا۔

حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ علاقہ یوسفزئ میں ایک جعلی پیر پیر طیب کے ساتھ مناظرہ کرنے تشریف لائے۔ اور جب حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ علاقہ یوسفزئ میں آئے تو بایزید کی عمر سترہ سال تھی یعنی ابھی بالغ ہوا تھا۔ اور بایزید نے اپنی پیشوائیت (پیری) کا اعلان بتیس سال کی عمر میں کیا تھا اور جس وقت اس نے اعلان کیا تو حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے پندرہ سال علاقہ یوسفزئ میں گزر چکے تھے۔ مزید تفصیل صفحہ نمبر(276) پر تاریخی جائزہ میں دیکھئے۔

حضرت پیر بابا اگر اکیلے بایزید کا مقابلہ کرتے تو ہوسکتا ہے کہ معترضین کی بات کو صحیح تصور کیا جاسکتا تھا۔ لیکن حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے بایزید کے علاوہ اٹھارہ (۱۸) بدعقیدہ پیر جو کہ موجودہ صوبہ سرحد میں لوگوں کے عقاید میں خلل پیدا کر رہے تھے کے ساتھ خود اور اخون درویزہ نے مناظرے اور مقابلے کئے۔ ان میں سے اکثر تائب ہوئے یا یہ کہ علاقہ چھوڑ کر کسی اور جگہ چلے گئے۔

حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ پہلے صوفی تھے جو شریعت محمدی ﷺ کو اس علاقے میں رائج کرنا چاہتے تھے۔ اور یہی فرمایا کرتے تھے کہ طریقت اور شریعت دونوں الگ الگ چیزیں نہیں جو کوئی بھی شریعت کے خلاف ہو وہ آدمی طریقت پر کیسے چل سکتا ہے یا اگر اس کا عقیدہ شریعت کے خلاف ہو تو اسے کس طرح صحیح کہہ سکتے ہیں۔ ہر پیر کو پرکھنے کی کسوٹی شریعت محمدی ﷺ اور اتباعِ سنت نبوی ﷺ ہوتی ہے اگر کوئی پیر اس کے مطابق ہوگا وہ صحیح پیر ہوگا۔

اس دور کے نزدیک ترین مصنفین اور شعراء کی آراء کو بھی اس کتاب میں شامل کیا گیا ہے۔ تاکہ قارئین صحیح سمت کا اندازہ کرسکیں کہ ان کا اختلاف خالص مذہبی تھا۔

بایزید انصاری کے افکار ونظریات پر یکجا بحث کی جاچکی ہے۔ اس قسم کے عقائد موجودہ

آزاد خیالی کے دور کا کوئی بھی عالم برداشت نہیں کرسکتا۔ تو اس دور میں حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ صاحب جیسا متشرع صوفی کس طرح ان افکار ونظریات کو رائج کرنا برداشت کرتے۔ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے لئے لازم تھا کہ وہ اس جیسے عقائد ونظریات کی مخالفت کریں۔ اور وہی جب حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے کیا تو آج کل کے مصنفین ان کے نام کے ساتھ ''مغل کا ایجنٹ'' جیسا بدنما لقب استعمال کرتے ہیں۔ قارئین اس کتاب کو پڑھ کر فیصلہ کریں کہ کون حق بجانب ہے۔

اس کتاب کے تیسرے حصے میں حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد پر مواد اکٹھا کرکے مرتب کیا گیا ہے۔ اس حصے پر راقم الحروف کو بہت زیادہ محنت شاقہ کرنی پڑی۔ کیونکہ جگہ جگہ جاکر معلومات اور شجرے حاصل کرنے تھے حضرت پیر بابا کی اولاد بنیر' سوات' دیر' ضلع مردان' ضلع صوابی اور چارسدہ کے علاوہ ہزارہ ڈویژن کے ضلع ہری پور' ضلع ایبٹ آباد' ضلع مانسہرہ' الائی' اور کاغان میں ہیں۔ اس کے علاوہ کنڑ افغانستان کے علاوہ بنوں تک حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد پھیلی ہوئی ہے۔ ان سب سے مل کر شجرہ اور معلومات حاصل کرنا بہت مشکل کام تھا۔ اکثر سادات کے پاس کچھ نہیں تھا اور میلوں کا سفر طے کرکے جب ان سے تہی دست واپس ہورہا تھا تو دل کو ازحد ٹھیس پہنچتی۔ اس کے علاوہ مختلف جگہوں پر ان اصحاب یعنی پیر بابا کی اولاد سے سخت سست الفاظ بھی سننا پڑے لیکن برداشت کرنا پڑا۔ اگر زیادہ تفصیل میں جاؤں تو ایک اور ضخیم کتاب بن جائیگی۔ بعض جگہوں پر حوصلہ افزائی بھی ہوتی رہی۔ جس سے اس کام کیلئے حوصلہ بلند ہوا۔ اس طرح سلسلے کے درمیان جن افراد کا ذکر ہے اگر وہی اہلسنّت کے راستے سے ہٹ چکا ہو تو مجھے اس کا علم نہیں۔ اسی طرح جہاں مذہبی تحقیق مقصود ہو وہاں مذہبی تحقیق ہوگا۔ محض ذکر افراد سے کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ بلا امتیاز چیزیں جمع کر رکھے ہیں۔ آخر میں' جن حضرات نے میری اس کام میں معاونت کی ہے' ان کا ذکر بطور شکریہ کررہا ہو۔ اس کام میں میرے ہاتھ بٹانے میں رحیم شاہ رحیم صاحب' شاہین صاحب' فضل یزدان آفتاب صاحب' ان کے علاوہ خصوصی طور پر قطبِ وقت الحاج پیر سید محمود شاہ صاحب کا خصوصی ذکر کروں گا کہ آپ نے سب سے زیادہ اس کام میں مہربانی فرمائی ہے۔ آپ پیر بابا کی قابلِ فخر اولاد ہیں۔

قطبِ وقت الحاج سید محمود شاہ صاحب ترمذی آجکل پشاور میں رہائش پذیر ہیں۔ آپ

میاں سید عبدالوہاب بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہیں۔ فرشتہ صفت انسان ہیں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کو اس کا اجر عظیم اپنے دستِ قدرت سے عطا فرمائے۔ آمین

ہوتی مردان کے قاسم رضا صاحب، سید نور علی شاہ گنوڑی ڈیر ضلع سوات کے سادات میں میاں سیّد کمال صاحب کلا ڈیر، گلشے باچا بلکاریؒ برسوات نے بھی میری کافی مدد فرمائی ہے۔ اِن کے علاوہ بُنیر سے علی مبارک باچا صاحب آف نیوستھانہ، شاہجہان باچا شلبانڈیؒ، حسین شاہ صاحب سجادہ نشین دربار پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے بھائی بہادر شاہ صاحب کا بھی بے حد مشکور ہوں کہ جنہوں نے میری مدد فرمائی۔

ان حضرات کے علاوہ سید عبدالجبار شاہ صاحب کے فرزندوں میں کرنل محبوب علی شاہ صاحب نے بھی کافی مدد فرمائی۔

محبوب علی شاہ صاحب کا ایک بھتیجا جو کہ ایبٹ آباد میں رہائش رکھتے ہیں، نے بھی مدد کی۔

ضلع مردان کے رنگین باچا آف اسماعیلہ اور سیّد سجاد علی شاہ ایڈووکیٹ آف زیدہ نے کافی مدد فرما کر ہاتھ بٹھایا ہے۔ دعا ہے کہ خداوند جل مجدہ الکریم ان سب حضرات کو سعی نیک میں جزائے خیر سے نوازے۔ آمین

الفقیر، دُعاجُوئے اہلسنت، آلِ رسولؐ اولادِ پیر باباؒ
الحاج ڈاکٹر پیر سید عبدالاحد شاہ نقشبندی سیفی نقوی
آستانہ عالیہ مسلم آباد کالا کلے کبل سوات پاکستان

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آغازِ کتاب

عالم دنیا کو نور ایمان سے منور اور زیب اسلام سے مزین کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کا جو سلسلہ جاری فرمایا تھا اور محمد ﷺ پر اس سلسلہ کو ختم فرمایا۔ اس کے بعد یہی کام اولیائے عظام اور بزرگانِ دین جو کہ حقیقی ورثۂ انبیاء علیہم السلام ہیں' کے ذریعے کردیا گیا۔ انہی حضرات نے اپنی باطنی صفات حسنہ کے ناطے اپنے مسترشدین اور معتقدین کے دلوں میں روحانی تصرفات کرکے ان کو منور اور متجلی و منجلی فرمایا اور دوسری اقوام میں دعوتِ حق کا کام جاری رکھا۔ جبکہ ماننے والے دوسرے مجاہدینِ اسلام کی طرح باجرأت مسلمان اور باغیرت مؤمن بن چکے اور نہ ماننے والے جزیہ دینے پر مجبور ہوکر ذلیل وتسلیم ہوچکے یا مسلمانوں کے غلام و کنیز بن گئے اور یا تلوار کے زیربار ہوکر واصلِ جہنم ہوگئے۔

اسلام کو مختلف ادوار میں بہت سے نشیب و فراز اور مراحل سے گزرنا پڑا لیکن تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی اسلام اور مسلمانوں پر زوال پزیری کا عمل شروع ہوا' مسلمان اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلنے سے قاصر رہے۔ اور کفر ولادینیت نے اپنا غلبہ حاصل کرلیا۔ سو اس وقت کے صوفیائے کرام' اولیائے عظام اور علماء نے مسلمانوں کو خوابِ غفلت سے جگایا اور اسلام کی عظمت اور حقانیت کو اجاگر کرنے کیلئے بڑی کٹھن اور سخت حالات کا بڑی پامردی سے مقابلہ کیا اور اسلام کے اصول و افکار کو لوگوں کے قلب و عمل میں جاری و ساری فرمایا۔

قارئین کرام! یہ ایک مسلمہ دستور ہے کہ کسی چیز کی اہمیت' حقیقت' اور اصلیت جاننے کے لئے ہمیشہ اس کے منبع' مرکز اور محور کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ اور اس ضمن میں یہ بات شک سے بالاتر ہونی چاہئے کہ ہمیں اسلام کا اکرام' اعزاز اور انعام ملا تو صرف اور صرف سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی ذات بابرکات کی بدولت ملا۔ لیکن یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت

ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ان لاتعداد ارشادات کو اہل بدعت نے پسِ پشت ڈال دیا جن میں آپ ﷺ نے اپنے خاندان کے افراد کے شرف اور تکریم کی وصیت کی تھی۔ اور اپنی لامحدود محبت کا اظہار فرمایا تھا۔

سادات کی فضیلت ایک ناقابل تردید حقیقت ہے اور اس ضمن میں، میں معزز قارئین کو بعض قرآنی آیات کچھ فرمودات حضور ﷺ اور صحابہ کرام ؓ کے آراء سے آگاہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

وجہ یہ ہے کہ اسلام سے محبت کیلئے حضور اکرم ﷺ تک رسائی کی خاطر اہل بیت سے محبت ایک ناگزیر حقیقت ہے۔

اہلِ بیت اور اُن کی فضیلت

قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے قُلْ لَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی، (مسلمانوں سے فرمادو کہ میں تم سے تبلیغِ رسالت و احکام کی کوئی اجرت نہیں مانگتا۔ سوائے اس کے کہ تم میرے اقربہ سے محبت اور ان کی عزت کرو)

مفسرین اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ صحابہ ؓ نے آنحضور ﷺ سے دریافت کیا کہ آپ ﷺ کے اقربہ کون ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ''علی ؓ، فاطمہ ؓ، حسن ؓ، حسین ؓ اور ان کی اولاد۔

ایک دوسری آیت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا ۝ (اے اہلِ بیت اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح) کی نجاست دور کردے اور تمہیں خوب پاکیزہ کردے۔ (سورہ فتح 26 پ القرآن)

ایک دفعہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت علی ؓ، فاطمہ ؓ، امام حسن ؓ، امام حسین ؓ کو اپنے ساتھ ایک چادر میں ڈھانپ لیا اور فرمایا ''اللّٰھم ھٰؤلآءِ اَھلُ بَیْتِی فَارْحَمْھُمْ (اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں ان پر رحم فرما)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا (راوی حضرت جابر ؓ) ایها الناس ترکت فیکم ما ان اخذتم به لن تضلو الکتاب وعترتی اهل بیتی۔ (اے لوگو! میں نے دو چیزیں چھوڑی ہیں اگر تم انہیں

اپناؤ گے تو ہرگز گمراہ نہیں ہوگے' قرآن پاک اور میرے اہل بیت۔ (برکات ال رسول صفحہ نمبر۱۴)

حسنین کریمین کی فضیلت:

جس وقت رسول اکرم ﷺ آخری لمحاتِ قرب میں تھے تو فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا حضرت امام حسن اور امام حسین علیہا السلام کو آپ ﷺ کے پاس لے آئیں اور عرض کیا "یَـا اَبَتِ" آپ ﷺ کے دونوں بچے حاضر ہیں۔ ان کو ورثہ میں کچھ عطا کیجئے۔ آپ نے فرمایا حسن علیہ السلام کو میں نے اپنی ہیبت اور سیادت بخشی اور حسین کو میراث میں میری جرأت و سخاوت ملی۔

رسول اکرم ﷺ ان دو ہستیوں سے بہت پیار کرتے تھے۔ ایک بار آپ ﷺ خطبہ فرما رہے تھے کہ اچانک مسجد نبوی ﷺ کے دروازے پر آپ ﷺ کے دونوں صاحبزادے یعنی حسنین ؓ نظر آئے جو کہ کم عمری کی وجہ سے ست روی سے آ رہے تھے۔ کبھی گرتے کبھی اٹھتے۔ آپ ﷺ نے دیکھا تو خطبہ چھوڑا اور انہیں اٹھانے کے لئے تشریف لے گئے۔ اوران کو اٹھا کر اپنے ساتھ منبر پر بٹھالیا۔ اور پھر دوبارہ خطبہ شروع فرمادیا۔ اسی طرح ایک دن حضور ﷺ امامت کے دوران جب سجدے میں چلے گئے تو حسنین رضی اللہ عنہما آپ ﷺ کی پشت مبارک پر سوار ہوئے۔ تو حضورِ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سجدے مبارک کو اس وقت تک طویل فرمادیا جب تک حسنین رضی اللہ عنہما خود اتر گئے۔

ایک دفعہ خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے بچوں کو میرے پاس بھیج دو اور جب حسنین رضی اللہ عنہما آپ ﷺ کے پاس پہنچ گئے تو آپ ﷺ نے خوب پیار کیا اور پھر فرمایا "یہ دونوں دنیا میں میری عزت ہیں۔"

ایک دن حضرت عمر ؓ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا امام حسین ؓ حضور ﷺ کے دوش مبارک پر سوار ہیں اور ایک دھاگہ حضور ﷺ کے منہ مبارک میں ہے۔ جیسے حضور ﷺ نے منہ میں تھاما ہوا ہے۔ دھاگے کے دونوں سرے حضرت امام حسین ؓ کے ہاتھ مبارک میں ہیں اور سرور عالم ﷺ ننھے سوار کی مرضی پر زانوں کے بل چل رہے ہیں۔ "حضرت عمر ؓ نے فرمایا کتنی اچھی سواری ہے" تو حضور ﷺ نے فرمایا "سوار بھی تو بہت اچھا ہے۔"

مقامع السنیہ میں اسعاف الراغبین و زرقانی کی جلد نمبر۵ صفحہ۲۸۷ کے حوالے سے لکھتے ہیں۔ ومعلوم ان اولاد فاطمه بضعة منها فیکونون بواسطتها بضعة منه ومن ثم لَمّا رَأتْ ام الفضل فی منامها ان بضعة منه وضعت فی حجرها اول النبی بان فاطمة تلد غلامًا فیوضع فی حجرها فولدت الحسن فوضع فیه وکل من یشاهد الان من ذریتها بضعة من تلک البضعة وان تعددت الوسائط ومن تامل ذالک انبعث من قبلهٖ دراعی الاجلال و تنجب بعضهم علی ای حال کانوا انتهٰی (زرقانی)

ترجمہ: اور کتنا واضح طور پر معلوم ہوا ہے کہ اولاد فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کا جزو بدن ہے تو اس واسطے سے وہ حضورﷺ کے جزو بدن ہوئے۔ تب ہی تو ام الفضل نے خواب میں دیکھا کہ حضورﷺ کے جسم مبارک کا ایک حصہ ان کی گود میں رکھا ہوا ہے۔ اس کی تعبیر خود حضور نے یہ فرمائی کہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں بچہ پیدا ہوگا وہ ان کی گود میں ڈالے جائیں گے۔ پس ایسا ہی ہوا اور حسن ؓ پیدا ہوئے اور آپ کی گود میں رکھے گئے۔

سو جتنی بھی اولادِ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آج عرب و عجم میں دیکھی جاتی ہے سب سادات کرام حضور کے جسم مبارک کے ٹکڑے ہوئے۔ اسی ٹکڑے سے اگرچہ وسائط کتنے ہی ہوں اور جو اس حقیقت پر غور کرے گا تو ان کی کمال تعظیم کرے گا۔ ان کے بغض، ایذا و اہانت سے چاہے کیسے ہی حالات و کیفیت میں ہو، پرہیز کریگا۔ حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا اللہ سے محبت رکھو کہ وہ تمہیں رزق دیتا ہے اور اللہ سے محبت کے واسطے مجھ سے محبت کرو اور میری محبت کے سبب میرے اہل بیت سے محبت رکھو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ فرماتے ہیں۔ اہل بیت کی ایک دن کی محبت ایک سال کی عبادت سے افضل ہے۔ (برکات الرسول ص۲۴۴)

ام سلمہ سے روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر جنات نوحہ خوان تھے۔ اشرف النبوۃ میں ذکر ہوا ہے کہ رسولِ پاک نے فرمایا کہ قیامت کے دن چار قسم کے لوگوں کی شفاعت کروں گا۔ خواہ روئے زمین کے تمام گناہ ساتھ لائے ہوں۔

(۱) وہ لوگ جو میری اولاد سے محبت کریں اور اس کی تعظیم کریں۔

(۲) ان کی حاجت براری کریں۔

(۳)ان کی پردہ پوشی کریں۔ (۴)ان کو دل و جان سے عزیز رکھیں۔

ابن عساکر، آبان اور انس ؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ اہل مجلس میں کوئی بھی کسی کے لئے تعظیماً کھڑا نہ ہوا کرے۔ البتہ حسن علیہ السلام، حسین علیہ السلام اور ان کی اولاد کے لئے احتراماً کھڑا ہونا جائز ہے۔

امام ابوحنیفہ اور آل رسول ﷺ:

حضرت شیخ ابوسعید باوردی لکھتے ہیں کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سادات کی توقیر و احترام اور علویوں کی تعظیم و اکرام کا اس حد تک خیال رکھتے تھے کہ دیکھنے والے دنگ رہ جاتے تھے۔ ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک مجلس میں بیٹھے تھے کہ تین دفعہ اٹھے اور بیٹھے لوگوں نے اس تعظیم کے بارے میں پوچھا تو آپ نے جواب دیا کہ باہر کچھ بچے کھیل رہے ہیں۔ ان میں ایک آلِ رسول ﷺ ہے۔ جب وہ سامنے آجاتا ہے تو میں کھڑا ہوجاتا ہوں۔ (سعادت الکونین ص ۳۲)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور آلِ رسول ﷺ:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سادات کی تعظیم و احترام میں اس حد تک آگے بڑھے ہوئے تھے کہ لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو رافضی کہنا شروع کیا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں کو جواب میں یہ شعر کہا:

لَوْ کَانَ رفضًا حُبُّ ال مُحَمَّدٍ
فلیشھد الثقلان انّی رافض (سعادت الکونین (۲)

شیخ امان اللہ پانی پتی اور آلِ رسول ﷺ:

شیخ عبدالحق محدثِ دہلوی فرماتے ہیں کہ میرے والد شیخ سیف الدین نے فرمایا کہ شیخ امان اللہ جب طالبانِ دین کو درس دے رہے تھے اور سادات کے بچے کھیلتے ہوئے سامنے آئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ تعظیماً کھڑے ہوگئے۔ اور جب تک بچے کھیلتے رہے آپ رحمۃ اللہ علیہ کھڑے رہے۔ لوگوں کے استفسار پر آپ نے فرمایا کہ امان کی کیا مجال کہ آلِ رسول کھڑے ہوں اور امان بیٹھا رہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب مال غنیمت کی تقسیم ہونے لگا تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ ان کے پاس گئے اور اپنا حصہ مانگا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہزار درہم پیش فرمائے اور اپنے بیٹے عبداللہ کو پانچ سو درہم دیئے۔ بیٹے نے گلہ کیا کہ حضور کے ساتھ جہادوں میں شرکت میں کیا کرتا تھا اور اب بھی جہاد کرتا ہوں۔ انہیں دنوں جب میں جہاد پر جاتا، حسنین گلیوں میں کھیلتے۔ اور آپ رضی اللہ عنہ نے میرے حصے سے دوگنا دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیحد افسوس سے کہا ''اگر تم اپنے ماں باپ، نانا، نانی، چچا، پھوپھی، خالہ حسنین علیہ السلام جیسے پیدا کرو تو تم کو ہزار درہم دونگا۔ ان کے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ، والدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا، نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، نانی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، چچا حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ، پھوپھی امّ ہانی رضی اللہ عنہا، ماموں حضرت ابراہیم علیہ السلام، خالائیں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت کلثوم ہیں۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پتا چلا تو فرمایا ''عمر رضی اللہ عنہ جنتیوں کے چراغ ہیں۔''

امام یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں امور دینیہ عقائد اسلامیہ سے اہم ترین عقیدہ یہ ہے کہ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرشتے اور رسول سے افضل ہیں۔ اور ان کے آباء تمام آباء سے افضل ہیں اور ان کی اولاد تمام اولادوں سے افضل ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر اس بیان کا خاتمہ کرنا چاہتا ہوں کہ:

''میرے اہل بیت کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی جیسی ہے۔ جو اس میں سوار ہوا، نجات پائی۔ اور یہ بھی فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جو اہلبیت کی محبت میں مَرا وہ شہید ہے۔ جو اہلبیت کے بغض میں مرگیا وہ کفر کی موت مَرا۔ اور یہ بھی فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ مری اولاد میں جو نیک ہیں ان کی عزت اللہ کی رضا کے لئے کرو اور جو میری اولاد میں برے ہیں اُن کی عزت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر کرو۔

شجرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سادات ترمذی کے جد اعلیٰ حضرت پیر بابا علیہ الرحمۃ کی تاریخ کے آغاز میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اسلاف پر کچھ نہ کچھ لکھنا ضروری سمجھتا ہوں۔ البتہ طوالت سے بچنے کے لئے مختصر عرض ہے۔

ابتداء اس عظیم ذات کے نام سے کر رہا ہوں جس نے میرے کمزور قلم کو اپنی نیک اور برگزیدہ شخصیات کے حالات قلمبند کرنے کی قوت بخشی۔ اس کے بعد سرورِ عالم حضور انور ﷺ کے حضور ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں کہ جس کے ذریعے ہمارے دل ایک ایسے دین کے نور سے منور ہو گئے جس نے ہمیں صرف اور صرف اپنے خالق حقیقی کے سامنے جھکنا سکھایا۔ خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور اسلام کی حقانیت آپ ﷺ نے نہ صرف مسلمانوں پر واضح فرمایا بلکہ غیر مسلموں کو بھی توحید کا قائل بنا دیا۔ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ حضورِ پاک ﷺ کے بعد تینتیسویں پشت سے پوتے ہیں۔ جبکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے بتیس ویں پشت میں پوتے ہیں شجرہ ذیل میں درج ہے۔

شجرہ نسب مبارک نام حضرت پیر بابا

تا حضور نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ ؐ

حضرت پیر سید **محمد نور بخش** ㉘ رحمۃ اللہ علیہ	حضرت پیر سید جعفر المعروف **یوسف نور** ㉙ رحمۃ اللہ علیہ	حضرت پیر سید **احمد نور** ㉚ رحمۃ اللہ علیہ	حضرت امیر نظر بہادر مرزا **سید قنبر علی** ㉛ رحمۃ اللہ علیہ	غوث خراسان بابائے سرحد سید علی غواص ترمذی المعروف **پیر بابا** رحمۃ اللہ علیہ ㉜
حضرت پیر سید **احمد بیغم** ㉗ رحمۃ اللہ علیہ	حضرت پیر سید **احمد علی شاہ بداق** ㉖ رحمۃ اللہ علیہ	حضرت پیر سید **احمد مشتاق شاہ** ㉕ رحمۃ اللہ علیہ	حضرت پیر سید **شاہ ایوب ابوتراب** ㉔ رحمۃ اللہ علیہ	حضرت پیر سید **حمید الدین** ㉓ رحمۃ اللہ علیہ
حضرت پیر سید **عمر** ⑱ رحمۃ اللہ علیہ	حضرت پیر سید **جعفر شاہ** ⑲ رحمۃ اللہ علیہ	حضرت پیر سید **عثمان شاہ** ⑳ رحمۃ اللہ علیہ	حضرت پیر سید **اسحاق شاہ** ㉑ رحمۃ اللہ علیہ	حضرت پیر سید **محمود شاہ** ㉒ رحمۃ اللہ علیہ
حضرت پیر سید **محمد شاہ** ⑰ رحمۃ اللہ علیہ	حضرت پیر سید **حسام الدین شاہ** ⑯ رحمۃ اللہ علیہ	حضرت پیر سید **شاہ ناصر خسرو** ⑮ رحمۃ اللہ علیہ	حضرت پیر سید **جلال الدین گنج العلم** (مورث اعلیٰ سادات بخاری) ⑭ رحمۃ اللہ علیہ	حضرت پیر سید **امیر علی شاہ** ⑬ رحمۃ اللہ علیہ
حضرت پیر سید **امام محمد تقی** ⑧ رحمۃ اللہ علیہ	حضرت پیر سید **امام علی نقی** ⑨ رحمۃ اللہ علیہ	حضرت پیر سید **محمد شاہ** ⑩ رحمۃ اللہ علیہ	حضرت پیر سید **محمود مکی شاہ** ⑪ رحمۃ اللہ علیہ	حضرت پیر سید **عبدالرحیم شاہ** ⑫ رحمۃ اللہ علیہ
حضرت پیر سید **امام علی رضا** مشہدی ⑦ رحمۃ اللہ علیہ	حضرت پیر سید **امام موسیٰ کاظم** ⑥ رحمۃ اللہ علیہ	حضرت پیر سید **امام جعفر صادق** ⑤ رحمۃ اللہ علیہ	حضرت پیر سید **امام محمد باقر** ④ رحمۃ اللہ علیہ	حضرت پیر سید **علی زین العابدین** ③ رحمۃ اللہ علیہ
رحمۃ للعالمین **حضرت محمد رسول اللہ** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم		خاتونِ جنت حضرت بی بی **سیدہ فاطمہ** سلام اللہ علیہا (زوجہ) زوجۂ جوہرشیر مولا علی مشکل کشا **علی المرتضیٰ** ①		حضرت پیران پیر دستگیر شہید وفا سید الشہداء **امام حسین** علیہ السلام ②

نوٹ:۔ اسکے بعد تمام **اولادِ پیر بابا** کے شجرہ جات پیر بابا علیہ الرحمۃ یا انکی اولاد کے ناموں تک لائے جائیں گے آگے **اُن سب** کا یہی شجرہ نسب ہے جو کہ مندرج ہو چکا ہے۔ فقط

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کہ صورت د محمد نہ وے پیدا'
پیدا کڑے بہ خدائ نہ وہ دا دُنیا

محسنِ انسانیت حضور پرنورﷺ کو اگر اللہ جل شانہ پیدا نہ فرماتے تو یہ کائنات بھی پیدا نہ فرماتے بہت سے محدثین نے یہ حدیث نقل فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لولاک لما خلقت الافلاک۔ تبلیغی نصاب عکسی مصنفہ مولینا ذکریا کے صفحہ ۵۸۹ پر حضرت عمرؓ کی روایت سے ایک حدیث نقل کرتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے اس دنیا میں بھیج دیا گیا تو آپ ﷺ ہر وقت روتے رہتے تھے اور دعا ر استغفار کرتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ علیہ السلام نے آسمان کی طرف منہ کرکے عرض کیا ' یاالہ العلمین محمدﷺ کے وسیلے سے میں تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں وحی نازل ہوئی کہ محمدﷺ کون ہے۔ عرض کیا جب آپ نے مجھے پیدا فرمایا تو میں نے عرش پر لکھا ہوا دیکھا تھا۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تو میں سمجھ گیا کہ محمدﷺ سے اونچی ہستی کوئی نہیں۔ جن کا نام آپ نے اپنے نام کے ساتھ رکھا۔ وحی نازل ہوئی کہ وہ خاتم النبیین ہیں۔ وہ تمہاری اولاد میں سے ہے۔ اگر وہ نہ ہوتے تو تم کو بھی پیدا نہیں کیا جاتا۔ اور درج بالا عبارت (لولاک لما خلقت الافلاک) اسی وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کو حضورﷺ کے وسیلے سے معاف فرمایا۔

ولادت باسعادت:

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰﷺ 12 ربیع الاوّل کو آل اسماعیل کی ایک شاخ قریش مکہ کے بنو ہاشم قبیلے میں ۲۰ اپریل ۵۷۱ء کو پیدا ہوئے۔ ہمارے پیارے نبی محسنِ انسانیت حضرت محمد مصطفیٰﷺ کے والد کا نام حضرت عبداللہ اور والدہ ماجدہ کا نام حضرت آمنہ تھا۔ جو قریش کے قبیلہ بنو زہرہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ سات ماہ کی عمر میں شکم مادر میں آپﷺ کے والد فوت ہوگئے۔ جب سرورِ عالم رسالت مآب پیدا ہوئے تو آپ کے دادا عبدالمطلب انہیں خانہ کعبہ لے گئے اور آپﷺ کا نام محمدﷺ رکھا۔ "محمد" کے معنی ہے تعریف کیا ہوا عرب

کے دستور کے مطابق حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بنو سعد قبیلہ کی ایک خاتون حضرت حلیمہ کے سپرد کیا گیا۔ قریباً چھ سال تک حضرت حلیمہ سعدیہ نے آپ ﷺ کی پرورش کی اور بعد ازاں آپ ﷺ کو حضرت آمنہ ؓ کے حوالے کر دیا۔ لیکن حضرت آمنہ ؓ بھی اسی سال وفات پا گئیں۔ اور آپ کی پرورش آپ ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب کرنے لگے۔ لیکن دو سال بعد وہ بھی فوت ہو گئے۔ اور اس کے بعد آپ ﷺ کی پرورش آپ کے حقیقی چچا ابو طالب نے شروع کی۔ آپ ﷺ بچپن ہی سے نیک، پاکباز، امین اور صادق تھے۔

شادی مبارک:

جوان ہونے پر آپ ﷺ نے اپنا آبائی پیشہ تجارت اختیار کیا۔ آپ کی دیانتداری سے متاثر ہو کر مکہ کی ایک مالدار بیوہ حضرت خدیجہ ؓ نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ ﷺ میرا مال بھی فروخت کیا کریں۔ اور آپ ﷺ نے اس کی درخواست کو شرف قبولیت بخشا۔ اور اس بار حضرت خدیجہ ؓ کے مال نے ماضی کے مقابلے میں دو چند منافع کیا۔ علاوہ ازیں حضرت خدیجہ کے غلام میسرہ نے بھی حضرت خدیجہ ؓ کو آپ ﷺ کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق و کردار کے بارے میں تفصیل پیش کی۔ اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے شادی کی۔ اس وقت خدیجۃ الکبریٰ کی عمر چالیس سال تھی۔

نبوت: آپ ﷺ کو بچپن سے اہل مکہ کی معاشرتی خرابیوں سے نفرت تھی اور لوگوں کی بُری عادات و اطوار کی وجہ سے بے چین رہا کرتے تھے اور پھر یکسوئی کی تلاش کی خاطر غارِ حرا میں جایا کرتے تھے۔ پھر اس غار میں آپ ﷺ پر حضرت جبریل امین کے ذریعے پہلی وحی ”اقراء باسم ربک الذی خلق الخ“ نازل ہوئی۔

سخت گھبراہٹ کی حالت میں جب گھر تشریف لائے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ ﷺ کو تسلی دی اور ورقہ بن نوفل نے جو کہ توریت کے عالم تھے، آپ ﷺ کی تصدیق کی۔ حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلے پہل قریبی رشتداروں کو دعوتِ حق دی۔ تو اُمّ المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ، صدیق اکبر (ابو بکر ؓ) حضرت علی ؓ اور زید بن حارث ایمان لے

آئے۔

عام دعوتِ حق اور مخالفت:

کچھ عرصہ تک خاموشی سے تبلیغِ اسلام جاری رکھنے کے بعد جب علی الاعلان دعوتِ دین کا حکم نازل ہوا تو یہ بات سنتے ہی لوگ سخت برہم ہوئے اور قولاً فعلاً آپ ﷺ کی مخالفت شروع کردی اور آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کی ایذا رسانی پر کمربستہ ہوگئے۔ غرض آپ ﷺ کے ساتھ سوشل بائیکاٹ (مقاطعہ) کرنے کا اعلان کیا گیا۔ ہجرت حبشہ اور شعب ابی طالب کی جلاوطنی جیسے اقدامات کئے گئے اور آخرکار تین سال تک شعب ابی طالب میں سختیاں جھیلنے کے بعد اس تحریر کو دیمک چاٹ گئی جس میں حضور پاک ﷺ کو قریش کے حوالے کرنے کی شرط پر بنو ہاشم مکہ واپس آسکتے تھے۔ اور اس تحریر میں صرف دو نام رہ گئے۔ اللہ اور محمد ﷺ تب کہیں جاکر آپ مع اپنے قبیلے کے واپس مکہ تشریف لے آئے۔

ہجرت مدینہ:

جب مکی زندگی کے دوران آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ ؓ کو انواع و اقسام کی تکالیف سے دو چار کردیا گیا۔ حضرت خبیب ؓ اور حضرت بلال ؓ اور دوسرے صحابہ ؓ کو جو انسانیت سوز تکالیف پہنچائی گئیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ساحر' کاہن' مجنون وغیرہ جیسے مذموم ناموں سے پکارنے کے علاوہ آپ ﷺ کو جسمانی اذیتیں بھی پہنچائیں گئیں اور آپ ﷺ کو مدینہ ہجرت کرنے کا حکم ملا۔ ویسے بھی مسلمانوں کے لئے ہجرت کرنا ناگزیر ہوگیا تھا۔ وہ مصائب تو برداشت کرسکتے تھے لیکن اسلام کی تعلیم و تبلیغ اور خود احکامِ اسلام پر عمل کرنا مکہ میں رہ کر مشکل ہوگیا تھا۔ ہجرت کی رات آپ ﷺ نے حضرت علی ؓ کو اپنے بستر پر لٹادیا کہ لوگوں کی امانتیں واپس کردیں۔ حضور ﷺ حضرت ابوبکر سمیت تین راتوں تک غارِ ثور میں رہنے کے بعد آٹھ دن کے تکلیف دہ سفر کے بعد مدینہ تشریف لے گئے۔ نبوت کے تیرہویں سال بمطابق ستمبر ۶۲۳ء آپ ﷺ نے ہجرت فرمائی۔ اسی وقت سے سن ہجری کا آغاز ہوتا ہے۔

غزوۂ بدر:

جب آپ ﷺ اپنے صحابہ سمیت صحیح وسالم مدینہ چلے گئے۔ اور مدینہ میں اسلام روز افزوں ترقی کرنے لگا تو قریش مکہ پیچ وتاب کھا کر رہ گئے۔ آخرکار ۲ھ کو قریش کافی حربی قوت کے ساتھ مقام بدر پر پہنچے۔ حضور علیہ السلام کو جب خبر ہوئی تو آپ ﷺ ۳۱۳ فدایانِ اسلام کو ساتھ لے کر بدر کے میدان میں پہنچ گئے۔ گھمسان کی لڑائی کے بعد خداوند عالم نے حضور پاک اور آپ ﷺ کے صحابہ کو فتح سے ہمکنار فرمایا۔ کفار کے بڑے بڑے سردار ابوجہل، عتبہ وغیرہ جہنم واصل ہوگئے اور ستر آدمی بھی قتل ہوئے۔ مسلمانوں کے صرف چودہ مجاہدین شہید ہوئے۔

اس غزوہ میں مسلمانوں کی فتح سے اسلام کو بڑی تقویت ملی۔ یہ تاریخ اسلام کا پہلا معرکہ تھا۔

غزوۂ اُحد:

غزوۂ بدر میں شکست فاش کے بعد قریش نے بڑے زور وشور سے جنگ کی تیاری شروع کی۔ وہ اگلے سال تین ہزار افراد کو لیکر اُحد کے مقام پر سات سو مسلمانوں کے مقابلے کے لئے آگئے۔ مسلمان فوج کے عقب میں ایک پہاڑی درے پر آنحضرت ﷺ نے عبداللہ بن جبیر ؓ کی قیادت میں تین سو مسلمانوں کی جمعیت مقرر فرمائی۔ اور یہ ہدایت فرمائی کہ خواہ کچھ بھی ہو تم اپنی جگہ نہ چھوڑنا۔ باقیماندہ مجاہدین نے قریش فوج کا مقابلہ شروع کیا اور اسے سخت ہزیمت سے دوچار کردیا۔ اور پھر مالِ غنیمت سمیٹنے میں مصروف ہوگئے۔ پہاڑی درے میں مقرر کردہ مجاہدین نے مالِ غنیمت کے حصول کی خاطر اپنی جگہ خالی چھوڑدی۔ جس کے نتیجے میں خالد بن ولید نے جو اس وقت مسلمان نہیں ہوا تھا۔ اسی گھاٹی سے حملہ کیا اور مسلمانوں کو بیخبری میں جالیا۔ اسی افراتفری میں یہ افواہ بھی اڑی کہ حضور پاک خدانخواستہ شہید ہوگئے ہیں۔ اس سے مسلمانوں کے حوصلے پست ہوگئے۔ لیکن جب صحابۂ کرام نے حضور ﷺ کو زندہ اور زخمی حالت میں دیکھا تو پھر اپنی قوت کو مجتمع کرکے کفار کو دھکیل دیا۔

حضور اکرم ﷺ کے حکم سے سرتابی کرنے کی وجہ سے مسلمانوں کو سخت دھچکا لگا۔ لیکن بہرحال یہ جنگ بھی نتائج کے لحاظ سے بڑی فائدہ مند اور کامیاب فتح اسلام تھی۔

جنگ احزاب:

۵ھ کو بمطابق ۵۲۷ء کفار کے مختلف قبائل اجتماعی طور پر مسلمانوں کے مقابلے پر آئے۔ لیکن حضرت سلمان فارسی ؓ کے مشورہ پر مسلمانوں نے اپنے اردگرد خندق کھود لی تھی۔ کفار اسے عبور نہیں کرسکتے تھے۔ اور مسلمانوں کا محاصرہ کرلیا۔ لیکن ایک ماہ تک محاصرہ کرنے کے بعد کفار پر آندھی کی شکل میں عذاب نازل ہوا اور وہ نامرام واپس چلے گئے۔

فتح مکہ:

عرب کے دو قبائل بنی خزاعہ اور بنی بکر کی زمانہ قدیم سے دشمنی چلی آرہی تھی۔ صلح حدیبیہ کے بعد بنوخزاعہ نے مسلمانوں کا ساتھ دیا۔ جبکہ بنوبکر قریش کے حلیف بن گئے۔ چنانچہ قریش کی مدد سے بنوبکر نے بنوخزاعہ پر حملہ کردیا اور حرم میں بھی ان کا خون بہانے سے احتراز نہیں کیا۔ اس سے رسولِ پاک ﷺ سخت رنجیدہ ہوگئے۔ اور قریش کو تین شرائط پر مبنی ایک پیغام بھیجا۔ شرائط یہ تھیں۔

(۱) مقتولین کا خون بہادیا جائے۔ (۲) قریش بنوبکر کی حمایت ترک کردیں۔

(۳) صلحہ حدیبیہ کوختم کرنے کا اعلان کیا جائے۔

قریش نے جذبات کے رو میں بہ کر تیسری شرط قبول کرلی اور حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکہ پر حملہ کرنے کا حکم فرمایا۔ مجاہدین کی نقل و حمل انتہائی خفیہ رکھی گئی ابو سفیان شہر کے باہر روشنی دیکھ کر تحقیق کے لئے باہر آیا۔ اور مجاہدین نے گرفتار کرکے حضور ﷺ کے روبرو پیش کردیا۔ لیکن حضرت عباس ؓ کی سفارش پر رہا کردیا گیا ابو سفیان حضور ﷺ کے اس کرم سے اتنے متاثر ہوئے کہ ایمان لے آئے۔ حضور ﷺ نے حملہ کا حکم دیا۔ لیکن فرمایا کہ جو حرم میں پناہ لے گا، ابوسفیان کے گھر میں یا حکیم بن حزام کے ہاں پناہ لے گا اسے کچھ نہ کہا جائے۔ تین مسلمان عکرمہ ابن ابوجہل اور اس کے ساتھیوں نے شہید کئے۔ جبکہ حضرت خالد ؓ نے تیرہ مشرکین کو قتل کردیا۔ حضور ﷺ نے حرم کعبہ کے طواف ادا فرمائے اور حرم سے تمام کے تمام تین سو ساٹھ بت پھینک کر حرم کو بتوں سے پاک کردیا۔ اور مکہ کے لوگوں کے لئے عام معافی کا اعلان کردیا۔ جس سے لوگ جوق در جوق حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔

حجۃ الوداع:

۱۰ھ کو آپ ﷺ نے حج کا ارادہ فرمایا۔ ۲۶ ذیقعدہ کو آپ ﷺ نے نوے ہزار صحابہ ؓ کے ساتھ مل کر مکہ مکرمہ کی طرف سفر کا آغاز کیا۔ حج کے وقت یہ تعداد ایک لاکھ چالیس ہزار تک پہنچ گئی۔ نو ذوالحجہ کو آپ ﷺ نماز فجر کی ادائیگی کے بعد تمام مسلمانوں کے ساتھ عرفات تشریف لے گئے۔ اور ناقہ پر سوار ہوکر اپنا آخری اور تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا۔

خطبہ: (۱) لوگو! تمہارا رب ایک ہے۔ اور تم سب آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام کی اولاد ہو۔ اس لئے کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر کسی کالے کو گورے پر اور کسی گورے کو کالے پر کوئی فوقیت حاصل نہیں۔ برتری صرف تقویٰ کے سبب سے ہے۔ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

(۲) جاہلیت کے تمام خون باطل قرار دیئے گئے اور سب سے پہلے ربیع بن حارث کے بیٹے کا خون باطل قرار دیا جاتا ہے۔ جو میرے خاندان سے ہے۔

(۳) جاہلیت کے تمام سود باطل قرار دیئے گئے اور سب سے پہلے عباس بن عبدالمطلب ؓ کا سود باطل کرتا ہوں۔

(۴) عورتوں کے معاملے میں خدا سے ڈرو۔ تمہارا عورتوں پر اور عورتوں کا تم پر حق ہے۔

(۵) جس طرح اس مقام، اس دن اور اس جگہ کی حرمت کرتے ہو، اسی طرح تمہارا مال اور خون ایک دوسرے پر حرام ہے۔

(۶) تمہارے درمیان ایک چیز چھوڑتا ہوں اگر تم اس کو مضبوطی سے تھامے رہو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہونگے۔ اور وہ چیز ہے "کتاب اللہ"

(۷) اگر کوئی حبشی غلام بھی تمہارا امیر ہو اور وہ تمہیں کتاب اللہ کے مطابق چلائے تو اس کی متابعت کرو۔ پانچ وقت کی نماز پڑھو۔ روزے رکھو تو جنت میں داخل کئے جاؤ گے۔

(۸) تم پر لازم ہے کہ میرا یہ کلام ان لوگوں تک پہنچاؤ جو یہاں موجود نہیں ہیں۔ الوداعی خطبہ کے بعد لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا "قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تم سے میرے بارے میں پوچھے گا تو تم کیا جواب دو گے؟" ایک صحابی نے عرض کی "ہم کہیں گے کہ آپ ﷺ نے خدا

تعالیٰ کا پیغام پہنچادیا۔ اور اپنا فرض پورا کیا۔"

یہ سن کر آپ ﷺ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھایا اور فرمایا "اے خدا گواہ رہنا کہ میں نے اپنا فرض پورا کیا۔ عین اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ط

وصال باکمال:

۱۸ یا ۱۹ صفر ۱۱ھ کو آپ ﷺ جنت البقیع تشریف لے گئے۔ واپسی پر طبیعت ناساز ہوگئی۔ اور جب بیماری نے شدت اختیار کرلی تو حضرت ابو بکر ؓ کو نماز پڑھانے کا حکم فرمایا اور بارہ ربیع الاوّل شریف ۱۱ھ بمطابق ۸ جون ۶۳۲ء کو اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

ازواجِ مطہرات: حضور ﷺ نے مختلف اوقات میں درجہ ذیل شادیاں کی تھیں۔

(۱) حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (۲) حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت زمعہ (۳) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا (۴) حضرت حفصہ بنت حضرت عمر فاروق ؓ (۵) حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حزیمہ ؓ (۶) حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت ابو امیہ (۷) حضرت زینب بنت جحش (۸) حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حارث ؓ (۹) حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت ابو سفیان ؓ (۱۰) حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حیؔ (۱۱) حضرت میمونہ بنت حارث بن حزان۔

اس کے علاوہ حضرت ماریہ قبطیہ جن کے بطن سے حضور ﷺ کے فرزند حضرت ابراہیم، حضرت قاسم، حضرت عبداللہ بچپن میں انتقال فرماگئے۔

حضور علیہ السلام کی ساری اولاد بچپن میں انتقال فرماگئی تھیں صرف حضرت فاطمۃ الزہرا ؓ سے سادات نسل قائم ہے۔

حضور ﷺ نے ایک بار حضرت علی ؓ، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت امام حسن ؓ اور حضرت امام حسین ؓ کو ایک چادر میں یکجا کر کے فرمایا: اَللّٰھُمَّ ھٰٓؤُلَاءِ اَھْلُ بَیْتِیْ فَارْحَمْھُمْ۔

"ترجمہ: اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں ان پر رحم فرما۔"

اگرچہ حضور ﷺ کی سیرت پاک اور حیات طیبہ پر بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے لیکن طوالت سے بچنے کی خاطر آپ ﷺ کے بارے میں مختصر حالات پر اکتفا کیا ہے۔

سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرآء رضی اللہ عنہا

حضرت شیخ المحدثین شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشعت المعات صفحہ ۶۸۵ جلد نمبر۴ میں فرمایا ہے کہ تمام جہان کی عورتوں میں سب سے بہتر خاتون حضرت فاطمۃ الزہرا علیہا السلام ہیں۔ ان کے بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور پھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا افضل ہیں۔

ولادت: نبوت کے پہلے سال بمطابق ۶۱۰ء حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر حضرت فاطمۃ الزہرا پیدا ہوئیں۔ جب آپ کی عمر شریف ڈھائی سال ہوگئی تو حضور علیہ السلام کو علی الاعلان تبلیغ کا حکم دیا گیا اور آپ ﷺ نے تبلیغ شروع کی۔ اور کفار آپ ﷺ کو گالی گلوچ اور جسمانی ایذا کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ پر کوڑا کرکٹ ڈالتے اور آپ ﷺ گھر آجاتے اور فاطمہ علیہ السلام آپ ﷺ کا سر مبارک اور داڑھی مبارک صاف فرمایا کرتیں۔ جب ایک دفعہ حرم پاک میں نماز پڑھتے وقت کفار مکہ نے آپ کی پشت مبارک پر اونٹ کی اوجری ڈال دی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اطلاع ہوئی تو وہ دوڑتی ہوئی آئی اور اوجری کو پشت مبارک سے اتارا اور کفار کو جھڑک کر پیچھے ہٹایا۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات اور وصیت:

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا کہ میں اپنی بیٹیوں کی شادی کے فرض کو تکمیل پہنچا کر مطمئن ہوں۔ اب صرف فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا باقی ہے۔ آپ ﷺ اس کی شادی کی کفالت خود فرمائیں۔ تا کہ اسے احساس نہ ہونے پائے کہ میری ماں مر چکی ہے۔ یہ سنکر حضور ﷺ آبدیدہ ہوگئے۔ اور فرمایا کہ ''فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وصیت کو پورا کیا جائیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

پھر فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وسیلے سے آپ ﷺ سے وہ چادر مانگی جو پہلی وحی کے نزول کے وقت آپ ﷺ کے کندھوں پر پڑی ہوئی تھی۔ تا کہ اس چادر میں دفن کر کے خدا مجھ پر رحم فرمائے آپ علیہ السلام نے وہ چادر عنایت فرمائی۔ یوں حضرت خدیجۃ الکبریٰ وفات پاگئیں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

مدینہ کو ہجرت کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت زید بن حارث اور ابو رافعہ کو مکہ بھیج کر ام المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت فاطمہ، حضرت ام کلثوم، ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن، رسول پاک ﷺ کی دایہ ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا، اس کے بیٹے حضرت اسامہ بن زید اور حضرت ابو بکر ؓ کے اہل خانہ کو مدینہ لے آئے۔

نکاح: حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے بہت سے رشتے آئے تھے۔ ان میں حضرت ابو بکر صدیق ؓ، حضرت عمر ؓ بھی شامل تھے۔ لیکن حضور علیہ السلام مشیت ایزدی کے انتظار میں تھے کہ حضرت ابو بکر ؓ اور پر حضرت عمر کے ایما پر حضرت علی ؓ نے حضور پاک ﷺ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا رشتہ مانگا اور حضور ﷺ نے منظور فرمایا۔ جس میں خداوند کریم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سمیت خود حضور علیہ السلام کی مرضی بھی شامل تھی۔ حضرت علی ؓ نے اپنی زرّہ/۴۸۰ درہم میں فروخت کر کے حق مہر ادا فرمایا۔

نوٹ: حضرت علی ؓ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مابین شادی کا یہ واقعہ اس لئے درج کیا جاتا ہے کہ موجودہ دور کا مسلمان جو کہ شادی کے معاملہ میں خود ساختہ رسوم و رواج کے ہاتھوں مصائب و مشکلات کا شکار ہے اس پاک و منزہ اسلامی طریقے کو اپنا کر نجات حاصل کر سکے۔

مسلمان صرف ایک نام نہیں بلکہ ایک کردار جو کہ حضور محمد ﷺ کا پیش کردہ ہے، کا حامل انسان ہوتا ہے۔ اسی لئے مسلمان کو اپنا آپ مسلمان ثابت کرنے کیلئے حضور محمد ﷺ اور ان کے صحابہ کے اقوال و اعمال اپنانا لازمی ہے۔

شادی کے وقت حضرت علی ؓ کی عمر اکیس سال اور فاطمۃ الزہرا کی عمر پندرہ سال تھی۔

سامان جہیز: ایک چادر، ایک چکی، ایک بستر، مٹی کے دو مٹکے، ایک کھجور کی چٹائی، چار عدد گلاس، تانبے کا لوٹا ایک عدد، ایک جوڑا کپڑے، ایک قمیص، چاندی کا بازو بند ایک عدد، اور چار عدد تکیے۔

اوصاف حمیدہ: حضرتِ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عادات و خصائل رہتی دنیا تک تمام خواتین کے لئے مثال ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا گھر کے سارے کام خود کیا کرتی تھیں۔ خود چکی پیستی حتیٰ کہ ہاتھوں میں چھالے پڑ جاتے۔ خود پانی لایا کرتیں۔ یہاں تک کہ کندھے مبارک

زخمی ہوجاتے۔ غرض آپؓ مثالی بیٹی، مثالی بیوی اور مثالی ماں تھی۔

سخاوت: حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قصے مشہور ہیں۔ جہیز میں ملا ہوا مال و اسباب ایک سائل کو دے دیا۔ نجاشی نے سونے کا ایک بازو بند تحفتاً دیا تھا۔ ایک دن حضور ﷺ نے دیکھا تو نصیحت فرمائی کہ بیٹی! یہ چیزیں ہمیں زیب نہیں دیتیں کیونکہ ہم نے رضائے الٰہی اور اُخروی خوشیاں لی ہیں۔ جب حضور تشریف لے گئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رونے لگی۔ اسی وقت وہ زیور فروخت فرمایا اور اعلان کیا کہ تمام غربا و اور مساکین فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر جمع ہوجائیں۔ جب حضور ﷺ نے شور سنا تو دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے کنگن فروخت کرکے غرباء میں تقسیم کررہی ہے۔ آپ ﷺ برہنہ پا مبارک حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر گئے۔ انہیں اپنے آغوش مبارک میں لیا اور دیر تک دونوں باپ بیٹی روتے رہے۔ اور کہا الفقر فخری۔

ایک بار حسنین بیمار ہوگئے۔ حضور ﷺ نے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ارشاد فرمایا کہ روزوں کی منت مان لو۔ اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تین روزوں کی منت مان لی۔ لیکن تینوں دن عین افطاری سے پہلے ایک بھکاری آواز دیتا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسے اپنی روٹی دیکر خود پانی سے روزہ افطار فرما کر بھوکی سو جاتیں۔

ایک بار حضور پاک ﷺ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ چہرہ مبارک اترا ہوا تا۔ آپ ﷺ نے پوچھا تو فرمائی تین دن سے بھوکی ہوں۔ شاید اسی وجہ سے چہرا اترا ہوا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا بیٹی! میں نے بھی تین دن سے کچھ نہیں کھایا ہے۔ صبر کرو۔ خدا تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ پھر فرمایا ”تیرا باپ رسولوں کا سردار ہے۔ تو دونوں جہاں کی عورتوں کی سردار ہو۔ فرمایا بیٹی! ہمارے لئے صبر بہتر ہے باپ کی نصیحت اور حوصلہ افزا گفتگو سن کر چہرہ مبارک شاداب ہوگیا۔

اولاد: آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔ (۱) حضرت امام حسن علیہ السلام (۲) حضرت امام حسین علیہ السلام (۳) حضرت محسن علیہ السلام (جو بچپن میں فوت ہوگئے تھے)

یہ روایت مرجوح ہے۔ (۴) حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا (۵) حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا (۶) حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (جو بچپن میں فوت ہوگئیں)

طہارت: اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضرت حسن پیدا ہوئے اس وقت میں فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ تھی۔ تو میں نے دیکھا تو عام عورتوں کی طرح نے بچے کی پیدائش کے بعد خون نہیں آیا اور جب اس بات کا ذکر حضور ﷺ سے کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ”میری بچی اس نجاست سے پاک ہے“ تو اسی وجہ سے ”الزہرا“ کہا جاتا ہے۔

وصالِ رسول اللہ ﷺ کے وقت حالت:

جب حضور ﷺ پر حالت نزع طاری تھی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کے پاس آئیں اور رونے لگیں اور کہا کہ ”ابا جان! آپ ﷺ کے بعد میرا اور حسنین کا کون غم خوار ہوگا۔“ آپ ﷺ نے آنکھیں کھولیں اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاتھ اپنے سینے مبارک پر رکھ فرمایا (خفیہ)

بیٹی! صبر کر' جنت میں تم سب سے پہلے مجھ سے ملو گی۔ لیکن بیٹی کو کس حالت میں قرار نہیں آرہا تھا۔ حضرت علی ؓ نے رونے سے منع فرمایا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا رونے دو۔ اس نے اس سے زیادہ صدمہ نہیں دیکھا۔ پھر ان کا ہاتھ اپنے سینے مبارک پر رکھا اور اسی حالت میں آپ ﷺ کا وصال ہوگیا وصال اقدس ﷺ کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دریافت کیا کہ حضور ﷺ نے خفیہ طور پر کیا فرمایا۔ جواب ملا کہ سب سے پہلے جنت میں میرے ملنے کی بشارت دی۔ اس سے حضور ﷺ کے علومِ غیب کی نشاندہی ہوتی ہے۔ حضور ﷺ کے وصال کے چار ماہ بعد آپ دارِ فنا سے رخصت ہوئیں۔ اور زیادہ صحیح روایت یہ ہے کہ آپ چھ ماہ بعد وصالِ بحق ہوگئیں تھیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ

آپ علیہ السلام رسولِ پاک ﷺ کے چچا ابو طالب کے بیٹے تھے۔ حضرت ابوطالب نے

حضور ﷺ کے دادا عبدالمطلب کی وفات کے بعد حضور ﷺ کی پرورش و کفالت کی آپ ﷺ کو شام کے سفر پر لے گئے۔ اور نبوت کے بعد حضور ﷺ کی حمایت جاری رکھی۔ شعب ابی طالب میں حضور ﷺ کے ساتھ رہے۔ حضرت ابوطالب نے چچا کی بیٹی فاطمہ بنت اسد سے شادی کی۔ جو مسلمان ہوئی تھیں۔ اور ہجرت بھی کی تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان سے بڑی محبت تھی۔ ایک بار کچھ ریشمی کپڑا ہدیہ آیا۔ آپ نے فرمایا اسے فاطمہ نامی عورتوں کو دے دو۔ حضرت علی ؓ کے تین بھائی اور تین بہنیں تھیں۔ حضرت علی ؓ کی والدہ بڑی نیک اور شفیق تھیں۔ حضور ﷺ کے ساتھ نہایت محبت سے پیش آتیں۔ جب وفات پا گئیں تو حضور ﷺ ان کی قبر میں لیٹ گئے تاکہ قبر کی تنگی نہ ہو۔ اور اپنی قمیص بطور کفن پہنادیا۔ اور خود ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ قبر جنت البقیع میں ہے۔

ولادت: حضرت علی ؓ ۱۳ رجب کو تیس عام الفیل بمطابق ۶۰۰ء ہجرت سے بائیس سال قبل پیدا ہوئے۔ آپ علیہ السلام کی پیدائش کے بارے میں دو مختلف روایات ہیں۔ (۱) آپ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد طوافِ کعبہ میں مصروف تھیں کہ اچانک دردِ زہ اٹھا۔ خانہ کعبہ کے علاوہ کوئی دوسری محفوظ جگہ نہ تھی۔ ابھی پریشانی کے عالم میں سوچ رہی تھی۔ کہ خانہ کعبہ کی دیوار خود بخود شق ہوگئی اور آپ اندر تشریف لے گئیں تھیں کہ امام الاولیاء حضرت علی ؓ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گود میں آ گئے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت اسد اور ابو طالب صاحب مصروف طواف تھے کہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اچانک دردِ زہ اٹھا۔ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ابو طالب سے ذکر کیا اور وہ آپ کو خانہ کعبہ کے دروازے سے اندر لے گئے۔ روایت میں اگرچہ فرق ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ علی کرم اللہ وجہہ کی ولادت باسعادت خانہ کعبہ کے اندر ہوئی اور یہ سعادت کسی اور کو نصیب نہیں ہوئی۔

آپ کی والدہ ماجدہ سے روایت ہے کہ جب آپ پیدا ہوئے تو آنکھیں بند تھیں اور کسی حال میں آنکھیں نہیں کھولتے اور جس وقت رسول اکرم ﷺ کو بچے کی پیدائش اور آنکھوں کی کیفیت کی اطلاع دی گئی تو آپ ﷺ نے آکر ان کو گود میں لیا اور ان کی منہ اور آنکھوں میں لعاب دہن مبارک ڈالا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فوراً آنکھیں کھولیں اور پہلی نظر رسول

اکرم ﷺ کے چہر مبارک پر ڈالی حضور ﷺ نے علی علیہ السلام کو غسل دیا اور فرمایا کہ میں نے علی کو پہلا غسل دیا اور علی مجھے آخری غسل دیں گے۔ (علم غیب عطائی کی یہ ایک دلیل ہے)

آپ ؓ کی والدہ نے آپ ؓ کا نام اسد رکھا۔ حضور ﷺ نے علی رکھا اور کنیت ابوتراب بھی حضور ﷺ نے دی آپ کی تربیت حضور ﷺ کے زیرِ سایہ ہوئی۔ بچوں میں سب سے پہلے آپ ؓ نے اسلام قبول کیا۔

ہجرت کے وقت حضرت علی ؓ کا کردار:

ہجرت کے وقت حضور ﷺ نے آپ ؓ کو اپنے بستر پر لٹادیا اور حضرت ابو بکر صدیق ؓ کے ساتھ ہجرت کیلئے روانہ ہوئے۔ آپ ؓ بلاچون و چرا اپنی جان کی پروا نہ کرتے ہوئے حضور ﷺ کی چارپائی پر لیٹ گئے اور حضور ﷺ کے حکم کی تعمیل کی۔ صبح لوگوں کی امانتیں واپس کرنے کے بعد اپنی والدہ کے ہمراہ عازم مدینہ ہوئے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ عقد:

۲ھ میں آپ دونوں رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے۔

غزوات میں شرکت اور رزمیہ شاعری:

غزوۂ بدر میں حضرت علی ؓ نے شجاعت کے وہ کارنامے کرکے دکھائے کہ مسلمانوں کو فتح سے ہمکنار کردیا۔ ستر مقولین مشرکین میں سے ایک تہائی آپ ؓ کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔

اتحسب اولاد الجهالة اننا   علی الخیل لسنا مثلهم فی الفوارس
فسائل بنی بدرٍ اذا مالقیتهم   بقتلی ذویِ الاقرانِ یوم التمارس
وانا اناس لاتری الحرب سبة   ولا شثنی عند الرماح المداعس
وهذا رسول الله کالبدر بیننا   بهٖ کشف الله العدیٰ بالتناکس

ترجمہ: کیا اہل جاہلیت یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم گھوڑوں پر سواری میں ان کی مثل نہیں ہیں۔ جب اہل بدر سے ملو تو میرے انداز قتل کے بارے میں ان سے پوچھو کہ میں نے کتنے

ہمسروں کو دوران جنگ قتل کیا۔ ہم وہ لوگ ہیں جو لڑائی کو عار نہیں سمجھتے اور نیزہ بازی کے وقت رُخ نہیں پھیرتے یہ پیغمبر ﷺ ہیں جو ہمارے درمیان چودھویں کے چاند کی طرح ہیں اور انہی کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کو رسوا کر کے بھگا دیا۔

حضرت علی ؓ نے میدانِ جنگ میں ایک مشرک عاص بن منبہ کو قتل کیا اور اس کی تلوار لے لی اور حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کی۔ حضور ﷺ نے بہت پسند فرمایا اور پھر حضرت علی ؓ کو ہبہ کر دی۔ اس کی ساخت دندانے دار تھی جو بعد میں ذوالفقار کے نام سے مشہور ہوئی۔ جس کے متعلق یہ شعر مشہور ہے۔

شاہِ مردان شیرِ یزدان قوتِ پروردگار
لافتی الا علی لاسیف الا ذوالفقار

جنگ اُحد: جنگ احد میں روانہ ہونے کے وقت حضرت علی ؓ نے اپنی بیوی سے تلوار مانگتے ہوئے فرمایا اسلامی جیوش مہاجرین کا پرچم آپ کو عطا ہوتا ہے۔

اشعار عربی سے ترجمہ: اے فاطمہ! ذوالفقار میرے قریب کردو کیونکہ جنگ کے دوران تلوار میری دوست ہے۔ تیز اور کاٹنے والی تلوار میرے قریب کردے کیونکہ میں لوگوں کے ساتھ سوار ہوکر جنگ کرنے جاؤں گا۔ آج لوگوں کو نصیحت کرنے والے اور جہنم کے عذاب سے ڈرانے والے (رسول) سے مقابلہ کرنے کیلئے ایسی افواج آئی ہیں جو جوش مارتے اور بپھرے ہوئے سمندروں کی طرح جھپٹ جھپٹ کر مجھے اور آپ کے والد گرامی کو قتل کرنا چاہتے ہیں جو صاحب المعراج ہیں۔ اگرچہ ان کے ارادے یہ ہیں کہ وہ ہمارے وطن کو ویران کردے اور لوگوں کو قتل کرکے ان کے خون کی ندیاں بہادیں مگر جب صبح طلوع ہوگی تو وہ پناہ کی تلاش میں ہونگے۔

جب تک میری جان میں جان ہے۔ میں جہاد کے ذریعے اپنے مالک کو خوش کرتا رہوں گا۔

اور جب کفار مکہ کا نشانچی طلحہ ابن طلحہ میدان جنگ میں نکل کر نعرہ لگایا ''ھل من مبارز'' تو اس کے دانت کھٹے کرنے کے لئے حیدر کرّار درج ذیل اشعار پڑھتے ہوئے نکل گئے۔ اور ایک ہی وار سے اس کا کام تمام کردیا۔

انی انا اللیث الھزیزا لاشوش　　والاسد المستاسد المعرس
اذا الحروب اقبلت تضرس　　واختلفت عند النزال الانفس
ماھاب من وقع الرماح الاشرس

ترجمہ: میں شیر نر ہوں اور گوۂ چشم سے دیکھنے والا ہوں۔ میں وہ شیر ہوں جو آخر شب میں اترنے والا ہے۔ جب شدید جنگ شروع ہوکر سانس پھولنے لگتی ہے تو میں اس وقت بھی شدید اور جان لیوا نیزے سے مرعوب نہیں ہوتا۔

جب جنگ نے زور پکڑی تو کفارِ مکہ کا ایک بہادر اسامہ بن زید امور رجزیہ اشعار میں اپنی بہادری کی راگ الاپ رہا تھا۔ تو حضرت علی نے جواباً درج ذیل اشعار فرمائے اور ایک خوفناک وار سے اسے واصل جہنم کردیا۔

لست اریٰ ما بیننا حاکمًا　　الا الذی فی الکفِ بتارُ
وصارمٌ ابیض مثل المھا　　یبرق فی الراحة ضرار
معی حسام قاطع باتر　　تستطع من نضرا بہ النار
انا اناس دیننا صادق　　انا علی الحرب لصبار

ترجمہ: میں اپنی تلوار کے سوا جو میرے ہاتھ میں ہے، کسی کو حاکم نہیں مانتا یہ وہ تلوار ہے جو کاٹنے میں مثل بلور کے چمکدار ہے۔ یہ تلوار ہاتھ میں چمکتی ہے اور سخت نقصان پہنچانے والی ہے۔ میرے پاس وہ شمشیر ہے جس سے آگ کے شعلے نکلتے ہیں اور ہم وہ لوگ ہیں جن کا دین سچا ہے۔ اور ہم جنگ میں شدید صبر کرنے والے ہیں۔

اور جناب اسد اللہؓ کی اس بیمثال بہادری کو دیکھا گیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آکر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبارکباد پیش کی اور کہا کہ حضرت علی نے کمال جرأت وشجاعت کا کتنا بڑا مظاہرہ کیا ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا "یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا میں آپ دونوں سے ہوں۔

تنبیہ: حضرت امیرؓ کے فضائل بہت ہیں۔ آپؓ خلفائے راشدین کے چوتھے خلیفہ ہیں۔ خلفائے راشدین کے مراتب بالترتیب خلافت کے قطعی اور اجماعی ہے حضرت علیؓ کا عملی اور

عقیدتی کردار اس امر کا واضح ثبوت ہے۔

غزوۂ بنی نضیر: یہودیوں کی بدعہدی اور منافقت نیز اسلام دشمنی سے تنگ آ کر کہا گیا کہ یہودیوں کو مدینہ سے نکال دیا جائے کیونکہ ایک معاہدہ کی رو سے ان بدعہدوں کو مدینہ چھوڑنا ہوگا۔ لیکن یہودیوں نے انخلاء کی بجائے رسول پاک کے قتل کی سازش کی۔ لیکن رسولِ پاک ﷺ کو بروقت پتہ چل گیا۔ دوم نجد کے لئے رسول اللہ ﷺ نے ستر صحابہ ؓ کی ایک جماعت کو اہلِ نجد کو وعظ و تبلیغ کے لئے روانہ فرمایا۔ اس قافلہ پر یہودیوں نے حملہ کردیا اور سوائے سردار کے باقی تمام صحابہ ؓ کو شہید کردیا۔

عمرو بن امیر ضمری ؓ نے اسی قبیلہ کے دو آدمی سوتے میں قتل کردیا تھا۔ لیکن افسوس کی بات یہ تھی کہ مقتول دونوں مصلح تھے۔ ان سے یہ غلطی سہواً ہوئی تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فیصلہ فرمایا کہ ان دونوں کا قصاص بیت المال سے ادا کیا جائے۔ لیکن بیت المال متحمل نہیں ہوسکتا تھا۔ کیونکہ بیت المال میں اسلام کی غربت کی وجہ سے مسلمانوں کے پاس اتنے پیسے نہیں تھے۔

بنو نضیر سے معاہدہ کی رو سے اس پیسے کا مطالبہ کیا گیا۔ کیونکہ مدینہ کے قرب و جوار میں رہنے کے بدلے مسلمانوں کی ہر ضرورت کے وقت پر معاونت معاہدہ میں شامل تھی بہرحال انہوں نے پیسے بھی نہیں دیئے۔ اور رسول اللہ ﷺ پر پتھر گرانے کی سازش کی۔ لیکن حضور ﷺ کو بروقت پتا چلا۔ ان کو انخلاء کے لئے دس دن کی مہلت دی گئی۔ اس مہلت سے یہودیوں نے فائدہ نہیں اٹھایا۔ اور جنگ کے لئے تیار ہوگئے۔ رسول اللہ ﷺ نے کچھ لوگوں کے مدینہ شریف میں چھوڑ دیا اور کچھ لوگوں کو لیکر یہودیوں پر حملہ کی تیاری کرنے لگے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پرچم دیکر ارشاد فرمایا کہ عصر کی نماز بنو نضیر کی بستی پر پڑھی جائے حضرت علی ؓ حضرت فاطمہ علیہ السلام سے تلوار لیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

افاطم هاک السیف غیر ذمیم
فلست برعدیدو لا بلئیم
افاطم قد ابلیت فی نصر احمد ﷺ
ومرضات رب بالعباد رحیم
ارید ثواب اللہ لاشئی غیرہ
ورضوانہ فی جنة و نعیم

ترجمہ: اے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا! میری تلوار لاؤ کیونکہ وہ مرمت کے قابل نہیں اور میں تھکنے والا کمینہ نہیں ہوں۔ اے فاطمہ! میں نے آپ کے والد گرامی حضرت محمد ﷺ کی امداد و نصرت کیلئے اور خدا کی خوشنودی کے لئے جو اپنے بندوں کو پالنے والا اور مہربان ہے۔ دشمنوں کے ساتھ خوب زور آزمائی کی ہے۔ میں سوائے اللہ تعالیٰ کے اجر کے اور جنت میں اس کی رضا مندی کے سوا اور کسی چیز کی خواہش نہیں رکھتا۔

جنگ خندق:

جنگ خندق میں مسلمانوں نے مدینہ شریف کے گرد خندق کھود دی۔ اور جب کفار حملہ کر کے مدینہ کے قریب آئے تو خندق کو دیکھ کر محاصرہ کرنا پڑا۔ دوران محاصرہ عمرو بن عبدِ وُدّ جو کہ ایک لحیم شحیم پہلوان دیونما آدمی تھا' نے خندق کو پار کر کے مسلمانوں کو مقابلہ کیلئے للکارا۔ تو حضرت علی ؓ اٹھ کر رسول اللہ ﷺ سے اس مقابلے کیلئے اجازت طلب کی۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! علی ؓ! بیٹھ جاؤ یہ عمرو بن عبدِ وُدّ ہے۔ علی ؓ بیٹھ گئے۔ اس نے پھر للکارا حضرت علی ؓ پھر کھڑے ہو گئے۔ اور رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی۔ تو رسولِ پاک ﷺ نے پھر بیٹھنے کی ہدایت فرمائی۔ تیسری دفعہ پھر اس نے للکارا ہاشمی خون نے جوش مارا اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کی ''ابن عبدِ وُدّ ہے تو کیا ہوا۔ وہ جو خرافات بک رہا ہے اس کو جواب دینا چاہیے۔

آخر رسول پاک ﷺ کو اجازت دینی پڑی نہ صرف اجازت دی بلکہ اپنی زرّہِ ان کو پہنا دی اور اپنا دستار مبارک ان کے سر پر باندھا اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں ملتمس ہوئے۔ الٰہی اس کی مدد فرما یہ میرا بھائی ہے۔ مجھے اکیلے نہ چھوڑنا کیونکہ بدر کے دن عبیدہ اور احد کے دن حمزہ کو لیا ہے۔ اس کی حفاظت فرما۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کے سایہ میں شیر خدا میدان میں ابنِ عبدِ وُدّ کے مقابلے میں نکلے۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا ''پورا ایمان: پورے شرک سے ٹکرنے والا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فی البدیہہ درج ذیل اشعار پڑھ رہے تھے۔

یاعمرو و یحک قداتاک مجیب صوتک غیر عاجزٍ
دونیة وبصیرة والحق منجی وکل فائزٍ

ولقد دعوت الی البراز فتی یحب الیٰ مبارز
یعلیک ابیض صارمًا کالملح حتفا للمناجزِ

ترجمہ: اے عمرو! تجھ پر افسوس ہے (کہ تو ایسی بڑیں ہانک رہا ہے) یاد رکھ اور خوب غور سے سن۔ تیری للکار کا جواب دینے کے لئے وہ شخص میدان میں آ گیا ہے جو صاحب بصیرت ہے اور تیری آواز کے جواب کا عاجز نہیں ہے۔ جب عمرو نے نوجوان سے یہ اشعار سنے تو حیران ہوکر پوچھا نوجوان تمہارا نام کیا ہے؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا ”علی ابن ابی طالب عمرو نے کہا“ ابی طالب میرا دوست ہے۔ واپس جاؤ میں تمہیں قتل نہیں کرونگا لیکن اللہ کے شیر نے جواب دیا مگر میں تو چاہتا ہوں کہ تمہیں قتل کروں۔ عمرو نے کہا کیا چاہتے ہو؟ تو حضرت علیؓ نے جواب دیا دو باتیں (۱) اسلام قبول کرو (۲) اپنے علاقے میں جاؤ۔ اگر محمد ﷺ کامیاب ہوئے تو تُو سچے دل سے ان کی معاونت کرنا۔ عمرو نے کہا ہرگز ایسا نہیں کرونگا۔ اگر میدان جنگ سے خالی ہاتھ واپس ہوا تو قریش کی عورتیں مجھے طعنے دینگی۔ عمرو نے مضحکہ خیز انداز میں کہا جاؤ اور میرے مقابل کا آدمی بھیجو۔ اور میں تمہیں قتل نہیں کرتا۔ مگر علیؓ نے کہا خدا کی قسم میں تجھ کو قتل کرنا پسند کرتا ہوں۔ یہ بات ابنِ عبدود کو بمثل گولی لگی اور حضرت علیؓ پر حملہ کیا۔ مگر شیرِ خدا نے اس کا وار ڈھال پر روکا۔ مگر اتنا زور دار تھا کہ ڈھال حضرت علیؓ کے سر سے ٹکرایا۔ جس سے ماتھا زخمی ہوا۔ آپ علیہ السلام نے نعرۂ تکبیر بلند فرمایا اور ذوالفقار سے گردن کے قریب سے عمرو کا شانہ الگ کردیا۔ عمرو زمین پر گر کر اپنے ہی خون میں تڑپنے لگا۔ عمرو کا بیٹا جس نے عمرو کے ساتھ خندق کو عبور کیا تھا اپنے باپ کو مرتے دیکھ کر حضرت علیؓ پر حملہ آور ہوا۔ مگر حضرت علیؓ نے اس کا وار روک کر ذوالفقار کی ایک ہی وار سے اس کا سر تن سے جدا کردیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؓ کو تمغۂ جرأت بدست جبرائیل علیہ السلام بھیجا۔ ایک صندوق جو کہ جنتی تھا حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا جو کہ خود بخود کھل گیا۔ اس میں سبز رنگ کے ریشمی کپڑے پر دو شعر لکھے ہوئے تھے۔ صاحب غالب کا تحفہ علیؓ ابن ابی طالب کیلئے۔

شیخ عطار رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف ”مظہر الصفات“ میں نقل کرتے ہیں کہ ہمارے پیر نجم الدین کبریٰ نے یہ حدیث یوں بیان کی جنگ احزاب میں اللہ تعالیٰ نے جو تحفہ حضرت علیؓ کو عطا فرمایا تو آپ علیہ السلام پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی اور دنیا ان کی نظر میں حقیر آنے لگی۔

اور جب خون آلود تلوار حضرت علیؓ ہاتھ میں لئے ہوئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''الٰہی حضرت علیؓ کو وہ فضیلت عطا فرما جو نہ پہلوں میں کسی کو ملی ہو اور نہ بعد میں کسی کو نصیب ہو۔''

یہ تھے حضرت علیؓ اور ان کی شان۔ اور دیکھئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکریہ کن الفاظ میں ادا فرماتے ہیں۔

الحمدلله الجميل المفضل　　المسبغ المولى العطا المجزل
شكراً على تمكينه لرسوله　　بالنصر منه على الغواة الجهل
كم نعمة لااستطيع بلوغها　　جهداً ولو اعملت طاقة مقول
لله اصبح فضله متظاهراً　　منه على سالت ام لم اسئل
قد عاين الاحزاب من تائيده　　جند النبى وذى البيان المرسل
مافيه موعظة لكل مفكر　　ان كان ذا عقل وان لم يعقل

ترجمہ: تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جو فضل فرمانے والا اور جمیل ہے اور نعمتیں عطا کرنے والا مولیٰ ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اپنے رسول کی نصرت فرما کر جاہلوں پر قابو حاصل کرنے کی توفیق بخشی۔ میں اپنی زبان کی پوری قوت سے ان بیشمار نعمتوں کو جو ہمیں حاصل ہیں بیان نہیں کرسکتا۔ خدا تعالیٰ کی قسم اس صبح مجھ پر اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ظاہر ہوگیا۔ خواہ میں کچھ طلب کروں یا نہ کروں۔ گروہ کفار نے رسول ﷺ کی فوج اور اللہ تعالیٰ سے حاصل ہونے والی نصرت و امداد کا مشاہدہ کیا۔ جس میں غور کرنے والے کے لئے نصیحت ہے خواہ وہ عقلمند ہو یا نہ ہو یا ناسمجھ۔

طوالت سے بچنے کے لئے جنگِ احزاب کا واقعہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا کردار یہاں پر ختم کرتا ہوں۔

جنگِ خیبر

خیبر کا معنیٰ واحۃ' واحۃ کا معنیٰ سخت زمین۔

جو ریگستانی صحراؤں میں ہو۔ اور یہ جگہ مدینہ منورہ سے چھیانوے (۹۶) میل کے فاصلے پر

ہے سنہ ۷ھ محرم الحرام کو ایک ہزار مجاہدین اسلام روانہ ہوکر خیبر پر حملہ آور ہوئے۔ تاکہ نت نئے یہودیوں کی تخریب کاری اور ریشہ دوانیوں سے محفوظ رہا جاسکے۔ پہلے پہل محاصرہ کرلیا گیا۔

ایک روز رسول اللہ ﷺ نے ابو بکر صدیق ؓ کی معیت میں جیوش اسلامی روانہ فرمایا لیکن ہار جیت کا کوئی فیصلہ نہ ہوسکا۔ دوسرے روز حضرت عمر ؓ کی سرکردگی میں لشکر مقابلے کے لئے روانہ فرمایا۔ لیکن ہار جیت کا کوئی فیصلہ نہ ہوسکا۔ تیسرے روز ایک انصاری کو قیادت سونپی گئی۔ غروب آفتاب تک وہ بھی واپس آیا اور فتح نہ ہوا انہی دنوں حضرت علی ؓ کی آنکھوں میں آشوب تھا۔ جس کی وجہ سے وہ لشکر کے ہمراہ نہ جاسکے۔ مگر جب حضور ﷺ کی صحبت کا خیال آیا تو باوجود آنکھوں کی تکلیف کے عازم خیبر ہوگئے۔ رسول پاک ﷺ نے اعلان فرمایا کہ کل پرچم اسلام اس شخص کو دیا جائے گا جو فاتح خیبر ہوگا۔ اور اس کی شان یہ ہے کہ خدا اور رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ اور جب حضرت علی ؓ کو پتا چلا تو آپ ؓ نے فرمایا کہ جب خدا دینے پر آجائے تو اس کو روکنے والا کوئی نہیں۔

صبح کے وقت رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی ؓ کے بارے میں پوچھا تو صحابہؓ رسول ﷺ نے جواب دیا کہ ان کی آنکھوں میں سخت تکلیف ہے۔ رسول پاک ﷺ حضرت علی ؓ کے پاس گئے اور ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا لعاب مبارک کا لگنا تھا کہ پلک جھپکتے ہی آنکھوں کی تکلیف جاتی رہی اور حضرت علی ؓ کی آنکھوں میں ایک خاص چمک پیدا ہوئی۔ جو ان کی اولاد (سادات) کی آنکھوں میں دیکھا جاتا ہے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے لعاب مبارک کا اثر ہے۔ حضور ﷺ نے دعا کی ”الٰہی علی ؓ کو گرمی و سردی سے محفوظ فرما۔“

حضرت سعد ابن وقاص ؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علی ؓ کو حضور ﷺ کی طرف سے تین چیزیں ملی ہیں۔ ان میں ایک خیبر کی فتح کا جھنڈا ہے۔

حضرت عمر فاروق ؓ فرماتے ہیں کہ مجھے کبھی امیر بننے کی خواہش نہیں ہوئی سوائے اس دن کے جب حضرت علی ؓ کو خیبر کی فتح کا پرچم دیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے ان کو زرّہ پہنائی۔ پھر تلوار و میان باندھا اور فتح کا جھنڈا ہاتھ میں دے کر فرمایا ”حضرت علی ؓ! جاؤ خدا تعالیٰ تمہارا حامی و ناصر ہو۔ کافروں سے اس وقت تک جنگ کرو جب تک وہ توحید و رسالت کا اقرار نہ کرلیں۔“

جب مرحب کا بھائی حارث قلعہ سے باہر نکلا۔ اس کے نیزے کا وزن تین من تھا باہر آتے ہی حملہ کردیا اور دو مسلمانوں کو شہید کردیا۔ لیکن اسی دوران حضرت علیؑ کی عقابی آنکھوں نے اسے تاڑ لیا تھا۔ ذوالفقار کی ایک ہی وار سے اسے واصل جہنم کردیا۔ اس کا انتقام لینے کے لئے اس کا بھائی مرحب میدان میں نکل آیا۔ اس نے گردن سے لیکر ناف کے نیچے تک آہنی کڑیوں کا مضبوط زرہ پہن رکھا تھا اور سر پر پتھر کا خول تھا۔ دونوں ہاتھوں میں تلواریں تھیں۔ اور منہ سے رجز نکل رہا تھا۔

اسلامی لشکر سے نکل کر حضرت علیؑ نے جواباً ذیل اشعار پڑھے:

انا الذی سمتنی امی حیدرة   ضرغام اجام ولیث فسورة
عبل الذرا عین شدید القصرة   کلیث غابات کریه المنظرة
اکیلکم بالسیف کیل السندرة   اضربکم ضربًا یبین الفقرة
واترک القرن بقاع جزرة   اضرب بالسیف قاب الکفرة
ضرب غلام ماجد جزورة   من یترک الحق یقوم صغرة

ترجمہ: میں وہ شخص ہوں کہ میری ماں نے میرا نام شیر رکھا ہے اور میں وہ شیر ہوں جو چیر پھاڑ کر رکھ دیتا ہے۔ میں شیر ببر کی طرح مہیب صورت ہوں۔ مضبوط گردن اور فربہ بازوؤں والا ہوں۔ میں تلوار سے تمہیں اس طرح ناپوں گا جس طرح بڑے پیمانے سے ناپا جاتا ہے اور تمہیں ایسی ماروں گا جو پشت کی ہڈی کو علیحدہ کردے۔ میں اپنے مقابلے میں آنے والے کو ٹکڑے کرکے رکھ دیتا ہوں۔ اور تلوار سے کافروں کی گردنیں اس طرح اڑاؤں گا جس طرح شریف اور طاقتور نوجوان گردنیں اڑاتے ہیں۔

حضرت علیؑ نے اس پر حملہ کردیا۔ اس کی تلوار چلنے سے پہلے اس کے سر پر ایسا وار کردیا کہ تلوار اس کے پتھر کے خول کو کاٹتی ہوئی اس کے سر کو جبڑوں تک چیردیا۔ اس کے بعد عام لڑائی شروع ہوئی۔ کسی کافر نے حضرت علی پر وار کیا لیکن تلوار اس کے سپر پر پڑی۔ آپ علیہ السلام نے اسے جہنم واصل کردیا اور غصے میں آکر حضرت علیؑ نے بابِ خیبر کو اکھاڑ کر اسے سپر بنایا اور ایک ہاتھ سے تلوار چلاتے رہے۔ پھر اس دروازے کو خندق پر رکھا یہی اس کی ایمانی و روحانی قوت تھی کیونکہ اس دروازے کا وزن آٹھ سو من تھا۔ (حوالہ مشکل کشا مدارج النبوۃ

صفحہ ۴۱۱)

علمیت

حضور ﷺ نے فرمایا: اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا۔

ترجمہ: میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کے دروازے ہیں۔

رضینا قسمة الجبار فینا
لنا علم وللاعداء مال

یہ شعر حضرت علیؓ کا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے علم لیا ہے اور دشمنوں کے لئے مال ہوتا ہے آپ علیہ السلام کی علمیت کی وجہ سے حیاتِ رسول پاک ﷺ کے دوران یمن میں قاضی مقرر ہوئے۔ اور حجۃ الوداع کے موقع پر آپ علیہ السلام نے ہی یمن سے قربانی کے جانور لائے تھے اسی طرح آپ علیہ السلام حضرت عمرؓ کے دور میں مدینہ شریف کے قاضی رہ چکے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ آپ علیہ السلام ہی کے شاگرد تھے۔ جو کہ اپنے دور کے جلیل القدر محدث، فقیہ اور علم القرآن کے ماہر تھے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب حضرت علی علیہ السلام مجھے بسم اللہ الرّحمن الرحیم کی "ب" کے نقطہ کی تفسیر رات کے وقت بیان کرنے لگے۔ حتیٰ کہ آثارِ سحر نمودار ہوئے لیکن آپ علیہ السلام نقطہ "ب" کی تفسیر سے فارغ نہیں ہوئے تھے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے خود کو حضرت علیؓ کے پہلو میں اس فوارے کی مانند پایا جو متلاطم علم سمندر کے پہلو میں موجود ہو۔ دوسری روایت میں بھی حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک چاندنی رات کو حضرت علیؓ مجھے جنت البقیع میں لے گئے اور مجھے فرمایا کہ عبداللہ! بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ۔ تو آپ علیہ السلام مجھے طلوع سحر تک بسم اللہ کے رموز سے آگاہ فرماتے رہے۔ اس طرح ابن عباسؓ مزید فرماتے ہیں کہ الحمد شریف کے الف، لام، حا، میم، دال کے الگ الگ حروف کی تفسیر بیان فرمانے لگے۔ تو سحر نمودار ہوئی۔ اور انہوں نے مجھے اجازت فرمائی۔ میرا علم القرآن ان کے مقابلے میں حوض اور سمندر کا مقابلہ ہے ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی کے کلام نے اس قدر نفع نہیں دیا جس قدر حضرت علیؓ کے کلام سے نفع ملا ہے۔

مشکلات: آپ علیہ السلام کو سب سے پہلے کام حضرت عثمانؓ کا قصاص لینا تھا حضرت عثمانؓ کی شہادت کے وقت صرف حضرت نائلہؓ موجود تھیں۔ لیکن ان کی بصارت کمزور تھی اور قاتل کو پہچان نہیں سکتی تھی۔ دوسری بات حضرت علیؓ کو ان باغیوں پر کوئی بس نہیں چلتا تھا ادھر صحابۂ کرام قصاص کا مطالبہ کر رہے تھے۔

حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کی کشمکش:

حضرت علیؓ نے مسند خلافت پر بیٹھ کر معاویہؓ کو بیعت کے بارے میں لکھا تو معاویہؓ نے جواباً تحریر کیا کہ پہلے حضرت عثمانؓ کا قصاص لیا جائے اور ان قاتلوں کو میرے حوالے کیا جائے کیونکہ حضرت عثمانؓ کا قریبی رشتدار میں ہوں۔ لیکن حضرت علیؓ پہلے کوشش کر چکے تھے اور باغی جو ہزاروں کی تعداد میں تھے، سب فخریہ اور اعلانیہ کہتے رہے کہ ہم سب حضرت عثمانؓ کے قاتل ہیں۔ حضرت علیؓ منتظر رہے کہ واقعی جوش ٹھنڈا ہو جائیگا اور اصلی مجرموں کو تلاش کر کے سزا دی جائے گی مدینہ کے ان حالات کا معاویہؓ کو پتا نہ تھا ان کا شبہ تھا کہ حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ کا قصاص لینے میں دلچسپی نہیں حالانکہ حقیقت اس کے برعکس تھی حضرت علیؓ نے باغیوں کی فہمائش کر کے ایک دفعہ مدینہ سے رخصت کیا تھا اور جناب حسنین علیہ السلام کو حضرت عثمانؓ کے گھر کی پہرہ داری سونپی۔ اور دوسری بار جب باغیوں نے حملہ کر دیا تو حسنین کو زخمی کر دیا۔

جنگ جمل

حضرت عثمانؓ کی وقتِ شہادت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مکہ میں تھیں۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کا علم ہوتے ہی ام المؤمنین بڑی رنجیدہ ہوئیں۔ اس دوران حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ مکہ پہنچے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو عراق لے آنے پر مجبور کر دیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک لشکر کے ساتھ بصرہ روانہ ہوئیں۔ اور جب حضرت علیؓ کو پتا چلا تو آپ علیہ السلام نے ایک بزرگ صحابی قعقاع بن عمرؓ کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بھیجا اور ان کو صحیح صورت حال سے آگاہ کر دیا۔ صورتِ حال کا پتا چل کر حضرت عائشہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شکوک و شبہات دور ہو گئے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا صلح پر آمادہ ہو گئیں مگر حضرت علیؓ کی فوج میں جو باغی تھے انہوں نے صلح کو اپنے لئے بہتر نہ جانا کیونکہ اگر صلح ہو جاتی تو ان میں سے قاتلان کا گرفتار ہونا تھا۔ اس لئے انہوں نے رات کی تاریکی میں حضرت عائشہؓ کی فوج پر شب خون مارا۔ اس کے بعد خونریز جنگ ہوئی اور جب جنگ سرد ہوئی تو عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو عزت و احترام کے ساتھ مدینہ منورہ واپس کر دیا گیا۔ اس موقع پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ''بچو! ہماری باہمی کشمکش غلط فہمی کا نتیجہ تھا ورنہ مجھ میں اور حضرت علیؓ میں پہلے کوئی جھگڑا نہ تھا۔

جنگ صفین

جنگ جمل کے بعد حضرت علیؓ نے مدینہ کی بجائے کوفہ کو دارالخلافہ بنایا کیونکہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ مدینہ منورہ کا تقدس پامال ہو۔ معاویہؓ کے ساتھ خط و کتابت کا سلسلہ جاری رہا لیکن ناکام رہا اور صفین کے مقام پر دونوں فریق متصادم ہوئے۔ اسی دوران عمرو ابن العاصؓ کو احساس ہوا کہ اکابرین امت دونوں طرف قتل ہو رہے ہیں۔ لہٰذا قران پاک کو نیزوں پر باندھ کر بلند کیا گیا تاکہ مزید خونریزی سے ہاتھ روک لیا جائے جنگ بند ہوئی۔ دونوں طرف سے منصفان مقرر ہوئے۔ منصفان کو اس امر کا اختیار دیا گیا کہ یہ دونوں یعنی ابو موسیٰ اشعریؓ اور عمروؓ ابن العاص نے جو فیصلہ کیا طرفین کو منظور ہوگا دونوں اعلان کے لئے ایک جگہ جمع ہوئے۔ ابو موسیٰ اشعریؓ نے اپنے بیان میں پہل کی اور کہا کہ میں اپنا خلیفہ یعنی حضرت علیؓ کو معزول کرتا ہوں۔ اس کے بعد عمروؓ ابن العاص نے اعلان کیا کہ میں اپنا خلیفہ برقرار رکھتا ہوں۔ اس کا خیال تھا کہ اگر نیا خلیفہ مقرر کیا جائے تو ہوسکتا ہے مزید خونریزی ہو۔ حضرت علیؓ اس فیصلے کی مخالفت میں رہے اور جس وقت دونوں اکابر منصفان متفق ہوئے تو خوارج نے سمجھا کہ اگر صلح ہوئی تو ہم سے حضرت عثمانؓ کا قصاص مانگا جائیگا اس لئے انہوں نے خروج کیا۔

جنگ نہروان:

حضرت علیؓ کی فوج میں جو سپاہی تھے۔ انہوں نے سوچا کہ اگر معاویہ اور حضرت علیؓ

کے درمیان صلح ہوئی تو ہوسکتا ہے ہم سے قصاص لیا جائے تو یہ لوگ حضرت علیؓ کے سخت مخالف ہوگئے اور کہا (لاحکم الا اللہ) حکم صرف اللہ ہی کے لئے ہے۔ آپ دونوں نے انسانوں کو حاکم بنالیا۔ نعوذ باللہ آپ دونوں کافر ہیں اور واجب القتل ہیں۔ حضرت علیؓ نے جب یہ سنا تو کہا یہ ایک کلمۂ حق ہے جس کا رخ باطل کی طرف کروایا گیا۔ اس لئے یہ گروہ خارجی کہلایا گیا۔ نہروان کے مقام پر یہ لوگ جمع ہوگئے اور ان کا کماندار شعت بن راسبی تھا۔ اس گروہ کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ کوفہ مدین اور بصرہ میں اپنے عقائد کی پرچار سے بہت سے ہم عقائد پیدا کئے۔ اور جو ان کے عقائد کی تائید نہ کرتے تھے ان کو بے دریغ قتل کردیا جاتا تھا۔ حضرت علیؓ نے ان کو سمجھانے کیلئے قاصد بھیجا۔ انہوں نے قاصد کو قتل کردیا۔ آخر مجبور ہوکر اس فرقہ کو کچلنے کے لئے اسّی ہزار فوج لیکر نہروان پہنچے۔ انہوں نے خارجیوں کو پیغام بھیجا تھا کہ تم نے ہمارے آدمی کو قتل کردیا ہے۔ اس کے قاتلوں کو ہمارے حوالے کردو تو تم لوگوں کو کچھ نہیں کہا جائیگا۔ خارجیوں نے جواب میں کہا کہ ہم سب نے اسے قتل کیا ہے اور اس کا خون جائز ہے۔

بالآخر مجبور ہوکر حضرت ابو ایوب انصاریؓ کو حکم دیا گیا کہ امن کا سفید جھنڈا لیکر کھڑے ہوجائیں اور اعلان کر کہ جو شخص اس جھنڈے کے نیچے پہنچ گیا، اسے کچھ نہیں کہا جائیگا۔ سو انہوں نے ویسا کیا۔ کچھ لوگ وہاں امان کے طالب ہوئے چند کوفہ چلے گئے۔ باقی سب کو ایک خونریز جنگ کے بعد کچل دیا گیا۔ اسی دوران معاویہؓ نے مصر پر قبضہ کرلیا ایک جماعت حجاز بھیجی اور مزاحمت کے بغیر مکہ اور مدینہ شریف پر قابض ہوگئی۔ حضرت علیؓ نے چار ہزار کی فوج ابن مسعودؓ کی سرکردگی میں حجاز بھیج کر دوبارہ قبضہ کیا۔

مسلسل خانہ جنگی سے تنگ آ کر فریقین نے صلح کرلی۔ حجاز، عراق اور مشرق کا مقبوضہ علاقہ تمام حضرت علیؓ کو دے دیا گیا۔ شام، مصر اور مغربی مقبوضات معاویہؓ کے حصے میں آئے۔ (بحوالہ کتب تاریخ معتبرہ کثیرہ مشہورہ)

نتیجہ: جب دونوں فریقین کی صلح ہوئی تو یقیناً حضرت مولا علی نے اسلامی ریاست کا جو حصہ حضرت امیرِ معاویہ کو واگذار کردیا۔ اور حضرت امیرِ معاویہ نے بھی اسلامی ریاست کا جو حصہ

حضرت علی کو دے دیا وہ اسی بنا پر دیا ہوگا کہ ہر فریق نے دوسرے کو حق پر سمجھا ہوگا۔ اور یقیناً ایسا ہی تھا حضرت امیرِ معاویہ بذاتِ خود حضرت مولا علی کو حق پر جانتے تھے اور حضرت مولا علی بھی جناب امیرِ معاویہ کو حق بجانب سمجھتے تھے۔ اس پر دونوں کی صلح ہوئی۔ دونوں میں سے کوئی بھی باغی نہیں۔ دونوں حق ہیں۔ دونوں خلیفۂ راشد ہیں۔ دونوں رسول اللہ ﷺ کے سچے وارث ہیں۔ حضرت علی دامادِ رسول ﷺ ہیں۔ اخی رسول ہیں۔ تو حضرت معاویہ بھی ایک رشتے سے بھائی ہیں۔ سگی ہمشیرۂ معاویہ سیّدتنا ام حبیبہ مسلمانوں کی ماں زوجہ رسول ہیں۔ کاتب الوحی اگرچہ نہیں کاتب الرسالہ ہیں۔ حضرت امیرِ معاویہ رسول اللہ کے خاندان سے ہیں۔

میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ آجکل بعض ''سیّد'' مولا علی کی عقیدت میں غلو کرتے ہوئے۔ حضرت جناب امیرِ معاویہ کی گستاخی کر جاتے ہیں۔ اُنکو توبہ کرنی چاہئے۔ وہ نام کے سیّد ہیں اُنکی نسبت سلب ہونے کا خطرہ ہے۔ ڈریں خوف کریں۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے آنکھوں سے دیکھا ہے کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ دونوں ایک دوسرے کو بہت پیار کرتے ہیں۔ بالخصوص حضرت علی اور حضرت علی کی جانب سے جناب معاویہ کے ساتھ پیار زیادہ ہے۔ پس پیار اور محبت کی دنیا میں علی مولا جس سے پیار کرے اُس کا چاہنے والا بھی اس سے پیار کرے تو وہ علی کا ملنگ ہے ورنہ ڈھونگ اور ڈھنگ ہے۔ تاریخ کے واقعات چاہے کچھ بھی کہتے پھریں ہم کسی بزرگ کے بے ادب نہیں ہوسکتے۔ جناب مولا علی مشکل کشا شیرِ خدا کی ذات ہو یا جس نے بھی مصطفیٰ کریم ﷺ کو دیکھا ہو ادب سے ہم اُس کا ادب کرتے رہیں۔ انکے آپس کے جو بھی معاملات تھے ہمارا اُس سے کوئی تعلق نہیں۔ ہمیں اپنا ایمان بچانا چاہئے۔ ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں۔

ذرہ بے ادبی محبوباں دی لکھ نہ چھوڑے گھردا
جہڑا کردا بے ادبی کافر ہو کر مَردا

مفتی پیر سیّد محمد عارف شاہ

نتیجہ نگار

نتیجہ کے بعد: گذشتہ نتیجہ نگاری کے بعد مجھے ایک اور بات یاد آئی وہ یہ کہ بے شمار کئی دیگر باتوں میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ بے ادب لوگ جب بات کرتے ہیں تو یہ کہتے ہیں حضرت سیّدنا امیرِ معاویہ کا بیٹا یزید تھا یہ کہتے ہوئے دراصل وہ حضرت سیّدنا امیرِ معاویہ کی توہین کا پہلو تلاش کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اس ضمن میں کچھ عرض کرنے سے پہلے یہ بتادوں کہ ہمارا اس سلسلے میں ایمان وہی ہے جو امام اعظم، امام جعفر صادق، داتا گنج بخش، غوثِ پاک اور اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت، امام احمد رضا حنفی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے۔ میں بھی الحمدللہ سیّد ہوں۔ حضرت مولا علی کی اولاد سے ہوں۔ امام حسین کا خون میری رگوں میں دوڑ رہا ہے۔ انکا صدقہ ہے کہ مجھے ان کی نسبت کے طفیل انکی اعلیٰ ظرفی بھی بقدرِ من عطا ہوئی ہے۔ اس امت کے بڑے بڑے صلحا یزید کے کفر کے معاملے میں خاموش ہیں۔ یزید کی یزیدیت اپنی جگہ اس کا موردِ الزام حضرت امیرِ معاویہ کی صحابیت کو نہ ٹھہراؤ۔ حضرت سیّدنا امیرِ معاویہ ؓ کا مقام و رتبہ بہت بلند ہے۔

جبکہ یزید پلید اپنے عظیم باپ کا ناخلف بیٹا ہے۔ بے ادب تھا تو یزید تھا نہ عظیم والد۔ یزید ایک نہایت غلیظ السیرت، خبیث الاعمال شخص تھا۔ خدا اُسے غارت کرے۔ لیکن سیّدنا امیرِ معاویہ ؓ کے اعمال اپنی جگہ یزید کا کردار اپنی جگہ دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

ایک کی نقاب کشائی کرتے ہوئے دوسرے کی بے ادبی نہ ہوسکے یہی ایمان ہے۔ ولا تلبسو الحق بالباطل قرآن کہتا ہے۔ حق کو باطل سے نہ ملاؤ۔ باطل کا پردہ چاک کرو اُسے بے نقاب کرو۔ یزید کو لعنتی کہو لیکن دیکھو کہیں حق یعنی دیگر ذوات مقدسہ از قبیل سیّدنا معاویہ وعمر بن العاص، سعد بن وقاص، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہم کی بے ادبی نہ ہونے دینا۔ یہی آدابِ ایمان ہے۔ یہی اہلبیت کی محبت ہے۔ (فقط)

مفتی پیر سیّد محمد عارف شاہ

شہادت: نہروان کی جنگ کے بعد خارجی خاموش نہیں بیٹھے تھے اور تین آدمی مقرر کرکے ایک کو حضرت علی ؓ کے قتل کرنے، دوسرے کو معاویہ ؓ تیسرے کو عمرو بن العاص ؓ کے قتل کرنے

کیلئے مقررہ وقت متعین کر کے بھیجا۔ باقی دونوں بچ گئے لیکن حضرت علی ؓ ابن ملجم کے زہر آلود تلوار کا کاری زخم لگا اور آخر ۴۰ھ کو اس دارِ فانی سے کوچ فرما گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

انتقال سے پہلے تاکید کی تھی کہ میرے قصاص کے بدلے صرف قاتل ہی کو قتل کیا جائے اور کسی کا خون نہ لینا۔

آپ ؓ کا دورِ خلافت فتنوں اور خانہ جنگیوں میں گزر گیا۔ شروع سے آخر تک آپ ؓ کو چین نصیب نہیں ہوا۔ مہلت نہ ملنے کے باوجود سیستان اور کابل کو قابو میں کر کے مسلمانوں کو بحری راستے سے ہندوستان بڑھنے کی اجازت دی۔ آپ ؓ کا طرزِ حکومت حضرت عمر فاروق ؓ کے طریقے پر تھا۔ حکام کی کڑی نگرانی کرتے تھے۔ معرکہ صفین میں فرات کا پل تعمیر کیا تھا۔ رعایا پر بہت مہربان تھے۔

نوٹ: گذشتہ اوراق کے مطالعہ سے معلوم ہوا ہوگا کہ صحابہ کرام ؓ کے درمیان آگ گرم کرنے کے اصلی محرک خوارج (یہود کے یہی سیاسی کمانڈوز تھے) تھے جو کہ اس وقت سے مسلسل اسلام دشمنی میں پیش پیش رہے ہیں جو کہ وہابی اور ان کے ہمنوا کی شکل میں دیکھے جاتے ہیں۔

حضرت امام سید الشہداء حسین علیہ السلام

قتل حسین اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

ولادت: حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور شہزادیٔ رسول البتول کے گلشن کے دوسرے پھول حضرت امام حسین علیہ السلام نے شعبان ۴ھ بمطابق ۶۸۰ء کو اس دنیا میں قدم رنجہ فرما۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوسرے نواسے کی پیدائش پر نہایت مسرت کا اظہار فرمایا اور حضور علیہ السلام نے ان کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت فرمائی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ "حسین علیہ السلام جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ آپ علیہ السلام نے سات سال تک آغوشِ رسالت میں پرورش پائی آپ علیہ السلام کے بدن مبارک کا زیرین حصہ حضور پاک ﷺ سے مشابہت رکھتا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا "اے اللہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں۔ تو بھی اس سے محبت فرما" عمر فاروق ؓ کے دور میں حسنین علیہ السلام کے لئے وظیفہ ان کے بیٹوں سے زیادہ مقرر فرما گیا تھا۔

شادی: آپ علیہ السلام نے پانچ شادیاں فرمائیں۔ ان میں سے ایک بیوی ایران کے بادشاہ یزدگرد کی بیٹی شہر بانو تھی۔ حضرت عمر فاروق ؓ کے دور میں جب ایران فتح ہوا تو شہر بانو گرفتار ہوکر آئیں اور حضرت امام حسین علیہ السلام سے عقد ہوا۔ ان سے آپ علیہ السلام کے بیٹے حضرت علی ؓ المعروف زین العابدین علیہ السلام پیدا ہوئے۔ جس سے آپ کی اولاد کا سلسلہ جاری ہوا۔ باقی بیویوں میں سے ایک لیلیٰ، جس سے علی اکبر علیہ السلام پیدا ہوئے جو کہ کربلا میں شہید ہوئے۔ تیسری بیوی ام جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہا جن سے جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہا پیدا ہوئے لیکن بچپن میں وفات پا گئے۔ چوتھی بیوی رباب رضی اللہ عنہا جس سے ایک چہیتی بیٹی سکینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پیدا ہوئیں۔ پانچویں بیوی کا نام امّ اسحاق ہیں۔ ان سے علی اصغر ؓ پیدا ہوئے جو کربلا میں شہید ہوئے اور ایک بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی آپ ؓ سے تھی۔

امیر معاویہؓ نے مغیرہ بن شعبہ کو عراق کا گورنر مقرر کیا تھا جب ابن شعبہ نے چند ناپسندیدہ اموز کا ارتکاب کیا تو امیر معاویہؓ نے اس کو معزول کر کے حکم بھیجا کہ میرے دربار میں حاضر ہوجاؤ۔ کچھ مدت کے بعد ابن شعبہ امیر معاویہؓ کے دربار میں داخل ہوا۔ تو امیر معاویہؓ نے پوچھا کہ کیوں اتنی دیر سے حاضر ہوئے کیونکہ میں نے تمہیں معزول کیا ہے۔ اس پر ابن شعبہ نے کہا کہ میں نے عراق میں لوگوں کو یزید کے حق میں بیعت کیلئے ترغیب دلائی۔ اس لئے دیر ہوئی۔ تاکہ آپ کے بعد یزید کے حق میں خلافت کی بیعت ہوسکے۔ اس پر معاویہؓ نے پوچھا کہ کیا عراق کے لوگ اس کے لئے تیار ہوجائیں گے؟ اس نے کہا کہ ہاں۔

امیر معاویہؓ نے اسے دوبارہ گورنر مقرر کر کے واپس عراق بھیجا اور جب مغیرہ بن شعبہ امیر معاویہؓ کے دربار سے باہر نکلا تو لوگوں سے کہا کہ میں نے امیر معاویہؓ کے پاؤں ایک گڑھے میں ڈال دیئے ہیں کہ قیامت تک اس کا نکلنا دشوار ہوگا۔ (ماخوذ از تاریخ خلفاء از جلال الدین سیوطی)

اور جب معاویہؓ نے وفات پائی تو اہلِ شام میں سے کچھ نے یزید کی بیعت کی تو اس نے اہل مدینہ کو بھی بیعت کے لئے لکھا تو اہل مدینہ میں حضرت حسینؓ اور ابن زبیرؓ نے بیعت سے انکار کیا اور رات کے وقت مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔

امام حسینؓ کو اہل کوفہ نے خطوط لکھے کہ کوفہ تشریف لائیں ہم آپ کی مدد کرنے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن آپؓ متردد رہے۔

امام حسینؓ ایک زاہد و عابد آدمی تھے۔ آپ ہر وقت عبادتِ الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ ان کے بیٹے حضرت امام علی زین العابدینؓ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کا والد کثیر العیال کیوں نہیں۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ بھی زیادہ ہے۔ کیونکہ وہ رات کو ہزاروں رکعت نماز پڑھتے تھے۔ ایک ایسے شخص کیلئے جو حضورﷺ کے نواسا ہونے کے علاوہ حضورﷺ پرنور کے عین نقش قدم پر چلتے ہوئے نظر آتے تھے، کے لئے ایک فاسق و فاجر کی بیعت کرنا کہاں ممکن تھا۔ نیز اس وقت یزید سے بدرجہا بہتر آدمی صحابۂ رسولﷺ میں موجود تھے۔ اس لئے دوسرے اکابرین صحابہ کی طرح حضرت امام حسینؓ نے بھی یزید کی بیعت سے انکار کردیا۔

اہل مدینہ میں سے اکابرین امت نے آپؓ کو مجبور کیا کہ خود خلافت کیلئے اٹھ کھڑے

ہوں، نیز اہل کوفہ کا اصرار بھی بڑھتا رہا۔ اس لئے آپؓ نے اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیلؓ کو اہل کوفہ سے بیعت لینے بھیجا۔ نیز ان کو ایک خط بھی دیا۔ خط میں لکھا کہ مسلمانوں کا امیر وہ ہونا چاہئے جو عادل ہو اور کتاب اللہ پر چلے اور قوم کو بھی چلائے۔

مسلم بن عقیلؓ جب کوفہ پہنچے تو لوگوں نے آپؓ کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور اٹھارہ ہزار کی جمعیت نے ان کے ہاتھ پر حضرت امام حسینؓ کی بیعت کی۔ آپؓ نے حضرت امام حسینؓ کو خط لکھا کہ اٹھارہ ہزار افراد نے بیعت کی ہے اور ان لوگوں کا مطالبہ ہے کہ آپؓ فوراً کوفہ پہنچ جائیں۔

ادھر یزید کو خفیہ طور پر پتا چلا اور اس نے اپنے گورنر نعمان کو برطرف کردیا اور اس کی جگہ ایک سخت گیر اور ظالم شخص ابن زیاد کو کوفہ کا گورنر مقرر کردیا۔ ابن زیادہ نے طمع و لالچ اور دھمکی سے کام لیکر حضرت مسلم بن عقیلؓ کو پکڑ کر شہید کردیا۔

ادھر مدینہ میں جب حضرت امام حسینؓ کو پتا چلا کہ اٹھارہ ہزار جمعیت نے بیعت کردی ہے تو اس پر ابن زبیرؓ نے مشورہ دیا کہ آپ کوفہ چلے جائیں اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن عمرؓ نے آپؓ کو کوفہ جانے سے منع کردیا کہ کوفہ والے آپ سے خیانت کریں گے۔ لیکن وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے۔ آپ مدینہ سے کوفہ روانہ ہوئے اور کربلا کے مقام پر شہید ہوئے۔ یہاں جو طویل قصہ ہے وہ بہت دردناک ہے کوئی مومن اس دردناک واقعہ کو سن کر آنسوں ضبط کرنے سے قاصر ہوجاتا ہے۔ اس لئے اسلاف کا اقتداء کرتے ہوئے ان واقعات کو ذکر میں نہیں لایا واقعہ کربلا کے بعد آپؓ کا ایک ہی فرزند امام علی زین العابدینؓ زندہ بچ گئے۔ جس سے آپؓ کی اولاد کا سلسلہ چل نکلا۔

سیرت: آپ علیہ السلام بہت عبادت گزار تھے۔ رات کو ہزار رکعت نفل پڑھا کرتے تھے۔ آپ علیہ السلام کی سخاوت کے بارے میں ایک روایت مشہور ہے۔ ایک دفعہ ایک حاجتمند آپ علیہ السلام کے پاس آیا اور اپنی غربت کا رونا رویا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا بیٹھو ذرا انتظار کرو۔ میرے گذارے کے لئے کچھ آرہا ہے۔ جب آجائے تو پیش خدمت کروں گا۔ سائل بیٹھ گیا امیر معاویہؓ نے آپ علیہ السلام کا وظیفہ بھیجا تھا۔ پانچ عدد تھیلیاں تھیں اور ہر ایک تھیلی

میں ہزار درہم تھے۔ وہ تمام رقم سائل کے حوالے کردی اور سائل سے معذرت کرنے لگے کہ اس کو انتظار کی زحمت اٹھانی پڑی۔

حضرت امام عالی مقام کی قوت برداشت، صبر و رضا، نرم خوئی اور عفو درگزر کے دشمن بھی قائل تھے۔ آپ علیہ السلام کی علمیت کا یہ عالم تھا کہ کسی موضوع پر بحث شروع کردیتے تو پہروں جاری رہتی۔ مزید طوالت سے بچنے کے لئے اسی بیان پر اکتفا کیا ہے۔

منقبت درشانِ مولا علی

ازقلم: مفتی پیر سیّد محمد عارف شاہ

نوٹ: مسکین و ناچیز خادم الفقرآء سیّد محمد عارف شاہ عرض پرواز ہے کہ مولا علی سرکار کی خدمت میں منقبت کا ہدیہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے تذکرے کے بعد اس لئے پیش کررہا ہوں کہ امام عالی مقام اپنے باپ بابِ مدینۃ العلم کی مدح سرائی مجھ ایسے گنہگار سے سُن کر خوش ہوں گے۔ اور نبی پاک خوش ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ راضی ہوگا۔ مولا علی نگاہِ کرم کریں گے بیڑا پار ہوجائے گا۔ عارف شاہ

نبی کا جلوہ علی کا چہرہ، نبی کی صورت علی علی ہے
زمانے بھر میں ہے بات انکی، کہ انکی سیرت گلی گلی ہے
علی کو جب بھی کہیں پکارا، مدد کو آئے دیا سہارا
انہیں خدا نے بنایا مرشد، علی سراپا ولی جلی ہے
بدن علی کا ہے جاں نبی کی، نبی علی کے علی نبی کا
فرق نہیں ہے سوائے اسکے کہ نبی نبی ہے علی علی ہے
زمانے بھر میں ہے ایک نعرہ ولی خدا کا علی کا پیارا
وہ ہر کسی کے جگر کا پارہ جسے نگاہِ علی ملی ہے

ہے فیض اُن کا مری غریبی میری غریبی بھی خوش نصیبی
علی نبی سے نبی علی سے یہ بات حق ہے بھلی بھلی ہے
علی کا بیٹا حسن کے جیسا علی سا بابا حسین کا ہے
جمیل تینوں ہیں باپ بیٹے یہ گھر کا گھر ہی ولی ولی ہے
حسن ہیں پیارے حسین پیارے نبی کی آنکھوں کے دونوں تارے
بدن بتولِ محمدی ہے رگوں میں خونِ علی علی ہے
حُسین کربل کا شاہِ مرداں، وہ نازِ اسلام نازِ ایماں
وہ سربکف بھی ہے سربسجدہ بلا شبہ وہ ولی جلی ہے
حَسُینُ ذکرِ حُسین ہی ہے انہی کی محفل قلندری ہے
نشہ حُسن کا حُسن نشے کا وہاں پہ بکھرا گلی گلی ہے
تو عارف انکی ثنا کیا کر، علی علی کر پیا پیا کر
علی پیا ہے پیا علی ہے نگر نگر ہے گلی گلی ہے

آمدہ بروز
پیر روشن ضمیر
20 رمضان المبارک بعد نمازِ مغرب ۱۴۲۱ (۱۴۲۱ء)

مسدس بحضور جناب معاویہ

م۔ مُحِبّ مَولا عَلیؓ ہیں یارو ، معاویہؓ بھی قسم خُدا کی
ع۔ علی کے دِل میں عقید تیں ہیں، معاویہ کی قسم خدا کی
ا۔ ادھر تو دیکھو زمانے والو ، حَسَنؓ کی آواز آ رہی ہے
و۔ وہ دیکھو بابا علیؓ سے یاری، معاویہ کی قسم خدا کی
ی۔ یہ بات حق ہے یہ بات سچ ہے، ہے سب حقائق کی جان اس میں
ہ۔ ہیں ایک دِل سے علی ہی دونوں معاویہ بھی قسم خدا کی

ناچیز خادمِ اہلبیت عارف
۱۹/نومبر ۲۰۰۱ء تین رمضان المبارک یوم فاطمۃ الزہرا اسلام اللہ علیہا

حضرت امام علیؑ المعروف زین العابدین

شاعر عرب ابو فراس مرزوق جو کہ آپ علیہ السلام کے ہمعصر ہیں، فرماتے ہیں۔

(ترجمہ)

۱) یہ وہ ہستی ہے جس کے قدموں سے بطحا سرزمین روشن سی ہے۔ بیت اللہ بھی اس سے واقف ہے اور حل و حرم بھی۔

۲) یہ تمام بندگانِ خدا میں اشرف ترین ہستی کی اولاد ہیں۔

۳) متقی پاکیزہ دل، عیوب سے پاک اور علوم کا جامع ہے۔

۴) وہ جس وقت رکن حطیم کا استلام کرنے کے لئے آگے بڑھتا ہے تو حطیم اس کی خوشبو سے لطف اندوز ہونے لگتا ہے۔

۵) اگر تو نہیں جانتا تو میں بتلاتا ہوں کہ یہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی کا بیٹا ہے اور ان کے نانا علیہ الصلوٰۃ والسلام ختم الرسل ہیں۔

۶) ان کی نگاہیں حیاء سے نیچی رہتی ہیں اور لوگوں کی نگاہیں ان کی ہیبت سے (نیچی رہتی ہیں)

۷) اس کی خندہ روئی کے بغیر کسی کو ان سے بات کرنے کی ہمت نہیں ہوتی۔

۸) اس کی روشن پیشانی سے ہدایت کی کرنیں اس طرح پھوٹتی ہیں جس طرح سورج کی روشنی سے تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں۔

حج کے موقع پر حجر اسود کا بوسہ لینے کیلئے ہشام بن عبدالملک ولی عہد آیا۔ لیکن لوگوں کی زیادہ کثرت کی وجہ سے ہشام حجر اسود تک نہ پہنچ سکا۔ ملازموں سے کہنے پر بھی لوگ اس کے لئے جگہ نہ چھوڑے۔ تو ہشام انظار کرنے لگا تاکہ بھیڑ ختم ہوجائے۔ اسی اثناء میں امام علیؑ تکبیر کی آواز بلند کرتے ہوئے آئے اور سب لوگوں نے ان کے لئے جگہ چھوڑی اور آپ علیہ السلام حجر اسود کو بوسہ دینے لگے۔ یہ فرق ولی اللہ اور دنیوی بادشاہ میں تھا ولی اللہ لوگوں کے دلوں پر حکومت کرتے ہیں۔

ہشام سے اس کے مصاحبوں نے پوچھا کہ یہ کونسی ہستی ہے کہ لوگ جس کا اس قدر احترام کرتے ہیں۔ ہشام نے انجان بن کر کہا کہ میں نہیں جانتا۔ حالانکہ وہ حضرت امام زین العابدین کو جانتے تھے۔ ناواقفیت کا یہ انداز سب لوگوں کو معلوم ہوگیا۔ بات چلتی چلتی ابو فراس تک پہنچی اور جب اِس کو پتا چلا اس ناواقفیت کا' تو اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہوگیا ابو فراس کے ساتھیوں نے پوچھا کہ کیا بات ہے!

تم نے بھینگے کی بات نہیں سنی! تو لوگوں نے کہا کہ "تم متعارف کرادو' ابو فراس نے سمندر کی طرح غضبناک حالت میں درج بالا اشعار (جس کا اردو ترجمہ لکھا گیا) فی البدیہہ کہے۔ یہی ہے وہ معروف ہستی جو حضرت امام حسین علیہ السلام کے بیٹے ہیں اور ان سے آپ علیہ السلام کی نسل پاک چلی ہے۔

ولادت: آپ علیہ السلام کی ولادت ۱۵ جمادی الاوّل ۳۸ھ بمطابق ۶۵۸ء کو مدینہ شریف میں ہوئی۔ دوسری روایت کے مطابق آپ کی پیدائش ۵۰ھ ہے۔ آپ علیہ السلام کی والدہ محترمہ شاہ ایران یزجرد بن کسریٰ کی بیٹی تھیں جو مسلمانوں کے فتح ایران و فتح کابل کے موقع پر یزجرد کے قتل ہونے پر مسلمانوں کو بطورِ غنیمت ملی۔ یہ تین بہنیں تھیں۔ سالار فوج کے حکم کے مطابق مال غنیمت کے ساتھ یہ تین بہنیں بھی آئیں۔ حضرت علیؓ کے مشورہ پر خلیفۂ وقت نے ان تینوں کی بولی لگائی۔ بولی اتنی تھی کہ کوئی نہ لے سکا۔ آخر حضرت علیؓ نے قیمت ادا کی اور کہا کہ جس کا جو جوان پسند ہو اسے اجازت ہے کہ اس سے شادی کرے۔ ایک بہن نے محمد بن ابو بکر صدیقؓ دوسری نے عبداللہ بن عمرؓ اور تیسری بہن نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو منتخب کیا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام شہر بانو کو اپنے گھر لے آئے۔ کچھ دن بعد مشرف بہ اسلام ہوئی حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان کو اسلامی تعلیم سے آراستہ کیا۔ اور اس کو غزالہٗ' سلافہ خولہ نام و لقب دیئے گئے۔ آپ کے بطن مبارک سے امام عالی مقام حضرت علی زین العابدین علیہ السلام پیدا ہوئے۔ علیؓ حسن و جمال میں لاثانی تھے۔ لیکن کمزور و ناتوان پیدا ہوئے۔ نگاہوں میں لطیف قسم کی چمک تھی۔ جو سادات میں اکثر پائی جاتی ہے۔ ان کی والدہ کو زچگی کے

دوران بخار چڑھا۔ علاج و تیمارداری کے باوجود بچ نہ سکی۔ اور اس دارِ فانی سے کوچ فرما گئیں۔ چنانچہ علیؓ کو ایک آزاد کردہ کنیز اُمّ ولدہ کے حوالے کر دیا گیا۔ یہ حضرت حسین علیہ السلام کی بھی اُمّ ولد تھیں۔ اس نے اپنے بچے کی طرح ان کی پرورش کی۔ زمانہ شعور میں بھی حضرت امام علی زین العابدینؓ کو پتا نہ چلا کہ ''یہ میری اپنی والدہ نہیں۔'' آپ علیہ السلام کے القاب سجاد اور زین العابدین ہیں۔ آپ علیہ السلام کثرت سے عبادت کرتے تھے۔ آپ علیہ السلام اپنے دوسرے بھائیوں کے ہمراہ مسجد نبویﷺ میں علم القرآن اور احادیث سیکھنے جاتے تھے۔ آپ علیہ السلام اپنے والد حضرت امام حسین علیہ السلام اور دیگر صحابہؓ اور تابعین کے علمی جلسوں میں شرکت کرتے تھے۔ آپ علیہ السلام نے علم کے بارے میں کبھی بھی جھجک محسوس نہ کی اور جہاں علمی بات ہوتی تھی، حاصل کر لیتے تھے۔ حضرت علیؓ سے علمی مہارت اور ذہانت رسول اللہﷺ سے ورثہ میں ملی تھی۔ آپ علیہ السلام کا قلبی رجحان قرآن پاک کے لئے وقف تھا اور اس کے اسرار و نقاط خوب سمجھتے تھے۔ کوئی لفظ بھی آنکھوں سے اوجھل نہیں تھا اور جب کلام پاک پڑھتے تھے تو اللہ تعالیٰ کے خوف سے لرزہ براندام ہو جاتے تھے۔

سانحہ کربلا اور حضرت علیؓ:

سانحۂ کربلا کے وقت آپ کی عمر ایک روایت کے مطابق گیارہ سال تھی۔ دوسری روایت کے مطابق بائیس سال تھی۔ دورانِ سفر آپ علیہ السلام بیمار ہوئے تھے۔ اور کربلا میں اتنے بیمار تھے کہ اکثر اوقات بیہوش ہو جاتے تھے۔ والد نے فرمایا' بیٹا! کس چیز کو جی چاہتا ہے؟ طلب کرو۔ جواب دیا ابا جان! بس میرا جی چاہتا ہے کہ میں ان لوگوں سے ہو جاؤں جو اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کرتے۔ بلکہ وہ خود ہی اس کے لئے تدابیر کرتا ہے۔ اس جواب پر والد گرامی علیہ السلام بہت خوش ہوئے اور جنگ میں نکلنے سے پہلے حضرت زینب کو یہ وصیت کی تھی کہ اس کو بچاؤ۔ لڑائی میں نہ آنے دینا۔ کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ختم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد کا سلسلہ اس سے جاری ہو۔ اس کے باوجود' یعنی آپ علیہ السلام بہت علیل تھے لیکن اپنی پھوپھی سے لاٹھی اور تلوار طلب کی تھی۔ والد نے پوچھا بیٹا! لاٹھی اور تلوار طلب کی تھی۔ والد نے پوچھا بیٹا! لاٹھی اور تلوار لیکر آپ علیہ السلام کیا کرو گے۔ عرض کی کہ تلوار سے لڑوں گا

اور لاٹھی سے اپنے بیمار جسم کو سہارا دوں گا۔

سانحۂ کربلا کے بعد آپ علیہ السلام کو کبھی کسی نے ہنستے نہیں دیکھا۔ دمشق پہنچنے پر آپ علیہ السلام سے کسی نے پوچھا ''کیف اصبحتم یاعلی و اھل بیت الرحمۃ؟''

(اے علی ؓ! آپ اور اہل بیت پر کیسی صبح و شام ہوتی ہے؟) جواب ملا:-

اصبحنا من قومنا بمنزلۃ قوم موسیٰ من ال فرعون یذبحون ابناءھم ویستحیون نساءھم فلا ندری صباحنا من مسائنا وھذا من حقیقۃ-

ترجمہ: ہماری صبح بھی ہماری قوم کے ہاتھوں ایسی ہوئی جیسی کہ قوم موسیٰ کی ال فرعون کے ہاتھوں ہوئی تھی۔ ان لوگوں نے ان لوگوں کے بچوں کو قتل کیا اور صرف عورتوں کو زندہ رہنے دیا۔ مجھے پتا نہیں کہ صبح و شام میں کیا فرق ہے۔

دمشق آنے سے پہلے حضرت امام عالی مقام حسین علیہ السلام کا سر مبارک اور اہل بیت کو لیکر کوفہ میں عبداللہ بن زیاد ملعون کے پاس پہنچایا گیا تو یہی وقت کھانے کا تھا۔ ابن زیاد ملعون اور اس کے ہمنوا دسترخوان پر بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کے سر کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور خوشی سے پھولے نہ سما رہے تھے۔ حضرت علی زین العابدین ؓ وہاں موجود تھے تو علی ؓ کے دل میں آرزو مچلنے لگی کہ کاش! ایک دن ایسا آجائے کہ میں بھی لوگوں کو کھانے پر مدعو کروں اور لوگ کھانا کھا رہے ہوں اور کوئی ابن زیاد کا سر میرے سامنے پیش کردے۔ آپ علیہ السلام نے اپنے رب سے سرگوشی کے انداز میں سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اپنی زندگی میں ابن زیادہ کا کٹا ہوا سر دکھا جبکہ میں بھی اسی طرح کھانے میں مشغول ہوں۔ اور یہی دعا تین سال بعد اللہ تعالیٰ نے منظور فرمائی۔

جب یزید مر گیا تو عراق میں ایک فرقہ توابین نام کا اٹھا۔ اس گروہ کا مقصد سانحۂ کربلا کے ذمہ داروں سے انتقام لینا تھا۔ اس گروہ کا امیر پہلے پہل سلیمان بن صدر تھا۔ ابن زیاد سے جنگ کی لیکن اس فرقہ کو شکست ہوئی اور سلیمان مر گیا۔ بعد میں اس گروہ کا سردار مختار ثقفی منظر عام پر آیا۔ اس نے قاتلین حسین کو چن چن کر قتل کردیا۔ جن میں عمرؤ شمر اور ابن زیاد شامل ہیں۔ مدینہ میں امام علی ؓ نے ایک دعوت دی تھی۔ جس میں اہل مدینہ کے غریب اور سب لوگ مدعو تھے جب آپ علیہ السلام لوگوں کو کھانا کھلا رہے تھے تو اسی اثنا میں مختار ثقفی کے آدمی نے

ابن زیاد ملعون کا سر نیزہ میں اٹھائے پیش کر دیا اور آپ علیہ السلام کے قدموں میں لاکر ڈال دیا۔ بنو ہاشم کی عورتیں چلمنوں کی طرف دوڑ پڑیں ایلچی نے جب سر آپ کے قدموں میں ڈالدیا تو آپ علیہ السلام نے آنکھیں بند کر دیں اور فرمایا اس مکروہ سر کو میرے سامنے سے دور کر دو۔ اور اس دن آپ علیہ السلام مسکرائے اور ہنسے بھی۔ جبکہ آج تک آپ علیہ السلام کو کسی نے ہنستے نہیں دیکھا تھا۔ آپ کی دعا مقبول ہوئی۔ اور اسی دن آپ کے اونٹوں نے شام سے پھل لائے تھے۔ آپ نے فرمایا جاؤ اور ان پھلوں کو اہل مدینہ میں تقسیم کر دو۔ اور جب یزید نے اہل بیت کو مدینہ واپس جانے کا حکم دیا تو اس وقت نماز باجماعت کا وقت ہو چکا تھا۔ علیؑ اور بنو ہاشم کے دوسرے بچے نماز پڑھنے مسجد گئے۔ ان لوگوں نے جب اہلِ بیت کے ان بچوں کو مسجد میں دیکھا تو بہت اصرار کر کے حضرت علیؑ کو مجبور کیا کہ مسجد میں تقریر کریں۔ مجبوراً لوگوں کی خواہشوں کا احترام کرتے ہوئے یزید نے اجازت دے دی۔ اور یہی ہاشمی نڈر نوجوان منبر پر چڑھا اور بڑی لمبی تقریر کی اور اہل بیت کے لوگوں پر ایک ایک احسان گنوا رہے تھے برابر بولتے گئے اور لوگوں کی آنکھوں سے آنسو جاری رہے۔ یزید کو اور کوئی صورت نظر نہ آئی تو مؤذن کو اذان کا حکم دے دیا۔ اور جب اذان شروع ہوئی تو منبر پر بیٹھے۔ امام زین العابدینؑ نے اللہ اکبر کے ساتھ فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز بڑی نہیں۔ اشہد ان لا الہ پر فرمایا بیشک میرا دِل خون، گوشت اور ہوش و حواس کی بھی یہی شہادت ہے۔ اشہد ان محمد رسول اللہ پر یزید سے مخاطب ہوئے فرمایا۔ ”یزید! یہ بتا یہ میرے نانا علیہ السلام تھے یا تیرے؟ اگر تو کہے کہ ”ہمارا نانا ہے تو تم جھوٹے ہو اور اگر کہے کہ واقعی میرا نانا ہے تو بتا تو نے آلِ رسول کو کیوں ذبح کیا؟ یزید بوکھلا گیا اور کوئی جواب نہ بن پڑا۔ اس اثنا میں اذان ختم ہوئی اور آپ علیہ السلام منبر سے اترے اور اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑے ہوئے۔ ابن زیاد اور یزید دونوں کی یہی خواہش تھی کہ یہ (امام علیؑ) بھی شہید ہو گیا ہوتا۔ لیکن مشیت ایزدی کے آگے کسی کا بس نہیں چلتا۔ اور اللہ تعالیٰ رسولِ خدا کی اولاد کا سلسلہ ان سے چلانا چاہتے تھے۔

شادی اور اولاد:

اور جب یہ لٹا لٹایا قافلہ مدینہ منورہ واپس ہوا تو سب ان کے شریک غم دھاڑیں مار کر

رور ہے تھے کچھ عرصہ بعد آپ علیہ السلام نے اپنے چچا حضرت حسن علیہ السلام کی بیٹی حضرت فاطمہ سے شادی کی۔ بعض روایات کے مطابق آپ علیہ السلام کی سات ازواج تھیں۔ لیکن باقی کے نام معلوم نہیں ہوسکے۔ ان کی اولاد (۱)امام باقر علیہ السلام (۲)عبداللہ (۳)حسن ؓ (۴)حسین ؓ (۵)زید الشہید ؓ (۶)عمر اشرف ؓ (۷)حسین الاصغر ؓ (۸)عبدالرحمٰن ؓ (۹)سلیمان ؓ (۱۰)علی ؓ (۱۱)محمد اصغر۔

بیٹیاں: (۱)خدیجۃ الصغریٰ رضی اللہ عنہا (۲)فاطمہ رضی اللہ عنہا (۳)عالیہ رضی اللہ عنہا (۴)ام کلثوم رضی اللہ عنہا۔

مدینہ شریف واپس آکر آپ ؓ امّ سلمہ سے ملے۔ انہوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی امانت صحف وصایا اور اسلحہ واپس کردیا۔ علی ؓ نے ان کو فروخت کردیا۔ اور حضرت امام حسین علیہ السلام پر ستر ہزار دینار قرضہ تھا۔ اس مال کو فروخت کرکے قرض حسنہ میں دے دیا۔ حضرت امام حسین کی جائیداد نجد میں تھی۔ اس چشمہ جس کا نام عین جدیہ تھا اور دوسرا چشمہ بھی تھا فروخت کردیا۔ اور حضرت امام حسین علیہ السلام کا قرضہ چکادیا۔ قرض کی ادائیگی کے بعد تمام وقت یادِ الٰہی میں گزارنے لگے۔ علمی مشاغل میں حصہ لیا کرتے تھے۔ تابعین کے ایک عالم زید ابن اسلم ؓ مسجد نبوی میں درس کیا کرتے تھے۔ آپ علیہ السلام اس درس میں شریک ہوجاتے تھے۔ آپ علیہ السلام کی ان کاوشوں کی بدولت آپ علیہ السلام علوم فقہ، قضاء وغیرہ علوم میں ماہر مانے جاتے تھے۔ عبادت و زہد میں آپ علیہ السلام کا نظیر نہیں تھا۔ اس لئے لوگوں نے آپ علیہ السلام کو زین العابدین اور سجاد کے القاب دیئے۔ آپ علیہ السلام کی کنیت ابوالخیر تین سید العارفین، ذکی الامین تھی۔ برکتیں حاصل کرنے والے لوگ آپ علیہ السلام کے ہاتھوں کو چومتے۔ مسجد نبوی میں لوگ نماز کے بعد آپ علیہ السلام کے ہاتھوں کو چومتے اور آنکھوں سے لگاتے۔ ان کا اعتقاد تھا کہ جس چہرے کو زین العابدین ؓ کے ہاتھ نے چھولیا وہ کبھی بوڑھا نہیں ہوتا۔ اور نہ آنکھوں کی کسی بیماری میں مبتلا ہوگا۔

شعر شاعری: آپ علیہ السلام شعر شاعری بھی فرماتے تھے۔ آپ علیہ السلام کی شاعری میں تصوف کا رنگ نمایاں ہے۔ لیکن افسوس کا مقام ہے کہ دیوان دستیاب نہیں درجہ ذیل اشعار مناقب الاصفیاء سے نقل کرتا ہوں۔ ایک مشہور کلام زینؔی کا مطلع ملاحظہ فرمائیں اِنْ نِلْتِ یَارِیْح

الصَّبا یومًا الیٰ ارض الحرم بلغ سَلامی روضة فیھا البنی المحترم.

ورب جوھر علم الوحو به
یقول لی افت مومن یعبد الوثنًا

ترجمہ: علم کے ایسے بہت سے جوہر ہیں اگر میں اسے ظاہر کروں تو یقیناً مجھے کہا جائیگا تیرے بت پرست ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

ویستحد رجال جاھلون دمی
یرون قبح مایؤمانه حسنًا

اور باطنی حقائق سے بے خبر لوگ میرے خون کو حلال کردیں۔ اور اپنی قبیح تر حرکت کو حقیقت سے دوری کی بنا پر بڑا حسن وکمال تصور کریں۔

غلاموں سے سلوک:

آپ علیہ السلام نے غلاموں کو خرید کر بیشمار مال خرچ کیا۔ آپ علیہ السلام کی آمدنی بڑی زبردست تھی۔ والدین کی وراثت میں زمین ملی۔ ان زمینوں پر کاشت کراتے تھے۔ مالِ غنیمت میں بھی ان کو حصہ دیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ بہت سے کارندے تجارت بھی کیا کرتے تھے۔ حجاز اور نجد میں زمین تھی۔ اس آمدنی کو اونٹوں کے ذریعے شام میں فروخت کرتے تھے۔ لیکن اپنی آمدنی کا بیشتر حصہ غلاموں کو خریدنے میں صرف فرماتے تھے اور آزاد کردیتے تھے۔ ان کا معمول تھا کہ مساکین اور غرباء کو کھانا کھلائیں۔ صدقہ خیرات کرتے تھے۔ آپ علیہ السلام کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد پچاس ہزار سے متجاوز تھی۔ غلاموں میں ایک غلام ایسا نہیں کہ جس کو ایک سال سے زیادہ رکھا ہو۔ انہوں نے ایک رجسٹر رکھا تھا جس میں غلاموں کی لغزشوں کا اندراج ہوتا تھا اور جب رمضان المبارک کی آخری رات یعنی عیدالفطر کی رات آجاتی تھی تو ان غلاموں کی ایک ایک لغزش شمار کراتے تھے۔ ان سے غلطیوں کا اعتراف کراتے تھے۔ پھر قبلہ رو کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں دعا مانگنے کے بعد ان کو آزاد کردیا جاتا تھا۔

عفو و درگذر:

اہل مدینہ کے ایک آدمی سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت امام زین العابدین سے

میری ملاقات مسجد نبوی میں ہوئی۔ میں گفتگو میں اس طرح بہکا کر ان کی شان میں گستاخی کر دی اس گستاخی پر ان کے غلام مجھ پر پل پڑے لیکن علی ؓ ابن حسین علیہ السلام نے انہیں ڈانٹ کر خبردار کیا کہ اس شخص کو ہاتھ نہ لگانا اور مجھے فرمایا گھبراؤ نہیں۔ تم نے جو کچھ کہا ہے وہ اس قدر ہے جو تم کو معلوم ہے لیکن اندرونی حالات اس سے خراب تر ہیں۔ تمہیں اگر کوئی ضرورت ہو تو بتاؤ ہم تمہاری مدد کریں گے۔ میں اس بات پر شرم سے پانی پانی ہو گیا اور اپنی سیاہ دھاری دار چادر اتار کر میرے حوالے کر دی اور حکم دیا کہ اسے ایک ہزار درہم دیئے جائیں۔ اس کے بعد میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کی اولاد ہیں۔

ایک دفعہ آپ علیہ السلام نے اپنے ایک غلام کو کسی کام پر بھیجا۔ اور غلام نے وہاں دیر کر دی۔ تو آپ علیہ السلام نے انہیں کوڑا مارا۔ حالانکہ آپ علیہ السلام بہت نرم دل تھے۔ کبھی اونٹ کو بھی کوڑا نہیں مارا۔ اس غلام کو غصہ آیا کہ خدا سے ڈرو آپ علیہ السلام نے کام کیلئے خود ہی بھیجا تھا اور اب مارتے بھی ہو۔ یہ الفاظ سن کر آپ علیہ السلام رو پڑے اور فرمایا ''جاؤ رسول اللہ ﷺ کے روضۂ اطہر کے قریب دو رکعت نماز پڑھو اور دعا کرو الٰہی علی ؓ ابن حسین علیہ السلام کی مغفرت فرما۔ اگر ایسا کیا تو میں تمہیں آزاد کرتا ہوں۔

ایک اور غلام کا قصہ یوں ہے کہ آپ کی زمینوں پر غلام کام کرتا تھا ایک روز اپنی زمینوں کو دیکھنے گئے تو زمینوں کی حالت بہت خراب تھی۔ اس غلام نے غفلت کا اعتراف کیا۔ اس کوتاہی پر امام علی ؓ بہت خفا ہوئے اور اس کو کوڑا مارا۔ غلام کو وہاں چھوڑ کر گھر پہنچے اور جب غلام حاضر ہوا تو آپ علیہ السلام کے ہاتھ میں کوڑا تھا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا ''یہ کوڑا لیکر اب مجھے مارو۔ لیکن غلام نے کہا ''غلطی میری تھی'' امام صاحب نے فرمایا ''کمبخت بدلہ لے لو'' غلام معذرت کر رہا تھا۔ آخر ہو نہ سکا تو انہوں نے فرمایا ''اگر تم انکار کر رہے ہو تو جاؤ میں نے تمہیں آزاد کر دیا۔ نیز وہ زمین بھی بخش دی۔

مدینہ میں یزید کی لہو لعب اور عیش و عشرت کی خبریں پہنچ رہی تھیں۔ نیز سانحۂ کربلا بھی لوگوں کو یاد تھا۔ لوگوں کے دلوں میں ایک آگ جل رہی تھی۔ چنانچہ اس کے خلاف ایک تحریک مدینہ میں اٹھی۔ اس کے گورنر اور بنو امیہ کے افراد کو لوگوں نے مدینہ سے نکال دیا۔ بیعت یزید منسوخ کر دی۔ یزید نے اہل مدینہ سے جنگ کرنے مسرف بن عقبہ کو روانہ کیا۔ اس کے ساتھ

بارہ ہزار فوج روانہ کردی۔ مسرف نے اہل مدینہ سے خونریز جنگ لڑی۔ کامیابی مسرف نے حاصل کی اور مدینہ میں قتل عام کر رہا تھا۔ نیز اس کی فوج مدینہ کو لوٹ رہی تھی۔ جنگ میں زیادہ تر آپ کے آزاد شدہ غلام لڑ رہے تھے۔ اور یہی غلام اکثر قتل ہوئے۔ مسرف نے لوگوں کو اس شرط پر بیعت لینے پر مجبور کردیا کہ وہ غلامِ یزید بنادیئے جائیں گے۔ اس کے بعد اگر کوئی بیعت کریں تو آزاد اور نہ کرے تو فروخت کردیئے جائیں گے۔ اس طرح قریش کے لوگوں کو لایا جاتا رہا۔ اگر وہ انکار کرتے تو گردن اڑا دی جاتی تھی۔ اس ضمن میں امام زین العابدین کو طلب کیا گیا ادھر مسرف کے دائیں بائیں مروان اور اس کا لڑکا عبدالملک کھڑے امام صاحب کی سفارش کر رہے تھے۔ لیکن مسرف نے کہا کہ خدا کی قسم میں تیری سفارش پر کبھی اس کو نہ چھوڑتا اگر یزید نے یہ نہ کہا ہوتا کہ اس کو زندہ رہنے دیا جائے مسرف نے ان کو بیعت کے لئے کہا۔ آپ نے فرمایا یزید مجھ سے کسی چیز کی بیعت لینا چاہتا ہے؟ زین العابدینؑ کا انداز ایسا تھا کہ مسرف پر ہیبت طاری ہوگئی اور کہا کہ اس شرط پر کہ آپ علیہ السلام ان کے بھائی اور چچا کی حیثیت سے رہینگے۔ اس کے بعد اپنی برابر کی جگہ پر بٹھایا اور کہا کہ اگر کچھ ضرورت ہو تو فرمائیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تمام لوگوں سے تلوار کھینچ لی جائے اور اٹھ کر واپس ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے اس کے شر سے امان کے طالب ہوئے۔ لوگوں نے کہا کہ ان کے آنے سے پہلے ان کے خاندان کو گالیاں دے رہے تھے۔ اور ان کے آنے کے بعد ان کا اکرام کیا کہا کہ میرا دل ان کے رعب سے ایسا دہشت زدہ ہوا کہ اپنے اختیار میں نہ رہا۔

وقت نے کروٹ بدلی۔ خلافت پر عبدالملک بن مروان براجمان ہوئے تو اہل مدینہ سے آنکھیں پھیرلیں۔ اور اس موقع کی تاک میں تھا کہ کس طرح مدینہ والوں کو عموماً اور حضرت امام زین العابدین کو زک پہنچائے۔ ایک دفعہ حج میں اکٹھے ہوئے دوران طواف عبدالملک نے حضرت زین العابدین کو دیکھ کر اپنے آپ کو نمایاں کردیا۔ لیکن وہ تو خشوع و خضوع کے ساتھ تکبیر پڑھتے ہوئے طواف کر رہے تھے۔ اس طور طریق سے عبدالملک پر بہت اثر ہوا۔ عبدالملک کا خیال تھا کہ زین العابدین ملنے آجائے گا۔ لیکن وہ تشریف نہ لائے تو اس نے حکم دیا کہ زین العابدین کو حاضر کیا جائے۔ جب امام صاحبؑ آئے تو اس نے کہا کہ تمہارے والد کو میں نے قتل نہیں کیا۔ کیا وجہ ہے کہ تم مجھ سے نہیں ملتے امام صاحب نے جواب دیا کہ میرے والد

بزرگوار علیہ السلام کے قاتل نے ہماری دنیا برباد کی۔ میرے باپ کی مظلومانہ شہادت سے اس کی آخرت تباہ ہوئی اگر تم بھی یہی پسند کرتے ہو تو شوق سے کر گزرو۔ عبدالملک کہنے لگا۔ میرا مطلب یہ نہ تھا۔ میں نے چاہا کہ اگر کوئی ضرورت ہو تو رجوع کرو۔ فرمایا بیت اللہ شریف میں اللہ تعالیٰ سے مانگا جاتا ہے۔ عبدالملک پیچ وتاب کھاتے رہے۔ حج کے موقعہ پر ہشام اور امام زین العابدین دونوں حرمین میں اپنی وقعت وفضیلت سے واقف ہوئے۔ پھر فرزوق شاعر نے حضرت امام زین العابدین کی مدح سرائی میں جو قصیدہ کہا وہ جلتی پر تیل کا کام کرگیا۔ جب حج سے دمشق واپسی ہوئی تو ہشام بن عبدالملک نے اور اس کے مصاحبوں نے عبدالملک کے کان بھرے۔ تو عبدالملک کو خطرہ پیدا ہوا کہ اس کی مقبولیت کا یہ عالم ہے ایسا نہ ہو کہ کل مجھ سے خلافت نہ چھین لے۔ لہٰذا اس نے مدینہ کے حاکم کو لکھا کہ امام زین العابدین کو پابہ زنجیر دمشق روانہ کردو۔ چنانچہ امام زین العابدین کے پاؤں میں زنجیر اور ہاتھوں میں ہتھکڑی اور گلے میں بھاری لوہے کی طوق ڈال کر اور اسی حالت میں دربارِ شاہی میں پیش کردیا۔ اس حالت میں بھی امام صاحب عبادت، درود وظائف میں مشغول تھے۔ محویت کا یہ عالم کہ انہیں پتا بھی نہ تھا کہ ان کے گلے میں طوق پڑا ہوا ہے۔ عبدالملک پر ہیبت طاری ہوگئی اور مصاحبین سے مشورہ طلب کیا۔ محمد بن مسلم زہری نے کہا کہ وہ عبادتِ الٰہی میں اس قدر غرق ہے کہ اسے اپنے آپ کا بھی پتا نہیں اور آپ بلاوجہ ہراساں و بدگمان ہوتے جا رہے ہیں۔ عبدالملک نے خود بھی محویت کو محسوس کیا۔ غرض امام زین العابدین کی رہائی کے احکامات صادر کئے۔ عبدالملک کے بعد ان کا بیٹا ولید برسرِ اقتدار آیا۔ اس نے عمر ابن عبدالعزیز کو مدینے کا گورنر مقرر کیا۔ جو بہت اچھے آدمی تھے۔ اور ہشام مخزومی کو برطرف کردیا جو کہ بہت بُرا آدمی تھا اور حکم دیا کہ اس کو مروان کے گھر کے سامنے کھڑا کردیا جائے اور لوگ اس سے اپنا بدلہ لے لیں۔ زین العابدین کے ساتھ اس کا رویہ بہت بُرا تھا تو اس کے دِل میں یہ خیال تھا کہ وہ یا اس کے دوست اسے قتل کردیں گے لیکن شام کے وقت امام صاحب تشریف لائے تو ہشام دہشت سے لرزنے لگا۔ لیکن امام علیؑ نے آ کر مصافحہ کیا اور کہا اگر تمہیں کوئی حاجت ہے تو بیان کرو۔ اگر سرکاری قرضہ ہے تو میں ادا کرنے کو تیار ہوں یہ سن کر ہشام پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا اور فرمایا ”اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ الخ“ اللہ تعالیٰ بہترین مواقع خوب سمجھتا ہے جن کو پیغمبری کے لائق سمجھتا ہے اسی کو پیغمبری دے

دیتا ہے۔ آیہ مذکور بوجہ تمثیل ہے کہ مراد حق زین العابدین میں وراثت و ملک ہے۔

وفات: ۹۴ھ بمطابق ۷۱۴ء کو ستاون سال کی عمر میں ولید بن عبدالملک کے دور میں مدینہ منورہ میں رحلت فرمائی۔ اور جنت البقیع میں حضرت امام حسن علیہ السلام کے پہلو میں دفن ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

یعنی روایت میں ہے کہ ولید بن عبدالملک نے آپ علیہ السلام کو زہر دیکر شہید کیا ہے واللہ اعلم۔

امام محمد باقرؓ

الیھم مکرمۃ تؤل
اذا ما قیل جدھم الرسول

تمام ذاتی شرافت ان کی جانب لوٹ جاتی ہے جب کوئی کہتا ہے کہ ان کے دادا رسول ہیں۔ درجہ بالا شعر کسی نے ان کی منقبت میں کہا ہے۔ آپ وہ ہستی ہیں کہ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ اے جابر! تم اس وقت موجود ہو گے جب میری اولاد میں ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ جس کا نام محمد بن علیؓ بن حسینؓ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کو نور و حکمت عطا فرمائے گا۔ تم اس سے ملے تو میرا سلام کہہ دینا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھجور کو چبایا اور حضرت جابرؓ کو دی اور ان کو فرمایا ''تم اس وقت موجود ہو گے جب میری اولاد میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کا نام میرا نام ہوگا اور والد کا نام علیؓ کا نام ہوگا اور اس کے دادا کا نام حسینؓ ہوگا یہ کھجور اس کے منہ میں دینا اور میرا سلام کہنا۔

امام محمد المعروف باقر ایسی ہستی تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے اتنا اہتمام کیا۔ آپ کا نام محمد بن علی بن حسین بن علی رضوان اللہ علیہم اجمعین ہے۔ آپ قریشی ہاشمی اور مدنی ہیں۔

کنیت ابوجعفر تھی۔ باقر آپ کا لقب ہے۔ عربی لغت میں باقر کے معنی شق کرنے والا (چیرنے والے ہے) چونکہ آپ بہت بڑے عالم تھے اور آپ علم ظاہر کو شق کر کے اس سے

باطنی رموز حاصل کرلیتے تھے۔ اس لئے آپ کا لقب باقر ہوا۔ آپ کے جلال و شخصیت کے منقبت میں ایک بزرگ شاعر فرماتے ہیں۔

شرف و ذات او بس ہمیں است
کہ رسولِ خُدا اب واِیں پسر است

آپ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت حضرت امیر المؤمنین حضرت امام حسن علیہ السلام تھیں۔

ولادت: آپ ؓ حضرت حسن ؓ کی بیٹی جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے صفر ۵۷ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ حضرت امام حسین ؓ کی شہادت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے تھے۔ یعنی سانحۂ کربلا کے وقت آپ کی عمر تین سال تھی۔ آپ نے علم و عرفان کی منزل بہت جلد طے کیں اور ولایت و طریقت اور علمیت کے آسمان پر صبح کے ستارے کی طرح چمکے۔ آپ نے تابعین کبار و بعض صحابۂ کرام کا زمانہ پایا اور ان سے علوم ظاہری و باطنی حاصل کئے ان میں حضرت جابر اور محمد ابن حنیفہ شامل ہیں۔ اور علوم ظاہری و باطنی میں یکتا ہوگئے۔ آپ سے کتاب و سنت کی تفسیر و تشریح میں بہت سے ارشادات منقول ہیں آپ نے آیت کریمہ **فمن یکفر بالطاغوت ویؤمن باللہ** کی تشریح فرماتے ہوئے کہا ''اور جس نے برأت ظاہر کی طاغوت سے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا'' **کلما شغلک من مشاهدة الحق فهو طاغوتک** حق کے مشاہدے سے جو چیز بھی تجھے پھیر کر اپنی جانب مشغول کرے وہ تیرا طاغوت ہے۔ تیری راہ کا وہ بت ہے۔ یہی ہے وہ باریک بینی اور ان کی علمیت کہ مشکل سے مشکل مسئلہ چند لمحوں میں حل کردیتے تھے۔ ایک شخص آپ کی نجی زندگی کے متعلق لکھتے ہیں کہ ایک رات کو حضرت امام محمد باقر درود و وظائف میں مشغول تھے اور رات کا جب پچھلا پہر شروع ہوا تو آپ روتے ہوئے اللہ کے مناجات کرتے ہوئے فرماتے ''الٰہی رات آگئی ہے اور دنیوی بادشاہوں کا اقتدار سو رہا ہے۔ آسمان پر ستارے بھی خوفزدہ ہیں۔ مخلوقات تمام کی تمام سوئی ہوئی ہیں۔ کائنات ساکت ہے اور مخلوقات آنکھیں بند کئے ہوئے پرسکون نیند میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ بنو

امیہ جن کے دروازوں پر دربان کھڑے پہرہ دے رہے ہیں اور حاجتمند جو کہ بنو امیہ کے در پر جو اپنی اپنی حاجات لے کر کھڑے تھے ان سے مایوس ہوکر اور اپنی حاجتوں سے دست بردار ہوکر اپنے گھروں میں سوئے ہوئے ہیں۔ رب العلمین تو حی القیوم ہے اور تو صمد ہے تجھے نیند نہیں آسکتی نیز نیند کی نسبت تیری جانب جائز نہیں۔ اور ان صفات کے باوجود تجھ سے غافل ہیں اور تجھے ابھی بھی نہیں پہچانے۔ وہ تیری نعمتوں کے اہل نہیں ہیں اے ذات الٰہی! تیرا در ہر وقت کھلا ہے اور تیرے نظام میں کوئی گڑبڑ نہیں۔ رات و دن اپنی ڈگر پر چلتے ہیں۔ تیرا در ان کے لئے ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔ جو تیرے حاجتمند ہیں اور آپ کے سامنے دست دراز کرتے ہیں۔ مومن اور غیر مومن آپ کے در سے خالی ہاتھ نہیں جاتا۔ کائنات کا ذرہ ذرہ تیری ثناء میں رطب اللسان ہے۔ اے اللہ! تو ہی دینے والی ہستی ہے۔ جو کسی بھی سائل کا مستحق سوال رد نہیں کرتی۔ خصوصاً جب مومن بندہ تجھے پکارے زمین و آسمان میں کوئی ایسا زور آور نہیں جو کہ تیرے در سے کسی کو منع کر سکے۔ اے میرے پروردگار! جو موت، حساب و کتاب اور قبر کو یاد کرتا ہو اسے تو دنیا میں جو خوشی بھی حاصل ہوتی ہے وہ پھیکی پڑ جاتی ہے۔ اور جب نامۂ اعمال کو یاد کرتا ہوں تو دنیا بے رنگ نظر آتی ہے۔ اے اللہ! تو ہی اپنی مغفرت سے نواز اور وہی عنوان بتا جس سے تجھے پکارا جائے۔ اور ایسی راحت عطا فرما جس میں موت بے عذاب ملے اور ایسی زندگی دے جس کے حساب میں سزا نہ ہو۔ (عربی میں مناجات سے ماخوذ)

ایک اور روایت ہے کہ اس وقت کے بادشاہ شاید ہشام بن عبدالملک تھا (کیونکہ آپ ان کے ہمعصر ہیں) نے آپ علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ اور اپنے دربار میں طلب کیا۔ جب آپ علیہ السلام بادشاہ کے دربار میں پہنچے۔ اچانک بادشاہ نے اٹھ کر آپ کی تعظیم کی اور آپ کو تکلیف دینے کی معذرت کی۔ نیز آپ کی خدمت اقدس میں نذرانہ پیش کیا۔ جب آپ دربار سے رخصت ہوئے تو ایک مصاحب نے پوچھا آپ نے تو ان کو ہلاک کرنے کا ارادہ کیا تھا اور ہلاک کرنے کی بجائے انعام و اکرام سے نوازا۔ اس کی کیا وجہ ہے! تو بادشاہ نے کہا جب وہ میرے دربار میں آئے تو میری آنکھوں نے دیکھا کہ اس کے دائیں اور بائیں دو ہیبت ناک

شیر گھڑے ہیں جو کہ منہ کھولے ہوئے ہیں اور زبان سے جیسے کہہ رہے ہوں خبردار! اگر ان کو بری نگاہ سے دیکھا تو چیر پھاڑ دیئے جاؤ گے۔ یہ ہیں ان کی کرامات اور روحانیت کا مرتبہ۔ ان کی کرامات، فضائل کے بہت واقعات ہیں طوالت سے بچنے کیلئے اختصار کیا۔

اولاد اور شادیاں: آپ کی بیوی کا نام اُمّ فردہ بنت قاسم بن محمد بن ابو بکر صدیق ؓ ہے۔ ان سے آپ علیہ السلام کے تین بیٹے پیدا ہوئے۔

(۱) امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ (۲) عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ (۳) ابراہیم۔ دوسری بیوی کا نام امّ حکیم بنتِ اسد بن مغیرہ ثقفی۔ ان سے ایک بیٹا علی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ تیسری بیوی لیلیٰ جن سے ایک بیٹی زینب رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ چوتھی بیوی کا نام معلوم نہیں۔ ان سے ایک بیٹی امّ سلمیٰ ہیں۔

وفات: آپ علیہ السلام کی زندگی زہد و عبادت میں گزرگئی اور آپ علیہ السلام نے ۱۱۴ھ میں اس جہانِ فانی سے رحلت فرمائی۔ جبکہ بعض روایات میں ۱۱۷ھ یا ۱۱۸ھ بتائی جاتی ہے۔ آپ علیہ السلام نے مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ آپ علیہ السلام نے امام حسین علیہ السلام اور اپنے والد بزرگوار علیہ السلام کی طرح ستاون سال کی عمر پائی۔ شیعہ کہتے ہیں کہ ہشام نے آپ کو زہر دے کر شہید کیا تھا۔

حضرت امام جعفر صادق ؓ:

آپ ؓ ایک عظیم الشان ہستی علم ظاہر و باطن کا منبع اور اولیائے عظام اور فقہائے امت کے امام و پیشوا ہیں۔ آپ فقیہ عالی مرتبت مجتہد تھے۔ قرآن عظیم اور احادیث پاک اور اجماع امت اور اصول اجتہاد کو مدنظر رکھ کر خود فقہی و دینی مسائل میں اجتہاد فرمایا کرتے تھے۔ ان کا فقہی اور اجتہادی تحقیقی فقہ جعفریہ سے بھی موسوم کیا گیا ہے۔ لیکن اہل تشیع اپنا تحریف شدہ اور خود ساختہ فقہ آپ کے نام سے منسوب کرتے ہیں۔ آپ ؓ اہلسنّت کے امام تھے۔ آپ ؓ امام اعظم ؓ ابو حنیفہ کے استاد اور مرشد تھے۔ طریقۂ صدیقیہ جو کہ نقشبندیہ سے موسوم ان حضرات کے سینوں سے پھیل چکا ہے۔ ایک مرتبہ سفیان ثوریؒ آپ کی زیارت کے لئے آئے اور کہا کہ

آپ کی زیارت کا متمنی ہوں۔ آپ نے جواب دیا فسد الزمان وتغیر الاخوان (زمانے میں فساد پھیل گیا اور لوگوں کی حالت بھی بدل گئی) آپ ﷛ ایک قادر الکلام شاعر تھے۔ ذیل میں مشتے بہ نمونۂ خروار آپ ﷛ کے دو اشعار پیش کئے جاتے ہیں۔

ذھب الوفاء ذھاف امس الزاھب　　　والناس بین حجائل وما ارب
یغشون بینھم المودۃ والوفاء　　　وقلوبھم مشحونۃ بعقارب

ترجمہ: وفا رخصت ہوچکی ہے اس جانے والے کل کی طرح جو جاچکا ہے۔ لوگ اپنی آرزوؤں کولیکر گوشہ نشین ہوچکے ہیں۔ ظاہر دوستی و وفا کا اظہار ہوتا ہے قلوب کا حال کچھ اور ہے۔ خودغرضی نے بچھو یکجا کر رکھے ہیں۔

ولادت: آپ حضرت امّ فردہ رضی اللہ عنہا جو حضرت ابو بکر ﷛ کی پڑپوتی تھیں۔ ان کے بطن سے ۱۷ ربیع الاوّل ۱۸۳ھ بمطابق ۷۰۲ء پیدا ہوئے۔ ایک روایت کے مطابق آپ علیہ السلام ۱۸۰ھ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ نیز آپ علیہ السلام جمعۃ المبارک کے دن مدینہ شریف میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ علیہ السلام کی والدہ امّ فردہ رضی اللہ عنہا بنت قاسم بن محمد بن حضرت ابو بکر صدیق ﷛۔ جبکہ آپ علیہ السلام کی نانی حضرت اسماء بنت عبدالرحمٰن بن ابو بکر صدیق ﷛۔ اس وجہ سے امام جعفر صادق علیہ السلام حضرت ابو بکر صدیق ﷛ کا ذکر بڑے فخر سے فرمایا کرتے تھے۔ آپ علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ **ولدنی ابو بکر مرتین** (مجھے ولادت میں حضرت ابو بکر سے دوہرے واسطے ہیں)

آپ علیہ السلام کا نام جعفر ﷛، کنیت ابو عبداللہ اور لقب صادق ہیں۔ آپ علیہ السلام امام باقر علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں۔ نیز محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ فاتح سندھ کے بہنوئی ہیں۔ حق گوئی اور بیباکی کی وجہ سے آپ ﷛ کا لقب صادق پڑ گیا۔ بڑے بڑے سرکشوں کے آگے کلمۂ حق سے گریز نہیں کرتے تھے۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ آپ کی خالہ کے بیٹے اور داماد بھی تھے۔ نیز آپ علیہ السلام کے شاگردوں میں ایک ہونہار شاگرد امام اعظم ﷛ تھے۔ آپ علیہ السلام دور طبقہ تبع تابعین میں سے تھے۔ تمام مشائخ اور پیشواؤں کی پیشوائی آپ علیہ السلام کو حاصل تھی۔ راہ طریقت میں سب سے آگے تھے اور اکثر طریقوں کا

سلسلہ آپ سے ملتا ہے۔

علمیت اور ارشادات:

آپ کے والد امام باقرؓ بہت بڑے عالم تھے۔ علم الحدیث اور فقہ آپ نے اپنے والد امام باقرؓ سے نیز اس وقت کے ممتاز ائمہ حدیث امام زہری حضرت قاسم بن محمد جو ان کے نانا تھے۔ نافعؓ عطاء بن ابی رباحؓ اور عروہ بن زبیرؓ سے علم حاصل کیا۔ آپ کے دور میں امیہ کا زوال اور عباسیہ کا عروج ہو رہا تھا۔ لیکن ان ہنگاموں سے آپ علیہ السلام کنارہ کش ہوکر عبادتِ الٰہی اور درس و تدریس نیز تبلیغ دین اور روحانی فیوض لوگوں کو پہنچاتے رہے۔ آپ کی برگزیدگی اور علمیت کا چرچا دُور دور تک پھیل گیا تھا۔ دور دراز کے علاقوں سے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنی علمی پیاس بجھاتے۔ آپؓ کے نامی گرامی شاگرد سفیانی ثوریؒ ابن جریحؒ، ابو عاصمؒ امام ابوحنیفہؒ امام مالکؒ، جابر ابن حیا طرطوسی ہیں۔ امام جعفرؓ اپنے نانا قاسمؓ، اپنے والد امام باقرؓ، عبید اللہ بن ابی رافعؒ، عروہ ابن زبیرؓ، عطاء و نافع وغیرہ سے حدیث روایت کرتے تھے۔ اور ان سے امام مالکؒ سفیان خاتم ابن اسماعیلؒ، یحیٰؒ، قطانؒ ابو عاصمؒ ابنیل نیز بہت سے لوگ آپ سے حدیث روایت کرتے تھے۔ اور ان کے ایک شاگرد جابر ابن حیان جو کسی تعارف کے محتاج نہیں، نے اپنی ایک کتاب جو دو ہزار صفحات پر مشتمل ہے، میں حضرت امام جعفر کے پانچ سو خطوط یکجا جمع کئے ہیں۔ آپ علیہ السلام اپنے وقت کے جید فقیہ تھے۔

ایک دفعہ آپ علیہ السلام نے اپنے عظیم شاگرد امام ابو حنیفہؒ سے سوال کیا۔ عاقل کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا جو خیر و شر میں تمیز کرے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا اس طرح تو چوپائے بھی تمیز کر سکتے ہیں۔ جو آدمی ان کو آب و دانہ دیتے ہیں اُن کو پہچانتے ہیں۔ جو کوئی بھی ان پر ڈنڈے برساتے ہیں ان کو بھی پہچانتے ہیں۔ امام اعظم نے لاجواب ہوکر استدعا کی آپ ارشاد فرمایئے۔ فرمایا عاقل وہ ہے۔ جو دو خیر میں امتیاز کرے نیز دو شروں میں بھی تمیز کرے تاکہ خیر الخیرین واھون الشرین (دو بھلائیوں میں بڑی بھلائی اور دو برائیوں میں کمزور برائی کا انتخاب کر سکے)

ایک دفعہ آپ علیہ السلام سے سوال کیا گیا فقیر جو صبر کرتا ہے وہ افضل یا امیر جو شکر نعمت

کرتا ہے وہ افضل ہے؟ آپ علیہ السلام نے جواب دیا وہ فقیر جو صبر کرتا ہے یعنی صابر ہے وہ افضل ہے کیونکہ فقر کے باوجود وہ خدا کی جانب حاضر رہتا ہے۔ مزید فرمایا عبادت بغیر توبہ کے کچھ بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عبادت سے پہلے توبہ کا ذکر فرمایا ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ التائبون العابدون (جو توبہ کرنے والے ہیں اور عبادت کرنے والے ہیں) مقامات کی ابتداء توبہ ہے انتہا عبودیت۔ اور جب ذکرِ خدا ہو تو پھر توبہ کا کیا سوال۔ خدا کے ذکر میں مشغول آدمی باقی تمام افکار اور اذکار سے غافل ہوتا ہے۔ اور اس کا محاصل صرف خداوند کریم کی ذات ہوتی ہے۔ اس بیان پر مزید تقریر کرتے ہوئے رموز و اسرار آشکارا کردیتے ہیں۔ فرمایا ''جو شخص نفس کا مجاہدہ کرتا ہے۔ نفس کی اصلاح کے لئے۔ اسے انعام و اکرام خداوندی حاصل ہوتا ہے اور جو شخص نفس کا مجاہدہ کرتا ہے خدا تعالیٰ کے مشاہدہ کے لئے۔ وہ خدا تعالیٰ کی لقاء کو پہنچتا ہے۔ اس طرح جنت و دوزخ اللہ تعالیٰ کی آزمائش ہے۔ دنیا میں جنت حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کاموں کے نتائج میں اللہ تعالیٰ کی رضا کا مشاہدہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر مسرت محسوس کریں اور پورا معاملہ خدا تعالیٰ پر چھوڑے۔ حضرت سفیان ثوریؒ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت جعفر صادقؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ریشمی جبہ اور چادر میں ملبوس تھے۔ ثوریؒ نے سوال کیا کہ جناب آپ کا لباس رفاہی نہیں۔ فرمایا ہاں زمانہ بدل گیا ہے۔ آپ نے جبہ کو الٹ دیا۔ اس کے نیچے کا جبہ کمبل کا تھا۔ اس کے بعد فرمایا ثوریؒ! یہ تو میں نے اللہ تعالیٰ کے لئے پہنا ہے۔ اوپر والا ان ظاہر بینوں کے لئے۔ اللہ والا لباس چھپادیا ہے اور ظاہری لوگوں کے لئے ظاہری لباس پہنا ہے۔

آپؒ کا ارشاد ہے۔ مومن وہ ہے جو اپنی ذات میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی رضا قائم رکھے اور عارف وہ ہے جس کو خدا تعالیٰ کی حضوری یوں ہوتی ہو کہ اپنا تصور باقی نہ رہے اور وہ مشاہدۂ حق میں غرق ہوجاتا ہے۔

ایک ارشاد ہے مَنْ عَرَفَ اللہ اعُرض مِمَّا سِوَاہ۔ جسے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوئی ماسوا اللہ سے کتراتا ہے۔

ایک دفعہ داؤد طائیؒ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آئے اور فرمایا ''اے ابن رسول اللہ! مجھے کچھ نصیحت فرمائیے میرا دل سیاہ ہوگیا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا تجھے اس

زمانے کے زاہدوں میں شمار کیا جاتا ہے تجھ کو میری نصیحت کی کیا ضرورت۔ داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا آپ تمام مخلوقات سے افضل ہیں۔ اور سب کو نصیحت کرنا آپ پر واجب ہے۔ امام جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اے ابا سلیمان! مجھے اس بات کا خطرہ ہے کہ میدان حشر میں کہیں میرے دادا جناب رسول اللہ ﷺ مجھ پر ہاتھ مارتے ہوئے یہ نہ فرمائے کہ تو نے اطاعت کا حق پورا ادا نہیں کیا کیونکہ حق کی پیروی کا تعلق نیت قوی اور نیت صحیح سے نہیں ہے۔ صحت تو اس وقت سمجھی جاتی ہے جبکہ منشائے حق اور رضائے حق میں مقبول ہو۔ جناب طائیؒ نے مقبولیت حضرت حق کا جب یہ مفہوم سنا تو بہت روئے اور فرمانے لگے۔ اے اللہ! یہ ذات مکرم جو روحانی امام روحانی امراض کے لئے شفاء اور جن کی ترکیب آبِ نبوت سے ہے جو برہان و حجت کی اصل ہے۔ جن کے دادا رسول ﷺ اور والدہ البتول ہے۔ جب ان کی حیرانی کا یہ حال ہے تو داؤد کی کیا وقعت جو اپنے معاملہ پر مطمئن ہو۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مشہور مرید حضرت بایزید بسطامیؒ کا بیان ہے کہ اس نے چار سو پیران طریقت کی خدمت میں حاضری دی۔ پھر فرماتے ہیں کہ اگر میں حضرت امام جعفر صادقؒ کی خدمت میں گیا نہ ہوتا تو اپنی منزل مقصود تک نہ پہنچتا۔ ایک دفعہ امام علیہ السلام نے حضرت بایزید بسطامیؒ کو فرمایا کہ طاق میں کتاب رکھی ہے اٹھا کر لے آؤ۔ تو بایزید رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی طاق کہاں ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ تعجب ہے اتنے دنوں یہاں رہے اور تمہیں طاق بھی معلوم نہیں بایزید رحمۃ اللہ علیہ نے معذرت سے کہا جناب! مجھے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سر اٹھانے جرأت کہاں ہوئی۔ نہ مجھے گردو پیش سے واسطہ ہے اور نہ میں ان چیزوں کے مشاہدے کیلئے آیا ہوں۔ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے بایزید رحمۃ اللہ علیہ کے اس انہاک کے بارے میں سنا تو فرمایا۔ معاملہ جب اس حد تک ہے تو تمہیں اجازت ہے۔ بسطام جاؤ تمہارا کام مکمل ہو گیا ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دو سال امام جعفر رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میسر نہ ہوتی تو یقیناً نعمان ہلاک ہو جاتا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی علمیت و روحانیت کے بہت سے واقعات ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی دور سے تعلق رکھتے تھے۔ نیز دنیائے اسلام کے نامور فقیہ اور محدث اس دور سے تعلق رکھتے تھے۔ اور جن میں اکثر

آپ کے شاگرد یا آپ ؓ کے شاگردوں کے شاگرد تھے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ' اسی طرح امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نام قابل ذکر ہیں جو آپ ؓ کے دونوں شاگردوں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک کے شاگرد ہیں۔

وفات: آپ علیہ السلام ۱۴۸ھ بمطابق ۷۶۵ء پینسٹھ سال اور سات مہینے کی عمر کے بعد ۱۵ شوال کو مدینہ منورہ میں رحلت فرمائی۔ اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

اولاد: آپ علیہ السلام کی کئی ازواج تھیں۔ ان میں ایک فاطمہ جس سے اسماعیل ؓ عبداللہ' ام زرہ پیدا ہوئے۔ دوسری کا نام حمیدہ خاتون تھا اس سے اسحاق موسیٰ کاظم ؓ' محمد المامون پیدا ہوئے۔ دیگر ازواج سے عباس' علی العریفی' اسماء' فاطمہ مسکین پیدا ہوئے۔

حضرت امام موسیٰ کاظم ؓ

چوں نیک و بد از خدائی دیدن
روئے از ہمہ خلق در کشیدند

(چونکہ تمام ایذا اور راحت خلق و تقدیر خدا کی جانب سے تصدیق کرتے تھے مخلوق خدا کے کردار کی طرف وہ رخ نہیں کرتے تھے) شاعر نے یہ شعر ایک ایسے موقع کے لئے کہا کہ جس وقت لوگوں کے مشورہ پر ہارون الرشید عباسی خلیفہ نے قلعی گرم کرکے آپ کے حلق میں انڈیلی تاکہ اس طریقہ سے آپ کو شہید کیا جائے۔ لیکن اس پر بھی آپ ؓ کو ہلاک کرنے میں کامیاب نہ ہوئے۔ آپ ؓ نے اپنے منہ سے قلعی نکال کر باہر ڈالی۔ اس سے پہلے اپنے کرائے کے اجرتی قاتلین سے آپ علیہ السلام کو تیر و تلوار سے قتل کرنا چاہتا تھا لیکن تیز دھار آلات بھی آپ ؓ کا بال بیگا نہ کر سکے یہ کمال تھا امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا جس کی وجہ سے کاظم علیہ السلام (غصہ پینے والا) آپ علیہ السلام کا لقب پڑ گیا اور سب لوگوں نے آپ علیہ السلام کو انتقام پر اکسایا تو آپ علیہ السلام نے جواب دیا انسان پر کچھ گزرتا ہے وہ سب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی ان کی نظر میں کوئی حقیقت نہیں تھی۔

آپ علیہ السلام طریقت کے امام، رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق کا نمونہ اور اپنے زمانے کے علماء اور صوفیاء میں افضل ترین شخص تھے۔

ولادت: ۷ صفر ۱۲۸ھ بمطابق ۷۴۵ء کو مدینہ منورہ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ علیہ السلام کی والدہ کا نام حمیدہ جو بربر قبیلہ سے تعلق رکھتی تھیں، تھا۔ آپ علیہ السلام امام جعفر علیہ السلام کے چوتھے فرزند اور پانچویں اولاد تھے۔ والد محترم کی وفات کے وقت آپ علیہ السلام کی عمر بیس سال تھی۔ آپ علیہ السلام کا نام موسیٰ، کنیت ابو الحسن او لقب کاظم تھا۔ والد محترم کی وفات کے وقت عباسی خلیفہ منصور کی حکومت تھی۔ اس نے کاظم علیہ السلام کے ساتھ کوئی واسطہ نہ رکھا اور بغداد شہر کی تعمیر میں لگا رہا۔ ۱۵۸ھ میں منصور کے وفات کے بعد اس کا بیٹا مہدی مسند نشین ہوا تو شروع میں اس کا سلوک امام کاظم علیہ السلام کے ساتھ بہتر تھا۔ لیکن چند سال کے بعد مہدی کو آپ علیہ السلام کی طرف سے بدظن کیا گیا اور جب مہدی ۱۶۴ھ حج کرنے حجاز گیا تو واپسی پر امام کاظم رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے ساتھ بغداد لے آیا اور قید کردیا ایک سال تک امام کاظم رحمۃ اللہ علیہ قید کی مصیبتیں برداشت کرتے رہے۔ اس اثناء میں مہدی نے ایک خواب دیکھا اور اس خواب سے امام کاظمؒ کی کرامت اس پر آشکارہ ہوئی۔ اور اپنی غلطی کا احساس ہوا اور آپ علیہ السلام کو آزاد کردیا اور عزت و احترام کے ساتھ مدینہ منورہ روانہ کردیا۔

۱۶۹ھ کو مہدی کی موت پر اس کا بیٹا ہادی تخت نشین ہوا۔ جس نے ایک سال ایک ماہ حکومت کی۔ ہادی کا دور پرسکون رہا۔ امام کاظمؒ کو نہ چھیڑا گیا۔ ۱۷۰ھ کو ہادی کی وفات پر اس کا بھائی ہارون الرشید تخت نشین ہوا۔ ہارون الرشید کی حکومت کے پہلے نو سال تو سکون سے گزرے۔ اور اس دوران کچھ نہ کچھ احترام کئے جاتا رہا۔ لیکن آپ علیہ السلام کی ولایت اور امامت کا شہرہ ہوچکا تھا۔ تمام عرب و عجم کے لوگ آپ علیہ السلام سے فیض حاصل کرنے آپ علیہ السلام کے دروازے پر جمع ہوتے تھے۔ ادھر ہارون الرشید کو خطرہ پیدا ہوا۔ اور اپنی سمجھ کے مطابق اپنی حکومت کے لئے ان کو خطرہ سمجھا۔ اس خطرہ کے پیش نظر اپنے وزیر یحییٰ برمکی سے مشورہ طلب کیا تو انہوں نے مشورہ دیا کہ اولاد ابو طالب میں سے کسی کو بغداد بلا کر صحیح حالات

معلوم کئے جائیں۔ تو ہارون الرشید نے آپ کے بھائی کے بیٹے علی ابن اسماعیل کو اپنے دربار میں طلب کیا اور انعام و اکرام سے نوازا۔ مورخین کا بیان ہے چونکہ اسماعیل امام جعفر صادقؑ کا بڑا بیٹا تھا۔ اس لئے علی بن اسماعیل امامت کا دعویٰ دار تھا۔ لہٰذا ہارون الرشید کو بتایا موسیٰ کاظمؑ نے مدینہ میں اپنی حکومت بنالی ہے اور مختلف ممالک سے آپ کو خرچ پہنچتا ہے اور آپ کا مقابلہ کرنے کی تیاری کر رہے ہیں۔

بہرحال ہارون الرشید کے اپنے جاسوسوں نے بتایا کہ عوام الناس کی کثیر تعداد آپ کے پاس آتی جاتی ہے۔ لہٰذا ان سے خطرہ محسوس کر کے ان کے قتل کا منصوبہ بنالیا۔ پہلے کرایہ کے آدمیوں سے ہلاک کرنا چاہا لیکن حملہ کرنے کے باوجود تیز دھار آلات نے کام نہیں کیا اور آپ علیہ السلام کی جلد کٹ نہ سکی۔ اس سے کچھ عرصہ بعد ہارون الرشید ۱۷۶ھ کو حج کے لئے حجاز آئے۔ اور مکہ سے مدینہ گئے اور جب روضۂ اطہر پر آیا تو کہا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَارَسُوْلَ اللّٰہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اِبْنَ عَمْ۔ ان کلمات کو بار بار دہراتا رہا۔ چونکہ ہارون الرشید حضرت عباسؓ کی اولاد میں سے تھے۔ اور حضرت عباسؓ رسولِ پاک علیہ السلام کے عم تھے۔ اس نسبت سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ''ابن عم'' پکارا۔ لیکن اسی اثناء میں موسیٰ کاظم روضۂ اقدس پر تشریف لائے اور زور سے بولے۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَااَبَتِ۔ ہارون الرشید نے جب امام کاظم علیہ السلام کو دیکھا اور یہ کلمات سنے تو اسے شدید غصہ آیا اور امام کاظم علیہ السلام کے ان کلمات نے ایسا اشتعال دلایا کیونکہ پہلے بھی بھرا بیٹھا تھا اور لوگوں نے اس کے کان بھرے تھے۔ غصے کی شدت سے اس کا رنگ فق ہوگیا۔ اور فوراً امام کاظم علیہ السلام کو گرفتار کر دیا اور لوگوں کے مشورہ پر قلعی گرم کر کے حلق میں انڈیلی۔ جو پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ پہلے آپ علیہ السلام کو بصرہ میں قید کیا تھا پھر بغداد کے زندان میں ڈال دیا۔ آخر ہارون الرشید سے صبر نہ ہو سکا۔ اور قید خانے میں آپ کو زہر دلوا دیا۔ جس سے تین دن تک آپ کو شدت کا بخار چڑھا۔ اور تیسرے دن قید خانے میں چار سال قید و بند کی صعوبتیں گزارتے ہوئے ۲۵ رجب ۱۸۳ھ بمطابق ۷۹۹ء کو اس فانی دنیا سے رحلت فرمائی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

آپ علیہ السلام نے پچاس سال عمر پائی۔ آپ علیہ السلام کو عزت و احترام کے ساتھ

ایک مقام پر جواب کاظمین شریفین کے نام سے مشہور ہے، دفن کیا گیا۔ آپ علیہ السلام مہدی، ہادی اور رشید کے دوروں میں ہو کر گزرے۔

سیرت و کرامت: آپ کی زندگی عبادت اور ریاضت میں بسر ہوئی۔ سیاسی کشمکش کی وجہ سے درس و تدریس کا سلسلہ جاری نہ رکھ سکے جو کہ آپ علیہ السلام کے اجداد کے زمانے میں جاری تھا۔ مجلس میں آپ علیہ السلام خاموش رہتے تھے۔ صرف پوچھنے پر جواب دیتے تھے۔ آپ علیہ السلام کی سخاوت کے قصے مشہور ہیں۔ غریب و فقراء کی خفیہ طور پر مدد کیا کرتے تھے۔ ان کو پتا بھی نہ چلتا کہ کس نے مدد کی ہے اکثر اوقات عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ تلاوتِ قرآن پاک خوش الحانی سے کرتے تھے۔ اور تلاوت کے دوران خود بھی روتے تھے اور سننے والوں کو بھی رلاتے تھے۔ پہلے ذکر کیا جاچکا ہے کہ آپ علیہ السلام کو غصہ ضبط کرنے کا ملکہ حاصل تھا۔ ایک دفعہ آپ علیہ السلام کے غلام کے ہاتھ میں گرم شوربا تھا۔ آپ علیہ السلام کے قریب سے گزر رہے تھے کہ گرم شوربا آپ علیہ السلام کے ہاتھ پر گر گیا۔ تو آپ علیہ السلام نے اس کو تیز نظر سے گھورا۔ تو غلام نے کہا وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ۔ اس آیت میں ارشاد ہے غصہ پی جانے والے کے لئے جنت رکھی گئی ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا اچھا جاؤ میرا غصہ ختم۔ تو غلام نے کہا وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ۔ یعنی معاف کرنے والوں کے لئے جنت ہے۔ امام نے کہا جاؤ معاف کیا۔ غلام نے تیسرا حصہ پڑھا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ۔ یعنی اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ آپ علیہ السلام نے غلام کو آزاد کر دیا۔

ایک دفعہ آپ علیہ السلام سے دریافت کیا گیا جب آپ نماز پڑھتے ہیں اور لوگ آپ کے سامنے سے گزر جاتے ہیں تو آپ کی نماز فاسد نہیں ہوتی؟ تو آپ علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں جس ہستی کی نماز پڑھتا ہوں وہ گزرنے والے کی نسبت قریب تر ہوتی ہے۔ ایک دن مامون الرشید جو کہ ہارون الرشید کے بیٹے تھے۔ آپ سے پوچھا آپ اپنے آپ کو ذریت رسول ﷺ کیوں کہتے ہیں تم تو علیؓ کی اولاد سے ہو؟ اور نسبت دادا سے ہوتی ہے نہ کہ نانا سے۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے جواب دیا۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ

الرَّحِیۡمِ– وَمن ذریتہٖ داؤد سلیمٰن وَ ایوب و موسٰی و ھارون وَ کذالک الخ–

ترجمہ: میں پناہ مانگتا ہوں اس شیطان سے جو کہ رجیم ہے اور اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو کہ نہایت رحم والا اور مہربان ہے۔ اور ان کی اولاد سے سلیمان علیہ السلام' ایوب علیہ السلام' یوسف علیہ السلام' موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہم السلام اور اس طرح ہم نیک لوگوں کو بدلہ دیتے ہیں اور ذکریا علیہ السلام' یحیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام بھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ذریت نساء میں ماں کی طرف لاحق کیا اس طرح ہم بھی ذریت محمد سے ملحق ہیں۔ ماں کی طرف سے یعنی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ اس طرح یہ آیت **فمن حاجک فیہ من بعد ماجاءک من العلم فقل تعالوا ندع ونساء قاونساء ابناء نا وابناء کمالخ–**

ترجمہ: جو کوئی بھی دین کے معاملے میں آپ سے جھگڑتا ہے تو ان کو کہہ دیں کہ لے آؤ اپنے بیٹوں کو اور ہم لے آئیں گے اپنے بیٹوں کو اور بیویوں کو اور تم اپنی بیویوں کو اور خود ہم اور خود تم پھر بددعا دیں گے اور لعنت بھیجیں گے اللہ تعالیٰ کی ظالموں پر۔ بس حضرت مباہلہ کے وقت بجز فاطمہ ؑ' علی ؑ' حسن ؑ اور حسین ؑ اور کسی کو نہیں لایا۔ **وھما لیس ابناھو**– یہ کہہ کر مامون الرشید کو مطمئن کر دیا۔

حسین ابن عبداللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے سوال کیا بتائیے اس وقت امام کون ہے؟ فرمایا مانو تو کہوں۔ ابن عبداللہ نے کہا کیوں نہیں آپ بتائیے۔ امام صاحب نے فرمایا میں ہوں ابن عبداللہ نے کہا کہ اس کی دلیل کیا ہے؟ موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا سامنے ببول کا درخت ہے جاؤ اور اس سے کہو تمہیں موسیٰ کاظم بلاتے ہیں۔ حسین بن عبداللہ کہتے ہیں میں نے ایسا کیا۔ میری آنکھں نے تحیر خیز منظر دیکھا کہ زمین پھٹتی گئی اور درخت بڑھنے لگا اور سید امام کاظم ؑ کے سامنے حاضر ہو گیا۔

ازواج و اولاد: آپ کی ایک زوجہ کا اسم گرامی ام البنین جن کا لقب طاہرہ تھا۔ باقی ازواج کے نام معلوم نہیں۔ شاہان وقت کی قید کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے ان کو کثیر الاولاد سے نوازا ہے۔

بیٹے: (۱) امام علی ؓ (۲) قاسم ؓ (۳) ہارون ؓ (۴) محمد ؓ (۵) اسحاق ؓ
(۶) حسن اصغر (۷) ابراہیم ؓ (۸) اسماعیل ؓ (۹) حسن اکبر (۱۰) حمزہ ؓ (۱۱) عبداللہ ؓ

(۱۲)فضلؓ (۱۳)عباسؓ(۱۴)جعفرؓ (۱۵)احمدؓ (۱۶)عبداللہؓ(۱۷)زیدؓ
(۱۸)حسینؓ (۱۹)سلمانؓ

بیٹیاں: (۱)فاطمہ کبریٰ (۲)فاطمہ صغریٰ (۳)رقیہ (۴)حکیمہ (۵)رقیہ صغریٰ (۶)کلثوم
(۷)امّ جعفر (۸)البابہ(۹)زینب (۱۰)خدیجہ (۱۱)عالیہ (۱۲)آمنہ (۱۳)حسنہ (۱۴)بریۃ
(۱۵)ام سلمہ (۱۶)میمونہ (۱۷)ام کلثوم (۱۸)ام بیہا

آپ علیہ السلام کی کل سینتیس اولاد بتائی گئی ہے۔ جن میں انیس بیٹے اور اٹھارہ بیٹیاں ہیں۔

حضرت امام علی رضاؓ

قبر امام ہشتم سلطان دین رضا   از جان بوس و بردر آن بارگاہ باش
حافظ طریق بندگی شاہ پیشہ کن   وانگا در طریق چو مردان راہ باش
(حافظ شیرازیؒ)

آپؓ ایک پہنچے ہوئے ولی اللہ ایک جید عالم صاحب کشف و کرامات اور ائمہ اثناء عشرہ کے آٹھویں امام تھے۔ آپؓ کا نام آپؓ کے دادا کے نام پر علی تھا۔ رضا آپ علیہ السلام کا لقب تھا۔ کیونکہ آپ کی زندگی کا محور اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنا تھا۔ ابن بابویہ سے روایت ہے۔ حضرت محمد الجواد تقی (جو کہ آپ کے بیٹے ہیں) سے دریافت کیا گیا کہ آپ کے والد محترم جو کہ مامون الرشید عباسی خلیفہ کے ولی عہد تھے اور مامون الرشید نے یہی خطاب آپ کو دیا تھا۔ آپ نے جواب دیا بخدا یہ جھوٹ ہے۔ بلکہ حق تعالیٰ نے میرے باپ کو رضا کے لقب سے نوازا۔ آپ کی کنیت ابوالحسن تھی۔

ولادت: جس سال حضرت امام جعفر صادقؓ نے وفات پائی۔ آپ اسی سال پیدا ہوئے۔ یعنی ۱۱ ذی القعدہ ۱۴۸ھ بمطابق ۷۶۵ء کو آپ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ گرامی کا نام ام البنین جن کا لقب طاہرہ تھا۔ ایک دوسری روایت کے مطابق آپ کی والدہ کا نام حیدریہ تھا۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم جو تقریباً تین سال تک آپؑ اپنے والد محترم حضرت امام موسیٰ کاظمؑ سے پڑھتے رہے۔ چونکہ امام موسیٰ کاظم کی زندگی کا کچھ حصہ ہارون الرشید کی قید میں گزرا۔ اس لئے آپ مدینہ منورہ میں جید علماء کے زیر سایہ علم کے مختلف منازل طے کرتے چلے۔ یہاں تک کہ آپ ظاہری علوم میں طاق ہوئے۔ تصوف میں اپنے والد محترم کے مرید تھے۔ اور تصوف کے دریا میں آپ اس طرح غوطہ زن ہوئے کہ جب ابھرے تو اعلیٰ مقام پر فائض تھے۔

علمیت، کرامات و سیرت:

امام احمد بن حنبل لکھتے ہیں کہ جب امام علی رضا نیشاپور تشریف لائے تو حافظ حدیث ابو ذرعہ اور امام ابو مسلم طوسی نے آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر التجا کی کہ آپ اپنے آبا واجداد کے واسطے جو سند حدیث حاصل ہوئی ہے اس کے حوالے سے حدیث بیان فرمایئے۔ تو امام علیؑ رضا نے ایک بڑے اجتماع میں جس کی تعداد بیس ہزار تھی کے سامنے اپنے والد ماجد سے لیکر حضور پاکﷺ تک مرفوعاً حدیث بیان کی۔

امام حنبلؒ لکھتے ہیں: **ولو قری ھٰذا الاسناد علی مجنون لافاق من جنونہ**— یہ اسناد اگر مجنون کو سنائے جاتے تو اس کو افاقہ ہوجاتا۔ چونکہ آپ علیہ السلام ایک جید عالم تھے۔ اس لئے آپؑ کے والد گرامی حضرت امام کاظم علیہ السلام لوگوں کو اپنی زندگی میں فرماتے تھے کہ مسائل میں امام علی رضاؑ کی طرف رجوع کرو۔ محمد بن عیسیٰ العطیفی سے روایت ہے کہ لوگوں نے جو مسائل تحریر کرکے آپ سے پوچھے تھے ان جوابی تحریروں کو میں نے اکٹھا کیا تو ان مسائل کی تعداد اٹھارہ ہزار تک پہنچ گئی یہ تھی آپ علیہ السلام کی علمیت۔

ایک دفعہ آپ علیہ السلام وعظ فرمارہے تھے تو لوگوں سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کا بدن بمثل ایک ملک بنایا ہے اور اس ملک کی بادشاہت دل کو دی ہے۔ معدہ اس کا خزانہ ہے۔ دربار عام سینہ ہے۔ غلام و ملازم جسم کی رگیں ہیں۔ ہاتھ بمثل دو غلاموں کے ہیں۔ دونوں پیر سواری کیلئے جو بادشاہ کو اپنی پشت پر سوار کرکے اٹھائے ہوئے ہیں۔ دونوں آنکھیں محافظ و نگران کے طور پر فرائض انجام دیتی ہیں۔ دونوں کان پہرہ دار ہیں مملکت کے ارد گرد کے حالات سن کر بادشاہ تک پہنچاتے ہیں۔ دل جو مملکت کا بادشاہ ہے بہت ہی صابر اور سنجیدہ ہے۔

کان جو کچھ سنتا ہے بادشاہ کے پاس پہنچا دیتا ہے۔ بادشاہ تھوڑی تامل کے بعد زبان کے ذریعے جو دل کی ترجمان ہوتی ہے فرمان نافذ کرتا ہے۔ ناک بمنزل دروازے کے ہے۔ اگر کوئی بدبو اس کے ذریعے داخل ہوتی ہے تو زبان ہی اس دروازے کو بند کر دیتی ہے تاکہ بدبو بادشاہ تک نہ پہنچے۔ بادشاہ کے لئے کچھ ثواب بھی ہے مثلاً دل کو اطمینان ثواب کے کاموں سے ملتا ہے۔ اس کا اظہار بھی چہرہ دیتا ہے۔ اس طرح عذاب کی کیفیت غم ہے۔ اس کا اظہار بھی چہرے سے ہوتا ہے اور اندوہ میں زردی چھا جاتی ہے۔

ایک دفعہ جب آپ علیہ السلام مامون کے ولی عہد تھے۔ مرو میں قحط کے آثار نمودار ہوئے ایک مدت سے بارش نہیں ہوئی۔ اس لئے لوگوں کے بیحد اصرار پر امام ؑ نمازِ استسقیٰ پڑھنے تشریف لے گئے۔ آپ ؑ سفید لباس اور عمامہ پہن کر استسقا کی امامت کے لئے گئے۔ آپ علیہ السلام نے اس شان سے نماز پڑھی کہ نماز ہی کے دوران لوگ رونے لگے۔ نماز کے بعد آپ علیہ السلام نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ ابھی دعا کے الفاظ تمام ہی نہیں ہوئے تھے کہ بادل چھا کر بارش شروع ہوئی۔ ایسی بارش برسی کہ دریاؤں میں سیلاب آ گیا اور لوگ طوفان سے گھبرا کر آپ کے در پر دعا کے لئے ملتمس ہوئے آپ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے بارش بند فرمادی۔ آپ علیہ السلام کے مخالفین چہ میگوئیاں کرتے رہے۔ سب جمع ہوکر مامون کے پاس گئے اور کہا کہ اتفاقیہ بارش کی وجہ سے لوگوں نے اس کو اپنا پیشوا اور امام تصور کیا ہے اور آپ نے بھی اسے ولی عہد بنا کر اس کو عزت بخشی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تمہاری زندگی میں تم سے حکومت نہ چھین لے۔ ان میں ایک حمید ابن مہران جو کہ مامون الرشید کے مقربین خاص میں تھے۔ اور امام علی رضا کے سخت مخالف تھے۔ دربار میں اٹھا اور مامون سے اجازت چاہی کہ میں امام رضا کے ساتھ مباحثہ کر کے لوگوں پر یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ جو اس کے بارے خوش فہمی میں مبتلا ہیں تو یہ ان کی عقائد کی کمزوری ہے۔ اس طرح مامون نے اپنے چند وزیروں مشیروں کی ایک مخصوص مجلس منعقد کی اور اس مجلس میں حضرت امام عالی مقام امام رضا علیہ السلام کو بھی مدعو کیا گیا۔ امام رضا جب مجلس میں آئے تو مامون نے اٹھ کر ان کی تعظیم کی اور قریب جگہ دے دی حمید ابن مہران اٹھ کر امام رضا کو مخاطب کیا کہ لوگوں کے ذہنوں میں آپ کے بارے میں غلط خیالات پیدا ہوگئے ہیں۔ کیونکہ اس دن جو بارش ہوئی تھی وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہوئی تھی

امام رضا نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ کی طرف سے بارش ہوئی تھی اور میں خدا کا برگزیدہ ہوں۔ اس پر حمید نے ایک طوفانِ بدتمیزی برپا کیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ قدرت بخشی ہے تو جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مردہ پرندوں کو زندگی بخشی ہے اس طرح دربار میں بچھی ہوئی قالین پر جو شیروں کی تصویریں ہیں' ان کو زندہ کر کے دکھا۔ تا کہ سب پر جھوٹ اور سچ واضح ہوجائے۔ امام علیہ السلام نے اپنی یہ توہین بھی برداشت کی لیکن جب حمید کے تقاضے اور بڑھے تو ان کو جلال آ گیا اور اسی جلالی انداز میں قالین کو گھورتے ہوئے فرمایا۔ اے شیرو اٹھو! اور دشمنِ خدا تعالیٰ اور رسول کو نگل جاؤ۔ شیر اللہ تعالیٰ کے حکم سے اٹھے جو قالین پر تصویریں تھیں اللہ تعالیٰ نے سچ مچ شیروں میں بدل دیئے اور حمید پر حملہ آور ہوئے اور اس کو چیر پھاڑ کر کھا گئے۔ تمام دربار میں موجود لوگوں نے خوف کے مارے آنکھیں بند کرلیں۔ اور جب مامون کو ہوش آیا تو آپ ؑ کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے ہوئے کہا خدا کا شکر ہے کہ حمید کے شر سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں محفوظ رکھا اس واقعہ کے بارے میں ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

ان کو دشوار ہے کیا بدلیں جو تقدیروں کو
زندہ کردیتے ہیں جو شیروں کی تصویروں کو

مناقب الاصفیاء مولفہ مخدوم شاہ شعیب نے ایک اور واقعہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے کہ خلیفہ وقت نے جب ان کے ساتھ دشمنی کا ارادہ کرلیا تو ایک رات جب رات کا نصف گزر چکا تو آپ نے اہلیہ کا ہاتھ پکڑ کر اس سے کہا کہ آنکھیں بند کردیں اور جب انہوں نے آنکھیں کھولیں تو طوس کے بیابان میں تھے۔ یہ وہی جگہ ہے جسے مشہد اشرف امام علی رضا ؑ کہتے ہیں۔ اور جہاں ان کا روضہ مبارک ہے۔ یہاں پر چنار کا برسوں پرانا درخت تھا۔ جس کے نیچے دونوں بیٹھ گئے اور اللہ تعالیٰ نے اس درخت کو پھر ہرا کردیا جو کہ اب بھی مشہور ہے اور وہی درخت ابھی تک موجود ہے اور اب تک تر و تازہ ہے۔ ایک چرواہا جو جنگل میں بکریاں پال رہا تھا ان کے قریب آیا اور دیکھا کہ برسوں پرانا درخت سوکھا ہوا تھا ہرا ہو چکا ہے۔ اس کے نیچے وہ دونوں بیٹھے ہیں۔ امام علیہ السلام کے چہرہ مبارک سے تمام جنگل منور ہو رہا ہے اور اس پر کچھ گھبراہٹ طاری ہوگئی تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کیفیت دیکھی تو فرمایا کہ کچھ دودھ قیمتاً دے دو" چرواہے نے جواب دیا کہ سب بکریاں سوکھی ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا جو بکریاں

تیری ملکیت ہیں وہ لے آؤ۔ چرواہے نے ایک بکری لائی۔ آپ علیہ السلام نے اس پر ہاتھ پھیرا تو بکری دودھ دینے کے قابل ہوگئی۔ لیکن برتن نہ ہونے کی وجہ سے امام صاحب علیہ السلام نے ایک پتھر اٹھایا اور وہ موم کی طرح ہوگیا۔ امام صاحبؓ نے اس کو موڑ کر پیالی بنائی اور حسب ضرورت دودھ لیا۔ پھر بکری چرواہے کو واپس کردی۔ اس طرح امام رضا علیہ السلام نے پانی کے بارے میں پوچھا تو اس نے دُور پہاڑ کی طرف اشارہ کیا کہ وہاں چشمہ ہے امام صاحبؓ نے اس طرف ہاتھ اٹھایا اور پھر اپنی طرف موڑ لیا۔ ایسے جیسے کچھ کھینچ رہے ہیں۔ ایک گھنٹہ کے بعد وہ چشمہ آپؓ کے قدموں میں بہہ رہا تھا۔ وہی جشمہ ابھی تک جاری ہے۔ چرواہے نے جب یہ حیرت انگیز واقعات دیکھے تو واپس طوس شہر گیا اور لوگوں سے یہ واقعات بیان کیے۔ تمام شہر آپؓ کی زیارت کے لئے امنڈ آیا اور آپؓ نے شہر چلنے کے لئے کہا۔ فرمایا جو چاہتا ہے یہیں رہ جائے اور سکونت اختیار کرے۔ اس طرح آ کر لوگوں نے اس شہر کو آباد کردیا۔ اب طوس میں تھوڑی سی آبادی رہ گئی۔ باقی تمام یہاں آ کر آباد ہوگئی۔ اور مقدس شہر مشہد کی بنیاد پڑگئی۔ مشہد اس لئے مشہور ہے کہ امام صاحب علیہ الرحمۃ نے یہاں مشہود فرمایا یعنی حاضر ہوئے۔ (مناقب اصفیاء صفحہ نمبر ۱۵۶) اور چونکہ یہاں پر شہدائے کرام کے مزارات ہیں اس لئے اسے مشہد کہتے ہیں۔

اہل طریقت کے آپ امام اور مقتدیٰ ہیں۔ آپؓ اپنے والد امام موسیٰ کاظمؓ کے خلیفہ ہیں۔ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ آپ علیہ السلام کے ترتیب یافتہ مرید ہیں۔ اس طرح خواجہ بایزید بسطامیؒ پہلے پہل آپ علیہ السلام کے دادا جناب امام جعفر صادقؓ کے مرید تھے۔ لیکن امام علی رضا علیہ السلام سے مزید معرفت کے منازل طے کیے۔ جو آپ نے بایزیدؒ کو طریقت کی انتہا تک پہنچایا۔

اہل طریقت جب معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کرتے ہیں تو فخریہ یہ کہتے ہیں۔ آں پروردۂ علی رضا۔ یعنی وہ ذاتِ گرامی جن کی پرورش علی رضا علیہ السلام نے کی۔

عہد عباسیہ اور امام علی رضاؓ

آپؓ کے والد گرامی نے ہارون الرشید کی قید میں وفات پائی۔ مامون الرشید نے جب

عنانِ حکومت سنبھالی تو علویوں نے جگہ جگہ بغاوت شروع کردی اور مختلف جگہوں پر اپنی حکومت بنالی ۱۹ھ سے لیکر ۲۰۰ھ تک علویوں نے جگہ جگہ شورش پھیلا رکھی تھیں۔ آخر مامون الرشید کے سالار روما نے ان پر قابو پالیا اور اپنے امراء اور درباریوں سے مشورہ کیا کہ آخر کیا ترتیب رکھی جائے کہ مستقبل میں ان شورشوں سے نجات حاصل ہوجائے۔ تو امراء نے مشورہ دیا کہ اہل بیت سے ولی عہد لیا جائے تو یہ شورشیں مستقل طور پر ختم ہوسکتی ہیں چنانچہ امام علی رضا کو اپنا ولی عہد چن لیا اور اپنی بہن ام حبیبہ سے ان کی شادی کردی۔

وفات: بعض مورخین کا خیال ہے کہ یہ ولی عہدی صرف دکھاوے کیلئے تھی۔ صرف شورشوں کو ختم کرنا چاہتا تھا اور جب مامون الرشید ۲۳ ذیقعدہ ۲۰۳ھ کو کوفہ روانہ ہوئے تو طوس کے مقام پر انگور کھانے سے طبیعت خراب ہوئی اور طوس ہی میں وفات پاگئے اور نزدیک آپؑ کے بنائے ہوئے شہر مشہد میں دفن کیے گئے۔ آپ کی اچانک موت زہر ہی کا نتیجہ تھی۔

اولاد: آپؑ نے پچپن سال کی عمر پائی جبکہ دوسری روایت کے مطابق چالیس سال عمر پائی۔ آپ علیہ السلام کی کئی ازواج تھیں۔ صرف دو کے نام معلوم ہوسکے۔ ایک ام حبیبہؑ دوسری سبیکہ (خیزران)

بیٹے: محمد الجواد تقیؑ، محمد فاتحؑ، جعفرؑ، حسنؑ، ابراہیمؑ، حسینؑ۔

ایک روایت ہے کہ امام علی رضا کے روضہ مبارک مشہد میں ہیرے جواہرات کے ٹکڑے چسپاں کیے تھے۔ ایک دفعہ ایک ایرانی نے دانت سے ایک ٹکڑا علیحدہ کرنا چاہا۔ اس کے دانت جواہرات سے چپک گئے۔ لوگوں نے کوشش کی کہ آزاد ہوجائے لیکن آخر دانت سے اسے ہاتھ دھونے پڑے یہی نشانی ہوتی ہے اولیاء اللہ کی۔ اس کے بعد آپؑ کے مزار کے گرد سات دھاتوں کی جالی بن دی گئی۔

حضرت امام محمد الجواد تقیؓ

لیس لی ذنب لمن قال لی یا عبد او یا اسود
انما الذنب هو الذی تنسبی طلعت وهو الذی لا یحد

درجہ بالا اشعار محمد الجواد تقیؑ کے ہیں اور انہی اشعار کو ایک ایسے موقع پر کہہ گئے ہیں کہ ایک دن ایک حمام کی جانب آپ علیہ السلام بیٹھے تھے کہ ایک فوجی آیا اور آپ علیہ السلام سے کہا کہ اے اسود اپنی جگہ سے اٹھ اور میرے سر پر پانی ڈالو۔ نیز مجھے نہلاؤ آپ علیہ السلام اسی لشکری کے ساتھ گئے اور اس فوجی کے سر پر پانی ڈالا۔ اس اثناء میں ایک اور شخص آیا جو کہ امام صاحب علیہ السلام کو جانتے تھے۔ تو اس نے چیخ کر اس لشکری کو کہا کہ تم ہلاک ہو گئے۔ کیونکہ تم نے ابن رسول اللہ ﷺ سے خدمت لی۔ یہ سنکر اس فوجی نے نیچے ہوکر آپ علیہ السلام کے پاؤں مبارک چوم لئے۔ اور معافی کا خوستگار ہوا۔ اور یہ بھی کہاہ جب میں نے آپ علیہ السلام کو پانی ڈالنے کے لئے کہا تو تم نے انکار کیوں نہیں کیا؟ اس پر امام محمد الجواد تقی علیہ السلام نے کہا کہ کارِ ثواب تھا۔ اور میں نے چاہا مجھے آپ کی خدمت کے بدلے ثواب مل جائے اور اس موقع پر درج بالا اشعار فرمادیئے۔

آپ علیہ السلام کا پورا نام محمد علیہ السلام کنیت ابو جعفر ثالث' اور لقب تقی اور الجواد تھا۔ چونکہ آپ علیہ السلام بہت عبادت گزار تھے اور انتہائی متقی اور پرہیزگار تھے اس لئے لقب تقی پڑ گیا۔ آپ علیہ السلام امام علی رضا علیہ السلام کے سب سے بڑے بیٹے ہیں۔ آپ علیہ السلام کی والدہ کا نام سبکیہ یا سکینہ تھا۔ آپ علیہ السلام فرقہ اثناعشریہ کے نویں امام ہیں۔

ولادت باسعادت: آپ علیہ السلام رجب ۱۹۵ھ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے جبکہ بعض راویوں کے مطابق آپ علیہ السلام کی تاریخ ولادت رمضان المبارک ۱۹۵ھ ہے۔ آپ کے والدمحترم جب مامون الرشید کے ولیعہدی کے سلسلے میں مدینہ منورہ سے خراسان تشریف لے گئے تو تین سال بعد آپ نے وہاں وفات پائی اس وقت آپ علیہ السلام کی عمر آٹھ سال تھی۔

سیرت و علمیت: آپؑ ایک بلند پایہ عالم تھے اور اچھے فصیح و بلیغ مقرر بھی تھے۔ آپ علیہ السلام کی تقریر نہایت دلچسپ اور اثر سے بھرپور ہوتی تھی مسجد نبوی ﷺ میں علمی مباحثوں میں شریک ہوتے تھے۔ پرہیزگاری کی وجہ سے آپ علیہ السلام کا لقب تقی تھا اور فیاضی کی بنا پر آپؑ کا لقب الجواد پڑ گیا۔ مدینہ منور کی گلیوں میں رات کی تاریکی میں ضرورت مندوں کی ضروریات پورا کرتے تھے۔ اور غرباء و مساکین کو ضروریاتِ زندگی بہم پہنچاتے تھے۔

مامون اور امام تقی ؑ:

مختلف کتابوں سے مروی ہے کہ ایک دفعہ مامون الرشید شکار کے لئے شہر سے باہر نکل رہے تھے کہ راستے میں بچے کھیل کود میں مصروف تھے۔ جب بچوں نے بادشاہ کی سواری دیکھی تو بھاگ گئے۔ لیکن امام صاحب ؑ کھڑے رہے یہاں تک کہ مامون آیا اور ان کے قریب آیا تو امام صاحب سے پوچھا ”اے لڑکے! جب باقی بچے بھاگ گئے تو تم کیوں نہیں بھاگے؟ اس وقت امام صاحب کی عمر نو برس تھی۔ اور اس کم سنی میں کیسا بے باک جواب دیا۔ اے امیرالمؤمنین! راستہ تنگ نہیں کہ تو گزر نہ سکے اور مجھے روند ڈالے اور تیری جیسے انصاف والے بادشاہ سے یہ توقع نہیں کہ تو راستہ تنگ ہونے کے باوجود کسی پر ظلم کرے۔

مامون الرشید کو ان کا بے باکانہ جواب بہت پسند آیا۔ اور پوچھا ”تمہارا نام کیا ہے؟“ اور تمہارے والد کا کیا نام ہے؟ جواب دیا محمد ابن علی رضاt۔ یہ سن کر مامون نے گھوڑا بڑھایا اور آبادی سے باہر نکل گیا۔ جب مامون بیابان میں پہنچا تو اپنے باز کو شکار کیلئے چھوڑا۔ باز کچھ دیر کے لئے غائب رہا۔ کچھ وقت کے بعد باز نمودار ہوا اور نزدیک آ کر مامون کے ہاتھ پر بیٹھا۔ تو اس کے منہ میں مچھلی تھی مامون نے اس کے منہ سے مچھلی نکال لی تو اس مچھلی میں ابھی کچھ جان باقی تھی۔ مامون بیابان سے واپس ہوا۔ جب اس گلی پر پہنچا تو باقی لڑکے بھاگ گئے اور صرف امام صاحبt کھڑے تھے۔ مامون ان کے قریب پہنچا تو پوچھا محمدt میرے ہاتھ میں کیا ہے؟ امام الجوادt نے جواب دیا۔ اے امیرالمؤمنین! اللہ تعالیٰ نے سمندر میں اپنے قدرت سے مچھلی کو پیدا کرکے بادشاہ کے جال میں قید کیا۔ وہ جال چاہے باز کی چونچ ہو اب بادشاہ کو یہ چاہئے کہ وہ مصطفیٰ کی آل کا ادب کرے۔

مامون نے خوش ہو کر کہا اَنتَ اِبنُ الرضَاء حَقًا (تم حقیقتاً الرضا ؑ کے بیٹے ہو۔ پھر ان کو ہمراہ لیا اور مقرب بنالیا۔ اور ان کے علم وفضل، کمال اور عقل کی وجہ سے بادشاہ ان کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ بادشاہ نے فیصلہ کر دیا کہ ان کی بیٹی ام الفضل سے ان کا نکاح کر دے۔ لیکن اس کے مصاحبین، بھائیوں وغیرہ بلکہ سارے عباسیوں نے اس کی مخالفت کی۔ مامون الرشید کا بھائی معتصم باللہ بھی اس رشتہ کا مخالف تھا۔ لیکن مامون امام الجواد ؑ سے بہت متاثر تھے۔ آخر

بحث و تمحیث کے بعد اس بات پر فیصلہ کیا گیا کہ کوئی مشکل مسئلہ امام صاحبؑ سے پوچھا جائے۔ لہٰذا قاضی صاحب (یحییٰ) نے امام صاحبؑ سے مشکل مسئلہ پوچھا۔ امام صاحب نے استدلال سے بھرپور جواب دیا اور قاضی کو مطمئن کر دیا۔ قاضی کو نہ صرف مطمئن کیا بلکہ الٹا ایک علمی معمہ اس سے پوچھا۔ اے قاضی! ایک شخص نے صبح کے وقت ایک عورت کو دیکھا۔ اس کے لئے اس پر نظر ڈالنا بھی حرام تھی مگر جب آفتاب بلند ہوا تو عورت اس پر حلال ہوگئی۔ ظہر کے وقت وہ عورت پھر اس پر حرام ہوگئی لیکن عصر کے وقت پھر حلال ہوگئی۔ اس طرح غروب آفتاب کے وقت پر حرام ہوگئی اور پھر صبح کے وقت پھر حلال ہوگئی۔ قاضی نے جب یہ مسئلہ سنا تو ششدر اور لاجواب ہوگئے۔ کوئی جواب نہ دے سکا۔ اور آخر امام صاحبؑ سے پوچھا۔ آپؑ ہی اس مسئلہ کو حل فرمایئے۔ تو امام صاحبؑ نے فرمایا قاضی یحییٰ! وہ عورت ایک باندی تھی۔ دوسرے شخص کا اس پر نظر ڈالنا حرام تھا۔ کچھ دن چڑھا تو اس شخص نے اسے خریدا۔ تو اس شخص کا اس پر نظر ڈالنا حلال ہوگیا۔ دوپہر کے وقت اس شخص نے اس عورت کو آزاد کر دیا۔ پھر اس پر حرام ہوگئی۔ عصر کے وقت اس نے اس کے ساتھ نکاح کیا۔ تو پھر حلال ہوگئی۔ مغرب کا وقت آیا تو اس نے قسم کھالی کہ اس عورت کے قریب نہیں جاؤں گا۔ پھر حرام ہوگئی عشاء کے وقت اس نے قسم کا کفارہ ادا کیا تو پھر حلال ہوگئی۔ اس طرح اس نے آدھی رات کو طلاق دے دی تو پھر حرام ہوگئی صبح ہوتے ہی رجعت کر لی۔ اس لئے پھر حلال ہوگئی اور قاضی نے بھری مجلس میں سکوت اختیار کیا۔ دربار میں امام صاحب کا رعب طاری ہوگیا۔

جب مامون نے اس کی مدلل گفتگو سنی تو دربار میں بیٹھے ہوئے مصاحبین کو ملامت بھری نظروں سے دیکھا۔ اور اس بھری مجلس میں اپنی بیٹی امّ الفضل کو امام الجواد علیہ السلام سے بیاہ دیا۔ ان دونوں کی شادی مامون نے بڑی دھوم دھام سے کی چند دنوں میں مدینہ منورہ کو رخصت کر دیا۔ یہ شادی کامیاب ثابت نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ محلات میں پلی ہوئی لڑکی ایک زاہد اور عابد آدمی کے ساتھ کس طرح گزارا کرتی۔ امّ الفضل نے کئی بار اپنے والد کو خط لکھا اپنی پریشانی کا۔ لیکن مامون نے کوئی خاص توجہ نہیں دی۔ آخر امام الجوادؑ نے مجبور ہو کر عمار بن یاسرؓ کے خاندان میں دوسری شادی کی۔ امّ الفضل نے پھر والد کو لکھا کہ امام صاحب علیہ السلام نے دوسری شادی کر لی ہے۔ مامون نے جواباً لکھا کہ تمہارا عقد ابوجعفر کے ساتھ اس لئے نہیں کیا

گیا کہ اس پر حلالِ خدا کو حرام کر دیا جائے۔

۲۱۸ھ کو مامون وفات پا گیا۔ تو اس کا بھائی معتصم برسرِ اقتدار آیا امّ الفضل نے معتصم کو لکھا۔ یہ بات یاد رہے کہ معتصم اس شادی کا پہلے سے مخالف تھا۔ لہٰذا اس نے بغداد میں ایک محل ان کو رہائش کے لئے دیا اور ام الفضل کو بغداد بلایا۔

وفات: ۳۰ ذی القعد ۲۲۰ھ بمطابق ۸۳۵ء کو پچیّس سال کی عمر میں امام الجواد تقی ؓ نے وفات پائی اور سر من رائے اپنے دادا امام موسیٰ کاظم ؓ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ اس کم عمری میں موت کی وجہ معلوم نہیں اہل تشیع کا خیال ہے کہ آپ ؓ کو زہر دیا گیا تھا۔

اولاد: امّ الفضل اور سحانہ کے علاوہ شاید دوسری بیویاں بھی تھیں لیکن نام معلوم نہیں۔ آپ ؓ کے دو لڑکے اور دو لڑکیاں محترمہ سحانہ سے ہوئیں۔ لڑکے (۱) علی نقی ؓ (۲) موسیٰ ؓ۔

لڑکیاں: (۱) فاطمہ رضی اللہ عنہا (۲) امامہ رضی اللہ عنہا۔

حضرت امام علی ہادی النقی ؓ

اپنے اسلاف کی طرح آپ ؓ ایک بلند پایہ عالم تھے۔ اور جس وقت آپ ؓ سامرہ میں مقیم تھے تو آپ ؓ کے ارد گرد علماء کا ہجوم رہتا تھا اور علمی بحث و مباحثہ ہوا کرتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ ؓ روحانی طور پر ایک بلند پایہ مرتبے پر فائز تھے اور یہ آپ ؓ کی روحانی قوت کا کرشمہ تھا کہ آپ علیہ السلام کے ہمعصر خلیفہ المتوکل باللہ نے ۲۴۶ھ کے لگ بھگ بہت سارے جانور ہر نوع کے پال رکھے تھے اور یہی جانور اور پرندے قسم قسم باتوں کی بولیاں بولتے تھے۔ اتنا شور ہوتا تھا کہ کان میں آواز سنائی نہیں دیتی تھی اور جب کبھی امام علیہ السلام کا ادھر سے گزر ہوتا تو سارے جانور بالکل خاموش ہو جاتے تھے۔ وہی جانور صرف خاموش ہی نہ ہو جاتے بلکہ دروازے کے قریب آ کر خاموش اور باادب کھڑے ہو جاتے تھے۔

ولادت باسعادت: آپ ؓ کی ولادت ۲۱۴ھ بمطابق ۸۲۰ء کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ آپ ؓ کی والدہ کا نام سحابہ تھا جو کہ عمار بن یاسر ؓ کی نسل سے تعلق رکھتی تھیں۔ ایک اور

روایت کے مطابق آپؑ کی والدہ کا نام ام الفضل تھا جو کہ مامون کی بیٹی تھی۔ آپ علیہ السلام کا نام علی، کنیت ابوالحسن۔ آپؑ سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور امام علی رضاؑ کی کنیت بھی ابوالحسن تھی۔ اس لئے آپؑ کو ابوالحسن ثالث بھی کہا جاتا ہے۔

علمیت وسیرت: آپؑ کا لقب نقی ہے۔ چونکہ آپؑ بہت بڑے ایماندار و زاہد انسان تھے اس لئے آپؑ کا لقب نقی پڑ گیا۔ آپؑ امام محمد الجواد تقیؑ کے سب سے بڑے فرزند ہیں۔ آپؑ کے والد محترم امام الجواد تقیؑ پچیس سال کی عمر میں بغداد میں وفات پا گئے تو اس وقت آپؑ کی عمر چھ سال تھی۔ مدینہ منورہ میں آپ نے جید علماء اور فقہاء سے علم حاصل کیا۔ یہاں تک کہ خود بھی بلند پایہ عالم بن گئے۔ آپؑ کی علمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب کسی کو علمی مسائل میں کوئی مشکل درپیش ہوجاتی تو اس مشکل مسئلہ کے حل کے لئے آپؑ سے رجوع کیا جاتا تھا۔ انیس سال کی عمر میں آپ علیہ السلام کے علم کا چرچا اس وقت کی مسلم دنیا میں پھیل گیا اور دور دور سے علم کے پیاسے لوگ آپؑ کے در پر آ کر اپنی علمی پیاس بجھاتے تھے۔ آپ علیہ السلام کے ہاں علم کے پیاسوں کا یہ ہجوم دیکھا تو عباسی خلیفہ المتوکل جو پہلے سے ہی علویوں کا دشمن تھا، اس پر جلتی پر تیل کا کام کر گیا۔ اس کا گورنر مدینہ عبداللہ بن حاکم تھا۔ گورنر نے المتوکل کو خط میں الزامات لگائے کہ امام صاحب عباسی حکومت کے خلاف جمعیت جمع کر رہا ہے۔ نیز اس کے مکان میں آلاتِ حرب بھی ذخیرہ کیا جاتا ہے تاکہ عباسیوں کا تختہ الٹ دیا جائے۔ خلیفہ المتوکل نے ایک فوجی دستہ آپؑ کو گرفتار کرنے کے لئے اور آپؑ کے گھر پر چھاپہ مارنے کیلئے بھیجا اور رات کی تاریکی میں اس دستہ نے آپؑ کے گھر پر چھاپہ مارا تو مکان میں کسی قسم کا اسلحہ موجود نہیں تھا اور آپؑ ایک بوریہ پر قبلہ رو بیٹھے قرآن پاک کی تلاوت خوش الحانی کے ساتھ فرما رہے تھے اس دستہ کی نگرانی میں آپ کو سامرہ پہنچایا گیا۔ تمام عمر نظر بندوں کی طرح گزاری۔ متوکل کی عداوت علویوں کے ساتھ اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ جو لوگ اہل بیت سے محبت کرتے تھے تو ان کا مال اپنے لئے مباح سمجھا جاتا

تھا۔ یہاں تک کہ اپنی بیٹیوں کے اتالیق کو صرف اس لئے ہلاک کر دیا کہ اس نے صرف امام حسنؑ اور امام حسینؑ سے عقیدت مندی کا اظہار کیا تھا۔ اس کے برعکس اس کے پیشرو خلیفہ معتصم باللہ اور اس کا بیٹا واثق باللہ جب برسرِ اقتدار آئے تو آپؑ کے ساتھ بہتر سلوک روا رکھا تھا۔

۲۵۰ھ میں متوکل اپنے بیٹے منتصر کی سازش کے تحت قتل ہوا اور منتصر باللہ نے برسرِ اقتدار ہو کر اہل بیت سے بہتر سلوک روا رکھا۔ لیکن سلطنت عباسیہ کے انحطاط کا دور شروع ہو چکا تھا اور محل کے اندر اور باہر سازشیں شروع ہو چکی تھیں۔ عباسی حکومت ترکوں کے ہاتھ کٹھپتلی کی طرح ناچ رہی تھی۔ منتصر کے بعد مستعین اور پھر معتز نے تھوڑا تھوڑا عرصہ حکومت کی۔ ان کمزوریوں کے نتیجے میں خود مختار ریاستیں قائم ہو گئیں۔

امام علی ہادی نقیؑ کے دور کا آخری بادشاہ معتز تھا اور اس دور میں حسن بن یحیٰ بن عمر بن یحیٰ بن حسین بن زید بن امام زین العابدینؑ نے ویلم اور قبرستان میں علوی ریاست کی بنیاد ڈالی۔ اس تمام عرصہ میں جو سیاسی ہنگامے برپا تھے۔ آپؑ ان ہنگاموں سے کنارہ کش ہو کر ایک طویل عرصہ سکون و اطمینان سے رہے اور اس عرصہ میں سامرہ میں تبلیغ و وعظ کا کام جاری رکھا اور علماء و صلحاء کا ہجوم آپؑ کے پاس ہونے لگا۔ جس کو معتز نے شک و شبہ کی نظر سے دیکھا۔ آپؑ دن کو روزہ اور رات کو عبادت میں مصروف رہتے تھے خلق خدا کی خدمت آپ کی سرشت میں پڑی تھی۔ اور اپنے اجداد کی طرح غریبوں اور ضرورتمندوں کی ضروریات پوری کر دیتے تھے۔

وفات: آپؑ کی وفات کی تاریخ میں مورخین کا اختلاف ہے۔ بعض روایات کے مطابق آپؑ کی تاریخ وفات ۱۳ رجب ۲۵۴ھ بمطابق ۸۶۸ء جبکہ مولف رحمۃ العالمین نے تاریخ وفات ۲۶ جمادی الآخر ۲۵۴ھ اور عمر اکتالیس سال چھ مہینے لکھی ہے۔ آپؑ نے سامرہ میں وفات پائی اور اپنے ہی مکان میں دفن ہوئے۔ یہی سامرہ بغداد سے ستر میل کے فاصلے پر شمال کو موصل جانے والی سڑک پر واقع ہے۔ سامرہ شہر دریائے دجلہ کے کنارے واقع ہے۔

اولاد: آپؑ کی کئی ازواج تھیں۔ جن میں دو کے نام حدیثہ اور سلیل ہیں۔ آپؑ کے چار فرزند (۱) محمد رحمۃ اللہ علیہ (۲) حسن عسکریؑ (۳) حسینؑ (۴) جعفر (کذاب) اور ایک دختر عائشہ ہیں۔

شجرۂ نسب پر تبصرہ

حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کا شجرۂ نسب حضرت اخوند درویزہ بابا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تذکرۃ الابرار والاشرار میں (مطبوعہ پشاور' صفحہ ۱۳۴) پر درج کیا ہے وہ یہ ہے سید علی ترمذی ابن سید قمبر علیؒ ابن سید احمد نور ابن سید احمد بیغمؒ ابن سید بداقؒ ابن سید مشتاقؒ ابن سید شاہ ابوترابؒ ابن سید حامدؒ ابن سید محمودؒ ابن سید اسحاقؒ ابن سید عثمانؒ ابن سید جعفرؒ ابن سید عمرؒ ابن سید محمدؒ ابن سید حسام' ابن سید شاہ ناصر خسرو' ابن سید جلال گنج العلم' ابن سید امیر علی ابنِ سید عبدلرحیم ۔ ابنِ سید محمود مکی ۔ ابنِ سید محمد مہدی ۔ ابن سید امام حسن عسکری ابن علی نقی' ابن امام موسیٰ کاظم' ابن امام جعفر صادق' ابن امام محمد باقر' ابن امام علی زین العابدین' ابن امام حسین علیہ السلام ۔

حضرت پیر بابا علیہ الرحمۃ کی اولاد کے پاس جو شجرے ہیں وہ کچھ اس طرح ہیں ۔ تو خیال کیا جاتا ہے کہ حضرت پیر بابا کی اولاد نے بھی تذکرۃ الابرار والاشرار سے شجرہ نقل کیا ہو ۔ ہوسکتا ہے شجرہ میں غلطی کتابت کی ہوئی ہے ۔

مولانا عبدالحلیم اثر صاحب نے اس کا تفصیلی جائزہ لیا ہے ۔ اور شجرہ میں غلطیوں کی تصحیح کی کوشش کی ہے ۔ سید احمد بیغم کے والد کا نام سید براق درج کیا گیا ہے جبکہ یہی لفظ (ر) کی بجائے (د) ہے ۔ اس لئے اس نام کو سید احمد بداق پڑھا جائے تو ٹھیک ہوگا ۔

دوسری بات جو شجرہ میں اہم غلطی ہے وہ یہ کہ سید محمود مکی رحمۃ اللہ علیہ ابن سید محمد مہدی رحمۃ اللہ علیہ ابن امام حسن عسکری تو حضرت امام عسکری کے فرزند سید امام مہدی کے کسی فرزند یا اولاد باقی رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔

اس لئے بحوالہ کتاب رحمۃ العالمین جلد ۲ صفحہ ۱۵۴' تالیف قاضی محمد سلیمان ۔ سلمان منصور پوری کی روایت کے مطابق امام مہدی چار سال کی عمر میں عراق شہر سامرہ (سرمن رائے) کی ایک پہاڑی غار میں غائب ہوگئے تھے ۔

اور سید امیر علی کی تالیف ''سپرٹ آف اسلام'' میں بیان کیا گیا ہے کہ امام محمد مہدی (ولادت نصف شعبان ۲۵۵ھ بمطابق یکم اگست ۸۶۹ء پانچ سال کی عمر میں ۲۶۰ھ بمطابق

۸۷۴ء سامرہ کی پہاڑیوں میں غائب ہوگئے ہیں اس لئے اہل تشیع آپ علیہ السلام کے نام کے ساتھ امام غائب و حاضر کے الفاظ استعمال کرتے ہیں) اور جب آپ علیہ السلام ۴؍۵ سال کی عمر میں غائب ہوئے تو اس صورت میں آپ علیہ السلام کے اولاد ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

عبدالحلیم اثر صاحب محمود مکی کو امام حسن عسکری کے بیٹے عبداللہ المقلب علی اکبر سے ثابت کرانا چاہتے ہیں۔ لیکن اس ضمن میں کوئی ٹھوس ثبوت فراہم نہیں کرسکتا۔ عبدالجبار شاہ صاحب (سابق بادشاہِ سوات) اپنی کتاب عبرۃ الاولی الابصار'' میں کچھ یوں رقم طراز ہیں۔ اخوندر ویزہؒ کے تذکرہ میں جو شجرہ دیا گیا ہے اس میں سب سے بڑا اشکال سید محمود مکیؒ سید امام مہدی ابن امام حسن عسکری علیہ السلام کا فرزند بتلایا ہے۔ یہ ایک فاش غلطی ہے۔ جس کی تحقیق کے لئے عبدالجبار شاہ صاحب نے بڑی کوشش اور چھان بین کی۔ اپنے خاندان کے بزرگوں کے علاوہ عازم افغانستان ہوئے کہ معلومات حاصل کرکے شجرہ میں غلطیوں کی تصحیح کرے اس طرح انہوں نے سید براق کو سید احمد بداق لکھا۔ لیکن آپ نے سید محمود مکی کو امام علی نقی کے فرزند جعفر خلیل اللہ (جعفر تواب یا کذاب) کا فرزند ثابت کیا راقم الحروف نے اس ضمن میں کافی کوشش و تحقیق کی۔ سب سے پہلے عبدالحلیم اثر صاحب کے اندازے پر تحقیق کی۔ لیکن کوئی بھی ایسا تذکرہ یا شجرہ میری نظر سے نہیں گزرا جس کو بنیاد بناکر قاضی اثر صاحب کے نظریئے یا اندازے کو صحیح مانا جائے۔ قاضی صاحب نے بڑی کوشش کی ہے لیکن محنت اور اندازے کو ثابت کرنے کے لئے ٹھوس ثبوت کی ضرورت ہوتی ہے جو کہ وہ اس سلسلے میں پیش نہ کرسکے۔

ایک اور شجرۂ نسب جو سب سے زیادہ قابل توجہ ہے۔ وہی شجرۂ نسب ادارہ تبلیغ الانساب مطبوعہ لاہور والوں کا ہے۔ یہی شجرہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر ایک تختی پر کندہ کیا گیا ہے۔ اس شجرہ میں سید عبدالرحیم ابن سید محمود مکی ابن سید محمد ابن امام علی نقی لکھا گیا ہے۔

اس شجرۂ نسب پر راقم الحروف کو مزید مواد مل گیا۔ ''ائمہ اہل بیت'' مؤلفہ محمد جمیل احمد صفحہ ۱۴۳ پر امام علی نقیؒ کے چار فرزند کا ذکر کرتے ہیں۔

(۱) محمد علیہ السلام (۲) حسن عسکری علیہ السلام (۳) حسین علیہ السلام (۴) جعفر علیہ السلام

ایک اور شجرہ نسب جو کہ سید لعل حسین شاہ صاحب موضع مانک رائے تحصیل و ضلع ہری پور کے پاس ہے۔ اس کی ایک نقل ملی ہے۔ اس شجرۂ نسب پر مزید چھان بین کیلئے راقم الحروف

بذات خود سید لعل حسین شاہ صاحب سے ملنے ہری پور گیا۔ تو ان کا بیان ہے کہ وہ جس وقت حج کو جارہے تھے تو واپسی پر زیارات مقدسہ کی زیارت کے لئے کاظمین شریفین گئے اور سر من رائے، نجف اشرف اور کربلائے معلیٰ نیز بلد شہر گئے۔ تو وہاں سے معلومات حاصل کیں۔ اور سید محمد علیہ السلام اور سید امام علی نقی علیہ السلام کی زیارت کے لئے خود بلد شہر بھی گئے۔ تو آپ کی تحقیق سے درج ذیل شجرۂ نسب اخذ ہوا۔

سید محمدؒ

سید محمد　حضرت امام حسن عسکری　حضرت جعفر تواب　حضرت سید حسن

سید رحمت　محمود مکی　سید جعفر　سید اسحاق　سید غیاث الدین　سید لطف اللہ　سید ہدایت اللہ　سید ابی طالب

درج شدہ شجرۂ نسب سید لعل حسین شاہ صاحب نے کتاب کلیات منتہی الامال تالیف شیخ عباس قمی جلد نمبر۲ صفحہ ۳۸۸ سے لیا ہے۔

تیسرا شجرہ نسب راقم الحروف کو سید نور علی شاہ صاحب سکنہ گنوڑی ضلع دیر سے ملا ان کا نظریہ بھی یہی ہے۔

حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کا شجرۂ نسب سید محمد ابن علی نقی سے ملتا ہے اور انہوں نے لکھا ہے کہ یہی شجرۂ نسب مصر کی لائبریری نیز آقائے آیت اللہ سید شہاب الدین مرعشی مرحوم قم (ایران) کے پاس ہے۔ اور انہوں نے انہی سے نقل کیا ہے۔

حاصل بحث یہ بات ثابت ہوتی ہے بلکہ زیادہ مواد آخری ذکر شدہ شجرۂ نسب یعنی سید عبدالرحیم ابن سید محمود مکی ابن سید محمد، ابن امام علی ہادی پر مل جاتی ہیں۔ تو یہی شجرۂ نسب صحیح معلوم ہوتا ہے اور اس کتاب ”تذکرۂ سادات ترمذی“ میں راقم الحروف اسی شجرۂ نسب کو درج کردیتا ہے باقی واللہ اعلم۔

سید محمد المعروف ابو جعفرؑ:

دسویں امام علی ہادی نقی کے سب سے بڑے فرزند تھے جن کا نام سید محمدؒ علیہ السلام تھا۔ سید محمد علیہ السلام کی کنیت ابوجعفر ہے آپ اپنے اجداد کی طرح عالم و فاضل انسان تھے۔ آپ علیہ السلام نے اپنے والدمحترم کی زندگی میں وفات پائی۔ آپ کا مزار بلد شہر میں ہے۔ کاظمین (سامرہ) اور بغداد کے درمیانی سڑک سے ایک ذیلی سڑک پر یہ شہر واقع ہے۔

روایت ہے کہ امامین کریمین کے لئے زائرین جو شکرانے لیکر جاتے ہیں، وہی شکرانے بلد شہر میں آپ علیہ السلام کے روضہ مبارک پر نچھاور کردیتے ہیں۔ آپ علیہ السلام کے مزار شریف پر ایک تختی لگی ہوئی ہے جس پر آپ علیہ السلام کا شجرۂ نسب اور آپ کے بیٹوں کے نام لکھے ہوئے ہیں۔

اولاد: آپ علیہ السلام کے نو بیٹے ہوئے ہیں جن کے نام علی الترتیب یہ ہیں۔

(۱) سید رحمت (۲) سید محمود مکی (۳) سید جعفر (۴) سید اسحاق (۵) سید غیاث الدین

(۶) سید لطف اللہ (۷) سید ہدایت اللہ (۸) سید ابو طالب (۹) سید سکندر۔

سید محمود مکی رحمۃ اللہ علیہ، سید عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ اور سید ابو المؤید امیر علی رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح پر مجھے کوئی بھی مواد نہیں ملا۔ لہٰذا سید جلال الدین گنج العلم رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات کی طرف آتا ہوں۔

سید جلال الدین بخاری شہید گنج العلمؒ

شجرۂ نسب: سید جلال الدینؒ ابن ابوالمؤید امیر علی رحمۃ اللہ علیہ ابن سید عبدالرحیم ابن محمود مکی، ابن سید محمد ابن امام علی ہادی النقی رحمۃ اللہ علیہم۔

سید جلال الدین بخاری اس خزینۃ العلم اور مرد مجاہد کا نام ہے جنہوں نے گندھارہ میں اسلام کے بوٹے کی اپنے خون سے آبیاری کی۔ گندھارا کے اس علاقہ جس کو موجودہ سوات، دیر اور مالاکنڈ ایجنسی کہا جاتا ہے، میں کفر والحاد کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سب سے پہلے مبلغ ہیں جنہوں نے اس علاقہ میں دین اسلام کی شمع روشن کی۔ برصغیر میں محمد بن قاسم پہلے مرد مجاہد تھے جنہوں نے ایک بہن کی آواز پر لبیک کہہ کر اس علاقے (برصغیر) میں پہنچے۔

اس کے بعد لغمان و کابل کی طرف سے مسلمانوں کا دوسرا حملہ تھا۔ جس میں سید جلال الدین بخاری شامل تھے۔ اس علاقے میں بدھ مت اور ہندو دھرم کا دور دورہ تھا۔ لوگ ایک خدا وحدہ لاشریک کی بجائے بہت سے خداؤں کو پوجتے تھے۔ اسلام کے اصولوں اور خدا کی عبادت سے نابلد تھے۔ یہی مبلغ و مجاہد تھے جنہوں نے ان لوگوں کو اسلام کے زرین اصولوں سے روشناس کرایا۔

ابو ریحان البیرونی اور ان جیسے اور مؤرخین کا بیان ہے کہ ۳۸۶ھ میں امیر سبکتگین جو کہ محمود غزنوی کے والد ہیں' راجہ جے پال کے درمیان لغمان میں لڑائی ہوئی۔ راجہ جے پال کی گرما کی دارالسلطنت لغمان پر امیر سبکتگین حملہ آور ہوئے۔ راجہ جے پال کو شکست ہوئی۔ مجاہدین راجہ جے پال کی فوج کا تعاقب کرتے ہوئے علاقہ ننگرہار' باجوڑ اور سوات میں داخل ہوئے یہی علاقے راجہ جے پال کی قلمرو میں شامل تھے۔ مسلمان مجاہدین نے جہاد کر کے اس علاقے کو اپنے زیرِ نگین کیا۔ ان جہادوں میں بڑے بڑے عالم اور بزرگانِ دین شہید ہوئے۔ ان بزرگان دین میں ایک حضرت مخدوم جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔

اخون درویزہ لکھتے ہیں کہ حضرت سید جلال الدین بخاری گنج العلم امیر سبکتگین اور محمود غزنوی کے شروع کردہ جہادوں میں بہ نفس نفیس شامل تھے اور علاقہ سوات میں شہید ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی رہائش سوات کے ابوھا نامی گاؤں جو کہ سوات تحصیل بریکوٹ میں ایک موضع کا نام ہے' یہیں تھی۔ یہاں پر چلہ کشی کی وہ جگہ' مسجد ابھی تک موجود ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ابوہا کے شمال مغربی سمت درختوں کے جھنڈ میں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ۳۸۶ھ سے ۸۲۷ھ تک آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار شریف ابوہا میں تھا۔ اور جب سوات اور دیر پر یوسفزی قبیلہ قابض ہوا تو یوسف زئ کی ذیلی شاخ علی زئ کی رہائش ابوہا میں علاقے اباخیل موسیٰ خیل میں تھی۔ جب اسی قبیلہ ملی زئ نے نقل مکانی کر کے موجودہ علاقہ ادنزئ تالاش' چکدرہ میں آباد ہوئے تو اس قبیلہ کے چند نوجوانوں نے رات کی تاریکی میں مزار شریف کو کھود کر آپ کے جسد مبارک کو نکالا اور اپنے ساتھ "تالاش" لے جا کر موضع زیارت میں دفن کر دیا۔ اور یہی زیارت آپ ؒ علیہ کے نام سے مشہور ہے اور آپ ہی کے نام سے موسوم ہے۔ ملی زئی آپ ؒ کے جسد مبارک کو بطور تبرک اپنے ساتھ لے گئے تاکہ بخاری ؒ کے جسد پاک کی برکت سے ان پر برکتیں

نازل ہوں۔ اب بھی آپؒ کی زیارت دونوں جگہوں میں یاد کی جاتی ہے۔

چند اور تذکروں سے پتا چلتا ہے کہ موجودہ ''تلاش'' زیارت میں سید جلال بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک ہے۔ یہی اصل مزار ہے اور آپ اس علاقے میں شہید ہوئے تھے۔ ابوھا (سوات) میں جو مزار بنا ہوا ہے۔ وہ ان کی خلوت خانہ اور گدی کی جگہ ہے۔ بعد میں لوگوں نے اسے مزار بنایا۔

اولاد: آپؒ کی اولاد میں ایک سید شاہ ناصر خسروؒ کا پتا چلتا ہے۔ باقی اولاد کا راقم الحروف کو کوئی علم نہ ہوسکا۔ حضرت پیر باباؒ کی اولاد کے علاوہ ضلع سوات اور ضلع دیر میں جگہ جگہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد بخاری سادات سے یاد کئے جاتے ہیں۔ راقم الحروف کی تحقیق کے مطابق علاقہ نیکپیخیل (سوات) میں کانجو، گالوچ لکئی کلے سم دیولئی، غاخی بانڈہ، اور برہ سمئی میں بخاری سادات آپؒ کی اولاد میں سے ہیں۔ ان کے علاوہ علاقہ برسوات میں نیلگرام میں بھی بخاری سادات آپؒ کی اولاد میں سے ہیں۔ اسی طرح دیر میں بھی آپؒ کی اولاد ہیں۔

سید شاہ ناصر خسرو المعروف حیاتُ المیرؒ

سید شاہ ناصر خسروؒ سید جلال گنج العلم بخاری شہید رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم امیر سبکتگین کے ہمعصر تھے۔ اور ان کے ساتھ جہاد میں حصہ لیا۔ جبکہ سید ناصر شاہ خسرو محمود غزنوی کے ہمعصر ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے سترویں پشت پر جد امجد ہیں۔ اور حضرت سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے تیرویں پشت پر پڑپوتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم کے زمانے میں غازیانِ اسلام چکدرہ اور ابوہا تک پہنچے تھے اور اس علاقے میں دین اسلام کی شمعیں روشن کی تھیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہمعصر سلطان محمود کا جرنیل ملک خوشحال خان شہید المعروف غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ مدفن بمقام اوڈی گرام تحصیل بابوزئی سوات نے اوڈی گرام کے مشہور زمانہ راجہ گیرا کے خلاف جہاد کیا۔ تو اس جہاد میں سید ناصر شاہ خسرو رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل تھے۔ اور جب راجہ گیرا کو شکست ہوئی تو اوڈی گرام کے ملحقہ علاقوں میں ان مجاہدین و مبلغین نے دینِ اسلام کی اشاعت کے لئے کوشش شروع کی۔ اوڈی گرام میں راجہ گیرا کے قلعہ کے مشرقی سمت میں آج کل کھودائی میں اس دور کی ایک مسجد نکل آئی ہے۔ جو اس دور کے فن تعمیر کا ایک شاہ کار ہے۔ یہ مسجد ان غازیان و مبلغین اسلام نے بنائی ہوگی۔

صفی اللہ خٹک کی کتاب نظم الدفی مسلک السنیہ کی روایت کے مطابق دریائے سوات کے شمالی سمت موضع کانجو پر جہاد کے دوران سلطان محمود کے دو بیٹے شہید ہوئے تھے۔ ان دونوں کے مزارات کانجو سے دمغار جاتے ہوئے راستے میں آتے ہیں۔

سوات میں ان سلسلہ ہائے جہاد کے بعد غازیانِ اسلام دو حصوں میں بٹ گئے۔ ایک حصہ نے مالا کنڈ اور بونیر کے راستے مردان تک پیش قدمی کی۔ جبکہ دوسرے حصے نے جنوب مشرق کی طرف کوہستان کا رخ کیا اور اس حصہ میں سید شاہ ناصر خسرو خود شامل تھے۔ انہوں نے کوہستان، پٹن، رانولیا، جشوی وغیرہ میں جہاد اور تبلیغ کا کام شروع کیا اور اسلام کا پرچم ان دشوار گزار پہاڑوں پر گاڑ دیا۔

عبدالجبار شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ سید شاہ ناصر خسرو کو زبانی روایات کے مطابق حیات

المیر صاحب بھی کہا جاتا ہے۔ ان کی نشست گاہ ریاست امب کے بھنگڑ پہاڑ کی چوٹی پر موسومہ سری زیارت مشہور ہے عبدالجبار شاہ صاحب نے ان کی روحانیت اور پدرانہ شفقت کا مشاہدہ کیا ہے۔ ان کی ایک اور نشست گاہ بھنگ زیارت تبت میں بھی سنی جاتی ہے۔ لیکن بحوالہ عبدالحلیم اثر صاحب، آپ رحمۃ اللہ علیہ چلاس اور تانگیر تک پہنچے تھے اور وہیں تانگیر میں شہید ہوئے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک تخت سلیمان کے اونچے چوٹیوں میں تانگیر میں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ۹۰۴ھ کے لگ بھگ اس علاقے میں شہید ہوئے تھے اور یہیں تانگیر کے علاقے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مدفن ہے۔

اولاد: آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ہی فرزند سید حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ کا پتا چل سکا ہے جو کہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اور سوات کے بخاری سادات کے جد امجد ہیں۔ باقی واقعات اور اولاد کے بارے میں تذکرہ راقم الحروف کی نظر سے نہیں گزرا۔

سید جعفر مورث اعلیٰ سادات جعفری

عبدالحلیم اثر صاحب اپنی قلمی کتاب ”سادات الحسینی“ کے صفحہ ۲۴ پر لکھتے ہیں کہ ”سید جعفر سادات جعفری کے مورثِ اعلیٰ ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شجرۂ نسب یوں ہے۔ سید جعفر ابن سید عمر رحمۃ اللہ علیہ ابن سید محمد رحمۃ اللہ علیہ ابن سید حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ ابن سید شاہ ناصر خسرو رحمہ اللہ علیہ ابن سید جلال گنج العلم بخاری رحمۃ اللہ علیہ۔

اس طرح آپ سید جلال گنج العلم کے پانچویں پشت پر پوتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے سادات جعفری کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چار فرزند ہیں۔

سیّد جعفر

سیّد عثمان ہارونی　　سیّد کہکور احمد　　سیّد شہباز شاہ　　سیّد حبیب اللہ

سیّد ملک یار　　سیّد ایوب　　سیّد مُرَدِ دِی

عبدالحلیم اثر صاحب کے اس حوالے سے اس کتاب میں سید عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری شامل کرتا ہوں۔ اگر سیّد عثمان ہارونی شاہ صاحب ہمارے اجداد میں نہ بھی ہوں تو پھر بھی سلسلہ چشتیہ کے مشہور بزرگ ہیں۔

ملک یار غرشین بن سیّد شہباز بن سیّد جعفر جو کہ ۵۷۱ھ میں سلطان شہاب الدین غوری کے ساتھ جہاد ملتان میں شریک تھے۔ یہ سیّد عثمان ہارونی کے بھتیجے اور سیّد جعفر کے پوتے تھے۔

عثمان ہارونیؒ: حضرت عثمان نیشاپور کے نواح میں ایک قصبہ ہارون کے رہنے والے تھے۔ اس لئے اس قصبہ کی مناسبت سے آپ کا نام ہارونی پڑ گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے جلیل القدر ہستی اور عظیم المرتبت بزرگ تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ چشتیہ کے اکابرین بزرگوں میں شمار ہوتے ہیں۔ اپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرشد کامل تھے۔

نام ونسب: آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی عثمان، کنیت ابو النور تھی۔ سادات کے معزز گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ سلسلہ نسب گیارہ واسطوں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے۔

ایک روایت کے مطابق آپ رحمۃ اللہ علیہ ۵۲۶ھ میں پیدا ہوئے۔ ایک اور کتاب میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش رجب ۱۴ ۵۳۷ھ اور تاریخ وفات ۶۳۳ھ ہے۔

لیکن یہاں پر یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے گیارہویں واسطے سے ایک پوتے امام محمد مہدی امام غائب و حاضر ہیں۔ جن کی ولادت ۲۵۵ھ ہے اور طالب ہاشمی صاحب آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۵۲۶ھ لکھ رہے ہیں۔ تو دونوں کی عمر میں تین سو سال کا فرق پڑتا ہے۔ تو حضرت عثمان رحمۃ اللہ علیہ حضرت علیؓ کے گیارہویں پشت پر نہیں انیسویں پشت پر ہیں علم التاریخ کی رو سے یہ صحیح بھی ہے۔ کیونکہ ایک صدی میں تین پشت آتے ہیں۔

طالب ہاشمی صاحب حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا شجرۂ نسب صفحہ ۳۹ پر درج کرتے ہیں۔ اس شجرۂ نسب میں ایک نام امام علی رضا کو چھوڑ دیتے ہیں تو اگر حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے پشت پر اجداد کا حساب کیا جائے تو اس شجرہ کی رو سے آپ رحمۃ اللہ علیہ اٹھارویں پشت پر آجاتے ہیں۔ اس شجرۂ نسب میں میرے خیال میں دو

نام بھی حذف ہو جاتے ہیں۔ اب حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کا شجرہ نسب کچھ یوں ہے۔

سید عثمان رحمۃ اللہ علیہ ابن سید جعفر رحمۃ اللہ علیہ ابن سید عمر رحمۃ اللہ علیہ ابن سید محمد رحمۃ اللہ علیہ ابن سید حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ ابن سید شاہ ناصر خسرو رحمۃ اللہ علیہ ابن سید جلال گنج العلم ابن سید امیر علی رحمۃ اللہ علیہ ابن سید عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ ابن سید محمود مکی رحمۃ اللہ علیہ ابن سید محمد رحمۃ اللہ علیہ ابن سید امام ہادی علی نقی علیہ السلام ابن محمد الجواد تقی علیہ السلام ابن امام موسیٰ علی رضا علیہ السلام ابن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ابن امام جعفر صادق علیہ السلام ابن امام باقر علیہ السلام ابن امام علی زین العابدین علیہ السلام ابن امام حسین علیہ السلام ابن امام الاولیاء حضرت علی علیہ السلام۔

ابتدائی عمر میں حضرت عثمان ہارونی نے قرآن پاک حفظ کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت والدین کے زیر سایہ ہوئی۔ اپنے دور کے نامور علماء سے علوم ظاہری حاصل کیا علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد علوم باطنی حاصل کرنے کے لئے جناب حاجی شریف زندانی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے زیر سایہ سلوک کی مختلف منازل طے کیا۔ ایک سال کے بعد آپ کو خرقہ خلافت عطا ہوا۔ مختلف روایات کے مطابق حضرت عثمان ہارونی نے ستر سال ریاضت میں گزارے۔ کثرت ریاضت و مجاہدات کی بدولت زبردست روحانی قوت حاصل کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات کے بہت سے قصے مشہور ہیں۔ صرف ایک واقعہ بیان کرنے پر اکتفا ہے۔

حضرت عثمان ہارونی کو سماع کا بہت شوق تھا۔ لیکن حاکم وقت سماع کا مخالف تھا۔ حاکم وقت نے حکم دیا تھا کہ جو بھی آدمی خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس سماع میں حاضر ہوگا اس کو قتل کیا جائے گا۔ حضرت عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سماع تو خواجگانِ چشت کی سنت ہے۔ ہم اس سے کیسے باز رہ سکتے ہیں۔ خواجہ صاحب ایک بااثر بزرگ تھے۔ اس لئے ان پر ہاتھ ڈالنے کی جسارت نہ کرسکتے تھے۔ اس نے ایک مناظرہ منعقد کیا اور نامور علماء کو عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلے کے لئے جمع کیا۔ گفتگو کا آغاز ہوا تو ان علماء کو ایسا محسوس ہوا کہ تمام علوم ان کے سینوں سے محو ہو گئے ہیں۔ ان کے لئے ایک لفظ بھی ادا کرنا مشکل ہوگیا۔ حاکم نے ان کو اکسایا لیکن وہ کچھ نہ بول سکے۔ آخر عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں پر گر پڑے اور عرض کیا کہ ہماری ساری عمر کا سرمایہ آپ نے سلب کرلیا ہے۔ اس کو واپس کر دیجئے۔ حضرت کو

ان پر رحم آ گیا اور ان پر ایک نظر کرم ڈالی تو ان کے سلب شدہ علوم ان کو واپس مل گئے۔ بلکہ ان کے قلوب کا عالم کچھ اور تھا۔ سب نے حضرت عثمان ہارونی کی بیعت کی اور حاکم وقت بھی نادم و پشیمان ہوا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے معافی مانگی۔

حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ ایک عظیم صوفی کے علاوہ قادر الکلام شاعر بھی تھے ذیل میں ان کا مشہور عام منظوم کلام (فارسی) سے جسے اکثر قوال سناتے ہیں۔ نقل کرتا ہوں۔

نمی دانم کہ آخر چون دمِ دیدار می رقصم مگر نازم بریں ذوق کہ پیش یاری رقصم
تو ہر دم می سرائی نغمہ و من ہر باری رقصم بہر طرزے کہ می رقصنم منہم اے یاری رقصم
بیا جانان تماشہ کن کہ در انبوہ جانبازاں بصد سامان رسوائی سرِ بازار می رقصم
اگرچہ قطرہ شبنم نہ پوید برسرِ خارے منم آں قطرہ شبنم بنوک خار می رقصم
منم عثمان ہارونی کہ یارے شیخ منصورم ملامت می کند خلقے کہ من بردار می رقصم

وصال: آپ کے وصال میں اختلاف ہے۔ عبدالرحمٰن شوق صاحب ٦٣٣ھ لکھ رہے ہیں۔ جبکہ طالب ہاشمی صاحب ٦٠٧ھ یا ٦١٧ھ لکھ رہے ہیں۔

آخری عمر میں مکہ معظمہ میں گوشہ نشین ہوگئے تھے۔ اور وہیں وفات پائی۔ خانہ کعبہ اور جنت المعلیٰ کے درمیان کسی جگہ تدفین ہوئی ہے۔ چند سال پہلے تک مرقد شریف کے آثار موجود تھے۔ اب دوسری قبور کے ساتھ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک بھی زمین کے ساتھ برابر کردی گئی ہے۔ تاریخ وفات کے بارے میں کسی نے منظوم لکھا ہے۔

رفت از دنیا چو در خلد بریں شیخ عثمان مقتدائے اولیاء
سال وصلش قطب وقت آمد عیاں جلوہ گر شد نیز تاج الاولیاء

ملفوظات: آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے مجموعہ انیس الارواح کے نام سے مرتب کیا ہے۔ اس میں اٹھائیس مجالس کے ملفوظات ہیں۔

اولاد: آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں ایک سید اسحاق کا پتا ہے جو کہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے شجرۂ نسب میں ہے۔

سید شاہ ایوب ابوتراب

آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے نویں پشت پر جد امجد ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ ۷۰۰ھ کے لگ بھگ تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سید جلال بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے دسویں پشت پر پوتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی علاقہ سنیدہ ضلع دیر میں ایک مقام منجائی میں کفار کے خلاف جنگ لڑتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار دریائے پنجکوڑہ کے شمالی کنارے ہوڈی گرام اور منجائی کے درمیان میں واقع ہے۔ یہ مقبرہ شہداء کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے چھٹے پشت پر جد امجد سید احمد مشتاق آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ہیں۔ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کے علاوہ ضلع دیر و ضلع سوات میں جتنے بھی بخاری سادات ہیں سب آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہیں۔ علاقہ نیکپیخیل کے کانجو، غاخی بانڈہ گالوچ، لکئی کلے، سم دیولئ اور بالاسمئ میں سادات بخاری آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہیں۔

سید احمد علی شاہ بداقِ رحمۃ اللہ علیہ

بداق کے علاوہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی رہائش کی مناسبت سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام بداق (براق) پڑ گیا۔ بداق یا براق مملکت ترکیہ ماوراء النہر میں کسی جگہ کا نام ہے۔ اس لفظ کے نزدیک ایک لفظ ایلاق ایک جگہ کا نام ہے جو کہ سمرقند و بخارا کے قریب واقع ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی کا نام احمد مشتاق جبکہ دادا کا نام سید شاہ ایوب ابوتراب ہے جس کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

شاہ بداق رحمۃ اللہ علیہ بحرین کے مشہور صوبے قطب میں پہلے پہل رہائش اختیار کی۔

(مختصر سوانح عمری سید محمد نوربخش رحمۃ اللہ علیہ قلمی از مولینا غلام حسن حِپلو (بلتستان) صفحہ ۱)

اور وہیں رشد و ہدایت میں مصروف رہے۔ اس وقت کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو اسلامی

دنیا اندرونی خلفشار اور شورش میں مبتلا تھی۔ اس لئے خاندانِ سادات ایک جگہ نہ ٹکتے کیونکہ ان کا کام ہی رشد و ہدایت تھا۔ اس لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے لحسا سے ماوراء النہر کی بداق یا براق کو ہجرت کی اور وہاں سکونت اختیار کی۔ مختلف تذکرہ نگاروں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو الگ الگ ناموں سے منسوب کیا ہے۔ اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ براق کے نام سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو یاد کیا ہے۔ جبکہ بداق، بلاق، براق تینوں لفظوں میں سے علاقائی لہجوں کے اختلاف کے پیشنظر حرف ''ل'' اور ''ر'' کی بجائے ''د'' کیا جائے تو بداق صحیح معلوم ہوتا ہے۔

عبدالجبار شاہ نے سید احمد بداق لکھا ہے۔ (عبرۃ الاولیٰ البصار صفحہ ۱۵۳)

اور میرے خیال میں یہی نام صحیح ہے شاہ محمد غوث گیلانی نے اپنی تالیف ''اسرارِ طریقت'' (قلمی نسخہ) میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو امیر کبیر سید علی ہمدان ثابت کیا ہے اور بداق کی جگہ ہمدان تحریر کیا ہے۔ قاضی عبدالحلیم اثر یہاں بھی شاہ محمد غوث گیلانی کے ہم خیال نظر آتے ہیں۔ ان کے ایک قلمی نسخے ''سید علی غواص ترمذی'' سے اقتباس درج ذیل ہے۔

''اب ہم حضرت مولینا شیخ الاسلام والمسلمین سید علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد میں سے سید جلال جعفر گنج علم، آپ کے فرزند سید شاہ ناصر خسرو پھر اس سلسلہ میں سید امیر علی شاہ ہمدانؒ، انکے فرزندہ سید احمد بیغمؒ اور اُنکے فرزندہ سیدؒ محمد نورِ بخشؒ اور اسکے بعد سید قنبر علیؒ اور انکے فرزند ارجمند سید علی ترمذیؒ کا تذکرہ درج کرر ہے ہیں۔ (سید علی غواص ترمذیؒ (قلمی نسخہ) مؤلف عبدالحلیم اثر صفحہ ۲۹)

سید احمد بداقؒ اور سید علی ہمدانؒ دونوں الگ الگ شخصیتیں ہیں۔ کیونکہ بحوالہ کتاب سید علی ہمدان'' آپؒ کے والد کا نام سید شہاب الدین ہے (سید علی ہمدانی از ڈاکٹر محمد ریاض صفحہ ۸) جبکہ سید احمد بداق کے والد کا نام احمد مشتاق ہے۔

ایک اور سوانح نگار نے آپؒ کا نام عبداللہ درج کیا ہے۔ تو ممکن ہے آپؒ کا نام سید احمد عبداللہ بداق ہی ہوسکتا ہے۔ بہر حال آپؒ صحرائے عرب سے ہجرت کر کے مملکت خراسان وترک (ماوراء النہر) تشریف لائے۔ اور یہیں ہو کر رہے۔ آپؒ نے اس علاقے میں وفات پائی۔ آپؒ کی اولاد میں ایک کا نام سید احمد بیغمؒ ہے۔ جو کہ حضرت پیر باباؒ کے جدا امجد ہیں۔

سید احمد بے غم رحمۃ اللہ علیہ

سید احمد بے غم رحمۃ اللہ علیہ لحصاء میں پیدا ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم اور اس دور کے جید علماء سے حاصل کی۔ جس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی مملکت ایران وخراسان کو تشریف لائے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ بحوالہ مولینا غلام حسن آپ رحمۃ اللہ علیہ امام ہشتم حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی زیارت کے لئے مشہد تشریف لائے۔ تو زیارت سے فراغت کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ قائن میں اقامت گزین ہوئے۔ (۱) قلمی مقالہ سید محمد نور بخش صفحہ ۳)

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے زہد و تقویٰ اور خاندانی اجابت کو دیکھتے ہوئے بادشاہان وقت نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے رجوع کیا۔ بحوالہ عبدالحلیم اثر صاحب، امیر تیمور گورکان نے اپنی بہن کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے عقد میں دیا تھا۔ (بایزید روخان کہ تاریک مجلہ پشتو مئی ۱۹۸۳ء صفحہ ۵۴)

امیر تیمور جو کہ بخارا کے حاکم تھے، اس لئے آپ نے خراسان کو چھوڑ کر ترکستان میں سکونت اختیار کی۔ ترمذ بھی افغانی ترکستان میں ہے۔ ترمذ میں آنے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ یہیں کے ہوکر رہے۔ اس وجہ سے حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اولاد کو ترمذی سادات کہا جاتا ہے۔

عبدالجبار شاہ سابق بادشاہِ سوات بھی اس پر متفق ہیں کہ سید احمد بیغم رحمۃ اللہ علیہ ترمذ تشریف لائے تھے اور یہیں سکونت اختیار کی تھی۔ (عبرۃ الاولیٰ الابصار ص ۵)

ترمذ: ترمذ کے نام سے دو علاقے ہیں۔ ایک ترمذ روسی ترکستان کے علاقہ ماورا والنہر میں ہے۔ اس علاقے کا قدیم تاریخی نام۔ سغدیانہ ہے اس سغدیانہ اور بری دیش بھی کہا جاتا ہے۔ دوسرا ترمذ افغانی ترکستان کی اس علاقے میں واقع ہے جس کا قدیمی نام طخارستان اور لری دیش لیا جاتا ہے۔ آسانی کیلئے سغدیانہ کو بخارا اور طخارستان کو بلخ کہا جاسکتا ہے۔ بلخ و بخارا میں ترمذ کے نام سے جو علاقے ہیں یہاں سادات کے مختلف خاندان آباد ہیں۔ ان میں خصوصیت کے ساتھ حضرت امام علی زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کے دو فرزندوں کی اولاد یہاں پر آباد ہیں۔ (۱) امام

باقر علیہ السلام کے فرزند امام جعفر صادق علیہ السلام کے دو فرزندوں کی اولاد یہاں پر آباد ہیں۔ (۱)امام باقر علیہ السلام کے فرزند امام جعفر صادق علیہ السلام کے فرزندوں امام اسماعیل علیہ السلام، امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور امام عبداللہ الباہر کی نسل یہاں آباد تھی امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے فرزند امام علی رضا علیہ السلام کی نسل یہاں پھیل گئی ہے۔ اسی نسبت سے سید جلال گنج العلم رحمۃ اللہ علیہ کو بخاری کہا جاتا ہے۔ (۲)حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام کے دوسرے فرزند علی اصغر کی نسل بھی بخارا و بلخ میں آباد ہیں۔ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ ایک اور سید علی ترمذی جو کہ پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ سے تاریخی اعتبار سے پہلے ہو کر گزرے ہیں جن کا شجرہ درج ذیل ہے:

سید احمد توختہ ترمذی ابن سید علی ترمذی ابن حسین ثانی ابن محمد مدنی ابن سید شاہ ناصر مدنی ابن سید موسیٰ ابن سید علی الحوری ابن حسین افطس ابن امام علی اصغر علیہ السلام (سید علی غواص (قلمی) عبدالحلیم اثر صفحہ ۲۳) حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اور سید احمد بیغم رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق اس ترمذ کے علاقے سے ہے جو افغانی ترکستان یعنی قدیم طخارستان (ولایت بلخ) یا موجودہ شمالی افغانستان میں واقع ہے۔ یہی ترمذ موجودہ ولایت مزار شریف کے شمال مشرق میں تین ذیلی دروں سے عبارت ہے۔ جن میں ایک درہ کا نام قندز (کندوز) ہے۔ جسے آج کل کندوز ولایت بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دادا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی وادی کندوز کے موضع خواجہ غلطان میں سکونت رکھتے تھے۔ (سید علی غواص (قلمی) عبدالحلیم اثر صفحہ ۲۳) آج کل حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم قنبر علی رحمۃ اللہ علیہ کا جہاں پر مزار ہے اس کو حضرت سلطان کہا جاتا ہے اور اسی ترمذ کی مناسبت سے حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اولاد کو سادات ترمذی کہا جاتا ہے۔ بعض زبانی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ''حضرت سلطان'' پیر بابا کے دادا سید احمد نور کو کہا جاتا ہے۔

سید محمد نور الملقب نور بخش

سید محمد نور بخش رحمۃ اللہ علیہ شوال ۷۹۵ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سات سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا اور مختصر عرصہ میں مروجہ علوم حاصل کی۔ سترہ سال کی عمر میں

روحانی علوم حاصل کرنے کی غرض سے اپنے زمانے کے قطب عالم حضرت خواجہ اسحاق ختلانی کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوگئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تیزی سے طریقت کے مختلف منازل طے کئے اور علم و عرفان کے بلند پایہ مقام پر فائز ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پیر طریقت خواجہ اسحاق ختلانی آپ رحمۃ اللہ علیہ سے بیحد متاثر ہوئے۔ ایک غیبی اشارے کے تحت آپ رحمۃ اللہ علیہ کو نور بخش کا لقب عطا کیا گیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو امیر کبیر سید علی ہمدان کا خرقہ مبارک عطا کیا گیا۔ نیز خانقاہ کا انتظام اور مریدوں کی تعلیم و تربیت کے امور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کیا گیا۔

بحوالہ مولینا غلام حسن آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پیر طریقت خواجہ اسحاق ختلانی نے اس پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ خود انہوں نے سید محمد نور بخش کے ہاتھوں پر بیعت کی اور دوسرے مریدوں کو بھی میر موصوف کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی ہدایت کی مگر سید عبداللہ برزش آبادی نے بیعت کرنے سے انکار کیا۔ اور اپنے معتقدین کو لیکر وہ الگ ہوا۔ ۸۲۶ھ کو سید محمد نور بخش رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدوں کے ہمراہ ختلان (مختصر سوانح سید محمد نور بخش (قلمی) صفحہ۵) کے ایک قلعہ کوہ تیری میں پہنچے۔ وہاں لوگوں کو دعوت و ارشاد دنیا شروع کیا۔ اس پر حاکم ہرات مرزا شاہ رخ اور اس کے حواریوں نے اس عمل کو بغاوت سے تعبیر کیا اور اپنے حاکم ختلان مسمّٰی بایزید کو سید محمد نور بخش رحمۃ اللہ علیہ اور اس کے مریدوں کو گرفتار کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ بایزید نے سید محمد نور بخش رحمۃ اللہ علیہ اور اس کے مریدوں کو گرفتار کر کے ختلان سے دارالحکومت ہرات روانہ کردیا ہرات پہنچنے سے پہلے شاہ رخ نے سید صاحب اور ان کے مریدوں کو قتل کرنے کا حکم جاری کردیا۔ ادھر قاصد روانہ ہوا اور ادھر شاہ رخ کے پیٹ میں شدید درد اٹھا۔ علاج معالجہ سے کوئی افاقہ نہ ہوا۔ شاہی طبیب مولینا قوام الدین نے سید صاحب کے قتل کرنے کا حکم واپس لینے کا مشورہ دیا اور فرمایا (فارسی سے ترجمہ) ''سید نور بخش، جن کی دنیا میں نظیر نہیں۔ زہد و تقویٰ، علم و ریاضت اور صوری و معنوی کمالات میں یکتا ہیں۔ جن کو قتل کرنے کا حکم تم نے دے رکھا ہے۔ اور تمہاری مرض کی دوا اس حکم کی تبدیلی میں ہے۔ (مختصر سوانح سید محمد نور بخش (قلمی) صفحہ۵) شاہ رخ نے حکم واپس لے لیا اور ساتھ ہی اس کا دردِ شکم دور ہوگیا۔ سید محمد نور بخش کو قیدی کی حیثیت سے ہرات لایا گیا اور اٹھارہ دن تک قید و بند کی

صعوبتیں برداشت کرتے رہے۔ اس کے بعد اسے آزاد کر کے شیراز جلا وطن کر دیئے گئے۔ جہاں شیراز کے گورنر مرزا ابراہیم نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو آزاد کر دیا۔ وہاں مختصر قیام کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ شوستر اور بعد ازاں بصرہ چلے گئے۔ وہاں سے بغداد زیارات مقدسہ کرنے گئے۔ مقامات مقدسہ کی زیارت کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کردستان چلے گئے۔ کردستان کے بختیاری اور خیلی قبائل آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہو گئے۔ کردستان میں آپ رحمۃ اللہ علیہ اس قدر مقبول ہو گئے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کر دیا گیا۔ کچھ عرصہ کردستان میں قیام کرنے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ گیلان چلے گئے۔ وہاں سے آپ رحمۃ اللہ علیہ واپس کردستان چلے آئے۔ اسی دوران شاہ رخ آزر بائیجان پہنچے۔ جب اسے سید محمد نور بخش رحمۃ اللہ علیہ کی مقبولیت اور اثر و نفوذ کا پتا چلا تو اپنے اقتدار کے لئے خطرہ محسوس کرتے ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دوبارہ گرفتار کرایا گیا۔ دوران قید آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اس قدر ڈرایا دھمکایا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے قتل ہونے کا یقین ہو گیا تھا۔ چنانچہ رات کی تاریکی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ فرار ہو گئے۔ اور خلخال پہنچے۔ خلخال میں آپ رحمۃ اللہ علیہ دوبارہ گرفتار ہوئے اور دارالحکومت ہرات پہنچا دیئے گئے۔ چند دن قید میں رکھنے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کو درجہ ذیل شرائط پر رہا کر دیا گیا:

(۱) سیاہ دستار نہیں پہنو گے۔ (۲) صرف علوم رسمیہ کا درس دو گے۔ (۳) لوگوں کا مجمع اپنے پاس نہ ہونے دو گے۔ (مقالات شفیع جلد نمبر ۲ صفحہ ۵)

کچھ عرصہ بعد شاہ رخ کو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دوبارہ خطرہ محسوس ہوا۔ تو رمضان شریف میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دوبارہ گرفتار کیا گیا۔ گرفتاری کے بعد آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو تبریز روانہ کر دیا گیا۔ اور والیٔ تبریز کو لکھا کہ ان کو روم پہنچا دے۔ لیکن تبریز سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو روم جانے کے بجائے شیروان اور پھر وہاں سے گیلان چلے گئے۔ اور گیلانی میں مقیم ہوئے۔ وہاں سے شاہ رخ کو خط لکھا۔ اس خط میں شاہ رخ کی موت کی پیش گوئی کر دی گئی۔ ۸۵۰ھ تک آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ گیلان میں مقیم رہتے اور زبردست ریاضت و مجاہدے کرتے رہے۔ ۸۵۰ھ میں شاہ رخ کی موت پر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے وطن واپس لوٹے اور علاقہ رے کی سولغان نامی جگہ پر ایک گاؤں بسایا۔ باقیماندہ زندگی میں بے خوف و خطر تبلیغ و

ارشاد میں مصروف رہے۔ اسی دوران آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کشمیر اور بلتستان کا دورۂ تبلیغ بھی کیا اور ترکستان کے راستے پھر اپنے بسائے ہوئے گاؤں واپس چلے گئے اور وہاں جمعرات ۴ ربیع الاول ۸۶۹ھ کو وفات پاگئے۔ اور سولغان پائین میں دفن کیئے گئے آج بھی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مزار پر انوار مرجع الخلائق ہے۔ (ماخوذ از مختصر سوانح حیات سید محمد نور بخش (قلمی) از مولینا غلام حسن صاحب)

اولاد: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اولاد کی تفصیل دستیاب نہیں۔ بعض تذکروں اور شجروں سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تین فرزندوں کا پتا چلا ہے۔ یعنی:

۱) سید جعفر المعروف یوسف نور۔

۲) سید سعد الحق، آپ بچپن میں وفات پاگئے تھے۔

۳) سید شاہ قاسم المعروف فیض بخش۔

خلفاء: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سلسلہ نور النجشیہ کے بانی ہیں۔ اس سلسلہ کو سلسلۂ کبرویہ اور الذھبیہ بھی کہا جاتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مریدوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی ہے۔ کردستان کے قبائل، عرب ممالک۔ افغانستان، ایران کشمیر، بلتستان میں سلسلہ نور بخشیہ کے پیروکار آج بھی لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں۔

مختلف کتابوں کے مطالعہ کی رو سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نامور شاگرد اور خلفاء کے نام درج ذیل ہیں۔

۱) حاجی محمد سمرقندی فراقی مصر ۲) شیخ محمود بحری بحرآباد ۳) مولینا حسین کوکی ماوراء النہر ۴) برہان الدین بغدادی ۵) شمس الدین لاہیجی شیراز ۶) سید جعفر المعروف یوسف نور شمالی افغانستان ۷) شاہ قاسم فیض بخش خراسان ۸) مولینا حسن کردستان ۹) شیخ محمد الوندی ہمدان ۱۰) شیخ محی الدین اندلسی دمشق ۱۱) شیخ محمد غیبی سولغان ۱۲) سید محمد صمدانی کشمیر ۱۳) خلیل اللہ بغلان درویش سلمان مسکاری ۱۴)

سلسلہ نوربخشیہ: اس سلسلے کی کڑیاں حضرت امام الاولیاء علی علیہ السلام سے ملتی ہیں۔ سید محمد نوربخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خواجہ اسحاق ختلانی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کو سید علی ہمدانی نے اُن کو شیخ محمود مزدقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کو شیخ علاو الدولہ سمنانی کو شیخ نورالدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کو عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کو شیخ محمد ذاکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کو شیخ رضی الدین علی الامر غزنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کو شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کو شیخ عمار یاسر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کو شیخ ابو نجیب سہروردی نے ان کو شیخ ابو المفتوح احمد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کو شیخ ابوبکر منہاج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کو شیخ ابوالقاسم گرگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو شیخ ابوعثمان کاتب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کو شیخ ابو علی رودیاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کو شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کو شیخ سری سقطی نے ان کو شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کو امام علی رضا علیہ السلام نے ان کو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ان کو امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان کو امام محمد باقر علیہ السلام نے ان کو امام علی زین العابدین علیہ السلام نے ان کو امام حسین علیہ السلام نے ان کو امام علی المرتضیٰ علیہ السلام نے ان کو خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ اور آقا پاک تلمیذ الرحمان ہیں۔

اس سلسلہ کو ہر دور میں تحریک ملی لیکن اس کی عروج نویں صدی ہجری میں حضرت سید محمد نوربخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دیا۔

سید محمد نوربخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی علمی اور ادبی خدمات

سید محمد نوربخش رحمۃ اللہ علیہ ایک کامل عارف ایک بلند پایہ عالم اور ایک عظیم مبلغ کے علاوہ ایک صاحب طرز نثر نگار اور اچھے شاعر بھی تھے۔ ذیل میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے آثار اور تالیفات کو زیر بحث لایا جاتا ہے۔

"الفقۃ الاحوط" سید محمد نوربخش رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتاب عربی زبان میں فقہی مسائل پر

لکھی گئی ہے۔ یہ ایک ضخیم کتاب ہے اور باون ابواب پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے درمیان اختلاف کی خلیج کو دور کرنے اور انہیں ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے' نیز ان کے مسائل میں اختلافات دور کرنے کے لئے لکھی گئی ہے۔ اس کتاب کا مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔

۲: **صحیفۂ اولیاء:** 35 صفحات پر مشتمل منظوم کتاب اولیاء کرام کی تعریف و توصیف اور دیگر مسائل سلوک پر۔ اس کتاب کو سید محمد نور بخش رحمۃ اللہ علیہ لکھا ہے۔

۳: **غزلیات سید محمد نور بخشؒ:** سید محمد نور بخش کی ۵۳ عدد غزلیات پر مشتمل یہ کتاب اب برٹش میوزیم میں موجود ہے۔

۴: **کتاب الاعتقادیہ:** سید صاحب کی یہ کتاب علم اصول اور عقائد کے موضوع پر لکھی گئی ہے۔ یہ کتاب مختصر مگر جامع کتاب ہے جس میں بنیادی عقائد کے متعلق امور پر بحث کی گئی ہے۔ اس کتاب کے ترجمے بھی ہو چکے ہیں۔ فارسی کا ترجمہ ۱۳۴۲ھ کو لاہور سے شائع ہوا۔

۵: **معاش السالکین:** ۲۲ صفحات کی یہ کتاب معیشت اور آداب طعام کے موضوع پر لکھی گئی ہے اور ۱۹۷۹ء میں اردو ترجمے کے ساتھ لاہور سے شائع ہوئی ہے۔

۶: **وارداتِ نور بخش:** یہ منظوم رسالہ سید محمد نور بخش کی قلبی واردات اور افتاد طبع پر مشتمل ہے۔ یہ بھی برصغیر میں اورنیٹل کالج میگزین کے ضمیمے اور مقالات شفیع کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔

۷: **کشف الحقائق:** ۲۳ صفحات کی یہ کتاب علوم و معارفِ طریقت کے موضوع پر ایک مختصر مگر جامع کتاب ہے۔ یہ کتاب سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے رسائل و مکاتیب کے ساتھ شائع ہو چکی ہے۔

۸: **معراجیہ:** اس کتاب کا حوالہ مختلف کتابوں مثلاً دبستانِ مذاہب وغیرہ میں ملتا ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ دانشگاہ تہران میں موجود ہے۔

۹: **کتاب نوریہ:** یہ کتاب سو صفحات پر مشتمل ہے اس کا موضوع تصوف' حکمت اور علم نجوم

ہے۔ یہ کتاب ۱۳۴۲ھ کو شیراز سے سمیع عثمان کے حاشیے کے ساتھ شائع ہو چکی ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ مولینا غلام حسن خپلو (بلتستان) کے پاس موجود ہے اور ایک اور نسخہ دانشگاہ ایران میں موجود ہے۔

۱۰: **مکاتیب نور بخشؒ**: تہران کے مرکز دانشگاہ اور ملک میں موجود خطوط کو یکجا کر کے ایک مجموعہ کی شکل میں شائع ہو چکا ہے۔

۱۱: **انسان نامہ**: یہ کتاب دو ابواب پر مشتمل ہے۔ سید صاحب نے تمہید کے بعد وفقلک اللہ کے عنوان سے لکھا ہے۔ جو خاصی اہمیت رکھتا ہے اس کتاب کے قلمی نسخے دانشگاہ تہران اور آکسفورڈ یونیورسٹی میں موجود ہیں۔

۱۲: **مکارم اخلاق**: یہ ایک مختصر رسالہ ہے' اس میں اخلاق حمیدہ اور اخلاق رزیلہ پر بحث کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اولیائے کرام اور ان کی محبت پر بحث ہے۔ یہ رسالہ تہران سے ان کے دوسرے رسائل و مکاتیب کے ہمراہ چھپ چکا ہے۔

۱۳: **رسالہ دربیان آیہ**: یہ رسالہ قرآنی آیت "فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءِ اللهِ" کی تشریح ہے جو کہ صوفیانہ نقطہ نظر سے کی گئی ہے۔ اس ضمن میں ضرورتِ مرشد پر بھی بحث کی گئی ہے۔ اس رسالے کا قلمی نسخہ تہران یونیورسٹی میں موجود ہے۔

۱۴: **مشجر الاولیاء**: سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتاب راقم الحروف کی نظروں سے گزری ہے۔ یہ عربی متن کے ساتھ اردو ترجمے کے ساتھ شائع ہو چکی ہے اس کے علاوہ دوسری بہت سی کتب آپ رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ہوکر شائع ہو چکی ہیں۔

سید محمد نور بخش رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری

سید محمد نور بخش فارسی کے ایک صاحب طرز شاعر گزرے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری سے تصوف کا رنگ جھلکتا ہے۔ صحیفۃ الاولیاء، نجم الہدیٰ غزلیات نور بخش ان کے شعری مجموعے ہیں۔ اول الذکر کتاب ان کے مریدوں، صوفیاء اور اپنے سلسلے کے بزرگوں کے بارے میں ہے۔ جبکہ دوسری کتاب چار ابواب یعنی شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت پر مشتمل ہے۔ جبکہ تیسری کتاب غزلیات پر مشتمل ہے جس کا پہلے ذکر آ چکا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کے چند نمونے درج ذیل ہیں۔

فرزند عزیز مصطفیٰ ایم
ہادی طریق مرتضیٰ ایم

اے دل غافل زخواب آگاہ شو
ترک دنیا گیر و مرد راہ شو

مائیم وجود کل موجود
مائیم زکائنات مقصود

ہر جواں مردے کہ فقر و کشف را جویا بود
ترک دنیا گر نماید حالِ او زیبا بود

ہر دلے کز خواب غفلت گشت بیدار ایں زماں
زندہ جاوید گردد ہمدم عیسیٰ بود

سید جعفر المعروف یوسف نورؒ

سید جعفر المعروف یوسف نور سید نور بخش رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے بڑے فرزند تھے۔

سلطان حسین مرزا والئی خراسان کے دربار میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بڑی وقعت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ سلطان حسین مرزا امیر تیمور کے جانشین تھے۔ ایک عرصہ تک آپ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی شاہ قاسم رحمۃ اللہ علیہ دارالحکومت ہرات میں سلطان حسین مرزا کے پاس رہے۔ لیکن سید جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے تمام ترغیبات کے باوجود دربار شاہی سے منسلک رہنے سے انکار کردیا۔ اور وہاں سے کابل اور کابل سے ہندوستان چلے آئے۔

ہندوستان سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کندوز اپنے آبائی وطن کو واپس چلے گئے اور یہیں ترمذ کے خواجہ غلطان میں گوشہ نشینی اور گمنامی کی زندگی بسر کرنے لگے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم جید علماء سے حاصل کی۔ اور سلسلۂ نوربخشیہ میں اپنے والد محترم کے ماذون وخلیفہ تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم ایران گئے تھے۔ اور اپنی بیشتر زندگی وہاں گزاری۔ اور وہاں ایران میں وفات پاگئے۔ لیکن سید جعفر المعروف یوسف نور رحمۃ اللہ علیہ واپس ترمذ آئے اور یہاں سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کا سلسلہ شروع ہوا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی گمنامی میں گزاری۔ اس لئے تذکروں میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر نہیں ملتا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں ترمذ میں وفات پائی۔

اولاد: آپ رحمۃ اللہ علیہ کے صرف ایک بیٹے سید احمد نور کے بارے میں معلوم ہوسکا جو کہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے دادا محترم تھے۔

سید احمد نورؒ ترمذی

سید احمد نور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ترمذ میں خراسان سے اپنے والد محترم سید جعفر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ آئے تھے۔ اور یہیں آباد ہوئے تھے۔ اپنے والد محترم کی وفات پر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے علاقہ کندوز میں رشد و ہدایت کی شمع روشن کی۔ اور اپنے والد محترم کے سجادہ نشین ہوئے۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ابتدائی تعلیم اس دور کے علمائے دین کے علاوہ اپنے والد محترم سے حاصل کی۔ روحانی تربیت اپنے والد محترم سے ملی۔ سلسلہ کبرویہ (نوربخشیہ) جو کہ ان

کے آبائی روحانی سلسلہ ہے میں اپنے والد محترم سے خلیفہ و مجاز ماذود ہوئے۔

تذکرۃ الابرار والاشرار تالیف اخون درویزہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مطابق حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد عظیم تھے۔ اور فقہ کی مشہور کتاب ملا جامی تک حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے درس آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پڑھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روحانی علم کے علاوہ علم دین میں بھی طاق تھے۔ لیکن آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ زیادہ وقت زہد و ریاضت میں صرف کرتے تھے۔

مردم شناس: تذکرۃ الابرار و الاشرار کے مطابق آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مردم شناس واقع ہوئے تھے۔ کیونکہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر یہ بات منکشف ہوئی تھی کہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مستقبل قریب میں ایک ولی اللہ اور ایک عظیم مجتہد ہونگے۔ جس کی بدولت پختونخوا کی بیشتر علاقہ بدعات سے پاک ہوگا اور اس علاقے میں دین کی ترویج کے لئے حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کام کرینگے۔ نیز ان علاقوں کو دین اسلام کی روشنی آپ کے طفیل پہنچے گی۔ جہاں ابھی تک کوئی مبلغ نہیں پہنچا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے اہلِ خانہ سے فرماتے تھے کہ تم اس دیوانے (حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کو نہیں پہچانتے۔ اسے میں پہچانتا ہوں۔ وہ اپنی اولاد میں سے سب سے زیادہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پیار کرتے تھے۔ یہی ان کی مردم شناسی تھی۔

چونکہ آپ سلسلہ کبرویہ (نوربخشیہ) میں اپنے والد محترم سید جعفر المعروف یوسف نور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف سے مجاز خلیفہ تھے۔ اس لئے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اس سلسلہ نوربخشیہ میں خلافت بخشی۔

سید قنبر علی المعروف حضرت سلطانؒ

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سید احمد نور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فرزند تھے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ولایت کندوز کے خواجہ غلطان میں پیدا ہوئے۔ اس علاقے کو ترمذ بھی کہا جاتا ہے۔ اب یہی گاؤں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار کی وجہ سے حضرت سلطان کے نام سے مشہور ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ابتدائی علم اپنے والد محترم جناب سید احمد نور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حاصل کی۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شادی کے بارے میں ایک روایت ہے جسے سوات کے ایک شاعر نے ایک چار بیتہ کی شکل میں قلمبند کیا ہے۔ روایت یوں ہے کہ سید قنبر علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرغانہ میں شیخ عمر کے دربار میں گئے۔ (یہ بات یاد رہے کہ شیخ عمر ظہیر الدین بابر کے والد تھے) ان سے کہا کہ اپنی بیٹی کا بیاہ مجھ سے کردو اس لئے کہ بہتر آدمی مجھے ہی سمجھئے۔ شیخ عمر نے ایک وزیر (مشیر) سے پوچھا کہ تم اس بارے میں کیا کہتے ہو۔ تو وزیر نے جواب میں کہا کہ اس آدمی کی کھال کھنچوانی چاہئے۔ نیز اس کھال میں بھوسا بھر دینا چاہئے۔ اس پر سید قنبر علی نے فرمایا ''اصل ہو''۔

شیخ عمر نے دوسرے وزیر سے پوچھا تم کیا کہتے ہو۔ تو دوسرا وزیر کہنے لگا کہ اس کے بدن کی بوٹیاں بوٹیاں کردو کہ اسے جرأت کیونکر ہوئی کہ اپنی زبان پر سلطان معظم کی بیٹی کا نام لایا۔
حضرت قنبر علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ''اصل ہو''۔

اس طرح شیخ عمر نے اپنے تیسرے مشیر سے یہی سوال کیا۔ اس نے کہا کہ بادشاہ سلامت آپ نے اپنی بیٹی کی شادی کسی سے کرنی تو ہے۔ تو اس سے بہتر شخص آپ کو کوئی اور نہیں مل سکے گا۔ کیونکہ سید قنبر علی نسلاً سید ہیں۔ اور رسول پاک ﷺ کی اولاد میں سے ہیں۔ ان ﷺ کی اولاد کی فضیلت تو بنی نوع انسان سے زیادہ ہے۔ آپ اپنی بیٹی کے لئے اس کو ایک موزون آدمی سمجھئے۔ اس پر سید قنبر علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ''اصل ہو''۔

اب شیخ عمر نے سید قنبر علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ تینوں مشیروں کے بیانات پر تم نے ایک ہی لفظ ''اصل ہو'' کہا۔ اس کا کیا مطلب؟ تو قنبر علی فرمایا کہ ''اصل ہو'' کا

مطلب ہر ایک کی اپنی نسل ہوتی ہے۔ یعنی جو جس نسل سے تعلق رکھتا تھا اُس نے وہی سلوک میرے ساتھ روا رکھنے پر زور دیا۔ آپ کا پہلا وزیر مصلی (شاہ خیل) تھا۔ اس لئے اس نے اپنی نسل سے مجبور ہو کر آپ کو میری کھال کھنچوانے کا مشورہ دیا۔ جبکہ دوسرا وزیر قصائی خاندان سے تعلق رکھتا ہے اس لئے اس نے میری بوٹیاں کرنے کا مشورہ دیا۔ جبکہ تیسرا شاہی خاندان سے ہے اس لئے اس نے صحیح مشورہ دیا۔ بادشاہ نے خوش ہو کر اپنی بیٹی اس کے عقد میں دی۔ تزک بابری سے پتا چلتا ہے کہ سید قنبر علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بابر کے خاص دوستوں اور امراء میں سے تھے۔ جس وقت سب نے بابر کا ساتھ چھوڑ دیا اور اس کے پاس صرف دو ساتھی رہ گئے تو ان میں ایک سید قنبر علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے۔ اور جب بابر کو دوبارہ عروج نصیب ہوا تو سید قنبر علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ بابر نے کابل اور غزنی پر حملہ کر کے اس کو قبضے میں لے لیا۔ تو اس قبضہ کے ساتھ شمالی افغانستان بھی آپ کے قبضے میں آ گیا۔ تو اس نے سید قنبر علی کو کندوز کا گورنر مقرر کیا۔ (بحوالہ تزک بابری صفحہ نمبر ۵۸، ۷۶)۔ تزک بابری کے صفحہ نمبر ۱۰۲ سے ایک اقتباس پیش خدمت ہے:

> ''ناصر مرزا نے بدخشان کی راہ لی۔ اور خسرو شاہ قندوز پر حملہ آور ہوئے اس خیال سے خواجہ چار طاق میں پہنچا۔ قندوز میں اس وقت قنبر علی حاکم تھا اس نے فوراً حمزہ سلطان کے پاس ایلچی دوڑائے''۔

اور جب بابر نے ہندوستان پر دوسری بار حملہ کیا تو اس وقت سید قنبر علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قندوز (کندوز) کے حاکم تھے۔ تزک بابری سے پتا چلتا ہے کہ بابر نے قندوز میں سید قنبر علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس ہرکارہ بھیجا تاکہ وہاں سے فوج اکٹھی کر کے ہندوستان پر حملہ کیا جائے۔ چنانچہ پانی پت کی پہلی لڑائی جو کہ ۹۳۲ھ میں ابراہیم لودھی کے خلاف لڑی گئی، اس میں سید قنبر علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہ نفس نفیس شامل تھے۔ بابر کی فوج میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک سالار کی حیثیت سے شامل تھے۔ نیز فوج میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بابر کے اتنے قریب تھے کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بھی ان کے اہل خاندان کی طرح مرزا کا لقب ملا یعنی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مرزا قنبر علی بھی کہا جاتا تھا۔

جس وقت حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پانی پت کے میدان میں فوج کو چھوڑا

اور روحانی راستہ اختیار کیا۔ تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے والد سے اجازت طلب کی۔ شفیق باپ نے بادل ناخواستہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اجازت دیدی۔ نیز اشرفیوں کا ایک تھیلا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالے کردیا۔ باپ بیٹا جدا ہوئے۔ سید قنبر علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بابر کے ساتھ گئے۔ اور ہندوستان کے بعض علاقوں کی مہمات میں بابر کے ہمرکاب رہے اس وقت تک مغل خاندان کے پاس رہے جب شیر شاہ سوری نے ہمایوں کو شکست دی۔ تو ہمایوں سندھ کے راستے قندھار گیا۔ جبکہ سید قنبر علی پنجاب کے راستے اپنے وطن افغانستان واپس ہوئے۔ تو راستے میں پنڈ دادن خان (گجرات) میں حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملاقات ہوئی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے فرمایا ”تم نے صحیح راستے کا انتخاب کیا تھا۔ اب ہم بھی پشیمان ہیں کہ کیوں نہ اپنے اجداد کا صحیح راستہ (رشد و ہدایت) اختیار نہ کیا“۔

لہٰذا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وطن واپس ہوئے تو اپنے اجداد کا پرانا راستہ اختیار کیا اور باقی عمر ورد و وظائف میں صرف کیا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خواجہ غلطان ترمذ میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار کو حضرت سلطان کہا جاتا ہے۔ راقم الحروف آپ کے گاؤں کے مولوی محمد گل سے پشاور میں معلومات حاصل کرنے کی غرض سے ملا۔ آپ افغانستان سے ہجرت کر کے پاکستان آئے تھے۔ تو انہوں نے کہا کہ حضرت سلطان سید قنبر علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار کو کہا جاتا ہے۔ اور یہی گاؤں خواجہ غلطان اب حضرت سلطان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

کسی شخص نے پوچھا کہ آپ کو حضرت سلطان کیوں کہا جاتا ہے؟ تو مولوی صاحب نے جواب دیا کہ اولیاء اللہ میں بھی سلطان ہوا کرتے ہیں۔

قاضی عبدالحلیم اثر صاحب نے بھی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار اور گاؤں کو حضرت سلطان لکھا ہے۔ جبکہ میرے خیال میں سید قنبر علی جو کہ مغل حکومت کے امراء میں شامل تھے۔ نیز قندوز (کندوز) کے حاکم بھی رہ چکے ہیں۔ تو شاید اس وجہ سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو حضرت سلطان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اولاد: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی باقی اولاد کا کوئی تذکرہ نہیں ملا۔ البتہ حضرت سید علی ترمذی المعروف بہ پیر بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے واحد فرزند ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یااللہ عزوجل

دوسرا حصّہ

یامحمد صلی اللہ علیہ وسلم

تاجدارِ اہلسنّت، سیّد سرحد، غوثِ خراسان، عالم دین، عاملِ متین، زاہدِ باعلم، واعظِ باعمل، مجاہدِ اوّل، خارا شگاف، ہیرا تراش، نظرنواز، مشکل کشا، مہربان مرشد، پارس گر، مناظرِ اہلسنّت، بنیاد پرست، شدت پسند، رحمدل، عظیم لیڈر، قاطعِ بدعت، سیّد حسین حسینی غزالیٔ دوراں، رازیٔ زماں، پیرطریقت، رہبرِ شریعت، سرمایۂ معرفت

حضرت علامہ مولانا بابا پیر سیّد محمد علی شاہ صاحب ترمذی

المعروف

پیر بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مرشد بھی ہے لجپال بھی ہے دلدار بھی ہے
درد مندوں کا ہے ہمدرد اور غم خوار بھی ہے

کئی سو سال سے ہے اس کی قبر بھی زندہ
کئی سو سال سے سویا ہوا بیدار بھی ہے

پیر بابا ایک نظر میں

۱	نام مبارک	علی
۲	نسبت مبارک	محمد
۳	قوم مبارک	سیّد
۴	خاندان	ترمذی
۵	مشہور لقب	پیر بابا
۶	عقیدہ	اہلسنّت حنفی
۷	طریقہ	چشتیہ قادریہ نوربخشیہ
۸	علمی قابلیت	تمام درسی علوم کے ماہر مفتئ اسلام، پابندِ شریعت، مناظرِ اہلسنّت وحنفیت
۹	پیدائش اور وصال شریف	ولادت مبارک 1500ء عیسوی وصال مبارک 1583ء عیسوی
۱۰	اسلامی سن ولادت و وصال	ولادت مبارک 908ھ ہجری وصال مبارک 991ھ ہجری
۱۱	وجہِ "شاہ"	آپ کا ننھیال شاہی خاندان سے اور ددھیال بھی معتمدین شاہانِ زمانہ تھا۔ اور شاہِ زمانہ تھے اس لئے آپ اور آپ کی اولاد کے نام کے ساتھ "شاہ" کا لفظ آتا ہے۔
۱۲	مزار مبارک	ملکِ پاکستان۔ صوبہ سرحد وادئ سوات۔ بونیر۔ شہرِ پیر بابا براستہ پشاور

تمہید: پیر بابا کو آج پورے 501 سال ہو چکے ہیں مگر جب قوم یوسف زئی کا معاشرہ خلاف شرعی امور (بدعات) میں رچا بسا ہوا تھا۔ ان بدعات کی وجوہات بہت سی ہیں۔ ان وجوہات میں سرفہرست علم کا فقدان توہمات کا غلبہ' نیز اس وقت اس علاقے میں ایسے بدعقیدہ پیروں کی بہتات تھی جو مذہب کے نام پر لوگوں میں بدعقیدگی پھیلا رہے تھے۔ اور یہی بدعقیدگی ان کے رگوں میں زہر کی طرح سرایت کر رہی تھی اور وہ بدعتی پیر لوگوں کو قعرِ گمراہی میں جھونک دیتے تھے۔

حرکاتِ پیرانِ تاریک: ان میں چند پیر ایسے تھے کہ لوگوں کو کہتے تھے کہ چرس کے نشے میں دھت ہو کر ہُو ہُو کرتے رہو۔ یہی عبادت ہے۔ نہ نماز کی ضرورت اور نہ کسی اور عمل صالحہ کی ضرورت! چند پیروں نے موجودہ ماڈرن کلب کا تصور پیش کیا۔ عورتوں اور مردوں کو ایک ہی محفل میں بٹھا کر اپنے عقائد کی پرچار کرتے تھے۔ حالانکہ اسلام میں پردہ فرض ہے۔ ان پیروں نے اس اسلامی دفعہ کی دھجیاں بکھیر ڈالیں لوگ قسما قسم اعتقادات میں پھنسے ہوئے تھے نہ کسی کا دین صحیح تھا نہ اسلام نہ کسی مسلمان کو صحیح نماز یاد تھی اور نہ اسے دین اسلام کے کسی اور رکن کی خبر تھی۔
اس علاقے میں ہندو اور سکھ بھی بستے تھے۔ ہندوؤں کے عقائد کا مسلمانوں پر کافی اثر تھا۔ ایسے رواج فروغ پا رہے تھے جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

علماء کی حالت: ان دنوں سوات اور اباسین کوہستانوں' نیز موجودہ نورستان کٹا گمبر ضلع چترال کو اسلام کی روشنی نہیں پہنچی تھی۔ ان علاقوں میں ڈوما کافر اور کیلاش قبائل بستے تھے۔ علاقہ یوسفزئی کے لوگوں کے عقائد خود ٹھیک نہیں تھے تو وہ دوسرے علاقے کے لوگوں کو اسلام کی کیا دعوت دیتے۔

علاقہ یوسفزئی میں ان دنوں ایسے مولوی مساجد میں ہوتے تھے جن کا علم قرآنِ پاک کی چند سورتوں تک محدود تھا۔ جمعہ مبارک کو پشتو زبان کا منظوم خطبہ دیا جاتا تھا۔ یہی حال اس وقت کے علماء کا تھا۔ جو خود دینی علوم سے بے بہرہ تھے تو وہ اپنے مقتدیوں کو کیا علم دیتے کہ جو اس قابل ہو کر غیر مسلموں میں تبلیغ کرتے۔

کارِ قلندری: اللہ تعالیٰ کو اس علاقے کے لوگوں پر رحم آیا۔ نیز اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے مستقبل قریب میں اپنے دین کے لئے کام لینا چاہتا تھا۔ یہی مشیت ایزدی تھی کہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ

کو اپنے مرشد اعلیٰ حضرت شیخ عطاء اللہ سالار رومی کے ذریعے حکم ملا کہ کوہستان کی طرف کوچ کرو۔

حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں آکر سب سے پہلے ان پیروں سے اس علاقے کی گلو خلاصی کی۔ ان سے مناظرے کئے۔ جو اپنی بدعات سے توبہ تائب ہوئے تو ان کی اصلاح کی اور اگر کوئی پھر بھی اپنے عقائد سے پیوست رہا تو لوگوں کو ان کے برے عقائد سے آگاہ کیا۔ اکثر پیر تو حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کا نام سنتے ہی علاقہ یوسفزئی سے بھاگ گئے۔

حضرت سید علی ترمذی المعروف پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ شیخ اسلام محی السنۃ غواص دوران شہنشاہ خراسان کبروی، چشتی، سہروردی، قلندری، شطاری (قادری) نے صوبہ سرحد کے موجودہ پشاور ڈویژن، مالاکنڈ ڈویژن اور ہزارہ ڈویژن میں اسلام کی وہ شمع روشن کی کہ تا ابد تک اسی شمع سے روشنی پھوٹتی رہے گی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں آکر سب سے پہلے دینی مدارس قائم کئے۔ تاکہ یوسفزئی قوم کو جہالت کے اندھیرے سے نکال کر انہیں علم کی چراغ ہاتھ میں دیکر اچھے اور برے کی تمیز کرائی جاسکے۔

حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ جو علم ظاہر و علم باطن دونوں علوم میں طاق تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ موجودہ صوبہ سرحد میں مکمل دین اسلام رائج کرنا چاہتے تھے۔ انہی خطوط پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس علاقے میں کام کیا۔ اور ظاہری شریعت نافذ کر کے بہت سے لوگوں کو علم باطن کے حصول کیلئے تیار کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام آج تک بڑی عزت و احترام سے لیا جاتا ہے۔

ایک مزید حوالہ: عبدالجبار شاہ صاحب (سابق بادشاہ ولئ سوات) اپنی کتاب عبرۃ الاولی الابصار میں رقم طراز ہیں۔

''حضرت ممدوح کل افغانستان اور تمام علاقہ قبائل آزاد اور تمام اضلاعِ صوبہ سرحد بشمول اضلاع شمالی پنجاب میں اپنے دور کے ایک عظیم الشان مصلح اعظم گزرے ہیں۔ اور قطبیت اور غوثیت کے مدارج عالیہ و نام نامی سے مشتہر و منسوب ہیں۔ اور مذکورہ ممالک کے لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم و بیعت پابندی شریعت میں شامل تھے۔ اور بیعت طریقت میں صرف علماء اور اہل التقویٰ شامل تھے اور ان تمام لوگوں کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نام و نسبت سے انتہائی عقیدتمندی اب تک موجود ہے۔ (عبرۃ الاولی الابصار)

احتیاطِ پیر بابا: حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیشروؤں اور بعد میں آنے والے ممتاز مشائخ عظام کی طرح اس شخص کو تلقین ذکر اور طریقت میں اجازت نہیں دیتے تھے۔ جو صرف نام کا مرید بننا چاہتا تھا اور حلقۂ ارادت میں شامل ہونا چاہتا تھا۔ ہاں! ان لوگوں کو ترغیب دیتے تھے جو اس علم کی تحصیل میں سچے اور اس راستے کے مواعظ کو اختتام تک پہنچا دیتا۔ بلکہ طالب کو قرب الٰہی کے مراتب طے کرانے اور طالب حقیقی کو اپنے حلقۂ ارادت میں جگہ دیتے تھے جو علم شریعت کے ظاہری احکام کو سیکھتا اور اس کو اپنا معمول بنا دیتا۔ اور شریعت کے باطنی صفات اور کمالات کو اپنے پیر بزرگوار کی صحبت میں شرائط کے موافق حاصل کرنا چاہتا تھا اور جس کے لئے باطن اس کے پیر کا کافی تھا۔ اس کی باطنی اصلاح کیلئے نیز ظاہری اصلاح اس کیلئے اپنے پیر مبارک کے ظاہری اتباع کو راستہ سمجھا۔ یعنی اپنے لئے اپنے شیخ کو مکمل مقتدا سمجھا۔ اور ہر ہر پل میں اس کا اقتداءً کیا۔ پس ایسے راستے میں ارشاد کرنا یہی راستہ اولیائے عظام کا ہے اور یہی راستہ وارثین انبیاء علیہم السلام کا ہے۔

جس طرح موجودہ عصر میں سلطان الاولیاء قیوم زمان قطب الارشاد نمونۂ کمالات جامعۂ اسلاف سرفراز بمقام عبدیت و رضا سیدنا اخونزادہ سیف الرحمٰن دام برکاتہم المعروف بہ پیر ارچی خراسانی نقشبندی مسکن مہر کھجوری خیبر ایجنسی ہے۔ اس نعمت عظمیٰ کو حاصل کرنے کے لئے اکسیر اعظم اور حکیم حاذق ہے۔ جس کو اہل بصیرت مشاہدہ اور اہلِ صدق دیکھ سکتے ہیں جو کہ بیان کا محتاج نہیں۔

ولادت و نسب: حضرت سید علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ٩٠٨ھ بمطابق ١٥٠٢ء کو ولایت قندوز (کندوز) تحصیل چار درہ علاقہ ترمذ اور موضع خواجہ غلطان میں پیدا ہوئے۔ اب آپ رحمہ اللہ علیہ کے والد محترم کے مزار کی نسبت سے اس کو حضرت سلطان کہا جاتا ہے۔ چار درہ چار دروں پر مشتمل ہے۔ ان میں سے ایک درہ میں حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد رہائش پذیر تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان سادات حسینی کی ایک شاخ ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے تیسویں پشت میں ہیں اور حضرت سید جلال گنج العلم شہید بخاری کے اٹھارویں پشت میں ہیں جبکہ سید محمد نور بخش رحمۃ اللہ علیہ کے پانچویں پشت میں ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ بخاری ترمذی حسینی نقوی سید ہیں۔ بخاری' سید جلال بخاری رحمۃ اللہ

علیہ کی نسبت سے۔ ترمذی اپنے دادا سید احمد بیغم کی نسبت سے۔ حسینی حضرت امام حسین علیہ السلام کی نسبت سے اور نقوی امام علی ہادی نقیؓ کی نسبت سے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا شجرۂ نسب صفحہ نمبر ۱۶ پر ملاحظہ کیجئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد خراسان ماوراء النہر سوغد یا یہ لری دیش بری دیش میں رہتے آئے ہیں اسی نسبت سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو شہنشاہ خراسان بھی کہا جاتا ہے۔ ان علاقوں کو بلخ و بخارا، بدخشان اور کندوز کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جو کہ شمالی افغانستان میں روسی ترکستان کے ساتھ ہے۔

پیر بابا ایک شہزادہ: آپ کی والدہ صاحبہ مغل شہنشاہ ظہیر الدین محمد بابر کی ہمشیرہ صاحبہ تھی۔ جبکہ ہمایوں کی پھوپھی تھی آپ رحمۃ اللہ علیہ ہمایوں کے ہمعصر تھے۔ نیز بابر کے خواہر زادہ اور مرزا ہمایوں کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ اس وجہ سے میرا پیر بابا ایک شہزادہ ہے۔ یہ بات بلامبالغہ ہے کہ پیر بابا کی اگر ان بادشاہوں کے ساتھ رشتہ داری کی نسبت نہ ہی بنائی جائے۔ تب بھی پیر بابا خود ایک بادشاہ ہیں۔ وہ روحانی دنیا کے ایسے بادشاہ ہیں کہ آج تک ان کی شہنشاہیت جو انہیں اللہ نے عطا کی ہے۔ اُسے زوال نہیں آیا ہے۔

ابتدائی تربیت: آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دادا جناب امام المسلمین حضرت سید احمد نور رحمۃ اللہ علیہ کے زیر سایہ ہوئی۔ آپ کے دادا سلسلہ کبرویہ (نوربخشیہ) کے سجادہ نشین تھے۔ اس کے علاوہ ایک جید عالم بھی تھے۔ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ کی مشہور کتاب شرح ملا جامی اپنے دادا سے پڑھی۔ ابتدا ہی سے حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ دنیا سے متنفر تھے۔ باقی بچے کھیل کود میں لگے رہتے تھے جبکہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کو کھیل کود سے کوئی دلچسپی نہیں تھی اور ہر وقت باقی بچوں سے الگ تھلگ رہتے تھے اس پر گھر کے افراد نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دیوانہ کہنا شروع کردیا۔

چوں ندارم با خلائق الفتے
دوستاں پندارند کہ من دیوانہ ام

ترجمہ: جب میں نے لوگوں سے سلام دعا کم کرلی تو یار لوگوں نے مجھے دیوانہ سمجھ لیا۔

یہی حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ تھے۔ لیکن گھر والوں کے برعکس آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دادا محترم جناب سید احمد نور رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ تم اس دیوانے کا مرتبہ کیا جانو۔ دادا محترم کی دوربین آنکھیں حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے میں مستقبل کے غوث کا عکس دیکھ رہی تھیں اور گھر والوں کو فرمایا کرتے تھے کہ اس دیوانے کو میرے لئے چھوڑ دو۔ سارے گھرانے میں مجھے یہی ایک دیوانہ پسند ہے۔ چنانچہ دادا محترم نے بذات خود حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت کی اور علم کے علاوہ عرفان کے سمندر میں بھی ڈبو دیا۔ جس سے حضرت پیر بابا کے دل میں ایسی روشنی پھیلی کہ اس روشنی سے وہ زمین منور ہو گئی۔

سلسلہ کبرویہ میں خلافت: قبل ازیں ذکر آچکا ہے کہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے دادا نے آپ کی تربیت احسن طریقے سے کی۔ لیکن دادا کی زندگی نے زیادہ وفا نہ کی۔ اور جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ بیٹے! قرآن کریم میں سے جو بھی یاد ہو سنا دو۔ تو حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے سورۃ الملک کی تلاوت کی۔ تو دادا محترم نے دوبارہ تلاوت کرنے کے لئے کہا۔ تو حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے دوبارہ تلاوت کی اس طرح تیسری بار تلاوت کی۔ تو جناب دادا محترم نے ایک مرشد کے طور پر فرمایا کہ بیٹے! جو برکات اور انعامات روحانی طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے ملے ہیں' اور جو برکات اور انعامات مجھے بطور ورثہ اپنے اجداد سے ملے ہیں وہ سب میں تجھے بخش رہا ہوں۔ اور سلسلہ کبرویہ (نوربخشیہ) جو ان کا خاندانی سلسلہ ہے۔ یہی سلسلہ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ کے نام سے منسوب ہے۔ یہ سلسلہ حضرت سید احمد نور رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے والد اور ان کے والد کو اپنے والد سید محمد نور بخش رحمۃ اللہ علیہ سے ملا تھا۔ تو حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کو اس سلسلہ میں خلافت ان کے دادا محترم کے توسط سے ملی۔ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کو لڑکپن اور جوانی کے درمیانی دور میں یہی اعزاز ملا۔ یہ بہت بڑی سعادت تھی۔

اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دادا محترم وفات پا گئے۔ تو حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی دنیا تاریک ہو گئی۔ سارے کنبے کو ملال تھا۔ لیکن حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کا حال کچھ اور تھا

کیونکہ سارے کنبے میں ایک ہی دادا کی شخصیت تھی جو ان کے غمگسار تھے۔ دادا کی وفات کا حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ پر بہت اثر ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ گم سم رہتے تھے کسی سے بات کرنے کو دل نہ چاہتا تھا۔ اس طرح کھانے میں بھی دِل نہ لگتا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے گھر والے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دلجوئی میں لگے رہتے تھے۔ خصوصاً آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی جناب سید قنبر علی رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی دلجوئی میں لگے رہتے تھے اور بسا اوقات آپ کی پریشانی دور کرنے کے لئے شاہانہ لباس پہنا کر اپنے ساتھ شاہی دربار لے جاتے تھے وہ چاہتے تھے کہ ان رحمۃ اللہ علیہ کا دل بہل جائے اور دادا کا غم ہلکا ہوجائے۔ لیکن پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ یہی شاہی لباس مجھے کاٹنے کو دوڑتا تھا اور جب دربار سے واپس آجاتے تو اس لباس کو اتار پھینک دیتے تھے۔ اور سادہ لباس پہن کر علماء وصوفیاء کے مجالس کی تلاش میں سرگردان رہتے تھے۔ تاکہ ان کی محفل میں بیٹھ کر اگر دل بہل جائے۔ لیکن وہاں بھی دل نہ لگتا تھا۔ صرف عالموں کی مجالس میں کبھی کبھی تسکین قلب میسر آجاتی۔

ہند میں آمد: ظہیر الدین بابر ان دنوں کابل کے بادشاہ تھے۔ انہوں نے ہند پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی سید قنبر علی جو کہ بابر بادشاہ کی طرف سے کندوز کے گورنر تھے۔ نیز فوج میں امیر تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو امیر نظیر بہادر کا لقب بھی ملا تھا۔ بابر نے ان کو بھی ہند کے حملے میں شمولیت کی دعوت دی۔ والد محترم نے حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اپنے ساتھ لیا۔

۹۳۲ھ بمطابق ۱۵۲۶ء کو بابر نے ابراہیم لودھی کے خلاف پانی پت میں لڑائی لڑی۔ اس لڑائی میں سید قنبر علی اور حضرت پیر بابا دونوں شامل تھے اس وقت حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی عمر چوبیس برس تھی۔ (عبرۃ للاولی الابصار صفحہ ۶)

اس لڑائی میں ابراہیم لودھی کو شکست ہوئی۔ اور تاج وتخت ظہیر الدین بابر کے حصے میں آیا۔ جب پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نظارہ دیکھا کہ کل اس ملک کا فرمانروا ابراہیم لودھی تھا اور آج اس تاج وتخت کا مالک بابر بن بیٹھا تو حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ پر دنیا کی بے ثباتی اور بے وفائی واضح ہوگئی کہ تاج وتخت کسی سے وفا نہیں کرتا۔ اور اس بے وفا دنیا کے لئے کتنے لوگ

جنگ کی بھٹی میں جھونک دیئے جاتے ہیں اور ایک بادشاہ کے تاج و تخت پر کتنے لوگ قربان ہوجاتے ہیں۔ وہی تاج وتخت اس بادشاہ سے وفانہیں کرتا۔ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کا دل تو پہلے سے بھی اس دنیا سے اچاٹ ہوگیا تھا اور جب بچشم خود انہوں نے تاج وتخت، فتح وشکست کا یہ نظارہ دیکھا تو اس دنیا کے لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں مزید نفرت آئی۔ اس طرح سکونِ قلب ڈھونڈنے کیلئے آپ رحمۃ اللہ علیہ پانی پت میں سپاہیانہ لباس میں گشت کرنے لگے۔

شیخ شرف الدینؒ کے مزار پر:

اسی گشت کے دوران آپ رحمۃ اللہ علیہ کو قطب عالم شیخ شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ بوعلی قلندر پانی پتی کا مزار نظر آیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دل کو اس مزار نے اپنی طرف کھینچا۔ گاہے گاہے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے قدم بھی اس طرف اٹھنے لگے اور گھوڑے کا منہ مزار کی طرف تھا۔ جیسے ایک مقناطیس لوہے کے ٹکڑے کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ دربار کے دروازے پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا فوجی لباس سامان حرب اور گھوڑا اپنے خدمتگار کے حوالے کردیا۔ اور اس کو واپس جانے کا حکم دیا اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ مزار مقدس پر حاضر ہوئے مزار کے نزدیک آپ رحمۃ اللہ علیہ مراقبے میں چلے گئے۔ مراقبے کے دوران آپ رحمۃ اللہ علیہ پر شیخ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے انوار و فیوضات اور برکات کی بارشیں ہونے لگیں آپ رحمۃ اللہ علیہ اس دنیا سے متنفر تو پہلے تھے۔ اور جب یہاں ولی اللہ کے دربار میں یہ شان دیکھی تو دنیا سے مکمل طور پر کنارہ کشی کا مصمم ارادہ کرلیا۔

مراقبے سے فارغ ہوئے تو مزار کی دوسری طرف دروازے سے نکل گئے اور دور ایک ویرانے میں جاکر ذکر الٰہی اور عبادت میں مشغول ہوگئے جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کا خادم واپس چھاؤنی پہنچا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی کو سارا ماجرا کہہ سنایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تلاش میں واپس شیخ شرف الدین پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار آئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مزار پر موجود نہ پاکر واپس ہوئے اور دل میں یہ خیال آیا کہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ تو پہلے سے بھی اس دنیا سے متنفر تھے کہیں نکل گئے ہوں گے۔ لیکن قلب پدری کو قرار نہ آیا۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ویرانوں میں ڈھونڈنے لگے۔ تلاش بسیار کے بعد

آخر کار آپ رحمۃ اللہ علیہ کو پا ہی لیا ایک ویرانے میں حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ یاد الٰہی میں مشغول پائے گئے۔

باپ بیٹے کا سامنا ہوا۔ بیٹے نے والد محترم کے پاؤں چھونے کے بعد فرمایا ''باوا جان! آپ رحمۃ اللہ علیہ مہربانی کر کے مجھے راہِ حق پر چلنے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ میں مزید آپ کا ساتھ نہ دے سکوں گا۔ کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ اپنے اجداد کے پرانے راستے زہد وتقویٰ اور رشد و ہدایت پر چلوں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اور بھی اولاد دی ہے۔ ان سے دل بہلائیے۔ میں آپ کے کام نہ آسکوں گا۔ کیونکہ میرا ارادہ دنیا سے منہ موڑنے کا ہے۔ بواسطۂ خدا آپ رحمۃ اللہ علیہ مجھے آزادی دے دیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی جناب سید قنبر علی رحمۃ اللہ علیہ نے مجبور ہوکر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اجازت دیدی اور اشرفیوں کا ایک تھیلا آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نذر کردیا۔ لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اشرفیاں لینے سے انکار کردیا اور فرمایا ''میں راہِ حق پر نکلنے والا ہوں اور میرے رزق کا بندوبست بھی وہی کرے گا۔ اگر روپے پیسے کا لالچ ہوتا تو دربار کیوں چھوڑتا۔''

اپنے والد محترم کی رضامندی دیکھ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ بہت خوش ہوئے اور والد گرامی سے اجازت لیکر نامعلوم منزل کی طرف روانہ ہوئے۔

مانک پور میں قیام: والد محترم سے رخصت ہوکر آپ رحمۃ اللہ علیہ مختلف منازل طے کرتے ہوئے مانک پور پہنچے۔ کٹرہ مانک پور الہ آباد کے نزدیک ایک مقام ہے۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ کا ایک برگزیدہ بندہ جناب شیخ سلونہ قیام پزیر تھے۔ جو کہ شیخ اسلام بہاء الدین صامت جونپوری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ شیخ سلونہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔

بحوالہ عبدالحلیم اثر صاحب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے علم نحو کی کتاب کافیہ سے شروع کر کے علم الفقہ کی مشہور کتاب (درسی کتاب) ہدایہ تک پوری دینی کتب پڑھیں۔ اور علوم ظاہری میں طاق ہوئے۔ (روحانی تڑون مؤلفہ عبدالحلیم اثر صاحب صفحہ۴۲۷)

حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ شیخ اسلام حضرت سلونہ رحمۃ اللہ علیہ کی علمی اور غیر معمولی زہد و

ریاضت سے بہت متاثر ہوئے۔ شیخ سلونہ رحمۃ اللہ علیہ کامل اولیاء اللہ میں سے تھے۔ شریعت محمدی ﷺ کے سخت پابند تھے۔ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مجلس میں وعظ فرمارہے تھے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صوفی فنا فی اللہ تک پہنچ جائے اور اللہ تعالیٰ سے دل لگالے تو لازم ہے کہ اس پر یہ حالت قائم ہوجائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے کسی بھی وقت غافل نہیں رہتا۔ اس پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خود تحدیث نعمت کے طور پر فرمایا۔ الحمدللہ یہ کیفیت مجھے حاصل ہے۔

پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ مجھے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اس بات پر یقین نہ آیا کہ انسان پر ایسی بھی کیفیت طاری ہوسکتی ہے۔ ایک دن مجلس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ وعظ فرمارہے تھے۔ اس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ذہن اور زبان دونوں مصروف تھے۔ تو میں نے سوچا کہ کیا اس وقت بھی شیخ صاحب یادالٰہی میں مصروف ہونگے؟ میرے دل میں یہ خیال آتے ہی حضرت وعظ سے رک گئے۔ چونکہ میں ان کے کافی فاصلے پر تھا۔ تو زور سے بولے ”سید علی! اس وقت بھی یادالٰہی سے غافل نہیں ہوں۔ یہ سن کر میں دل میں بہت شرمندہ ہوا۔

اس طرح حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ سو رہے تھے اور میں پاس بیٹھا ہوا تھا۔ تو میں نے سوچا کہ اس وقت تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نیند میں ہیں اور یقیناً آپ رحمۃ اللہ علیہ ذکرالٰہی سے غافل ہونگے۔ میرا یہ خیال آتے ہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ گہرے نیند سے چونک گئے اور مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ”سید علی! اس حال میں بھی میں غافل نہیں رہتا۔“ یہ حال تھا شیخ سلونہ رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات کا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ پہنچے ہوئے ولی اللہ تھے۔ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ تقریباً دو سال تک شیخ سلونہ کے پاس رہے۔ یعنی ۹۳۴ھ بمطابق ۱۵۲۸ء تک آپ رحمۃ اللہ علیہ شیخ سلونہ رحمۃ اللہ علیہ سے فیض اور تعلیم و تربیت لیتے رہے۔

حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے روحانی تعلیم یعنی طریقت میں بیعت کے لئے استدعا کی۔ شیخ سلونہ نے یہ سنا تو تھوڑی دیر سوچ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو جواب دیا کہ طریقت میں بیعت دینے کا میں مجاز نہیں۔ البتہ میرا ایک پیر بھائی جو کہ اجمیر شریف میں رہتا ہے۔ ان کا نام شیخ سالار رومی رحمۃ اللہ علیہ ہے وہ پہنچے ہوئے ولی ہیں۔ میرا ایک سفارشی خط لیکر ان کے پاس چلے جاؤ اور انشاء اللہ تعالیٰ وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اس سلسلہ میں فیض

پہنچائے گا۔ چنانچہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ شیخ سلونہ سے سفارشی خط لیکر رخصت ہوئے اور کٹھن ترین سفر طے کرتے ہوئے اجمیر شریف پہنچے۔

اجمیر شریف میں آمد: اجمیر شریف پہنچنے پر پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ جناب شیخ اسلام عطاء اللہ سالار رومی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شیخ سلونہ رحمۃ اللہ علیہ کا سفارشی خط ان کے حوالے کردیا۔ خط پڑھنے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ سے حسب ونسب پوچھا۔ معلوم ہونے پر فرمایا۔ اے سید! سادات صحیح النسب' صحیح العقیدہ ہوتے ہیں اور وہ مخدومی کے قابل اور اہل ہوتے ہیں۔ مگر روحانی تربیت میں نفس کشی سے کام لیا جاتا ہے اور پیر کی خدمت کے بغیر نصب العین تک پہنچنا مشکل ہوتا ہے۔ اس لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے لئے مصلّٰی (جائے نماز) کی خدمت کا کام سپرد کرتا ہوں۔

پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی بھی اس خدمت میں کوتاہی نہیں کی اور یہ خدمت کرتا رہا۔ اور اس خدمت کو اپنے لئے ایک سعادت جانا اور ایک طویل مدت تک پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیر صاحب کی خدمت میں گزارا اور جب کافی مدت تک اس خدمتِ حالیہ کے امتحان پر پورا اترے۔ تب اسے علم سلوک وتصوف کی رموز سے آشنا فرمایا۔

بحوالہ میاں نامہ (قلمی نسخہ) مؤلفہ عبدالرشید کہ ایک دفعہ حضرت شیخ المشائخ جناب سالار رومی رحمۃ اللہ علیہ نے وضو فرمارہے تھے۔ وضو خانہ مسجد کے صحن کے اس پار تھا وضو کرنے کے بعد مسجد میں داخل ہونے کے لئے صحن پر سے گزرنا پڑتا تھا۔ اس دن بارش ہوچکی تھی۔ صحن میں جگہ جگہ پانی کھڑا تھا۔ وضو خانہ سے مسجد میں داخلی راستے کے صحن میں جگہ جگہ پتھر رکھے ہوئے تھے تاکہ اس پر پاؤں رکھ کر صاف پاؤں لئے مسجد میں داخل ہوسکے۔ بارش کی وجہ سے ایک جگہ پانی نے ایک پتھر کو ڈبودیا تھا۔ اگر اس جگہ پاؤں رکھ دیا جاتا تو پاؤں آلود ہوجاتا۔ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا تو اپنے پیر صاحب کے پیر کو آلودگی سے بچانے کے لئے اس جگہ یعنی پتھر کی جگہ پانی سے بے نیاز ہوکر لیٹ گئے۔ شیخ سالار رومی رحمۃ اللہ علیہ نے پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے پشت پر پاؤں رکھا اور دوسرے پتھر تک پہنچے۔ شیخ صاحب کا پاؤں رکھنا تھا کہ حضرت پیر بابا پر چودہ طبق روشن ہوگئے اور سلوک کے تمام مراحل ایک ہی جست میں پار کرگئے نفس کشی کا

یہ ایک بہترین موقعہ تھا۔ یہی وہ وقت تھا جب حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ ایک بلند مرتبے پر فائز ہوئے۔ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کو غوث کا خطاب آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پیر صاحب نے عنایت کیا تھا۔ (تذکرہ صوفیائے سرحد مؤلفہ اعجاز قدوسی صفحہ ۶۲)

حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کو جب شیخ سالار رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مقصد حاصل کرنے میں پہنچا پایا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ پر بیحد شفقت فرمائی۔ پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کو چند مخصوص نکات سمجھائے پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ ایک ہفتے تک ان کو ذہن نشین کرتے اور خلوت اختیار کر کے ریاضت کے ذریعے اس کی حقیقت اللہ کی طرف سے عطا ہوتی۔ پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ شیخ سالار رومی کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اپنی کیفیات بیان فرماتے تھے شیخ صاحب تحسین آمیز الفاظ میں ان کو نوازتے تھے۔ اور خود بھی مسرور ہو جاتے تھے۔ اس کے بعد دوسرے کلمات اور حقائق کے اسباق دیدیتے تھے۔ یہ سلسلہ جاری رہا اور روحانی طور پر پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ بلند مرتبے کو پہنچتے رہے تب ان کو ماذون و مجاز خلیفہ مقرر کر دیا گیا۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ارشاد و ہدایت کی اجازت دے دی گئی۔ لیکن پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ لوگوں سے میل جول رکھنے سے باز رہتے تھے اور خلوت نشینی کو اپنا شعار بنا لیا تھا۔ اس لئے اپنے صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ میں تبلیغ و ارشاد کی ہمت اپنے اندر نہیں پاتا۔ تو جناب شیخ سالار رومی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ اپنی نعمت اہل آدمی کو سونپتا ہے۔ یہ نعمت ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتی۔ لہٰذا تم پر فرض عائد ہو جاتا ہے کہ اس نعمت سے مخلوقِ خدا کو فیض پہنچا دو۔ لہٰذا اس کے بغیر اور کوئی چارہ نظر نہ آیا۔ تو اپنے پیر صاحب کے حکم کو بجا لانا شروع کر دیا۔ پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سالک کو راہِ سلوک میں منزل مقصود تک پہنچنے میں بیشمار رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں۔ اور یہ رکاوٹیں ایک قسم کی آزمائش ہوا کرتی ہیں اور جب سالک ان رکاوٹوں کو بخیر و خوبی عبور کر دیتا ہے تب اللہ تعالیٰ اس کو اونچے مرتبے پر فائز کر دیتا ہے۔ ان رکاوٹوں میں سب سے پہلے رکاوٹ شہرت ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس بندہ کی شہرت ملک در ملک کر دیتا ہے اور مقناطیس کی طرح وہ لوگوں کو کھینچ لیتا ہے اس درجہ پر شیطان بھی سالک کے پیچھے پڑ جاتا ہے اور اس کے دل میں کبرو غرور پیدا کر دیتا ہے۔ اگر شیطان کے بہکاوے میں آ گیا تو گیا کام سے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے شیطان کے غلبہ سے وہ محفوظ رہا۔ اور اسی شہرت میں اپنی منزل نہیں بھولا اور آگے بڑھا تو کامیاب و

کامران ہوا۔ لیکن ابھی آزمائش کے مرحلے ختم نہیں ہوئے۔ آگے بھی اور امتحانات ہیں۔ اگر ان امتحانات سے سرخرو ہوکر وہ گزر گیا اور اللہ تعالیٰ کی ذات اور قرب کی نعمت پر اکتفا کیا اور کسی دنیاوی فریب میں مبتلا نہ ہوا تو درجہ بدرجہ اس کا مرتبہ بلند تر ہوتا جائیگا۔ پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اس قسم کی بہتر (۷۲) رکاوٹوں کا ذکر فرمائیں۔ اگر سالک ان بہتر رکاوٹوں سے نکل جائے۔ تب وہ منزلِ ارشاد کو پہنچتا ہے۔ اس منزل سے پہلے سالک کو وعظ و نصیحت نہیں کرنی چاہیے۔

حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر پہلی آزمائش یعنی شہرت کا مرحلہ

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عوام الناس میں اس قدر مشہور ہوئے کہ ہر وقت لوگوں کا اجتماع اور ہجوم ٹوٹا پڑتا تھا۔ حالانکہ پیر بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے طبعی میدان تنہائی، مراقبہ اور اپنی تذکیۂ نفس تھا۔ یہ لوگ آپکی عبادات میں حائل ہونے لگے۔ لیکن پیر بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کے لئے وقت نکال کر کسی کو بیعت شریعت اور بعض کو بیعت طریقت سے نوازتے تھے۔ انہی لوگوں میں ملک گدائی اور حاجی سیف اللہ وغیرہ جو گیلانی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے، تھے۔ اور ہمایوں کی فوج میں شامل تھے۔ نیز دوآبہ پشاور کے رہنے والے تھے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید بن گئے۔ ۹۳۸ھ، ۱۵۳۲ء کا زمانہ تھا اور ہمایوں بابر کی وفات کے بعد بادشاہ بن گیا تھا۔ لوگوں کے انبوہ کثیر دیکھ کر اگر حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہی اپنی منزل سمجھتے تو شاید پیر بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ مقام آج نہ ہوتا جو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آئندہ زمانے میں روحانی طور پر ترقی کر چکے تھے۔ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جب ہجوم خلائق نے مجھے محصور کر ڈالا تو میں نے اپنے پیر شیخ سالار رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اپنی اس روحانی تکلیف کے بارے میں عرض کیا کہ اس کا علاج کیا ہے۔ چنانچہ مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ محترم نے حکم دیا کہ کوہستان کی طرف چلو۔

گجرات میں قیام: اپنے مرشد سے اجازت پا کر حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پشاور کی طرف عازم سفر ہوئے۔ دوران سفر جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ گجرات کے ایک نواحی گاؤں پنڈ دادن خان کے قریب پہنچے تو ایک شخص جس کا نام بعد میں کیلاش معلوم ہوا، گاؤں کی طرف شور مچاتے ہوئے بھاگنے لگا اور لوگوں کو چیخ چیخ کر پکارنے لگا کہ ''جس آدمی کو میں نے خواب

میں دیکھا تھا وہ گاؤں کے قریب آ رہے ہیں۔ نکلو! اپنے نجات دہندہ کا استقبال کرو"۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایک ہجوم پیر بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے استقبال کے لئے نکل آیا۔ پیر بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پوچھا کہ آخر قصہ کیا ہے؟ تو لوگوں نے کہا کہ کیلاش نے چند دن پہلے خواب دیکھا تھا۔ اور خواب میں ہوبہو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حلئے کا آدمی اس نے دیکھا تھا کہ اس آدمی کے ہاتھ پر یہ سارا گاؤں جو کہ مذہباً ہندو ہے مسلمان ہوگا۔ اور اس آدمی کے ہاتھ پر سب بیعت کریں گے۔ اور جب اس نے یہ خواب دیکھا تو سب لوگوں کو یہی خواب سنا دیا۔ نیز آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا حلیہ بھی بیان کیا۔ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا "وہ شخص کوئی اور ہوگا۔ لیکن لوگوں نے اور کیلاش نے یک زبان ہو کر کہا کہ وہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہی ہیں۔ کیونکہ ہوبہو حلیہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے۔ کیونکہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاتھ پر جو مسا ہے وہ اس نے خواب میں دیکھا ہے۔ تب پیر بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کے ساتھ گاؤں چلے گئے۔ اسب کو کلمہ شہادت پڑھایا۔ شریعت پر سب گاؤں والوں سے بیعت لی۔ ایک سال تک آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس گاؤں میں مقیم رہے اور ان لوگوں کو دین اسلام کے بارے میں مکمل تبلیغ کرتے رہے۔

والد گرامی سے دوبارہ ملاقات: جس وقت حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پنڈ داد خان (گجرات) میں قیام پذیر تھے تو اسی دوران شیر شاہ سوری نے ہمایوں مرزا کو شکست دی۔ ہمایوں راجپوتانہ کے راستے سندھ چلا گیا اور وہاں سے قندھار چلا گیا۔ جہاں اس کا بھائی کامران مرزا وہاں کا حاکم تھا لیکن کامران مرزا نے آنکھیں پھیر لیں تو ہمایوں وہاں سے ایران چلا گیا۔ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی سید قنبر علی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ ہمایوں کے ساتھ ہندوستان میں تھے اور ہمایوں کی شکست کے بعد ان سے جدا ہوئے اور پنجاب کے راستے اپنے وطن کندوز جا رہے تھے۔ (تذکرہ صوفیائے سرحد مؤلفہ اعجاز قدوسی صفحہ نمبر ۲۶۷) تو راستے میں پنڈ دادن خان پڑتا تھا اسی گاؤں میں حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ رہائش پزیر تھے۔ یہاں پر باپ بیٹے کے درمیان دوسری

بار ملاقات ہوئی۔ دونوں بڑی گرم جوشی سے ملے والد بزرگوار نے فرمایا کہ بیٹا! تم نے صحیح راستے کا انتخاب کیا ہے جبکہ میں شاہانِ وقت کے ساتھ رہا۔ فتح و شکست ساتھ ساتھ ہوتی ہے۔ ہمایوں نے شکست کھائی اور سندھ کی طرف بھاگ گیا ہے۔ جبکہ ہم اپنے وطن واپس جارہے ہیں۔ آؤ دونوں وطن واپس چلے جائیں۔ لیکن پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے جانے سے انکار کردیا۔ والد گرامی نے دو تھیلے اشرفیوں کے حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کو دینے چاہے لیکن پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے لینے سے انکار کردیا۔ والد محترم نے اصرار کیا کہ بیٹے! لے لو میری طرف سے خیرات کردو۔ چنانچہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے اشرفیاں لے لیں اور غرباء میں تقسیم کیے۔ یہ باپ بیٹے کی آخری ملاقات تھی۔ جس وقت والد گرامی رخصت ہوئے تو حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اداس ہوگئے اور اجمیر شریف واپس جانے اور اپنے مرشد سے ملاقات کرنے کی خواہش ہوئی۔

دوبارہ سفر اجمیر شریف: حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ لوگوں کے ہجوم سے گھبراتے تھے۔ لیکن اہل طریقت پر لازم ہوتا ہے کہ لوگوں کو فائدہ پہنچائے۔ نیز لوگوں سے میل جول رکھے۔ چنانچہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے سوچا کہ واپس اجمیر شریف جاکر اپنے پیر سے استدعا کروں کہ لوگوں کا یہ ہجوم مجھ سے نہیں سنبھالا جاتا۔ لہٰذا مجھے پیری و مرشدی سے آزاد کرادے اور یا مجھے گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرنے دے۔ والد گرامی سے رخصت کے چند دن بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ واپس اجمیر شریف روانہ ہوئے۔ راستہ میں شیر شاہ سوری کے فوجیوں نے اس کی تلاشی لی اور جو نقدی ان کے پاس تھی وہ لے لی۔ (روحانی تڑون صفحہ ۴۱۸)

جب آپ رحمۃ اللہ علیہ اجمیر شریف پہنچے تو معلوم کرنے پر پتا چلا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد شیخ سالار رومی رحمۃ اللہ علیہ وفات پاچکے تھے۔ چنانچہ پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ تعزیت کے لئے ان کے بیٹے شیخ حسین کے پاس ان کے گھر گئے اور حجرے میں داخل ہوئے۔ تو شیخ حسین مراقبے میں تھے۔ تو پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خادمان کے پاس ہی بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد شیخ حسین نے مراقبے سے سر اٹھایا تو ان کو دیکھ کر خوشی محسوس کی۔ اور فرمایا کہ ابھی ابھی مراقبے میں میرے والد گرامی نے مجھے حکم دیا کہ ابھی جو مہمان آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس

آنے والے ہیں ان کے دو خرقے مبارک ہیں۔ ان میں ایک خرقہ مبارک نووارد کے حوالے کردو اور یہ خرقۂ خلافت ہے۔ اور دوسرے خرقے کے ٹکڑے کرکے باقی مریدوں میں تقسیم کردو۔ ان میں ایک خرقے پر حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کا نام سید علی لکھا ہوا تھا۔ اس کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے کردیا اور ساتھ یہ بھی کہا کہ مرشد صاحب کا ارشاد ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کوہستان کی طرف جائیں اور وہاں سکونت اختیار کریں۔ یہ مشیت ایزدی تھا کیونکہ پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ تو اپنے آپ کو آزاد کرانے کیلئے آرہے تھے تا کہ مرشد سے آزادی حاصل کریں۔ لیکن قدرت آپ رحمۃ اللہ علیہ سے علاقہ یوسفزئی میں کام لینا چاہتے تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کے ہاتھوں جہاں اسلام کی روشنی نہیں پہنچی وہاں اسلام کی شمع روشن کرنا چاہتے تھے۔ جو کفر کی تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے تھے اور بعد میں انہوں نے اپنے خون سے ان علاقوں میں اسلام کی شمع جلائی اور برف پوش وادیوں کے اس پار اسلام کا بول بالا کردیا۔

حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے اجمیر شریف میں چند دن گزارے اور پھر سوچا کہ اگر مرشد کی وصیت پر عمل کرنا مقصود ہو تو کوہستانوں کی طرف جانا چاہئے لیکن مرشد نے کوہستان کی تخصیص نہیں کی تھی کہ کس علاقے کے کوہستان مین جایا جائے ان کا اپنا وطن کندوز ولایت شمالی افغانستان بھی کوہستانی علاقہ ہے۔ تب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وطن جانے کا فیصلہ کیا۔ اجمیر شریف میں قیام کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے وطن کو براستہ پشاور روانہ ہوئے۔ پشاور کا پرانا نام پرشوپور تھا۔ جب کہ قدیم زمانے میں اس کو باگرام بھی کہا جاتا تھا۔

پشاور اور دوآبہ میں آمد: حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اجمیر سے روانہ ہوئے مختلف منازل طے کرتے ہوئے پشاور آپہنچے۔ پشاور کو پھولوں کا شہر بھی کہا جاتا تھا۔ یہ ایک خوبصورت شہر تھا۔ ساتھ ہی ایک تاریخی شہر بھی تھا۔ افغانستان نیز سمرقند، بلخ و بخارا میں جانے کے لئے پشاور پر سے گزرنا پڑتا تھا۔ سکندر اعظم کے وقت سے لیکر انگریزوں کے دور تک مختلف فاتحین نے پشاور میں اپنی یادگار چھوڑے۔ وسطی ایشیا میں داخلے کا راستہ پشاور ہی تھا۔ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ سفر سے تھکے ہوئے تھے۔ لہٰذا چند دن یہاں پشاور میں آرام کی غرض سے ٹھہر گئے۔ یہی زمانہ غالباً ۹۴۷ھ کا تھا۔

ایک دن پشاور شہر میں حاجی سیف اللہ لگیانی اور ملک گدائی سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات ہوئی۔ یاد رہے کہ اجمیر شریف میں مذکورہ اشخاص نے حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت لی تھی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید بن گئے تھے اور اسی عقیدت کی وجہ سے حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کو مجبور کرنے لگے کہ ان کے ساتھ دو آبہ چلے جائیں۔

دو آبہ پشاور کے نزدیک ایک موضع کا نام ہے۔ اس کو دو آبہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہاں پر دو آب یعنی دریائے کابل اور دریائے سوات و پنجکوڑہ کا سنگم ہے۔ اس لئے اس کا نام دو آبہ پڑ گیا۔ ان دونوں اصحاب نے حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ سے نہایت عجز سے التجاء کی کہ ہمارے ساتھ ہمارے گاؤں چلئے۔ تاکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے ہماری آل و اولاد ہمارے اقربہ اور ہماری قوم نیز ارد گرد کے علاقے کے لوگوں کو فیض حاصل ہو سکے۔ انہوں نے مزید اصرار کیا کہ ہمارے علاقے میں لوگ غلط رسم و رواج اور بدعات میں مبتلا ہیں۔ ان خلاف شرع رسومات کی خاتمہ کے لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا جانا ازحد ضروری ہے۔ تاکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے لوگوں کا بھلا ہو۔ اور غلط کاریوں سے توبہ تائب ہوں۔ چنانچہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ ان کی دلجوئی کی خاطر ان کے ہمراہ دو آبہ تشریف لے گئے۔ اس تمام علاقے کے عوام و خواص نے حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع کیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پندو نصائح سے فیض حاصل کرتے رہے۔ بہت سے لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید بن گئے۔ کسی نے شریعت پر بیعت کی اور چند مخصوص اہل علم کو طریقت پر بیعت دی۔ پرانے زمانے میں مہمانوں کی بہت قدر کی جاتی تھی۔ اور خصوصاً علماء اور صلحاء کی قدر حد درجہ زیادہ کیا جاتا تھا۔ اور یہی ان لوگوں کا خلوص تھا کہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سال کا طویل عرصہ دو آبہ میں گزارا۔ یعنی غالباً 947ھ سے 948ھ تک پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ دو آبہ میں تھے۔ ایک سال گزارنے کے بعد حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وطن جانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ لیکن ان پر خلوص لگیانیوں کا دل ابھی نہیں بھرا اور وہ کسی بہانے سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو روکتے رہے۔ ان بہانوں میں ایک بہانہ یہ تھا کہ یوسفزئی کے علاقے پر بے دین اور ملحد پیروں کا بڑا غلبہ ہے۔ اور وہاں کے سادہ دل عوام کو ان پیروں نے آپس میں تقسیم کر دیا ہے اور تمام لوگ مختلف فرقوں اور ٹولیوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ ہر ایک فرقہ اپنے پیر کے پرستش میں مشغول ہے۔ اور یہی برائے

نام پیران سادہ دل عوام کو لوٹ رہے ہیں۔ نیز صحیح دین اسلام سے بھٹکا کر اباحتی عقائد میں مبتلا کردیتے ہیں۔ ان پیروں میں ایک کا نام پیر طیب جبکہ دوسرے کا نام پیر ولی بہت مشہور تھے۔ لہٰذا مذہب کے نام پر ان سادہ لوح مسلمانوں کو ان کی چیرہ دستیوں سے محفوظ کرنا آپ رحمۃ اللہ علیہ جیسے ولی اللہ کے لئے لازم ہے۔

علاقہ یوسفزئی میں: پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے دین محمدی ﷺ کی یہ توہین سنی اور مسلمانوں کے اندر ان گمراہیوں کا وجود پل رہا ہے تو بے تاب ہوا اور ان گمراہیوں کے خلاف لڑائی (جہاد) اپنے لئے فرض سمجھا۔ نیز ان سادہ لوح مسلمانوں کو راہِ راست پر لانا بھی اشد ضروری تھا۔" لہٰذا حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ علاقہ یوسفزئی کی طرف روانہ ہوئے اور جب حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ علاقہ یوسفزئی پہنچ گئے تو یوسفزئی قبیلہ کے لوگوں کے بارے میں اپنے تجزیہ کے بعد فرماتے ہیں:

۱) یہ لوگ سادہ لوح ہیں۔ مکروفریب کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔

۲) دینداری میں جوان بوڑھوں سے بڑھ کر دیندار ہیں۔ اور سب کے سب دینِ اسلام کے شیدائی ہیں۔

۳) دینی امور میں عورتیں مردوں سے بڑھ کر ہیں اور دینِ اسلام کے زیادہ پابند ہیں۔

۴) یہاں تک کہ بچے بھی اپنے بچپن میں دینِ اسلام کے ساتھ محبت کرتے ہیں اور دین کو سیکھنے کے نہایت شائقین ہیں۔

۵) غرباء جو کہ خان اور ملک کے خدمتگاری انجام دیتے ہیں، خوانین سے زیادہ دیندار ہوتے ہیں۔

اسلام سے اس قدر محبت کے باوجود وہ اس لئے گمراہی میں مبتلا ہیں کہ سب بے علم ہیں۔ نہ یہاں کوئی دینی مدرسہ ہے جس سے علم دین سیکھ لیا جائے اور نہ ایسے جید علماء اس علاقے میں ہیں جو دینی امور کو سمجھا سکیں۔ دوسری طرف ناکارہ شیخان اور گمراہ پیروں کی اس علاقے میں بہتات ہے اور ان لوگوں کی بے علمی کی وجہ سے یہی پیر فوائد حاصل کررہے ہیں اور یہی جعلی اور دنیا پرست پیر شریعت اسلام کے مخالف راستے پر ان لوگوں کو گامزن کرتے رہے۔ بہت سارے

لوگ ان جعلی پیروں کے مرید بن گئے تھے جو کہ اسلام اور پیر پرستی کے نام پر بہت سی بدعات ایجاد کئے ہوئے تھے۔

حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ ان لوگوں (پختونوں) کا قاعدہ ہے کہ جب کبھی کوئی نووارد عالم یا شیخ ان کے علاقے میں داخل ہوجاتا ہے تو لوگ جوق درجوق اس عالم یا شیخ کی زبانی اچھی باتیں اور پند و نصائح سننے آجاتے ہیں۔ مگر سننے کی حد تک شوقین ہوتے ہیں اور پند و نصائح پر عمل کرنا گوارہ نہیں کرتے۔ کیونکہ اپنی بے علمی کی وجہ سے یہ لوگ کسی صوفی، بزرگ اور جعلی پیر میں تمیز نہیں کرسکتے کہ واعظ کے قول وفعل میں تضاد ہے کہ یکسانیت۔ نیز وہ اسلام کے صحیح راستے پر گامزن ہے یا گمراہ ہے۔ البتہ ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو کہ اہل حق اور باطل میں تمیز کرسکتے ہیں۔ مگر ان کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہوتی ہے۔

علی کلے سدوم میں قیام: علاقہ سدوم کو شہباز گڑھ ضلع مردان سے اب ایک سڑک آتی ہے اور یہی سڑک رستم سے مشرق کی طرف آ کر امبیلہ کے راستے بنیر میں داخل ہوتی ہے۔ آج سدوم نام کا کوئی قصبہ یا گاؤں موجود نہیں۔ اس علاقے کا مرکزی قصبہ رستم کہلاتا ہے۔ بہرحال رستم سدم مشہور ہے۔ رستم سے شمال مشرق کی طرف دو کلومیٹر کے فاصلے پر ایک گاؤں جس کا نام علی کلے (الی کلے) ہے۔ اس گاؤں کا علی یا الی جو حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر (یعنی سید علی رحمۃ اللہ علیہ) رکھا گیا ہے جو کہ اب تک علی یا الی کے نام سے مشہور ہے۔ اس گاؤں کے جانب مشرق ایک اور گاؤں لنڈے ہے۔ دونوں گاؤں علی لنڈے کے نام سے مشہور ہے۔ (روحانی تڑون صفحہ ۵۲۴)

جس وقت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اس علاقے میں تشریف لائے تو لوگ جوق درجوق اردگرد علاقوں سے آ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مجالس میں شریک ہوتے تھے اور پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ و نصیحت سنتے تھے۔

حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''شریعت کے جتنے مسائل مجھے یاد تھے وہ سب کے سب ان لوگوں کو بیان کئے اور ان کو مزید یہ نصیحت کی کہ علم وعرفان (شریعت اور طریقت) دونوں سے باخبر رہنے کے لئے کوشش کریں۔ پہلے علم سیکھئے اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی روشن شریعت کے پابند رہو اور اہلِ ہوا اور اہل بدعت سے اپنے اپ کو بچالو۔ الحمدللہ میری کوشش

رائیگاں نہیں گئی اور ان جعلی پیروں کی پیروی سے باز رہے۔

رفتہ رفتہ سارے لوگ جو کہ گمراہ اور جعلی پیروں کے نرغے میں پھنس گئے تھے ان سے آزاد ہو کر شریعتِ محمدی ﷺ کے پابند ہو گئے۔

جب حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ علاقہ سدوم میں آئے تو یہی ان دو پیروں پیر طیب اور پیر ولی کا اس علاقے پر قبضہ تھا۔ ان دونوں ملحدان پیروں نے یوسفزئی قوم کے اکثر لوگوں کو اسلام کے روشن راستے سے رُوگردان کیا تھا۔ ان کی گمراہیاں درج ذیل ہیں:

(۱) پیران ملحدان سرود (موسیقی) کو حلال گردانتے تھے اور ہر وقت ساز بجاتے تھے۔

(۲) ان سازوں کو سننے عورتیں، مرد، بڑے چھوٹے سب مل کر بیٹھے تھے اور پردے کو بالکل ختم کیا گیا تھا اور ان عورتوں کو بیہودہ اور خلافِ شرع احکامات دیئے جاتے تھے۔ یہ سب لوگ شریعت کے دائرے سے نکلے ہوئے تھے۔ پیر ولی بڑبچ (نعوذ باللہ) خدائی کا دعویدار تھا۔ پیر طیب ہندوستان سے آیا تھا اور جب پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ علاقہ یوسفزئی میں وارد ہوئے تو پیر طیب ہزارے کی طرف بھاگ گیا۔ لیکن لوگوں میں یہ بات مشہور کی کہ سید علی رحمۃ اللہ علیہ کو میں نے اس ملک سے نکال باہر کر دیا۔ اور پیر ولی کو جب حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے مناظرے کے لئے دعوت دی تو اس نے انکار کر دیا اور اس کی کمزوری عوام پر ظاہر ہو گئی۔ اس حالت میں حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں اور دوستوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے استدعا کی کہ اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے وطن کندوز گئے تو یہی معصوم عوام پیر طیب کے بڑ کو سچ سمجھ کر پھر بدعات میں مبتلا ہوں گے۔ لہٰذا آپ رحمۃ اللہ علیہ پر لازم ہے کہ ایک سال یہاں اور گزار لیں تاکہ پیر طیب کی پیشین گوئی اور بڑ غلط ثابت ہو جائے۔ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا کہا مانا اور اس علاقے میں مزید ایک سال ٹھہر گئے۔

سدوم میں علی بگلے کے قیام کے دوران حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ملے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے گرویدہ ہو کر آپ رحمہ اللہ علیہ کے حلقۂ مریدی میں شامل ہو گئے۔

علاقہ سدوم میں قبیلہ یوسفزئی میں شادی: حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ یوسفزئی علاقے

میں کچھ عرصہ گزارنے کا قصد کیا۔ تاکہ پیر طیب کی پیش گوئی غلط ثابت کیا جاسکے اور ان لوگوں کی اصلاح کی جائے اور شریعتِ محمدی ﷺ پر چلایا جاسکے اور جب اس علاقے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک سال گزر گیا تو پختونوں کے رواج کے مطابق جب کوئی عالم یا شیخ جوان کو پسند آئے تو اس بزرگ (شیخ) کو اپنے علاقے میں رکوانے کی خاطر علاقے کے معززین (خوانین) اس کو اپنی بہن یا بیٹی عقد میں دیتے تھے۔ تاکہ اس قبیلہ میں شادی کرکے یہاں بودو باش اختیار کرے اور اس شخص کی برکت سے ان کو خیر پہنچے۔ بہن یا بیٹی کو غیر مشروط طور پر اس شخص کی نکاح میں دے دیتے تھے۔ اس آدمی سے جہیز یا مہر وغیرہ کا کوئی مطالبہ بھی نہیں کرتے۔ حضرت پیر بابا رحمہ اللہ علیہ سے پہلے حضرت محمد گیسو دراز سے اس قسم کا رشتہ کیا جاچکا تھا۔ چنانچہ درجہ بالا رواج کے تحت سدوم و بنیر کے معززین میں سے ایک معزز خان جن کا نام ملک دولت خان جو کہ قبیلہ ملی زئی کی ایک شاخ بارکشاہ زئی سے تعلق رکھتے تھے اور آپ اس بارک شاہ زئی قبیلے کے سردار بھی تھے۔ انہوں نے حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ میری بہن بی بی مریم (المعروف پیرابئی) سے نکاح کرلیں حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے انکار کردیا لیکن علاقے کے معززین کے جرگہ اور اپنے دوستوں اور مریدوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اس امر کیلئے مجبور کردیا۔

حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس قوم کے عقیدتمندوں اور دوستوں کے اس پرخلوص جرگہ کو میں ٹھکرا نہ سکا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ''ہاں'' کرنا پڑی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شادی غالباً ۹۵۵ھ یا ۹۶۵ھ میں ہوئی۔

جب حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی شادی ہوئی اس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر ۴۸ سال تھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد حضرت شیخ سالار رومی رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت اور مشیت ایزدی تھی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس قبیلہ میں شادی کرکے عمر بھر کے لئے اس علاقے میں سکونت اختیار کریں۔

بنیر میں قیام کے پہلے سال تک شیر شاہ سوری کی حکومت تھی اور شیر شاہ سوری نے وفات

پائی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جانشینوں نے کچھ عرصہ حکومت کی اس کے بعد ہمایوں مرزا نے دوبارہ دہلی کے تخت پر قبضہ جمایا۔ یہ ۹۶۲ھ کا دور تھا۔ یعنی حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے بنیر و علاقہ یوسفزئ میں قیام کے چودہ سال گزر گئے تھے اور جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بیٹے میاں مصطفیٰ بابا رحمۃ اللہ علیہ ۹۷۲ھ میں پیدا ہوئے تو حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے کندوز اپنے آبائی وطن جانے کا ارادہ کرلیا۔ کیونکہ اپنے والدین' عزیز و اقارب سے جدا ہوئے کافی عرصہ گزر گیا تھا۔

کندوز میں والدہ صاحبہ سے ملاقات: طویل مسافت طے کرنے کے بعد حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اپنے علاقے کندوز میں داخل ہوئے۔ یہاں مانوس فضا میں سانس لینے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے گھر میں داخل ہوئے۔ والدہ صاحبہ کی قدموسی کے بعد والد گرامی کے بارے میں معلوم کیا۔ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ وہ وفات پا چکے ہیں۔ اس پر حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ آزردہ ہوگئے اور والد محترم اور دادا محترم کے قبور پر فاتحہ پڑھنے گئے۔ کچھ عرصہ کندوز میں گزارنے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی والدہ صاحبہ سے فرمایا کہ ادھر علاقے یوسفزئ میں میں نے شادی کی ہے اور بچے بھی ہوئے ہیں اس پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ نے بڑی شفقت اور مہربانی سے فرمایا کہ جب تم نے شادی کی ہے اور بال بچے بھی پیدا ہوئے ہیں تو میری نسبت تمہارے بال بچوں کا زیادہ حق بنتا ہے۔ اور تمہیں چاہئے کہ جلد از جلد اپنے بال بچوں کے پاس پہنچو۔ میں تمہیں اپنا حق بخشتی ہوں۔ اور اگر تمہارے بال بچے یہاں آنا چاہتے ہیں تو تمہیں چاہئے کہ ان کو یہاں اپنے ہمراہ لے آؤ اور اگر یہ نہیں ہوسکتا تو تمہیں وہاں رہنے کی اجازت ہے والدہ صاحبہ نے حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے سفر کے لئے کچھ تیاریاں کیں اور اپنے ساتھ زادِ راہ لے کر اپنی والدہ صاحبہ کی بہت سے دعاؤں کے ساتھ پیر بابا رخصت ہوئے۔ چند دنوں کے بعد واپس علاقہ یوسفزئ میں پہنچے۔

دوکڈہ بنیر میں قیام: والدہ صاحبہ سے ملاقات کے بعد جب حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ واپس ہوئے تو کچھ عرصہ کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ علاقہ گدیزئ

میں منتقل ہوئے۔ علاقہ گدیزئی کی مرکزی جگہ پاچا کلے ہے اور دوکڈہ جو ایلم پہاڑ کے ترائیوں میں ایک پُرفضا اور پُرسکون جگہ ہے۔ یہاں سکونت اختیار کی۔ آج بھی دوکڈہ میں حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کا وہی گھر موجود ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں رشد و ہدایت کا کام شروع کیا۔ نیز اس علاقے میں ایک مدرسہ بھی قائم کیا جو کہ آج بھی آپ رحمہ اللہ علیہ کے نام مدرسہ سید عالیہ سے چل رہا ہے اور عوام الناس کو اس میں علم ظاہر حاصل کرنے کی تاکید فرماتے تھے۔

یہاں دوکڈہ میں چھ سال گزرنے کے بعد ۹۷۸ھ میں ان کو بایزید کا خط ملا۔ (روہی ادب مولفہ محمد نواز طائر صفحہ ۲۰۷، ۲۰۸) آپ رحمۃ اللہ علیہ کو پتا چلا کہ پختونوں پر ایک اور بلا نازل ہوئی حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ ہیں کہ افغانوں پر ایک قوی بلا نازل ہوئی۔ کاش! اس علاقے میں اسلام کا بادشاہ ہوتا۔ اس وقت جب حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کو بایزید کا دعوت نامہ ملا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دعوت دی تھی کہ میرے حلقۂ مریدی میں شامل ہوجاؤ۔ اسی وقت اکبر ہند کا بادشاہ تھا۔ جو خود بھی اسلام سے بہت دور تھا اور ایک نیا دین ''دینِ الٰہی'' کے نام سے شروع کرکے اس کا پرچار کررہا تھا۔ اس لئے حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے افسوس کا اظہار کیا تھا کہ کاش یہی بادشاہ اسلام کا بادشاہ ہوتا۔ نیز مغلوں کا موجودہ صوبہ سرحد پر کوئی بھی اثر و نفوذ نہیں تھا۔ یہ علاقہ آزاد علاقہ تھا اکبر نے اس علاقے پر قبضہ کرنے کی کوشش کی تھی لیکن کامیاب نہیں ہوا تھا۔ گویا کئی برس اس علاقے میں گزارنے کے بعد پیر بابا کو بایزید ملعون کا خط ملا اور یہ بھی پتہ چلا کہ بایزید ملعون محض سستی شہرت پانے کا دلدادہ تھا۔ اور اُسے شدید خواہش تھی کہ اُسے پیر و مرشد مان لیا جائے۔

وفات: حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے ۹۹۱ھ بمطابق ۱۵۸۳ء کو علاقہ گدیزئی بیر میں وفات پائی۔ اور پاچا کلے میں دفن کئے گئے۔ پاچا کلے کے پیچھے شمال مشرقی سمت سکنہ نر بٹول میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی چلہ کشی کا ایک غار آج بھی موجود ہے۔ جسے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چلہ گاہ کہا جاتا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے ساتھ اب ایک جامع مسجد بھی بن چکی ہے۔ نیز زائرین

کے لئے یہاں لنگر بھی چلتا ہے۔

سلسلہ ہائے طریقت

حضرت سید علی رحمۃ اللہ علیہ المعروف پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کو پیرانِ طریقت و مشائخ کی طرف سے چودہ خانوادوں کے سلسلہ ہائے طریقت میں ماذون و مجاز خلافت عطا ہوئی۔ ان چودہ خانوادوں میں سے دوسلسلوں ہائے کے اذن و اجازت آپ رحمۃ اللہ علیہ کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دادا جناب سید احمد نور کی طرف سے ملی تھی۔

(۱)سلسلہ کبرویہ (۲)سلسلۂ قادریہ۔ باقی بارہ سلسلوں کی اجازت آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے مرشد جناب شیخ سالار رومی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ملی اور ان تمام سلسلہ جات کا شجرۂ مشائخ درج ذیل ہے:

(۱) سلسلۂ کبرویہ: حضرت سید علی رحمۃ اللہ علیہ کو سید احمد نور رحمہ اللہ علیہ نے اُن کو سید جعفر المعروف یوسف نور رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو سید محمد نور بخش رحمۃ اللہ علیہ باقی سلسلہ حضرت سید محمد نور بخش رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح حیات میں درج کیا گیا ہے۔

(۲) سلسلۂ قادریہ: حضرت سید علی غواص رحمۃ اللہ علیہ کو خواجہ احمد نور رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو خواجہ سید یوسف نور رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو حضرت سید محمد نور بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو خواجہ ابو اسحاق ختلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو حضرت محمود مذوقانی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو حضرت علاو الدولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو حضرت نور الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو حضرت احمد جرجانی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو حضرت رضی الدین علی لالا رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو حضرت نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو حضرت عمار یاسر رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو حضرت ضیاء الدین ابو فہد رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو سید ابو صالح موسیٰ جنگی دوست نے اُن کو حضرت سید عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو حضرت سید یحییٰ زاہد رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو حضرت سید محمد رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو حضرت داؤد امیر محمد رحمہ اللہ علیہ نے اُن کو حضرت سید موسیٰ ثانی

رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو حضرت سید عبداللہ المحض رحمۃ اللہ علیہ نے اُن حضرت سید حسن المثنیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو حضرت امام حسن علیہ السلام کو حضرت امام علی علیہ السلام نے اُن کو حضرت سرورِ کائنات محمد مصطفیٰ ﷺ نے فیض عطا فرمایا اور وہ محمد ﷺ بلا واسطہ تلمیذ الرحمان ہیں۔ ان کا کوئی استاد نہیں۔ نہ جبریل علیہ السلام نہ کوئی اور۔ صرف رب تعالیٰ ہی ان کا مرشد ہادی اور رہنما ہے۔ بلکہ وہ اللہ تعالیٰ سے بفحوائے قرآنی وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا. کا اعزاز پائے ہوئے ہیں۔ اور وہ محمد مصطفیٰ ﷺ خود معلمِ کائنات ہیں۔

(۳) سلسلہ چشتیہ: حضرت سید علی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو شیخ سالار رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو خواجہ بہاء الدین صامت رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو حضرت سید حامد الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو حضرت خواجہ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو حضرت خواجہ نور قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو حضرت خواجہ علاء الدین اسد اللہ نوری رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو حضرت خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو حضرت نظام الدین اولیاء دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو حضرت خواجہ غریب نواز سید معین الدین اجمیری چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو حضرت خواجہ شریف زندنی کو حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو حضرت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو حضرت خواجہ قدوۃ الدین ابو محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو خواجہ احمد ابدال چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو حضرت ابو اسحاق شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو حضرت ممشاد علو دینوری نے اُن کو حضرت خواجہ ہبیر بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو حضرت خواجہ حذیفہ مرعشی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو حضرت خواجہ سلطان ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو حضرت خواجہ فضیل ابن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو حضرت خواجہ عبدالاحد زید رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اُن کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے ملا۔

سلسلہ سہروردیہ: حضرت غوث الزمان قطب دوران شہنشاہ خراسان سید علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو شیخ سالار رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو قطب الدین مہاجری رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو حضرت نظام الدین مہاجری رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو حضرت فخر الدین محبوبی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو حضرت سید جلال مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو حضرت رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو حضرت صدر الدین عارف رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو حضرت ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو حضرت احمد اسود علو دینوری رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو حضرت ممشاد علوی دینوری رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو حضرت خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو حضرت خواجہ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو حضرت داؤد طائی کو حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو حضرت علی علیہ السلام نے اُن کو حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ سے ملا اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بلاواسطہ تلمیذ الرحمان ہیں۔

ان کے علاوہ پانچویں **سلسلہ شطاریہ** جو کہ خواجہ ممشاد علوی دینوری رحمۃ اللہ علیہ سے اُن کو حضرت عبداللہ شطاری رحمۃ اللہ علیہ سے ملا تھا۔ یہی سلسلہ شیخ سالار رومی رحمۃ اللہ علیہ سے پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے حاصل کیا۔ اس کے اسمائے گرامی حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے بیان نہیں کیے ہیں۔

سلسلہ ناجیہ حلاجیہ: یہ سلسلہ بھی حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کو شیخ سالار رومی رحمۃ اللہ علیہ سے ملی لیکن اس کے اسمائے گرامی نامعلوم ہیں۔

طریقۂ کار

پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ ساری عمر ملحد پیروں اور پیری مریدی کی گمراہیوں کے فتنوں کے مقابلے میں برسر پیکار رہے۔ اس لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ بیعت طریقت میں نہایت احتیاط سے کام لیتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید زیادہ تر عالم یا حفاظ کرام تھے۔ کیونکہ اگر کسی کے

پاس علم نہ ہوتو شیطان کے بہکاوے میں آ کر سب کام خراب کردیتا ہے۔ اس لئے حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے تمام عمر میں مریدان طریقت کی تعداد بیس سے تجاوز نہ کرسکی اور عام لوگوں کو شریعت پر بیعت کرتے تھے اور وہاں ایک مدرسہ اس لئے کھول رکھا تھا تاکہ لوگ شرعی احکام سے آگاہ ہوسکیں۔ اس طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مریدان شریعت لاکھوں کی تعداد میں تھے۔ اور ان مریدوں کو مریدانِ شریعت کہا جاتا تھا۔ اور اس بیعت کو بیعت شریعت کہا جاتا تھا۔

جو بھی مرید مکمل طور پر شریعت کا پابند نہ ہوتا اور اس میں پہلے سے تقویٰ نہ ہوتا نیز شریعت کے رموز سے آگاہ نہ ہوتا اس کو طریقت پر بیعت نہ فرماتے تھے۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ اس آدمی کے استعداد اور ظرف کا خود مشاہدہ کردیتا تھا۔ نیز ان کی سخت نگرانی اور روحانی ضابطہ سے سخت تربیت دیکر ان کو سفر سلوک میں داخل کرتے تھے۔ طریقۂ کار یہ تھا کہ پہلے سبق کے بعد ایک ہفتہ کیلئے مرید کو خلوت میں بٹھاتے اور ریاضت کے بعد مرید سے حقیقت حال پوچھتے۔ اس طرح دوسرا سبق دیتے تھے۔

حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی کوشش یہ تھی کہ اس خطہ سے بدعات و بدعادات اور عقیدہ کی تطہیر کرکے عام لوگوں کو پابند شریعت اور سنت نبوی ﷺ پر چلادیا جائے یہی ان کا مشن تھا کہ اس علاقہ یوسفزئی میں آکر مقیم ہوئے۔

حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ خود بھی پابند شریعت تھے۔ اور مکمل اتباع سنت میں اپنی زندگی گزاری۔ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ چشتیہ مسلک کے پیران طریقت کی طرح محفل سماع میں بیٹھتے تھے۔ اس پر اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ نے اعتراض کیا تو اس دن کے بعد پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے دوبارہ کسی محفل سماع میں شرکت نہیں کی۔ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ ہر شخص سے نرمی سے پیش آتے تھے۔ ان کے سمجھانے کا انداز ایسا ہوتا تھا کہ بدعقیدہ لوگ خود توبہ کرتے تھے۔

اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ اس ضمن میں ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

ایک دفعہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسے شخص کے گھر میں مہمان تھے جو بھنگ بھی پیتا تھا اور عقیدہ تناسخ (اور آواگون) کا بھی قائل تھا۔ اس کا باپ بھی اس قسم کے عقائد رکھتا تھا۔ اور ترنگ میں آتا تو کبھی اپنے اپ کو علی علیہ السلام اور کبھی خود کو خدا کہتا تھا۔ (نعوذ باللہ)

مرتے وقت اس شخص نے اپنے بیٹے کو' جن کے پاس حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ مہمان

تھے وصیت کی کہ میرے موت کے دس بارہ سال بعد دہلی کے بادشاہ کے پاس چلے جاؤ وہاں میں شہزادے کے روپ میں دوسرا جنم لوں گا۔ اس وقت جب دس بارہ سال گزریں گے تو تم وہاں آؤ گے میں تمہیں پہچان لوں گا۔ اور تم پر نوازشات کی بارش کردوں گا۔ اپنے باپ کی وصیت پر اس آدمی کا اتنا پختہ عقیدہ تھا کہ اس نے دو گھوڑے بادشاہ کے لئے تحفہ میں دینے کے لئے خریدے تھے اور دہلی جانے کا فیصلہ کر چکا تھا حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم سب کو اس کی باتیں سننے کے بعد اس آدمی پر بیحد غصہ آیا لیکن حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے تحمل سے اس کی باتیں سنیں۔ اور فرمایا کہ اپنے باپ کی وصیت پر عمل کر کے بادشاہ سے ضرور ملو۔

اخون درویزہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مزید لکھتے ہیں کہ جب ہم اس آدمی سے رخصت ہوئے تو ہم نے حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ آپ رحمہ اللہ علیہ منع کرنے کی بجائے اس کو تاکید فرما رہے تھے کہ دہلی ضرور جاؤ۔ پیر بابا رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ کئی سالوں سے اپنے باپ سے غلط باتیں سن کر اس کا عقیدہ ان باتوں پر مضبوط ہوگیا تھا کہ نصیحت اس پر کوئی اثر نہیں کرتی۔ اس کی بجائے اگر وہ سفر کی صعوبتیں برداشت کرنے کے بعد دہلی پہنچ جائے اول تو بادشاہ کا دس بارہ سال کا بیٹا نہ ہوگا اور اگر ہوا بھی تو اس کو کب پہچانے گا کہ اس کی خاطر کریگا؟ الٹا اس کو دیوانہ سمجھ کر بے عزت کرکے دربار سے نکالے گا۔ اس رسوائی سے اس کی آنکھیں خود بخود کھل جائیں گی۔

حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہادیان قوم اور اولیائے کرام کو متحمل ہونا چاہئے کہ مخالف عقیدہ رکھنے والوں کو غصہ دکھانے کی بجائے مخلوق خدا کو نرمی سے سمجھانا چاہئے نہ کہ طاقت کے بل پر ان پر عمل کرانا ہے۔

اخلاق‘ عادات‘ افکار و نظریات:۔

سخاوت: حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت میں سخاوت حد درجہ موجود تھی جیسا کہ ان کے اجداد کے بارے میں قصے مشہور ہیں۔ اس طرح حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ ان کے نقش قدم پر

چلتے ہوئے کبھی کوئی سائل خالی ہاتھ جانے نہیں دیا۔ یہاں تک کہ جو بھی مسافر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں آتے تھے تو ان کے کھانے رہن سہن کے علاوہ ان کو زاد راہ بھی دیا کرتے تھے۔ مسافروں کو کھانا فراہم کرنے کے لئے انہوں نے لنگر کا انتظام کیا تھا۔ اور ہر وقت مسافروں کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں کھانا مہیا ہوجاتا تھا۔ کھانے کے علاوہ مسافروں کو لباس بھی دیا جاتا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت میں عفو درگذر اور صبر کوٹ کر بھرا ہوا تھا آپ رحمۃ اللہ علیہ خلوت پسند اور کم گوئی کے عادی تھے۔ آپ قلندرانہ صفات کے حامل تھے۔

حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ میں حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے لئے ایک دن کچھ پھل لایا تھا تو حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دانہ تناول فرمایا اور پھر اپنی انگلی سے اپنے شکم کو دبایا تو میں نے پوچھا حضرت! ایک دانہ سے تو شکم سیری نہیں ہوتی۔ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''پیٹ تو نہیں بھرا لیکن آج خلاف معمول پھل کے لئے اشتہا محسوس ہوئی اور نفس کی خواہش سامنے آ گئی۔ میں نے اگر ایک دانہ کھایا ہے لیکن نفس کی خواہش کی تکمیل ہوگی اور نفس کی خواہشات کو مکمل کرنا مناسب نہیں ہے۔ اس لئے اشتہا کے باوجود قصداً میں نے باقی میوہ سے ہاتھ کھینچ لیا ہے۔

حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ **کے فرمودات:** جیسا کہ اوپر ذکر آ چکا ہے حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ طریقت اور معرفت کی راہ میں سالک کو تین مقامات سے گزرنا پڑتا ہے۔

(۱) شہرت: اس مقام میں مخلوق خدا آپ کے گرد جمع ہوجاتی ہے اور عالم دنیا میں خود بخود مشہور ہوجاتا ہے۔

(۲) مقام کشف: دوسرا مقام کشف کا ہے۔ اس مقام پر سالک سے کشف وکرامات کا ظہور خود بخود ہوجاتا ہے اور مافوق الفطرت کام اس سے سرزد ہوجاتے ہیں۔

(۳) اس مقام پر سالک کا مطلب اور مدعا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا حاصل کرنا ہوتا ہے۔ اس مقام پر سالک کو نہ اپنی جان کی فکر ہوتی ہے اور نہ جہان کی فکر۔ اس کا مقصد حیات صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہوتی ہے۔ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ پیر

طریقت میں یہ استعداد ہونا چاہئے کہ کم علم مرید کی لغزش کے وقت اگر اس کے ہاتھ سے ایک شاخ چھوٹ جائے تو دوسری شاخ اس سے چھوٹنے نہ پائے۔ اگر اہل علم ہو اور اس سے علمی لغزش سرزد ہوجائے تو علم ہی کے ذریعے اس سے وسوسہ دور کریں اور جب تک مرید کا دل ان آلائشوں سے صاف نہ ہوجائے اور متوجہ الی اللہ نہ ہوجائے تو اس کے سامنے معرفت کے مزید رموز پیش نہ کی جائیں۔ کیونکہ نکات معرفت کی قدر نہ کرنے کی وجہ سے وہ نقصان میں پڑ جائیگا بلکہ گمراہی میں مبتلا ہوجائے گا۔

چار سیر: اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک دن حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے مجلس میں بیٹھا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ مراقبے میں تھے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مراقبے سے سر اٹھایا تو مجھ سے فرمایا "بعض لوگوں پر اکثر اوقات منصور جیسی حالت وارد ہوتی ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ پھر مراقبے میں چلے گئے۔ میں نے اس وقت حضور کے پہلو اور سرپرستی میں کائنات کی سیر کرنے کی غرض سے مراقبے میں جانا چاہا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مراقبے سے سر اٹھایا اور فرمائے۔ ایسا خیال نہ کرنا ایسا کرنے سے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا بلکہ نفی وجود کے بغیر اس کا حصول مشکل ترین ہے اور نفی وجود چار سیر کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔

(۱) سَیر من اللہ (۲) سیر الی اللہ (۳) سیر فی اللہ (۴) سیر مع اللہ مزید فرمایا۔ چار سیر میسر نہیں ہوسکتے بغیر سات قدم کے۔ مگر ان سب کا تعلق اس جذبۂ الٰہی کے ساتھ ہے جو اس طرف استعداد کے مطابق جاذبہ کشش خود پیدا کرتی ہے اور نفی وجود یا نفی ماسوا اللہ ہوکر کھینچ لی جاتی ہے۔ کبھی سالک کو حیات دنیا میں میسر نہ ہوجائے تو موت کے وقت نزع کی حالت میں رونما ہوکر مشاہدہ حاصل کرلیتا ہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔ وہ ایسا مشاہدہ ہے جو مومن کو جنت میں ملے گا۔ اور اس کی قبر ریاض جنت بن جاتی ہے۔ (بحوالہ عبرۃ الاولی الابصار مؤلفہ عبدالجبار شاہ صفحہ ۳۰)

حضرت پیر بابا کے تین مقولے:

(۱) سادات کا مذہبًا اہلسنّت کے عقائد کے ہر جز سے متفق ہونا۔ پشتو میں اس کا ضرب المثل "سید بہ سنی نہ وی' کۀ وی' دھغہ بہ ثانی نہ وی" (۲) مولویوں کا جواد اور

سخی ہونا (۳) قلندروں‘ فقیروں کا نماز گزار ہونا۔ یہ تینوں عجائبات دنیا میں سے ہیں۔

پیر طریقت: جو جملہ اقوال و افعال میں سنت نبوی ﷺ سے ذرا بھی متجاوز نہ ہو۔ اور کلی طور پر اتباع رسول کا پابند ہو۔ اُسے پیر بابا کی نظر میں پیر طریقت کہتے ہیں۔

کشف و کرامات کا ظہور لازمی نہیں: ولایت کا معیار کشف و کرامات نہیں سمجھنا چاہئے۔ بلکہ مرید کو چاہئے کہ ذکر الٰہی اور عبادت الٰہی پر توجہ دیں کسی دوسری طرف ملتفت نہ ہو۔

حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”امت محمدیہ میں ایسے مرد خدا گزرے ہیں اور موجود بھی ہیں اور بہت برے بڑے مراتب پر فائز ہیں۔ مگر کبھی بھی کشف و کرامات اور اسرار الٰہیہ کو ظاہر نہیں ہونے دیا۔ درویشی کا مقصد عبادت‘ ریاضت‘ زہد و تقویٰ اور حسن اخلاق کو وظیفۂ حیات بنانا ہے۔“

حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ نے بغیر وجد کے ہاتھ اوپر اٹھایا۔ جس سے دیکھنے والوں کی نظر میں وجدانی کیفیت محسوس ہوئی۔ اس سال بخارا میں قسما قسم بیماریاں اور آفتیں نازل ہوئیں۔ جس سے بہت سے لوگ ہلاک ہوگئے۔ آخر شہر کے چیدہ چیدہ لوگ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے۔ اور ان سے استدعا کی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ دعا فرمائیے کہ مخلوق خدا کو ان آفات سے نجات مل جائے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وضو کر کے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے ان آفات کو رفع کرلے غیب سے آواز آئی کہ یہ بلائیں آپ کے صحو بغیر وجد کے ہاتھ اٹھانے سے نازل ہوئے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے التجاء کی کہ خدایا بدعت مجھ سے سرزد ہوئی اس لئے سزا کا میں مستحق ہوں۔ اس میں مخلوق خدا کا کیا دوش؟ اور جب آپ رحمۃ اللہ علیہ چھت سے اتر رہے تھے تو اس وقت چھت سے گر گئے۔ جس سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ لوگ عیادت کو گئے کہ ہم تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو وسیلہ بنا کر دفع بلا چاہتے تھے جبکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ خود بلا میں گرفتار ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا گناہ بھی میں نے کیا تھا۔ اس لئے ابتلا میں بھی مجھے ڈالا گیا۔ پھر خوب بارش برسی اور بیماریاں دور ہوگئیں

دراصل یہ واقعہ ان کے خلوص اور باطنی قرب کو ظاہر کرتا ہے۔

ایک اور واقعہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد شیخ سالار رومی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ہے۔ شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے شکار کرنے جنگل گئے ہوئے تھے۔ ادھر جنگل میں ڈاکوؤں نے ان کو گھیرا اور ان کے درمیان تلوار بازی شروع ہوئی۔ ڈاکو جب شیخ صاحب کے بیٹوں پر تلوار چلاتے تو اس تلوار سے ان کو زخم نہ آتے تھے۔ بلکہ ان کا بال بیکا نہ ہوتا۔ آخر یہ لوگ ڈاکوؤں کے چنگل سے نکل آئے اور جب گھر پہنچے تو اپنے والد گرامی کے پاس گئے۔ تو انہوں نے غصے میں کہا کہ تمہارا کام زہد و ریاضت ہے نہ کہ لہوولعب۔ تو انہوں نے اپنی بڑائی بیان کی کہ ڈاکوؤں سے مقابلہ کرنا پڑا۔ اور ان کے تلواروں نے ہمیں کوئی گزند نہیں پہنچایا۔ اور جب شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو ڈھینگیں مارتے ہوئے دیکھا تو ان کو گمراہی سے بچانے کے لئے اپنا آستین اٹھایا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بازووں پر زخم کے نشانات تھے۔ شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کرامات کا ظہور ہوگیا۔ لیکن اس پر آپ رحمۃ اللہ علیہ بڑے متاسف ہوئے۔ انہوں نے وضو کی اور نماز کے لئے کھڑے ہوگئے اور نماز ہی نماز میں ان کے روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔

رازداری: حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ایک بیابان میں ہمسفر تھے۔ دوران سفر تصوف کے بعض دقیق نکات کا ذکر آیا۔ تو حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے میرے کان سے منہ لگا کر وہ نکتہ مجھے سمجھایا۔ حالانکہ ہم ایک بیابان میں سفر کررہے تھے اور یہاں سننے والا بھی کوئی نہیں تھا۔ لیکن اپنے پیشرووں کی طرح حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے رازداری سے کام لیا۔ کیونکہ ان کو بھی رازداری کی ہدایت تھی۔

بیعت طریقت میں احتیاط: اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا تو میرے استاد حاجی محمد المعروف ملازنگی پاپینی نے میری سفارش حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ سے کی۔ مزید کہا کہ اخون درویزہ باطنی شغل وطریقت کا شوقی ہے، اور اس کا اہل بھی ہے۔ اس لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ اس پر کرم کردیجئے گا۔ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ ایک خدائی امانت ہے اور اسے اس کے اہل یعنی علماء اور اتقیاء کے حوالے کرنا چاہئے

نہ کہ جاہل لوگوں کو اور اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کا شکر بجالایا کہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں وہ اہل ثابت ہوا اور اس نے باطنی طور پر اس کو سرفراز کر دیا۔

حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت پیر بابا کی عظمت کا اعتراف:

عبرۃ الاولی الابصار میں جناب سید عبدالجبار شاہ (سابق بادشاہ سوات) تحریر فرماتے ہیں کہ جس سال میں حج گیا تھا۔ واپسی پر اجمیر شریف آیا اور چند ہفتے اجمیر شریف میں گزارے اور جب تک اجمیر شریف میں رہا تو رات کو خواب میں خواجہ صاحب کو دیکھا کرتا تھا اور مختلف مسائل پر بحث ہوتی تھی اور خواب میں وہ میرے ہر سوال کا تسلی بخش جواب دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ میں نے حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا ''سید علی رحمۃ اللہ علیہ شاخ است از درختِ عظیم'' یعنی پیر بابا ایک بڑے درخت کی شاخ ہیں۔

حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی پابندئ شریعت: حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں کئی برس تک دن رات حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہا۔ تو میں نے ان کی ہر حرکت اور ہر فعل و عمل کو عین سنت نبوی ﷺ کے مطابق پایا۔

عبرۃ الاولی الابصار میں عبدالجبار شاہ اخون درویزہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ ''ملا باسے'' یہ ایک شخص کا نام ہے (عباسے) کو حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے آئے اور اس شخص کی پرزور الفاظ میں سفارش کرنے لگے کہ یہ شخص ہرات کا باشندہ ہے اور اس کا ایک پیر تھا جو کہ سنت نبوی ﷺ پر صحیح چل رہا تھا اور اسکے پیر نے وفات کے وقت اس سے وصیت کی اور ایک رسالہ جس کا نام ''جام جہان نما'' تھا اس کو دیا جبکہ چند اسباق اس رسالے سے اس پیر نے پڑھائے تھے اور کہا تھا کہ میرے مرنے کے بعد دنیا میں ایک ایسے پیر کو تلاش کرو جو شریعت اور طریقت دونوں کا پابند ہو۔ نیز جس طرح میں نے چند اسباق کے رموز تمہیں پڑھائے ہیں عین اس طریقے پر اگر کسی پابندِ شریعت پیر نے پڑھایا تو اس پیر کے مجاورت کرنا اور اس سے فیض حاصل کرنا۔

چنانچہ یہ شخص کہتا ہے کہ میں نے دنیا کی خاک چھان ماری اور مجھے بہت سے مشائخ جو خود بھی نامی گرامی تھے ملے لیکن انہیں روحانی اور ذاتی استعداد میں ناقص پایا بلکہ بعض کو سنت

نبوی ﷺ سے بھٹکا ہوا پایا۔ وہ الحاد و گمراہی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ لہٰذا میں ماوراء النہر سمرقند بخارا اور اس کے بعد کاشغر و یارقند اور اس کے بعد براستہ لداخ کشمیر تک گیا ہوں۔ لیکن ہر جگہ مایوسی ہوئی۔ اب یہاں لوٹ آیا ہوں۔ یہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے سے معلوم ہوا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ پابند سنت نبوی ﷺ ہیں۔ لہٰذا آپ رحمۃ اللہ ہی میرے مقصود ہیں۔" اور اس کے بعد حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ سے درس لینے لگے اور ایک طویل مدت تک آپ رحمۃ اللہ علیہ سے فیض یاب ہوتے رہے اور اس کا ذوق و شوق دیکھ کر حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے دو چند محبت و شفقت فرمائی اور اس کو ایک کامل انسان بنا کر اپنے وطن رخصت کر دیا۔

حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کو دنیا کی جاہ و جلال سے نفرت تھی: حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کو دنیاوی جاہ و جلال سے نفرت تھی۔ جب کبھی آپ کے والد صاحب آپ کو مجبور کر کے مغلیہ دربار لے جاتے تھے تو واپس آ کر شاہی لباس اتارتے تھے اور فقیرانہ لباس پہن کر علماء اور صوفیاء کی صحبت میں شمولیت اختیار کرتے تھے۔ حضرت پیر بابا رحمہ اللہ علیہ کو مغلیہ دربار سے امارت اور جاگیر نیز دنیاوی جاہ و جلال مل جاتا اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ مغلوں کا ساتھ دیتے۔ لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پانی پت کے مقام پر دنیاوی جاہ و جلال کو لات مار کر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کا ایک کٹھن راستہ اختیار کیا۔

خوشا رندی کے پا مالش
کنم صد پار سائی را
تو آں شاہی کہ شاہاں کج کلاہے
مگس را میدہی فرّ و ہمائے
اُس گلی کا گدا ہوں میں جس میں
مانگتے تاجدار پھرتے ہیں
جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعلِ پاک حضور ﷺ
تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کا پختونخوا پر اثر و رسوخ:

حضرت سید علی غواص المعروف پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اس خاندان کے چشم و چراغ تھے جن کے اسلاف نے میدان کربلا میں ایک جابر اور فاسق بادشاہ کے خلاف اور دین اسلام میں ایک بدعت کے خلاف اپنا سر کٹوایا اور اسی سارے خاندان نے جس کو ایک جابر نے ایک ایک گھونٹ پانی کے لئے ترسا کر ان کی جان آفرین کے حوالے کروادی تھی۔ لیکن خلافت کو ملوکیت میں تبدیل ہونے نہیں دیا۔ ان کو ہر قسم کی ترغیبات دی گئیں لیکن وہ طمع و لالچ میں نہیں آئے اور کبھی کسی دور میں بھی اس خاندان کے افراد کسی جابر حکمران کے سامنے نہیں جھکے۔ مختلف ادوار میں اپنا خون دے کر اسلام کی ٹمٹماتی ہوئی بتی کو روشن کر ڈالا جو اب تک روشن ہے۔

حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ جس کا مغلوں کے ساتھ دوہرا رشتہ تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی چھٹی پشت پر جد کا عقد امیر تیمور گورگانی کی ہمشیرہ سے ہوا تھا۔ جبکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ صاحبہ بابر بادشاہ کی بہن تھی۔ لیکن پانی پت کے میدان میں شاہوں کی فتح و شکست کو دیکھ کر اتنے متاثر ہوئے اور دنیا کی بے ثباتی سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا دل اس قدر بھر گیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دنیوی حشمت، امارت، جاہ و جلال چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے شاہی لباس اتارا اور فقیری کا لباس پہنا حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اگر دنیاوی طمع رکھتے تو مغلوں کے پاس امارت بھی تھی اور جاگیر بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ بادشاہ وقت کے خواہر زادے تھے اور بادشاہوں کے رشتہ داروں کے لئے کسی قسم کی دنیاوی کمی نہیں ہوتی۔ لیکن بچپن میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا میلان طبع فقیری کی طرف مائل تھا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے پختونخوا میں دینِ اسلام کے لئے کام لینا چاہتے تھے۔ نیز کوہستان میں جو کفار آباد تھے اللہ تعالیٰ ان کفاروں کو مشرف بہ اسلام کرانا چاہتے تھے اور یہ کام حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی اولاد سے لینا چاہتے تھے۔

یوسفزیوں پر اللہ تعالیٰ کا کرم تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک برگزیدہ بندے کو ان کی رشد و

ہدایت کے لئے بھیجا اور اس ہستی کی بدولت بدعات سے پاک معاشرہ قائم ہوا۔ اور لوگوں کو بدعقیدہ پیروں سے نجات مل گئی اور وہ صحیح العقیدہ مسلمان بن گئے۔

اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ جب حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ علاقہ سوات و بنیر میں آئے تو اس وقت کے لوگ وحشی اور اجڈ تھے۔ ان لوگوں کا کام رہزنی، بردہ فروشی اور ڈاکہ زنی تھا۔ وہ شراب کھلے عام پیتے تھے۔ اور شراب کشید کرنے کی بھٹیاں ہر جگہ موجود تھیں۔ خود اخون درویزہ چشم دید گواہ ہے۔ نیز یہاں پر اس وقت کوئی ایسا مصلح قوم نہیں تھا کہ ان لوگوں کی اصلاح کرتے بلکہ ان پر ایسے پیر مسلط تھے کہ ان کے عقائد و اعمال میں مزید بگاڑ پیدا کرتے تھے۔ ان قبائل کی آپس میں دشمنیاں چلتی تھیں۔ ایک قبیلہ دوسرے قبیلے کا جانی دشمن تھا۔ اسی وقت دریاؤں، پہاڑوں اور جنگلات نے سوات و بنیر نیز علاقہ سمہ کو مختلف ٹکڑوں میں تقسیم کیا تھا۔ نیز دریاؤں پر کوئی پل یا اور کوئی ذریعہ آمدورفت نہیں تھا۔ ان حالات میں اور اسی ماحول میں جو کہ برائے نام مسلمان تھے، ان میں تبلیغ کرنا اور انہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر چلانا بہت مشکل امر تھا۔ لیکن حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے حوصلہ نہیں ہارا اور دونوں طرف سے اپنا مشن جاری رکھا۔

(۱) دینی تعلیم کے ذریعے شریعت سے آگاہ کرانا جگہ جگہ مجالس اور مساجد میں مولود (۱) کے ذریعے بدعات اور بدعادات کے خلاف جہاد کرنے اور لوگوں کو صحیح عقیدہ اختیار کرنے کی نفسیاتی طور پر عملی شکل دکھانا اور عملی شکل خود حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ تھے اور ان کے وہ مرید جو ظاہر و باطن کا نمونہ بن کر اور خود کو مکمل پابند شریعت اور سنت نبوی ﷺ کے عین مطابق ڈھال کر رہتے تھے۔ اور جب انہیں اسلام کی سچی تصویر دکھائی گئی تو ان لوگوں کے دلوں میں مدارس اور جید علماء کا انتظام کرکے صحیح شریعت کا درس لینے کا جذبہ پیدا ہوگا۔

(۲) وہی ملحد پیر جو ان لوگوں کے عقائد میں بگاڑ پیدا کرتے تھے ان کے ساتھ مناظرہ کرکے ان کے عقائد کو غلط ثابت کرنا اور اگر پیر توبہ تائب ہوجاتے تو ٹھیک ورنہ عوام الناس میں ان کے خلاف شرع عقائد کو آشکارا کرنا۔ یہ پیر بابا علیہ الرحمہ کا دوسرا مقصد تھا۔

اسی محاذ پر حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اور اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی کامیابیاں حاصل کیں اور علاقہ یوسفزئی، علاقہ گگیانی (تحصیل چارسدہ) شنغر و علاقہ پشاور کو ملحد پیروں سے

مکمل طور پر نجات دلا کر لوگوں کو دوبارہ صحیح العقیدہ مسلمان بنایا۔ یہی راسخ العقیدہ مسلمان آگے چل کر دین اسلام کی خاطر اپنے خون کا نذرانہ دینے لگے اور آج تک حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی اولاد کی عظمت کے گن گا رہے ہیں۔ بنیر میں ایک ضرب المثل مشہور ہے:

"ایلم لوئے دے کۂ پیر بابا رحمة الله علیه"

ایلم جو کہ ایک پہاڑ کا نام ہے' بڑا ہے کہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ

یہ ضرب المثل اس طرح مشہور ہوا کہ علاقہ بنیر کے لوگ دو گروہوں میں بٹے ہوئے تھے۔ پہلا گروہ کہتا تھا ہ ایلم پہاڑ بڑا ہے جبکہ دوسرا گروہ کہتا تھا کہ دوہ سرے (دوسرا) پہاڑ بڑا ہے۔ ایک دفعہ ایلم والے گروہ کے آدمی سے ایک آدمی نے پوچھا کہ ایلم بڑا ہے کہ پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ بڑا ہے؟ تو اس شخص نے کچھ پریشان ہوکر کہا کہ اللہ تجھے بھی ایسے ہی امتحان میں ڈالے جس طرح تم نے مجھے ڈالا۔ اگر ایلم کو چھوٹا کہتا ہوں تو میری پشتو (خودی) کمزور ہوتی ہے اور اگر پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کو چھوٹا کہوں تو کفر کی حد تک پہنچتا ہوں۔

یہی بڑائی اور عظمت بیٹھے بٹھائی نہیں ملتی۔ بڑائی بڑے لوگوں کی بیان کی جاتی ہے۔ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کو یہی مقام ان کے کارناموں سے ملا ہے۔ انہوں نے مجاہدے کئے۔ محنت کی تب عظمت کے مینار بن گئے۔ اور یہی وہ عظمت تھی کہ خوانین میں سے ایک خان نے اپنی بہن آپ رحمۃ اللہ علیہ سے بیاہ دی۔ اور یہی ان کی عظمت کا اعتراف تھا کہ بعد میں خوانین یوسفزیٔ نے اپنے بہنوں اور بیٹیوں کی شادیاں حضرت پیر بابا رحمۃ کی اولاد سے کیں اور ان خوانین و پختونوں نے اپنی جائیداد دفتر میں سے حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کے لئے سیریاں نکالیں۔

پختونخوا میں مانکیال کی ترائیوں سے لیکر بنوں اور ڈیرہ اسماعیل خان کے ریگزاروں تک' چترال سے لیکر دریائے سندھ کے کنارے تک افغانستان ہزارہ ڈویژن میں جگہ جگہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد آباد ہے اور ان کیلئے ہر جگہ عوام کی طرف سے سیریاں مقرر ہیں۔

جس طرح حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے دین میں بدعات اور اکبر کے دین الٰہی کے خلاف مملکت ہند میں عملی اور قلمی جہاد کیا اور لوگوں میں ایسا شعور پیدا کیا کہ وہ بدعت و صحیح اسلامی شریعت کے مابین فرق محسوس کر کے صحیح شریعت نبوی ﷺ

کی راہ پر چل سکیں۔ اسی طرح حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے اسی دور میں پختونخوا میں دین اسلام کے لئے کام کیا اکبر کے دین الٰہی اور بدعقیدہ پیروں کی بدعات سے پختونوں میں طہارت پیدا کی اور پختون صحیح العقیدہ مسلمان بن گئے اور یہی پختون آج بھی حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی اولاد کو بڑی عزت و احترام کی نظروں سے دیکھتے ہیں اور آج تک حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی گدی کے اثرات باقی ہیں حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے محنت کرکے ان پختونوں کو صحیح العقیدہ مسلمان بنادیا۔ شاعر مشرق حضرت علامہ اقبال صاحب فرماتے ہیں۔

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی!

اور اس زرخیز مٹی کی نم حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے مہیا کی اور آئندہ زمانے میں اس قوم نے ثابت کردیا کہ دین اسلام کے لئے اپنے سرتن سے جدا کئے جاسکتے ہیں اور ان دشوار گزار برف پوش وادیوں میں اسلام کی شمع روشن رکھا جہاں پہنچنا محال تھا اور جب اسی قوم کے افراد حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں اور اولاد کی سرکردگی میں ان دشوار گزار پہاڑوں میں پہنچے تو کفار ڈومانے پہاڑ کی چوٹیوں سے ان پر بڑے بڑے پتھر لڑھکائے جس سے بیشمار پختون شہید ہوئے۔ لیکن جن کے دلوں میں اسلام کی شمع روشن ہو تو وہ کب جان کی پرواہ کرتے ہیں۔ اس قوم پختون کو ایک عرب مفکر اور مؤرخ امیر شکیب ارسلانؒ جو سید جمال الدین افغانی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ کچھ یوں خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

"میری جان کی قسم اگر ساری دنیا میں اسلام کی نبض ڈوب جائے اور کہیں بھی اس میں زندگی کی رمق باقی نہ رہے تب بھی کوہ ہمالیہ اور کوہ ہندوکش کے درمیان بسنے والوں میں اسلام زندہ رہے گا۔ اور ان کے عزائم جوان رہیں گے۔" (حیات پیر بابا مؤلفہ محمد شفیع صابر صفحہ ۱۹)

دنیا میں جو بھی تحریک شروع ہوئی ہے۔ اس تحریک کے لئے اللہ تعالیٰ ایک محرک پیدا کردیتا ہے۔ علاقہ کوہستان اور چترال میں بے دین لوگوں کو مشرف بہ اسلام رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ یوسفزیوں سے کام لینا چاہتا تھا اور اس نے یوسفزیوں کو حرکت میں لانے کے لئے حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کو روانہ فرمایا اور یوسفزیوں نے وہی کام کر دکھایا جو کہ شہنشاہ ہند بھی نہ کرسکا۔ اس لئے کہ مشیت ایزدی یہی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے کندوز شمالی افغانستان جو کہ روس کے سرحد پر

واقع ہے، سے حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کو اٹھوایا اور ہندوستان میں تربیت حاصل کرنے کے بعد ایک عظیم مصلح کی طرح اس قوم کی اصلاح کی اور اسی قوم نے اصلاح کے بعد وہی کام کردکھایا جو تاریخ کے اوراق میں زرین باب بن گیا۔

حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی خدمات سے اس جدید دور میں بھی کوئی آنکھیں نہیں چراسکتا۔ انہوں نے پختونخوا پر بہت احسانات کئے ہیں۔ جس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ حیات تھے تب بھی ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے فیض حاصل کیا تھا اور جب وفات پاگئے تو تب بھی ہزاروں زائرین آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے جوق در جوق آتے ہیں۔ خاص کر موسم بہار میں تو زائرین کا ایک میلہ لگا رہتا ہے اور تا قیامت حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے گہرے اثرات پختونخوا کے علاوہ سارے پاکستان پر رہیں گے۔

حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد اثرات

حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مشن آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں اور اولاد نے سنبھالا۔ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں ملحد پیروں کے خلاف جہاد ہوا تھا اور یوسفزئی قبیلہ مکمل طور پر پابند شریعت ہوا۔ اب دین اسلام اور شریعت محمدی ﷺ کو ان علاقوں میں جہاں کفر و الحاد کی تاریکیاں چھائی ہوتی تھیں پہچانا تھا۔ ان میں چیلاس، گلگت، اباسین کوہستان، الائی، کاغان وغیرہ جبکہ سوات کوہستان جو کہ فتح پور سے شروع ہوکر کالام اوشو تک جاتا ہے۔ یہاں بھی ڈوما کافر بستے تھے۔ ان تک اسلام کی روشنی نہیں پہنچی تھی۔ جبکہ افغانستان کے ولایت کنڑ سے ملحقہ علاقہ موجودہ نورستان جس کو کافرستان کہا جاتا تھا۔ اس کی حدود چترال میں داخل ہوتی ہیں یہاں کیلاش قبائل جنہیں سرخ کافر بھی کہا جاتا تھا۔ یہاں بھی دین محمدی ﷺ کے لئے ابھی کام کرنا باقی تھا۔

حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کو ان محاذوں پر دین اسلام کے لئے کام کرنا تھا۔

(۱) حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے فرزند سید مصطفیٰ بابا رحمۃ اللہ علیہ جو کہ اپنے والدمحترم کی زندگی میں کنڑ گئے تھے۔ انہوں نے کنڑ سے کافرستان میں کام شروع کیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے سید جمال ابن میاں عبدل نے اس کام کو

آگے بڑھایا اور سید جمال ابن میاں عبدل نے اس کام کو آگے بڑھایا اور سید جمال رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ کے بیٹے سید عباس رحمۃ اللہ علیہ نے گٹارو گمبیر میں ان سرخ کافروں کے خلاف جہاد کیا اور اسی کافرستان کو جسے آج کل نورستان کہا جاتا ہے' کو اسلام کے نور سے منور کیا اور دین محمدی ﷺ کی شمع یہاں اپنے خون سے روشن کی۔ اس سلسلۂ جہاد میں حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے بھی شہید ہوئے تھے۔ جن کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) خواجہ نور رحمۃ اللہ علیہ ابن سید عبدالجبار رحمۃ اللہ علیہ ابن میاں قاسم رحمۃ اللہ علیہ۔

(۲) میاں سید علی رحمۃ اللہ علیہ ابن میاں شیخ نور رحمۃ اللہ علیہ ابن سید باقی رحمۃ اللہ علیہ ابن ساقی رحمہ اللہ علیہ ابن سید عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ۔

دوسرے محاذ پر بھی یعنی سوات کوہستان پر مجاہدین نے جہاد کا سلسلہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند جناب اخون کریمداد المعروف شہید بابا رحمۃ اللہ علیہ (مدفن کانجو سوات) نے شروع کیا تھا۔ اور تیرات کے مقام پر شہید ہوئے تھے۔ ان کا یہ مشن حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے میاں قاسم بابا رحمۃ اللہ علیہ نے آگے بڑھایا تھا۔ وہ بھی توروال کے مقام پر شہید ہوئے۔ لیکن کوہستان تک اسلام کی روشنی پہنچ گئی۔

(۳) اباسین کوہستان اور چیلاس و گلگت نیز ملاخیل مخوزی چغرزی اور پورن وغیرہ علاقوں پر ڈوما حکمران تھے اور یہی ڈوما حکمران کفر والحاد میں گرفتار تھے۔ ان کے خلاف جہاد میں اخون سالاک اور یوسف زئی قبیلہ کے سردار بہاکو خان نے حصہ لیا کہا جاتا ہے کہ اخون سالاک میاں عبدل بابا رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ اور ان کے ایما پر اس سلسلۂ جہاد میں انہوں نے حصہ لیا تھا۔ اخون سالاک اور بہاکو خان نے جہاد کا سلسلہ پورن' چکیسر اور کروڑہ وغیرہ تک بڑھایا۔ علاقہ پورن چکیسر اور کروڑہ وغیرہ میں آج بھی اخون سالاک اور حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد آباد ہیں۔

سید جلال ابن سید قاسم جد اعلیٰ سادات کاغان نے پکھلی کی قدیم ترکی خاندان سے اس علاقے کی بادشاہت چھین لی۔ کیونکہ ان میں ہندوانہ رسمیں گھر کر چکی تھیں۔ نیز رعایا بھی ناخوش تھی۔ کیونکہ یہ لوگ برائے نام مسلمان تھے۔

دین اسلام کیلئے سب سے بڑھ کر کام نور شاہ المعروف غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ نے کیا۔

غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ ابن شاہ زمان ابن سید جلال ابن سید قاسم رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ٹھاک، ٹھور اور چیلاس میں اسلام کا چراغ روشن کیا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف جگہوں میں مساجد کی تعمیر کروائی اور دین اسلام رائج کرنے کے لئے مبلغین بھجوائے۔ وہاں سے آپ رحمۃ اللہ علیہ واپس کاغان آئے۔ غرض کاغان و چیلاس میں احیاء اسلام کے لئے سب سے بڑھ کر کام غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ نے کیا۔

حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کو ہمیشہ وقعت کی نظر سے دیکھا گیا۔ جب مغلیہ حکومت پر زوال آیا تو ہر جگہ طوائف الملوکی پھیل گئی۔ تو سکھوں نے پنجاب پر اپنی حکومت قائم کی۔ اس طرح انہوں نے ہزارہ اور سرحد پر اپنے پنجے گاڑے۔ کابل کے پشتون گورنر کی اپیل پر متحد ہو کر سکھوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ سکھوں کے خلاف ایک جنگ پیر سباک کے مقام پر ہوئی۔ اس لڑائی میں پختونوں نے اپنا امیر سید اکبر شاہ کو مقرر کیا جو کہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے۔ اس کے بعد ہزارہ میں آپ کو بادشاہ مقرر کیا گیا اس دور کو لنڈہ مسلمانی کہا جاتا ہے۔

سوات کے لوگوں نے کچھ عرصہ کے بعد ایک حکومت کی ضرورت محسوس کی۔ تو اخوند عبدالغفور المعروف سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ کے ایما پر سید اکبر شاہ کو امیر شریعت کا خطاب دے کر سوات کا بادشاہ مقرر کیا گیا تقریباً چار سال حکومت کرنے کیبعد آپ وفات پا گئے تو آپ کے بیٹے سید مبارک شاہ سوات کے بادشاہ بن گئے۔ تقریباً گیارہ ماہ آپ نے سوات پر حکومت کی۔ انگریزوں کے خلاف امبیلہ کے جہاد کے ہیرو مبارک شاہ تھے۔

عبدالجبار شاہ جو کہ اس خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جس کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔ ۱۹۱۴ء میں سوات کے بادشاہ مقرر کر دیئے گئے۔ ادھر کنڑ میں حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ایک عالمی شخصیت جناب سید جمال الدین افغانی پیدا ہوئے۔ جو کابل کے حکمرانوں کی حکومتوں میں اہم عہدوں پر فائز ہوئے۔ اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان، مصر، ترکی، ایران، سعودی عرب کے دورے کر کے ملت اسلامیہ کے اتحاد کے لئے کوششیں شروع کیں اور تمام عمر اس کوشش میں لگے۔ اقبال آپ رحمۃ اللہ علیہ کے افکار سے بیحد متاثر تھے۔ حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کیلئے   نیل کے ساحل سے لیکر تابخاک کا شغر
ہم موحد ہیں ہمارا کیش ہے ترک رسوم   ملتیں جب مٹ گئیں اجزائے ایماں ہوگئیں

حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کو آج بھی یہی لوگ اپنا پیر سمجھتے ہیں۔ اور ان کا بے حد احترام کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کا پاکستان کی سیاست میں بڑا دخل ہے۔ سوات اور ہزارہ ڈویژن دونوں سے حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد اسمبلیوں میں ممبر آتے رہتے ہیں۔ اور اپنے علاقوں کی نمائندگی کرتے رہتے ہیں۔ مختلف ادوار میں حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد وزیر ومشیر بھی بن گئے۔ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی گدی کے اثرات ہیں۔ آج بھی حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کو عزت وقعت کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ موجودہ دور میں حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سول اور افواج پاکستان میں کلیدی عہدوں پر فائز ہیں۔

جھوٹے مدعیان ولایت

تمہید: جھوٹے مدعیانِ ولایت پر کچھ لکھنے سے پہلے چند باتیں قابلِ غور ہیں۔ ان پر نظر ڈال دی جائے تو بہتر ہوگا۔

بیعت سنت رسول ہے اور بیعت کا اطلاق صرف بیعتِ خلافت تک محدود نہیں۔ بلکہ عہد نبوت میں بیعت کی مختلف صورتیں تھیں مثلاً بیعتِ خلافت' بیعت جہاد' بیعت توبہ وغیرہ۔

صوفیہ کے مروجہ بیعت "بیعتِ تقویٰ" میں داخل ہے۔ خلفائے راشدین کے دور میں اس بیعت کی علیحدہ ضرورت نہ تھی۔ اس لئے کہ ان سے جو بیعتِ خلافت ہوتی تھی اس میں یہ بیعت بھی داخل وشامل ہوتی تھی۔ (حیات پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ مؤلفہ محمد شفیع صابر صفحہ ۱۱۴)

درجہ بالا اقتباس رسالہ القول الجمیل سے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے ایک مضمون سے نقل کیا گیا ہے۔

خلفائے راشدین کے ساتھ بیعت خلافت بھی ختم ہوئی۔ کیونکہ خلافت ایک خاندان میں میراث کی طرح اولاد میں منتقل ہوتی گئی۔ اس طرح خلافت ملوکیت میں تبدیل ہوئی۔ لیکن اہل

تقویٰ یعنی صوفیائے کرام نے اس بیعت کو ایک نئی شکل میں قائم رکھا۔ جس کو بیعت طریقت کہا جاتا ہے اور بیعت طریقت میں ایک آدمی کو حدود کے اندر رہنے کی اجازت ہوتی ہے۔ یعنی مکمل طور پر سنت نبوی ﷺ کی پیروی کرنا۔

چلہ کشی، روزے، مراقبے، یہی اعمال تزکیہ نفس کے لئے ہیں۔ حرام چیزوں سے اپنے آپ کو اتنا بچانا جتنا آگ سے بچا جاسکتا ہے۔ اس ضمن میں راقم الحروف کے والد محترم جو کہ حاجی صاحب ترنگزئی کے مرید تھے کی مثال دے رہا ہوں۔ آپ مرغ کو ذبح کر کے کھاتے تھے۔ مرغ کو اس طرح باندھ دیا جاتا تھا کہ منہ اپنے بیٹ تک نہ پہنچے۔ کیونکہ جو جاندار جانور اپنے بیٹ کھاتا ہے اس کا گوشت کھانا مکروہ تحریمی ہے۔ تین دن تک اس مرغ سے بیٹ کھانے والی کراہت ختم ہوجاتی تھی۔ تب مرغ کو ذبح کر کے کھایا جاتا تھا اور جب کسی گھر میں شادی بیاہ کے موقع پر ڈھول باجے بجتے تھے، آپ وہاں کھانا تناول نہیں کرتے تھے۔ صوفیائے کرام سنت نبوی ﷺ کا اس طرح خیال کرتے تھے کہ عام آدمی اس کا عشر عشیر بھی نہیں۔

مرشد کامل کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ مرشد اور مرید دونوں کو شریعتِ اسلام سے واقف ہونا ضروری ہوتا ہے۔ کیونکہ طریقت شریعت کی مکمل اتباع کا درس دیتا ہے۔ کسی پیر کو پرکھنے کی کسوٹی شریعت ہوتی ہے۔ جو پیر شریعت کا پابند نہیں تو اندرونی حال تو خدا ہی جانتا ہے۔

حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی تمام عمر ان گمراہ پیروں سے مناظرہ کرنے میں گذری خاص کر وہ پیر جو دین اسلام میں بدعات پیدا کررہے تھے۔ حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ”پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عادت تھی اور اپنے مرشد صاحب کی طرف سے ہدایت تھی نیز اس ملک میں اس مرض کو بھی پہچانتے تھے کہ دین اسلام کے اندر رخنہ اور فتنہ یہی بے علم پیر ڈالتے ہیں۔ لہٰذا آپ رحمۃ اللہ علیہ اس ملک کا دورہ فرماتے تھے اور ہر علاقے میں لوگوں کے خیالات اور عقائد جانچتے تھے اور اس طرح ان پیروں کو بھی جانچتے تھے اور انہی پیروں کو لوگوں سے علیحدہ کر کے ان کے عقائد کے بارے میں معلوم کرتے تھے۔ اگر ان کے عقائد میں کہیں کمی نظر آتی تو ان کی اصلاح کرتے تھے اور اگر پھر بھی خلافِ شرع عقائد پر قائم رہتے تھے تب عوام کو ان کے فساد سے آگاہ کرتے تھے اور عقائد میں جو نقص ہوتا اسی نقص سے عوام کو باخبر کردیا جاتا تھا۔ اس طرح عوام سے کہتے تھے باطنی انوار اور کرامات طلب نہ کریں کیونکہ یہ ایک کٹھن

راستہ ہے۔ جس کا حصول نہایت مشکل ہے ظاہری شریعت پر پابند رہنے پر زور دیتے تھے۔

حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ مختصر الفاظ میں اپنا موقف واضح کرتے تھے۔ لیکن عوام الناس آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ دلائل سے حق و باطل کی تمیز کرسکتے تھے۔ اس ملک کے تمام پختونوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے یہ جان لیا تھا کہ کوئی بھی پیر ہو جب تک اس کے بارے میں حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ صحیح ریمارکس (آراء) نہیں دیتے تو سب اس سے احتراز برتتے تھے۔'' اس دور کے گمراہ پیران میں چند کے احوال درج ذیل ہیں۔

پیر سالاک: حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ پیر عمر اور پیر سالاک علاقہ خٹک سے علاقہ یوسفزئی میں آئے۔ اس سے پہلے حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے روحانی قوت سے ان دونوں کے بارے میں جان لیا تھا اور ایک کاغذ کے پرزے پر کچھ لکھ کر اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ اس پرزے کو اپنے دستار میں باندھ لو اور جب وہ دونوں حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے دوزانوں بیٹھ گئے۔ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ جب کوئی دوسرا بات کرنے میں پہل نہیں کرتا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ خاموش رہتے تھے۔ اور جب مخالف بات شروع کرتا اور کوئی خلافِ شرع بات منہ سے نکل جاتی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ فوراً ٹوک دیتے تھے۔ چنانچہ جب پیر سالاک (پیر چالاک) نے کچھ دیر بعد بات شروع کی اور اپنی پیری کے بارے میں ڈھینگیں مارنے لگا۔ اس نے کہا کہ آج یہ بات مجھ پر منکشف ہوئی ہے کہ ایک بلا اس زمین پر ساتوں آسمان سے نازل ہونے والی ہے اور اس بلا کا ایک سرا مشرق کی طرف اور دوسرا سرا مغرب کی طرف پھیلا ہوگا۔ کیا تم لوگ یہ جاننا چاہتے ہو کہ وہ بلا کہاں نازل ہوگی؟ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ جب اس کی پیشین گوئی سنی تو حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا ''دستار میدان میں پھینک دو'' دینی کتب میں یہ بات درج ہے۔ کہ ایک آسمان سے زمین تک اور دوسرے آسمان کے درمیان پانچ سو سال کا سفر ہے۔ اس طرح سات آسمانوں اور زمین کے درمیان فاصلہ پینتیس سو سال کا ہوا۔ وہ تو دور کی بات ہے یہاں چند قدم کے فاصلے پر دستار پڑا ہے۔ یہ بتاؤ کہ اس میں کیا ہے۔ تو پیر سالاک نے کہا کہ کچھ کھانے کی چیز ہوگی۔

حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے اخوندر ویزہ رحمۃ اللہ علیہ کو اشارہ دیا کہ اس کو کھول لو اور کھولنے پر کاغذ کا پرزہ برآمد ہوا۔ اس پر دونوں راہِ فرار ڈھونڈنے لگے۔

اکثر اوقات حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ ان گمراہوں سے مناظرہ کرنے اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھیج دیتے تھے اور خود درود و وظائف میں مشغول رہتے تھے۔

(۴) پیر پہلوان: اخون درویزہ لکھتے ہیں کہ یہ شخص خراسان سے آکر چکدرہ میں مقیم ہوا۔ یہ شخص رافضی تھا اور پہلے تین خلفاء راشدین کے خلاف ہرزہ سرائی کرتا تھا۔ اس نے چکدرہ میں شادی کی خود بھنگ و چرس کا عادی تھا اور اس علاقے کے نوجوانوں کو بھی اس کا عادی بنایا۔ نیز خود بھی داڑھی منڈواتا تھا اور اپنے مریدوں سے بھی داڑھیاں منڈوائیں۔ اس پر اس قبیلہ کو جس میں یہی پیر رہتا تھا کافرخیل کے نام سے پکارا جانے لگا۔ یہی پیر پہلوان کے نام سے موسوم تھا اور جب مرگیا تو لوگوں نے جب اس کو لحد میں اتارا تو دیکھتے ہی دیکھتے اس پر لحد تنگ ہوئی اور اس کی ہڈیاں چٹخنے لگیں۔ یہ دیکھ کر لوگ دہشت زدہ ہوکر جلدی جلدی اس پر خاک ڈالنے لگے اور یہی لوگ اس کے چشم دید گواہ ہیں۔

لال شہباز قلندر: (۱) یہ بھی ایک ملحد پیر تھا جو کہ باہر سے آکر موضع لنگر میں مقیم ہوا۔ یہ بھی بھنگ کا عادی تھا۔ اور لنگر کے لوگ بھی اس سے متاثر ہوئے پھر اس نے دلا زاک قبیلہ کے علاقے میں سکونت اختیار کی اور جب اس کے مرید بڑھ گئے تو اس کے ذہن پر بادشاہی کا سودا سوار ہوا اور علاقہ ڈھوک پر حملہ آور ہوا جو کہ تنولیوں کا علاقہ تھا اور وہ اسی جنگ میں مارا گیا۔ بعد میں لنگر میں دفن کردی تھی۔ اور اس کی نام سے لنگر کا نام شہباز گڑھ پڑ گیا۔ اس نے اپنے مریدوں کو نماز معاف کردیا تھا۔ نیز ایک ولی اللہ سید محمود رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ سے اس کی ہڈیاں نکال کر باہر پھینک دیں اور اس جگہ میکدہ بنالیا۔ اس کے چند مرید جوگی تھے اور ایک گھوڑے پر سوار ہوکر بادشاہی کے خواب دیکھنے لگا اور اسی خواب ہی کے نتیجے میں اس نے تنولیوں پر حملہ کرکے خود اپنی ہلاکت کا سبب تیار کیا۔ اس کا انجام بہت برا ہوا۔

پیر طیب: اس ملحد پیر کا مختصراً ذکر گذشتہ صفحات پر ہوا تھا۔ اور حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ

یوسفزیٔ میں اس آدمی کی وجہ سے آئے تھے۔ یہی شخص عقیدہ تناسخ کا قائل تھا۔ یہ قبیلہ مندن میں رہائش پذیر تھا۔ اس شخص نے حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کو مناظرہ کے لئے خط لکھا اور جب حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ آئے تو یہ شخص بھاگ گیا۔

اخود درویزہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس کی دعوت علاقہ یوسفزیٔ کے لئے بابرکت ثابت ہوئی۔ کیونکہ اس شخص کی دعوت پر پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اس علاقے میں آئے تھے۔ بحوالہ محمد شفیع صابر مؤلفہ حیات پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ ''پیر طیب نے خود آکر حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر توبہ کی اور ان سے بیعت کرکے نیک کاموں میں مشغول ہوئے۔ جبکہ دوسری روایت کے مطابق حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی آمد پر یہ شخص بھاگا تھا اور یہ پیشنگوئی کی تھی کہ سید علی رحمۃ اللہ علیہ کو میں نے اس علاقے سے بھگادیا ہے۔ واللہ اعلم۔

۵۔ پیر ولی بڑنچ: یہ ملحد پیر بھی تناسخ کا قائل تھا۔ نیز آخرت کی جزاء وسزا کو خرافات سمجھتا تھا۔ کیونکہ عقیدۂ تناسخ کی رو سے انسان مرنے کے بعد دوسرا جنم لیتا ہے اور ایک جنم ختم ہونے پر جب دوسرا جنم لیتا ہے تو جزاء وسزا کا تصور ختم ہوجاتا ہے۔ یہ بھی علاقہ مندن/مندنڑ میں رہتا تھا۔ اس کے علاوہ ساز وسرود بھی بجاتا تھا۔

۶۔ کریم داد: حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اور اخوندر ویزہ رحمۃ اللہ علیہ کے دور سے متعلق ملحد پیروں میں سے ایک پیر کا نام کریم داد تھا۔ یہ بھی علاقہ مندن یعنی ضلع مردان وصوابی سے تعلق رکھتا تھا۔ ایک کریم داد بایزید انصاری کی اولاد میں تھا۔ لیکن یہ دوسرا کریم داد ہے۔

۷۔ شیخ الیاس: یہ بھی ایک خود ساختہ پیر تھا جو کہ علاقہ یوسفزیٔ میں رہتا تھا۔ عبادت گزار تھا لیکن جاہل تھا اور کسی پیر کامل کا پیروکار نہیں تھا۔ اس لئے صحیح راستے سے بھٹک گیا۔ بالآخر جبریہ مذہب اختیار کرگیا۔ پیر ولی کی مجالس میں بیٹھا تھا۔ اس سے اور گمراہ ہوا اور نماز، روزہ سے انکار کرنے لگا۔ کبھی کبھار ہندوؤں کی طرح زنار بھی پہنا کرتا تھا۔ اس پر ملا عیسیٰ ملتانی نے خلاف شرع اعمال پر ٹوک دیا۔ ملا عیسیٰ کی نصیحت نے اس کو راہ راست پر آمادہ کردیا۔ اور اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ کی محفل میں بیٹھنے لگا اور آخر جبریہ مذہب سے تائب ہوکر صحیح مسلمان بن گیا۔

۸۔ **ملا میرو:** یہ بھی ایک بدعقیدہ پیر تھا جو کہ خدا کے جسم و جہت کا قائل تھا (نعوذ باللہ) اور یہ کہا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ عرش معلیٰ پر ایک وسیع مان میں انسان کی شکل اختیار کر کے ایک تخت پر جلوہ افروز ہے۔ یہ پیر اپنے آپ کو غوث اور قطب کہا کرتا تھا۔ زہد و عبادت کا عادی تھا ہوسکتا ہے شیطان نے اس کو بہکانے کے لئے اپنی شکل دکھا کر اس کو گمراہ کردیا ہو۔ اس کا علاقہ یوسفزئی تھا اور میاں خان حذرزائی اس کے حلقۂ مریدی میں شامل تھا۔ اسکے عقیدے غلط تھے۔

۹) **شیخ ابراہیم:** یہ بھی پیری کا دعویدار تھا اور مندنڑ قبیلہ کے لوگ اس کے مرید تھے۔ یہ غلط عقائد کا پھیلانے والا شخص تھا۔

۱۰) **خلیل روغانی:** یہی پیر عقیدہ باطلہ کا قائل تھا اس کا عقیدہ بھی دین محمدی ﷺ کے خلاف تھا۔ اور محض سادہ لوگوں کو لوٹنے کے لئے پیر بن گیا تھا۔

۱۱) **شیخ میاں خان:** شیخ میاں خان بھی علاقہ یوسفزئی میں رہتا تھا۔ ایک دفعہ یوسفزئی قبیلہ کے لوگوں نے ہزارہ کے علاقے میں لشکر کشی کی۔ اس لشکر کے ساتھ میاں خان بھی تھا۔ لشکر کشی کے دوران اچانک بارش اور زالہ باری شروع ہوئی اور یہی طوفان اتنا شدید ہوا کہ ہر ایک کو جان کے لالے پڑ گئے۔ چنانچہ مندنڑ قبیلہ کے لوگ آپ کے پاس آئے کیونکہ وہ لوگ اس کو پیر کامل سمجھتے تھے اور اس کی تعظیم بھی کرتے تھے۔ یہی لوگ طوفان اور ژالہ باری سے فریاد کرنے لگے۔ جواباً اس نے کہا کہ تمہارے اسی لشکر کے ہاتھ کوئی پہنچا ہوا ولی اللہ قتل ہوا ہے اور وہ بہت صالح انسان تھا۔ اس کی قتل پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہوگیا ہے اور اس قدر غصہ میں ہے کہ اس کا تخت لرز رہا ہے۔ اور میں نے تھام لیا ہے اس لئے ژالہ باری رک گئی۔ (نعوذ باللہ)

اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حال تھا اس عہد کے نام نہاد پیروں کا اور ان کے بے علم معتقدوں کی عقل کا۔ جیسے پیر جاہل تھے اس طرح اس کے مرید بھی ان پڑھ تھے۔

۱۲: **شیخ میر داد خیل:** یہ شیخ ملا میرو کا استاد تھا اور یہ بھی ایک بدعقیدہ انسان تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے وہی گناہ جو مجھ سے سرزد ہوئے ہیں، معاف کردیئے ہیں اور جنات کی تسخیر کا

دعویٰ بھی کرتا تھا۔ ان دنوں تسخیر جنات کی بات عام تھی اور اکثر پیر یہ دعویٰ کرتے تھے اور اس دور کے لوگ پیروں سے اس قسم کی کرامات کی توقع کرتے تھے۔

۱۳: ملا عمر شلمانی: یہ شخص بھی اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ کا مرید تھا۔ لیکن ایک جن کو مسخر کرکے اس پر بیحد مغرور ہوگیا تھا۔ اور کسی کو خاطر میں نہیں لاتا تھا۔ یہ شخص دریائے سندھ کے کنارے پونینان (ٹوپی کے قریب) رہتا تھا۔ اور جب اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا حال معلوم ہوا تو اس کو اپنے پاس بلاکر اس کی اصلاح کی۔

۱۴: ملا رکن الدین: یہ شخص بھی ایک ملحد پیر تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں اس کے عقائد بڑے گمراہ کن تھے۔ وہ خود اور اس کے پانچ بیٹے بھی اس کے عقائد کو پشتو اشعار میں بیان کرتے تھے۔ انہوں نے مشائخ کی طریقت کے خلاف ایک رسالہ تصنیف کیا تھا۔

۱۵: ملا عبدالرحمٰن: یہ شخص قیامت اور دوبارہ زندگی کا منکر تھا۔ نسلاً وہ زرگر تھا۔ لیکن خود کو سید کہتا تھا۔ عقائد میں وہ بایزید انصاری کا ہم خیال تھا اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے ساتھ مناظرے کئے۔ اور ان مناظروں میں اسے شکست دی اور توبہ تائب کرایا۔ لیکن ان کے چلے جانے کے بعد پھر اپنا پرانا روش اختیار کرتا تھا۔ وہ حکمران بننے کے خواب دیکھنے لگا زرگر ہونے کی وجہ سے اپنے نام کا سکہ جاری کردیا تھا۔ جس پر میاں شاہی کندہ تھا۔ اور جب حکمران بننے میں وہ ناکام رہا تو ہزارہ میں جاکر مانکرائے میں مقیم ہوا اور اپنے عقائد کی تشہیر کرنے لگا اور ایک رسالہ "حسنیہ" تصنیف کی۔

۱۶: تانی مہمنذری: اس شخص نے ہندو جوگیوں کے ساتھ وقت بسر کی اور جوگیوں سے جوگیانہ رموز و اسرار سیکھ لی تھی۔ عقدہ تناسخ کا قائل تھا۔ مائل بہ عقائد ہندوانہ تھا۔ وہ اپنے آپ کو باکمال پیر کہتا تھا۔ اس کا بیٹا عبید بھی اپنے والد کا ہم خیال وہم مسلک تھا۔ اس کا پوتا شیخ فرید علماء کی مجالس میں بیٹھنے سے غلط عقائد سے تائب ہوا۔

۱۷: شیخ یوسف مہمندزری: یہ بھی اس دور کے غلط پیروں میں سے ایک تھا۔

۱۸: سید احمد بن میرو: یہ بھی ایک بدعقیدہ شخص تھا۔ سید احمد بن میرو بن حکو تھا حکو خریدا ہوا غلام تھا۔ شیخ حسن نامی ایک شخص نے ہندوستان سے خریدا۔ شیخ حسن کی زندگی میں اس کا غلام رہا۔ لیکن جب وہ فوت ہوا تو حکو نے اپنے آپ کو آزاد جانا۔ حکو کے بیٹے میرو نے پیری و مریدی کا دھندا شروع کیا۔ ایک دفعہ بھیس بدل کر وہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو پہچان لیا۔ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے آمد کی وجہ دریافت کی تو اس نے جواب دیا کہ علاقے کے لوگ تمہاری بزرگی تسلیم کرتے ہیں۔ اور آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ تو میں بھی ایک فتویٰ لینے آیا ہوں کہ آیا میری پیری جائز ہوگی کہ نہیں۔ اس پر حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”یہ کام خود کو پیر کہنے سے نہیں بنتا۔ لیکن شیخ کامل کی اجازت سے طویل مدت تک ریاضت کر کے یہ مرتبہ مل جاتا ہے۔ اس کے بغیر گمراہی پر خاتمہ ہوجاتا ہے اس پر اس نے کہا کہ آخر کس سے اذان لوں۔ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ فرمایا ”خدا کی دنیا بہت وسیع ہے۔ طویل سفر اختیار کرکے کسی پہنچے ہوئے ولی اللہ کی تلاش کرو اور اس کو اگر شریعت پر قائم دیکھا تو اس کی خدمت اختیار کرو۔“ یہ سن کر وہاں سے چلا گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد یہی مشہور کردیا کہ حضرت بہاء الدین ذکریا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے اذن حاصل کیا ہے۔ کئی رسالے تصنیف کئے اور پیر بنا رہا۔ اس کے بیٹے سرمست نے بھی یہ شغل اختیار کیا اور پیر بنا رہا اور ہمیشہ رقص و سرود میں مشغول رہتا تھا اور اس شغل کو جائز قرار دیتا۔

۱۹: شیخ فرید: یہ بھی ایک بدعقیدہ پیر تھا۔ خواجہ خضر افغانی جو قبیلہ تازہ سے متعلق تھا، اپنی ایک کنیز کو ایک حجام سے بیاہ دیا اور اس کی بطن سے فرید تولد ہوا۔ تھوڑی بہت تعلیم بھی حاصل کی۔ لیکن ہندو جوگیوں کے ساتھ شامل ہوکر جہان گرو بن گیا۔ جوگیانہ عقیدہ تو اپنایا ہی تھا ساتھ ساتھ تناسخ کا بھی قائل ہوگیا۔ کچھ عرصہ تک شیر شاہ سوری کے بیٹے سلیم شاہ کی ملازمت میں بھی رہا۔ لیکن اس کی حکومت ختم ہونے پر علاقہ یوسفزئی میں وارد ہوا۔ یہاں آکر حاجی محمد کے نام

سے آپ نے آپ کو مشہور کر کے پیر کامل بن بیٹھا۔ اپنے آپ کو حضرت علی علیہ السلام کی اولاد میں سے میر فیض اللہ ولی کا ماذون کہنے لگا۔ یہ بھی دعویٰ کر بیٹھا کہ اس کی عمر تین سو سال ہے اور سات بار حج گیا ہے۔ اخوند صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''ایک شخص کو آپ کے پاس امتحان لینے کے لئے بھیجا اور اس نے مکہ و مدینہ منورہ کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے جواب دیا کہ مدینہ منورہ کو بہت چھوٹی عمر میں دیکھا تھا اب یاد نہیں۔ اس پر اس کی سات حجوں کا جھوٹ سامنے آیا اور جب اس سے سلسلۂ طریقت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو علاقہ یوسفزئی چھوڑ کر علاقہ غوریا خیل میں چلا گیا۔ اس شخص کے بہت سے مرید تھے اس لئے اس کے دماغ میں حکمرانی کا خیال پیدا ہو گیا تھا۔

۲۰: حاجی عمر: حاجی عمر غوریا خیل میں ایک خود ساختہ پیر تھا۔ اخوند صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کے پاس جا کر اس کو نصیحت کی جس سے توبہ کر کے اپنے خطاؤں کا قائل ہو گیا۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد دوبارہ پرانے بدعقائد اختیار کئے۔

۲۱: زڑی جان: یہ بھی ایک ملحد پیر تھا اور خواجہ زڑی جان کے نام سے مشہور تھا وہ صوم وصلوٰۃ کا پابند نہیں تھا۔ دوسروں کو بھی اس آزادی کا درس دیا کرتا تھا۔ جبریہ مذہب کا پیروکار تھا۔ چونکہ شرعی پابندیوں سے وہ آزاد تھا، اس لئے انپڑھ لوگوں کی جمعیت اس کے گرد جمع ہو گئی تھی۔

۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵: شاہ اسماعیل، میر علی، ابوبکر اور عمر:

یہ چاروں قندھار کے ایک چور کی اولاد تھے۔ اس کا دعویٰ تھا کہ میری اولاد میں سے ولی اللہ پیدا ہونگے۔ یہ لوگ عبادت بھی کرتے تھے نیز تسخیر جنات کی کوشش بھی کی تھی۔ ان کی محفلوں میں رقص و سرود ہوا کرتا تھا۔ اور غیب دانی کے دعویدار بھی تھے۔ خٹک قبیلہ کے زیادہ لوگ ان کے پیروکار تھے۔ چوری چھوڑ دی اور ہیرا پھیری شروع کر دی۔

۲۶۔ شیخ قاسم غوریا خیل: یہی خود ساختہ پیر پشاور میں ایک جگہ ایک درخت کے نیچے رہتا تھا ملنگوں کی طرح زندگی بسر کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ لوگ اس سے رجوع کرنے لگے۔ اس نے بھی

کئی بدعات شروع کیں۔ جس پر مرزا حکیم والئی کابل کے ایک حاکم شادمان خان جو پشاور کا عامل تھا' اس کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ لیکن راتوں رات وہ قندھار کی طرف بھاگ گیا۔ اور وہاں سے ایک قافلہ کے ہمراہ حج گیا۔ اور جب مکہ مکرمہ سے واپس آیا تو یہ دعویٰ کر بیٹھا کہ اس نے شیخ عبدؒالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے اذن ماذونیت لے لیا ہے۔ لیکن اس دعوے میں حقیقت نہیں تھی۔ اپنی پیری کا کاروبار چلانے کے لئے اس نے یہ شوشہ چھوڑ دیا تھا۔ ان بدعقیدہ پیروں کے علاوہ علاقہ یوسفزئی میں خصوصاً اور پختونخوا میں عموماً اور بہت سے بدعقیدہ پیر تھے۔ لیکن طوالت سے بچنے کیلئے ملحدوں کا بیان یہاں پر ختم کرتا ہوں۔

قارئین کرام کو یہ دکھانا ہے کہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اور اخوند رویزہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس علاقے میں ان سب پیروں کا مقابلہ کیا ہے۔ بعض تو توبہ تائب ہوئے جبکہ بعض اس علاقے سے بھاگ گئے۔

وہ گلۂ جفا وفا نُما جو حرم کو اہلِ حرم سے ہے
کسی بت کدے میں بیاں کروں تو کہے صنم بھی ہری ہری

حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ پر مغلوں کے ایجنٹ کا جو لیبل لگایا گیا تھا تو یہ لیبل سراسر لغو ہے۔ حضرت پیر بابا نے ان سب کو شریعت محمدی ﷺ کی کسوٹی پر پرکھا جو کھوٹا نکلا۔ اس کو سمجھایا اگر پھر بھی نہ سمجھا تو لوگوں کو اس کی بدعقیدگی کے بارے میں بتایا۔

تو اِدھر اُدھر کی نہ بات کر یاہ بتا کہ قافلہ کیوں لُٹا
مجھے رہزنوں سے گِلہ نہیں تیری رہبری کا سوال ہے

علاقہ یوسف زئی میں آنے کی دعوت حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کو پیر طیب نے دی تھی۔ پھر حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے آنے سے پیشتر یہاں سے بھاگ گیا۔ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں فکری انقلاب برپا کیا۔ اور لوگوں میں شعور پیدا کیا کہ طریقت اور شریعت دونوں ایک ہی درخت کی دو شاخیں ہیں۔ جو بھی پیر شریعت کا پابند نہ ہو تو طریقت میں بھی صحیح نہ ہوگا۔ سب سے زیادہ زور حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے ظاہری شریعت پر دیا۔ اگر کسی کے بدن کی بنیاد میں شریعت نہ ہو تو پانچ فٹ قد میں طریقت کیا آئیگی۔ یہی وجہ ہے کہ علاقہ

یوسفزئی میں مکمل دین شریعت عملاً نافذ رہا۔

حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے بعد چار صدیاں گزر جانے کے باوجود علاقہ یوسفزئی میں ابھی تک عہدِ شریعت رہا ہے۔ یہاں کے لوگ صحیح العقیدہ سنی مسلمان ہیں۔ پانچ وقت نماز پڑھتے ہیں۔ روزہ خوری کو طلاق سے بدتر عمل سمجھا جاتا ہے۔

انیسویں صدی میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے سید اکبر شاہ بادشاہ صاحب کو سوات و بونیر کا بادشاہ چنا گیا۔ اور اس کی دستار بندی کے دوران اس کو امیرِ شریعت کا لقب اخوند عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ المعروف سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ نے دیا۔ سوات میں یہی پہلی حکومت تھی جس کا آئین و قانون شریعتِ محمدی ﷺ تھا۔

سید اکبر شاہ کے بعد سید مبارک شاہ اور پھر عبدالجبار شاہ کی حکومت کا سرکاری قانون شریعت محمدی ﷺ تھا اور جب عبدالودود صاحب کو بادشاہ بنایا گیا۔ تو اس نے بھی شریعت کا نظام لاگو کیا۔ اس کے بعد اس کے بیٹے عبدالحق جہانزیب کے دور میں بھی شریعت پر فیصلے ہوتے تھے۔

۱۹۸۹ء میں مالاکنڈ ڈویژن کے تمام ممبران نے متفقہ طور پر مالاکنڈ ڈویژن میں اسلامی شریعت نافذ کرنے کا مطالبہ پیپلز حکومت سے کیا۔ مگر افسوس کہ ہر پاکستانی حکومت یا للعجب۔

شریعت کے یہی احکام تھے جنہیں حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے اس علاقے میں متعارف کرایا اور عمر بھر خلاف شرع امور کے خلاف سرگرم عمل رہے اور پیر بابا ایک باعمل عالمِ دین فقیہہ محدث اور مفسر اور زبردست مصلح تھے۔

تبصرہ

آج کے دور میں مسلم کی نجات

اس میں کچھ شک و شبہ نہیں کہ آج کے دور میں مسلمانوں کی انگریز، ہندو، یہودی، عیسائیوں اور تمام کافروں کے ظلم سے نجات صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ جب ہم لوگ مکمل طور پر اپنے آپ کو محمدی نظام کے حوالے کر دیں۔ جسم و جان ہماری ہو اس پر قبضہ محمد مصطفٰے کا ہو۔ یہی

نظامِ مصطفےٰ ہے۔ یہی شریعت ہے۔ یہی دنیا ہے۔ یہی نجات ہے۔ یہی سب کچھ ہے۔

ہر کہ عشقِ مصطفےٰ سامانِ اوست
بحر و بر در گوشۂ دامانِ اوست

نتیجہ نگار: مفتی پیر سید محمد عارف شاہ

بایزید انصاری المعروف بہ پیر روشن و پیر تاریک

حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اور اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ نے پچھلے باب میں مذکورہ بدعقیدہ پیروں سے مناظرے و مقابلے کئے۔ لیکن پختونخوا میں حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اور اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ کا سب سے بڑا حریف بایزید انصاری سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ اکثر مؤلفین و مصنفین نے ان دونوں کے مقابلے و مناظرے بہت اچھالے ہیں۔ ان دو مکاتب فکر کے مصنفین میں پہلا مکتب فکر حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ و اخوند رویزہ رحمۃ اللہ علیہ کے طرفدار ہیں۔ اور ان کو حق بجانب سمجھتے ہیں جبکہ دوسرا مکتب فکر جو کہ نیشنلزم کے حامی ہیں' بایزید انصاری کو حق بجانب سمجھتے ہیں۔ نیشنلزم کے حامیوں کے خیال میں حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اور اخوند رویزہ رحمۃ اللہ علیہ مغلوں کے ایجنٹ تھے جبکہ بایزید کو ہیرو ثابت کیا جاتا ہے۔

اس باب کے آخر میں اس دور کے نزدیک ترین شعراء و ادباء کے آراء کا جائزہ لیا جائیگا اور قارئین خود فیصلہ کریں گے کہ کون حق بجانب تھا۔

بایزید کی سوانح

ولادت و نسب: بایزید انصاری ۹۳۱ھ میں پیدا ہوئے۔ عمر میں حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ سے چوبیس سال چھوٹے تھے۔ جس سال بابر نے ابراہیم لودھی کو شکست دی اسی سال آپ پیدا ہوئے آپ کے والد کا نام قاضی عبداللہ اور ماں کا نام بیبن (آمنہ) تھا۔ یہی بیبن بابر کی پھوپھی اور سلطان ابوسعید مرزا کی پوتی تھی۔

بایزید ابن عبداللہ ابن محمد امین ابن بایزید اول کے بڑے بھائی زید آقا کے مرزا ابوسعید ابن سلطان محمد شاہ ابن سلطان میران شاہ ابن امیر تیمور گودگان کی بیٹی سے شادی ہوئی تھی۔ یوں ابوسعید کے بیٹے عمر شیخ اور اس کے بیٹے کا نام ظہیر الدین بابر تھا۔ اور زید آقا کی بیٹی کی شادی بایزید انصار کے دادا محمد امین سے ہوئی تھی۔ تو اس طرح بایزید محمد امین کے پوتے ہیں لیکن جب زید آقا وفات پا گیا تو اس عورت سے بایزید (اوّل) نے شادی کی۔ بایزید (اول) کے تین بیٹے تھے۔ (۱) خدادا (۲) عبداللہ (۳) عبدالرحمٰن۔ اس کے علاوہ محمد امین بایزید (اول) کے دوسری

بیوی سے تھا۔ قاضی عبداللہ کی شادی اس کے والد کے چچا زید آقا کے بیٹے ابو بکر کی بیٹی بیبن (آمنہ) سے ہوئی۔ جس کا بیٹا بایزید انصاری (دوم) ہے۔ (بایزید پیر روشان یا پیر تاریک' مضمون نگار عبدالحلیم اثر مجلہ پشتو اپریل ۱۹۸۳ء)

سلسلۂ نسب کچھ یوں ہے: بایزید ابن قاضی عبداللہ ابن محمد امین ابن بایزید (اول) المعروف بہ ہرندہ بابا ابن شیخ محمود ابن سراج الملتہ شیخ داؤد ابن سلطان محمود ابن سلطان ابراہیم دانشمند سہروردی حضرت ابو ایوب انصاریؓ (ابو ایوب انصاریؓ نسلاً عرب تھے تو بایزید بھی نسلاً عرب ہوا نہ کہ پشتون آپ کے والد صاحب قاضی عبداللہ ابراہیم لودی کا قاضی القضاۃ تھے اور جالندھری میں رہائش پذیر تھے۔ (ماہنامہ الحق۔ مضمون نگار قاضی ثناء اللہ برائے ماہ اکتوبر ۱۹۸۲ء صفحہ ۱۹)

ابو بکر بایزید کے نانا جلندھری میں رہتے تھے۔ اور بیٹی قاضی عبداللہ کے دوسرے بھائی کے عقد میں دی اور اس کے لئے شرط یہ رکھی کہ جو بھی میری بیٹی سے شادی کریگا وہ جلندھر میں رہے گا۔ اس طرح عبداللہ کا بھائی جلندھر میں رہنے لگا۔ شادی کے کچھ مدت بعد وہ وفات پا گیا۔ پٹھانوں کے رواج کے مطابق اس بیوہ سے عبداللہ نے شادی کی۔ اس سے پہلے عبداللہ کی دوسری بیوی کانڑی گرم وزیرستان میں موجود تھی۔ بایزید کی ماں کی بھی یہی شرط تھی کہ وزیرستان کے کوہستانوں کی بجائے جلندھر میں رہے دو سال تک عبداللہ ان کے پاس جلندھر میں رہے اور بایزید جلندھر میں پیدا ہوئے۔

قاضی عبداللہ کی اپنے گاؤں میں جائیداد تھی۔ اس وجہ سے وہ جلندھر میں مستقل ٹھہر نہیں سکتے تھے۔ اس لئے میاں بیوی کے درمیان یہ طے پایا کہ عبداللہ سال میں دو تین ماہ جلندر میں رہے گا اور باقی مدت کانی گرم (کانڑی گرم) میں دوسری بیوی کے ساتھ گزارے گا۔

انہی دنوں کے انقلابات کی وجہ سے عبداللہ واپس جلندھر نہیں جاسکا۔ بلکہ اس کے بھائی خداداد بایزید اور اس کی ماں کو اپنے ساتھ ۹۳۷ھ کو جلندھر سے کانی گرم لے آیا۔ عبداللہ کی پہلی بیوی فاطمہ اور بایزید کی ماں کی نہ بن سکی۔ اس لئے قاضی صاحب نے بایزید کی ماں کو طلاق دیدی بایزید شریعت کے مطابق اپنے والد کے پاس رہ گئے۔ جبکہ اس کی والدہ واپس جلندھر چلی گئی۔ اس وقت سے بایزید پر نفسیاتی اثر ہوا۔ کیونکہ مہربان ماں کانی گرم سے نکل گئی۔ اور اس کا کوئی بہی خواہ کانی گرم میں نہیں رہا۔ قاضی عبداللہ نے اپنے ایک شاگرد پائندہ کو اپنے دونوں

بیٹے (ایک بیٹا جو دوسری بیوی سے تھا) علم حاصل کرنے کے لئے حوالے کردیا۔ لیکن بایزید اسی نفسیاتی اثر کی وجہ سے کچھ زیادہ علم حاصل نہ کرسکا اور جب جوان ہوا تو علم کی کمی کا شدت سے احساس ہوا اور والد سے مزید علم حاصل کرنے کی اجازت طلب کی۔ والد نے کہا کہ یہاں گھر پر علم حاصل کرو۔ پھر مزید علم حاصل کرنے باہر جاسکتے ہو۔ لیکن بایزید نے اسے پسند نہ کیا۔ اور وہی نیم ملا خطرۂ ایمان بن گیا۔ (خیر البیان دیباچہ از عبدالقدوس قاسمی صفحہ ۴۲)

بایزید کو درویشانہ زندگی پسند تھی۔ اس لئے درود و وظائف بھی شروع کیا۔ لیکن جب کبھی رقص وسرود کی محفل جم جاتی، ادھر بھی جاتے تھے۔ اور انہی رقاصوں کے ساتھ خود بھی رقص شروع کردیتا تھا۔ والد صاحب کو پتا چل جاتا تو دل ہی دل میں کڑھتے تھے۔ لیکن کچھ کہہ نہ سکتے۔ آخر والد سے مطالبہ پر جائیداد میں حصہ ملنے کے بعد وہ علیحدہ ہوگئے۔ اپنے چچا شیخ حسن کی بیٹی شمسو سے شادی کی اور علیحدہ رہنے لگے۔ بایزید پیر کامل کی تلاش میں تھا۔ لیکن کوئی خاص پیر اسے نہ مل سکا بایزید جدت پسند تھا اور طریقت کی یہ رجعت اسے پسند ہی نہ آئی کہ کسی شیخ سے طریقت میں بیعت لیا جائے۔ (خیر البیان دیباچہ صفحہ ۴۳)

بایزید ایک جدت پسند پیر کی تلاش میں تھا اور اسے ایک جدید پیر اپنے چچا کا بیٹا شیخ اسماعیل نظر آیا۔

شیخ اسماعیل کی پیری کا مختصر حال یہ ہے کہ وہ بھی کسی پیر کامل کی تلاش کررہا تھا۔ اسے بھی کوئی کامل پیر نظر نہیں آیا۔ اس کے والد کو کسی شخص نے قتل کیا تھا۔ اس کو خواب میں نظر آیا اور اس نے ایک کتاب پڑھنے اور اس کے مطابق ورد و وظائف کی ہدایت کی۔ شیخ اسماعیل نے اس پر عمل کیا اور کچھ مدت بعد اپنی ولایت اور پیری کا اعلان کردیا اور لوگوں کو طریقت میں بیعت دینے لگا۔ اس کے مریدوں کا دعویٰ تھا کہ شیخ اسماعیل کی برکت سے دنیا ہی میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوجاتا ہے علماء وقت نے یہ بات سنی تو انہی دعووں پر ہنستے تھے اور یہ باتیں سراسر جھوٹ تھیں۔ (البیان صفحہ ۴۴ دیباچہ)

زیادہ تر نوجوان جاہل اس کے مرید تھے اور جب قاضی عبداللہ کو پتا چلا کہ اس کا بیٹا بایزید بھی اس کا مرید بننا چاہتا ہے تو انہوں نے بایزید کو ہدایت کی شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانی. کے سجادہ نشین سے جاکر بیعت کرے کیونکہ قاضی صاحب شیخ اسماعیل کو گمراہ سمجھتے تھے وہ نہیں چاہتے

تھے کہ بایزید بھی گمراہ ہو جائے۔ لیکن بایزید کو یہی طریقہ پسند نہیں تھا۔ کیونکہ وہ جدت پسند تھا جس طرح کم علم رہا اس طرح سلوک کے راستے میں بھی پیچھے رہا۔ (خیر البیان دیباچہ صفحہ ۴۵)

بایزید نے خود ہی ریاضت بغیر کسی پیر کی اجازت کے شروع کی چلہ کشی بھی شروع کی۔ اس طرح ایک دن یہ دعویٰ بھی کر بیٹھا کہ حضرت خضر علیہ السلام کو خواب میں دیکھا اور اس نے اپنے طریقے میں مجھے شریک کر دیا۔ اس دعوے کے مطابق کبھی خواب اور کبھی الہام کے ذریعے سلوک کے منازل طے کرتا رہا۔ یہاں تک کہ شریعت طریقت، حقیقت، معرفت، قربت، وحدت اور سکونت کے منازل طے کئے جو کہ اس کے خود ساختہ مقامات تھے اور آخر ''بایزید مسکین'' کے خطاب سے پیر روشن بن گیا۔ (خیر البیان دیباچہ صفحہ ۴۵)

عبدالجبار شاہ صاحب اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ جب بایزید بلوغت کو پہنچا تو سوداگراں کے ساتھ قندھار گیا۔ وہاں سے گھوڑے خرید کر جلندھر گیا۔ اور بی بی شمسو سے ادھر شادی کی۔ اور کچھ عرصہ وہاں سکونت اختیار کی۔ جلندھر میں جوگیوں کے مجالس میں بیٹھنے لگا۔ جوگیوں سے تناسخ کا عقیدہ سیکھا۔ ادھر ملا سلمان سے بھی ملاقات ہوئی۔ سلمان چونکہ اسماعیلہ فرقہ سے تعلق رکھتا تھا۔ بایزید اسماعیلیہ عقیدہ سے متاثر ہوا۔ جیسا کہ اسماعیلیہ فرقہ میں امام کو سب سے زیادہ تقدس ملتا ہے۔ اس طرح بعد میں اسماعیلی امام کی طرح اپنے آپ کو پیر کامل کہنے لگا۔ (عبرۃ للاولی ابصار (قلمی) مؤلفہ عبدالجبار شاہ صفحہ ۴۶)

وہاں جلندھر میں اس کا بڑا بیٹا بھی پیدا ہوا۔ تو اس کے بعد وہ اپنے وطن کو لوٹا۔

(تذکرہ صوفیاء سرحد، اعجاز قدوسی صفحہ ۱۱۶)

پہلے پہل وہ اپنے عقائد کو چھپاتا رہا۔ مگر رفتہ رفتہ ان کا اظہار کرنے لگا۔ اور جب اس کے والد قاضی عبداللہ کو پتا چلا تو اس تو اس نے اپنے بھائی کو بلا کر بیٹے سے بحث کی اور جب اس کی بدعقیدگی کے بارے میں انہیں معلوم ہوا تو دونوں نے جوش و غضب سے اس پر چھریوں سے حملہ کیا اور اس وقت تک مارتے رہے کہ وہ سمجھنے لگے کہ مر گیا ہے تب چھوڑ دیا لیکن وہ بچ گیا۔ (عبرۃ الاولی الابصار (قلمی) مؤلفہ عبدالجبار شاہ صفحہ ۴۴)

اس کے باوجود اپنے اس بدعقیدگی سے تائب نہ ہوا۔ اور جب صحت مند ہوا تو ننگرہار (جلال آباد) کی طرف بھاگ گیا۔ لیکن خیر البیان کے دیباچہ میں یہی بیان تھوڑا مختلف ہے جو

کہ کچھ یوں ہے۔

بایزید ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ تجارت کی غرض سے قندھار چلا گیا۔ بایزید وہاں بھی پیر کامل کی تلاش میں رہا۔ اپنے جیسے بلند پایہ مرید کے لئے اس سے بلند تر پیر نہ مل سکا۔ اور جب وہاں سے واپس ہوا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا کہ پانچ سال تک اپنے گھر میں چلہ کش ہوجا۔ اور چلہ کشی کے دوران پھر الہام ہوا کہ اب تم کامل ہوگئے ہو۔ اور کوئی طلبگار تم سے یہی طریقہ طلب کرے تو اس کو اسی راستے پر گامزن کرتے رہو۔

سب سے پہلے اپنی بیوی کو اس طریقے کی تلقین شروع کی اور گھر میں بیوی کو خلوت میں بٹھایا۔

بایزید کی جدت پسندی

بایزید ایک جدت پسند پیر تھا۔ اس نے پیروی و مریدی میں وہی جدت پیدا کی جس کا تصور ان دنوں محال تھا۔ اس کی پہلی جدت عورتوں کا غیر مردوں سے پردہ اٹھانا تھا۔ اس کا طریقہ کار یہ تھا کہ عورتوں اور مردوں کو یکجا کرکے انہیں اپنے عقائد وطریقت کی تبلیغ کرتا تھا جو کہ علاقے کے رواج کے برعکس تھا اور جس کا تصور بھی شریعت میں جگہ نہیں پاسکتا۔

۱۔ گھر میں مریدوں کی خدمت بیوی سے لینا: اسی دوران اپنے عقائد کی پرچار سے اپنے گاؤں کے چند آدمی اس کے مرید ہوئے ان مریدوں کو اپنے گھر میں خلوت میں بٹھایا۔ اور اپنی بیوی سے ان کا پردہ اٹھا کر بیوی ہی سے ان کی خدمت کروانے لگا اور اس علاقے میں یہی اس کی پہلی جدت تھی۔ (خیر البیان دیباچہ صفحہ ۴۸)

۲۔ موسیقی کو حلال قرار دینا: سرود و موسیقی آپ کی مجلس میں ضرور ہوتی تھی۔ جبکہ علماء کا فتویٰ تھا کہ مجلس میں موسیقی سننا گمراہی اور ناجائز ہے۔ یہی اس کی دوسری جدت تھی۔ بایزید کا کہنا تھا کہ موسیقی تین قسم کی ہوتی ہے۔ حرام' مباح' حلال تفصیل ملاحظہ ہو۔

اگر دنیا کے عشق میں موسیقی سنی جائے تو حرام ہے اور اگر جنت کے لئے موسیقی سنی جائے تو مباح اور اگر اللہ تعالیٰ کے عشق میں موسیقی سنی جائے تو حلال ہے۔ (خیر البیان دیباچہ صفحہ ۴۸)

۴: اپنے علاوہ سب مسلمانوں کو گمراہ کہنا: اس کی سب سے بڑی زیادتی یہی تھی کہ وہ اپنے اور اپنے مریدوں کے علاوہ سب مسلمانوں کو گمراہ اور مشرک سمجھتا تھا۔ (خیر البیان دیباچہ صفحہ ۴۸)

ان باتوں کے نتیجے میں کانی گرم کے علماء نے اس کی مخالفت شروع کی اور اگر بایزید قاضی عبداللہ کا بیٹا نہ ہوتا تو اس وقت اس فتنے کا سدباب کیا جاتا اور اس بڑے گھرانے کی وجہ سے لوگوں کی دست برد سے بچ گیا۔ اس کے علاوہ اپنے بلند مقام کے غرور میں وہ اپنے والد کی ملاقات کے لئے تنہا جاتا تھا۔ بلکہ وہ یہی چاہتا تھا کہ والد صاحب خود آکر ان کے پاس بیٹھے۔

ایک دفعہ والد صاحب نفس کشی کر کے ان کے پاس چلے گئے۔ لیکن اس کا بلند بانگ دعویٰ اس جیسے جہاندیدہ شخص کو متاثر نہ کر سکا۔ کیونکہ اس کی کم علمی کی وجہ سے وہ اس کو جاہل مطلق سمجھتا تھا اور جب اس کے بلند بانگ دعوے سنے تو وہ متعجب ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

اسی دوران ان کا چچا زاد بھائی شیخ اسماعیل وفات پا گیا اور اس کا بھائی محمد کمال موضع دوڑو سے کانی گرم آیا تو وہ بایزید سے متاثر ہوا اور اس کا پیرو (مرید) بن گیا۔ اور اس محمد کمال کو اپنے بھائی اور والد صاحب کے پاس بھیجا اور حالنامہ کے حوالے سے مولینا محمد عبدالقدوس قاسمی صاحب لکھتے ہیں کہ اپنے والد اور بھائی کو یہ پیغام دیا کہ اگر اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی پہچان سے رہ گئے تو قیامت کو اللہ تعالیٰ کے دیدار سے محروم رہو گے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے روشن ضمیر بیٹا دیا ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے معرفت اور علم توحید دیا ہے اور اس کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ کی معرفت سے محروم رہو گے۔ تو یہ تمہارے لئے اچھا نہ ہوگا۔'' اس کے والد گرامی اور بھائی نے اس بات کو نہ مانا اور شاید اس وقت ان کے درمیان جھگڑا ہوا جس کا پہلا ذکر کیا جا چکا ہے۔

بایزید کے افکار و بدعات: بایزید انصاری کے بدعات کی داستان طویل ہے۔ یہاں کچھ مشت نمونۂ خروار کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

خود کو سبحان کا خطاب: سبحان جو کہ اللہ تعالیٰ کا توصیفی نام ہے۔ یہی نام بایزید نے خود کو خطاب دے کر رکھا اور اس کے مرید بایزید کو بایزید سبحان سے یاد کرتے تھے بایزید کا خطاب خود کو ''انا سبحانی'' تھا وہ خود کو اللہ تعالیٰ کا مظہر سمجھتا تھا۔ ملا ارزانی کہتا ہے۔

بایزید سبحانی اووے   دخیل زڑہ لہ ھیکلہ

دملا پہ کتاب نشتہ   دے کلام کڑی لہ مجملہ

مہدی کا دعویٰ: جس وقت بایزید گرفتار ہو کر کابل لے جایا گیا تو قاضی خان نے پوچھا کہ تم اپنے آپ کو مہدی بھی کہتے ہو؟ تو اس نے انکار کردیا کہ میں خود کو مہدی کی بجائے ہادی سمجھتا ہوں اور لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے سیدھے راستے کی طرف بلاتا ہوں۔ لیکن یہاں تردید کی بجائے اسکے مرید اسکے مہدی ہونے کی تائید کرتے ہیں۔ ملا ارزانی اس کا مرید ہے کہتا ہے:

نن د نوح پہ کشتی کنبوزہ   تہ بہ بچ شے لہ طوفانہ
دحیات اوبہ نن او سخہ   لہ دے خضر نہ حیواتہ
رینبتنی لار وغواڑہ   لہ مہدی آخر زمانہ

کل اشیاء کو خدا کہنا: روشنائیوں کا عقیدہ ہے کہ کل اشیاء کو خدا کہا جاتا تھا اور مخلوق صوری جتنے بھی ہیں ان کو ذات خدا کہا جاتا تھا۔ اور کبھی ان کو صفاتِ خدا سے بلایا جاتا تھا۔ اس طرح قرآن پاک کی آیات کریمہ میں تحریف کرکے اپنے مقاصد کے لئے ان کو غلط شکل میں بیان کرتے تھے مثلاً ایک آیت شریف کچھ ایسا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ مُحِیۡط ○ یہاں تحریف کرکے علی کی بجائے مع لگایا گیا۔ ”ان اللہ مع کل شیءٍ محیط“ اس سے اللہ تعالیٰ اور بندہ کو ایک ذات کرنا تھا۔

ان کی ایک اور مثال کہ اللہ تعالیٰ بمثل سمندر ہے اور بندہ کی مثال مچھلی کی سی ہے۔ مچھلی جہاں بھی جاتی ہے اور جس طرف منہ پھیرتی ہے سمندر اس کے سامنے ہوگا۔

قبلہ کا جہت اٹھانا: اسی مثال یعنی سمندر اور مچھلی کی رو سے قبلہ کا جہت اٹھ گیا۔ یعنی جہاں بھی منہ پھیرو اللہ تعالیٰ اس طرف ہے اور جب اللہ تعالیٰ ہر طرف ہے تو جدھر بھی منہ کرکے نماز پڑھ سکتے ہو لازمی نہیں کہ قبلہ رو ہو کر نماز پڑھی جائے۔ (روحانی تڑون مرتبہ قاضی عبدالحلیم اثر صاحب صفحہ ۵۳۶)

اس کا ایک مرید علی محمد مخلص کہتا ہے۔

پہ لطیف کین الطاف گورہ   کۂ د فتح زڑۂ باب دے
دا الطف دحق ہستی شوہ   پر بینا عارف ارباب دے

هم پکنبے هم ترچا پیره دے ماهی هستی ئے آب دے
سڑے هر لورته چه گرزئی
پدغه لورد حق جناب دے

یہی شاعر ایک اور جگہ لکھتا ہے:

دغه جزء به ئے کل شی په یقین کنبے   چه مشغول د کل په ذکر شی مدام
دا وحدت مثال اوبهٔ کثرت پر بخش   دغه نقش په خور تکه په خو نام
دا وحدت په مثال بیخ کثرت بنا خونه   دیوه میوه پخه دبل خوخام

۷) اللہ تعالیٰ ک ایک بدنسبت:

بایزید اور اس کا فرقہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں انتہائی نازیبا الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ جب وحدت سے کثرت کے میدان میں آتا ہے تو کبھی مسلمان اور کبھی ہندو میں حلول کئے جاتا ہے۔ (نعوذ باللہ)

اس بارے میں ملا ارزانی کہتا ہے:

دکثرت په میدان راغے   پټ دے یوثر گنده دوه ده
دعنصر لباس ئے واغوست   که مسلم او که هندو ده
دبند کئی نامه ئے کیشوه   خود ساجد او خود مسجود
یو آواز چئ اروي   هم له چنکه هم له عوده

بندہ عین ذاتِ خدا ہے تو نماز پڑھنا شرک میں مبتلا ہونا ہے:

حالنامہ میں لکھتے ہیں کہ جب بندہ عین ذاتِ خدا ہے تو نماز پڑھنا اور اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے کی مثال ایسی ہے جیسا آدمی خود کو سجدہ کرے اس سے شرک لازم ہوتا ہے۔ اس لئے فرقہ روشنیہ کے اکابرین نے نماز چھوڑ دی۔ (روحانی تڑون صفحہ ۵۴۷)

ملا ارزانی کا درجہ ذیل شعر اس فلسفہ کی وضاحت کرتا ہے۔

دبنده گی نامه ئ کیشوه
خود ساجد او خود مسجوده

خیر البیان کے دیباچہ میں عبدالقدوس قاسمی خیر البیان کے صفحہ نمبر ۲۷۶ کے حوالے سے لکھتے ہیں "بایزید اپنے پیروں (موحدان) کو اللہ تعالیٰ کے درجے تک پہنچاتا تھا۔ اور عبادت سے ان کو منع کرتا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ جب عارف موحد مقام وحدت میں داخل ہوجاتا ہے تو اس کے لئے عبادت اور گناہ کا تصور ختم ہوجاتا ہے۔ اس لئے اگر وہ بندگی کرے تو اللہ تعالیٰ کی نظر میں مشرک ہوجاتا ہے اور اگر نہیں کرتا تو مخلوق کی نظر میں کافر۔

نیز خلق خدا کے لئے اللہ تعالیٰ کا خیال چھوڑنا بھی شرک ہے اگر عارف مخلوق کی کفر سے بچنا چاہتا ہے تو لوگوں کے سامنے عبادت کرتا رہے۔ اس لئے کہ ناتمام لوگ بھی عبادت نہ چھوڑے۔ (خیر البیان دیباچہ صفحہ۲۲۳)

۹۔ پانی کی طرح ہوا بھی صاف کرنے والی چیز ہے:

دبستان مذاہب جو کہ اخوندر ویزہ رحمۃ اللہ علیہ کے چالیس سال بعد لکھی گئی ہے اس کے حوالے سے خیر البیان کے دیباچہ میں محمد عبدالقدوس قاسمی صاحب لکھتے ہیں کہ "بایزید ہوا کو بھی پانی کی طرح صاف کرنے والا عنصر خیال کرتا تھا۔ اس لئے پانی سے غسل ضروری نہیں سمجھا۔" (دیباچہ خیر البیان صفحہ۱۱۸)

یعنی جس طرح پانی سے غسل کرنے سے جنابت جاتی رہے گی اس طرح کپڑے اتار کر ہوا میں کھڑا رہنے سے جنابت جاتی رہے گی۔

"غسل بہ آب واجب نیست چہ ہمیں کہ باد رسید تن بدن پاک میشود چہ چہار عنصر از مطہرات است" (رودِ کوثر' مولفہ شیخ محمد اکرم صفحہ۵۲)

(۱۰) اپنے مخالفین کو قتل کرنا اور مال لوٹنا جائز قرار دینا:

بایزید اپنے مریدوں کو اس بات کی تائید کردیتا تھا کہ جو شخص پیر کامل (بایزید) کا قائل نہ ہو اور ان کے مسلک پر نہ چلے تو ان کا ذبیحہ حرام ہے۔ بلکہ اس نے اس بات پر زور دیکر کہی کہ انہی لوگوں کو قتل کرنا جائز ہے۔ اور ان کا مال و دولت لوٹ لینا بھی جائز ہے۔ (رود کوثر صفحہ۱۶۲)

اور اپنے اس حکم کے لئے یہ تاویل پیش کرتا تھا کہ جو لوگ خود شناس نہیں وہ یا تو حیوان ہے یا موذی جانور۔ حیوانوں کو ذبح کرنا چاہئے اور موزی جانوروں (سانپ' بچھو وغیرہ) کو

ہلاک کرنا جائز ہے۔ اور یا جو آدمی ابدی حیات سے محروم ہوتے ہیں (یعنی جو بایزید کے پیروکار نہیں ہوتے وہ ابدی حیات سے محروم ہوتے ہیں) تو ان کا مال مُردوں کی طرح ہوتا ہے اور مُردوں کا مال و دولت وراثت میں زندوں کو ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تیرا ہی قبیلہ جو کہ تیرا کے اصل وارث تھے اور اس کے عقیدے کے منکر ہوئے تو انہیں سب کو ہلاک کیا جو کہ تین سو بیس کے لگ بھگ تھے اور باقی ماندہ کو گھوڑوں سے کچلا۔ انسانوں کے ساتھ یہی بدسلوکی اس کے کردار پر ایک بدنما داغ ہے۔

دبستان مذاہب کا بیان ہے کہ "وگفت ہر کہ خدارا و خود را نہ شناسد آدمی نیست۔ اگر او موذی است حکم گرگ و پلنگ و مار و کژدم دارد پیغمبر عربی گفتہ اقتل الموذیین قبل الایذاء واگر نیکو کار و نماز گزار است گاؤ و گوسفند دارد۔ کشتن آن جائز است بنا برین مخالفین خود شناسی راکشتن فرمود۔ چہ اینہا حیوانند۔ وگفت ہر کسے کہ خود را نہ شناسد اور خیر از زندگی جاوید و حیات ابدی ندارد۔ مردہ است و مال مردہ کہ وارثان آن چنین مردہ باشند بہ زندگان رسید۔ بنا بریں نیز حکم قتل نادان کرد۔ (رود کوثر صفحہ ۵۴)

(۱۱) قرآنی آیات میں تحریف:

گزشتہ صفحات میں بایزید کے قرآنی آیات میں تحریف کی ایک مثال دی جا چکی ہے۔ لیکن اس میں ایک لفظ کے بجائے دوسرا لفظ لگا کر معنوی لحاظ سے آیت کو اپنے مقصد کیلئے استعمال کیا۔

خیر البیان کے صفحہ نمبر ۲۲۱ پر ایک آیت میں تحریف اس طرح کی ہے کہ اس کے خود ساختہ آیت کا پہلا حصہ گیارویں پارہ کی ایک آیت سے لیا ہے۔ صحیح آیت یہ ہے: ومن ھم من ینظر الیکط افانت لھدی العمیَ وَلَوْ کَانُوْ لَایُبْصِرُوْنَO (سورۂ یونس آیت نمبر ۴۳ پارہ ۱۱)

اور دوسرا حصہ سولہویں پارہ کی ایک آیت سے لیا ہے۔ لایسمعون فیھا لغوً الاسلامۃً ط ولھم رزقھم فیھا بکرۃً وَّ عشیاًط (سورۂ مریم آیت نمبر ۶۲ پارہ نمبر ۱۶)

اب اس کی خود ساختہ آیت کی طرف توجہ فرمایئے۔

ومنھم من ینظر الیٰ ربہٖ بکرۃً وّ اصیلاہ۔

اس خود ساختہ آیت میں الی ربہ کو اپنی طرف بڑھایا۔ نیز عشیا کی جگہ اصیلا لگایا ہے۔ عشیا کے معنی ہے عشاء جبکہ اصیلا کے معنی ہے شام کا وقت۔

خود ساختہ آیت کا ترجمہ: یعنی بندوں میں سے ایسے بھی ہیں جو صبح و شام اپنی چشم سر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو دیکھتے رہتے ہیں اور بندوں سے بایزید کی مراد اپنی طرف اشارہ ہے۔

(۱۲) فرضی وجعلی حدیث: مجلّہ الحق میں ایک مضمون تحریک روشنیہ دعاوی ونظریات کے عنوان سے مولانا مدرار اللہ مدرار صاحب لکھتے ہیں کہ بایزید نے بیشمار جعلی احادیث وضع کی تھیں۔ ان میں ایک حدیث جو کہ اس کی ایجاد کردہ ہے۔ جس کے ذریعے مسلمانوں پر سات نئے فرائض فرض کئے۔ جن میں چوتھا فرض کچھ یوں ہے۔ ”پھر آخری شب میں بیدار ہو اور وضو کرے اور میری عبادت میں بیٹھ جاؤ اور منہ اپنے پیر کی طرف رکھے۔ اور اس تصور کو اپنے دل میں رکھے۔ یہاں تک کہ صبح ہو جائے۔ (صراط التوحید صفحہ ۸۳)

اس جعلی حدیث میں اس نے لوگوں پر یہ فرض عائد کر دیا تھا کہ وہ آخری شب میں اٹھ کر وضو کریں اور نماز تہجد ادا کئے بغیر عبادت میں بیٹھ جائیں اور منہ بایزید کی طرف کریں نہ کہ قبلہ رو بیٹھ جائیں۔ (مجلّہ الحق شمارہ مئی ۱۹۸۳ء صفحہ نمبر ۳۳)

عربی شعر پر حدیث نبوی کا اطلاق

درجہ بالا صفحہ پر مولینا مدرار اللہ صاحب عربی شعر لکھتے ہیں جو کہ بایزید نے صراط التوحید کے صفحہ نمبر ۱۱ پر نبی علیہ السلام سے منسوب کیا۔ ایک شعر درج ہے:

من لم یکن للوصال اھلاً — فکل احسانہٖ ذنوباً —

ترجمہ: جو شخص وصال کا اہل نہ ہو تو اس کی تمام نیکیاں گناہ ہیں۔ یہ شعر خیر البیان میں بھی دو تین جگہ مذکور ہے۔ اور ہر بار اسے حدیث نبوی کہا گیا ہے۔ حالانکہ اس شعر کے دوسرے مصرعہ کا الفاظ صحیح طور پر یوں ہے۔ فکل طاعۃ ذنوبًا — اس میں طاعۃ کے بجائے احسانہٖ اس کی خود ساختہ الفاظ ہیں۔

یہی شعر مولینا ابو الکلام آزاد کے تذکرہ میں صفحہ نمبر ۱۰۵ پر درج ہے۔ ایک اور شعر بھی

رسول پاک ﷺ سے منسوب کر کے حدیث کے طور پر پیش کیا ہے۔ یہی شعر ابو العتاہیہ کا ہے جو کہ شرح فقہ اکبر میں موجود ہے۔ شعر درجہ ذیل ہے۔

وفی کل شئی لہ ایة
تدل علی انہٗ واحد

ترجمہ: اور ہر چیز اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے جو کہ اس کی وحدانیت پر دلالت کر رہی ہے۔

(الحق مضمون تحریک روشنیہ اور اس کا بانی تحریر مدرار اللہ صاحب صفحہ نمبر ۳۴ برائے ماہ مئی ۹۸۳)

بایزید نے قرآن و حدیث میں تبدل کر کے الٹا اپنے مقصد کو نقصان پہنچایا۔

(۱۳) اسماعلیہ عقائد سے مماثلت:

درج بالا دعووں، نظریات اور عقائد کے علاوہ مختلف کتابوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ کے عقائد باطنیہ اسماعیلیہ سے مماثل تھے۔ اخوند درویزہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تذکرۃ الابرار میں لکھتے ہیں کہ:

''بایزید کے عقائد باطنیہ اسماعیلیہ سے مماثل تھے۔ کیونکہ کالنجر جالندھر میں ملا سلمان کی صحبت سے انہی عقائد کو اپنایا۔ (تذکرہ الابرار صفحہ ۱۳۰)

ریوٹی اور انسائیکلوپیڈیا آف اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ بایزید کے عقائد اسماعیلی عقائد ہی کی بدلی ہوئی شکل ہے۔ اس نے یہ عقائد جلندھر کے مقام پر بدنام زمانہ ملاسمان سے حاصل کئے ہیں۔ (دی پٹھان مؤلف اولف کیرو صفحہ ۲۸۲)

(۱۴) عقیدہ تناسخ کا معتقد:

اخوند درویزہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ''ایں ملعون بہ عقیدہ مذہب تناسخ رفتہ بود واتباع خویش رابرین مضمون دعوت میمود کہ بعد از مردن حیوانات ایں اشخاص صوری منتفی ونابود خواہد گشت۔ وارواح درصورت دیگر از صوتہا حیوانیہ خواہد درامد۔ نعوذ باللہ۔

ترجمہ: یہ معلون عقیدہ تناسخ کا قائل تھا اور اپنے مریدوں کو اس مضمون کی دعوت دیتا ہے کہ حیوان کا وجود صورتی موت کے بعد نیست و نابود ہو جاتا ہے۔ لیکن ان کے روحیں دوسرے حیوانات کی صورت میں آ جاتے ہیں۔ اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کی تائید میں مولٰنا

مدرار اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ "تمہید نے لکھا ہے کہ تناسخ کی دوسری قسم یہ ہے کہ اہل تناسخ کہتے ہیں کہ کل ارواح اور کل موجودات اللہ تعالیٰ کے وجود کا جز ہیں اور کہتے ہیں کہ تکون اور مکون اور تفصیل اور مفصل ایک ہے۔ اس مقصد کے لئے "تمہید" کی یہ عبارت ملاحظہ کیجئے۔

والصنف الثانی یقولون بان الارواح کلها والاعیان کلها من جزء الصانع و من قال بالتکوین والمکون والتفصیل والمفصل واحد فانه یلزمه هذا لقول من التناسخیه- (تمهید ابی شکور سالحی صفحه۲۱۳)

تمہید کے بیان کردہ اس عقیدہ تناسخ کے مطابق بایزید بھی تمام موجودات اور ذرات کو اللہ تعالیٰ کی ہستی کا جزو سمجھتا ہے اور یہی بھی کہتا ہے کہ انسان کی ذات اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہے۔ اس کے لئے بایزید کے درجہ ذیل تین الہامات ملاحظہ کیجئے۔

(۱) ہستی من و جملہ موجودات و ذرہ از ذرات از ہستی خدا جدا نیست و نبود۔

ترجمہ: میری ہستی اور جملہ موجودات اور تمام ذرات خدا کی ہستی سے جدا نہیں اور نہ ہے۔

(۲) کذالک الانسان عن ذات الرحمن (خیر البیان صفحه۲۷۶)

ترجمہ: اس طرح انسان کی ذات بھی خدا کی ذات سے ہے۔

(۳) دیکھو بایزید! میں نے ہر چیز کو اپنی ہستی سے اپنی ہستی کیلئے ایک ایک کر دیا ہے۔ ہر ایک میں ایک خدا ہوں بیگمان۔ (خیر البیان نمبر۲۷۴)

درج بالا الہامات اور بیان اخوند رویزہ رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کی تائید کرتا ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بایزید تناسخ کا قائل تھا۔ کیونکہ "تمہید الی فکور" نے تناسخ کی جو دوسری قسم بیان کی' بایزید کے افکار اس سے مطابقت رکھتی ہیں۔ درجہ بالا افکار و نظریات جو کہ دین اسلام اور شریعت محمدی ﷺ کے سراسر خلاف ہیں اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ نے مزید ذکر کیا ہے۔ بایزید حشر و نشر کا منکر تھا۔ اور اپنے مرید کو ہدایت کرتا تھا کہ اپنے جسموں کو بڑھاؤ۔ چاہے حرام سے ہو یا حلال سے۔

اس کے علاوہ دوبارہ زندگی نہیں مل سکتی۔ شفاعت کا بھی منکر تھا۔ اور حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر اس کے ساتھ بحث کی تھی۔

اس کے علاوہ وہ مریدوں اور عورتوں کو ایک محفل میں جمع کرتا تھا۔ اس وجہ سے نوجوان

طبقہ اس سے زیادہ متاثر تھا۔

درج بالا نظریات کی مخالفت سب سے پہلے آپ کے والد نے کی تھی اور اس کے علاوہ مولینا ذکریا جو کہ آپ کا ہم وطن تھا' نے بھی مخالفت کی اور آپ سے بحث بھی کی۔

انہی نظریات کے تحت اسماعیل کے مریدوں اور بایزید کے درمیان چپقلش پیدا ہوئی اور بایزید نے ان پر شرک خفی کا الزام لگایا۔ (خیر البیان دیباچہ صفحہ ۵۵)

لیکن اسماعیل کے مرید زوردار طریقے سے اس کی مخالفت نہ کر سکے۔

اس علاقے کے ایک اور شیخ ''شیخ اوریا'' جو سنگ توی میں تھا۔ بایزید اور اس کے درمیان مخالفت شروع ہوئی۔ شیخ اوریا کو اس فتنے کا رفع کرنا مشکل ہو گیا۔ تو اس نے کافی گرم میں اپنے مریدوں کو لکھا۔ جن میں بایزید کا والد قاضی عبداللہ بھی شامل تھے۔ اور انہی لوگوں نے فیصلہ کیا کہ خواہ کچھ بھی ہو جائے بایزید کو وہاں سے نکالنا پڑے گا اور جب بایزید کو پتا چلا تو خود ہی وہاں سے چلا گیا۔ لیکن بایزید کی مخالفت شروع ہوئی اس کے برعکس بایزید کا حلقہ بھی مضبوط تھا۔ اسی دوران بایزید کے عقائد اور مخالفت سے اس کا والد اس حد تک مجبور ہوا کہ اس نے خود ہی کافی گرام چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔ جب بایزید کو پتا چلا کہ اگر قاضی عبداللہ نے کافی گرام چھوڑ دیا تو اس سے اس کی مخالفت اور بڑھے گی۔ تو اس نے خود کافی گرام چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔ بایزید کافی گرام سے دوڑو آیا۔ دوڑو کا علاقہ اس کے لئے زرخیز ثابت ہوا۔ یہاں سے سڑ بن چلا گیا۔ سڑ بن سے اپنا ایک خلیفہ تیراہ بھیجا۔ اور تیراہ میں اورکزی۔ افریدی اور تیرا ہی قبائل نے دعوت قبول کی۔ چنانچہ بایزید بنگش کے راستے علاقہ تیراہ چلا گیا۔ مذکورہ قبائل کے علاوہ بنگش قبیلہ بھی اس کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوا۔

موجودہ ضلع پشاور میں تیراہ کے دورے کے بعد بایزید آیا اور قبیلہ خلیل کے ایک ملک ''ملک شانی'' اور اس کا اہل خاندان بایزید کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوا۔ بایزید کا نعرہ خلیل مہمند داؤدزی گگیانڑی حتیٰ کہ توی' صافی اور یوسفزئ تک پہنچا۔ اسی وقت اکبر دہلی اور مرزا حکیم کابل میں حکمران تھے۔ قبیلہ خلیل کا ایک ملک' ملک حبیب نے کابل جا کر مرزا حکیم سے بایزید کی شکایت کی۔ بایزید ان دنوں علاقہ ہشتنگر کے قرب و جوار کلا ڈھیر میں تھا۔

یہاں سے ۹۷۸ھ بمطابق ۱۵۷۲ء بایزید نے حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اور اکبر کو اپنے

حلقۂ ارادت میں شامل ہونے کیلئے لکھا۔ (روحی ادب)

اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ اعجاز قدرسی صاحب' عبدالجبار شاہ صاحب اور محمد شفیع صابر صاحب نے اپنے اپنے تذکروں میں لکھا ہے۔ کہ جب بایزید کو ان کے والد اور چچا نے زخمی کیا تو زخم مندمل ہونے کے بعد وہ ننگر ہار کی طرف بھاگ گیا۔ وہاں سے علاقہ مہمند میں آیا اور اسی سفر کے دوران علاقہ جات بنگش' اورکزی اور تیراہ بھی گئے۔ بعد میں ہشتنگر میں آ کر اپنا پیغام لوگوں میں پہچانا شروع کیا۔ کچھ عرصہ مردان کے نواح میں بھی وہ مقیم رہا۔ اور اس علاقے کے بعض ملاؤں نے بایزید کی حمایت شروع کی ان میں ملا ارزانی' ملا عمر' ملا میرو' ملا پائندہ' ملا دولت کے نام قابل ذکر ہیں۔ (عبرۃ الاولیٰ الابصار صفحہ ۵۷)

محمد زئی میں چند خوانین نے بایزید کے ساتھ رشتداری کی۔ اور ہشتنگر میں خود ایک خاتون جس کا نام ذکی تھا سے شادی کی۔ اور یہاں سے حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اور اکبر بادشاہ کو خطوط لکھے۔ اکبر نے اس وقت تک بایزید پر کسی قسم کی تعرض نہیں کی۔ جبکہ پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قوم افغان پر ایک بلا نازل ہوئی۔ کاش اس وقت اسلام کا بادشاہ ہوتا۔

اس طرح کے خطوط اس نے کابل بدخشان وغیرہ کے حاکموں کو بھی لکھے کابل میں مرزا حکیم کو جب اس کا خط پہنچا تو اس نے محسن خان کو بایزید کی گرفتاری کے لئے بھیجا اور کچھ عرصہ جنگ و جدل کے بعد اسے گرفتار کرکے اور اس کے سر کے ایک طرف کے بال کاٹ کر کابل لے جایا گیا۔ (حیات پیر بابا صفحہ ۱۳۵)

ہمیش خلیل ورکہ خزانہ میں لکھتے ہیں: ۹۷۵ھ کو مرزا حکیم کو لوگوں نے شکایت کی اور اس نے بایزید کو کابل طلب کیا۔ جبکہ خیر البیان کے دیباچہ میں تحریر کیا گیا ہے کہ ملک حبیب نے گورنر جانس خان کو بایزید کے قتل کرنے کا لکھا تھا۔ لیکن اس کے انکار پر ملک حبیب نے کابل میں مرزا حکیم سے شکایت کی۔ مرزا حکیم نے بایزید کو کابل طلب کیا۔ بایزید خود گیا اور جب وہ کابل پہنچ گیا تو مرزا حکیم نے اس کی تعظیم و تکریم کی۔ اور کہا کہ قاضی خان کے پاس جا کر اس سے علمی مذاکرات کرو۔ اور بایزید نے اس مذاکرہ میں ان عقائد کو جو اس کے بارے میں مشہور تھے' سے منکر ہوا۔ لیکن اس بارے میں اولف کیرو لکھتے ہیں ''بایزید جس وقت ننگر ہار چلا گیا جہاں مہمند آباد تھے۔ وہاں سے خلیل اور محمد زئی قبائل کے پاس گیا۔ اس نے پشاور اور ہشتنگر کے آس

پاس ان قبیلوں میں بہت سے لوگوں کو اپنا عقیدت مند بنالیا۔ یوسفزیٔ شروع میں اس کے معتقد تھے۔ لیکن پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اور اس کے مریدوں کی شدید مخالفت کی وجہ سے وہ اس علاقے سے تیراہ چلا گیا۔ جہاں آفریدی، اور کنزیٔ خلیل مہمند اور بنگش اس کے جھنڈے تلے جمع ہوگئے۔ تیراہ میں قیام کے دوران بایزید نے مغل اکبر بادشاہ کا تختہ الٹنے کے لئے قبائل کو صف بستہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ درحقیقت اسے مرزا حکیم سے مالی امداد مل رہی تھی۔ جو کابل میں اکبر کا گورنر تھا۔۔ اس کے علاوہ وہ سوتیلا بھائی بھی تھا۔ بایزید کو فریدون نے گرفتار کرلیا تھا اور اس کے خلاف کفر والحاد کے الزام میں کابل میں مقدمہ بھی چلایا گیا۔ لیکن مصلحت کی بنا پر اسے رہا کردیا۔ (دی پٹھان، اردو ترجمہ اولف کیرو صفحہ نمبر ۲۸۴)

اور یہی بات صحیح بھی معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ غیر مشروط طور پر مرزا حکیم نے اسے رہا کردیا تھا۔ دوسری جگہ اولف کیرو جو کہ مذہبًا عیسائی تھا اور اس کی کسی بھی فریق کے ساتھ دلچسپی نہیں تھی۔ اولف کیرو کے درج بالا بیان کی تائید خیر البیان کے دیباچہ میں بایزید کے سوانح عمری سے بھی ہوتی ہے اور یہی سوانح عمری حالنامہ سے ترتیب دی گئی ہے۔ اور حالنامہ بایزید اور اس کے مریدوں نے مرتب کیا ہے۔ دیباچہ میں یوں لکھا گیا ہے: ''کابل سے واپسی پر توی قبیلہ کے لوگ اس کے مرید ہوئے۔'' (خیر البیان دیباچہ صفحہ نمبر ۶۴)

مغلوں سے مخالفت: جس وقت توی قبائل اس کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے تو اُن لوگوں پر اتنا اثر ہوا وہ دن کو روزے رکھتے تھے اور شام کو ایک جانور ذبح کرکے افطار کرتے تھے سب نے دنیاوی کام چھوڑ دیئے۔ ان دنوں ایک قافلہ جو کابل جارہا تھا۔ اس قبیلہ کے پاس سے گزرا۔ تو انہوں نے اس قافلہ کو لوٹ لیا۔ قافلے والوں نے کابل جاکر مرزا حکیم سے شکایت کی مرزا حکیم نے لشکر بھیج کر ان لوگوں کو شکست دی۔ اور ان آل و اولاد کو گرفتار کرکے کابل لے جایا گیا اور جب بایزید کو پتا چلا تو اس نے ان لوگوں کی حمایت میں مرزا حکیم کو لکھا۔ مرزا حکیم کو معلوم ہوا کہ یہ لوگ بایزید کی اعانت پر ڈاکے ڈال رہے ہیں اور یہی بات سامنے آجاتی ہے کہ اگر بایزید اور مرزا حکیم کے درمیان مخالفت ہوتی تو بایزید کیوں مرزا حکیم کو ان لوگوں کی سفارش کرتے۔

اور جب مرزا حکیم نے سوچا کہ جو منصوبہ ان کے درمیان طے پا چکا ہے اور اس کے برعکس روشنائیوں نے کابل آنے والے تجارتی قافلے لوٹے۔ تو یہاں سے ان کے درمیان چقلیش شروع ہوئی۔ مرزا حکیم نے پشاور کے صوبیدار کو لکھا جس کا نام معصوم خان تھا کہ بایزید اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کرو۔ معصوم خان کے دربار میں بایزید کے مرید بہادر خان اور پائندہ خان بیٹھے ہوئے تھے۔ پائندہ خان نے بایزید کو اطلاع دی۔ بایزید ہشتنگر چھوڑ کر مردان چلا گیا اور علاقہ یوسفزئ کے علاقہ کلپانی میں رہائش اختیار کی۔ فریقین کا آمنا سامنا ہوا اور مغلوں نے بایزید سے پہلی دفعہ شکست کھائی۔ اگرچہ اب تک مغل اور بایزید آپس میں ایک تھے۔ اس واقعے کے بعد میں اُن میں اختلاف ہوگیا۔

علاقہ یوسفزئ سے بایزید علاقہ تیراہ چلا گیا۔ تیراہ کے جنگجو قبائل اس کے مرید تھے کابل کو راستہ درۂ خیبر سے گزرتا تھا اور درۂ خیبر افریدیوں کا علاقہ تھا۔ ان جنگجو قبائل نے راستے کو لوٹنا شروع کیا اور لوٹ کے اسی مال سے پانچواں حصہ بیت المال میں جمع کیا جاتا تھا۔ بقایا چار حصے لوٹنے والے آپس میں بانٹ دیتے تھے۔ اس لوٹ مار کی وجہ سے کابل کے راستے مسدود ہوکر رہ گئے۔ بحوالہ خیر البیان دیباچہ بایزید نے افریدیوں سے مشورہ کیا کہ علاقہ تیراہ سے تیراہیوں کو (تیراہی قبیلہ) نکال کر سارے تیراہ پر آفریدی قابض ہوجائیں۔ اس بات کا جب تیراہیوں کو پتا چلا وہ جنگ کے لئے آمادہ ہوگئے اور جب بایزید کو پتا چلا تو اس نے اپنے پیغام رساں کے ذریعے ان کو خبردار کیا کہ اپنے پیر پر بدگمانی سے تم لوگ کفر کی گہرائیوں میں گر پڑے ہو۔ اب اس کا سدباب یہ ہے کہ اپنے ہاتھوں کو باندھ کر توبہ کرنے کے لئے پیر کے پاس آجاؤ۔ لہٰذا یہ سادہ دل لوگ ہاتھ باندھ کر پیر کے سامنے آگئے۔ اور پیر نے ان کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ (خیر البیان دیباچہ صفحہ ٦٦)

بحوالہ عبدالجبار شاہ، تین سو بیس اشخاص ہاتھ باندھ کر بایزید کے پاس حاضر ہوئے اور ان سب کو گرفتار کر کے قتل کردیا اور ان کی رہائش گاہ پر حملہ کیا اور لوٹ مار اور قتل کا بازار گرم کر کے زندہ انسانوں کو گھوڑوں سے کچل کر مروادیا۔ ان میں سے چند عورتیں اور بچے بھاگ کر ننگر ہار میں پناہ گزین ہوگئے۔ (عبرۃ الاولی الابصار صفحہ ۵۲)

اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس مکروہ نظارہ کی چند یوسفزئ جو کہ بایزید کے

ساتھ وہاں گئے تھے' واپس آ کر اس چشم دید واقعات کو بیان کیا۔

درج بالا صفحہ پر عبدالجبار شاہ اخوند درویزہ کے الفاظ لکھتے ہیں کہ یہ مکار بے دین ابتدائی دور میں اپنی تناسخہ عقیدے کی وجہ سے سبزی نہیں کاٹتا تھا کہ اس میں انسانی روح ہے اور جہاں راستے میں چیونٹی ہوتی تھی وہ راستہ چھوڑ دیتا تھا کہ مبادا چیونٹی پاؤں تلے آ جائے اور جب طاقتور ہوا تو زندہ انسانوں اور مسلمانوں کو پر خود گھوڑے پر بیٹھ کر بھوسے کی مانند کچل ڈالتا ہے۔''

اسی اثنا میں لوٹ مار کی وجہ سے مغل فوج اس تاک میں تھی نیز اسی دوران مرزا سلمان جو اکبر سے ملنے ہندوستان جارہا تھا تو روشنائیوں نے اس کا قافلہ لوٹا اور جب بایزید نے تیراہ پر مکمل قبضہ کیا تو اس علاقہ سے ننگر ہار کے ایک گاؤں بڑو پر حملہ آور ہوا۔ بڑو کو قبضہ میں لینے کے بعد اگلے ہدف پر نشانہ لگانا چاہتا تھا کہ محسن خان جو کہ جلال آباد میں رہائش پزیر تھا فوراً اس کے پیچھے لگ گیا۔ اور شنواریوں کے علاقہ میں تو راغہ کے مقام پر روشنائی اور مغل آمنے سامنے ہوگئے۔ آخر بایزید کو شکست ہوئی اور اسی دوران بایزید گھوڑے سے اتر کر وہ پیدل بھاگنے والوں کے ساتھ شامل ہوا اور ایک پہاڑی پر بھاگتے ہوئے چڑھ گئے۔ جس سے درد سر اور جگر کی گرمی شروع ہوئی۔ آخر ۹۸۰ھ اور ۹۸۹ھ کے درمیان عرصہ میں وہ وفات پا گیا۔

حضرت پیر باباؒ واخوند درویزہؒ اور بایزید کے درمیان مناظرے:

۹۷۸ھ میں حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کو بایزید کی دعوتِ بیعت موصول ہوئی تو اس وقت حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کو پتا چلا کہ بایزید بھی ایک بدعقیدہ پیر ہے اور جب حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے بایزید کا خط پڑھا تو افسوس کے ساتھ کہنے لگے: قوی بلا برین مردم افاغین نازل شدہ معلوم نیست کہ نابود گردد چہ دیں حدود بادشاہِ اسلام نیست۔

یعنی ملت افاغنہ پر ایک قوی بلا نازل ہوئی۔ یہ معلوم نہیں کہ آیا یہ بلا نابود ہوجائیگی یا نہیں۔ کیونکہ اس علاقہ میں بادشاہِ اسلام نہیں۔'' معترضین حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کو مغلوں کا طرفدار ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اگر پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ مغلوں کا پروردہ یا ایجنٹ ہوتا تو یہی الفاظ استعمال نہیں کرتے کیونکہ ہندوستان پر اس وقت اکبر برسرِ اقتدار تھا۔ لیکن خود اس نے دین الٰہی کی بنیاد ڈال کر دین اسلام کے دھجیاں بکھیر ڈالیں۔ دوسری بات یہ کہ بایزید نے خود حضرت پیر

بابا رحمۃ اللہ علیہ کو دعوت دے ڈالی اور پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ جیسا پابندِ شریعت صوفی اس جیسے بدعقیدہ پیر کو کیسے برداشت کر سکتے تھے؟ اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علہ لکھتے ہیں کہ جب میں تصور کرتا ہوں تو کانپ اٹھتا ہوں کہ اگر یہ ابتلائے عظیم افغانوں پر نازل ہوتی اور یہاں پر حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نہ ہوتے تو کوئی بھی فرد گمراہی میں پڑنے سے بچ سکتا تھا۔

حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ کار یہ تھا کہ کوئی بھی پیری کا دعویٰ کرتا' حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ جیسے کہ پہلے ذکر کیا جاچکا ہے وہ ہر پیر کو شریعت کی کسوٹی پر پرکھتے تھے۔ لہٰذا حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ بایزید کو پرکھنے کے لئے اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکابرین یوسفزئی کی معیت میں ہشت نگر آئے۔

پہلا مناظرہ

ہشتنگر میں بایزید کے قیام گاہ پر ملاقات ہونے کے بعد اس نے حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ سے شکایت کی کہ آپ کے علاقے میں یعنی یوسفزئی میں بھی ملحد پیران بہت ہیں۔ آپ ان سے مقابلہ و مناظرہ کرنے کی بجائے میرے پاس کیوں آئے۔ جواباً حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہلاکت صوری اور استیصال فتنہ کا حکم سلاطین اسلام کا فرض ہے جو کہ اس علاقے میں کوئی بھی بادشاہ اسلام نہیں۔ مگر ہلاکت معنوی و علمی و فہمی کے رو سے میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ان کو ہلاک کیا ہے۔ اور ان کے عقائد باطلہ سے عوام کو خبردار کیا گیا ہے اور عوام ان کے کاروبار پیری و مریدی سے باخبر ہو چکے ہیں۔ اب وہی پیر اسلام کے لباس میں عوام الناس کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔ تم بھی اگر اعلانیہ اپنے عقائد تناسخ وحلول وغیرہ خلاف دین اسلام تسلیم کرو جو کہ ہندوں کے مسلک سے متعلق ہیں تو ہم تمہارے خلاف کچھ اقدام نہیں کریں گے۔ مگر جامۂ اسلام میں اور عقیدۂ توحید الٰہی میں کوئی بھی فساد ہم برداشت نہیں کر سکتے۔ تمہاری ہلاکتِ صوری پر ہم قادر نہیں لیکن عوام الناس میں تمہارے خلاف شرع عقائد کی تشہیر ہم اپنا فریضہ سمجھتے ہیں۔

بایزید نے جواب میں اپنے عقائد کی عقلی دلائل کبھی نہایت نرمی اور کبھی الفاظ میں زور دیکر بیان کرتا رہا۔ یہ بحث جاری تھی اور اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ کے انوار و برکت سے اس پر اس قدر اعتراضات وسوالات کی بارش کردی کہ اس کو لاجواب کردیا

اور وہ کوئی بھی جواب نہ دے سکا اور عوام الناس کے سامنے اس نے عجز کا اعتراف کردیا اور سارے لوگ متحد ہو گئے لیکن پھر بھی وہ اپنے عقائد سے تائب نہیں ہوا۔ لیکن ہم نے اس کے باطل عقائد لوگوں پر ظاہر کر دیئے۔

دوسرا مناظرہ

دوسری مرتبہ حضرت اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ اکیلے سید ہارون کے ساتھ بایزید کے پاس گئے۔ یہ بحث شفاعت پر تھی۔ کیونکہ اخوند درویزہ کے کہنے کے مطابق بایزید شفاعت سے منکر تھا۔ اس وقت بھی عقلی و نقلی دلائل سے لاجواب اور شرمسار کردیا گیا۔ لیکن اپنی کمزوری اور غلط عقائد کو تسلیم کرتے ہوئے پھر بھی تائب نہیں ہوئے۔ لیکن خطرے کی بات یہ تھی کہ اس کے غلط عقائد پر ظاہر ہوکر بھی بعض مسلمان اپنی جہالت پر قائم ہوکر اس کی پیروی کرتے رہے۔

تیسرا مناظرہ

تیسرا مناظرہ ایک روایت کے مطابق امازو گڑھی کے قریب لنگر کوٹ میں ہوا تھا۔ لنگر کوٹ میں ایک قلعہ تھا۔ جو محمود غزنوی کو اسے فتح کرنے کی حسرت تھی۔ یہی قلعہ انند پال اور جے پال کے قبضے میں تھا۔ سلطان محمود نے جنگ کرنے کے بعد اس قلعہ کو فتح کیا۔ اکبر نے اس قلعہ میں ایک مسجد بھی بنوانی شروع کی تھی۔ لیکن اکبر کی زندگی میں مکمل نہ ہوئی۔ لنگر کوٹ میں دو آبادیاں ہیں۔ ایک کا نام کوٹ دولتزئ ہے اور اسی کوٹ دولتزئ کی جانب غرب اکبر کی زیر تعمیر مسجد اب بھی ہے۔ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی رہائش کوٹ دولتزئ میں تھی۔ دوسری آبادی کا نام کوٹ اسماعیل زی ہے۔ اور اسی کوٹ اسماعیل زی کے مغربی سمت ایک گنبد ہے۔ اس میں بایزید رہائش پزیر تھا۔ اس گنبد کو اب بھی پیر تاریکے گنبد کہا جاتا ہے۔

حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اور بایزید کے درمیان یہاں مناظرہ ہوا جو کہ پندرہ دن تک جاری رہا۔ پندرہویں روز بایزید بھاگ گیا۔ صبح کے وقت باخبر ذرائع سے پتا چلا کہ بایزید بھاگ گیا ہے اور سدوم کے نزدیک لنڈے نامی گاؤں میں ہے۔ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ہمراہی اس کے پیچھے گئے۔ اور علی نامی گاؤں میں رہائش پزیر

ہوئے۔ یہی علی (الی) نامی گاؤں حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے آج بھی موسوم ہے۔ مشرق کو لنڈے اور مغرب کو علی کلے ہے۔ دونوں گاؤں الی لنڈے کے نام سے موسوم ہیں۔ بایزید یہاں سے بھاگ کر خان بانڈہ (کمال زی) ملندری کے قریب رہائش پزیر ہوا اور اسی علاقے میں بایزید کے مرید کثرت سے تھے۔ اور جب پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ وہاں گئے تو لوگوں نے آپ کو دیکھا تو آپ کے ہمنوا بن گئے۔ تو بایزید ان کی تاب نہ لاکر علاقہ سوات کی جانب بھاگ گیا۔ پھر وہاں سے وہ باجوڑ چلا گیا۔

باجوڑ میں ایک درہ ہے جس کا نام روخان درہ ہے جو کہ بایزید کے نام سے منسوب ہے۔ (روایت محمد نشاف گڑھی دولت زئی (مردان)

لنگر کوٹ میں حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اور بایزید کے درمیان مناظرہ ہوا۔ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ کے ساتھ بونیر سے قبیلہ یوسفزئی کے اکابرین کا وفد بھی گیا تھا۔ اخوند درویزہ لکھتے ہیں کہ اس دفعہ بایزید خجالت کی وجہ سے سامنے نہ آیا اور ان صاحبان کا مناظرہ ایک قاصد کے ذریعے ہوتا رہا۔ اس لئے مناظرہ طول پکڑتا رہا۔ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ سنا ہے کہ بایزید اپنے آپ کو اور اپنے عقیدہ باطلہ کو منصور حلاج کے ہم مرتبہ اور اس کے مقام پر اپنے آپ کو پہنچا ہوا کہتا ہے۔ اگر واقعی بایزید منصور حلاج کے مقام پر پہنچا ہوا ہو تو منصور حلاج کے اس شعر کا مطلب بیان کریں۔

ولدت امی اباھا وذاک من عجباتی
انا طفل صغیر فی حجر مرتضعاتی

اور جب بایزید نے یہ شعر پڑھا اور پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کا پیغام سنا تو اس قدر خوف و ہراس میں مبتلا ہوا کہ لرزنے لگا اور ایک لفظ بولنے سے عاجز رہا اور جب وہی جواب رسان واپس ہوا اور واپسی جواب نہ دیکر حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ پر ایک جلالی کیفیت طاری ہوئی اور اسی کیفیت میں فرمایا ’’اے لوگو! اس شخص کے ساتھ میری کوئی ذاتی بیر نہیں۔ اگر یہ شخص اب بھی اپنے غلط عقائد سے تائب ہوجائے تو میں یہاں سے جاؤں گا اور اگر یہ اپنے عقائد کو درست سمجھتا ہے تو سامنے آئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جس کسی کو ولایت عطا کی ہو تو ایسے موقعوں پر کرامات ظاہر کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ میں اس کے عقائد کی تردید میں کچھ نہ کہوں گا۔ وہ

آئے اور ہم دونوں دعا کے لئے ہاتھ اٹھائیں گے۔ اور اسی دعا کے دوران جس کسی کے ہاتھ کٹ کر زمین پر گرتے ہیں تو وہ اپنے عقائد سے توبہ تائب ہوجائے۔ اگر میری دعا نامقبول ہوئی تو میں خود کو شرمسار سمجھونگا اگر بایزید کو اپنی کرامات نمائی کا یقین ہو تو وہ آئے اور اپنے آپ کو آزما کر دیکھ لیں۔ حالانکہ اس سے کرامات کے اظہار کا مجھے کوئی یقین نہیں۔ وہ سامنے آئے اور صرف میرے وار کا دفاع کریں۔ اگر یہاں سے وہ صحیح سلامت گیا تو تم قبائل اسے ہادی اور صادق سمجھے ورنہ جان لے کہ وہ جھوٹا ہے اور فتنہ اٹھانے والا ہے۔

بایزید نے حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے اس چیلنج کا کوئی جواب نہیں دیا اور رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے لنگر کوٹ اماز گڑھی سے لنڈے بھاگ گیا۔ جس کا پہلے ذکر کیا جاچکا ہے۔ اور یہی حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اس کا آخری مناظرہ تھا اور یوسفزئی کے اکابرین نے دیکھا کہ بایزید سامنے نہ آیا اور یہی اس کے ہارنے کی علامت تھی۔

اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ سے چوتھا مناظرہ

اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ اور بایزید کے درمیان چوتھا مناظرہ ضلع سوات کے امان کوٹ نامی گاؤں جس کا پرانا نام کا ٹیلئ تھا' میں ہوا تھا۔ یہی مقام سید و شریف کے بالمقابل ہے۔ موجودہ امان کوٹ میں ایک خاندان بایزید کا مرید تھا۔ جس وقت بایزید سدوم و بونیر سے بھاگا تو یہاں امان کوٹ میں رہائش پزیر ہوا۔ اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ اس کا پیچھا کرتے ہوئے امان کوٹ پہنچے اور بایزید کو مناظرہ کی دعوت دے دی۔ بایزید نے کہا کہ کل صبح مناظرہ ہوگا بایزید اور اس کے ساتھی پیروں نے رات کو مشورہ کرکے ایک جگہ پہاڑ پر پانی سے بھرے ہوئے مشکیزے دفن کردیئے۔ صبح کے وقت جب دونوں فریق اسی جگہ جہاں مشکیزے دفن تھے' مقابلے ہوئے۔ تو بایزید نے کہا ''عقلی و نقلی اور کتابی دلائل تو بہت ہوچکے ہیں۔ میں اپنے موقف پر قائم ہوں اور آپ اپنے موقف سے نہیں ہلتے۔ اب مقابلہ کرامات ہوجائے۔ اس جگہ جہاں ہم کھڑے ہیں' پانی زمین سے کرامات کے زور سے نکالو یا میں نکالتا ہوں۔''

اس پر اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نیزہ مارو۔ بایزید نے نیزہ مارا۔ اور زمین سے پانی اُبل پڑا۔ کیونکہ نیزہ سے چمڑے کے مشکیزوں میں سوراخ پڑگئی اور پانی ابلنا شروع

ہوگیا۔ بایزید کے ساتھی پیروں نے خوشی منائی اور اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا ''اب تمہاری باری ہے۔''

اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ کھڑے کھڑے مراقبے میں چلے گئے۔ اور مراقبے میں حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ سے توجہ فرمانے کی استدعا کی۔ اسی دوران بایزید کے ساتھی اخوند صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف فاتحانہ انداز سے دیکھ کر اس کا مذاق اڑانے لگے۔ اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ نے نیزہ لے کر ایک جگہ مارا لیکن پانی نہیں نکلا۔ اس پر بایزید کے مرید ہنسنے لگے تو اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ''ذرا صبر کرو تمہارے پیر نے مشکیزے دفن کئے ہیں۔ جب مشکیزے پانی سے خالی ہوجائینگے تو تمہارا چشمہ خشک ہوجائیگا لیکن میں اپنے پیر کی برکت سے یہاں پانی نکالوں گا۔ اور وہی پانی تاقیامت بنی نوع انسان کے کام آئے گا اور یہی ہوا۔ بایزید نے جو سوراخ مارا تھا اس سے رفتہ رفتہ پانی خشک ہونے لگا اور اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ نے جو سوراخ مارا تھا اس سے اچانک پانی ابلنے لگا۔ اور آج بھی وہی چشمہ اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ اور پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس چشمہ کو سخا چینہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ داد، چنبل اور خارش کے مریض اسی چشمہ میں نہانے سے صحت یاب ہوجاتے ہیں۔ اس مناظرہ کے ثبوت کے لئے اس دور کو نزدیک ترین دور میں ایک شاعر زرد علی نے چار بیتہ کہا ہے۔ یہی زرد علی سید و شریف ضلع سوات کا رہنے والا تھا۔

چار بیتہ کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

خبرے دا خوند بابا عالم پہ ھر دیار وائی
پڑئے تاریکے کرو پہ دستور اوھم پہ دین باندے
تش ئے شو خیگونہ تاریکے دروغ مردار وائی
لاڑ شو فریادی اوھم غمزن پہ سرزمین باندے
اخوند بابا شرطونہ پہ کرم کردیگار وائی
اوبہ ییئے کرے سر گندے پہ کرم دعالمین باندے

بعض مورخین لکھتے ہیں کہ بایزید سوات نہیں آیا تھا لیکن بایزید سوات آیا تھا امان کوٹ (کاٹیلی) والے مناظرے کے بارے میں آج بھی سوات کے ہر فرد کو پتا ہے۔ تحریری ثبوت درجہ

بالا چار ہیتہ کے علاوہ سابق بادشاہ سوات جناب عبدالجبار شاہ صاحب اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ بایزید کے ایک مرید متہ خان اکوزی سے ان کے عقائد باطلہ پر اخوند صاحب کی بحث ہوئی جو کہ بایزید کے خلفاء میں سے تھا۔ اخوند صاحب نے پوچھا کہ تم لوگ اپنے پیر کو لفظ ''سبحان'' کے نام سے یاد کرتے ہو۔ یہ لفظ مخصوص ذات باری تعالیٰ کیلئے اور تم اس کو نور بھی کہتے ہو جو کہ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کیلئے مخصوص ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سراجًا منیرًا سے یاد کیا ہے۔ یہی دونوں صفتیں اللہ اور پیغمبر ﷺ کے لئے ہیں۔ جبکہ تم لوگ یہ دونوں صفتیں اپنے پیر سے منسوب کرتے ہیں۔ اس نے جواب دیا واقعی یہ دونوں صفیں ہم اپنے پیر سے منسوب کرتے ہیں۔ اس پر اخوند صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو سخت غصہ آیا اور اٹھ کر اس پر حملہ کرنے کیلئے تیار ہوئے۔ لیکن لوگوں کے درمیان میں آنے سے جھگڑا نہ ہوسکا۔ دونوں نے قسم کھائی کہ اکیلے میں جب کبھی ایک دوسرے کے سامنے آئے تو دیکھا جائے گا۔ اتفاق سے ایک دن دونوں کا آمنا سامنا ہوا۔ متہ خان کے پاس اسلحہ اور نوکر چاکر تھے۔ جبکہ اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ نہتے تھے۔ پھر بھی اخوند صاحب رحمۃ اللہ علیہ مقابلہ کیلئے تیار ہوئے مگر متہ خان نے سلام کردیا۔ اور اخوند صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تکریم کی۔ جس سے دونوں کی صلح ہوئی۔ (عبرۃ الاولی الابصار (قلمی) صفحہ ۵۸، ۵۹)

علاقہ نیک پی خیل سوات میں اباخیل کی ایک ذیلی شاخ ''متہ خیل'' متہ خان کی اولاد ہے۔ سوات میں بایزید سے منقول ضرب المثل آج بھی مشہور ہے جو کہ درج ذیل ہے۔

چرگ خو یو مارغہ دے
چہ چا اونیو دہغہ دے

جونہ دی گلونہ
ہر ثوک د بویونہ

یعنی مرغ تو ایک پرندہ ہے جس نے پکڑا تو یہ اس کا حق ہے۔ یعنی اس کی ملکیت ہے۔ اور عورتیں پھول ہیں ہر کسی کو چاہئے کہ ان کو سونگھتے رہیں۔ یعنی یہ عام چیز ہے۔ تخصیص نہیں ہونی چاہئے۔

تبصرہ

استغفر اللہ! قارئین کرام آپ دیکھئے کہ جو شخص اس قسم کی واہیات باتوں کا عامل ہو اور پیر بابا جیسی ہستی کے ساتھ آج کے دور کے چند نام نہاد ادیب اس کا موازنہ کریں۔ ایسی کتابیں لکھنے والوں کی سیاہی انہیں روسیاہ کردے گی۔ پیر بابا روشن رہیں گے۔

حق لاشریک ہے باطل دوئی پسند
شرکت میانِ حق و باطل نہ کر قبول

(مفتی پیر سید محمد عارف شاہ)

معترضین کے اعتراضات کے جواب

اس باب میں سب سے پہلے مغلوں اور پختونوں کی مخالفت و موافقت پر بحث ہوگی۔ بیسویں صدی کے بعض نیشنلسٹ مصنفین نے یوسفزی افغانوں کو اور مغلوں کو آپس میں دشمن ثابت کیا ہے یا کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت اس کی برعکس ہے۔ یوسف زئی مغلوں کے ایجنٹ بھی نہ تھے اور دشمن بھی نہ تھے وہ صرف ایک پٹھان غیرت مند قوم اور مسلمان تھے۔

بابر اور یوسفزی قبیلہ میں رشتہ داری: یوسفزی قبیلہ کے سردار کے چچا زاد بھائی ملک شاہ منصور کی بہن اور بابر کی شادی ہوئی تھی۔ شاہ منصور کی بہن کا نام بی بی مبارکہ تھا اور شادی کی پہلی رات کو بی بی مبارکہ بابر بادشاہ سے اپنی قوم کیلئے معافی کی خواستگار ہوئی اور بادشاہ نے پچھلی رنجش بھلا کر ان کی تقصیر معاف کردی۔ (یوسفزیٔ کی سرگزشت مولفہ روشن خان صفحہ نمبر ۱۱۶، ۱۱۷)

جس وقت بابر نے ہندوستان پر حملہ کیا تو اس کی فوج میں اکثریت انہی پختونوں کی تھی اولف کیرو لکھتے ہیں کہ "بابر کے ساتھ تمام پختون قوم کی امداد شامل تھی۔ نیز اس کی فوج میں پختونوں نے اپنے آدمی بھرتی کئے تھے۔ اور بابر کے ساتھ تمام ہندوستان کی مہمات میں تمام پختون اور خصوصاً یوسفزی شامل تھے۔ قصور یہ پٹھان جو کہ لاہور کے جنوب میں آباد ہیں محمد زیوں کی خویشگی شاخ سے تعلق رکھتے ہیں اور ان میں یہ روایت مشہور ہے کہ وہ بابر کے ساتھ اس کی فوج میں بھرتی ہو کر آئے تھے اور بابر نے انہی کے خدمات کے صلے میں ان کو وسطی

پنجاب میں جاگیر عطا کی۔ (دی پٹھان صفحہ ۲۴۴)

اس طرح پشتو کے عظیم شاعر خوشحال خان خٹک اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ دہلی میں بابر بادشاہ کی بادشاہی پختونوں کی برکت سے تھی وہ فرماتے ہیں:

بیالہ پسہ ڈیلی بادشاہ بابر ۔ شو
چہ ئے کا رد پسبنتو پہ برکت وو

آج کل نیشنلزم کے حامی دانشور اس بات پر مصر ہیں کہ مغل اور پختون آپس میں دشمن تھے۔ حالانکہ بابر یوسفزیوں کا داماد اور بہنوئی تھا۔ اس رشتہ کی وجہ سے بابر یوسفزیوں کی خصوصاً اور تمام پختونوں کی عموماً قدر کرتے تھے اور یہی پختون جو کہ مغلوں کے ساتھ جا کر ہندوستان میں جابجا آباد ہوئے۔ نیز ان کو جاگیریں بھی عطا کی گئیں۔ بعد میں مغلوں کے افواج اور سول محکموں میں گورنر تک پختون تھے۔ اگر ان کے درمیان دشمنی یا چپقلش ہوتی تو وہ کبھی بھی پختونوں کو کلیدی عہدوں پر فائز نہ کرتے۔

اس دور میں مغل موجودہ صوبہ سرحد کی سیاست میں اس حد تک دخل دیتے تھے کہ کابل تک کا راستہ جو کہ اٹک سے شروع ہوتا تھا' اس راستے کو کھلا رکھنے کیلئے اردگرد کے پختونوں کو مختلف مراعات اور جاگیریں دیا کرتے تھے۔ تاکہ راستے پر قافلوں کو آسانی سے گزرنے دیا جائے اور رہزن اور ڈاکوؤں کے حملے سے یہی قافلے محفوظ رہ سکیں۔ یہی وجہ تھی کہ خوشحال خان کے آباؤ اجداد کو اکوڑہ میں ایک جاگیر اور دریائے کابل کا محصول دیا تھا۔ تاکہ رہزنوں سے اس راستے کو محفوظ رکھا جائے۔ اولف کیرو لکھتے ہیں کہ ''بابر کے بعد کوئی بادشاہ سوات' دیر' باجوڑ میں داخل نہیں ہوا۔ بادشاہ کے کوچ کرتے ہی پشاور کا محاصرہ اس بات کا ثبوت ہے کہ شاہی اقتدار برائے نام تھا۔ ان حکمرانوں نے زیادہ سے زیادہ یہ کیا کہ بڑی مشکل سے اس علاقہ میں سے اپنے لئے راہ نکالی اور خاندانی لڑائیوں میں قبائل سے فوجی امداد حاصل کی۔ شیر شاہ خود غلجی پختون ہونے کے باوجود اتنی بھی کامیابی حاصل نہ کرسکا۔'' (دی پٹھان صفحہ ۲۷۵)

اور جب بات اتنی ہی ہے تو مغلوں کو اس بات سے کیا دلچسپی تھی کہ اپنے رشتہ دار یوسفزی کی جاسوسی کرنے کیلئے حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کو بھیجتے۔

اللہ بخش یوسفی کا اعتراض: اللہ بخش یوسفی لکھتے ہیں کہ: اس حقیقت کو پیش نظر رکھئے کہ اسی دوران میں شیر شاہ سوری نے ہمایوں کو شکست دی۔ ہمایوں نے اپنے دوران فرار میں ہی مستقبل کی فکر کرتے ہوئے سید علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کو اس طرف روانہ کیا کہ بایزید کی مذہبی تحریک کا مذہبی رنگ میں مقابلہ کیا جاسکے چنانچہ پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے علاقہ یوسفزئی میں پہنچ کر اس طاقت وقوت سے بایزید کا مقابلہ کیا کہ وہی شخص جو پیر روشن کہلاتا تھا' پیر تاریک کہلانے لگا۔

(تاریخ یوسفزئی مؤلفہ اللہ بخش یوسفزئی صفحہ ۲۴۴‘۲۵۰)

وہ آگے لکھتا ہے کہ ”حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلے میں کہا جاتا ہے کہ ان کے دادا قنبر علی کو دربار مغلیہ میں اثر و رسوخ حاصل ہوا اور ان کے خاندان کو عزت و وقعت سے دیکھا جاتا تھا۔ اس وجہ سے ان کے لڑکے سید احمد ترمذی کی شادی خاندان مغلیہ کے شہزادہ تیمور کی بہن سے ہوئی جن سے سید علی ترمذی پیدا ہوئے۔ یہ سید احمد ہمایوں کے ساتھ رہے۔ لیکن لڑکے سید علی کو پیچھے چھوڑ دیا۔ (تاریخ یوسفزئی صفحہ ۲۵۰)

(۱) یوسفی صاحب کے پہلے اعتراض کا جواب کچھ یوں ہے کہ جس وقت ہمایوں نے شکست کھائی تو وہ راجپوتانہ کے راستے سندھ سے ہوتے ہوئے قندھار چلے گئے تھے۔ جب کہ ان دنوں حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ پنڈ دادن خان گجرات میں تھے۔ گجرات صوبہ پنجاب میں ہے۔ معترض ہندوستان کا نقشہ دیکھے تو گجرات کہاں واقع ہے جبکہ راجپوتانہ اور سندھ کہاں واقع ہیں کہ ہمایوں نے دورانِ فراری حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کو بایزید کے مقابلے کے لئے بھیجا۔ ببیں تفاوت راہ از کجا است تا بکجا۔ عقل اندھی ہو تو بات دوسری ہے۔

تاریخی جائزہ: حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ ۹۴۶ھ میں گجرات میں قیام پذیر تھے کہ ہمایوں نے شکست کھائی۔ اور سندھ کے راستے قندھار چلا گیا۔ گجرات سے حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ واپس اجمیر شریف گئے۔ پھر وہاں سے پشاور آئے تو اجمیر شریف اور دوآبہ پشاور میں تقریباً ڈیڑھ سال گزارنے کے بعد 48۔947ھ کو علاقہ یوسفزی میں آئے۔ اب خیر البیان کے دیباچہ میں تاریخی جائزہ صفحہ ۶۸ پر دیکھئے۔ بایزید ۹۳۱ھ میں پیدا ہوئے۔ تو جس وقت حضرت پیر

بابا رحمۃ اللہ علیہ یوسفزئی میں آئے تو بایزید کی عمر سترہ سال تھی۔ ہمایوں کی شکست کے سال ۹۴۶ھ کو بایزید نابالغ تھا بایزید نے ۹۶۲ھ کو خلوت سے نکل کر اپنی پیری و مرشدی کا اعلان کردیا۔ یعنی بتیس سال کی عمر میں اس نے اپنی پیری کا اعلان کردیا تھا اور حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے علاقہ یوسفزی میں پندرہ سال گزارے تھے اور اسی سال ہمایوں نے دوبارہ حکومت ہند پر قبضہ کیا تھا۔ جس وقت ہمایوں نے شکست کھائی اور ہندوستان سے بھاگ رہا تھا تو اس وقت نہ بایزید کی پیری و مریدی تھی نہ اس کی کوئی اور تحریک۔ ۹۶۲ھ اور ۹۴۶ھ کے درمیان سولہ سال کا عرصہ ہے۔ تو آیا ہمایوں نے خواب میں دیکھا تھا یا اس کو الہام ہوا تھا کہ سولہ سال بعد صوبہ سرحد میں ایک پیر جو کہ پیر روشن کے نام سے پیدا ہوگا اور مغلوں کے لئے خطرہ بنے گا۔ جبکہ بایزید نے اصل تحریک ۹۷۸ھ سے شروع کی تھی۔ اسی وقت ہمایوں وفات پاگیا تھا اور حکومت اکبر کے ہاتھ میں تھی۔ اور حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے علاقہ یوسفزئی میں اکتیس سال گزر گئے تھے کہ ان کو پتا چلا کہ بایزید بھی ایک ملحد پیر ہے۔ تو ہمایوں کی شکست کے بتیس سال بعد بایزید وارد ہوا۔ اور قارئین خود فیصلہ کریں کہ یوسفی صاحب نے کس قدر غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ اور حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی ذات پر کیچڑ اچھالا ہے۔ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے علاقہ یوسفزی میں صرف بایزید کا مقابلہ نہیں کیا ہے بلکہ اس کے علاوہ اٹھارہ اور ملحد پیر جو کہ پختونخوا میں بستے تھے کے ساتھ مقابلہ کیا اور اس علاقے کو خلاف شرع پیروں سے پاک کیا تھا۔

(۲) دوسرے اقتباس میں اس کی معلومات پر ماتم کرنا چاہئے کہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کا شجرۂ نسب دیکھئے۔ سید علی ترمذی ابن سید قنبر علی ابن سید احمد نور ابن سید جعفر المعروف یوسف نور ابن سید محمد نور بخش ابن سید احمد بیغم رحمۃ اللہ علیہ۔

یوسفی صاحب نے حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے دادا کو ان کا والد اور والد کو ان کا دادا بنالیا ہے۔ جبکہ دوسری غلطی اس نے یہ کی شہزادہ تیمور (امیر تیمور) جو کہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی چھٹی پشت پر جد سید احمد بیغم کے ہمعصر تھے۔ اور ان سے تیمور کی بہن کی شادی ہوئی تھی۔ جس وقت ہمایوں شکست کے بعد راجپوتانہ کے راستے قندھار گئے تھے تو حضرت پیر بابا

رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم سید قنبر علی ان سے جدا ہو کر پنجاب کے راستے اپنے وطن کندوز گئے تھے۔

روشن خان کے اعتراضات

روشن خان کچھ یوں معترض ہیں کہ ”اخوند درویزہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے رازدار بن گئے یعنی اکبر بادشاہ کے زمانے میں پیر بابا بونیر تشریف لائے۔ یہاں کے لوگ بہت بڑی جہالت میں مبتلا تھے اور ایک بہت بڑا منافق جو پیر روشن کے نام سے مشہور تھا۔ اسلام کے نام پر بے اسلامی پھیلا رہا تھا۔ اور بڑی گمراہی میں لوگوں کو ڈال دیا تھا۔ پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے جب اس کی یہ حالت دیکھی تو فرمایا کہ یہ روشنی نہیں پھیلاتا بلکہ تاریکی پھیلاتا ہے۔ چنانچہ ابھی تک پیر روشن کو پیر تاریک کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ (یوسفزی کی سرگزشت صفحہ نمبر ۴۷۶، ۴۹۵)

آگے لکھتا ہے کہ ”پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ ہمایوں کا بھانجا تھا۔“

روشن خان کی طنزیہ الفاظ کا جواب یہ ہے کہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ شیر شاہ سوری کے دور میں علاقہ یوسفزی تشریف لائے تھے۔ اس کے لئے پچھلے صفحات پر راقم الحروف کا تاریخی جائزہ ملاحظہ فرمائیے۔

اور جس وقت اکبر بادشاہ بنا تو حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے تقریباً چودہ پندرہ سال علاقہ یوسفزئ میں گزر گئے تھے۔ اس کے علاوہ جہاں تک رازداری کا تعلق ہے تو حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اور اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ کی رازداری صرف دین اسلام اور شریعت محمدی کیلئے تھی۔ بایزید کے افکار ونظریات اور عقائد پچھلے باب میں لکھے جا چکے ہیں۔ اس قسم کی باتیں آج کا ایک آزاد خیال عالم بھی برداشت نہیں کرتے۔ نیز حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے صرف بایزید ہی کے عقائد کی مخالفت نہیں کی تھی بلکہ اس دور کے اور بھی ملحد پیر تھے۔ ان سب کے عقائد کی مخالفت کی تھی۔

حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ پر یہی لوگ رشتہ داری کا الزام لگاتے ہیں اور اسی رشتہ داری کی وجہ سے پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کو مغلوں کا ایجنٹ تصور کرتے ہیں۔ اگر سوال رشتہ داری کا ہے تو یوسفزی بابر کے سسرال تھے اور بایزید خود بھی بابر کے سگی پھوپھی زاد تھے۔ اس کا گزشتہ ابواب

میں ذکر کیا جا چکا ہے۔ اور جب سب فریق رشتہ دار ہوئے تو ایک رشتہ دار دوسرے کے خلاف کیونکر آجیٹیٹ کریگا۔ بولئے اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوگا۔

روشن خان آگے لکھتے ہیں ''اب مشکل یہ درپیش تھی کہ یوسفزی عہد بابر سے اطاعت پر آمادہ نہ کئے جا سکے تھے اور جب بایزید نے ان میں اثر و رسوخ بڑھایا تو اس قبیلہ کی اطاعت میں مغلوں نے یہی حربہ استعمال کیا کہ مذہبی تحریک کو مذہب ہی کے نام سے روکا جائے۔

(یوسفزیٔ کی سرگزشت صفحہ نمبر ۲۹۵)

ذرا آگے لکھتے ہیں ممکن ہے ابتداً اس تحریک کی مخالفت بعض مخلص علما نے جذبۂ خدمت اسلام سے ہی کی ہو لیکن اس سے انکار نہیں کہ مغلوں نے اس مخالفت کو ہوا دی۔ درپردہ اس کی سرپرستی ہوئی۔ سیم و زر کی بارش لازمًا کی جاتی رہی۔ نتیجہ یہ کہ ہمہ گیر مخالفت ہونے لگی۔ چند قائدین یا علماء کی قیادت میں اس تحریک کو کفر والی تحریک کا جامہ پہنادیا گیا۔ اس کے دوررس نتائج کو کسی نے محسوس نہیں کیا۔ اور نہ اس طرف کسی نے توجہ دی اور مذہب کے نام پر آنکھیں بند کئے اس قومی تحریک کو کچلنے کیلئے تگ و دو شروع ہوئی۔ جو حقیقتاً انہیں منظم کر کے ایک اسٹیج پر کھڑا کرنا چاہتی تھی۔ مذہب کے نام پر ایسی ہنگامہ آرائی ہوئی کہ عوام بے چارے موافق و مخالف میں تمیز نہ کر سکے۔ اور طرفین خدمت اسلام کے نام سے ہی ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما نظر آئے۔ (یوسفزیٔ کی سرگزشت صفحہ نمبر ۲۹۵۔۲۹۶)

صفحہ نمبر ۱۹۲ پر اولف کیرو کے حوالے سے یہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ مغل صوبہ سرحد کی سیاست میں اس قدر دخل دیتے تھے کہ اٹک سے کابل تک کے راستے میں اپنے لئے راہ نکالی۔ مغلوں کو فتوحات کے لئے سارا ہندوستان کافی تھا رہ جاتی ہے مذہبی تحریک۔ تو یہی تحریک حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اور اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ نے صرف اور صرف شریعت محمدی ﷺ کیلئے چلائی تھی۔ ان کو مغلوں کی حکومت سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اگر ہوتی تو حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ پانی پت کے مقام پر بابر کو نہ چھوڑتے۔ چونکہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ بابر کا خواہر زادہ تھا تو اس کے لئے مال و دولت اور کلیدی عہدوں کیلئے کوئی کمی نہیں تھی۔ انہوں نے صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے عہدہ اور سیم و زر چھوڑا تھا اور تصوف کا ایک کٹھن راستہ اختیار کیا تھا۔ پانی پت کے میدان کے بعد یہ لوگ ثابت کر کے دکھائیں کہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی مغلوں

کے ساتھ ملاقات کی ہو۔

حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے تیسرے مناظرے کے وقت عوام الناس کو بتایا تھا کہ ''اس شخص بایزید کے ساتھ میری کوئی ذاتی دشمنی نہیں۔ اگر یہ شخص اب بھی اپنے غلط عقائد سے تائب ہوجائے تو میں یہاں سے چلا جاؤں گا اور اس سے کوئی واسطہ نہیں رکھوں گا اور اگر یہ اپنے عقائد کو درست سمجھتا ہے تو پھر سامنے آئے۔'' اگر اس وقت بایزید نکل کر اپنے ملحدانہ عقائد سے تائب ہوجاتا تو یقیناً حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ ان سے کوئی سرورکار نہیں رکھتے اور اس مناظرے کے بعد حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے بایزید سے کوئی سروکار نہیں رکھا۔ اور اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ بایزید کے ساتھ مناظرے و مقابلے کرتے رہے۔

روشن خان درج بالا اقتباس میں خود بھی اعتراف کرتا ہے کہ ''ہوسکتا ہے کہ ابتداً اس تحریک کی مخالفت بعض علماء نے جذبۂ خدمت اسلام سے ہی کی ہو۔'' تو خان روشن ہوسکتا ہے لفظ لکھتا ہے۔ تو وہ خود اپنی تحریر سے مطمئن نہیں۔ رہ گئی سیم و زر کی بارش کی۔ تو یہ بھی سراسر غلط ہے۔ مغل اپنے پروردوں کو ہمیشہ جاگیریں دیا کرتے تھے۔ لیکن یہ لوگ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ یا ان کی اولاد پر ایک بھی جاگیر ثابت نہیں کرسکے۔ اس کے علاوہ اگر سیم و زر سے زمین خریدی جاسکتی ہے تو حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد نے کوئی بھی زمین نہیں خریدی۔ البتہ مغلوں نے ہندوستان میں پختونوں کو ان کی خدمات کے صلے میں جاگیریں بخش دی ہیں۔ اس کے علاوہ بایزید کی اولاد کو بھی U.P میں جاگیر ملی ہے اور اگر پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ یا ان کی اولاد مغلوں کیلئے کام کرتے تو ضرور آج پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد مغلوں کے جاگیردار ہوتے۔

حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کو بونیر، سوات، مردان، چارسدہ وغیرہ میں زمین ملی ہے جن کو سیریاں کہی جاتی ہیں۔ اور یہی سیریاں قبائل یوسفزئی نے اپنے دفتروں سے نکال کر انہیں دی ہیں۔ اور انہی قبائل یوسفزئی نے حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کو بطور تبرک اپنے قبیلوں میں لے جاکر آباد کیا اور ان سے اپنی بہن اور بیٹیاں بیاہ دیں۔ یہی سادات ان قبائل میں ایسے کھل مل گئے کہ وہ ان کے افراد معلوم ہوگئے۔ اس سے زیادہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کی کیا قدر ہوگی کہ موجودہ دور میں ایک طرف خوانین یوسفزئی ہو اور دوسری جانب اگر پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے کوئی الیکشن کے لئے کھڑا ہوجائے تو حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ

علیہ کی اولاد کو بھاری اکثریت سے کامیاب کرادیتے ہیں۔ اس کی مثال ضلع سوات میں رحیم شاہ لالا، محمد علی شاہ لالا، علاء الدین باچا، سید محمد شاہ باچا وغیرہ ہیں۔

آگے چل کر روشن خان صاحب مذہب کے بارے میں ہنگامہ آرائی کے بارے میں لکھتے ہیں۔ تو اس کے بارے میں وضاحت یہ ہے کہ پختون ایسی قوم ہے جس نے ہمیشہ اسلام کے نام پر اپنے سر کٹوائے۔ اور کفر والی تحریک کے مقابلے میں صف آرا ہوئے۔

آج کل افغانستان میں پختون قوم کو دیکھئے۔ ایک بھائی دوسرے ملحد بھائی کا گلہ کاٹ رہا ہے۔ حالانکہ ایک ہی قوم ایک دوسرے کے خلاف صرف اور صرف مذہب کے نام پر اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ تو اس وقت بایزید کے عقائد بھی آج کے ملحدوں (سوشلسٹوں) کے عقائد کے ہم پلہ تھے۔ تو کیوں نہ یوسفزئی قبیلہ ان کے خلاف کھڑا ہوتا۔ آج کے جدید دور میں بھی یہی افغان دین اسلام کیلئے کٹ مر رہے اور لاکھوں کی تعداد میں شہید ہوئے۔ یہاں بھی نیشنلزم کا پتہ استعمال کیا جاچکا ہے۔ لیکن اسلام میں نیشنلزم کا تصور ہی نہیں اسلام میں ہر کوئی کلمہ گو مسلمان دوسرے کا بھائی ہوتا ہے۔ اسلام میں نہ پختو نیت کا تصور ہے۔ نہ عربیت کا نہ پنجابیت کا اور نہ کسی اور فرقے کا تصور ہے۔ اور جو بھی فرقہ واریت کا تصور پیش کریگا تو وہی رسول اللہ ﷺ کی آخری خطبہ جو حجۃ الوداع کے موقع پر انہوں نے فرمایا تھا، کا منکر ہوگا۔ تو جو بھی رسول اللہ ﷺ کے اقوال کا منکر ہو تو وہ مسلمان بھی نہیں رہ سکتا۔

یوسفزئی قبائل اگر حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کو دشمن تصور کرتے تو پھر مختلف ادوار میں ان کی اولاد کو اپنی بادشاہت کیوں سونپ دیتے تھے۔ سید اکبر شاہ کو سکھوں کے خلاف جہاد میں کیوں اپنا قائد بنالیا تھا۔ پھر ہزارہ اور سوات میں ان کو بادشاہ کیوں بنایا گیا۔ ان کے بعد سید عبدالجبار شاہ صاحب کو کیوں سواتیوں نے اپنا بادشاہ چنا۔ وجہ صرف حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات تھی ان کے دینی خدمات تھیں۔ آج بھی حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی اور ان کی اولاد کو جس نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ اس نظر سے نہ بایزید کو اور نہ ان کی اولاد کو دیکھا جاتا ہے۔ بلکہ پختونخوا میں بایزید کی اولاد کا کوئی وجود بھی نہیں۔ اگر بایزید اس قوم کا ہیرو ہوتا تو یہی لوگ ان کی اولاد کو پاتال سے نکال کر اپنے علاقے میں عزت و توقیر کا مقام نہ دیتے۔ رہا بایزید، پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اور اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ کے اختلافات کا مسئلہ تو یہ اختلافات مذہبی

تھے۔ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کو اس وقت کی سیاست میں کوئی عمل دخل نہیں تھا۔ اگر بایزید اپنی تحریک کو مذہبی رنگ نہ دیتے تو حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کبھی بھی ان سے سروکار نہ رکھتے اور اگر یہی اختلاف سیاسی ہوتا تو حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد بھی اس تحریک میں حصہ لیتے۔ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد نے بھی دینِ اسلام کے فروغ کیلئے کام کیا اور تحریک روشنائی سے کوئی سروکار نہیں رکھا۔ یہ بات یاد رکھنے کی قابل ہے کہ بایزید نسلاً عرب تھا نہ کہ پختون، جو مورخین اسے پختون ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ اور جاہل بھی ہیں۔ اس لئے بایزید خود بھی ایک بے علم اور جاہل بے شرع پیر تھا۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ اسکے چیلے بھی سب جاہل ہیں۔

دانشوروں کی آراء

حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ و اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ اور بایزید کے مابین اختلاف پر اس دور کے نزدیک اور بعد میں مختلف ادوار کے دانشوروں نے اپنی آراہ دیں۔ ان آراء کی روشنی میں قارئین خود فیصلہ کریں کہ ان میں کونسا فریق حق بجانب تھا۔ یا یہ کہ فریقین کے اختلافات مذہبی نوعیت کے تھے یا سیاسی نوعیت کے۔

(ا) اخوند قاسم پاپین خیل جو سوات کے پاپینی میاں گان کے جد امجد ہیں۔ ان کا مزار اخوند کلی نیکپی خیل سوات میں ہے۔ انہوں نے ایک کتاب ''فوائد شریعت'' لکھی ہے۔ یہ کتاب ۱۰۷۴ھ میں لکھی گئی ہے۔ جبکہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۹۹۱ھ میں ہوئی تھی۔ یعنی حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے تریاسی سال بعد لکھی گئی ہے۔ جو کہ اس دور کو نزدیک ترین تمسک ہے۔ پہلے صفحے سے حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کو یوں خراج تحسین پیش کرتے ہیں:

عجب نور و وپیدا شوے دسرور لہ خاندانہ
و پختون تہ راختلے ترمینح لہ پاکہ کانہ
پہ پبنتون تورہ تیارۂ وہ کمراھی پر غلبہ وہ
دغے غوث ھغہ شپہ لرکرہ پہ دوی ورح شولہ روبنانہ
خۂ بنہ بخت دیو سفزوو عنایت شۂ دسبحانہ

شکر اوباسی پښتانهٔ　　چه د پیر صاحب له حقه
داد دین کورئے ودان کړهٔ　　گمراهی ئے کړه ویرانه
دا پیر سرو و دولیانو　　په خپل وخت کښ دریکانه

ترجمہ: رسول پاک ﷺ کے خاندان سے عجیب نور پیدا ہوا تھا۔ ایک پاک خزانہ سے پختونوں کے علاقے میں آیا تھا۔ جب پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ یہاں آئے تو پختون تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے اور گمراہی نے ان پر غلبہ حاصل کیا تھا۔ اسی غوث نے ان کی رات کی تاریکی کو روشنی سے منور دن میں بدل دیا۔ یہ یوسفزیوں کی خوش قسمتی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر عنایت ہوئی۔ اب پختون اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے۔ اور پیر صاحب کا حق یہی تھا کہ انہوں نے دین کا گھر آباد کیا اور گمراہی کو مٹایا۔ اور یہی پیر اولیاء اللہ کے سرخیل تھے۔ اور اپنے وقت کے دریگانہ تھے۔

اخوند قاسم رحمۃ اللہ علیہ پاپین خیل نے اس دور کی گمراہیوں اور تاریکیوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انہوں نے ان گمراہیوں کو مٹا ڈالا اور یہی یوسفزی قبیلہ کے لئے شکر کا مقام ہے۔

(۲) عبدالمقتدر المعروف بہ حافظ الپوری جو کہ اس دور کے نزدیک ترین شاعر ہو کر گزرے ہیں۔ پختونخوا میں اس کا دیوان تقریباً ہر گھر میں موجود ہے۔ وہ اپنے دور کے عظیم صوفی شاعر تھے۔ آپ کا کلام تصوف کی چاشنی سے بھرپور ہے۔ آپ کا تعلق ضلع سوات سے ہے۔ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطب کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

اے بابا رند البلاده
مانیولے لمن ستاده

بابا رند البلاد کے لقب سے حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطب کرتے ہیں۔ جبکہ ایک اور شعر میں اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ کو یوں خراج تحسین پیش کرتے ہیں:

پښتنو ته ددین لار اخوند رنړه کړه
مردوزن د په خپل زان بار دمنت ندی
لکه نیت په کل پښتون وو اخوند ایښے

مشفق پلار پہ زوزاد کلہ ھو مبرہ نیت گدی

ترجمہ: اخوند صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جس طرح پختونوں کے لئے اپنی حسنِ نیت رکھی ہے۔ اتنی محبت اور نیت کبھی مشفق والد اپنی اولاد کے لئے نہیں رکھتا۔

آگے لکھتے ہیں:

ثوک چہ کاندی اھانت ددین پرورو
گویا زڑہ پاک سرور پہ اھانت گدی

(۳) پشتو کے عظیم شاعر (صوفی شاعر) عبدالرحمٰن بابا رحمۃ اللہ علیہ روشنائی شعراء مرزا اور ملا ارزانی کی مذمت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

دمرزا دارزانی دعوے بہ پرے کا
قدر دان د شاعرانو رحمان راغے

ترجمہ: مرزا اور ارزانی کے دعوں کو رحمان کاٹ دے گا کیونکہ شعراء کا قدر دان آ گیا ہے۔

(۴) خوشحال خان خٹک پشتو زبان کے عظیم شاعر گزرے ہیں۔ شاعر اور ادیب کے علاوہ وہ پختونوں کے عظیم لیڈر بھی تھے۔ آپ قلم اور تلوار دونوں کے دھنی تھے۔ انہوں نے مغلوں کے خلاف ایک تحریک چلائی تھی۔ وہ عالمگیر کے مخالفین میں تھے۔ ان کا دور گیارہویں صدی ہجری تھا۔ جبکہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ دسویں صدی ہجری میں گزرے تھے۔ آپ اور رحمان بابا رحمۃ اللہ علیہ ہمعصر تھے۔ لیکن مغلوں کے ساتھ دشمنی کے باوجود آپ ایک حق گو مسلمان تھے۔ نیز وہ اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اور اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ اور بایزید کے مابین اختلافات مذہبی تھے۔

عبدالرشید اپنی کتاب ’’میاں نامہ‘‘ میں ارمغان خوشحال کے حوالے سے ان کے دو اشعار نقل کرتے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

نفس م افریدے دے ھیث غم نہ لری د دین
لگ فکرئے خہ دے ڈیر دے بدو وتہ شین
حۂ د درویزہ غوندے ایمان خائم ودۂ تہ
او دے دپیر روخان غوندے د کفر کڑی تلقین

ترجمہ: خوشحال بابا اپنے نفس کو افریدیوں سے تشبیہ دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میرا نفس آفریدی کی طرح ہے جس کو دین کا کوئی فکر نہیں۔ اس نفس کا دین کے بارے میں تھوڑا بہت شد بد ہے جبکہ برائیوں کی طرف زیادہ مائل ہے۔ میں اس کو درویزہ رحمۃ اللہ علیہ کے ایمان کی طرح پکا ایمان دکھاتا ہوں۔ لیکن یہی نفس پیر رو خان (بایزید) کی طرح کفر کا تلقین کرتا ہے۔ ان اشعار سے ثابت ہوتا ہے کہ پیر روشن (بایزید) کفر کا تلقین کرتا تھا۔ جبکہ اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ پکا ایماندار تھا۔ اور دونوں کے مابین اختلافات کی نوعیت کا فیصلہ بھی کرتے ہیں کہ ان کے اختلافات مذہبی تھے۔ اگر سیاسی ہوتے تو خوشحال خان بابا ضرور پیر روشن (بایزید) کا طرفدار ہوتے۔ کیونکہ دونوں مغلوں کے مخالف تھے۔ درج بالا اشعار کے علاوہ خوشحال بابا بایزید انصاری کی برپا کردہ فسادات اور لوٹ مار کی طرف اشارہ کرکے لکھتے ہیں۔

پہ کوم وخت چہ پیر روخان فساد بنیاد کڑہَ
افرید و ورسرہ ٹینگ کار د فساد کڑہَ

ترجمہ: جس وقت پیر روشن نے فسادات کی بنیاد رکھی۔ تو آفریدی اس کے ساتھ اس فساد میں شامل ہوئے۔

(۵) عبدالقادر خان خٹک جو کہ خوشحال خان کے بیٹے تھے۔ بایزید کے ظلم وستم اور بدعقیدگی کی طرف اشارہ کرکے لکھتے ہیں۔

زان بایزید بولی کارونہ دیزید کا
لہ شیخانو زکہ زہ بے اعتقادیم

ترجمہ: اپنے آپ کو بایزید کا نام دیتا ہے جبکہ ظلم وستم یزید کی طرح کرتا ہے۔ اس لئے آج کل کے مشائخ کا میں معتقد نہیں ہوں۔

(۶) تاریخ فرشتہ کے مصنف کا خیال بحوالہ ''تذکرۂ صوفیائے سرحد'' وہ لکھتے ہیں کہ ایک ہندوستانی شخص نے اپنا نام پیر روشن مشہور کیا۔ اس نے افغانوں میں جاکر ان کو اپنا مرید بنالیا اور جب وفات پاگیا تو اس کے بیٹے جلالہ نے کثیر خلق کو اپنے ساتھ ملاکر کابل اور ہندوستان کا راستہ بند کردیا۔

(۷) تذکرہ صوفیائے سرحد کے مؤلف اعجاز قدوسی صاحب صفحہ نمبر۱۷۸ پر رقم طراز ہیں

کہ ملا عبدالقادر بدایونی اپنی تاریخ میں ۹۹۴ھ کے حالات کے ضمن میں لکھتے ہیں۔ ''کہ آج سے پچیس برس پہلے ہندوستانی سپاہی پیشہ آدمی نے اپنے لئے پیر روشن کا خطاب تجویز کیا۔ اور افغانوں میں جاکر بہت سے احمقوں کو اپنا مرید بنالیا اور اپنی بے دینی اور بد مذہبی کو رونق دی۔ اور ایک کتاب تصنیف کرکے خیر البیان نام رکھ دیا۔ اس میں اپنے عقائد فاسدہ کو ترتیب دیا۔''

(۸) شیخ محمد اکرام مصنف ''رود کوثر'' اپنی کتاب ''رود کوثر'' صفحہ نمبر ۴۶ پر لکھتے ہیں کہ ''بایزید نے اپنے خیالات کی تدوین اس علاقے میں کی جہاں اہل علم کی روک ٹوک نہ تھی۔ اس لئے ان کے خیالات میں وہ مطلق العنانی اور بے راہ روی ہے۔ جس کی مثال اس براعظم کے کسی دوسرے مشہور اور باا ثر روحانی رہنما میں نہیں۔''

شیخ صاحب صفحہ ۴۸ پر آگے لکھتے ہیں۔ ''میاں بایزید کی تعلیمات کا سراغ دوسرے وحدت الوجودیوں کے ہاں مل جاتا ہے۔ لیکن مقامی حالات کے مطابق انہوں نے ان چیزوں کو ایک نیا رنگ دیا اور خیالات میں اس طرح غلو کیا کہ ان کی کایا پلٹ دی۔ شریعت پر طریقت کو اور طریقت پر معرفت کو اس طرح ترجیح دی کہ اپنے مریدوں کو شریعت سے بالکل آزاد کردیا۔ بلکہ ایک نئی شریعت کا آغاز کردیا۔ نماز، روزہ، طہارت کے احکام میں بنیادی تبدیلیاں کیں۔

(۹) اولف کیرو جو صوبہ سرحد میں انگریز دور کا آخری گورنر تھا۔ وہ مذہباً عیسائی تھا۔ اس کا یہاں کے مذہبی فرقوں سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ ان کی تحریر ایک تیسرے شخص (منصف) کی ہوسکتی ہے۔ وہ اپنی کتاب ''دی پٹھان'' کے صفحہ نمبر ۲۷۸ پر لکھتے ہیں۔ ''مرزا حکیم (اکبر کا بھائی) کے عہد میں سرحدی علاقوں میں دو مذہبی پیشوا نمودار ہوئے۔ ان میں سے ایک کٹر حنفی سنی تھا۔ جبکہ دوسرا غیر مقلد۔ ان میں سے اول الذکر کا نام سید علی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے کا نام بایزید انصاری جو روشنیہ تحریک کا بانی تھا۔'' کیرو آگے لکھتے ہیں کہ ''پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کا نام آج بھی تعظیم سے لیا جاتا ہے۔ اور ان کا مزار سرحد کے علاقے کا سب سے زیادہ مقدس مقام ہے۔ مردان میں اب سے تیس سال پہلے عام طور پر عدالت میں حلفیہ بیان اس جملے سے شروع ہوتا تھا۔ ''جب میں پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کیلئے جارہا تھا یا آرہا تھا'' اور آگے لکھتے ہیں کہ ''یہ عجیب تضاد ہے کہ اسلام ایک طرف تو دوسرے مذاہب کے ساتھ انتہائی رواداری کا ثبوت دیتا ہے لیکن خود اسلام اسلام میں کسی قسم کی تحریف کرنے والوں کو بالکل برداشت نہیں کرتا ملحد کو

کافر سے بدتر سمجھا جاتا ہے۔'' حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے دربار کے تقدیس کے بارے میں صفحہ ۲۷۹ پر مزید لکھتے ہیں۔ ''پاس کا گاؤں پورے مغربی پاکستان میں واحد مقام ہے جہاں ہندو حتیٰ کہ سکھ بھی آج تک اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ جو مقام حقیقی معنوں میں مقدس ہوتا ہے وہاں لوگوں میں خود بخود وسیع الظرفی پیدا ہوجاتی ہے۔ یہ مقام بھی بڑا مقدس ہے اور اس کی تقدیس میں کوئی شبہ نہیں۔''

(۱۰) امیر محققین جناب قاضی عبدالحلیم اثر صاحب:

قاضی صاحب ''روحانی تڑون'' (رابطہ) کے صفحہ ۴۴۵ پر لکھتے ہیں کہ ''جس وقت ہمایوں نے شکست کھائی اور ایران گیا تو حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اجمیر سے پشاور آئے۔ اور جب ۹۶۲ھ میں ہمایوں نے دوبارہ دہلی پر قبضہ کیا تو حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ علاقہ یوسفزئی (بونیر) میں تھے۔ آخر ایسی حالت میں جبکہ پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اور ہمایوں کے درمیان ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ اور پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ جو کہ ابتداہی سے درباری زندگی’ امرا اور بادشاہان وقت کی صحبت اور دنیاداری سے کنارہ کش تھے۔ تو ہمایوں کے ساتھ رابطہ اور راہ و رسم کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیشرو روحانی پیشویان کی طرح اپنے مرشد کی ہدایت کے مطابق کوہستان کے علاقوں میں تشریف لائے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض مورخین کتنی غلط تاریخ بیان کرتے ہیں۔ اسی کتاب کے صفحہ ۵۳۴ پر مصنف رقمطراز ہے کہ عقیدہ کے لحاظ سے پیر روشن کے جو افکار و خیالات’ اعمال و افعال تھے۔ وہ فرقہ حلولیہ اباحیہ اور قرامطہ باطنیہ کے اعمال و افعال اور معتقدات کے مطابق تھے۔ اور یقیناً یہی عقائد شریعت اسلام کے واضح احکاموں اور ہدایات کے خلاف تھے۔

اثر صاحب اپنے ایک مضمون مطبوعہ مجلہ پشتو (پشتو اکیڈمی) بابت ماہ اپریل ۱۹۸۳ء میں لکھتے ہیں ''سید علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے مرید اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ اور پیر روشن کے درمیان مخالفت کی نوعیت سیاسی نہیں بلکہ مذہبی تھی۔ پیر روشن کے افکار و خیالات’ اعمال و افعال تھے۔ وہ فرقہ حلولیہ اباحیہ اور قرامطہ باطنیہ کے اعمال و افعال اور معتقدات کے مطابق تھے۔ اور یقیناً یہی عقائد شریعت اسلام کے واضح احکاموں اور ہدایات کے خلاف تھے۔

اثر صاحب اپنے ایک مضمون مطبوعہ مجلہ پشتو (پشتو اکیڈمی) بابت ماہ اپریل ۱۹۸۳ء میں لکھتے ہیں کہ ''سید علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور اس کے مرید اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ اور پیر روشن کے درمیان مخالفت کی نوعیت سیاسی نہیں بلکہ مذہبی تھی۔ پیر روشن کے افکار و خیالات وحدت الوجود میں حد سے آگے نکل گئے تھے۔ اور یہی باعث اختلاف تھے۔'' اس سے آگے اس کے مریدوں کے اعتقادات پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ''کہ مشکلات بایزید کی سیاست سے پیدا نہیں ہوئی تھی بلکہ اس کی صوفیانہ مسلک کی انتہا پسندی نے پیدا کی تھیں۔

(۱۱) مولینا عبدالقدوس قاسمی صاحب جنہوں نے خیر البیان (بایزید کی کتاب) کا دیباچہ لکھا ہے۔ صفحہ نمبر ۱۲۲ پر وہ رقمطراز ہیں کہ ''وحدت الوجود پر اتنا پختہ ایمان لانا اور شدومد کے ساتھ اس کا تبلیغ کرنا حضرت پیر بابا رحمۃ الہ علیہ جیسے متشرع صوفی اور اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے عالم کبھی بھی برداشت نہیں کرسکتے تھے۔ اس لئے اس کی تردید کیلئے وہ انتہائی سعی و کوشش کرنے لگے۔'' آگے چل کر وہ لکھتے ہیں۔ ''پھر بایزید کا وحدت الوجود اپنے پیشرو صوفیاء کی طرح نہیں تھا۔ اس کے وحدت الوجود نے اس کے پیروں (موحدان) نے اس کو خدا کے درجے پر پہنچایا تھا۔ اور وہ بھی اپنے پیروں (مریدوں) کو عبادت سے منع کرتا تھا اس کا کہنا تھا کہ عارف کیلئے حکم ہے کہ جب وہ وحدت کے مقام پر پہنچ جائے تو اس پر عبادت اور گناہ سے بچنا لازم نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ اگر وہ بندگی کریں تب خدا کی نظر میں مشرک ہوتا ہے۔

(خیرالبیان دیباچہ صفحہ ۱۲۳)

آگے صفحہ ۱۲۸ پر لکھتے ہیں کہ بایزید اپنے مسلک کو لوگوں سے بزور منوایا کرتا تھا۔ اور جو لوگ اس کے مسلک کو نہیں مانتے تھے تو ان لوگوں کو کافر کہا جاتا تھا۔ اور یہی وجہ وحدت الوجود کے صوفیا کے مسلک سے ان کا گریز تھا۔ اور یہ اسماعیلی مسلک کی علامت تھی۔'' آگے لکھتے ہیں کہ ''اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ بایزید کی مخالفت مغلوں کی وجہ سے نہیں تھی۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اکبر کا عقیدہ اور بایزید کا مسلک ایک دوسرے کے قریب تھا۔ اس لئے اکبر نے پہلے پہل بایزید کے بیٹے جلال الدین کے ذریعے یوسفزیوں کو زیر عتاب کیا تھا۔''

(۱۲) ورکہ خزانہ میں جناب ہمیش خلیل۔ بحوالہ تذکرۂ صوفیاء سرحد صفحہ ۱۱۶ بایزید اپنی ابتدائی زندگی سجدہ اور ریاضت میں صرف کرتا تھا۔ لیکن آخر میں اپنے عقائد کی وجہ سے وہ بہت دور

چلا گیا۔ اور صراط مستقیم سے ہٹ گیا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے بو علی سینا جو کہ اہل منطق کے امام تھے اور اس کا علم انتہائی سروں کو چھو گیا تھا۔ لیکن آخر میں گمراہ ہو گیا تھا۔ اسی طرح بایزید نے کافی علم حاصل کیا تھا لیکن ہدایت خدائے تعالیٰ کے فضل و کرم پر منحصر ہے۔

(۱۳) اللہ بخش یوسفی جو بایزید کا ہمنوا معلوم ہوتا ہے۔ اپنی کتاب ''آزاد پٹھان'' کے صفحہ ۴۴ پر لکھتا ہے کہ بایزید کو مختلف مذاہب کے علماء کی صحبتوں میں بیٹھنے کا اتفاق ہوا اور بالآخر اس نے فرقہ روشنیہ کی بنیاد ڈالی معلوم ہوتا ہے کہ اس پر صوفیوں اور جوگیوں کی تعلیم کا اثر تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے عقائد کے مطابق وہ تمام لوگ جو اس کی پیروی پر آمادہ نہ تھے مردہ سمجھتے تھے اور ان کی جائیداد وغیرہ بطور وراثت ان لوگوں کے حصے میں تھی جو زندہ یعنی بایزید کے پیرو تھے اور انہیں حق حاصل تھا کہ موقع ملنے پر ان مردوں کی جائیداد کو اپنے قبضہ و تصرف میں لے لیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اپنے طریقۂ عبادت کے مطابق بلا تخصیص مرد و زن یک جا ہوتے۔

یوسفی صاحب ایک اور کتاب ''تاریخ یوسفزیٔ'' صفحہ ۶۴۵ پر لکھتے ہیں ''چونکہ اس علاقے میں کوئی تحریک مذہبی رنگ کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتی تھی اس لئے اس تحریک میں مذہبی رنگ بھرنا ضروری تھا۔ مذہب کے نام پر خواص و عوام کو اس میں شمولیت کی دعوت ملی۔

(۱۴) مولینا غلام رسول مہر صاحب ''اپنی تصنیف'' سید احمد شہید'' کے صفحہ نمبر ۶۴۵ پر لکھتے ہیں۔ بایزید تجارت کے سلسلے میں ہندوستان آیا۔ جالندھری میں شادی کی پھر نیا مذہب پیدا کیا۔ نام پیر روشن رکھا۔ دیندار لوگوں نے اسے پیر تاریک کا خطاب دیا۔ اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے فتنے کو ختم کرنے کیلئے بڑی ہمت کی۔ آخر بایزید بری حالت میں مرا۔ اس کے بیٹوں نے فتنہ اٹھایا وہ بھی مارے گئے۔

(۱۵) بنوں کے مشہور ادیب سرفراز خان عقاب صاحب اپنی کتاب ''تاریخ خٹک'' میں یوں رقمطراز ہیں کہ: پیر روشن اصلاً اسماعیلی مذہب کا ماننے والا تھا۔ بنگش، آفریدی اور طوری قبائل میں جو لوگ شیعہ عقائد رکھتے ہیں وہ پہلے پیر روشن کے مرید تھے۔

عقاب صاحب آگے لکھتے ہیں ''اس کا نظریہ وحدت الوجود اشتمالیت کے حدود کو چھوتا ہے۔ وہ زر ''زن، زمین سبھی کو مشترکہ ملکیت سمجھتا تھا اور مریدوں کو کہتا تھا کہ جو بھی تمہیں مال و زر نہ دے، اس سے زبردستی چھین لو۔ اس کا کہنا ہے کہ عورتیں پھولوں کی طرح ہیں جنہیں ہر کوئی

توڑ اور سونگھ سکتا ہے۔ اس کے مریدوں میں عورتیں بھی شامل تھیں۔ اور بلا روک ٹوک مجالس میں شریک ہوتی تھیں۔ اس لئے نوجوان طبقہ اس کے گروہ میں شامل تھا۔ (حیات پیر بابا صفحہ ۱۵۰)

(۱٦) حافظ محمد ادریس صاحب جنہوں نے صراط التوحید کا مقدمہ لکھا۔ اس کی دیباچہ میں یوں رقمطراز ہیں، بایزید اپنے خیالات کے لحاظ سے بے حد انتہا پسند تھے۔ جن دنوں ریاضت میں منہمک تھے۔ بقول اخوند درویزہ، راہ چلتے اس بات کا خیال رکھتے کہ کوئی چیونٹی ان کے پاؤں تلے نہ آجائے۔ لیکن جب اصلاح و ارشاد کی طرف متوجہ ہوئے تو اسی انتہا پسندی کا ثبوت دیتے ہوئے سب لوگوں کو مشرک قرار دیتے تھے اور علماء و مشائخ کے اقوال پر زبردست تنقید کرتے۔ اس لئے ان کی مقبولیت دن بدن کم ہوتی گئی۔ بعد میں انہوں نے نامور بزرگ سید علی رحمۃ اللہ علیہ ترمذی کے ساتھ مقابلہ شروع کیا۔ تو ان کی قوت و شہرت کو اور بھی نقصان پہنچا۔

(۱۷) عبدالجبار شاہ صاحب سابق بادشاہ سوات اپنی کتاب عبرۃ الاولی الابصار'' میں لکھتے ہیں کہ ''اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ میں ہشتنگر میں بایزید کا مہمان تھا اور چونکہ بچپن ہی سے شب بیداری کا عادی تھا حسب عادت میں جاگ کر نوافل پڑھنے میں مشغول تھا۔ مگر میری اور پیر مذکورہ کے خوابگاہ کے درمیان ایک نہایت باریک پردہ تھا۔ اور گویا ہم ایک دوسرے کے بہت نزدیک تھے۔ میں دیکھتا رہا کہ وہ اپنی زوجہ سے تمام رات ہم بستر رہا اور صبح نماز کی وقت اٹھا۔ نہ غسل کیا نہ وضو اور مسجد میں آبیٹھا۔ اور جب اس کے مرید جمع ہوئے تو امامت کرکے ان کو نماز پڑھائی مگر میں نے الگ ہوکر نماز پڑھی۔

آگے حاشیہ صفحہ نمبر ٦۲ پر صراط التوحید کا ترجمہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ''صراط التوحید کے مطالعہ کے بعد میں نے راز توحید مطلق اور شرک خفی و جلی سے نکلنے کی کوئی ترکیب کوئی نسخہ کوئی طریقہ بیان شدہ نہیں پایا۔ اور حیرت ہے کہ یہ بلند بانگ دعویٰ تعلیم توحید مطلق آخر کس عمل پر چسپاں سمجھا جاوے اور یہ قلع و قمع شرک خفی و جلی اس شرک کو کیونکر شناخت کیا جاوے۔ آگے لکھتے ہیں کہ میں نے ''کتاب الاثبات فی وجود الجنات'' میں ''باب الشیطان'' میں نہایت وضاحت کے ساتھ ہے عبارت النص قرآن کی رو سے شیاطین کامل عباد و زھاد بے علم و بے خبر کے ساتھ قسما قسم طریقوں سے ان کو اپنا آلۂ کار بنالیتے ہیں۔ اس جگہ میں یہ نتیجہ اخذ کرتا ہوں۔

(۱۸) محمد شفیع صابر صاحب اپنی کتاب حیات پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے صفحہ ۱۵۳ پر یوں رقم

طراز ہیں کہ ''جہاں تک پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ہے تو انہوں نے بایزید کے ساتھ مناظرے ضرور کیئے اور ان سے نظریاتی' اجتہادی اختلافات بھی رکھتے تھے۔ تاہم انہوں نے اتنی سخت گیری کبھی نہیں کی۔ جو اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ یا دوسروں کی طرف سے دیکھنے میں آیا۔ آج سے چار سو برس گزر جانے کے بعد حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اور اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ سے اہل سرحد کی عقیدت کا سلسلہ بدستور قائم ہے۔ تاہم بایزید اور اس کے اخلاف کے کوئی ارادت مند کہیں دیکھنے میں نہیں آئے۔ (اب آہستہ آہستہ انگریز کے پرورده اور بایزید کے طرفدار پیدا ہورہے ہیں۔) عارف

(۱۹) میر احمد صاحب مؤلف تاریخ سوات کے صفحہ ۴۷ پر کچھ یوں لکھتے ہیں۔ ''بایزید ہندوستان گیا ہوا تھا۔ تو اتفاقاً اس کی ملاقات ملا سلمان سے ہوئی۔ بایزید سلمان کے عقیدے سے متاثر ہوا۔ اور اس سے بیعت کی۔ سلمان تناسخ کا قائل تھا اور بایزید بھی تناسخ کا قائل ہوا۔''

(۲۰) عبدالغفور قاسمی صاحب تاریخ سوات کے صفحہ نمبر ۴۷ پر پورے لکھتے ہیں کہ ''پیر تاریک بھی اسی زمانے میں اس قوم میں وارد ہوا جس نے اپنے ملحدانہ نظریات و عقائد کے زیر اثر افغانوں میں ایک تیسری جماعت پیدا کردی۔ حضرت اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ کی علمی اور روحانی طاقت نے اس کی تاریک تعلیم کا خاتمہ کیا۔

(۲۱) تاج محمد خان زیب سر صاحب اپنی کتاب ''موزیر نامہ'' کے جلد نمبر۲ صفحہ۳۰۲ پر یوں لکھتے ہیں۔ ''ابتداء میں پیر تاریک بزرگی اور دیانت امانت اختیار کی۔ جیسا کہ وہ زمین پر آہستہ آہستہ چلتا تھا کہ چیونٹی کو آزار نہ پہنچے اور پھر جب اس کو دولت و طاقت ملی تو مسلمانوں کے سینوں اور سروں کو گھوڑوں سے کچل ڈالا۔

(۲۲) میر احمد صاحب مولف تاریخ صوبہ سرحد اپنی کتاب کی صفحہ ۹۵ پر یوں رقم کرتے ہیں ''پیر تاریک ایک شخص پیدا ہوا۔ جس نے اپنا نام پیر روشن رکھ کر فرقہ روشنیہ کا بانی بنا۔ باجوڑ اور تیراہ کے سادہ لوح لوگوں کو اپنا مرید بنا کر ایک تیسری جماعت کا سرغنہ بنا۔ اس کے مرید اٹک سے پشاور اور کابل تک رہزنی کرتے تھے۔ اور تجارتی قافلوں کو نقصان پہنچاتے تھے۔ اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ ایک فاضل عالم طریقہ روشنیہ کی مخالفت میں نکلے۔ تیراہ میں اس کے جھوٹے عقائد کی تردید کی اور سچے اسلامی عقائد کی اشاعت کرکے لوگوں کو پیر تاریک سے متنفر کرادیا۔

مندرجہ بالا بائیس دانشوروں کی آراء کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ بایزید اور پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان اختلافات مذہبی تھے۔ اور بایزید کی بدعقیدگی وہ وجہ تھی کہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اور اخوند درویزہ رحمہ اللہ علیہ نے اس علاقے کے مسلمانوں کو اس کے نئے عقائد اور ملحدانہ نظریات سے بچایا۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

بایزید کی اولاد

بایزید کے سات بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ ان میں شمسو (بیبن سے) سے (۱) شیخ عمر (۲) خیر الدین (۳) نور الدین (۴) کمال الدین (۵) جلال الدین (۶) بیٹی کمال خاتون۔ تیسری بیوی دنکی سے اللہ داد۔

بایزید کی وفات کے بعد اس کا بیٹا شیخ عمر اس کا جانشین مقرر ہوا۔ لیکن اس نے بھی وہی پرانا طریقہ قافلوں کو لوٹنا شروع کیا۔ اور علاقہ یوسفزئی میں رہائش اختیار کی۔

یوسفزئی کے چند قبائل نے اسے اپنا بادشاہ چنا اور اس کو عشرہ مالیہ وغیرہ دیتے تھے۔ اس دوران روشنائیوں نے بایزید کا جسد قبر سے نکال کر ایک صندوق میں بند کردیا۔ اور تبرک کے طور پر اپنے ہمراہ لے جایا کرتے تھے۔

یوسفزئی میں حمزا خان اکوزی نے شیخ عمر کی بادشاہی تسلیم نہیں کی اور عشرو مالیہ دینے سے انکار کردیا۔ جس پر روشنائیوں نے اس کے گھر پر حملہ کردیا۔ بحوالہ عبدالجبار شاہ صاحب حمزا خان اکوزی موضع تھانہ (ملاکنڈ ایجنسی) کے خان خیلو کا جد تھا۔ اور اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ کا مرید تھا۔ اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ پشاور گئے تھے۔ اس لئے ان کا قبر اخوند صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرہ میں ہے۔ (عبرۃ الاولی الابصار صفحہ ۵۴)

حمزہ خان پر حملہ کرنے اور ان کی بیعزتی پر یوسفزی حمیت میں روشنائیوں کے خلاف آگ بھڑک اٹھی اور قوم یوسفزئی نے متحد ہوکر روشنائیوں سے پہلی لڑائی سرکاوئ میں لڑی۔ یہ جنگ حمزہ خان اور اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ کی سرکردگی میں لڑی گئی اور ان دنوں حضرت پیر بابا رحمۃ

اللہ علیہ وفات پا چکے تھے۔ لیکن فتح شیخ عمر کو حاصل ہوئی۔ کیونکہ اب بھی ان کے ساتھ مندنڑ اور محمد زئی قبائل کی خاصی تعداد حمایت پر کمر بستہ تھی۔ شیخ عمر اس علاقے میں نہ ٹھہر سکا۔ اور وہاں سے بھاگ کر ٹوپی مینئی کے علاقے میں جا کر مقیم ہوا۔ اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ اور حمزہ خان نے ان کا پیچھا کیا اور موضع جھنڈا میں قیام پذیر ہوئے۔ وہاں انہوں نے ایک کنواں نکالا جو اب بھی اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ کھوئی کے نام سے مشہور ہے۔

ٹوپی اور جھنڈا کے درمیان موضع مینئی تھا۔ یہاں دونوں کا تصادم ہوا۔ لیکن یہاں بھی شیخ عمر کا پلڑا بھاری رہا۔ پھر بھی شیخ عمر ٹوپی میں نہ ٹھہر سکا اور ٹوپی سے آگے دریائے سندھ کے کنارے باڑہ میں مقیم ہوا۔ جو کہ علاقہ تنول میں شامل ہے۔ یوسفزیوں کی ایک بھاری جمعیت نے یہاں آ کر حمزا خان کی حمایت کی اور اپنے مستقر سے روانہ ہو کر باڑہ میں روشنائیون پر حملہ آور ہوئے۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ جس میں روشنائیوں کی اکثریت قتل ہوئی۔ شیخ عمر اور خیر الدین دلازاکوں کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ بایزید کا تیسرا بیٹا نور الدین وہاں سے بھاگ کر محمد زی ہشت نگریوں کے ہاتھوں قتل ہوا۔ یاد رہے کہ محمد زی بایزید کے مرید تھے اور اسی قبیلہ کے نوجوانوں نے بایزید کے بیٹے کو قتل کر دیا۔ (عبرۃ الاولیٰ الابصار صفحہ ۵۵)

بایزید کا چوتھا بیٹا جلال الدین عرف جلالہ زخمی حالت میں دریائے سندھ میں تیرتے ہوئے بچ گئے۔ جو کہ قبیلہ مندڑ کی شاخ امازی کے لوگوں نے زخمی حالت میں پکڑا۔ اسی وقت اس کی عمر چودہ پندرہ برس تھی نیز وہ خوبصورت تھا۔ اس لئے خوبصورت اور کم عمری کی وجہ سے وہ قتل ہونے سے بچ گیا۔ (دی پٹھان صفحہ ۲۹۳)

بایزید کی لاش صندوق سے نکال کر جلا دی گئی۔ اور اس کی راکھ دریائے سندھ میں بہا دی گئی۔ یہ واقعات ۱۵۸۱ء میں رونما ہوئے۔ جن لوگوں نے جلالہ کو پکڑا تھا۔ ان دنوں اکبر بادشاہ اٹک میں تھا ان لوگوں نے جلالہ اکبر کے حوالے کر دیا۔ اکبر کے پوچھنے پر جلالہ نے اپنے عقائد پر روشنی ڈالی۔ کہ ایک پیر کامل کی پیروی سب روشنائیوں پر لازم ہوتی ہے۔ اکبر کے نظریات روشنیہ عقائد سے ملتے جلتے تھے۔ اس لئے اس نے جلالہ کو آزاد کر کے اسے اپنے دربار کے معززین میں جگہ دی۔

اولف کیرو لکھتے ہیں کہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اکبر نے اس لڑکے کو معاف کرنے کا جو

فیصلہ کیا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ بادشاہ اور جلالہ کا عقیدہ ملتا جلتا تھا۔ جس کا خمیازہ مغلوں کو آئندہ پچاس برس تک بھگتنا پڑا۔ (دی پٹھان صفحہ ۲۹۳)

موقعہ پاتے ہی جلالہ وہاں سے بھاگ گیا۔ اور تیراہ پہنچنے میں کامیاب ہوا۔ تیراہ میں جو روشنائی پہلے سے موجود تھے ان کو منظم کر کے غزنی پر حملہ آور ہوا۔ حاکم غزنی اس اچانک حملے کے لئے تیار نہیں تھا۔ اس لئے اس حملے کی تاب نہ لاکر غزنی سے بھاگ گیا۔ جلالہ کے حکم پر لوٹ مار اور قتل و غارت گری کا بازار گرم ہوا۔ غزنی سے واپسی پر ہزارہ قبائل روشنائیوں پر حملہ آور ہوئے اور اسی حملہ کے دوران جلالہ مارا گیا۔

جلالہ کا سر کاٹ کر کابل بھیجا۔ جبکہ دھڑ کے دو حصے کر کے شہر کے مختلف دروازوں پر لٹکا دیا گیا۔ جلالہ کی موت کے بعد اس کا بھتیجا اور شیخ عمر کا بیٹا احداد جانشین ہوا اور اس نے جلالہ کی بیٹی بی بی علائی سے شادی کردی اور روشنائیوں کی قیادت سنبھالی۔

عبدالحلیم اثر صاحب لکھتے ہیں کہ احداد نے ۱۰۲۵ھ میں جہانگیر بادشاہ کو لکھا کہ "تم بابر ابن عمر شیخ ابن ابوسعید کے پوتے ہو جبکہ میں بابر کی اپنی پھوپھی اور عمر شیخ کی اپنی بہن کا پوتا ہوں۔ اٹک سے نیچے ملک تمہارا اور اٹک سے شمال کی جانب ملک میرا ادھر کبھی دعویٰ بھی نہ کرنا۔ (بایزید پیر روشان یا پیر تاریک مضمون نگار عبدالحلیم اثر صاحب۔ مجلہ پشتو برائے ماہ اپریل ۱۹۸۳ء صفحہ ۱۰)

بایزید اور اس کی اولاد اس رشتہ کی وجہ سے مغل حکومت میں اپنی وراثت ثابت کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے انہوں نے پختونخوا میں کبھی بھی مغلوں کی حکومت تسلیم نہیں کیا۔ اگر روشنائیوں کے عقائد ملحدانہ نہ ہوتے یا وہ اپنے مقصد کے لئے مذہب استعمال نہ کرتے اور مذہب کو بھی جدید رنگ میں، جو اس دور کا کوئی عالم بھی ان عقائد کو درست تسلیم نہیں کرسکتا تھا۔ تو حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اور اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ کبھی بھی ان کی مخالفت نہ کرتے۔ اور ان کی مذہبی انتہا پسندی ہی کو ان کو لے ڈوبی۔

ادھر جہانگیر کو جب احداد کا خط ملا تو اس نے اپنے ایک فوجی جرنیل شاہ بیگ کو جی کو خان دوران کا خطاب دے کر روشنائیوں سے نپٹنے کا حکم دے دیا۔ شاہ بیگ نے روشنائیوں پر کئی حملے کئے۔ لیکن وہ کامیاب نہ ہوسکا۔ شاہ بیگ کی ناکامی کے بعد مہابت خان کو پشاور اور کابل کا گورنر مقرر کر کے بھیجا گیا۔ یہ وہی مہابت خان ہے جس کے نام پر پشاور کی ایک مسجد (مسجد

مہابت خان) منسوب ہے اور انہوں نے اس مسجد کو تعمیر کیا تھا۔

مہابت خان نے سیاسی سوجھ بوجھ سے کام لیا۔ روشنائی فرقہ کے سرکردہ افراد کے لئے کوہاٹ میں ایک دعوت کا انتظام کیا اور اسی دعوت ہی میں روشنائیوں کے تین سو سرکردہ افراد نے شرکت کی۔ کھانا کھانے کے بعد مہابت خان کے فوجی ان پر ٹوٹ پڑے اور ان سب کو تہہ تیغ کردیا۔ احداد اس دعوت میں نہیں تھا۔ اس لئے بچ گیا مہابت خان نے اس کی سرکوبی کے لئے غیرت خان کو ایک دستہ دیا۔ لیکن اس کو بھی خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہوسکی۔ جبکہ ایک معرکہ میں غیرت خان اور اس کے ساتھی قتل ہوئے۔

۱۶۲۶ء میں مغل فوج مظفر خان کی قیادت میں ان کی قلع قمع کیلئے بھیجا گیا۔ سخت لڑائی ہوئی جس میں احداد مارا گیا۔ اور اس کی مہر سیاست اور عصاء جہانگیر کو جو کابل کے دورہ پر تھا۔ پیش کیا گیا احداد کے مرنے کے بعد اس کی بیوی علائی نے روشنائیوں کی کمان سنبھالی اور اپنے نوعمر بیٹے عبدالقادر کو فرقہ روشنیہ کا سردار بنالیا۔ دور شاہجہاں تک مغلوں پر اس علاقہ میں عرصہ حیات تنگ کیا گیا۔ مغل لشکر مظفر خان کی قیادت میں پشاور سے کابل جارہا تھا کہ درہ خیبر کی تنگ گھاٹیوں میں آفریدی اور اورکزی قبائل نے اس لشکر پر حملہ کیا اور مغلوں کو سخت نقصان پہنچایا۔ یہاں تک کہ مظفر خان کے حرم کی خواتین بھی محفوظ نہ رہ سکیں۔ حاکم کوہاٹ سید خان زرفدیہ دیکر صرف مظفر خان کی بیوی کو ان سے رہا کرنے میں کامیاب ہوسکا۔

اس واقعہ کے بعد روشنائیوں کے حوصلے بڑھے۔ انہوں نے ایک فوج تیار کرکے پشاور پر حملہ کیا۔ مغل فوج بالا حصار میں محصور ہوگئی۔ مغلوں کی کمک کیلئے سید خان حاکم کوہاٹ پہنچا۔ اس نے روشنائیوں پر حملہ کرکے ان کو منتشر کردیا اور مغلوں کو سنبھلنے کا موقع مل گیا۔ سید خان ایک اچھے جنگجو کے علاوہ ایک اچھا سیاستدان بھی تھا۔ اس نے بی بی علائی سے خط و کتابت شروع کی۔ بی بی علائی بھی تھک چکی تھی۔ اس لئے مغلوں سے صلح کرنے اور ہتھیار ڈالنے پر آمادہ ہوئی۔ چنانچہ بی بی علائی، اس کا بھائی رشید خان اور بیٹا عبدالقادر، شاہجہان کے دربار میں پیش ہوئے۔ شاہ جہان نے فرخ آباد (یوپی) میں ان کو جاگیر بخش دی۔ صلحہ کے کچھ عرصہ بعد عبدالقادر وفات پا گیا۔ عبدالقادر کے بعد ۱۶۴۷ء میں رشید خان بھی وفات پا گیا جس سے فرقہ روشنیہ کا مکمل خاتمہ ہوگیا۔

بایزید کے ادبی کارنامے: بایزید نے پشتو زبان کے لئے گران قدر کارنامے انجام دیئے ان کی کتب درجہ ذیل ہیں۔ (لیکن یہ یاد رہے کہ مذہب میں کسی زبان کی خدمات نہیں دیکھی جاتی ہیں بلکہ اسلام پسندی اور عمل دیکھا جاتا ہے۔ عارف)

(۱)خیر البیان (۲)صراط التوحید (۳)مقصود المؤمنین (۴)فخر الطالبین (۵)حالنامہ (۶)واجید دے شلوک۔ اس کے علاوہ فن موسیقی میں بھی داد کے قابل ہیں۔ انہوں نے چند راگ موسیقی میں ایجاد کیئے۔

پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء

۱) اخوند درویزہ:

حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ان کا مشن آگے بڑھانے اور شریعت محمدی پر لوگوں کو گامزن کرنے کے لئے حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ نے بے شمار کارنامے انجام دیئے۔ آپ رحمہ اللہ علیہ نے قلم اور زبان سے ان قوتوں کے خلاف جہاد کیا جن قوتوں نے شریعت محمدی ﷺ میں خلل ڈالا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور ماذون تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پشتو ادب اور فارسی ادب کے لئے گران قدر خدمات انجام دیئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے وقائع نگاروں میں ایک بلند مقام رکھتے ہیں اس دور میں بہت سی کتابیں آپ کی کتب کی روشنی میں لکھی جاچکی ہیں۔ آپ رحمۃ للہ علیہ نے اپنے دور کے بدعقیدہ پیروں کے ساتھ عموماً اور بایزید انصاری المعروف پیر روشن و بہ پیر تاریک کے ساتھ خصوصاً مناظرے کئے اور ان کے افکار و خیالات کی تردید میں کتابیں لکھیں اس لئے آج کل وہ مصنفین کی تنقید کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔

دورِ مغلیہ میں اور خاص کر اکبر اور جہانگیر کے ادوار میں مذہبی بے راہ روی اور ملحدانہ نظریات کو فروغ حاصل تھا۔ اکبر نے دین اسلام کا ستیاناس کرکے ایک نیا دین ‘‘دین الٰہی’’ کی داغ بیل ڈالی۔ تو ادھر پختونخوا (صوبہ سرحد) میں بایزید انصاری نے ایک نئے فرقہ ‘‘فرقہ روشنیہ’ کی بنیاد ڈالی جس کے عقائد پر پچھلے ابواب میں بحث کی جاچکی ہے۔ فرقہ روشنیہ کے عقائد کے اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ نے شدومد سے مخالفت کی۔ اور اسی مخالفت کے نتیجے میں آج فرقہ روشنیہ کا نام ونشان تک موجود نہیں۔

اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ کا نام عبدالرشید لقب اخوند درویزہ ہے۔ درویزہ کے نام سے آپ رحمۃ اللہ علیہ اس لئے مشہور ہوئے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مساجد میں مقیم طلباء کے لئے کھانے پینے کی فراہمی کا ایک نیا طریقہ رائج کیا کہ ہر طالب العلم لوگوں کے گھروں کے دروازوں پر جاکر آواز لگاتا۔ روٹی' سالن طلب کرتا۔ اور لوگوں حسب توفیق روٹی سالن دے دیتے۔ یعنی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے درویزہ گری کا طریقہ ایجاد کیا تھا۔ یہی طریقہ سوات' پشاور'

مردان وغیرہ میں آج بھی رائج ہے۔

نسب: آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد کا نام اخوند گدائی تھا۔ نسلاً آپ رحمۃ اللہ علیہ تاجک تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جد جیون کابل سے آ کر علاقہ مہمند' باجوڑ میں آباد ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اصل وطن ننگر ہار تھا۔ یعنی مشرقی افغانستان اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دادا کسی جھگڑے میں مارے گئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد اخوند گدائی علاقہ چغرزی (بونیر) کے اسماعیل خیل میں آ کر سکونت پذیر ہوئے۔ (حیات پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ مؤلفہ محمد شفیع صابر صفحہ ۱۵۷)

اخوند گدائی نے پاپینی قوم کے ملک نازو خان کی بیٹی قراری سے شادی کی جس کی بطن سے اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ جیسی باکمال ہستی تولد ہوئی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ بچپن ہی سے زہد و عبادت کی طرف مائل تھے۔ جب ذرا بڑے ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ ملا سنجری پاپینی اور ملا زنگی پاپینی سے دینی کتب پڑھنے لگے۔ علم مکمل کرنے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کا میلان طبع تصوف کی طرف مائل ہوا۔ چنانچہ پیر کامل کی تلاش میں مصروف ہوئے۔

حضرت پیر بابا سے بیعت:

حضرت اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ کامل پیر کی تلاش میں تھے کہ ان دنوں حضرت پیر بابا رحمہ اللہ علیہ علاقہ یوسفزی میں تشریف لائے۔ اور آپ اپنے استاد ملا سنجر کے ہمراہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ملا سنجر کی سفارش پر حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ کو بیعت شریعت دی۔ پانچ سال تک اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے۔ اور جب اس نے ظاہری علوم اور عبادات پر استقامت حاصل کی تو اپنے استاد مولوی حاجی محمد زندگی پاپینی کی وساطت سے آپ نے حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت طریقت کی درخواست کی۔ چنانچہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے اسے طریقہ عالیہ چشتیہ میں داخل کرا کر اسباق ذکر کی تلقین فرمائی۔ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ چند اسباق دے کر آپ کو خلوت میں ورد کرنے کی تلقین فرماتے اور جب ہفتہ عشرہ کے بعد آپ اپنی کیفیات پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ سے بیان فرماتے تو وہ خوش ہو کر مزید اسباق ورد کیلئے دیتے تھے

اس طرح تھوڑے عرصہ میں روحانی منازل طے کرتے ہوئے ایک بلند مقام کو پہنچے۔ جب کہ ایک روایت کے مطابق آپ نے مرتبہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے میاں عبدالوہاب سے پایا۔ ورد و وظائف کے ساتھ ساتھ آپ نے تصوف کی کتب جام جہاں نما' لمعات لوائح اور دیوان انور خواجہ قاسم رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں اور جب اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی تربیت حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے زیر سایہ مکمل ہوئی تو آپ کو ماذون و خلیفہ کے رتبہ پر فائز کر کے اسے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اجازت دی گئی۔

اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ نے قشقار (چترال) کشمیر اور دور دراز علاقوں کا تبلیغی دورہ کیا۔ ان مقامات سے واپسی پر حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے چار طریقت تصوف میں ان کو ماذون فرمایا۔

گذشتہ ابواب میں ان بدعقیدہ اور ملحد پیروں کا ذکر کیا جاچکا ہے جو اس علاقے میں رہ چکے تھے۔ لوگوں کی بے علمی کی وجہ سے اکثر لوگ ان بدعقیدہ پیروں کے پیروکار تھے۔ اس لئے لوگ بھی بدعات اور غیر اسلامی عقائد میں مبتلا تھے۔ حضرت اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ نے آخر دم تک ان بدعقیدہ پیروں اور نیم ملاوں کے خلاف لسانی اور قلمی جہاد کیا۔ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے شانہ بشانہ اور کبھی کبھی اکیلے۔

اس علاقے کے بدعقیدہ پیروں سے جن کی تعداد بتیس سے تجاوز کرگئی تھی کے خلاف آخری دم تک لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کو اس علاقے سے بھگا کر دم لیا اور لوگوں کو صحیح عقیدہ کی طرف مائل کیا۔ آپ کے نام کے ساتھ بعض مورخین و مصنفین نازیبا کلمات لگا کر یاد کرتے ہیں۔ اس کی وجہ آپ کے اور بایزید انصاری کے مابین مذہبی اختلافات تھے۔ جبکہ یہی لوگ آپ کو اور حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کو مغلوں کے ایجنٹ تصور کرتے ہیں۔ اس موضوع پر گذشتہ ابواب میں بحث کر کے بتایا جاچکا ہے۔ آپ بایزید انصاری اور ان کے فرقہ روشنیہ کے خلاف اس وقت تک کام کرتے رہے جب تک علاقہ یوسفزئ کو ان کے اثر و نفوذ سے پاک نہیں کیا اور فرقہ روشنیہ کے خلاف آپ کا اور آپ کے مرید حمزا خان کی آخری جنگ "جنگ باڑہ" ثابت ہوئی۔ اور علاقہ یوسفزئ کو اسی وقت روشنائیوں سے پاک کیا۔

ادبی کارنامے:

بایزید اور ان کے مریدوں کی تحریروں کے مقابلے میں اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ نے چند کتابیں لکھیں اور دونوں فریقوں کے کتب نے پشتو ادب کیلئے ایک بنیادی کام کیا۔

بایزید اور اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ کے مابین ادبی معرکوں اور تحریروں سے اسی وقت سے لیکر اب تک دو قسم کے مکاتیب فکر نے جنم لیا۔ آپ کے کتب درجہ ذیل ہیں۔

(۱)مخزنِ اسلام (۲) تذکرۃ الابرار والاشرار (۳)ارشاد الطالبین (۴)شرح قصیدہ امالی قابل ذکر ہیں۔

وفات: اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ آخری عمر میں پشاور گئے۔ پشاور کے مضافات میں ہشتنگر اور خلیل و مہمند کے علاقہ جات میں بایزید کے پیروکار تھے۔ ان میں تبلیغ کرنے کی خاطر آپ وہاں گئے تھے۔ آخر پشاور میں ۱۰۴۸ھ کو آپ نے وفات پائی۔ اور ہزار خونی میں ان کا مزار مرجع خاص و عام ہے۔ ہزار خوانی پشاور شہر سے متصل ہے۔ بڑا پر رونق مزار ہے۔

اولاد: اخونِ درویزہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک فرزند میاں کریم داد (عبدالکریم) المعروف شہید بابا رحمۃ اللہ علیہ مدفن کانجو سوات ایک بڑے عالم اور فاضل گزرے ہیں۔ آپ کی نظم و نثر دونوں اصناف میں کتابیں موجود ہیں۔ مخزن اسلام میں بھی آپ نے اضافہ کرکے اس کتاب کو مکمل کردیا۔ ضلع سوات کوہستان میں کفار ڈوما کے خلاف آپ نے جہاد کا آغاز کیا۔ اور مدین کے بالمقابل تیرات کے مقام پر دریائے سوات کے شمالی کنارے پر بزو نامی ایک کافر کے ہاتھوں آپ نماز پڑھاتے ہوئے شہید ہوئے اور آپ کا جسد مبارک کانجو علاقہ نیکپیخیل میں لاکر دفن کیا گیا۔

اخون کریم داد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے زیر سایہ شریعت و طریقت کی منازل طے کیں۔ ماذون و مجاز ہوئے۔ آپ بنیر سے تشریف لائے تھے اور کوہستان سوات میں اسلام کی روشنی پہنچانے کے لئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کردیا۔ بعد میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مشن حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے سید قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے چلایا۔

اخوند کریم داد کے دو بیٹے تھے۔ (۱) میاں دولت (۲) شیخ میاں نور

شیخ میاں نور: شیخ میاں نور کی شخصیت کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ خوشحال خان خٹک کے ہمعصر تھے۔ جب خوشحال بابا سوات آئے تھے تو یہاں اس نے شیخ میاں نور سے بحث و مباحثہ کیا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تین بیٹے تھے اور ضلع سوات میں آباد اخوند خیل میاں گان آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کانجو' تیرات' مدین' اسلام پور' سفل بانڈی' کوٹا' ابوہا' گورتی' مام ڈھیرئ' علیگرامہ' کلا ڈھیر اور مینگورہ میں آباد ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں عبدالرشید پاچا ایک محقق اور شاعر گزرے ہیں۔ انہوں نے ایک ضخیم کتاب ''میاں نامہ'' (قلمی) تحریر کیا ہے۔

شیخ میاں نور کے تین فرزندوں کے نام یہ ہیں:

(۱) **غلام محمد:** ان کو مشر بابا اور ان کی اولاد کو مشر خیل میاں گان کہا جاتا ہے۔

(۲) **میاں جوب بابا (عجب)** ان کی اولاد کو میاں جوخیل کہا جاتا ہے۔

(۳) **عطا محمد:** آپ رحمۃ اللہ علیہ سب سے چھوٹے تھے۔ اس لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کو کشر خیل کہا جاتا ہے۔

اخوند درویزہ کا شجرہ نسب:

عبدالرشید المقلب ابن اخوند گدائی ابن محمد سعید ابن اخوند درخا ابن اخوند چویان (خیون) ابن اخوند ہمت ابن اخوند احمد ابن اخوند زہاب ابن اخوند جنت ابن اخوند وہاب ابن اخوند صغیر ابن اخوند کبیر ابن اخوند یمین ابن اخوند مہین ابن اخوند کمال ابن اخوند صغیر ابن اخوند سخی احمد کبیر ابن اخوند مقیم آگے چل کر حضرت عثمان سے ملتا ہے۔

(۳) **حضرت مولٰینا محمد گجراتی:** حضرت مولٰینا محمد گجراتی حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک عالم و فاضل اور فقیہہ تھے۔

(۴) حضرت مولٰینا ابا بکر دانشمند پہاڑی:

حضرت مولٰینا ابا بکر دانشمند پہاڑی علماء اتقیاء میں سے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت پیر

بابا رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے شب و روز عبادت اور ریاضت میں مصروف عمل رہتے تھے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے داعی تھے۔ تبلیغ اور احکام شریعت کے لئے اپنے علاقے میں کام کرتے تھے۔ وہ اپنے علاقے میں کسی بے نمازی کو نہیں چھوڑتے تھے۔

حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے زیر سایہ تربیت ہوئی تھی اس لئے وہ بدعتی لوگوں کے دشمن تھے۔

(۵) حضرت مولینا صالح الکوزی المعروف بہ دیوانہ بابا:

آپ ایک جید عالم اور فقیہہ تھے۔ آپ قندھار میں حکومت وقت کے محکمہ قضا میں قاضی القضاۃ تھے۔ علم کے ساتھ روحانی فیض حاصل کرنے کی غرض سے وہ گھر سے نکلے اور متشرع پیر کی تلاش میں دربدر کے خاک چھاننے لگے۔ آخر بنیر پہنچے اور حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر ان سے فیض حاصل کیا اور تارک الدنیا ہوگئے۔ اور دن رات ورد و وظائف اور چلہ کشی میں مصروف ہوگئے۔ عمر کے آخری حصہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ پر مجذوبانہ کیفیت غالب رہی اس لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام دیوانہ بابا پڑ گیا۔ آخری عمر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے گاگرہ کے ایک گاؤں میں سکونت اختیار کی۔ اور اسی مقام پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وفات پائی۔ اور وہی گاؤں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر دیوانہ بابا مشہور ہے۔

(۶) حضرت ملا یوسف ابن الیاس:

آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ آپ الیاس گدی زئی کے فرزند تھے۔ آپ عوام الناس میں اخوند یوسف کے نام سے مشہور تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک عالم و فاضل تھے۔ علاقہ ملندری میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں کو فیض پہنچایا۔ اور وہی وفات پائی۔ موضع ملندری میں سڑک کے کنارے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔

(۷) حضرت مولینا کابل گرام: آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار دریائے سندھ کے کنارے واقع ہے۔

(۸) حضرت مولینا نور بابا: آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے مرید

تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار موضع ایلئ (بنیر) میں ہے۔

(۹) حضرت اخوند گدائی: آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی علمائے وقت میں سے ایک جید عالم تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار میرہ سالار زی (بونیر) میں واقع ہے۔

ان کے علاوہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ بیعت شریعت بیشمار افراد کو دی۔ لیکن طریقت پر بیعت ان علماء وقت کو دی۔ ان کے علاوہ اپنے فرزند سید مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی طریقت میں بیعت دی اور اپنے خلفاء میں شامل کیا۔ ان کا ذکر اولاد کے حصے میں آئے گا۔

تیسرا حصہ

حضرت پیر بابا کی اولاد

جب حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے وفات پائی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کے لئے وراثت میں ان کا مشن تھا۔ اس مشن پر پچھلے صفحات میں بحث کیا جاچکا ہے۔ یعنی (۱) علاقہ یوسفزی اور اس کے علاوہ پختونوں کے تمام علاقوں میں الحاد، بدعت وغیرہ کے خلاف کام کرنا اور پختونوں کے عقائد میں پاکیزگی پیدا کرنا اور ان کو شریعت محمدی ﷺ پر صحیح چلانا تھا۔

(۲) ان علاقوں کو اسلام پہنچانا جہاں دین اسلام کے مبلغین و مجاہدین ابھی پہنچے نہیں تھے۔ ان علاقوں میں ضلع سوات کے کوہستان جو کہ فتح پور سوات سے شروع ہوکر کالام و گبرال، اوشو وغیرہ تک میں ڈوما کفار بستے تھے۔ اور یہی لوگ ابھی تک اللہ تعالیٰ کی وحدانیت سے بے خبر تھے۔ چترال کے کیلاش قبائل جو کہ علاقہ کنڑ سے شروع ہوکر موجودہ تمام نورستان میں آباد تھے۔ جن کی سرحدیں موجودہ چترال کے اندر ہیں۔ وہ بھی دین اسلام کی خوبیوں سے نابلد تھے۔ جبکہ تیسری جانب اباسین کوہستان، الائی، کاغان، چیلاس و گلگت میں بھی کفر کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ تو ان علاقوں میں دین اسلام کی شمع روشن کرنا تھی۔ اس مشن میں حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کے علاوہ آپ کی خلفاء نے بھی حصہ لیا۔ بدعتی پیروں اور ملحدانہ عقائد کے خلاف حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی میں کام کیا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر آپ رحمۃ اللہ علیہ

کی اولاد اور خلفاء نے اس ضمن میں کام کیا۔ انہوں نے جگہ جگہ مدرسے قائم کیے۔ اور لوگوں کو صحیح شریعت محمدی ﷺ سے آگاہ کیا۔ نیز لوگوں میں دینی شعور پیدا کیا۔ تاکہ وہ صحیح اور غلط عقائد کو پہچان سکے۔

حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا فرزند سید مصطفیٰ بابا رحمۃ اللہ علیہ کنڑ افغانستان تشریف لے گئے تھے۔ سید مصطفیٰ بابا رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں کافرستان (نورستان) میں کفر کے خلاف جہاد شروع کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد نے یہ سلسلہ جاری رکھا۔ اور افغانستان کا ایک صوبہ موجودہ نورستان مکمل طور پر کفر کی تاریکیوں سے نکل کر صحیح العقیدہ مسلمان بن گیا۔ دوسری جانب کوہستان سوات میں حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خلیفہ اخوند رویزہ رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اخوند کریم داد نے حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے پوتوں سید قاسم وسید حسن کے ساتھ مل کر مشترکہ مشن شروع کیا۔ جبکہ تیسری جانب اخوند سالاک کی سرکردگی میں پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی اعانت سے پورن وچکیسر اور اباسین کوہستان پر یلغار شروع کی بعد میں اس مشن کو آگے سید جلال ابن سید قاسم کے پوتے میاں نورشاہ المعروف غازی بابا نے کاغان سے چیلاس تک کے علاقوں میں دین اسلام کی شمع روشن کر کے پہنچایا۔

حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کے ساتھ پختونخوا کے قبائل بالعموم اور یوسفزئی قبائل بالخصوص ان جہادوں میں اور اشاعت اسلام میں شریک تھے اور حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد اور ان صالح پختونوں کی قربانی کے نتیجے میں ان علاقوں میں اسلام کی روشنی پھیلی۔

یوسفزئی قبائل نے حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کی کر سرکردگی میں سکھوں کے خلاف جہادوں میں حصہ لیا۔ ان کا سالار لشکر حضرت امیر سید اکبر شاہ تھے۔ جو حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے۔ پختونوں نے ان کی شجاعت سیاست اور تدبر سے متاثر ہوکر ان کو ہزارہ اور بعد میں سوات و بونیر کے قبائل نے ان کو اپنا بادشاہ چنا۔ سید اکبر شاہ کی وفات پر آپ کے بیٹے مبارک شاہ نے آٹھ ماہ تک سوات پر حکومت کی۔ اخوند صاحب (سیدو بابا) کی مخالفت کی وجہ سے آپ نے بادشاہت چھوڑ دی اور اپنے وطن ملکا بنیر واپس چلے گئے۔ بعد میں امبیلہ کے مقام پر انگریزوں کے خلاف جہاد کے وہ سالار مقرر ہوئے۔ اسی جہاد میں پختونوں

نے جوق در جوق حصہ لیا۔

اسی خاندان سادات ستھانہ کے ایک دیگر فرد عبدالجبار شاہ نے بھی سوات پر بادشاہت کی۔

حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں نامی گرامی شخصیات گزاری ہیں۔ جنہوں نے نہ صرف علاقائی تاریخوں میں جگہ پائی بلکہ انہوں نے عالمی تواریخ میں بھی اپنا نام سنہرے حروف میں لکھوادیا۔ انہی شخصیات میں سید جمال الدین افغانی سرفہرست ہیں۔

سید جمال الدین افغانی صاحب اتحاد ملت اسلامیہ کے داعی تھے آپ دنیائے اسلام کے تمام مسلمانوں میں اتحاد پیدا کر کے انہیں ایک پلیٹ فارم پر لانا چاہتے تھے اور اسی ضمن میں آپ نے قلمی لسانی و عملی کام کیا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فلسفے سے متاثر ہوکر علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اشعار لکھے۔ اور اسی سلسلے میں بھٹو صاحب کے دور میں کچھ پیش رفت ہوئی۔ یعنی اتحاد اسلامیہ کی ایک سیکریٹریٹ قائم ہوئی۔

حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد موجودہ دور میں بھی کافی مشہور ہیں۔ مختلف علاقوں سے اسمبلیوں میں منتخب ہوکر آتے رہے اور اپنے اپنے علاقوں کے عوام کی خدمت کرتے رہے ہیں۔ وہ سیاست کے علاوہ فوج اور سول محکموں میں کلیدی عہدوں پر بھی فائز رہے ہیں۔ روحانی طور پر بھی آج پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں چند اصحاب نے بہت بڑا نام پیدا کیا ہے۔ جن کا ذکر آئندہ صفحات پر آئیگا۔

اولاد:۔ حضرت پیر باباؒ نے خوانین یوسفزی میں رشتے کئے تھے جن کا ذکر گذشتہ صفحات میں کیا جاچکا ہے۔

حضرت پیرہ ابئ کی بطن سے حضرت پیر باباؒ کے دو فرزند پیدا ہوئے۔ (۱) سید میاں مصطفیٰ (۲) میاں سید حبیب اللہؒ سید حبیب اللہ صاحب عہد شباب میں وفات پاگئے۔ آپؒ کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ ان کا مزار حضرت پیر باباؒ کے مزار کی مشرقی سمت ہے۔

سیّد میاں مصطفیٰ باباؒ:۔ آپؒ حضرت پیر باباؒ کے بڑے فرزند تھے۔ آپؒ کی ولادت ۹۷۲ھ بمطابق ۱۵۶۴ء کو ہوئی آپؒ نے حضرت پیر باباؒ کے زیر سایہ تربیت پائی۔ اور اس دور کے جیّد علماء سے علم حاصل کیا۔ آپ کی روحانی تربیت حضرت پیر باباؒ نے خود کی۔ آپؒ کے سپرد جائے نماز کی خدمت تھی۔

ایک دفعہ حضرت پیر باباؒ اور سید مصطفیٰؒ مسجد سے گھر تشریف لے جا رہے تھے۔ حضرت سید مصطفیٰؒ کے کندھے پر حضرت پیر باباؒ کی جانماز تھی۔ اچانک ایک بدمست بیل نے آ کر پیر بابا پر حملہ کیا میاں سید مصطفیٰؒ نے بچاؤ کی کوشش کی لیکن بیل حضرت پیر باباؒ کو زخمی کر گیا۔ حضرت پیر بابا نے فرمایا' یہ میری غفلت کی سزا تھی کیونکہ گزشتہ رات غفلت کی وجہ سے مجھ سے نماز تہجد قضا ہوئی تھی۔ اور اس کی سزا یہی تھی کہ بیل نے زخمی کر دیا۔

میاں سید مصطفیٰؒ حضرت پیر باباؒ کے خلیفہ تھے۔ اور پیر باباؒ کی حیات میں کنٹر گئے تھے۔ حضرت پیر باباؒ کے زمانے میں علاقہ کنڑ میں تاجک قبیلہ آباد تھا۔ کنٹر کی مشرق سمت یعنی موجودہ مہمند ایجنسی میں مہمند قبیلہ کے لوگ آباد تھے۔ یہی لوگ آہستہ آہستہ علاقہ کونٹر میں آنے لگے۔ اور وہاں زمین وغیرہ پر قبضہ جمانے لگے۔ مہندوں کی اس ریشہ دوانی سے تاجک قبیلہ تنگ آ گیا تھا۔ لیکن تاجک چونکہ مہمند قبیلہ کے مقابلے میں کمزور تھے۔ اس لئے تاجک قبیلہ کا ایک وفد حضرت پیر باباؒ جو اس دور کے مشہور ولی اللہ تھے' کی خدمت میں گیا اور ان سے استدعا کی کہ وہ اپنے پوتے یا بیٹے کو ان کے ساتھ بھیجے۔ تا کہ اس کو اپنے قبیلے میں آباد کر کے انہیں مہمندوں کی شر سے بچایا جا سکے۔ چنانچہ حضرت پیر باباؒ نے میاں سید مصطفےٰ باباؒ کو علاقہ کنڑ کے روحانی و دنیاوی بادشاہ بنا دیا۔

کنٹر کا بڑا حصہ اب بھی سادات کنڑ کے قبضہ میں ہے۔ درجہ بالا روایت قاضی عبدالحلیم صاحب نے خود سادات کنڑ سے منقول کی ہے۔ اس روایت کی تصدیق کے لئے راقم الحروف بہ نفس نفیس ناوگئی باجوڑ میں مقیم سادات کنڑ مہاجرین کے پاس گیا ہے۔ کیونکہ انقلاب افغانستان کی وجہ سے سادات کنڑ نے مہاجرت اختیار کی ہے اور پاکستان کے مختلف علاقوں میں مقیم ہیں۔ ان سے معلومات حاصل کیں۔ اور اس روایت کی تصدیق کے بارے میں پوچھا تو سید محمود شاہ پاچا کے پوتے سید عبدالمجید پاچا اور شیخ پاچا کے پوتے سید عبداللہ پاچا جن کی رہائش یکہ غونڈ مہمند ایجنسی میں تھی۔ دونوں نے عبدالحلیم اثر صاحب کی روایت کی تصدیق کی کہ میاں سید مصطفےٰ بابا رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں کنڑ والوں کے جرگہ (وفد) کی وساطت سے کنڑ آتے تھے اور کنڑ والوں نے ان کو اور بعد میں ان کی اولاد کو کونٹر کی بادشاہت سونپی تھی۔ نیز علاقہ کنڑ میں سادات کو ان کی املاک انہی لوگوں نے دی تھی۔

حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر سید مصطفیٰ بابا رحمۃ اللہ علیہ واپس بنیر آئے اور اپنی جگہ اپنے بڑے لڑکے سید شاہ میر اور بعد میں بڑے پوتے سید جمال کو ادھر بھیجا۔ ہماری خاندانی روایت کے مطابق سید مصطفیٰ بابا رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین تھے۔ آخری عمر میں اپنے بیٹے اور پوتے کے حالات معلوم کرنے کے لئے وہ دوبارہ کنڑ گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ درویشی کی لباس پہن کر کنڑ گئے تھے۔ وہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ آپ کی اولاد علاقہ کونٹر (کنٹر) میں انصاف سے کام لیتے ہیں یا نہیں۔ اور اس درویشانہ لباس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کنڑ کی مرکزی جگہ پشت پہنچے۔ موضع پشت کی مسجد میں رات گزارنے کے لئے ٹھہر گئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور منظور تھا۔ جس رات کو آپ رحمۃ اللہ علیہ پشت میں ٹھہرے ہوئے تھے اسی رات کو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد میں وفات پائی۔ صبح کے وقت جب لوگ نماز کرنے مسجد آئے تو ایک درویش کو فوت ہوتے ہوئے پایا۔ لوگوں نے نماز پڑھنے کے بعد اسی درویش کو اسی مسجد ہی میں ایک طرف دفن کر دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ وفات ۱۰۲۴ھ ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً چوون سال عمر پائی تھی۔

دو تین ماہ گزر جانے کے بعد جب آپ رحمۃ اللہ علیہ واپسی بنیر واپس نہیں پہنچے تو آپ کے اہل خاندان کو تشویش لاحق ہوئی۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے بیٹے میاں عبدالوہاب المعروف میاں عبدل بابا رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ہرکارہ معلومات حاصل کرنے کے لئے کنڑ بھیجا۔ ادھر جب سید شاہ میر اور سید جمال کے پاس وہی آدمی پہنچا تو معلوم ہونے پر کہ آپ ان کے پاس نہیں آئے تو انہیں بھی تشویش لاحق ہوئی۔ اور جگہ جگہ ان کے حلیہ کے بارے میں معلوم کرنے لگے۔ اور جب وہ لوگ موضع پشت کے اس محلّہ کی مسجد میں پہنچے اور لوگوں سے معلومات حاصل کیں تو ان لوگوں نے بتایا کہ فلاں دن اور فلاں مہینے میں ایک درویش جس کا حلیہ آپ بیان کر رہے ہیں، نے یہاں مسجد میں رات گزاری تھی۔ لیکن صبح انہوں نے وفات پائی تھی اور ہم لوگوں نے اسے مسافر سمجھ کر یہاں مسجد میں ان کو دفن کر دیا ہے۔ پتا لگنے پر سب میں کہرام مچ گیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے کاموں میں کس کو دخل ہے۔

ازواج و اولاد: سید میاں مصطفیٰ بابا رحمۃ اللہ علیہ نے دو شادیاں کی تھیں۔ دونوں بیویاں خوانین یوسفزئی کی بہنیں تھیں۔ پہلی بیوی سے تین بچے پیدا ہوئے۔ (۱) سید شاہ میر (۲) سید

عبدالوہاب (۳) سید قاسم۔ جبکہ دوسری بیوی سے سید میاں حسن تولد ہوئے۔

سید شاہ میر (سید امیر محمد)

آپ رحمۃ اللہ علیہ سید مصطفیٰ بابا رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے فرزند تھے۔ عبدالحلیم اثر صاحب نے اپنی کتاب تذکرۂ افغانی میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کیا ہے۔ اور آپ کا نام سید شاہ میر بابا لکھا ہے۔ جبکہ رامپور (انڈیا) سے ایک خاندان جو کہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تعلق رکھتا ہے' کا ایک شجرۂ نسب مجھے ملا ہے۔ اس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام سید امیر محمد عرف میر بابا لکھا ہے۔ ایک اور شجرۂ نسب سادات چکلی نرنگ (کنڑ) کا مجھے ملا ہے۔ جس میں سید امیر الدین لکھا گیا ہے۔ تو آخری شجرۂ نسب میرے خیال میں غلط ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام سید شاہ میر یا سید امیر محمد ہے عبدالحلیم اثر صاحب لکھتے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ لاولد تھے۔ لیکن ان دونوں شجروں سے پتا لگتا ہے کہ آپ کی اولاد تھی۔ اور یہی دونوں شجروں والے سادات آپ کی اولاد ہے۔ آپ نے کنڑ ہی میں وفات پائی۔

اولاد: آپ کے دو فرزند تھے۔ سید عبدالرزاق' سید عبدالخالق۔

سید عبدالرزاق: آپ کی اولاد نرنگ علاقہ کنڑ میں ہے۔ اولاد کا شجرہ آگے آرہا ہے۔

سید عبدالخالق: آپ کی اولاد باجوڑ اور رامپور (انڈیا) میں ہے۔

سید قطب شاہ فقیہ باجوڑی

سید قطب شاہ رحمۃ اللہ علیہ ابن سید خواجہ نور رحمۃ اللہ علیہ ابن حسن ابن سید صدر الدین ابن سید عبدالخالق ابن سید امیر محمد رحمۃ اللہ علیہ (شاہ میر) ابن سید مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ ابن پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت قطب شاہ نواب فیض اللہ خان والی رامپور کے زمانے میں باجوڑ صوبہ سرحد سے رامپور (انڈیا) تشریف لائے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی کا انتقال آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن میں ہوا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پرورش آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دادا سید حسن صاحب نے کی۔ متعدد علمائے دین سے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے علم ظاہر حاصل کی۔ علم ظاہر کے بعد آپ رحمۃ

اللہ علیہ نے سلسلۂ چشتیہ نظامیہ میں بیعت کی اور اپنے مرشد صاحب سے خلافت میں نوازے گئے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شادی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چچا اعظم الدین رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے سے ہوئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دو فرزند پیدا ہوئے۔ حضرت سید زین العابدین المعروف ملا میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت سید محمد جمال شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

سید قطب شاہ رامپور جانے سے پہلے حج کے لئے تشریف لے گئے اور مدینہ منورہ میں روضہ اطہر رسول پاک ﷺ پر حاضری دی کہا جاتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے رسول پاک ﷺ سے عرض کیا نانا جان صاحب! میں ہندوستان جانا چاہتا ہوں۔ مجھے وہاں جانے کی اجازت مرحمت فرمائیے۔ اور تحفۂ فیض مرحمت فرمائیے۔ اسی دعا کے دوران آپ پر غنودگی طاری ہوئی اور غنودی ہی میں رسول پاک ﷺ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو خرمے (کھجور) کی بیج عنایت فرمائی۔ آپ نے رامپور آکر اسی بیج کو بودیا۔ جس سے خرمے پیدا ہوئے۔ وہی خرمے کا درخت آج بھی موجود ہے۔ ہندوستان کی کسی دوسری جگہ خرمے کے درخت نہیں ہیں۔ یہی خرمے رسول پاک ﷺ کا عطیہ ہے جو آج بھی موجود ہیں۔ اسی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ خرموں والے میاں صاحب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

سید قطب شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۲۵۳ھ میں وفات پائی۔ (ماخوذ از رسالہ خرموں والے' مرتبہ طاہر نظامی مرکز ادب رام پور (انڈیا)

حضرت سید جمال شاہ صاحب مظلوم:

حضرت سید محمد جمال شاہ رحمۃ اللہ علیہ ابن سید قطب شاہ رحمۃ اللہ علیہ صاحب ۱۲۱۰ھ میں رامپور (انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیم فارسی و عربی اپنے والد گرامی کے علاوہ متعدد علمائے وقت سے حاصل کی۔ اور مولٰینا شاہ نصیر الدین صاحب المعروف شاہ کالے سے بیعت فرمائی۔ زہد و ریاضت میں آپ کی نظیر نہیں تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مولانا نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے خرقۂ خلافت عطا کی۔ ہزاروں مریدان رامپور اور رامپور کے ارد گرد علاقے سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ ارادت میں شامل تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شادی مولوی سید

جمال الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی سے ہوئی۔ جس سے آپ کا فرزند سید محمد مشتاق پیدا ہوئے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند سید محمد مشتاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ اور بھی بہت سے حضرات تھے۔

علم ظاہر اور علم باطن کے علاوہ آپ علم سخن (شاعری) میں بھی طاق تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا بیشتر کلام اردو میں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا منتخب کلام اور تیرہ مکتوبات جو طالبان حق کے نام سے ہے۔ آپ کے فرزند و جانشین حضرت محمد مشتاق صاحب کی تالیف مرج البحرین میں ترجمہ مخزن المعانی سے اخذ کر کے شائع کردیا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۸ شعبان ۱۲۹۶ھ کو وفات پائی۔ اور اپنے والد گرامی کے پہلو میں باغیچہ خرمہ میں دفن ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر گنبد ۱۳۰۷ھ میں تعمیر ہوئی۔ گنبد کے اندر آپ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی کے مزارات ہیں۔ جو کہ زیارت خرمہ کے نام سے مشہور ہے۔ (ماخوذ از رسالہ خرموں والے۔ مرتبہ طاہر نظامی مرکز ادب رام پور انڈیا)

حافظ سید محمد مشتاق شاہ المعروف خرموں والے میاں صاحب:

آپ رحمۃ اللہ علیہ سید محمد جمال شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے علوم ظاہری و باطنی اپنے والد گرامی سے حاصل کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک باعمل عالم اور ایک متقی صوفی تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت میں فقیری اس حد تک تھی کہ کسی کو اپنے ہاتھ چومنے نہ دیا اور ہمیشہ دوسرے لوگوں پر سلام میں سبقت فرمایا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ۵۳ سال تک گوشہ نشینی کی زندگی گزاری۔ آپ صاحب کشف صوفی تھے۔ ۱۳۲۲ھ کو آپ رحمۃ اللہ علیہ حج بیت اللہ تشریف لے گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہزاروں مرید تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شادی مولینا جمال الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نواسا سید موتی میاں صاحب پیر نواب ٹونک کی صاجزادی سے ہوئی۔ پہلی بیوی کے انتقال پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری شادی بھی کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت اخوند کریم داد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت اخوند درویزہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کا ترجمہ کر کے شائع کردیا۔ اور اپنے والد

گرامی کے کلام بمع تیرہ مکتوبات جو طالبان حق کے نام تھے، بھی اپنی کتاب مرج البحرین میں شامل کر کے شائع کر دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند الحاج حافظ سید احمد شاہ، مولوی غلام محی الدین پشاوری مولینا تجمل حسین صاحب گڑھ مکتیشوری، مولوی صوکت حسین و سید شوکت علی کے علاوہ بہت سے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وفات سے پہلے اپنے صاحبزادے کو اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ آخر آپ رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۴۹ھ کو وفات پائی اور زیارت خرمہ میں دفن ہوئے۔

الحاج حافظ سید احمد شاہ صاحب: الحاج حافظ سید احمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ المعروف خرموں والے میاں صاحب، سید محمد مشتاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اکتساب علم ظاہر اپنے والد گرامی کے علاوہ مولوی سید ارشاد علی صاحب اور حفظ قرآن شفاعت النبی المعروف حافظ شبن صاحب سے کیا۔ علوم ظاہری کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے علوم باطنی اپنے والد گرامی سے حاصل کیا اور سلسلۂ چشتیہ نظامیہ میں ماذون و مجاذ ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۰۵ھ میں رامپور (انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شادی آپ کی پھوپھی زاد سیدہ نور جہان بیگم سے ہوئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فرزند سید محمود شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام کا پتا چلا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد کے قائم مقام اور سجادۂ نشین درگاہ شریف خرما مقرر ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد گرامی سے امور باطنیہ اور اصطلاحاتِ سلوک کے رموز و اسرار سیکھے اور اس مضمون کے بارے میں ”الفقر فخری“ کے نکات اپنے والد گرامی سے سیکھے۔ اپنے والد گرامی کے اقوال کو ذہن نشین کر کے اور لکھ کر جمع کرتے تھے۔ جس کو بعد از وصال والد صاحب، ”گلستانِ معرفت“ کے نام سے شائع کر دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس سال گوشہ نشینی کی زندگی گزاری۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ چھ بار حج بیت اللہ شریف گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ شاعری بھی کرتے تھے اور تخلص احمد فرماتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام ”یاد احمد“ کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند سید محمود شاہ کے علاوہ اور بھی

ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۸۶ھ میں وفات پائی اور زیارت خرما والے میں دفن ہوئے۔

سید محمود شاہ نسیم نظامی صاحب

آپ رحمۃ اللہ علیہ حافظ سید احمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ہیں۔ آپ ۱۳۴۱ھ بمطابق ۱۹۲۲ء رامپور میں پیدا ہوئے۔

آپ نے حافظ نجم النبی سے قرآن پاک حفظ کیا۔ اردو، فارسی کی تعلیم بھی حافظ نجم النبی سے حاصل کی۔ عربی تعلیم مولوی رشید الدین صاحب، مولوی سید عبدالسلام صاحب اور اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔ اسکول میں بھی میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔ آپ شاعری بھی کرتے ہیں۔ نسیم تخلص ہے۔ علم باطن کی تکمیل اپنے ولد گرامی جناب سید احمد صاحب سے کی اور والد گرامی نے اپنی حیات ہی میں آپ کو خرقۂ خلافت عطا کیا اور آپ سجادہ نشین خرما والی زیارت کے مقرر ہوئے۔ آپ سے سلسلۂ طریقت جاری ہے۔ ہزاروں طالبانِ علم باطن آپ کے در سے فیض حاصل کر رہے ہیں۔ آپ کے بہت سے خلفاء ہیں۔

سیّد مصطفیٰ بابا ابنِ پیر بابا

سیّد شاہ میر (سیّد محمد امیر)

سیّد عبدالرزاق　　سیّد عبدالخالق
سیّد سلام　　سیّد صدر الدین
سیّد عبدالکریم　　سیّد حسن
صاحب بابا　　سیّد خواجہ نور
سیّد عظیم الدین　　سیّد قطب شاہ باچوڑی
سیّد زید اللہ　　سیّد محمد جمال
سیّد زید اللہ　　سیّد محمد مشتاق
سیّد حضرت حسین　　سیّد احمد شاہ
سیّد محمد ایوب　　سیّد حسن　　سیّد محمود شاہ نظامی

سیّد علی شاہ　　سیّد عظیم شاہ
سیّد اکبر شاہ
سیّد غنی شاہ　　سیّد حفیظ اللہ

سیّد گل کریم　　سیّد زمان شاہ　　سیّد انور شاہ　　سیّد عبداللہ　　سیّد مرتضیٰ
سید ضیاء الحق
سیّد حضرت شاہ

سید عبدالوہاب المعروف میاں عبدل بابا

آپ رحمۃ اللہ علیہ میاں سید مصطفیٰ بابا رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے فرزند تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ۹۹۹ھ بمطابق ۱۵۹۰ء کو بنیر میں پیدا ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ مادر زاد ولی تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بھائی چونکہ کنڑ گئے تھے۔ اس لئے حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی سجادہ نشینی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حصے میں آئے۔

کہا جاتا ہے کہ اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وساطت سے روحانی طور پر بلند مرتبہ پر پہنچے تھے۔ بحوالہ سید عبدالجبار شاہ آپ رحمۃ اللہ علیہ تختہ بند میں رہائش رکھتے تھے۔ تختہ بند برندو نالے کے مغربی سمت پر واقع ہے۔ اور سواڑی (بنیر) سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہاں پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی چلہ کشی کی جگہ اب بھی موجود ہے۔

جس طرح آپ ولایت کی بلند مرتبہ پر فائز تھے اسی طرح آپ دنیاوی سیاست پر بھی چھائے ہوئے تھے۔ بحوالہ سید عبدالجبار شاہ' اخوند سالاک آپ کے مرید تھے۔ اخوند سالاک کی سرکردگی میں کفار کے خلاف جتنے بھی جہاد کیے گئے تھے' سید عبدالوہاب کی مدد شامل تھی بلکہ ان جہادوں کا انتظام و انصرام آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کیا تھا۔ ان جہادوں میں لڑنے والے یوسفزی قبائل آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایما پر جوق درجوق شامل ہوئے تھے۔ کیونکہ میاں سید عبدالوہاب یوسفزی قبائل کے روحانی پیشوا تھے۔

بحوالہ رحیم شاہ رحیم و قاضی عبدالحلیم اثر صاحب آپ رحمۃ اللہ علیہ کا پشتو ادب میں اونچا مقام تھا۔ یہاں پر رحیم شاہ رحیم کے ایک مضمون سے ایک اقتباس نقل کرتا ہوں وہ لکھتے ہیں کہ:

کتاب ''پختانہ شعراء'' (پښتانہ شعراء) کے صفحہ نمبر ۲۰۹ پر پادری ہیوز کے حوالے سے میاں عبدالوہاب المعروف بہ میاں عبدل کی ایک غزل کا انتخاب درج ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ ان کا حال و احوال معلوم نہیں۔ پشتو ادبیات کی تاریخ میں وہ لکھتے ہیں کہ بارہویں صدی میں چند ایسے شعراء تھے جن کے بارے میں صحیح معلومات حاصل نہیں۔ ان شعراء میں ایک کا نام اوردل (عبدل) لکھا گیا ہے۔ اور یہی اودل' میاں عبدل کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔

اسی طرح پادری ہیوز نے اودل کے نام پر دو غزلیں درج کیے ہیں۔ اس کے علاوہ

حسیب گل نے میاں عبدل اور عبدالوہاب کے دونوں ناموں کے ساتھ دو دو غزلیں لکھی ہیں۔
(دسوات ورک شاعران' رحیم شاہ رحیم مجلّہ پشتو اکتوبر ۱۹۸۱ء صفحہ ۴۵)

پختانہ شعراء (پنجتانہ شعراء سے ایک غزل یہاں نقل کرتا ہوں۔

زه هزار خله صدقه شم تردرد من
کۀ مجنون وی کۀ فرها دعنوند کوه کن
دَ درد منو دَ خلے تل آهونه خیژی
په ژړا ژړا په دوه ستر گو لیچن
تل دَ خیال په براق سوریم پسے گرځم
نه مِ ملک دَچا پکار دے نه وطن
ستا دَزلفو بوئ همه واره خجل کری
کۀ هزار هزار نافے وی دَ ختن
ستا غمزو وژلی واړه شهیدان دی
شهیدان واړه خخیگی بے کفن
په توره بریخ به نورثۀ کوے دلبره
ستا دَ ناز تورے ته ما اوینو گردن
څۀ اَودل به له غمو نو هله خلاص شم
کۀ مِ ستر گے دَ گل رُخ پریدی دیدن

سید عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ رحمکار المعروف کاکا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمعصر تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش اکبر کے دور میں ہوئی تھی۔ جبکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جہانگیر اور شاہجہان کا دور پایا۔ ۱۰۶۳ھ بمطابق ۱۶۵۳ء کو موضع تختہ بند میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وفات پائی۔ اور برندو نالے کے مشرقی سمت موضع شلبانڈی میں دفن ہوئے۔ شلبانڈی کا ایک بڑا مقبرہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے موسوم ہے۔ جہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک سبز چھوٹے گنبد کے نیچے ابدی نیند سو رہے ہیں۔

علاقہ کونٹر (کنٹر) ہزارہ کے ہری پور' ایبٹ آباد' شلبانڈی تختہ بند' ریگا' سخا گرام اور علاقہ

ہے۔ اس جہاد کا سالار سید عبداللہ المعروف میر صاحب تھے۔ کنڑ کی خانی آپ کی اولاد میں پشت در پشت منتقل ہوگئی ہے۔ اس لئے کہ آپ شاید اپنے بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ آپ کی اولاد میں سید محمود شاہ بادشاہ مشہور شخصیت گزرے ہیں۔

اولاد: آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چھ فرزند تھے جن کے نام علی الترتیب یہ ہیں۔

(۱) سید ابراہیم (۲) سید غلام (۳) عبداللطیف (۴) محی الدین (۵) سید حسن (۶) سید عبدالقیوم۔

سید محمود شاہ پاشاہ: سید محمود شاہ ابن سید بہاء الدین ابن سید نظیف ابن عبداللطیف ابن سید عبداللہ۔ سید محمود شاہ پاشاہ کا زمانہ ۱۸۵۰ء کے لگ بھگ تھا۔ اسی دور میں امیر عبدالرحمٰن کابل کے امیر تھے۔ اور جب امیر عبدالرحمٰن خان گرفتار ہوئے تو سید محمود شاہ جو کہ امیر دوست محمد خان کے دوست تھے، کی ایما پر پاشاہ صاحب نے امیر عبدالرحمٰن کو گرفتار کر کے اسے ہتھکڑیاں پہنائی اور جب قید خانے میں امیر عبدالرحمٰن نے پاشاہ صاحب کو دیکھا تو حیرت سے اس کی آنکھیں پھٹ گئیں اور کہنے لگے کہ پاشاہ تم!!

جس وقت امیر عبدالرحمٰن قید سے فرار ہوکر ہرات میں پناہ گزین ہوئے اور ہرات میں اپنی قوت مجتمع کر کے دوبارہ کابل پر حملہ آور ہوئے تو قدرت نے اسے فتح سے ہمکنار کردیا۔ فتح کے بعد اس نے اپنے ایک جرنیل جس کا نام غلام حیدر خان چرخی تھا کو حکم دیا کہ سید محمود شاہ پاشاہ کو گرفتار کر کے فوراً میری خدمت میں پیش کیا جائے۔ لیکن غلام حیدر خان چرخی پاشاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ اس لئے انہوں نے گرفتاری سے پہلے ان کو خبردار کیا تھا کہ امیر نے مجھے تمہاری گرفتاری کا حکم دیا ہے۔ لہٰذا میرے پہنچنے سے پہلے پہلے علاقہ افغانستان سے نکل جائیں۔

چنانچہ پاشاہ صاحب نے پشت (کنڑ) کو خیر باد کہہ کر سوران (مٹیئی) علاقہ مہمند میں پناہ گزین ہوئے۔ یہ بات یاد رہے کہ پاشاہ صاحب بیسود سے لیکر اسمارہ تک علاقے کے بے تاج بادشاہ تھے۔ اور یہی علاقہ اس کی عملداری میں آتا تھا۔ نیز ان کی یہ خانی (بادشاہت) امیر دوست محمد خان کے زمانے میں تھی۔ امیر دوست محمد خان نے اپنے بیٹے سردار محمد اکبر خان کی بیٹی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے عقد میں دی تھی۔ اس طرح کنڑ کی سرداری آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حصے میں آئی اور جس وقت کابل میں بادشاہ گردی شروع ہوئی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کنڑ میں اپنی

بادشاہی کا اعلان کیا۔

جس وقت آپ سوران تشریف لے گئے تو امیر عبدالرحمٰن نے علاقہ مہمند کے خوانین کو خرید کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے لئے فضا کو مسموم کردیا تھا۔ اور جب فضا آپ کے لئے ناسازگار ہوئی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے علاقہ مہمند چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔ کوچ کے وقت آپ نے مہمندوں کو بددعا دی کہ تم لوگ ہمیشہ کیلئے آپس کی دشمنیوں میں مبتلا رہو۔ اور یہ ان کی بددعائی کی اثر ہے کہ مہمند آج بھی ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں۔

پاشاہ صاحب نے علاقہ مہمند سے اٹھ کر علاقہ دیعت میں تشریف لائے۔ اس علاقے پر انگریزوں کی حکومت تھی۔ انگریزوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو قدر کی نگاہ سے دیکھا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ آپ جس علاقے میں رہنا پسند کرینگے وہاں آپ کی رہائش کا بندوبست کیا جائیگا۔ سید محمود شاہ پاشاہ کو حسن ابدال کا علاقہ پسند آیا کیونکہ حسن ابدال (پنجاب) کنڑ کی طرح سبزہ زار تھا اور نہریں بھی کنڑ کی طرح تھیں۔ چنانچہ آپ کی پسند کا لحاظ کرتے ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی رہائش کا بندوبست حسن ابدال میں کیا گیا۔ آج بھی وہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا آبادہ کردہ مکان موجود ہے۔ امیر عبدالرحمٰن کی وفات پر اس کا بیٹا امیر حبیب الرحمٰن برسر اقتدار رہا تو اس نے سیاسی جلا وطنوں کو عام معافی کا اعلان کردیا اور جگہ جگہ سیاسی مفروروں کو خطوط لکھے۔ انہی خطوط میں ایک خط آپ کو بھی ملا کہ آپ دوبارہ افغانستان میں آکر آباد ہوجائیں۔ چنانچہ آپ نے اپنی اولاد کو جمع کرکے ان سے مشورہ مانگا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندوں میں سے ایک سید سرور پاشاہ تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں ضرور افغانستان جاؤنگا۔ چاہے بادشاہ مجھے قید میں ڈالے لیکن اپنی وطن کی مٹی چھوڑ نہیں سکتا پاشا صاحب کو اس کی یہ بات پسند آئی۔ اور وطن واپس عازم سفر ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں چند ایک حسن ابدال میں رہ گئے۔ افغانستان پہنچنے پر بادشاہ نے ان کی بہت عزت افزائی کی چنانچہ پاش صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جلال آباد کے قریب چپریال میں رہائش اختیار کی اور وہاں وفات پائی۔

اولاد: سید محمود شاہ پاشا صاحب کی نو بیویاں تھیں۔ ان سے بارہ فرزند تولد ہوئے۔ جن کے نام درج ذیل ہیں:

سید سرور پاشا اور پھر آپ کے دو فرزند (۱) سید قاسم (۲) عبدالرؤف (۳) سید مسعود (۴) آغا جان: آپ کا ایک فرزند سید غلام (۵) سید محمد: آپ کے دو فرزند سید حسن اور سید حسین (۶) سید یوسف: آپ کے چار فرزند میاں سید گل جان، سیف نصیر، سید جان اور سید بابا جان (۷) سید کاظم: آپ کا ایک فرزند سید عیسیٰ، سید عیسیٰ کے دو فرزند (۱) سید فرید اللہ جو کہ پاکستان میں کمشنر کے عہدے پر فائز رہے ہیں۔ (۲) سید حمید اللہ (۸) سید ذکریا (۹) سید حبیب (۱۰) سید پہلوان (۱۱) گل چاچا۔ باقی دو کے نام معلوم نہیں۔

حضرت اخوند زادہ سیف الرحمٰن قدس اللہ سرہ:

مرشدنا اخوند زادہ مبارک جو کہ میرے اور سید جعفر پاشا صاحب کے مرشد ہیں۔ ان کا ذکر اس کتاب میں کیا جاتا ہے۔ حالانکہ آپ نسلاً مہمند افغان ہیں۔

سید جعفر پاچا کے حالات کے ضمن میں مرشدنا حضرت اخوند زادہ صاحب کا ذکر تبرکاً کر رہا ہوں۔ جن کا سوانح مختصر درج ہے۔

مرشدنا حضرت اخوند زادہ سیف الرحمٰن صاحب قدس اللہ سرہ آپ قیوم زمان، قطب دوران فائز بمقام صدیقت، ولایت میں کامل و مکمل، مجدد وقت، محقق و حقائق عرفان میں یکتا ہے۔

آپ نادر شاہ کے تخت نشینی کے سال کوٹ (جلال آباد) میں قاری سرفراز صاحب ولد محمد حیدر صاحب کے گھر میں پیدا ہوئے۔ آپ صغیر سنی میں صاحب کشف و اسرار تھے اور جنت و دوزخ، عالم کون و مکان کا مشاہدہ کرتے تھے۔ آپ ان عجیب و غریب اشکال کا مشاہدہ کرتے تھے جو عام انسانوں کی نظروں سے پوشیدہ تھے۔ آپ اپنے مشاہدات کو اپنے والد گرامی سے بیان فرماتے تھے۔ آپ کے والد گرامی فرماتے تھے کہ ان حالات و مشاہدات میں اپنے آپ کو دھوکہ نہ دو۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ جنات آپ کو دھوکہ دے رہے ہوں۔

اسی دوران آپ عشق رسول ﷺ میں مبتلا تھے اور اسی چھوٹی عمر میں آپ خلوت اختیار کرتے تھے اور تن تنہا ادھر ادھر پھرتے تھے۔ اور گلاب کے پھولوں کو توڑ کر آپ فرماتے تھے۔

زما یار پہ شان درنگ دے

گلابہ! زکہ د پہ جیب کے گرزومہ

ترجمہ: آپ گلاب کے پھولوں سے مخاطب ہوکر فرماتے تھے کہ تمہارا رنگ میرے محبوب (محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کے رنگ کی طرح ہے۔ اس لئے اے گلاب! میں تجھے ہر وقت اپنے پاس رکھتا ہوں۔

اسی دوران آپ محفل نعت خوانی میں شامل ہوتے تھے اور نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کو تسکین مل جاتی۔ ان دنوں آپ نے کسی سے بیعت نہیں کی تھی۔

ایک دفعہ آپ محمد آمین حاجی صاحب مرید ترنگزی حاجی صاحب کی محفل نعت خوانی میں شامل ہوئے۔ تو حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے دھن مبارک مین اپنا لعاب دہن ڈالا۔ آپ کہتے ہیں کہ اس لعاب کا ذائقہ عجیب لذت دیتا تھا۔

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی کے علاوہ مولوی محمد اسلام محمد اسلم، محمد حسین سے حاصل کی۔ اسی دوران آپ بلوغت کو پہنچے اور پاکستان صوبہ سرحد میں مزید علم حاصل کرنے آئے اور امازو گھڑی شبقدر، بالا ماڑی، کوز تہکال میں جید علماء سے (علم ظاہر) علم نحو، علم تفسیر، حدیث و تجوید، فقہ اور عقائد پر مختلف کتب پڑھیں تحصیل علم کے بعد آپ اپنے وطن کوٹ جلال آباد (افغانستان) واپس گئے۔ اور اس کے بعد آپ کو دشت ارچی میں زمین ملی جس کی وجہ سے آپ نے کندوز ولایت میں دشت ارچی کے نہر جدید میں سکونت اختیار کی۔ علم باطن حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا تو آپ نے حضرت مولٰینا شاہ محمد رسول صاحب طالقان رحمۃ اللہ علیہ (مرحوم) سے سلسلہ نقشبندی میں بیعت کی اور ابتدائی سبق لطیفہ قلبی پر ذکر کی اجازت مرحمت فرمائی اور ایک توجیہہ سے عالم امر کے پانچ لطائف میں حیات پیدا ہوئی۔ اسی دوران مولٰینا صاحب طالقانی رحمۃ اللہ علیہ فوت ہوئے تو آپ نے حضرت مولانا، محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں شمولیت اختیار کی۔ حضرت مولٰینا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ علیہ مولٰینا طالقانی رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے بڑے خلیفہ تھے۔ آپ نے مولٰینا سمنگانی رحمۃ اللہ علیہ سے تمام طریقت میں بیعت کی اور سلوک کے باقی منازل آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعے طے کئے۔ یہ بات یاد رہے کہ حضرت مولٰینا سمنگانی رحمۃ اللہ علیہ کے آپ قدما مریدین میں سے تھے۔

حضرت اخوند زادہ صاحب فرماتے ہیں کہ ہمارے درمیان دوستی شروع ہوئی۔ ہم دونوں

میں محبت کی انتہا تھی ہم یک جان دو قالب تھے۔ آپ کی خصوصی توجہ میرے لئے ہوتی تھی۔

ان دنوں میرے لطیفہ سر نے باہر نکل کر حرکت شروع کی۔ اس سے پہلے میرے لطائف میں حرکت ظاہر نہیں تھی۔ اسی دوران حضرت مولٰینا سمنگانی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تو میں نے آپ سے لطیفہ سر کے باہر حرکت کے بارے میں ذکر کیا۔ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جب دن اور وقت پوچھا تو میں نے بتایا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اسی دن اور اسی وقت میں کلام پاک کی تلاوت میں مشغول تھا اور میری تمام تر توجہ تمہاری طرف تھی۔ تو اسی دوران میرے لطیفہ سر نے بھی باہر نکل کر حرکت شروع کی۔ (اس وجہ سے حضرت اخوند زادہ صاحب کو حضرت مولٰینا صاحب کے ردیف الکمالات کہتے ہیں) حضرت مولٰینا سمنگانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے کہا کہ حرکت ظاہری تو طریقہ نقشبندی میں نہیں کیونکہ اس طریقہ میں تمام اذکار خفی ہوتے ہیں۔ لہٰذا بوقت تہجد تم اللہ سے دعا کرو کہ یہ حرکت بند ہوجائے اور جب میں نے تہجد کے مختلف اوقات میں حرکت بند ہونے کی دعا مانگی تو اس کے ساتھ لطیفہ خفی نے بھی باہر نکل کر حرکت شروع کی۔ تو اس پر حضرت مولٰینا صاحب نے کہا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے۔ کیونکہ اسی وقت بعض لوگ جو نام کے پیر ہیں اور نقشبندی ہونے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں لیکن ان کے پاس حیات قلبی نہیں ہوتی اور بعض منکرین سرے سے حیات قلبی مانتے ہی نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے منکرین کو سمجھانے کیلئے لطائف کی حیات کو ظاہر فرمائی اور یہ بات حضرت اخوند زادہ رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات میں شامل ہے کہ آپ کے لطائف اور آپ کے مریدین کے لطائف باہر نکل کر حرکت کرتے ہیں۔ آپ کے اور آپ کے مریدوں کے علاوہ پاکستان میں یہی بات کسی اور نقشبندی کے پاس نہیں اور حضرت اخوند زادہ صاحب سے پہلے نقشبندی حضرات کے لطائف میں بھی حرکت نہیں تھی۔ اور یہی بات آپ کی کرامات و خوارقات میں شامل ہے۔ یہ تذکرہ بطور تعلّی نہیں اور نہ مقابلہ و مفاخرہ بلکہ تحدیث نعمت کے طور پر کیا گیا۔

حضرت مولٰینا سمنگانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ آپ کو خلافت دینا چاہی۔ لیکن آپ کے بڑے بھائی نے مداخلت کرکے آپ کو اس سے باز رکھا۔ اس کے چند دن بعد آپ نے اخوند زادہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آپ نے کوئی خواب تو نہیں دیکھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا ہے اور خواب میں دیکھتا ہوں کہ آپ کے ہاتھ میں ایک قمیص ہے

جس میں چار قسم کے پھول ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ یہ قمیص میں آپ کو دے دوں تو میں جواباً کہتا ہوں کہ ''ہاں'' تو آپ کہتے ہیں کہ چند دن کے بعد دے دوں گا۔ اس خواب کے چند دن بعد حضرت اخوند زادہ صاحب ایک اور خواب دیکھتے ہیں۔ جس میں دجال کے پیدا ہونے کے بارے میں دیکھتے ہیں۔ حضرت اخوند زادہ صاحب کے ساتھ مقابلے کرتا ہے۔ اور اس کے ایک سپاہی کو آپ چاقو سے مار دیتے ہیں۔ اسی کے بعد آپ خواب میں کہتے ہیں کہ دجال کے ساتھ جنگ تو اولیاء ہی کر سکتے ہیں۔ لہٰذا آپ مولٰینا صاحب کو ڈھونڈنے جاتے ہیں آخر کار مولٰینا صاحب مل جاتے ہیں۔ آپ دونوں ایک مقبرہ میں بیٹھ کر مولٰینا صاحب تلاوتِ کلام پاک کرتے ہیں۔ تلاوت کے بعد قرآن پاک' دلائل خیرات شریف اور ایک خوشبودار صابن حضرت اخوند زادہ صاحب کو دیتے ہیں۔ آپ یہی خواب حضرت مولٰینا صاحب کو عرض کر دیتے ہیں۔ تو حضرت مولٰینا صاحب سمنگانی رحمۃ اللہ علیہ آپ کو مقید خلافت کا ارشاد خط دیتے ہیں۔ کچھ عرصہ بعد لوگ خواب دیکھتے ہیں ان میں ایک صاحب کا دیکھا ہوا خواب یہ ہے کہ حضرت اخوند زادہ صاحب نے حضرت مولٰینا صاحب کو پشت پر سوار کر کے لیجاتے ہیں۔ اس کے چند دن بعد اخوند زادہ صاحب خود خواب دیکھتے ہیں کہ مولٰینا صاحب ایک جگہ مسجد میں بیٹھے ہیں اور جو بھی مرید ان کے پاس جاتا ہے تو وہ اسی مرید کو مارتے ہیں۔ اسی طرح تمام مریدوں کو لاٹھی سے مار دیتے ہیں اسی اثناء میں حضرت اخوند زادہ صاحب بھی ان کے پاس جاتے ہیں تو مولانا صاحب آپ کے کندھوں پر سوار ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اٹھو اور ایک پاؤں پکڑ کر دوسرے پاؤں سے کودو۔ اخوند زادہ صاحب اونچا اونچا کودتے رہے۔ بعد میں یہی خواب مولٰینا صاحب کو بیان فرماتے ہیں تو مولٰینا صاحب مبارکباد دیتے ہیں اور ساتھ یہ نوید سناتے ہیں کہ ''آپ مقام قیومیت پر سرفراز ہیں اور مطلق خلافت کا ارشاد خط دیتے ہیں۔ آپ کے ارشاد خط میں لکھتے ہیں کہ مقبولہ مقبولی و مردودہ مردودی اور دستخط کر دیتے ہیں۔

آپ کو مطلق خلافت دے کر آپ کو اپنے وطن ارچی روانہ کر دیا جاتا ہے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد اخوند زادہ صاحب کی محبت میں اتنے فریفتہ ہوئے کہ آپ کے بغیر نہ رہ سکے۔ لہٰذا دشت ارچی میں آ کر حضرت اخوند زادہ کے بڑے بھائی جو کہ مولٰینا صاحب کے خلیفہ تھے' کی بیٹی سے مولٰینا صاحب شادی کر دیتے ہیں اور مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ارچی میں سکونت

اختیار کرتے ہیں۔ اس کے کچھ عرصہ بعد مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیمار پڑ گئے۔ اور علاج کے لئے پیر سباق (پاکستان) میں آئے اور ایک مرید عبدالسلام کے ہاں رہائش اختیار کی اور یہاں علاج معالجہ شروع کیا لیکن جانبر نہ ہو سکے اور پیر سباق میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وفات پائی۔

اسی دوران افغانستان میں کمیونسٹ انقلاب آیا اور نور محمد ترکئی نے اقتدار سنبھالا۔ تو آپ جیسے علماء واتقاء کے لئے افغانستان میں زندگی گزارنا مشکل ہوگیا۔ آپ کا ایک رشتہ دار جو کہ ترکئی کی حکومت میں اچھی اسامی پر تھا' آپ کو خبر دی کہ آپ یہاں سے نکل جائیں ورنہ ترکئی آپ کو گرفتار کر کے شہید کر دے گا۔ چنانچہ آپ نے افغانستان سے نکل کر پاکستان میں مہاجرت اختیار کی۔ پہلے پہل آپ نے پیر سباق میں سکونت اختیار کی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد آپ نے موجودہ رہائش گاہ منڈی کس میں آ کر مکان و خانقاہ مسجد و مدرسہ تعمیر کر کے رہنے لگے اور یہاں پر رشد و ہدایت میں مصروف ہیں۔ آپ کے بیس ہزار تک خلفاء ہیں ان کے علاوہ ہزاروں مرید ہیں۔

کرامات: آپ کی کرامات بہت ہیں لیکن یہاں چند کرامات بطورِ مشت نمونہ خروار پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) حضرت اخوند زادہ مبارک کی پہلی کرامت تو یہ ہے کہ آپ کے لطائف میں حرکت ظاہری اتنی نمایاں ہے کہ بیس قدم کے فاصلے سے بھی آپ کے لطائف کی حرکت کو آپ کے سینہ مبارک پر دیکھا جاسکتا ہے اور یہی حاصل آپ کے مریدوں کا بھی ہے۔ یہی حرکت آج کل کسی اور پیر کے پاس نہیں۔ دنیا میں آپ واحد پیر مبارک ہیں کہ لطائف اتنا نمایاں حرکت کرتے ہیں۔ کسی پیر میں یہ صفت لازمی ہو کہ وہ یحیٰ ویمیت ہو۔ تو آپ میں یہی صفت موجود ہے کہ مریدوں کے مردہ دلوں میں حیات پیدا کر دیتے ہیں اور بدعات کو مارتے ہیں اور سنت نبوی ﷺ کو زندہ کر دیتے ہیں۔

(۲) حضرت اخوند زادہ صاحب ۱۹۸۷ء میں ضلع سوات کے تو تانو بانڈی نامی گاؤں میں اپنے مطلق خلیفہ محبوب علی خان صاحب کے ہاں تشریف لائے تھے۔ اور ان ہی کے مسجد میں آپ نے لاؤڈ اسپیکر پر اعلان کیا کہ جس کسی آدمی کو اہلسنّت والجماعۃ کی عقائد پر اعتراض ہو۔ تو صبح تک میں یہاں ہوں تو میں چار دلائل یعنی قرآن' حدیث' اجماع و قیاس میں ثبوت پیش کرسکتا

ہوں۔ اس سے تمام گاؤں کے عوام و علماء پر سناٹا چھا گیا کسی میں اتنی جرأت نہ ہوئی کہ آپ سے مقابلہ یا مناظرہ کے لئے آجاتے۔ حالانکہ اکثریت اس گاؤں میں منکرین کی ہے۔

سید جعفر پاچا الحسینی نقشبندی سیفی

سید جعفر ابن سید عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ ابن سید کمال رحمۃ اللہ علیہ ابن سید حسن رحمۃ اللہ علیہ ابن سید ہاشم رحمۃ اللہ علیہ ابن سید لطیف رحمۃ اللہ علیہ ابن سید عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ ابن سید عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ابن میاں سید عباس رحمۃ اللہ علیہ ابن سید محمد جمال رحمۃ اللہ علیہ ابن میاں سید عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ ابن میاں مصطفٰے رحمۃ اللہ علیہ ابن پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ شکوت کوز کونڑ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم کتب فقہ تک مروج علوم ظاہر مختلف جید علماء سے حاصل کیں۔ علم ظاہر کے بعد آپ کو علوم باطنیہ کی طرف میلان طبع ہوا۔ تو آپ نے ۱۳۳۳ سال شمسی میں حضرت مولوی کریم داد صاحب جو کہ انحری ملا صاحب کے نام سے شہرت رکھتے تھے اور دشونکڑی کی پہاڑ میں ایک مقام جس کا نام ہے۔ وہاں پر آپ کی خانقاہ ولنگر خانہ ہے' سے آپ نے سلسلۂ قادریہ میں بیعت کی۔ لیکن مولوی کریم داد صاحب نے ۱۳۴۱ھ میں وفات پائی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد ۱۳۵۳ھ کو آپ نے دشت ارچی کا سفر اختیار کیا۔ اور وہاں مجدد عصر جناب حضرت اخوند زادہ سیف الرحمٰن صاحب پیر ارچی و خراسان سے تجدید بیعت کی۔ اور سلسلۂ نقشبندی میں اذکار کی اجازت حاصل کی۔ ۱۳۵۴ھ میں آپ کو سلسلۂ نقشبندیہ عالیہ میں ماذون مقید کی خلافت دے دی گئی۔ اس سے کچھ عرصہ بعد آپ کو چار ہائے سلسلۂ طریقت (۱) نقشبندیہ عالیہ (۲) چشتیہ شریفہ (۳) قادریہ شریفہ (۴) سہروردیہ شریفہ میں ماذون و خلیفہ مقرر کیا گیا اس کے بعد نور محمد ترکئ نے افغانستان پر سوشلست انقلاب برپا کیا۔ جس کی وجہ سے خلق و پرچم جو کہ سوشلسٹ پارٹیاں تھیں' کے علاوہ تمام مسلمانوں نے افغانستان سے پاکستان اور ایران میں مہاجرت اختیار کی ان مہاجروں میں حضرت سید جعفر پاچا بھی شامل تھے۔ انقلاب کے سال یعنی ۱۳۶۰ھ میں آپ کو چہار ہائے سلسلۂ طریقت میں مطلق خلاف دے دی گئی۔

حال میں حضرت سید جعفر پاچا صاحب موضع ''بیین قبر کھجوری (پاڑہ) میں سکونت رکھتے

ہیں۔ میرے پوچھنے پر آپ نے کہا کہ واپس جانے کا ارادہ نہیں۔ کیونکہ رسول پاک ﷺ نے مدینہ شریفہ کو ہجرت کی تو واپس مکہ معظمہ نہیں گئے۔ کیونکہ فتح مکہ کے بعد آپ واپس مدینہ شریف کو تشریف لے گئے۔ اس لئے ان سنت بھی یہی ہے کہ ہم نے مہاجرت اختیار کی تو واپس بھی نہیں جائیں گے۔ یہی حال حضرت مرشدنا حضرت اخوند زادہ صاحب کے بھی ہیں۔ وہ بھی واپس نہیں جائیں گے۔ بشرط یہ کہ حکومت وقت نے ان کو واپس جانے پر مجبور نہ کیا۔

اولاد: آپ کے چار فرزند ہیں۔ (۱) سید حبیب پاچا آپ نے علوم ظاہری کو نجم المدارس کے مدرسہ سے حاصل کئے اور سند کمیونسٹوں کے پہلے سال ۱۳۵۷ھ میں حاصل کیا اور کمیونسٹوں کے خلاف جہاد میں حصہ لیا۔ (۲) قاری سید محمد قاسم پاچا: آپ نے ۱۳۳۹ش میں حفظ القرآن کریم کا مجوزہ سند حاصل کیا۔ حفظ کے ساتھ آپ نے قرأت و تجوید بھی سیکھ لی۔ اب آپ دونوں کو حفظ القرآن و علم تجوید پڑھا رہے ہیں۔ (۳) سید عبید الرحمٰن پاچا: آپ علم دین حاصل کر رہے ہیں۔ اور ابتدائی کتابیں ختم کر چکے ہیں۔ عنقریب درس نظامی ختم کرنے والے ہیں۔

یہ تمام حضرات حضرت سید جعفر پاچا کے ساتھ ایک ہی گھر میں رہائش پزیر ہیں۔

سید حسام الدین: سید حسام الدین ابن سید محی الدین ابن سید عبدالعزیز ابن سید حسام الدین ابن سید بہاء الدین ابن سید عبداللطیف ابن میر عبداللہ ابن سید عباس ابن سید جمال ابن سید عبدالوہاب۔

سید حسام لدین کنڑ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے دادا عبدالعزیز شاہ پاشا امیر عبدالرحمٰن کے دور میں کنڑ سے ہندوستان چلے گئے تھے۔ اور انڈین آرمی سے وابستہ رہے۔ وہ ترقی کرتے رہے یہاں تک کہ وائسرائے ہند کے اے۔ ڈی۔ سی مقرر ہوئے اور جب اس عہدے سے آپ کو پنشن ملی تو آپ ریاست بھوپال کے ریاستی فوج کے کمانڈر مقرر ہوئے اور وہیں وفات پائی۔

سید حسام الدین کے والد گرامی محی الدین بھی بھوپالی فوج سے وابستہ رہے تھے۔ اور میجر کے عہدے تک پہنچے تھے۔

قیام پاکستان کے بعد سید حسام الدین اپنی زمینوں کی دیکھ بھال کے لئے جڑانوالہ ضلع

فیصل آباد آئے۔ اس سے پہلے ۱۹۴۹ء میں آپ نے اپنی تعلیم انڈیا میں مکمل کی تھی۔ پاکستان میں مختلف مصروفیات کی بناء پر مختلف علاقوں میں رہائش اختیار کی۔ (ماخوذ تاریخ بنون)

ظہیر الدین عیسیٰ ابن سید جمال رحمۃ اللہ علیہ:

آپ سید جمال ابن میاں عبدالوہاب کے دوسرے فرزند ہیں اور سید محمد عباس کے بھائی تھے۔ آپ کی اولاد میں نامی گرامی اور تاریخ ساز ہستیاں پیدا ہوئیں۔ جنہوں نے نہ صرف اپنے علاقے کے مسلمانوں کی خدمت کی بلکہ سارے عالم اسلام کے لئے اپنی زندگی کو وقف کردی۔ آپ کے دو فرزند تھے۔ (۱) سید زین العابدین (۲) سید احمد المعروف شاہ جی بابا۔

سید زین العابدین: آپ کی اولاد میں عالمی شہرت یافتہ شخصیت سید جمال الدین افغانی الحسینی پیدا ہوئے۔ جن کی سوانح عمری اگلے صفحات پر آئے گی۔

سید احمد المعروف شاہ جی بابا: علاقہ کنڑ کے مشہور سادات سلام پور کے سادات آپ کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ کا مزار مبارک پشت میں ہے۔ آپ کے ایک فرزند کا نام سید معصوم ہے۔ سید معصوم کے فرزند کا نام سید غریب ہے۔ سید غریب کے ایک فرزند کا نام سید غلام رسول ہے۔ سید غریب نے اسلام پور تشریف لاکر اسلام پور کو آباد کیا۔

سید محمد امیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ: سید محمد امیر رحمۃ اللہ علیہ ابن سید غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ ابن سید غریب رحمۃ اللہ علیہ ابن سید جمال رحمۃ اللہ علیہ ابن سید عبدالوہاب ابن میاں سید مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ۔

تاریخ مخزن پنجاب جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۵۱۷ و ۵۱۸ کا بیان ہے کہ ۱۵ اگست ۱۸۵۷ء کو انگریزوں کو خبر پہنچی کہ سید محمد امیر نام کے ایک مولوی جو کہ سادات کنڑ میں سے ہے۔ حج کے لئے مکہ و مدینہ گیا ہوا تھا۔ حج کے بعد ترک کے قسطنطنیہ تک کا سفر بھی اختیار کیا وہاں سے واپسی پر جب درہ خیبر پہنچا تو انہوں نے کوکی خیل اور آفریدیوں کا جرگہ بلایا اور جرگہ میں ان لوگوں سے خطاب کیا کہ انگریز سامراج کے خلاف جہاد کے لئے اٹھ کھڑے ہوں۔ لیکن اسی جرگہ نے آپ کی بات نہیں مانی۔ چنانچہ آپ علاقہ مہمند میں گئے اور مہمند قبائل نے آپ کی بات پر لبیک

کہا اور اٹھ کھڑے ہوئے اور جہاد کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ یکم ستمبر ۱۸۵۷ء کو امیر پاشا صاحب کی سرکردگی میں ایک مضبوط لشکر میچنی (علاقہ مہمند) پر حملہ کرنے روانہ ہوا۔ اسی لشکر میں نمبر ۸۱ ہندوستانی پلٹن کے مفرور سپاہی بھی شامل تھے اور جب قلعہ میچنی کے گرد محاصرہ قائم کیا گیا تو انہوں نے قلعہ میں موجود سپاہیوں کو (جو کہ قلات غلزی اور ہندوستانی پلٹن کے سپاہی تھے) اطلاع بھیجی کہ اگر خود کو اور اپنے دین اسلام کو بچانا چاہتے ہو تو قلعہ خالی کردو اور جب ڈپٹی کمشنر پشاور کو پتا چلا تو اس نے امداد کے لئے آفریدیوں کی ایک کمپنی بھیجی۔ لیکن مجاہدین کے سیلاب کے آگے کوئی بھی نہیں ٹھہر سکا۔ مجاہدین نے قلعے کی دیواریں توڑ ڈالے ان سب سپاہیوں کو گرفتار کرنے کے بعد انہیں ملامت کیا کہ تم مسلمان مسلمانوں کے خلاف لڑتے ہو۔

اس کے بعد مجاہدین نے مشورہ کیا کہ پشاور پر حملہ کیا جائے۔ اسی وقت انگریزوں کے ساتھ پشاور میں اتنی فوج نہی تھی جس سے پشاور بچایا جاسکتا تھا۔ لہٰذا انگریزوں نے مکروفریب سے کام لیتے ہوئے مہمند قبائل کو جرگہ سے شکست دی۔ اسی قت جرگہ نے مکروفریب کے ساتھ قبائل مہمند کو یہ تجویز سامنے کی کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کو اپنا علاقہ واپس کیا جائے تو آج کل حکومت دہلی غدر کی لڑائی میں مصروف ہے اور جب جنگ کی بھٹی ٹھنڈی پڑ جائے تو حکومت دہلی کو لکھ کر آپ کو بہتر شرائط کے ساتھ آپ کا علاقہ واپس کیا جائیگا۔ آپ سید امیر پاشا کو واپس کنڑ بھیجدیں اور اپنے ملکوں کو پشاور روانہ کریں تا کہ مزید بات چیت ہوسکے۔ قبائل مہمند کو مکرو فریب سے ورغلایا گیا۔ ورنہ اسی وقت سے انگریزوں کی تسلط سے دریائے اٹک تک علاقہ پاک کیا جاسکتا تھا۔ مہمندوں کا عام لشکر واپس چلا گیا۔ لیکن ترکزی قبیلہ نے جہاد کو جاری رکھا اور پاشا صاحب کی سرکردگی میں وہ انگریزوں پر حملے کرتے رہے۔ (ماخوذ از زمونگ صفحہ ۲۸۸ تا ۲۹۱)

آپ نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ انگریزوں کے خلاف جہاد میں گزارا۔ آج بھی آپ کی اولاد جہاد افغانستان میں مصروفِ عمل ہیں۔ آپ کے ایک پوتے سید خلیل اللہ پاشا صاحب سے راقم الحروف ناوگئی یا جوڑ کیمپ میں ملا تھا۔ وہ تازہ جہاد افغانستان سے واپس ہوئے تھے۔

اس سے پہلے خلیل اللہ پاشا صاحب سردار داؤد کے زمانے میں فوج میں لیفٹینٹ کے عہدے پر فائز رہے تھے۔ اب عبدالرسول سیاف صاحب کے دفتر واقع سمر باغ (ضلع دیر میں راشننگ کے انچارج ہیں اور اپنے پیشرو آباء و اجداد کا سلسلۂ جہاد جاری رکھے ہوئے ہیں اور

طاغوتی طاقتوں کے خلاف لڑتے ہیں یہی ان کے اجداد کا شیوہ تھا اور یہی شیوہ انہوں نے بھی اپنایا ہوا ہے۔

سید میر صاحب جان المعروف شیخ پاچا:

سید میر صاحب جان رحمۃ اللہ علیہ ابن سید میاں جی ابن سید غلام رسول ابن سید غریب ابن سید معصوم ابن سید احمد ابن سید ظہیر الدین عیسیٰ ابن سید جمال۔

شیخ پاشا آپ کو طریقت کی وجہ سے کہا جاتا تھا۔ آپ سلام پور کے مشہور سادات میں تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ساری عمر انگریزوں کے خلاف جہادوں میں گزاری۔ آپ ملا نجم الدین المعروف بہ ہڈے ملا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ماذون تھے۔ ہڈے ملا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اخوند عبدالغفور المعروف سید و بابا رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ جس وقت ہڈے ملا صاحب علاقہ مہمند میں انگریزوں کے خلاف جہاد میں مصروف تھے تو آپ بھی بہ نفس نفیس شامل ہوتے تھے ان سب غزوات میں سے ایک غزوہ انگریزوں کے خلاف ۱۹۰۸ء میں لڑا گیا۔ اس غزوہ کا پس منظر یہ تھا کہ مالاکنڈ کے مقام پر مولینا سعد اللہ خان المعروف سرتور فقیر نے ۱۸۹۷ء کو انگریزوں کے خلاف ایک لڑائی لڑی اس جہاد میں ہڈے ملا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور اس کے مرید نیز قبائل مہمند اور اتمانخیل جوق درجوق شامل ہوئے تھے اور فرنگیوں کو سخت نقصان پہنچایا تھا۔ چنانچہ انگریزوں نے فیصلہ کردیا کہ مہمندوں اور اتمان خیلوں کو سخت سزا دینی چاہئے۔ اس لئے کرنل ریڈ کی کمان میں انگریز فوج نے اتمان خیل پر حملہ کردیا۔ سخت لڑائی ہوئی۔ اس لڑائی میں شیخ پاشا بذات خود موجود تھے۔ ۱۹۰۸ء میں انگریزوں نے علاقہ مہمند کے قلعوں واقع شبقدر اور میچنئ کو مزید فوج بھیجی۔ یہی فوج جنرل ویکاک کی کمان میں میچنی پہنچی تو مہمند قبائل نے اٹھ کر ان پر حملہ کیا اور جنگ شروع ہوئی۔ یہی لڑائی میچنئ سے لیکر شبقدر تک پھیل گئی۔ اس لڑائی میں بھی شیخ پاشا موجود تھے۔ انگریزوں کو کوئی اور راستہ نہ سوجھا تو فوج کو واپس کردیا۔ اور واپسی میں انگریزوں کو سخت نقصان پہنچا۔ ۱۹۱۳ء میں شیخ پاشا نے انگریزوں کے خلاف ایک اور لڑائی لڑی جس کی قیادت وہ خود کررہے تھے۔ آپ تمام عمر مہمند و کنڑ میں انگریزوں کے خلاف لڑتے رہے۔ آخری عمر میں حج کرنے چلے گئے۔ حج سے واپسی پر امیر امان اللہ خان کے دور میں

وفات پائی۔

اولاد: آپ کے تین فرزند (۱) سید مصطفیٰ (۲) سید عباس (۳) سید حسین (لاولد)

آپ کی اولاد میں سے اکثر آج کل جہاد افغانستان میں شامل ہیں۔

سید جمال الدین افغانی رحمۃ اللہ علیہ

سید جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ ابن سید صفدر رحمۃ اللہ علیہ ابن سید علی رحمۃ اللہ علیہ ابن سید زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ ابن سید ظہیر الدین عیسیٰ ابن سید جمال رحمۃ اللہ علیہ ابن میاں سید عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ ابن میاں سید مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ ابن حضرت سید علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ المعروف پیر بابا رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

سید جمال الدین الحسینی الافغانی عالمی شہرت یافتہ منجھا ہوا سیاست دان تحریر و تقریر میں ایک کہنہ مشق مقرر اور دل موہ لینے والی شخصیت۔

آپ کی شخصیت میں مقناطیسیت تھی اور انداز گفتگو ایسی کہ پورے اثر کے ساتھ دل میں اترے۔ اپنے وقت کے مجدد عظیم' جنہوں نے اپنی زندگی مسلم قومیت کے لئے وقف کر رکھی تھی۔

آپ داعی اتحادِ اسلامیہ تھے آپ کی سوانح عمری اور افکار پر بیشمار کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔

آپ چونکہ حضرتِ پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے شجر کے ایک شاخ ہیں اس لئے اپنے ناتوان قلم کو ان جیسے عظیم شخصیت پر اٹھا رہا ہوں اور مختصراً ان کی سوانح حیات رقم کر رہا ہوں۔

ولادت: آپ بمطابق ۱۸۳۸ء برات کے مہینے میں سیف صفدر کے گھر اسعد آباد علاقہ کنڑ میں پیدا ہوئے۔ اسعد آباد چونکہ پشت کے بالمقابل اور پٹن نامی گاؤں کے نزدیک تھا۔ نیز چغہ سرائے اور نور گل نامی گاؤں کے عین درمیان میں واقع تھا۔ اب یہی گاؤں دریائے کنڑ نے اپنے ساتھ بہا کر ویران کر دیا ہے اور چند کھنڈرات اب بھی موجود ہیں۔ سید صاحب کی والدہ قبیلہ یوسفزئی سے تھی۔ (تذکرہ افغانی از عبدالحلیم اثر صاحب)

تعلیم: سید جمال الدین افغانی رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی اور سید فقیر پاشا

سے حاصل کی۔

بحوالہ مسٹر جارج کورٹش سید افغانی رحمۃ اللہ علیہ لڑکپن میں بہت ذہین تھے۔ ایک اور انگریز مستشرق مسٹر بلنٹ اپنی کتاب ''مصر پر انگریزوں کا قبضہ'' میں سید جمال الدین افغانی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تقریر درج کرتے ہوئے لکھتے ہیں اس میں سید صاحب لکھتے ہیں کہ سید صاحب لڑکپن میں جلال آباد آئے تھے اور ایک ہندی عالم سے درس حاصل کیا۔

سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کابل کے علماء کے درس میں بھی شامل ہوئے۔ اس کے بعد آپ ہندوستان تشریف لائے اور تقریباً ڈیڑھ سال تک انہوں نے مشرقی علوم کے علاوہ مغربی علوم بھی سیکھے۔ فارسی، ترکی زبان کی انشاء و ادب پہلے سے آپ نے سیکھی ہوئی تھیں۔ ہند میں قیام کے دوران آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انگریزی زبان پر دسترس حاصل کی۔ اس کے علاوہ قدیم و جدید فلسفے کو بھی پڑھا۔ قدیم اور جدید فلسفے کی دلائل کو اپنی فکر و صلاحیت کو بروئے کار لاکر علوم عقلیہ ''علم النفس'' اور ''علم الاخلاق'' میں اضافہ کرکے ایک نئی مکتب فکر کو جنم دیا اور یورپ کے جدید فلسفے کے مقابلے میں ''اسلام علم کلام'' کو اپنی دلائل سے لیس کرکے ترتیب دیا۔ خصوصاً یورپ کے جدید فلسفے، جدلیاتی مادیت اور دھریت، جو کہ الحاد سے بھرپور ہے، اس کے مقابلے میں مسلمان علماء کے لئے ایک نیا طرز فکر اور نئے عملی راستے کی بنیاد ڈالی۔ اور جدید فلسفے کے مقابلے میں اپنی ایک کتاب 'الرد علی الدھرین'' لکھی۔ یہ کتاب فارسی زبان میں لکھی گئی۔ جو کہ جدلیات پرستوں کے لئے ایک منہ توڑ جواب تھا آپ کے شاگرد محمد عبدہ نے اس کتاب کا عربی ترجمہ بھی کیا۔ اور اس کے بعد آپ کے مکتب فکر پر آپ کے شاگرد اور علمائے وقت نے چل کر دہریت کے خلاف قلم سے جہاد کیا۔

۱۲۷۳ھ بمطابق ۱۸۵۷ء کو ہندوستان میں ٹھہرنے کے بعد آپ حج کی غرض سے مکہ معظمہ چلے گئے۔ حج کے دوران عربوں کا مطالعہ کیا۔ نیز عالم اسلام سے آئے ہوئے مسلمانوں کو بھی دیکھا۔ حج کے مہینے میں تمام مسلمان ایک مرکز پر جمع ہوجاتے ہیں۔ اس لئے آپ نے مکہ معظمہ کو ''ام القریٰ'' کا خطاب دیا۔ اور یہاں پر آپ نے ایک انجمن جمعیۃ ''ام القریٰ'' بنایا اس انجمن کے اغراض و مقاصد یہ رکھے کہ تمام عالم اسلام کے لئے اتحاد ناگزیر ہے۔ اور لوگوں

کو اتحاد کی دعوت یہی انجمن دے گا۔ اس طرح اتحاد ملت اسلامیہ کی دعوت اور تبلیغ کے لئے ایک اخبار بھی جاری کیا۔ جو بعد میں مکہ مکرمہ کا مشہور روزنامہ بن گیا۔ اقوام متحدہ کی تشکیل اسی جمعیت ''ام القریٰ'' کی بنیادی تخیل کی روشنی میں ہوئی۔ اب بھی ''ام القریٰ'' مکہ کی ایک عظیم یونیورسٹی ہے۔ جس میں اسلامی ممالک کے طلباء درس لیتے ہیں۔

حج سے واپسی پر سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عرب ملکوں اور ہندوستان کا دورہ کیا۔ نیز یہاں سیاسی نظام کا گہرا مطالعہ کیا۔ جس سے آپ کے تجربے اور علمیت میں بڑا اضافہ ہوا۔ اس طرح آپ ایک قابل مفکر اور عالم بن گئے۔ افغانستان واپسی پر امیر دوست محمد خان نے آپ کو ایک ذمہ دار افسر مقرر کیا۔ نیز اپنے بیٹے محمد اعظم خان کا اتالیق مقرر کیا۔ دوست محمد خان کی وفات پر اس کے دونوں بیٹے محمد اعظم خان اور شیر علی خان تاج و تخت کے لئے لڑنے لگے۔ محمد اعظم خان کی اتالیق ہونے کی وجہ سے آپ اس کے ساتھی بن گئے۔ اور جب محمد اعظم خان کو فتح نصیب ہوئی۔ تو سید صاحب کو وزیر اعظم بنادیا گیا۔ اسی وقت سید صاحب کی عمر ستائیس برس تھی۔ لیکن جب امیر شیر علی خان نے محمد اعظم کو شکست دی تو اعظم خان مزار شریف کی طرف بھاگ گیا اور پھر وہاں سے ایران چلا گیا۔

امیر شیر علی خان نے سید صاحب سے کہا کہ اعظم خان کا ساتھ چھوڑ کر اس کی حکومت میں شامل ہوجائے۔ لیکن سید صاحب نہ مانے اور اپنے پرانے ساتھی اعظم کے خلاف شیر علی خان کا ساتھ نہیں دیا۔ اور جب خوشامدیوں نے شیر علی خان کو انہی سید صاحب کے خلاف ورغلایا تو آپ کی خفیہ نگرانی ہونے لگی اور جب سید صاحب کو نگرانی کا پتا چلا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اس پر بہت خفا ہوئے۔ اور تہیہ کرلیا کہ اب اس ملک کو چھوڑنا چاہیئے۔ چنانچہ شیر علی خان سے حج کی اجازت طلب کی۔ تو شیر علی خان نے کہا کہ ہندوستان کے راستے حج جاسکتے ہو۔ کیونکہ امیر کو خطرہ تھا کہ اگر سید صاحب ایران کے راستے گیا تو مبادا اعظم خان کے ساتھ اس کے خلاف گٹھ جوڑ کرے۔

بحوالہ خوگیانی صاحب کابل چھوڑنے سے قبل اس نے اصلاحی کاموں کی ایک فہرست بنائی۔ وہ بالا حصار میں امیر سے ملکر اسے حوالے کردی اور امیر شیر علی خان سے اس پر عمل کرنے کی استدعا کی۔ جس پر بعد میں امیر نے عمل درآمد کیا۔

ہند میں آمد: ۱۲۸۵ھ بمطابق ۱۸۶۹ء کو سید صاحب براستہ پشاور ہندوستان داخل ہوئے تو آپ کا شاندار استقبال کیا گیا۔ لیکن انگریزوں نے محسوس کیا کہ اگر سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہند میں رہ گئے تو انگریز استعمار کے خلاف کام کرے گا اور لوگوں کو آزادی کیلئے اکسائے گا۔ لہٰذا انگریز حکومت نے سید صاحب پر تحریر و تقریر کی مکمل پابندی لگادی اور اس کی خفیہ نگرانی کرنے لگے۔ اور جب لوگوں کو پتا چلا کہ سید صاحب کی نگرانی ہورہی ہے تو لوگوں نے جوش و غضب کا مظاہرہ کیا۔ لہٰذا انگریزوں نے سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ہندوستان چھوڑنے پر مجبور کیا۔

مصر میں آمد: ہندوستان میں انگریزوں نے حج کے موقعہ سے پہلے پہلے سید صاحب کو ہند چھوڑنے کا حکم دیا۔ تو سید صاحب مجبوراً ہند سے مصر روانہ ہوئے۔ آخر ۱۸۷۰ء کے ابتدائی دنوں میں سید صاحب مصر کے قاہرہ شہر میں داخل ہوئے۔ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مصر کی سیاست کا مطالعہ کیا۔ نیز جامعہ ازہر میں طلبہ اور اساتذہ سے ملے۔ مصر کے مفتی اعظم محمد عبدہ جو کہ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ بعد میں مفتی صاحب نے سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک اور شاگرد سید رشید رضا کو ایک خط لکھا۔ جس میں سید صاحب کے مصر میں پہلی بار آمد کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ”میں شامی طلباء کے ساتھ بیٹھا تھا کہ ایک شامی طالب علم نے کہا کہ خلیل مصر کے ہاں ایک افغان عالم مہمان ہے جو کہ جید عالم ہیں۔ اس سے ملنا چاہئے۔ لہٰذا وہ اپنے ایک دوست شیخ حسن کے ساتھ ان سے ملنے روانہ ہوئے۔ اسی وقت سید صاحب اپنے خادم ابوتراب کے ساتھ کھانا تناول فرمارہے تھے کہ ہم داخل ہوئے ہمیں بھی کھانے کیلئے کہا لیکن ہم نے عذر کیا۔ کھانے کے بعد باتوں کے دوران سید صاحب قرآن پاک کی چند آیات کا ترجمہ کیا۔ اور مختلف مفسرین کی آراء کے بارے میں ہم سے پوچھا۔ ہم نے جواب دیا پھر سید صاحب اس پر بحث کرنے، مفسرین کے تفسیر نیز صوفیاء کے آراء بیان کرنے لگے اور بعد میں دونوں آراء میں جو کمی رہ گئی تھی، آپ اس پر بحث کرنے لگے۔ ایسا معلوم ہونے لگا جیسے علم اور معرفت کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہو اور ہمیں ایسا متاثر کیا کہ محفل سے دل اٹھنے کو نہ

چاہا۔"

ترک میں آمد: سید صاحب کا ارادہ حجاز جانے کا تھا۔ کیونکہ جو انجمن انہوں نے "جمعیۃ ام القریٰ" بنائی تھی۔ اس کو فعال بنانا تھا لیکن اسی اثناء میں خلیفۃ المسلمین کا شاہی فرمان سید صاحب کو ملا اور ان کو ترکیہ طلب کیا گیا تھا۔ لہٰذا سید صاحب نے دعوت قبول کی اور ترک روانہ ہوئے۔ ۱۲۸۷ھ بمطابق ۱۸۷۰ء میں سید صاحب ترک میں داخل ہوئے اور سلطان عبدالعزیز نے ان کا شاندار استقبال کیا۔ اسی وقت سید صاحب پختونوں کے لباس میں ملبوس تھے۔ سید صاحب ترکیہ میں چھ ماہ گذارنے کے بعد محکمہ تعلیم میں ایک رکن کی حیثیت سے مقرر ہوئے۔ سید صاحب نے محکمہ تعلیم میں ایسی اصلاحات نافذ کردیں جن سے ایسے طالب العلم بیدار ہوں جن کے دل اور روح مسلمان ہوں۔ اور وہ عالمی سطح پر اسلام کے لئے کام کریں۔

شیخ الاسلام کے ساتھ مخالفت پیدا ہوئی جس کی اصل وجہ سید صاحب کی وہ اصلاحات تھی جو وہ مسلمانوں کے لئے کرنا چاہتے تھے۔ یورپی استعمار اور دہریت سے بھرپور نظریات کے خلاف ایسے افراد کی جماعت بنانا چاہتے تھے کہ ان نظریات کا شدومد سے مخالفت کی جائے اور مسلمانوں کو متحد کرنے کے لئے کام کیا جائے شیخ الاسلام سمجھ رہا تھا کہ اس سے اس کی عزت میں کمی آجائیگی۔ دوسری بات یہ کہ ترکیہ کی صنعت وحرفت کے شعبہ دارالفنون کے مدیر تحسین آفندی نے سید صاحب سے استدعا کی کہ وہ فنون وصنعت پر ایک مدلل تقریر کریں کہ لوگوں کے دل میں صنعت کے ساتھ وابستگی پیدا ہوکر اس شعبہ میں ترقی کی جاسکے۔ سید صاحب نے تقریر تیار کی۔ سب سے پہلے حکومت کے ذمہ دار افراد کو دکھائی پھر ایک دن مقرر ہوا اور سید صاحب نے یہی تقریر دارالفنون میں کی۔ اس پر شیخ الاسلام نے اس کی تقریر میں کیڑے نکالنے شروع کی۔ چند اخباروں کے صحافیوں اور مساجد کے ملاؤں کو آمادہ کیا تاکہ وہ سیّد صاحب کے خلاف تحریک چلائیں۔ جب سید صاحب کو پتا چلا تو انہوں نے شیخ الاسلام پر مقدمہ چلانا چاہا۔ لیکن دوستوں نے منع کیا اور جب اس کے خلاف اخباروں میں بیانات آنے لگے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی شیخ الاسلام آفندی کے خلاف قلمی جنگ لڑنے لگے۔ معاملہ جب بڑھ کر سلطان تک پہنچا تو اس نے شیخ الاسلام کی طرفداری کی اور سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ترکیہ چھوڑنا پڑا۔

مصر واپسی: ۱۲۸۹ھ بمطابق ۱۸۷۱-۷۲ء کو سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ دوبارہ مصر آئے اور مصر کے وزیر اعظم ریاض پاشا نے آپ کی شہرت سنی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ سے مل کر بہت متاثر ہوئے۔ اور مصر میں طویل مدت تک قیام کرنے کے لئے کہا۔ ریاض پاشا نے بادشاہ مصر خدیو اسماعیل سے ہزار قرش (۱۲۵ روپے) ماہانہ وظیفہ مقرر کیا چنانچہ مصر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ ٹھہر گئے۔ وہ اپنے گھر میں درس دینے لگے۔ علم الکلام، فلسفہ فلکیات، تصوف اور فقہ کی درسی کتب کا درس دینے لگے۔ آپ کا طرزِ درس جامع الزہر سے جداگانہ تھا۔ پہلے آپ ایک مسئلے کی وضاحت کرتے۔ پھر درسی کتاب پڑھتے۔ پھر اس مسئلے کے بارے میں اپنی تقریر کرتے۔ اور کتاب کے دلائل پر مجتہد کی طرح بحث کرتے تھے۔

سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی علم کی شہرت مصر میں جگہ جگہ پہنچی اور علم کے پیاسے لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں آ کر اپنے علم کی پیاس بجھاتے تھے۔ مصر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بہترین شاگرد پیدا کیے۔ جنہوں نے بعد میں اسلامی دنیا میں جگہ جگہ انقلابات برپا کیا۔ ان میں چند کے نام یہ ہیں: (۱) شیخ محمد عبدہ (۲) علامہ سید رشید رضا (۳) سعد زاغلول (۴) امیر شکیب ارسلان (۵) محمد کرد علی (۶) ہیکل پاشا (۷) ادیب اسحاق۔

مصر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تنظیم جس کا نام العروۃ الوثقیٰ (مجلس وطنی) بنایا۔ اس تنظیم میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد، مرید، علماء اور شریف لوگ شامل ہوگئے عام لوگوں میں اخبار پڑھنے کا شوق پیدا کیا۔ اور آپ کے شاگرد مستقبل کے مشہور صحافی بن گئے۔ جن میں سعد زاغلول پاشا اور ادیب اسحاق قابل ذکر ہیں۔ اس انجمن کے تین اخبار مصر سے نکلنے لگے۔

اسی وقت مصر کی حالت دگرگوں تھی۔ خدایو اسماعیل نے نہر سویز کو انگریزوں اور فرانسیسیوں کے ہاتھوں فروخت کر ڈالا۔ سید صاحب چونکہ یورپی استعماریوں سے نفرت کرتے تھے لہٰذا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے خلاف زبردست مضامین لکھے جو کہ ان کے انجمن کے اخباروں میں چھپ گئے۔ جس سے انگلستان میں ترجمے ہوئے اور انگریز بڑے پریشان رہے اور جب مصر میں سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تنظیم کے اثرات زیادہ ہوئے تو انگریزوں نے ان کے خلاف حکومت وقت کو اکسایا۔ خدیو اسماعیل مستعفیٰ ہوگئے تھے اور ان کی جگہ توفیق پاشا بادشاہ بن گئے۔

تو اس نے سید صاحب کو مصر چھوڑنے کا حکم دیا۔

ہندوستان میں دوبارہ آمد: ۱۲۹۶ھ بمطابق ۱۸۷۹ء کو سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ مصر سے رخصت ہوئے اور ہندوستان میں حیدر آباد دکن آئے۔ اسی زمانے میں ہندوستان میں دہریوں کا زور تھا اور یہاں سید صاحب نے ان کی رد میں ایک کتاب لکھی۔ جس کا نام ''الرد علی الدھرین'' تھا۔ مصر میں انقلابی تحریک اعرابی پاشا کے زیر قیادت اٹھی۔ اور انگریزوں نے یہ سمجھا کہ اس میں سید صاحب کا ہاتھ ہے۔ چنانچہ سید صاحب کو حیدر آباد سے کلکتے منتقل کیا گیا۔ ہندوستان میں سید صاحب دو سال تک نظر بند رہے اور جب مصر میں حالات سازگار ہوئے۔ تو آپ کو کہیں بھی جانے کی اجازت دے دی گئی۔

انگلستان میں آمد: لہٰذا سید صاحب ۱۸۸۳ء کو انگلستان گئے۔ انگلستان سے پھر فرانس (پیرس) آئے اور اپنے شاگرد محمد عبدہٗ کو اپنے پاس بلاکر مصر کی تنظیم کے نام ''العروۃ الوثقیٰ'' پر ایک اخبار عربی زبان میں شائع کردیا۔ اس اخبار کا مقصد دنیائے اسلام کے مسلمانوں کو ایک مرکز پر جمع کرنا تھا۔ اخبار کے مضامین نے یورپ میں ایک تہلکہ مچایا۔ اس لئے حکومت کے اشارے پر چھاپہ خانے نے انکار کردیا۔ اس طرح مصر اور ہندوستان میں اس اخبار پر پابندی لگادی گئی۔ مجبوراً اخبار کو بند کرنا پڑا۔ جبکہ اٹھارہ بار اس کو چھاپ دیا گیا تھا۔

پیرس میں سید صاحب مشہور فلسفی موسیو رینان کے ساتھ سائنس اور اسلام پر مدلل بحث متعدد بار کرچکا تھا اور وہ سید صاحب کے مضبوط دلائل سے متاثر ہوئے تھے۔ ان دنوں مہدی سوڈانی نے سوڈان میں بغاوت کی تو انگریزوں نے اس معاملے میں سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بات چیت کرنے کے لئے انگلستان آنے کی دعوت دی۔ وہاں پر ایران کے شہزادہ ملکم خان سے ملاقات ہوئی شہزادہ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بہت متاثر ہوئے۔ اس کے بعد سید صاحب روس گئے۔ کیونکہ وہاں مسلمانوں پر مظالم ہو رہے تھے۔ وہ زار روس سے ملے اور وہاں مذہبی کتابوں پر جو پابندیاں لگی ہوئی تھی۔ زار نے اس سے پابندی اُٹھادی اور سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو روس میں ٹھہرنے اور شیخ الاسلام کا عہدہ دینے کی پیشکش کی۔ لیکن سید صاحب نے

قبول نہیں کیا اور واپس پیرس آئے۔ وہاں سے نجد جانے کا ارادہ تھا کہ ایران کے بادشاہ ناصر الدین نے ان کو ایران آنے کی دعوت دی۔

ایران میں آمد: سید صاحب رحمہ اللہ علیہو ہاں سے ایران چلے گئے۔ بادشاہ نے ان کو بہت عزت دی اور اسے وزیر جنگ بنایا۔ یہاں پر سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی علمیت کا چرچا ہوا تو لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آنے جانے لگے۔ اس سے بادشاہ کو خطرہ پیدا ہوا۔ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ بادشاہ کے رویئے سے سمجھ گیا اور روس جانے کی اجازت طلب کی۔ بادشاہ نے اجازت دے دی۔ ۱۸۸۷ء کو دوبارہ روس میں داخل ہوئے اور افغانستان و روس کے اتحاد پر کوشش کی۔ ۱۸۸۹ء میں روس سے جرمنی گئے پھر پیرس گئے۔ وہاں ایران کے بادشاہ سے ملاقات ہوئی۔ بادشاہ نے پھر دعوت دی۔ لہٰذا آپ رحمۃ اللہ بادشاہ کے ساتھ واپس تہران آئے۔ سید صاحب بادشاہ کے مصاحب تھے اور اکثر امور حکومت میں بادشاہ کو اصلاح کا مشورہ دیتے تھے۔ جس سے وزیر اعظم بدگمان ہوئے اور اس نے بادشاہ کو بدگمان کردیا۔ چنانچہ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ عبدالعظیم بابا رحمۃ للہ علیہ کے مزار پر جانے اور وہاں رہنے کی اجازت طلب کی۔ اجازت ملنے پر وہاں رہنے لگے۔ یہ بات یاد رہے کہ شاہ عبدالعظیم رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر جب کوئی مجرم پناہ لیتا ہے تو اسے کچھ نہیں کہا جاتا۔ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں آٹھ مہینے گذارے۔ اس اثناء میں آپ کی شہرت ایران کے کونے کونے میں پہنچی اور لوگ جوق درجوق آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آنے لگے۔ بادشاہ یہ سمجھا کہ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ انقلاب برپا کرنا چاہتے ہیں لہٰذا فوراً اس کو گرفتار کرنے کا حکم دیا۔ سید صاحب بیمار تھے۔ نیز برفباری کا موسم تھا۔ سید صاحب کو بیماری کی حالت میں گھسیٹ کر ایک ٹٹو پر سوار کرایا گیا اور اسی حالت میں بصرہ کی سرحد پر چھوڑ دیا۔ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ بصرہ میں اس وقت ٹھہرے رہے جب تک صحت یاب نہ ہوئے۔ پھر وہاں سے لندن چلے گئے۔

سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایران جانے کے بعد ایران کی حالت خراب ہوئی خزانہ خالی تھا۔ بادشاہ نے ریلوے کا ٹھیکہ انگریزوں کو دیا۔ اس پر لندن میں مقیم ایرانی سفیر شہزادہ ملکم خان

نے اس کے خلاف آواز اٹھائی اس کو اس کے عہدے سے برطرف کردیا گیا۔ چنانچہ اس نے لندن سے ایک اخبار ''قانون'' جاری کردیا جس میں سید صاحب کے مضامین چھاپنے لگے۔ ایران میں اس اخبار پر پابندی تھی لیکن کسی نہ کسی طریقے سے اس کے پرچے ایران پہنچ جاتے تھے۔ لوگ شوق سے پڑھتے تھے اور بادشاہ کے خلاف غم وغصہ بڑھتا گیا۔ سید صاحب نے وہاں سے ایران کے مجتہد اعظم کے نام ایک خط لکھا اور اس کے نقول ایران علماء کے پاس بھیج دیئے۔ اس خط میں یورپین کے ٹھیکوں کے خلاف اور خاص کر تمباکو پر بحث کیا گیا تھا اور اس خط میں شریعت اسلام کو ایران پر لاگو کرنے کی اپیل کی گئی تھی۔ نیز بادشاہ کے کردار اور نااہلی کو اجاگر کردیا گیا تھا۔ ایران میں اس خط کو مسودے پھیل گئے اور اس خط نے ایران کے طول وعرض میں ایک طوفان برپا کردیا۔ علماء اور امام نے یہ فتویٰ دے دیا کہ آج کے بعد جس کسی نے تمباکو کسی بھی شکل میں استعمال کیا تو اس عمل کو امام وقت سے بغاوت کے مترادف سمجھا جائیگا۔ اس پر ایران میں ایک آگ بھڑک اٹھی آخر مئی ۱۸۹۶ء میں بادشاہ ناصر الدین عبدالعظیم بابا کے مزار پر گئے ہوئے تھے کہ وہاں قتل کردیا گیا۔

سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ لندن میں تقریباً ڈیڑھ سال تک ٹھہرے رہے۔ مختلف اخبارات میں بیانات اور مضامین دیتے رہے جو کہ عالم اسلام کے اتحاد کے بارے تھے۔ اسی اثنا میں ترکیہ کے سفیر رستم پاشا نے سلطان عبدالحمید کی طرف سے سید صاحب کو دعوت دی لیکن انہوں نے انکار کیا۔ آخر سلطان نے قسطنطنیہ سے دو تین بار تار دیئے۔ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس شرط پر کہ دوبارہ جلد واپس آؤں گا دعوت قبول کی۔

دوبارہ ترک میں آمد: ۱۸۹۲ء میں سید صاحب ترکیہ کو روانہ ہوئے۔ سلطان نے سید صاحب کو بہت عزت دی۔ رہنے کے لئے نشان طاؤس میں ایک محل دیا۔ دو گھوڑوں کا ایک یکہ اور پچھتر پونڈ ماہانہ وظیفہ مقرر کیا۔ اسی وقت ترکیہ کی سلطنت کی حالت کمزور تھی۔ اکثر علاقے ہاتھوں سے نکل گئے تھے۔ بادشاہ چاہتا تھا کہ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے اس کی خلافت کو استحکام ملے۔ اور عالم اسلام متحد ہوکر ایک مرکز پر جمع ہوجائے۔ لیکن دونوں میں اختلاف پایا جاتا تھا اس لئے کہ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ عالم اسلام کو متحد کرنا چاہتے تھے جبکہ

سلطان خود کو مضبوط کرنا چاہتا تھا۔ ایران کے بادشاہ نے سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی گرفتاری کے لئے لکھا لیکن سلطان نے نہیں مانا۔ اور جب ایران کا بادشاہ قتل ہوا تو سلطان عبدالحمید کو بھی خوف محسوس ہوا۔ بادشاہ کے درباریوں نے سلطان کو اکسایا۔ انہی دنوں مصر کا بادشاہ ترک آیا ہوا تھا تو اس نے کہا کہ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ مصر کے بادشاہ کو خلیفہ مقرر کرنا چاہتے ہیں۔ جس پر عبدالحمید مزید شک میں پڑ گیا۔ اور سید صاحب کو نظر بند کر دیا۔ اسی دوران سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر سرطان (کینسر) کا حملہ ہوا۔ اور آپ نے ویانا جانے کی اجازت طلب کی۔ لیکن اجازت نہیں دی گئی۔ چار سال ترک میں گزارنے کے بعد مارچ ۱۸۹۷ء کو انہوں نے ترکیہ میں وفات پائی۔ بعض روایات کے مطابق ترک بادشاہ نے آپ کو زہر دیا تھا۔ جس سے موت واقع ہوئی اور وہاں ترک میں دفن کئے گئے۔ بعد میں آپ کا جسد مبارک احترام کے ساتھ افغانستان لایا گیا اور افغانستان میں دفن ہوئے۔

افکار و نظریات: آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ساری زندگی عالم اسلام کے اتحاد، مسلم قومیت کی آزادی، اور قومیت کے لے ایک درد اور کسک میں گزاری۔ آپ کی افکار کو بہت سے شعراء اور دانشوروں نے اپنایا۔ مثلاً علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی شاعری میں آپ کی فکر سمو دیا ہے۔ حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو خراج تحسین دیتے ہوئے فرمایا۔

سید السادات مولینا جمال
زندہ از گفتار او سنگ و سفال

آپ کے افکار ہی کی بدولت مختلف علاقوں کے مسلمانوں نے اٹھ کر یورپی استعماری قوتوں کا طوق غلامی اپنے گلے سے اتار پھینکا۔ مسلمانوں میں بیداری پیدا ہوئی۔ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تخیل پر چالیس سال بعد اقوامِ متحدہ کی تشکیل ہوئی جبکہ ستر سال بعد مسلمانوں نے محسوس کیا کہ متحد ہونے کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں۔ اس لئے اسلامی سیکریٹریٹ کا قیام عمل میں آیا۔ اور اسلامی دنیا کے سربراہان نے ایک کانفرنس لاہور میں منعقد کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے افکار کے کل چھ اہم نکات تھے۔

(۱) دنیائے اسلام کو ایک مرکز، ایک خلافت ایک جھنڈے تلے جمع ہونا چاہئے۔

(۲) فرقہ واریت، شعوبیت کے خلاف کام کرنا اور مسلم قوم ایک ہی قوم کا نام ہے نہ اس میں عربی ہے نہ عجمی نہ ایرانی ہے نہ افغانی نہ سندھی ہے نہ بلوچی۔ سب ایک قومیت کا نام ہے۔ جسے مسلم قومیت کہا جاتا ہے۔

(۳) یورپ کا جدید فلسفہ جو کہ دہریت اور نیچرل اِزم سے بھرپور ہے اور یہی جدلیات کا نظریہ سوشلزم اور کمیونزم کی شکل میں نافذ ہو رہا ہے اس کی رد میں کتابیں لکھی جائیں۔

(۴) دنیائے اسلام میں ایسے افراد پیدا ہوں جو اپنے ملکوں میں انقلابات لاکر یورپی استعماری طاقتوں کے پنجوں سے اپنے آپ کو بچائیں۔ اور اتحاد اسلامیہ کے لئے کوشش کریں۔

(ماخوذ از ''سید جمال الدین افغانی'' (فضل حق شیدا))

۲: سید مرزا شاہ ابن سید محمد جمال:

آپ سید محمد جمال کے بیٹے اور میاں عبدالوہاب کے پوتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ علاقہ کنڑ سے آکر چچھ ضلع کیمبلپور میں رہائش اختیار کی۔ یہاں پر آپ کے نام پر ایک گاؤں موضع مرزا بنا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہیں وفات پائی اور اسی گاؤں میں دفن ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ لاولد تھے۔

۳: سید شاہ مرتضیٰ ابن سید محمد جمال جد سادات ایبٹ آباد ہزارہ:

آپ سید محمد جمال کے بیٹے اور میاں سید عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے تھے۔ آپ علاقہ کنڑ سے بنیر آئے۔ آپ مہم جو تھے۔ لہٰذا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے گدون امازئی آکر جدون کی ایک فوج تیار کی اور ہزارہ پر حملہ کر دیا۔ غالباً یہ واقعہ ۱۷۱۹-۲۰ء کا ہے۔ اس سے پہلے آپ کے والد کے چچا زاد بھائی سید جلال رحمۃ اللہ علیہ ابن سید قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے پکھلی سرکار پر حملہ کر کے فتح کیا تھا۔ اور وہاں کے بادشاہ بنے تھے جن کا ذکر سید قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کے حصے میں آئے گا۔

جس وقت شاہ مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے ہزارہ پر حملہ کیا تھا اس وقت عالمگیر مغل بادشاہ وفات پاگئے۔ اور مغل حکومت روبہ زوال تھی۔ پکھلی سرکار میں موجود ہری پور اور اس کے ملحقہ

علاقے بھی شامل تھے اور اس علاقے کا حاکم سلطان محمود خورد تھا جو کہ نسلاً ترک تھا اور انہی دنوں ترک حکمران خانہ جنگیوں میں مبتلا تھے۔ مختلف مختلف علاقوں میں ترک سرداروں کی مطلق العنانی تھی اور جب محمود ترک فوت ہوئے تو حالات مزید ابتر ہوئے۔ ترک سردار عیاش اور ظالم تھے۔ اس لئے عوام ان سے تنگ آئے ہوئے تھے۔ یہی ترک سردار عیاش اور ظالم تھے۔ اس لئے عوام ان سے تنگ آئے ہوئے تھے۔ یہی ترک سردار آپس میں خانہ جنگی اور نااتفاقی میں مبتلا تھے۔ سلطان محمود خورد کے دو بھائی مقرب خان اور قیاس الدین آپس میں لڑتے تھے۔ اور ان لڑائیوں میں مقرب خان سلطان دھمتوڑ کا پلہ بھاری رہا۔ سلطان مقرب خان بیحد ظالم شخص تھا۔ اس نے اپنے رشتہ داروں پر بھی ظلم ڈھایا تھا۔ لوگوں نے تنگ آ کر مغل بادشاہ عالمگیر کے پاس ایک وفد بھیجا۔ تو عالمگیر نے سلطان مبارز الدین گکھڑ کو ہزارہ بھیجا اور سلطان مقرب کو شکست دی گئی۔ مبارز الدین نے چند دن ہزارہ میں قیام کیا پھر واپس گیا۔ اس کے جانے کے بعد حالات مزید خراب ہوگئے اور دھمتوڑ کا علاقہ سلطان لشکری اور سلطان رسالت خان میں تقسیم ہوا۔ ۱۷۱۹ء میں درجہ بالا دونوں کے درمیان خانہ جنگی شروع ہوئی یہ ان کی برائے نام حکومت کی آخری ہچکیاں تھیں۔ اس وقت شاہ مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں جدونوں نے ہزارہ پر حملہ کیا۔ گدون سے چل کر دریائے سندھ عبور کیا اور ہری پور پر حملہ کیا۔ کوئی خاص مزاحمت نہ ہوئی۔ وہاں کے افغان قبائل کو چھیڑے بغیر ڈھونڈ' بیبے پر قبضہ جمایا۔ قبضہ مستحکم کرکے براستہ حویلیاں رجوعیہ پہنچے۔ وہاں سے دھمتوڑ پر یلغار کی۔ ان دنوں سلطان اکبر خان دھمتوڑ کا آخری حاکم تھا۔

بحوالۂ تاریخ ہزارہ مؤلفہ میجر ویلس اکبر خان ایک عیاش آدمی تھا اور اس کی عیاشی یہاں تک بڑھی ہوئی تھی کہ ایک تالاب بنایا تھا جس میں مرد اور عورتیں اکٹھے نہایا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو سزا دینے کے لئے شاہ مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ کو بھیجا۔

شاہ مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے روایت ہے کہ جب جدوندوں کا لشکر دھمتوڑ پہنچا تو شاہ مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ جو نہایت پاکباز اور عابدہ خاتون تھی۔ ایک کمرے میں جا کر دروازے کو کنڈی لگادی اور نوافل کے بعد دعا مانگی۔ دعا مانگنے کے بعد باہر آ کر ان لوگوں کو مشورہ دیا کہ رات کی تاریکی میں ایک شخص بیل پر دو بوریاں لادکر جائے۔ ان بوریوں میں غلہ کی

بجائے مٹی ہوگی جب ایک شخص بمع بیل ڈھمتوڑ شہر کے وسط سے گذر جانے لگے اور شہر کے آخری حصے میں پہنچے تو وہ ایک فائر دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف کرے۔ ان دونوں فائزوں سے ترکوں کو غلط فہمی ہوگی اور ایک گروہ دوسرے گروہ کا حملہ سمجھے گا۔ یہی لوگ پہلے سے بھی ایک دوسرے کے مخالف تھے اور ان فائروں سے آپس میں بھڑ جائیں گے۔ چنانچہ جدون نے اس کے کہنے پر عمل کیا اور دونوں فریق ایک دوسرے پر پل پڑے۔ ساری رات جنگ ہوتی رہی۔ صبح کے وقت ان کا آخری سپاہی بھی دم توڑتا نظر آنے لگا۔ اسی صورتِ حال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے صبح کے وقت شاہ مرتضٰی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں جدون نے حملہ کیا۔ اور کسی خاص مزاحمت کے بغیر ڈھمتوڑ پر قابض ہوگئے قبضہ جمانے کے بعد جدون کے سربراہ نصیر خان پیروخیل نے شاہ مرتضٰی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مل کر آپس میں علاقے تقسیم کئے اور مقبوضہ علاقے جن میں رش بگڑہ، بالڈھیر، حویلیاں، رجوعیہ، ڈھمتوڑ، سلہڈ، جھنگی، کاکول، نواں شہر، میر پور اور بانڈہ پیر خان شامل تھے، میں سے ایک چوتھائی حصہ شاہ مرتضٰی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے کردیا۔ جبکہ بقایا حصہ جدون کے قبائل سالار منصور حسن زئی میں برابر تقسیم کیا۔ اس کے علاوہ جدونوں نے ایک خرمن غلہ میں ایک صاع بطورِ شکرانہ شاہ مرتضٰی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کو دینا بخوشی منظور کیا۔

۱۸۷۰ء میں جب ہزارہ کا پہلا بندوبست شروع ہوا تو جدونوں نے متفقہ طور پر تحریری بیان دے کر ان کی ایک چوتھائی اراضی کے علاوہ وہی نذرانہ بھی تسلیم کرکے بندوبست افسر میجر ویس کے حوالے کردیا۔

شاہ مرتضٰی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کو چوتھائی حصہ درج ذیل موضعات میں ملا: میر پور، جھنگی، ڈھمتوڑ، نواں شہر، کاکول، شیخ بانڈہ، رجوعیہ، ڈھن، بالڈھیری، بانڈی ڈھونڈاں، دانتہ، اکھوڑہ، پیر اخیر آباد۔ شاہ مرتضٰی بابا رحمۃ اللہ علیہ ڈھمتوڑ میں وفات پاگئے۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار بھی وہیں ہے۔

اولاد: شاہ مرتضٰی رحمۃ اللہ علیہ کے پانچ بیٹے تھے۔ (۱) سید جلال (۲) سید علی (۳) سید زین العابدین (۴) ولی شاہ (۵) عبدالقادر المعروف صاحبزادہ بابا رحمۃ اللہ علیہ۔

(۱) سید جلال: آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے ولی اللہ گذرے ہیں۔ زندگی رشد و ہدایت

گزاری ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بفہ میں مقیم تھے اور وہیں وفات پاگئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار شریف بفہ میں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ہی فرزند شاہ نسیم رحمۃ اللہ علیہ ہے۔

شاہ نسیم: آپ کا مدفن میرپور ایبٹ آباد میں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد جھنگی باندہ، بٹنگ اور باندہ بنی میں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دو صاحبزادے ہیں۔ پہلا سید محمد شاہ جن کے چار فرزند سید علی شاہ، میر احمد شاہ، رحمت شاہ (لاولد) اور نعمت شاہ۔ ان سے آپ رحمۃ اللہ علہ کی اولاد کا سلسلہ جاری ہے۔ دوسرا شاہ قبول ہیں۔ آپ کا مدفن میرپور ایبٹ آباد میں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دو فرزند ہیں۔ سید علی شاہ، میر احمد علی شاہ۔ ان سب کا سلسلۂ نسب کے صفحات پر درج ہے۔

قطب وقت الحاج پیر سید محمود شاہ صاحب آف پشاور:

سید محمود شاہ ابن پیر عنایت شاہ ابن سید شیر شاہ ابن میر احمد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ ابن سید قبول شاہ رحمۃ اللہ علیہ ابن شاہ نسیم ابن سید جلال رحمۃ اللہ علیہ ابن شاہ مرتضٰی رحمۃ اللہ علیہ۔ بعض لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ایسی صلاحیتوں سے نوازا ہے کہ وہ جس کام میں بھی ہاتھ ڈال دیتے ہیں اسے کمال تک پہنچا دیتے ہیں۔ انہی اشخاص میں سے ایک سید محمود شاہ صاحب ہیں۔ فلکیات کا مشکل موضوع ہو یا اسلامیات کا کوئی مسئلہ، دفتری قواعد وضوابط ہو یا حلقۂ تصوف کے رموز و اسرار، علماء کی مجالس ہوں یا حلقۂ احباب، سید محمود شاہ صاحب ہر جگہ نمایاں نظر آتے ہیں۔ وسعت مطالعہ نے انہیں ادبی اور تاریخی نکات کا گہرا شعور عطا کیا ہے۔ سید محمود شاہ صاحب جھنگی سادات کے مایۂ ناز فرزند ہیں۔ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے بارہویں پشت سے ہیں۔ شاہ صاحب کے والد گرامی پیر عنایت شاہ صاحب نقشبندی قادری سلسلے میں حضرت گل رحمٰن موہڑوی کنگروی ثم فیض آبادی آف مانسہرہ المعروف بادشاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ماذون تھے۔ ان کی والدہ محترمہ بھی ایک قائم اللیل خاتون تھیں اسلامی شعار سے محبت شاہ صاحب کو اپنے پاکباز والدین سے ورثہ میں ملی۔

ولادت: قطب وقت سید محمود شاہ صاحب یکم مئی ۱۹۲۱ء کو اس دیندار گھرانہ میں موضع جھنگی

ایبٹ آباد میں پیدا ہوئے۔ شروع سے آپ بڑے ہونہار تھے۔ چنانچہ والدین نے بھی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ فرمائی۔ میٹرک اسلامیہ ہائی اسکول ایبٹ آباد سے پاس کیا۔ بعد ازاں اسلامیہ کالج پشاور میں داخلہ لیا۔ عربی، ریاضی، اسلامیات ان کے پسندیدہ مضامین تھے ۱۹۴۲ء میں محکمہ تعمیرات صوبہ سرحد میں ملازمت کا آغاز کیا۔ اپریل ۱۹۸۲ء کو ایڈمنسٹریٹو آفیسر کی حیثیت سے ریٹائرڈ ہوئے۔ دوران ملازمت زیادہ عرصہ پشاور میں گذارا۔ اب بھی وہاں پر رہائش رکھتے ہیں۔ لڑکپن سے اسلامی شعائر سے انتہائی شغف رکھتے تھے تاہم پشاور میں رہائش کے دوران آغا سید نور الٰہی گیلانی کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا اتفاق ہوا۔ تو ان کے دل کی دنیا ہی بدل گئی۔ آغا صاحب سے بیحد متاثر ہوئے اور انہی کی تحریک پر حضرت معظم قاضی محمد صدر الدین سجادہ نشین خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ ہری پوری سے بیعت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ بعد میں ان کا تبادلہ ہری پور ہوگیا تو مرشد گرامی کی خدمت میں رہنے کا موقع ملا۔ آپ نے شیخ صاحب کی خدمت کا پورا حق ادا کیا اپنے معمولات و وظائف میں بڑی محنت کی صحبت شیخ نے انہیں کمال درجہ پر پہنچایا۔ مرشد نے کمال شفقت سے انہیں خلعت خلافت سے نوازا۔

ادبی خدمات: سید محمود شاہ صاحب ایک عالم فاضل انسان ہیں بڑے محنتی اور مستقل مزاج ہیں۔ اور ان کے شب و روز علمی مشاغل میں بسر ہوتے ہیں۔ انہوں نے حضرت قاضی صدر الدین صاحب کے مکتوبات و ملفوظات مرتب کرنے اور چھپوانے میں بڑی دلچسپی لی۔ چنانچہ مکتوبات صدریہ کی دو جلدیں شائع ہوچکی ہیں۔ اس طرح حضرت معظم رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کے بعد ان کی حیات مبارکہ اور دینی خدمات پر مبنی کتاب حیات صدریہ کی اشاعت میں بھی انہوں نے حضرت قاضی عبدالدائم صاحب کا بڑا ہاتھ بٹایا۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات (حیاتِ پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ) کو چھپوانا ہے۔ اور اس ضمن میں آپ نے بڑی جانی اور مالی قربانی کا مظاہرہ کیا۔ اس کتاب کو اباسین آرٹ کونسل کی جانب سے اول انعام سے نوازا گیا۔ اور اہل علم و عرفان نے اسے بیحد پسند کیا۔

آپ تین مرتبہ حج کی سعادت سے سرفراز ہوئے ہیں۔ آپ کی زندگی تبلیغ و اشاعتِ دین

کے لئے وقف ہے۔ مشاقان دین کے لئے ان کی رہنمائی نعمت غیر مترقبہ ہے۔ آپ کا اپنا حلقہ ارادت کافی وسیع ہے۔ بسا اوقات آپ کے مضامین ''جامِ عرفان'' اور دوسرے رسالوں میں چھپتے رہے ہیں۔ آپ شمعہ فیض و رہنمائی ہیں۔ زیر نظر کتاب ''تذکرۂ سادات ترمذی میں میرے ساتھ بھی بہت مدد و تعاون فرمایا ہے۔

اولاد: آپ کے دو صاجزادے ہیں۔ (۱)سید معصوم شاہ (ایم۔اے۔ایل۔ایل۔بی) جو بڑے اچھے انسان ہیں اور اپنے والد محترم کی نقش قدم پر گامزن ہیں۔ (۲)سید فاروق شاہ اور ایک بیٹی سیدہ صدیقہ بی بی (بی۔اے) ہیں۔

غوثِ زمان سید اکبر شاہ نقشبندی قادری:

سید اکبر شاہ رحمۃ اللہ علیہ ابن عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ ابن امیر شاہ ابن امیر احمد علی شاہ ابن سید قبول شاہ رحمۃ اللہ علیہ ابن شاہ نسیم رحمۃ اللہ علیہ ابن سید جلال ابن شاہ مرتضیٰ۔

آپ سید محمود شاہ صاحب کے چچا زاد بھائی تھے۔ آپ جھنگی ایبٹ آباد میں پیدا ہوئے۔ پہلے پولیس میں ملازمت اختیار کی۔ حضرت خواجہ گل رحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی۔ بیعت کرنے کے بعد ملازمت چھوڑ دی اور ریاضت و مجاہدہ میں مصروف ہوگئے۔ بہت جلد اپنے پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے خلافتِ ماذونیت سے سرفراز ہوئے۔ اپنے آبائی گاؤں سے ہجرت کر کے دوبندی مکھنان (ہری پور) میں مقیم ہوئے۔ ہزارہ پنجاب تا کراچی کے لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے مستفید ہوتے رہے۔ بہت صاحبِ کشف و کرامات تھے۔ حسن صورت و حسن سیرت میں بیمثال بزرگ تھے۔ عبادت و ریاضت شاقہ کی وجہ سے آپ کی صحت بہت کمزور ہوگئی۔ آخر ۱۹۵۱ء میں بعمر پچپن سال دوبندی مکھنان میں وفات پاگئے اور وہیں آپ کا آخری آرام گاہ ہے۔

کرامات: آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات بیشمار ہیں۔ یہاں صرف ایک کرامت بطور مشت نمونہ خروار درج کی جاتی ہے۔ جب ان کا آخری وقت قریب آیا تو اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ میں آپ لوگوں سے رخصت ہونے والا ہوں۔ میری آخری ملاقات و زیارت کے لئے دور دور سے میرے متعلقین آئیں گے لہٰذا مجھے دفن کرنے میں جلدی نہ کریں۔ تین دنوں تک میری میت رکھنا تاکہ کوئی دیدار سے محروم نہ رہ جائے۔ یہ خدشہ نہ رہے کہ میری لاش خراب ہوجائیگی۔ اس سے مطمئن رہو۔ چنانچہ وفات کے تین روز بعد ان کو دفن کیا گیا حالانکہ موسم بھی موافق نہ تھا اور برف وغیرہ کا کوئی ظاہری طریقہ لاش کو محفوظ کرنے کا بھی اختیار نہیں کیا گیا مگر اس کے باوجود آپ کی لاش تروتازہ رہی۔ آپ کا مزار شریف گاؤں دوبندی نزد مکھن ہری پور میں ہے۔

اولاد: آپ کے پانچ فرزند ہیں جو سب کے سب عالم و فاضل ہیں اور اپنے والد بزرگوار کے

نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ (۱) الحاج شمس العابدین پیر سید محمد شاہ صاحب نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (۲) حضرت بابائے اخلاق سید پیر احمد شاہ صاحب نقشبندی قادری (۳) حضرت الحاج قبلہ علامہ پیر سید عبدالرحیم شاہ صاحب قادری نقشبندی (۴) حضرت مبلغ اسلام قبلہ پیر سید عبدالغفور شاہ صاحب نقشبندی مجددی۔ (۵) پیکر صبر و رضا حضرت پیر سیّد محمود شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ انکے تین صاحبزادے دو بیٹیاں ہیں۔ بڑے بیٹے سیّد عبدالقادر شاہ سیفی۔ درمیانے مفتی پیر سیّد محمد عارف شاہ اویسی ہیں۔ جنہوں نے اس کتاب تذکرہ میں خاص محنت فرمائی اور آجکل کراچی میں ہیں۔ تیسرے بیٹے جناب قاری سیّد محمد طاہر شاہ ہیں یہ بھی کراچی میں ہیں۔

2001ء ہے اور 1422ھ ہے لے

الحاج شمس العابدین پیر سید محمد شاہ صاحب نقشبندی مجددی:

آپ سید اکبر شاہ کے بڑے بیٹے ہیں۔ اور ان کے خلیفہ بھی ہیں۔ آپ نے شیروان (ایبٹ آباد) کو نقل مکانی کی ہے۔ وہاں رشد و ہدایت میں مصروف ہیں۔ متعدد بار حج کر چکے ہیں نورانی صورت و سیرت ہیں۔ اس وقت آپ کی عمر پچھتر برس ہے۔ دین کی تبلیغ میں آپ نہایت جانفشانی سے کام لے رہے ہیں۔ آپ کا مزار شریف دوبندی میں ہے۔ آجکل آپ کے سجادہ نشین الحاج ابو العارفین سیّد صابر حسین شاہ صاحب ہیں۔

۲۔ سید زین العابدین ابن شاہ مرتضٰی: ان کی اولاد بانڈہ بٹنگ میں آباد ہے۔ شجرہ آگے لکھا جاچکا ہے۔

۳۔ سید علی ابن شاہ مرتضٰی: ان کی اولاد کا کوئی شجرۂ نسب راقم الحروف کو نہیں ملا ہے۔

۴۔ ولی شاہ ابن شاہ مرتضٰی: ان کی اولاد کا شجرۂ نسب آگے درج ہے۔

۵۔ عبدالقادر المعروف صاحبزادہ بابا ابن شاہ مرتضٰی: ان کی اولاد بانڈہ ڈھونڈی اور دھتموڑ میں آباد ہے۔

سید مہدی ابن سید محمد جمال: ان کی اولاد کا شجرۂ نسب آئندہ صفحات پر درج ہے۔

سید خواجہ نور ابن سید مسعود

سید خواجہ نور میاں خواجہ بابا رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے علاوہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو خواجہ محمد اور خواجہ محمود مرجان کے ناموں سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

ولادت: آپ ۱۰۴۳ھ بمطابق ۱۶۳۳ء کو تختہ بند علاقہ بنیر میں پیدا ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سید مسعود کے بڑے فرزند تھے۔ اور اپنی ماں کے اکلوتے تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی اور جب ذرا بڑے ہوئے تو حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ مدرسے میں مزید علم حاصل کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ چونکہ اپنے بھائیوں میں سب سے بڑے تھے اس لئے سجادہ نشین بھی آپ تھے آپ روحانی اور ظاہری علوم میں طاق تھے۔

بحوالہ عبدالجبار شاہ، آپ کو اپنے دور کے پختونوں نے اپنا بادشاہ چنا تھا اس وقت کا ایک شاعر لکھتے ہیں۔

چہ یو عالم شوے بل بادشاہ شوے
نوستالہ بختہ ثوک سیالی کہ خواجہ نورہ

یعنی ایک تو آپ عالم تھے اور اس کے ساتھ بادشاہ بھی بن گئے تو آپ کی خوش بختی کا کون مقابلہ کرسکتا ہے۔

آپ شاہجہان بادشاہ کے ہم عصر تھے۔ ان معلومات کے علاوہ آپ کی زندگی کے بارے میں راقم الحروف کو مزید کوئی معلومات حاصل نہ ہوسکیں۔ البتہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں مختلف علاقوں میں حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد جہادوں میں مصروف تھے۔ اس لئے ممکن ہے کہ مرکزی گدی نشین ہوتے ہوئے آپ نے ان کی مالی اور بدنی مدد بھی کی ہو۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۰۱۱ھ بمطابق ۱۶۰۱ء میں وفات پائی اور اپنے والد کے پہلو میں میاں عبدل کے مقبرہ واقع شلبانڈی میں دفن ہوئے۔

اولاد: زوجۂ اول سے میاں قطب الدین، سید محمود شاہ سید محراب شاہ، زوجۂ دوم سے میاں عتیق اللہ۔ زوجۂ سوم سے سید علی اکبر شاہ زوجۂ چہارم سے سلمان، پیروہاب۔ زوجۂ پنجم سے حضرت نور۔ سید رحیم شاہ۔

یوں آپ کی پانچ ازواج سے دس فرزند تولد ہوئے تھے۔ آپ کی اولاد شلبانڈی، تختہ بند، کلپانئ، ریگا، ملا یوسف بانڈہ بویکلی، پانچ پائی، باجکٹہ، ناوگئی چملہ، تاجہ و غلامان، ملکا، ستھانہ گبائی، گباسنی، ہزارہ (کبل سوات) میں اور گندف۔ یار حسین وغیرہ میں آباد ہے۔ شجرہ آگے درج ہے۔

(۱) سید قطب الدین ابن سید خواجہ نور: آپ خواجہ نور رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے فرزند تھے۔ حالاتِ زندگی نامعلوم ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دو بیویوں سے چار فرزند تولد ہوئے تھے۔ آپ رحمۃ الہ علیہ کی اولاد تاجہ و غلامان، شلبانڈی، ریگا (بنیر) و بریکوٹ (سوات) وغیرہ میں ہے۔ زوجۂ اول سے میاں شرف الدین، میاں پہلوان۔ زوجہ دوم سے میاں سید نور، میاں

باز گل۔

میاں شرف الدین کے دو فرزند سید عمران، سید حسام (اوسان) آپ کی اولاد تاجہ و غلامان (صوابی) میں آباد ہے۔

میاں پہلوان کا ایک ہی بیٹا تھا یعنی سید لیشان جس کے تین فرزند ہیں۔ باچا، سید شاہ میر، سید۔

میاں پہلوان کا مزار بریکوٹ میں ہے۔ آپ کی اولاد میں صرف سید بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کا شجرہ ملا ہے جو کہ اس کتاب میں درج ہے۔

سید بابا رحمۃ اللہ علیہ کی زوجہ اول سے حضرت جمال رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ اولاد سادات بریکوٹ (سوات) میں آباد ہے۔ گل باچا: ان کی اولاد کا شجرۂ نسب نہیں ملا ہے۔

زوجۂ دوم سے علی شاہ، جمیل شاہ تھا۔ علی شاہ کی اولاد شلبانڈی میں آباد ہے۔ جبکہ جمیل شاہ کی اولاد کا کوئی شجرۂ نسب دستیاب نہیں۔

زوجہ سوم سے برکت شاہ ہیں۔ ان کی فرزند کا نام امیر شاہ ہے۔ ان کی اولاد شلبانڈی میں آباد ہے۔

میاں سید نور: آپ سید قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کی زوجہ دوم کے بڑے فرزند ہیں ان کی اولاد ریگا (بنیر) میں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے کا نام نوبت شاہ ہے۔ جبکہ نوبت شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے کا نام خان بابا ہے۔

میاں باز گل: آپ رحمۃ اللہ علیہ سید قطب الدین کے فرزند ہیں آپ کی اولاد کا کوئی شجرۂ نسب نہیں ملا ہے۔

(۲) سید محمد شاہ ابن سید خواجہ نور رحمۃ اللہ علیہ:

بحوالہ عبدالجبار شاہ سید محمد شاہ سید خواجہ نور رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بیٹے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت تخمیناً ١٠٦٦ھ بمطابق ١٦٥٥ء عہد شاہجہانی میں تختہ بند میں ہوئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد محترم کے مسند نشین تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد تختہ بند، کلپانی چینہ، برکلے ملا یوسف بانڈہ، ملکا، نواگئی چملہ، نیوستھانہ اور ایبٹ آباد میں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عہد

عالمگیری ۱۱۱۱ھ بمطابق ۱۶۹۹ء میں وفات پائی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تین فرزند تھے۔ سید مرزا شاہ، سید بغداد، سید غلام۔

سید مرزا شاہ: آپ سید محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اور خواجہ نور رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے تھے۔ آپ اپنے اجداد کی طرح مسند امارت و مسند سجادہ پر متمکن تھے۔ آپ عہد محمد شاہ تک زندہ تھے۔ آپ کی ولادت ۱۰۸۶ھ کو (تخمیناً) ہوئی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۱۱۵۲ھ کو ہوئی۔ آپ کے نو فرزند تھے۔

سید ضامن شاہ، سید عادل شاہ، سید قائم شاہ، سید رحمت شاہ، سید اورنگ شاہ، سید بہادر شاہ، سید فقیر شاہ، سید یوسف، سید علی شاہ۔

(۲) سید بغداد شاہ ابن سید محمد شاہ: آپ کی اولاد کلپانی (بونیر) وغیرہ میں ہے شجرۂ نسب آگے صفحات پر درج ہے۔

(۳) سید غلام ابن سید محمد شاہ: آپ کی اولاد ملا یوسف بانڈہ نویکلے، پانچ پائی، چھرزی میں ہیں۔ شجرۂ نسب آئندہ صفحات پر درج ہے۔

(۴) سید ضامن شاہ ابن سید مرزا شاہ: سید ضامن شاہ کی تاریخ پیدائش تخمیناً ۱۱۱۷ھ ہے۔ آپ تختہ بند میں پیدا ہوئے۔ سید ضامن شاہ اپنے وقت کے پختونوں کے امیر تھے۔ نیز اپنے اجداد کے مسند نشین بھی تھے۔ ایک آدمی کی شرارت پر آپ کو اپنے بھائی سید رحمت شاہ (شہید) کے خلاف ورغلایا گیا اور آپ نے اپنے بھائی سید رحمت شاہ کو قتل کیا۔ جس کی وجہ سے آپ کو تختہ بند چھوڑنا پڑا اور آپ علاقہ گدون چلے گئے۔ علاقہ گدون سے آپ ستھانہ چلے گئے۔ اور ستھانہ آپ ہی نے آباد کیا۔ ستھانہ کی وجہ تسمیہ (استھانہ) استان، استان دار۔ یعنی جس طرح پختون خوا میں جس آدمی کے اجداد بزرگ و برتر روحانی طور پر گذر جائیں تو ان کی اولاد کوستانہ دار کہتے ہیں۔ اس لئے آپ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد ہونے کے ناطے آپ کی آباد کردہ جگہ کوستانہ (ستھانہ) کہا جانے لگا۔ ستھانہ کیا و کبل کے علاقے میں دریائے سندھ کے کنارے آباد ہے اور اس کا بانی آپ یعنی سید ضامن شاہ تھے۔ اب یہی ستھانہ تربیلہ ڈیم کی

وجہ سے زیر آب آ چکا ہے۔ اور ستھانہ کے مکین کچھ تو ضلع صوابی اور کچھ ضلع ایبٹ آباد وغیرہ میں آباد ہوئے۔ بعد میں آپ کو اس آدمی کی شرارت کا پتا چلا تو آپ بہت پشیمان ہوئے کہ ناحق اپنے بھائی کو قتل کیا۔

آپ ایک بیدار مغز سیاستدان تھے۔ آپ کے بعد آپ کی اولاد میں سیاست چلتی رہی اور آپ کی اولاد کے پختونخوا پر بڑے اثرات ہیں۔ وقتاً فوقتاً آپ کی اولاد کو ہزارہ، مردان، جنیر اور سوات کے پختونوں نے امارات سونپیں اور اپنے اپنے اوقات میں غیر مسلم قوت کے خلاف مسلمانوں کی قیادت کرتے رہے۔

سید ضامن شاہ ایک بیدار مغز آدمی تھے۔ آپ کی بیداری مغزی اور عوام الناس میں مقبولیت کی وجہ سے علاقہ پکھلی میں آپ کو ایک جاگیر بخش دی گئی۔ آپ نہایت حسین و جمیل، جوان مرد، بہادر اور سخی تھے۔ آپ نے ۱۱۷۰ھ میں وفات پائی اور آپ کے جسد مبارک بفہ سے ستھانہ لاکر سپرد خاک کردیا گیا۔ آپ کے خاندان کے بارے میں ایک شاعر جس کا نام باچا گل تھا، یوں خراج تحسین پیش کرتے ہیں:

چار بیته

خوراک دَ تورو ختاوز و شو گلونه دَ بوستان
گو گل مِ کا در ڈونه
تاله باد دخزان کڑه دا مُنحبرے دَ گلستان
بُلبُل کا فریادُونه
تاله باغ دَخزان کڑۀ هغه ڈیر خائسته شجر
ضامن شاه گل بادشاه و دشپر گلونه ئ ثمر
بلبلے پکے شور کا سیل کوی په مازدیگر
نَرے نَرے فریاد کا شنۀ طوطیان شام و سحر
بنکاره شو په هر ځائے کبن لکه ستوری دَ آسمان
پاک خدائی پدے راضی شوچه مسکن ئے شو گر ڈونه الخ
تاله باد دَخزان کڑۀ اصلی ځائے ئے تخته بنده

گلذا رہ سِتانڑہ شوہ پہ عالم کبن سر بلند
دُشمن ورلرہ راغے یوخبرہ ئے کڑہ بیخوندہ
شهیدئے خپل وروور کۀ ځان ئے پریست لہ ژوندہ
مخ تورشہ دَ دشمن پہ لار روان دَ کفرستان
شیطان بہ دَځان مَل کادوی بہ تل کافسا دؤنہ
شهیدئے رحمت شاہ کڑو بیا فراق وربا ندِ زور شۀ
ځیکرئیږے لور بہ لورشۀ
چہ خبر شۀ لہ غمازہ دشمن لار آ پہ خپل کورشۀ
اللہ تہ ئے مخ تورشۀ
مخ پٹ پہ دوشالہ کڑہ چہ گل شی گورستان
سرے ستر گے ضامن شاہ شوے پہ هوا ژاڑی مرغونہ

مندرجہ بالا اشعار میں ضامن شاہ کی امارت کی طرف اشارہ ہے۔ اور بعد میں اپنے بھائی کو شہید کرنے کا روداد قلم بند ہے کہ کسی دشمن کے ورغلانے پر آپ نے اپنے بھائی کو قتل کردیا تھا۔ بعد میں پتا چلنے پر آپ بہت پشیمان ہوئے اس طرح آپ تختہ بند چھوڑ کر ستھانہ تشریف لے گئے۔ اس چاربیتہ کا اگلا حصہ آپ کی اولاد کے بارے میں ہے جو کہ اولاد کے حصے میں درج کیا جائیگا۔

اولاد: سیّد ضامن شاہ کے تین فرزند تھے۔ سید شاہ گل شاہ مردان سید معصوم شاہ۔

(۲) **سید عادل شاہ ابن سید مرزا شاہ:** آپ کے چار فرزند تھے۔ آپ کی اولاد کا شجرۂ نسب نہیں ملا ہے۔

(۳) **سید قائم شاہ ابن سید مرزا شاہ:** آپ کی اولاد کا شجرہ بھی دستیاب نہ ہوسکا۔

(۴) **سید رحمت شاہ شہید ابن سید مرزا شاہ:** آپ کا ایک فرزند سید شاہ ہے۔ سید شاہ کے دو فرزند سید قدرت شاہ اور سید احمد شاہ ہیں۔ ان دونوں کی اولاد کا شجرۂ نسب آئندہ صفحات پر درج ہے ان دونوں کی اولاد موضع تختہ بند میں رہائش رکھتی ہے۔

سید قدرت شاہ کے ایک فرزند کا نام سید غلام شاہ ہے۔ جو اپنے وقت کے صاحب دستار

ہو کر گزرا ہے۔ نیز علاقہ بنیر کے خوانین میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔

(۵) سید اورنگ شاہ ابن سید مرزا شاہ: آپ کی اولاد بھی موضع تختہ بند (بنیر) میں رہائش پزیر ہے۔ ان کی اولاد میں سید رحیم زادہ موجودہ دور کی سیاست میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ ۱۹۸۸ء اور بعد ازاں ۱۹۹۰ء میں قومی اسمبلی کے لئے الیکشن لڑا لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔

(۶) سید بہادر شاہ ابن سید مرزا شاہ: ان کی اولاد کلپانئی (بونیر) میں رہائش پزیر ہے۔ لیکن ان کی اولاد کا شجرۂ نسب تلاش بیسیار کے باوجود راقم الحروف کو نہ مل سکا۔

(۷) سید فقیر شاہ ابن سید مرزا شاہ: آپ کی اولاد چینہ برکلی و تختہ بند میں رہائش پزیر ہے۔ لیکن ان کا شجرہ دستیاب نہ ہو سکا۔

(۸) سید یوسف شاہ ابن سید مرزا شاہ: آپ کی اولاد موضع ناوگئی چملہ میں ہے۔ آپ کی اولاد میں شاہجہان باچا عبدالجبار شاہ کے ساتھ سوات آئے تھے۔ جس وقت عبدالجبار شاہ سوات کے بادشاہ تھے تو شاہجہان ان کے دست راست تھے۔ ان کے علاوہ حضرت عمر باچا ساکن ناوگئی نامی گرامی آدمی ہیں۔ حضرت عمر باچا کے ایک بیٹے ڈاکٹر سید سلطان باچا ایوب میڈیکل کالج ایبٹ آباد میں پروفیسر ہیں۔ اور ان کا ایک بیٹا حضرت یوسف پاکستان ریلوے میں انجینئر ہیں۔

(۹) سید علی ابن مرزا شاہ: سید علی کے تین فرزند ناصر شاہ، مدد شاہ، سرور شاہ ہیں۔

ناصر شاہ و مدت شاہ (مدد شاہ) کی اولاد پیدا ہوئی لیکن بعد میں لاولد فوت ہوئے۔ اس لئے سید علی شاہ کے خاندان کا کوئی فرد زندہ نہیں رہا۔

(۱) سید شاہ گل المعروف شاہ جی ابن سید ضامن شاہ:۔

آپ سید ضامن شاہ کے سب سے بڑے فرزند تھے۔ آپ کی ولادت ۱۱۶۳ھ کو ہوئی۔ آپ ایک عابد متقی اور پرہیزگار انسان تھے اس کے ساتھ ساتھ آپ صلح جو بھی تھے۔ آپ کے دور میں احمد علی خان تنولی نے ستھانہ پر حملہ کیا اور ستھانہ کا محاصرہ کیا۔ آپ نے ستھانہ میں موجودہ افراد کو منظم کر کے احمد علی خان تنولی کا مقابلہ کیا اور اسے شکست سے دوچار کر دیا۔

آپ کے دور میں احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان پر حملہ کردیا۔ ان دنوں ہندوستان پر مغل حکومت ڈگمگا رہی تھی۔ احمد شاہ ابدالی کے زیر اثر پنجاب اور ہزارہ آیا شاہ جی صاحب کے دولت دورانیہ کے ساتھ اچھے تعلقات تھے اور آپ کو احمد شاہ ابدالی نے اچھی نظروں سے دیکھا اور آپ کی عزت افزائی کی۔

آپ نے احمد شاہ ابدالی اور مغل بادشاہ اکبر ثانی کا دور پایا۔ ۱۲۲۴ھ بمطابق ۱۸۰۹ء کو آپ نے وفات پائی۔

اولاد: شاہ جی صاحب کی اولاد میں نامی گرامی ہستیاں پیدا ہوئیں۔ آپ کے چھ فرزند تھے۔ سید اعظم شاہ، سید اکبر شاہ، سید اصغر شاہ، سید عمر شاہ، سید عمران شاہ اور شاہ ادریس المعروف شاہ مدار۔

آپ کی اولاد کے بارے میں وہی چار بیتہ جس کے پہلے دو بندوں میں سید ضامن شاہ کا ذکر ہوا تھا۔ بقایا چار بیتہ میں شاہ جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اولاد کا ذکر ملاحظہ فرمائیے۔

شپږ ګلوته فرزندان چه به ستایم وار په وار — په حکم دستار
چمن دَ ستانړے وو د سرو ګلونو بهار — شاه ګل باباۓ پلار
عجب باغ ئے سمسور شهٔ پکښ ګرځي شنهٔ طوطیان
پیدا په ابتداء شو سیّد اعظم پرِ وهَل شوُ سرو د ونه — الخ
بیا ظاهر شهٔ سیّد اکبر نوےو شعله پیدا دَ نُور شو
خپل خدا یه ته دا منظور شو
بادشاه د زمانے وو په عالم کښین مشهور شو
نظر پرِ دَ غفور شو
حسین جبین د پاسه تاج په سر شهٔ دَ سُلطان
طوائفو به مُجرے کړے غږ یدل به سرو دُونه — الخ
دَ پاك مولیٰ نظر شهٔ چه پیدا بیا شیخ اصغر شه
ښکاره لکه دَ نمر شهٔ

حکمت دَ پاک عزت ګوره ظاهر امیر عمر شه
ښائسته شیرین بشر سۀ

ګل ګین مُنورت پرِ راغے سید عمران دَ دلستان
شهادت پیالهٔ وڅکه شاه مدار حوُرو ساز کړۀ و ربلوُنه
دَ شهادت پیالهٔ وڅکه د ګلونو مجلس خور شۀ
اجون سوے په اور شه

بادشاه له خبر راغے شاه مدار دَ حق په لور شۀ
لښکرو کین انګو رشه
وئیل د ګل باچا دی چه رویلے دَ هند وستان
منکرو یمه پیچلے اشر نه کړی منترو نه الخ

درج بالا اشعار میں شاہ جی صاحب کی اولاد جو کہ تعداد میں چھ تھے، ان کا باری باری ذکر کیا جا چکا ہے۔ آخر میں شاہ مدار کی شہادت کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے۔

(۱) سیّد اعظم شاہ ابن سیّد شاہ گل:۔

سیّد اعظم شاہ جی صاحب کے سب سے بڑے فرزند تھے۔ آپ کی شادی احمد علی خان تنولی کی صاحبزادی سے ہوئی۔ یہی صاحبزادی ہندوال کی بھانجی تھی۔ اس کی دوسری بہن پائندہ خان نواب امب کی بیوی تھی۔ سیّد اعظم شاہ کی اس بیوی سے ایک بیٹی پیدا ہوئی جو کہ بعد میں سیّد اکبر شاہ بادشاہ صاحب کے بیٹے مبارک شاہ کی عقد میں دی گئی۔ جس سے فیروز شاہ پیدا ہوئے۔ اس کے علاوہ آپ کے ایک ہی بیٹے سیّد قاسم شاہ تھے وار ان کے ایک ہی بیٹے سیّد سکندر شاہ کا پتا چلا ہے۔

(۲) سیّد اکبر شاہ ابن سیّد شاہ گل (بادشاہ سوات و ہزارہ)

ولادت: آپ ۱۲۰۸ھ بمطابق ۱۷۹۳ء کو ستھانہ میں پیدا ہوئے۔ آپ سیّد شاہ گل صاحب المعروف شاہ جی کے دوسرے فرزند تھے۔ آپ ایک متقی، حلیم الطبع، حسین و جمیل، حوصلہ مند اور ایک بہادر انسان تھے انگریزوں اور سکھوں کے سخت مخالف تھے۔

سادات ستھانہ کی عزت و جرأت اور شجاعت سے تاریخ بھری پڑی ہے۔ اس ستھانہ کو شہرت سیّد اکبر شاہ بادشاہ صاحب نے بخشی۔ اور ستھانہ کی بین الاقوامی تواریخ میں ذکر ہونے لگا۔ ہزارہ میں سکھوں کے خلاف جتنی بھی لڑائیاں لڑیں۔ اُن سب میں سیّد اکبر شاہ صاحب بنفسِ نفیس شامل تھے۔

امیر جہاد: ۱۸۲۱ء میں جب سردار محمد خان ترین پہلی مرتبہ سکھوں کے دامِ فریب میں آیا اور لاہور گیا تو ہزارہ اور ضلع مردان کے قبائل لشکر کو ایک اجلاس میں سیّد اکبر شاہ صاحب کو امیر جہاد مقرر کیا گیا۔ اس کے بعد دریائے سند کی مشرقی طرف چھچ و ہزارہ کی مغربی جانب سکھوں کے خلاف جتنی لڑائیاں ہوئیں، سب کے سب سیّد اکبر شاہ صاحب کی قیادت میں لڑی گئیں۔ جس

وقت سیّد اکبر شاہ کو مسلمان مجاہدین نے ایک اپنا امیر (بادشاہ) مقرر کیا تو اُس کی کابینہ میں سردار محمد خان ترین کے بیٹے سردار غلام محمد خان ترین اور سردار نواب خان تنولی کو اپنا وزیر مقرر کیا۔ اور سیف اللہ خان رسالدار کو میر منشی مقرر کیا۔ آپ کی دستار بندی ہری پور کی قلعہ میں ہوئی۔ اس دور کو لنڈہ مسلمان (مختصر مسلمانوں کا دور) کہا جاتا ہے۔

پیر سباک (نوشہرہ) میں سکھوں کے خلاف جہاد:

۱۸۱۸ء میں سکھ پشاور تک آئے اور یہاں اس علاقے میں اپنا اثر و رسوخ قائم کیا۔ امیر دوست محمد خان نے ۱۸۱۳ء میں سکھوں کو شکست دی اور حضرو تک ان کو مار بھگایا۔ امیر دوست محمد خان کے بہت سے بھائی تھے۔ جن میں یار محمد خان، عظیم خان قابلِ ذکر ہیں۔ افغان قوم کے دو قبیلوں بارکزی اور سدوزی کے درمیان دشمنی چلی آ رہی تھی اور اس باہمی کشمکش کی وجہ سے ان میں نا اتفاقی تھی۔ اس لئے متحدہ قوت نہ ہونے کی وجہ سے اس علاقے میں سکھوں کا اثر و نفوذ قائم ہوا۔ سکھ یہاں افغانوں پر ستم ڈھاتے رہے۔ ۱۸۲۲ء میں یار محمد خان پشاور کا حاکم تھا۔ رنجیت سنگھ نے آ کر پشاور کو لوٹ لیا۔ واپسی میں اٹک کے قریب ایک قلعہ بنا کر کشمیر چلا گیا۔ کابل میں عظیم خان کو رنجیت سنگھ کے لوٹ مار کا پتا چلا تو ایک فوج لیکر آیا اور اٹک کے قریب رنجیت سنگھ کا قلعہ ویران کر دیا۔ وہ چاہتا تھا کہ اباسین کے اُس پار جا کر سکھوں کا قلع قمع کرے لیکن اُن دنوں کابل میں شورش برپا ہوئی۔ مجبوراً کابل واپس ہوا۔ رنجیت سنگھ کو جب کشمیر میں پتا چلا تو واپس اکر یار محمد خان کو خراج دینے پر مجبور کیا۔ لیکن جب محمد عظیم خان کو پتا چلا تو کابل سے روانہ ہوا۔ تا کہ یار محمد خان کو سخت سست کہہ کر اُس سے اس کی بے ہمتی کا جواب طلب کرے لیکن جب محمد عظیم خان کی افواج خیبر پہنچی تو یار محمد خان نے پشاور چھوڑ دیا تا کہ بھائی کے طعنے نہ سُننے پڑے۔ اس کے چلے جانے پر مجاہدین کمزور ہوئے محمد عظیم خان نے پختون قبائل میں قاصد بھیجے تا کہ وہ اس جہاد میں شامل ہو جائیں۔ چنانچہ سیّد اکبر شاہ کی قیادت میں علاقہ ہُنیر اور سوات کے سلارزی، اشی زی، گدائی زی، اسماعیل زی، اخوند خیل، نوریزی اور اکوزی قبائل سے ایک فوج تیار ہوئی۔ اور جس وقت رنجیت سنگھ نے ہنڈ (صوابی) کے مقام پر دریائے سندھ کو عبور کیا تو مجاہدین نے اُن پر حملے شروع کئے مگر سکھوں نے دریائے کابل کے مشرقی کنارے

کے ساتھ ساتھ سفر شروع کیا اور ہشتنگر تک آنے لگے۔ بد قسمتی سے عظیم خان کی افواج دریائے کابل کے مغربی کنارے جمع تھیں اور انہوں نے اتنی ہمت بھی نہیں کی کہ وہ دریا کو پار کر کے مجاہدین کے ساتھ مل کر متحدہ قوت سے سکھوں پر حملہ آور ہو۔ سکھ بھی یہی چاہتے تھے کیونکہ سیّد اکبر شاہ کی سرکردگی میں جو فوج تھی ان کے پاس توپ خانہ نہیں تھا۔ اور اُن کے ساتھ جنگ نسبتاً آسان تھی۔ سکھ چاہتے تھے کہ وہ ہشتنگر سمہ کے علاقے کو دوآبہ تک قبضہ کریں۔ اور جب پیر سباک سکھوں کے قبضہ میں آیا تو مجاہدین نے نوشہرہ سے آگے ترکو کی ایک چھوٹی پہاڑی پر قبضہ کیا۔ اور سکھوں کی پیش قدمی روک دی۔ چنانچہ جمعہ کے روز ۱۴ مارچ ۱۸۲۳ء کو دریائے کابل کے ساتھ ساتھ سکھوں اور مجاہدین کے درمیان جنگ شروع ہوئی۔ اسی وقت محمد عظیم خان کی فوجیں نوشہرہ کی موجود چھاونی کے مقام پر ڈیرہ ڈالے ہوئے تھیں۔ اُدھر مجاہدین اور سکھوں کے درمیان جنگ شروع ہوئی۔ عظیم خان نے اتنی ہمت نہیں کی کہ وہ دریا پار کر کے سکھوں پر حملہ آوار ہوتا۔ اس کے نتیجے میں مجاہدین کٹ مرنے لگے۔ لیکن وہ زوروشور سے حملہ کرتے تھے۔ اور جنگ ایک دن اور ایک رات جاری رہی۔ اور مجاہدین شہید ہونے لگے۔ اس جنگ میں سکھوں کی تعداد چوبیس ہزار تھی۔ انکے ساتھ توپ خانہ اور رسالہ بھی تھا۔ جبکہ ان کے مقابلے میں سیّد اکبر شاہ صاحب کی سرکردگی میں ایک ہزار بے سروسامان مسلمان تھے۔ جن کے پاس آلاتِ حرب ناکافی اور نہ ہونے کے برابر تھے۔ سِکھ حکمران نے ان کے مقابلہ کے لئے اپنے ایک جرنیل پھولا سنگھ کو بھیجدیا۔ مسلمان غازیوں کے ہاتھ جرنیل پھولا سنگ بمع تین سکھ افسر غربا سنگھ کرم سنگھ اور چھول سنگھ قتل ہوئے۔ اس کے علاوہ بحوالہ سرچارلس ویڈ سکھوں کے دو ہزار سپاہی مارے گئے۔ اور جب رنجیت سنگھ کو اپنی شکست یقینی نظر آیا تو وہ ہاتھی پر سوار ہوکر گورکھا پلٹن کے ساتھ حملہ آور ہوا۔ لیکن مسلمان غازی سیّد اکبر شاہ کی قیادت میں ایسی بے جگری سے لڑے کہ سِکھ دنگ رہ گئے۔ رات گئے تک لڑائی جاری رہی۔ جس میں اکثر مجاہدین شہید ہوئے یا زخمی ہوکر رات کی تاریکی میں غائب ہوگئے۔ سکھوں کو پیر سباک میں سیّد اکبر شاہ کے ہاتھوں بہت ہزیمت اٹھانا پڑی۔

سیّد احمد شہید کے حق میں امارت سے دستبرداری:

دسمبر ۱۸۲۶ء کو اکوڑہ کے مقام پر مولوی اسماعیل کی قیادت میں سکھوں کے خلاف جنگ لڑی گئی۔ اس سے چند مہینے بعد جنوری ۱۸۲۷ء میں جب اسماعیل کی امارت کا اعلان ہوا تو سیّد اکبر شاہ نے اس جرگہ میں اس کے حق میں اپنی دستبرداری کا اعلان کردیا اور اسماعیل کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس سے سیّد اکبر شاہ صاحب کی ایمانداری' اسلامی اخوت اور بلند کرداری کا واضح ثبوت ملتا ہے۔ اس کے بعد آپ سیّد احمد اور اسماعیل کی زیر قیادت لڑتے رہے۔ یہانتک کہ ۱۸۳۱ء میں سیّد احمد اور شاہ اسماعیل بالاکوٹ کے مقام پر جام شہادت نوش کر گئے۔ اہلسنت کے علماء کرام کا متفقہ موقف یہ ہے کہ ان کے عقائد ابن عبدالوہاب نجدی کے عقائد سے متماثل تھے اس لئے اُن کو مسلمانوں نے ماردیا)

دوبارہ منصبِ امارت پر انتخاب: سیّد احمد اور اسماعیل کی شہادت کے بعد مجاہدین سب کے سب ستھانہ میں پناگزین ہوئے اور سارے مجاہدین نے سیّد اکبر شاہ کو اپنا قائد مقرر کیا۔ ۱۸۴۶ء میں ہزارے کے مسلمانوں نے جاگل کے مقام پر ایک جرگہ منعقد کیا اور اس میں سیّد اکبر شاہ اپنے وزیر سردار غلام ترین کے حق میں اپنی بادشاہت سے دستبردار ہوئے اور جب ۱۸۴۷ء میں سردار غلام ترین کو انگریزوں نے قید کردیا اور الہٰ آباد کے جیل میں بھیجا تو ایک بار پھر مجاہدین اسلام نے اُس کو اپنا قائد تسلیم کرلیا۔

امیرِ شریعت: سوات کے اکثر قبائل ایک دوسرے کے ساتھ آپس میں خانہ جنگیوں میں مبتلا تھے اور اکثر قبائل آپس میں کی جنگ سے اکتا گئے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ ایک قائد کے زیر اثر آ کر تمام قبائل متحد ہوجائیں۔ لہٰذا پختونوں کا ایک وفد اس وقت کے روحانی پیشوا اخوند صاحب سوات عبدالغفور المعروف سیّدو بابا کے پاس گئے اور اُن سے اپنی امارت کے لئے درخواست کی۔ لیکن اخوند صاحب چونکہ زہد وریاضت سے فارغ نہیں تھے۔ بلکہ دنیا کے جاہ و جلال کو ناپسند کرتے تھے۔ ان دنوں انہوں نے سیّد اکبر شاہ صاحب کی سیادت و سیاست کے بارے میں سُنا تھا بلکہ جس وقت سیّد اکبر شاہ صاحب کی سکھوں کے خلاف برسرِ پیکار تھے تو اخوند صاحب موضع

ریگی تحصیل صوابی میں رہائش پذیر تھے۔ انہوں نے بچشم خود ان کی قیادت کو دیکھا تھا۔ لہٰذا آپ خود تیار نہیں ہوئے اور کہا البتہ اس دور میں ایک ہستی ایسی بھی ہے جو بادشاہ بننے کے اہل ہیں اور وہی ہستی حضرت پیر بابا کی اولاد میں ہے۔

چنانچہ پختونوں کے ایک وفد کے ساتھ اخوند صاحب نے اپنا ایک نمائندہ بھی شامل کر کے سیّد اکبر شاہ صاحب کے پاس بھیجا۔ یہ سال ۱۸۴۸ء تھا۔ جبکہ بحوالہ غلام رسول مہر (سرگذشتہ مجاہدین) میں یہی سال ۱۸۴۷ء لکھا ہے۔ وہ سیّد اکبر شاہ صاحب کو راضی کر کے سوات لے آئے۔ سوات میں ایک اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں سوات کے پختونوں کے اکابرین کے علاوہ سیّد بابا اور نواب دیر کے دادا غزن خان اخوندزادہ بھی شامل تھے۔ اسی اجلاس میں اخوند صاحب سوات نے اس کی دستار بندی کی اور امیرِ شریعت کے خطاب سے سوات کے پہلے بادشاہ چنے گئے۔

قاضی عبدالحلیم اثر صاحب مزید لکھتے ہیں کہ سوات کے علاوہ دیر بنیر' سمہ پشاور اور ہزارہ کے مجاہدین نے متحد ہوکر اُس کو اپنا بادشاہِ اسلام منتخب کیا۔ سوات میں اس کی دارالامارت غالیگی (تحصیل بریکوٹ) مقرر ہوا۔ نیز اس علاقے میں عشروزکوٰۃ کا نظام لاگو کردیا گیا اور اسی عشروزکوٰۃ کی رقومات سے بیت المال قائم کیا گیا اور رقم سے نظامِ حکومت چلتا تھا فیصلے اسلامی شریعت کے مطابق ہونے لگے اور مکمل طور پر سوات میں پہلی مرتبہ اسلامی شریعت کا نفاذ عمل میں آیا۔

سیّد اکبر شاہ بادشاہ صاحب کے ساتھ اس کا ایک وزیر جس کا نام ارسلا خان تھا۔ صوابی سے آیا تھا۔ وہ ایک ظالم شخص تھا۔ اُس نے گھروں میں جو انگور کے پودے ہوا کرتے' اپنے آدمی بھیج کر اندرونِ خانہ انگور کے خوشوں کو گنتا تھا۔ اور اُن سے عُشر وصول کرتا تھا۔ نیز وہ مرغیوں پر بھی قلنگ (ٹکس) وصول کیا کرتا تھا۔ سیّد اکبر شاہ صاحب کی حکومت اُسی ارسلا خان نے بدنام کردیا تھا۔ اس وقت کا ایک مصرعہ (ٹپہ) مشہور ہے۔

چر گے چر گوڑی دِپہ شمار کڑہ
اَرسلا خان دَچر گو اخلی قلنگونه

اور جب ارسلا خان مرگیا تو اس کو غالیگی میں دفن کیا گیا۔ تو لوگ راستے پر جاتے ہوئے اس کی قبر پر پتھر برساتے تھے۔

ارسلا خان کے ظلم کی داستانیں لوگ اخوند صاحب سوات کو سُناتے تھے۔ تو آپ بہت خفا

ہو جاتے تھے اور کہتے تھے کہ میرے گلے کا یہ زنار کب ٹوٹ جائے گا۔ یہی وجہ تھی کہ سیّد اکبر بادشاہ صاحب کی وفات پر آپ کے بیٹے مُبارک شاہ کی امارت کیا مخالفت میں سیدو بابا نے حصہ لیا۔ مخالفت کی دوسری وجہ یہ بھی بتائی جاتی ہے کہ سادات ستھانہ کے عقائد بھی ابن عبدالوہاب سے متماثل تھے۔

سیّد اکبر شاہ نے چھ سال، جبکہ غلام رسول مہر صاحب کے مطابق گیارہ سال سوات پر حکومت کی۔ اور آخر اسی مردِ مجاہد اور حضرت پیر بابا کے عظیم سپوت نے ۱۸۵۷ء کو سوات میں وفات پائی۔ اور آپ کی جسد مبارک واپس ستھانہ لے جا کر وہاں دفنایا گیا۔

انگریز مصنف (اولف کیرو) لکھتے ہیں کہ اگر سیّد اکبر شاہ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں زندہ ہوتے تو جنگِ آزادی کا نقشہ کچھ اور ہوتا۔ یہی ان کی بہادری کا اعتراف ہے۔

سیّد مبارک شاہ ابنِ سیّد اکبر شاہ: آپ کی ولادت ۱۲۴۵ھ بمطابق ۱۸۳۲ء کو ہوئی۔ آپ نہایت حسین وجمیل اور بارُعب انسان تھے۔ اپنے والد محترم کی وفات پر وہ سوات کے بادشاہ بنادئے گئے لیکن اخوند صاحب کی ناراضگی کی وجہ سے آپ زیادہ عرصہ حکمران نہیں رہے۔ آپ نے سوات پر آٹھ ماہ تک حکومت کی۔ معزول ہونے پر وہ اپنے علاقے ملکا (بُنیر) واپس چلے گئے۔ ادھر ہندی مجاہدین جو کہ سیّد احمد شہاید کے بچے کُھچے سپاہی تھے۔ اور سیّد اکبر شاہ کی قیادت میں سکھوں کے خلاف بہت سی لڑائیاں لڑ چکے تھے۔ سیّد اکبر شاہ صاحب کے بعد انہوں نے سیّد مبارک شاہ کو اپنا امیر منتخب کیا۔

سیّد مبارک شاہ انگریزوں کے سخت مخالف تھے اور انگریزوں کو ناپسندیدہ نظروں سے دیکھتے تھے۔ ۱۸۶۳ء میں دو انگریز افسر قتل ہوئے تو انگریزوں نے اعلان کردیا کہ یہ انگریز افسر مسلمانوں کے امیر سیّد مبارک شاہ کے اشارہ پر قتل ہوئے ہیں۔ انگریز سیّد مبارک شاہ سے انتقام لینے کے لےٴ ستھانہ پر حملہ آور ہونے کی تیاری کرنے لگے۔

جب سیّد مبارک شاہ اور مجاہدین کو پتا چلا تو انہوں نے پختونوں کے تمام قبائل کو خطوط روانہ کئے۔ ایسے ہی ایک خط کا نقل کرنل ایڈی کی کتاب ''ستھانہ'' میں درج ہے۔ ستمبر ۱۸۶۱ء

میں مجاہدین نے موضع ٹوپی میں انگریزوں کے ایک پلٹن گائیڈز پر حملہ کردیا۔ حملہ اتنا سخت تھا کہ گائیڈز کو بھاگنے پر مجبور کردیا گیا۔

جنگِ امبیلہ: ٹوپی کی لڑائی کا بدلہ لینے کے لئے انگریزوں نے خفیہ تیاریاں شروع کیں۔ اور جب تیاریاں مکمل ہوئیں و ۱۳ اکتوبر ۱۸۶۳ء کو جنرل چمبرلین کی کمان میں پانچ پلٹن فوج صوابی سے روانہ ہوئی اور ۲۰ اکتوبر ۱۸۶۳ء کو یہ فوج درّہ امبیلہ پہنچی۔ یہ درّہ نو میل تک لمبا ہے کسی نے اس درّہ میں اس فوج سے کوئی تعرض نہیں رکھا۔ اور انگریز فوج سرکاوی کے پاس پہنچی۔ اور وہاں کیمپ لگایا۔ ۲۲ اکتوبر کو انگریز فوج کا رسالہ چملہ کی طرف گیا۔ اور جب واپس ہوا تو اُن کو واپسی کا راستہ نہیں مِل رہا تھا۔ ہر ایک پتھر کو اور درخت کے پیچھے ایک ایک مجاہد کھڑا تھا۔ جنگ شروع ہوئی اور نصف رات تک جاری رہی اور اسی وقت جہاد امبیلہ شروع ہوئی۔

گو کہ اخوند صاحب سوات اور مجاہدین کے درمیان مذہبی اختلافات پائے جاتے تھے پھر بھی اخوند صاحب نے امبیلہ کی جہاد میں شرکت کی۔ مسلمان مجاہدین نے انگریزوں کی دو چوکیاں ایگل نسٹ اور کریک کو تباہ کردیا۔ جنگ امبیلہ میں انگریز فوج کے نو سو آٹھ آدمی مارے گئے۔ جن میں اکثریت انگریز افسروں کی تھی۔ جس طرح ایک مصرعے (ٹپے) سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے:

دامبیلے گیدڑ سارہ بۂ شُو
چہ یے خوراک ووَد گو رَوولَڑمُو نُونہ

انگریزوں کو اپنی شکست نظر آئی تو پولیٹکل بنیادوں پر بنیر کے خوانین اور اخوند صاحب سوات کو اس بات پر رضا مند کردیا کہ ملکا میں جو مجاہدین آباد ہیں ان کی آبادیاں جلا کر انگریز فوج کسی اور سے تعرض کئے بغیر واپس آجائیگی۔ چنانچہ خوانین بونیر اور اخوند صاحب سوات اس پر متفق ہوئے اور ملکا کے نیچے چند پتھروں پر آگ جلائی تاہ انگریز اس کے آڑ میں اپنی شکست کو چھپالے۔

جہاد امبیلہ کے اصل ہیرو مبارک شاہ تھے۔ کیونکہ آپ مجاہدین کے امیر تھے اور یہی

مبارک شاہ صاحب تھے جنہوں نے مجاہدین کو ستھانہ لے آ کر ملکا کے نیچے ایک گاؤں میں آباد کیا تھا۔ آج بھی مجاہدین کی وہی بستی اور ان کی اولاد موجود ہے۔

جنگ امبیلہ میں نو سو مجاہدین کے ساتھ ساتھ تین ہزار کی نفری پختون قبائل حسن زی، امازی، اتما نزی، گدون دلہ زاک اور اخوند خیل سید مبارک شاہ کی قیادت میں لڑی تھیں۔ اور انگریزوں کو شکست فاش سے دوچار کیا تھا اور علاقہ بنیر کو ہمیشہ کیلئے انگریزوں کی تسلط سے بچایا۔

وفات: ۱۲۸۹ھ بمطابق ۱۸۷۲ء کو انتالیس سال کی عمر میں پستول صاف کرتے ہوئے گولی چل جانے سے آپ زخمی ہوئے اور ان زخموں سے آپ نے وفات پائی۔ ناوگئی ''حملہ'' میں آپ زخمی ہوئے اوز یہاں وفات پاگئے۔ لیکن سید شاہ محمود آپ کے چچا زاد بھائی پر قتل کا شبہ کیا گیا جو کہ بعد میں آپ کی خاندان کے لئے باہمی جھگڑے کا سبب بنا۔

اولاد: آپ کے تین فرزند تھے۔ فروز شاہ، سید بہادر شاہ سید نادر شاہ۔ ان سب میں سید بہادر شاہ لاولد فوت ہوا۔ سید نادر شاہ کے ایک فرزند سید سکندر شاہ ملکا باچا کے نام سے مشہور آدمی گزرے ہیں۔ آپ کے چھ فرزند تھے۔ خیر انوار، سید محمد سعید، سید محمد غلام، سید محمد خورشید، شمشیر انور، سید علی شیر۔

سید فروز شاہ: آپ کی پیدائش ۱۲۷۹ھ بمطابق ۱۸۶۲ء کو ہوئی۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جاچکا ہے کہ فیروز شاہ کے والد گرامی سید مبارک شاہ کی موت اپنے ہاتھ سے پستول چل جانے سے ہوئی تھی لیکن آپ کے بدطبیت صلاحکاروں کے مشورہ سے مبارک شاہ کے قتل کا شبہ سید شاہ محمود پر کیا گیا۔ لہٰذا فیروز شاہ نے ان سے انتقام لینے کے لئے ان کے خاندان پر حملہ کردیا۔ یہ حملہ رمضان کے مہینے میں کیا گیا اور امیر صاحب سید عمر کے خاندان کے تین اشخاص بمع نوکروں کے قتل ہوئے۔ ان میں عبدالجبار شاہ صاحب کا بھائی شاہ رسول بھی شامل تھا۔ عبدالجبار شاہ معجزانہ طور پر بچ گئے تھے۔ ان دنوں فیروز شاہ ستھانہ کا اکیلا وارث تھا۔ نواب محمد اکبر خان کے ساتھ اس کی دوستی تھی۔ ہندوستانی مجاہدین کی چھوڑی ہوئی توپ نواب محمد اکبر خان کو دے دی۔ فیروز شاہ مالی طور پر بہت کمزور تھا۔ مجاہدین اس کو اپنا بادشاہ (امیر) بنانا چاہتے تھے۔ لیکن وسائل کی

کمی کی وجہ سے وہ بادشاہ نہ بن سکے۔ یہ بات یاد رہے کہ ۱۸۵۸ء میں ستھانہ انگریزوں کے ہاتھوں تباہ ہوا تھا۔ نومبر ۱۸۸۷ء تک ستھانہ دوبارہ آباد ہوا تھا فیروز شاہ نے وہاں ایک برج تعمیر کیا۔ یہ برج ستھانہ اور منڈی سے اوپر تعمیر کیا گیا تھا اور دریا پر محصول لیا کرتے تھے۔ نیز مویشیوں کی چرائی پر بھی محصول لیا کرتے تھے۔ ان دنوں فیروز شاہ نے جہانگیر کے ایک ملاح مسمیٰ غلام دین سے دس روپے محصول لیا تھا جس پر انگریز کمشنر پشاور نے فیروز شاہ کو خط لکھا کہ اس برج کو گرادو۔ فیروز شاہ نے کہا کہ انگریز کے کہنے پر برج گرادوں گا لیکن اتمانزیوں کے کہنے پر نہیں گراتا۔ اور یہ بھی کہا کہ ستھانہ میرا علاقہ ہے۔ اتمانزیوں (کھبل والے) اور نواب امب کی طرح میں بھی محصول وصول کرسکتا ہوں۔

فیروز شاہ روس، استنبول (ترکی) اور کابل بھی گئے لیکن وہاں کسی نے پناہ نہ دی۔ فیروز شاہ نے چمڑے کی توپ ایجاد کی تھی۔ آخری عمر میں آپ پر عسرت اور مالی تنگی تھی۔ آپ اپنے اجداد کی طرح انگریزوں سے سخت نفرت کرتے تھے اور ہر قیمت پر وہ ان کو نقصان پہنچانے کا درپے تھے۔ آخر ۱۹۰۸ء میں خونی اسہال کی وجہ سے وہ ملکا میں وفات پاگئے۔

اولاد: آپ کے تین فرزند تھے۔ سید شاہ جہان (ان کے دو فرزند تھے گل بادشاہ، میانگل جان) سید عبداللہ جان (ان کے دو فرزند تھے۔ میر سلطان، سید باچا) سید سمندر شاہ (ان کے ایک ہی فرزند سعد اللہ جان ہے)

۳: سید عمر شاہ ابن سید شاہ گل: آپ اندازۃً ۱۲۱۱ھ بمطابق ۱۷۹۶ء کو ستھانہ میں پیدا ہوئے۔ آپ ایک بہادر انسان تھے۔ انگریزوں اور سکھوں کے سخت مخالف تھے۔ آپ سید احمد کے مصاحب بھی تھے۔ آپ نے سید احمد اور بعد میں اپنے بھائی سید اکبر شاہ صاحب کے ساتھ سکھوں کے خلاف جتنی بھی لڑائیاں لڑیں ان سب میں وہ شامل تھے۔ ۱۸۵۸ء کو انگریزوں کے خلاف تمام ہند کے مسلمانوں نے جنگ آزادی شروع کی تو آپ نے بھی حکومتِ برطانیہ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ انگریزوں نے اس بغاوت کو کچلنے کے لئے فوج بھیجی اور انگریزوں کے حملے کے دوران ایک مورچہ میں ۱۲۷۴ھ بمطابق مئی ۱۸۵۸ء کو آپ شہید ہوئے۔

اولاد: آپ کے تین فرزند تھے۔ شاہ محمود' سید میر حسین' سید شیر حسین۔ سید میر حسن لاولد فوت ہوئے۔ جبکہ سید شیر حسین فیروز شاہ کے ہاتھوں قتل ہوئے۔

شاہ محمود ابن امیر سید عمر: شاہ محمود صاحب ۱۲۵۹ھ بمطابق ۱۸۴۳ء کو ستھانہ میں پیدا ہوئے۔ آپ بہت عابد' زاہد اور متقی انسان تھے مبارک شاہ کے قتل کا شبہ آپ پر کیا گیا۔ حالانکہ مبارک شاہ اپنے ہاتھ پستول صاف کرتے ہوئے گولی لگنے سے وفات پا گئے تھے۔ آپ زاہد و عابد ہونے کے علاوہ ایک بہادر انسان تھے۔ آپ ۱۸۷۸ء میں بعمر چونتیس سال بانگڑی علاقہ حسن زئی منڈرخیلوں کے ہاتھوں بے خبری کے عالم میں شہید ہوئے۔

اولاد: آپ کے دو فرزند تھے۔ (۱) شاہ رسول: آپ فیروز شاہ کے حملے کے دوران وفات پا گئے تھے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر چودہ برس تھی۔ اس لئے لاولد فوت ہوئے۔ (۲) اور سید عبدالجبار شاہ۔

سید عبدالجبار شاہ سابق بادشاہ سوات

سید عبدالجبار شاہ صاحب ۱۲۹۶ھ بمطابق ۱۸۷۸ء کو ستھانہ میں پیدا ہوئے۔ جیسے پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ آپ کے والد صاحب بانگڑی میں منڈرخیلوں کے ہاتھوں شہید ہوئے تھے۔ آپ ان کی شہادت کے سال پیدا ہوئے۔

جس وقت فیروز شاہ نے ستھانہ میں آپ کے خاندان پر حملہ کیا تو آپ معجزانہ طور پر بچ گئے تھے۔ اس حملے کے وقت آپ کی عمر دو سال تھی آپ کی والدہ صاحبہ اور آپ کو ستھانہ چھوڑنا پڑا۔ آپ کی والدہ صاحبہ نے آپ کی تربیت اچھے طریقے سے کی۔ آپ نے مختلف مدارس میں تعلیم حاصل کی۔ علم حاصل کرنے کے لئے آپ ہندوستان بھی گئے۔ ریاست ٹونک' لکھنؤ اور بنارس میں آپ نے علم حاصل کیا۔

۱۸۹۳ء میں آپ وطن واپس آ گئے۔ اور پختونوں کی سیاست میں حصہ لینے لگے۔ ۱۸۹۷ء میں سعد اللہ خان المعروف ملامستان و سرتور فقیر جو کہ علاقہ بنیر کے رہنے والے تھے۔ ایک عالم اور خدا رسیدہ انسان تھے۔ انہوں نے بنیر سے آ کر لنڈا کے (سوات) کے مقام پر

غازیانِ اسلام کو جمع کیا اور انگریزوں کے خلاف جہاد کا اعلان کیا اس جہاد میں عبدالجبار شاہ صاحب نے بھی حصہ لیا تھا۔ (ازمونگ مجاہدین مولفہ عبدالحلیم اثر صاحب وعبرۃ الاولیٰ الابصار صفحہ۵۴۱)

یہ جہاد سرتور فقیر کی قیادت میں شروع ہوئی۔ اس کے واقعات کچھ یوں ہیں۔ سرتور فقیر صاحب ۲۶ جولائی ۱۸۹۷ء کو لنڈا کے سے اٹھے اور تھانہ کے راستے الہ ڈھنڈ اور بٹخیلہ گئے۔ راستے میں جیوش ان میں شامل ہونے لگے۔ بٹ خیلہ میں صلاح و مشورہ کے بعد پیرانو کلی کے راستے مالاکنڈ پر حملہ کیا۔ رات کے نو بجے تھے۔ حملہ اتنا اچانک تھا کہ گائیڈز اور سکھ فوجوں کو پتا بھی نہ چلا۔ اس دوران سکھ فوجیوں کا صفایا کیا گیا۔ آخر گورہ فوج سامنے لائی گئی۔ دست بدست لڑائی شروع ہوئی عبدالجبار شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ اس دست بدست لڑائی میں وہ پھنس گئے تھے۔ لیکن بچ گئے۔ آخر مجاہدین نے کوارٹر گارڈ پر قبضہ کیا اور انگریز فوج کی اسلحہ اور گولہ بارود مجاہدین کے ہاتھوں لگا۔ صبح تک لڑائی جاری رہی۔ صبح زخمیوں اور مردوں کا حساب لگایا گیا تو انیس مجاہدین شہید ہوئے تھے۔ جبکہ انگریز فوج کا ایک کرنل' ایک میجر ایک لیفٹیننٹ اور پانچسو اکیس سپاہی ہلاک ہوگئے تھے۔ یہ انگریزوں کے خلاف عبدالجبار شاہ صاحب کی پہلی لڑائی تھی۔ ۱۸۹۹ء میں نواب امب محمد اکرم خان نے بلاکر آپ کو اپنا مصاحب اور مشیر مقرر کیا۔ وہ ۱۹۰۷ء تک اس عہدے پر رہے۔ ۱۹۰۷ء میں نواب خان زمان خان کے سیاسی وزیر مقرر ہوئے اور ریاست امب کی سرحدوں میں توسیع کی۔ بحوالہ پرولیش شاہین صاحب آپ نے ریاست امبت میں وزارت عظمیٰ تک ترقی کی تھی۔ اسی دوران آپ چونکہ مستحکم ہوگئے تھے تو اپنے دشمنوں یعنی فیروز شاہ وغیرہ کے خاندان پر حملہ کیا اور جب ان کو مغلوب کیا تو عبدالجبار شاہ صاحب نے اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کو معاف کیا اور یوں قتل و قتال کا سلسلہ خاندان میں بند ہوگیا۔

سوات میں بحیثیت بادشاہ تقرری: عبدالجبار شاہ صاحب کے سوات پر بادشاہ بننے سے پہلے یہاں کے لوگ یعنی پختون مختلف پارٹیوں (ڈلے) میں بٹے ہوئے تھے۔ ایک پارٹی دوسری پارٹی کے خون کی پیاسی تھی۔ ان میں چند خوانین نواب دیر کے پرہ و جنبہ میں اور انہی خوانین کے ایما پر نواب دیر محمد شریف خان نے علاقہ نیکپیخیل اور برسوات کے علاقے کو قبضہ میں لے رکھا تھا۔ اور جب کبھی ملی زیوں (دیر والوں) کے سپاہی سوات میں آجاتے تھے تو وہ لوگوں

کو بہت تنگ کرتے تھے۔ ان کے گھروں میں جو بھی کام کی چیز ہوتی تھی وہ اپنے ساتھ اٹھا کر لے جاتے تھے۔ ایک واقعہ ان دنوں کا مشہور ہے کہ ایک دفعہ ایک ملی زی کو روٹی اور سالن کی جگہ ایک آدمی نے گھر سے دودھ لایا تھا تو اس ملی زی نے کہا کہ "لے جاؤ واپس' میں نے اپنی ماں کا دودھ بہت پیا ہے دہی لاؤ اور اگر دہی نہیں لاتے تو مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔" اس طرح کی ملی زیو کے مظالم کی داستانیں علاقہ سوات میں بہت مشہور ہیں۔ لوگ ان سے پہلے تنگ آ چکے تھے لیکن سوات کے خوانین اور لوگ ایک دوسرے کے خلاف خانہ جنگیوں میں مصروف تھے۔ کوئی متحدہ قوت نہیں تھی جس سے ملی زیوں کا مقابلہ کیا جا سکتا تھا۔

اسی وقت علاقہ سوات میں سنڈا کے ملا صاحب وارد ہوئے کہا جاتا ہے کہ آپ ایک بلند پایہ عالم تھے اور ساتھ ہی تصوف میں بھی دخل رکھتے تھے اور جب انہوں نے ملی زیوں کے مظالم دیکھے تو آپ سے یہ برداشت نہ ہو سکا۔ لہٰذا آپ نے خوانین سوات کو ایک جرگہ میں اکٹھا کیا۔ خوانین کی نااتفاقی کی وجہ سے ان میں کوئی بھی بادشاہت کا اہل نہیں تھا۔ نیز سنڈا کے ملا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے محسوس کیا کہ ایک متحدہ قوت ہی نوابِ دیر کا مقابلہ کر سکتی ہے۔ خوانین سوات جو آپس میں ایک دوسرے کے خلاف تھے لہٰذا یہ فیصلہ کیا گیا کہ ایک تیسرے شخص کو بادشاہ بنایا جائے کیونکہ ایک متحدہ قوت بادشاہ ہی کے پاس ہوتی ہے۔ جو سواتیوں کو ملی زیوں کے مظالم سے نجات دلا سکے گا۔ چنانچہ اس (جرگہ) میں سے ایک وفد تیار کیا گیا۔ اسی وفد نے پہلے میاں گل عبدالودود جو اخوند صاحب کے پوتے تھے' سے بادشاہ بننے کے لئے کہا۔ لیکن اس نے جواب میں کہا کہ فوج اور خزانہ کے بغیر حکومت نہیں کی جا سکتی اور تم لوگوں کے پاس نہ فوج ہے نہ خزانہ میں کس طرح آپ لوگوں کا بادشاہ بن سکتا ہوں۔ یہاں سے ناامید ہو کر وفد ملکا میں سوات کے بادشاہ اول سید اکبر شاہ صاحب کے پوتے سید نادر شاہ باچا کے پاس چلے گئے۔ اور ان سے بادشاہ بننے کی استدعا کی۔ نادر شاہ باچا صاحب نے معذرت کی اور بعد میں ان کو ایک خط دیا اور کہا کہ آج کل ہمارے خاندان میں ایک قابل آدمی سید عبدالجبار شاہ ہے جو کہ بادشاہت چلانے کے اہل ہیں۔ اور انہیں عبدالجبار شاہ کے پاس ستھانے بھیج دیا۔

عبدالجبار شاہ صاحب نے ان لوگوں کی دعوت قبول کرتے ہوئے ان کے ساتھ سوات آیا"

اور ۱۹۱۴ء کو وہ بادشاہ بنادیا گیا۔

یہاں پر آپ نے عشر و زکوٰۃ کا نظام قائم کیا اور اس رقم سے بادشاہت چلانے لگے۔ ایک فوج رکھی۔ فوج کا طریقہ کار یہ تھا کہ سپاہی کا بندوق اس کا اپنا ہوتا تھا۔ اور تنخواہیں فصل ربیع و خریف پر عشر کی آمدن سے دیا جاتا تھا۔ عام حکم یہ تھا کہ جس نے دس سپاہیوں کو لاکر بھرتی کرلیا وہی حوالدار کہلائے گا۔ اور جو شخص بیس آدمی لائے گا وہی ان کا جمعدار یعنی نائب صوبیدار ہوگا۔ اس طرح سو آدمیوں کو لانے پر صوبیدار بنایا جائیگا۔ آپ تین سال تک سوات کے بادشاہ رہے آپ نے ملی زیوں سے مقابلہ کرکے ان کو سوات سے مار بھگایا۔ اور جگہ جگہ قلعے تعمیر کیے تاکہ بوقتِ ضرورت ملی زیوں سے اپنا دفاع کیا جاسکے۔ نیز ان قلعوں میں تعینات سپاہی ملک میں امن و امان کے علاوہ بیرونی حملہ آوروں کا مقابلہ کرتے تھے۔

شریعت کا نفاذ: آپ نے اپنے زیرِ حکم علاقے میں مکمل اسلامی شرعی نظام نافذ کیا جگہ جگہ قاضیوں کو بٹھاکر لوگوں کے مابین شریعت کے مطابق فیصلے ہونے لگے۔ بعد میں یہی شرعی نظام میاں گل عبدالودود اور اس کے بیٹے میاں گل جہانزیب کے ادوار میں بھی چلنے لگا۔

عبدالجبار شاہ کے دور میں بے نمازی کو بھی سزا دی جاتی تھی۔ اس طرح زانی کو رجم کی سزادی جاتی تھی۔ (سبحان اللہ کیسا پیارا دور تھا)

فرنگیوں کے خلافِ جہاد: سید عبدالجبار شاہ نے دریائے سوات کے شمالی کنارے آباد علاقے یعنی نیکپیخیل اور شامزی پر اپنی حکومت مستحکم کی تو دریائے سوات کے جنوبی علاقے ابا خیل موسیٰ خیل' بابوزئی' عزری خیل وغیرہ کی طرف متوجہ ہوئے۔

سرتور فقیر نے مالاکنڈ پر جو حملہ کیا تھا تو اس جہاد میں سواتیوں نے حصہ لیا تھا۔ بعد میں انگریزوں نے سواتیوں سے انتقام لینے کے لئے سوات پر حملہ کیا' اور موضع کوٹہ کے سادات نامی گاؤں جلادیا تھا اور لنڈا کے مقام پر انگریزوں نے مکمل قبضہ کیا تھا۔

۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم شروع ہوئی تو انگریزوں نے سوچا کہ سرحدوں پر لڑائی سے اجتناب کیا جائے۔ چنانچہ انگریزوں نے نواب دیر کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کیا۔ ۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم ترکوں اور انگریزوں کے درمیان لڑی جارہی تھی۔ ادھر ترکوں کی جانب سے جہاد کا فتویٰ ہندوستان

آ پہنچا جس میں مسلمانوں سے انگریزوں کے خلاف جہاد کی اپیل کی گئی تھی۔

ان دنوں انگریزوں کے خلاف پختونخوا میں حاجی صاحب ترنگزی برسرِ پیکار تھے۔ انہوں نے اس فتوئی کی ایک نقل سنڈا کے ملا صاحب کو بھیجی اور ان سے کہا کہ وہ سوات میں اس فتوے کا پرچار کر کے لوگوں کو انگریز کے خلاف ابھارے۔ چنانچہ سنڈا کے ملا صاحب جگہ جگہ لوگوں کو ابھارنے لگے اور لوگ جوش و جذبہ کے ساتھ اٹھے۔ عبدالجبار شاہ صاحب نے جب لوگوں کا یہ جذبہ دیکھا تو انہوں نے علاقے کے زعماء کی ایک میٹنگ بلائی اس میٹنگ میں نئی حکومت کی کمزوریوں کو زیر بحث لایا گیا۔ جن میں اسلحہ کی کمی، نواب دیر کی دشمنی اور فرنگی کی منظم قوت کے خلاف غیر منظم اور نوزائیدہ حکومت کس طرح مقابلہ کرسکتی تھی۔ لوگوں نے عبدالجبار شاہ صاحب سے اتفاق کیا۔ اس پر سنڈا کے ملا صاحب ناراض ہوکر اس میٹنگ سے اٹھ گئے۔ لوگوں نے بعد میں پشیمان ہوکر اس کو راضی کردیا اور جنگ کا طبل بجایا۔

عبدالجبار شاہ صاحب کی سرکردگی میں لنڈاکی کے مقام پر انگریزوں اور پختونوں مجاہدین کا مقابلہ ہوا۔ اور انگریزوں کو لنڈاکی سے چکدرہ جانے پر مجبور کردیا۔ بعد میں انگریزوں نے اس کا انتقام لینے کے لئے عبدالجبار شاہ صاحب کے خلاف سازش میں بھرپور حصہ لیا۔

تین سال بعد عبدالجبار شاہ کو معزول کیا گیا اور اس کی جگہ پر میاں گل عبدالودود سوات کے بادشاہ بنے۔

عبدالجبار شاہ صاحب کی معزولی کے عوامل: عبدالجبار شاہ صاحب کے خلاف درج ذیل عوامل کارفرما تھے۔ جو ان کی معزولی کا سبب بنے۔

انگریز: سید اکبر شاہ اور بعد میں مبارک شاہ نے انگریزوں کے خلاف کافی کام کیا تھا۔ انگریزوں نے دو دفعہ ستھانہ کو جلایا تھا اور بعد میں امبیلہ کی جنگ بھی اس سلسلے کی ایک کڑی تھی۔

عبدالجبار شاہ انگریزوں کے خلاف جہاد میں دو دفعہ شامل ہوئے تھے پہلی دفعہ سرنور فقیر کی سرکردگی میں مالاکنڈ کے حملہ میں حصہ لیا۔ جبکہ دوسری مرتبہ سواتی قوم کی قیادت کرتے ہوئے انگریزوں کے خلاف لنڈاکی کے مقام پر جہاد کیا۔ انگریز عبدالجبار شاہ صاحب کو اسی لئے سوات کی بادشاہت سے ہٹانا چاہتے تھے۔

(۲) والئ سوات: سب سے پہلے خوانین سوات کے جرگہ نے میاں گل عبدالودود سے بادشاہ بننے کے لئے کہا تھا۔ لیکن اس کے انکار پر عبدالجبار شاہ کو بادشاہ بنادیا گیا۔ لیکن جب میاں گل عبدالودود نے دیکھا کہ عبدالجبار شاہ نے بغیر خزانہ اور فوج کے بادشاہت چلائی ہے تو اس کے دل میں بھی بادشاہت کا خیال سمایا کہ کس طرح عبدالجبار شاہ کو معزول کر کے اس کی جگہ بادشاہ بن جائے۔ ان دنوں میانگل عبدالودود دربار جو کہ چکدرہ کے ساتھ ملحق ہے، میں رہائش پزیر تھے۔ اس نے انگریزوں کے ساتھ گھٹ جوڑ کیا۔ بلکہ میاں گل عبدالودود کو بادشاہت دلانے میں انگریزوں کا ہاتھ تھا۔ کیونکہ بعد میں انگریزوں نے میاں گل عبدالودود کو حکمران تسلیم کیا اور انگریز کرنل کمشنر کرنل کین نے ۳ مئی ۱۹۲۶ء کو سید و شریف آ کر میاں گل کو والئ سوات کی حیثیت سے تسلیم کیا۔ (مجلہ پشتو برائے ماہ اکتوبر، نومبر ۱۹۸۹ء میانگل جہانزیب والئ سوات مضمون نگار عبدالرؤف نوشہروی صفحہ ۴۹)

(۳) نواب دیر: نواب دیر سوات کو اپنا جاگیر تسلیم کرتا تھا اور جب کبھی ملی زیوں کو بھوک ستاتی تھی تو وہ سوات پر حملہ آور ہوتے تھے۔ عبدالجبار شاہ نے نواب دیر اور ملی زیوں کے آگے بند باندھ لیا تھا۔ اس وجہ سے نواب دیر بھی عبدالجبار شاہ کے خلاف سازش میں شامل تھا۔

(۴) خوانین سوات: خوانین سوات میں ایک پرہ (جنبہ) بھی عبدالجبار شاہ کے خلاف تھا اور اس فریق نے نواب دیر کی دوستی کی وجہ سے عبدالجبار شاہ کو تسلیم نہیں کیا۔ چنانچہ وہی پرہ (جنبہ) بھی عبدالجبار شاہ کو ہٹانے میں معاون ثابت ہوا۔

عبدالجبار شاہ کے خلاف سوات میں سب سے پہلے قادیانی ہونے کی افواہ چلائی گئی۔ ہوا یوں کہ آپ کے دربار میں ایک آدمی بیٹھا تھا کہ اچانک ایک معمولی حادثہ کی وجہ سے اس کے منہ سے بے اختیار نکلا ''پیر بابا خیر'' عبدالجبار شاہ نے جب یہ بات سنی تو انہوں نے کہا حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ پہاڑوں کے اُس پار ہے اور یہاں سے کافی دور ہے۔ اسکو کیوں تکلیف دیتے ہو۔ اللہ تعالیٰ جو کہ تمہارے شاہ رگ سے بھی قریب ہے اس کو کیوں نہیں پکارا۔ اس پر وہی شخص ناراض ہوکر اٹھا۔ اور اس کے ہاتھ میں ایک دونی تھی۔ اسے ہوا میں اچھالتے ہوئے عبدالجبار شاہ سے کہا کہ اپنے خدا سے کہو کہ وہ اس دونی کو اوپر روک لے۔

اس آدمی نے باہر نکل کر لوگوں سے یہی بات کہہ دی۔ عبدالجبار شاہ کے خلاف سوات میں تو پہلے سے کھچڑی پک رہی تھی اور اس بات نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ عام لوگوں میں یہ بات مشہور ہوئی کہ عبدالجبار شاہ قادیانی ہوگیا ہے اور اس بات کو مزید ہوا دینے کے لئے درج بالا عوامل نے مشترکہ کام کیا۔

کاکی جان ملک ساکن گالوچ تحصیل کبل جن کی عمر سو سال سے تجاوز کرگئی ہے' سے روایت ہے کہ جب عبدالجبار شاہ کے خلاف سوات کی فضا مسموم بنادی گئی تو ان عوامل نے ملکر سنڈا کے ملا صاحب کو عبدالجبار شاہ کے خلاف ورغلایا۔ اور برسوات موضع نل کے میدان میں ایک مناظرے کا اہتمام ہوا۔ جس میں فریقین شامل ہوئے۔ عبدالجبار شاہ نے اٹھ کر مخالف فریق سے کہا کہ تم لوگ مجھ پر کیا الزام لگاتے ہو۔ تو سنڈا کے ملا صاحب نے اٹھ کر کہا کہ تم قادیانی ہو۔ اس کے جواب میں عبدالجبار شاہ نے اٹھ کر کلمہ توحید پڑھا اور کہا کہ رسول پاک ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ میں اس کو آخری نبی مانتا ہوں اور وہی ہمارا جد اعلیٰ ہیں۔ اگر واقعی میں ان کی اولاد میں سے ہوں تو جس طرح تم نے میرے خلاف ایک شر انگیز فتنہ کھڑا کیا ہے تمہارا بھی اسی ملک میں جگہ نہ رہے گی۔ ان الفاظ کے ادا کرنے کے بعد آپ نے دریائے سوات کو عبور کیا اور علاقہ پورن کے راستے واپس ریاست امب چلے گئے۔

عبدالجبار شاہ صاحب پر قادیانیت کا لیبل انگریزوں کی سازش سے لگا۔ کیونکہ انگریز سادات ستھانہ کو اپنا دشمن سمجھتے تھے۔ اگر عبدالجبار شاہ واقعی قادیانی ہوتا تو قادیانیت انگریزوں کا پیدا کردہ فتنہ تھا۔ تو ان پر کیونکر قادیانیت کا لیبل لگتا۔ دوسری بات عبدالجبار شاہ کی تحریروں سے جگہ جگہ پتا چلتا ہے کہ وہ ختم نبوت پر ایمان رکھتے تھے۔ ثبوت کے طور پر ان کی ایک قلمی کتاب ''عبرۃ الاولی الابصار'' کی فوٹو کاپی سے ایک اقتباس نقل کرتا ہوں۔ صفحہ ۳۶۶ پر سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ ''آپ نے عقیدہ توحید و سنت کو عملاً زندہ کیا اور تمام مکروہات و ممنوعات کا قلع قمع کردیا اور آپ کے مواعظ و تحریرات سے ہزارہا خلفاء آپ کے تمام اسلامی دنیا کے کل اکناف میں پیدا ہوکر فرض تبلیغ حق و احیاء دین میں لگ گئے جنہوں نے اسلام کی تمام سعید روحوں کو راہ راست پر چلادیا۔ یہ کام یا تو انبیاء علیہم السلام کے ہوتے ہیں۔ یا ہمارے ختم المرسلین ﷺ کی روحانی تربیت یا ان کے سچے خلفاء سے ہی سرزد

ہوسکتے ہیں۔"

عبرۃ الاولیٰ الابصار ابھی تک قلمی ہے۔ جو شخص "ختم المرسلین" جیسے الفاظ استعمال کرتا ہے تو وہ کیسے قادیانی ہوسکتا ہے۔ قادیانی فرقہ ختم نبوت کو نہیں مانتا۔ اس کے علاوہ عبدالجبار شاہ کی اولاد سنی مسلمان ہیں۔ ان کی اولاد میں قادیانیت سے کوئی متاثر نہیں ہوا۔ باقی قادیانیت کے الزام کے بارے میں آپ کی ایک کتاب کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ جس کا میں نے مطالعہ نہیں کیا ہے۔ کہ سچ ہے کہ جھوٹ واللہ اعلم سوات سے سیدھے آپ اُمب گئے۔ اور وہاں وہ دوبارہ وزیر مقرر ہوئے۔ ۱۹۳۶ء کو نواب امب کی وفات پر وہ وزارت سے علیحدہ ہوگئے۔ ۱۹۳۸ء میں دکن حیدر آباد انڈیا گئے اور وہاں وزیر مقرر ہوئے۔ ۱۹۵۶ء کو آپ نے اس دنیا سے رحلت فرمائی۔

ادبی خدمات: آپ ایک عالم و فاضل انسان تھے۔ آپ نے فارسی اور اردو میں کتابیں لکھیں بحوالہ محمد پرویش شاہین (دسوات گلونہ) آپ نے ۸۶ کتابیں لکھیں۔ جن میں سے چند قابل ذکر نام درج ذیل ہیں۔ (۱) بنی اسرائیل یا ملت افاغنہ (۲) عرضداشت منظوم (۳) شہادت الثقلین (۴) البصیرت (۵) عبرۃ الاولیٰ الابصار۔

ازواج و اولاد: آپ نے بڑے گھرانوں میں شادیاں کیں۔ آپ کی ایک بیوی نواب امب کے گھرانے سے تعلق رکھتی تھی دوسری بیوی بخارا کے ولیعہد کی بیٹی تھی۔ تیسری بیوی شاہ مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ ابن سید جمال رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھی۔ ان بیویوں سے آپ کے گیارہ فرزند پیدا ہوئے۔

(۱) سید اکبر حسین شاہ: آپ کے تین فرزند ہیں۔ بشیر حسین، محمد احمد اور امجد حسین۔ سید اکبر حسین وفات پاگئے ہیں۔ آپ کی اولاد ایبٹ آباد سپلائی میں رہائش پزیر ہے۔

(۲) سید شاہ ابراہیم: آپ کے تین فرزند ہیں۔ جمیل حسین شاہ شیر حسین شاہ اور جاوید حسین شاہ۔

(۳) سید شاہ شجاع: آپ کی والدہ صاحبہ بخارا کی شہزادی تھی آپ کے دو فرزند ہیں۔ علی مبارک اور سید ناصر خسرو۔ آپ دونوں بھائی نیوتھانہ (مرخنڈی) علاقہ چملہ (بنیر) میں رہائش

پزیر ہیں۔ چونکہ ستھانہ تربیلہ ڈیم کی وجہ سے زیر آب آ گیا۔ اس لئے سادات ستھانہ ادھر ادھر مختلف علاقوں میں رہائش پزیر ہیں۔

(۴) سید شاہ رسول: آپ لاولد ہیں۔

(۵) محمود حسین شاہ: ان کا ایک فرزند شکیل ہے۔

(۶) سید احمد شاہ: آپ کے تین فرزند ہیں۔ سید بلال، سجاد اور افضال۔

(۷) حامد حسین شاہ: آپ کے ایک فرزند کا نام ہمایوں شاہ ہے۔

(۸) محبوب علی شاہ: آپ پاکستان آرمی میں کرنل کے عہدے پر فائز ہیں آپ بڑے اچھے انسان ہیں۔ آج کل آپ کی رہائش پشاور میں ہے۔ آپ کے دو فرزند ہیں۔ حیدر شاہ اور قیصر شاہ۔

(۹) سلطان علی شاہ: آپ جون ۱۹۴۲ء میں ستھانہ میں پیدا ہوئے۔ بی۔اے کرنے کے بعد ایم۔بی۔اے بزنس کرنے امریکہ گئے۔ اور وہیں ملازمت اختیار کی۔ ۱۹۷۲ء میں پاکستان واپس آئے پھر امریکہ واپس گئے۔ ۱۹۷۴ء کو امریکہ سے واپس آ کر پاکستان میں آباد ہوئے۔ اپنے والد محترم کے بنائے ہوئے بنگلہ ستھانہ ہاؤس ایبٹ آباد میں رہائش اختیار کی آپ کی جائیداد ہزارہ میں ہے۔ نیز ایک پولٹری فارم بھی چلا رہے ہیں۔ ۱۹۷۲ء میں پاکستان پیپلز پارٹی میں شامل ہوئے۔ صوبہ سرحد کی تنظیم میں نائب صدر کے عہدے پر فائز ہیں۔ جبکہ ہزارہ ڈویژن کی پیپلز پارٹی کے صدر ہیں۔ نومبر ۱۹۸۸ء میں قومی اسمبلی کے لئے الیکشن لڑا لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔

اولاد: آپ کا ایک فرزند عثمان علی شاہ ہیں۔

(۱۰) نثار حسین شاہ: نثار حسین شاہ کے دو فرزند سید احسن اور سید عباس ہیں۔

(۴) سید اصغر شاہ ابن سید شاہ گل: آپ کی زندگی اور اولاد کے بارے میں معلوم نہ ہو سکا۔

(۵) سید عمران شاہ ابن سید شاہ گل: آپ کی حالاتِ زندگی نامعلوم ہیں۔ آپ کے تین فرزند ہیں۔ (۱) سید عبدالوہاب (۲) سید عطر شاہ ان کے دو فرزند ہیں۔ حضرت سید، علی اکبر۔ (۳) سید عمران کے تیسرے فرزند کا نام سید عبداللطیف ہے۔ آپ کے دو فرزند ہیں۔ سید محمد شاہ۔ ان کے چار فرزند ہیں۔ محمد اکبر، امیر شاہ، رسول شاہ اور شاہ سید۔ دوسرے فرزند کا نام سید بہرام شاہ ہے۔

(۶) شاہ ادریس المعروف شاہ مدار ابن سید شاہ گل: آپ سید اکبر شاہ کے ساتھ سکھوں کے خلاف لڑائیوں میں شامل تھے۔ اور سکھوں کے خلاف جہاد میں شہید ہوئے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ لاولد فوت ہوئے۔

(۳) سید محراب شاہ ابن خواجہ نور ابن سید مسعود: آپ سادات باجکٹہ بنیر کے جد امجد ہیں۔ آپ کے ایک فرزند کا نام سید میاں غازی شاہ تھا۔ میاں غازی شاہ کے ایک فرزند کا نام میاں کچکول اور میاں کچکول کے ایک فرزند کا نام میاں پیر سید ہے۔ میاں پیر سید کے تین فرزند ہیں۔ (۱) نظیف جو لاولد فوت ہوئے۔ (۲) محمود شاہ آپ کے تین فرزند سید محمود شاہ، شاہ محمود، اور داؤد شاہ ہیں۔ (۳) سید مامور شاہ جبکہ ان کے چار فرزند ہیں۔ حضرت محمود، سید سلطان، امیر سلطان، شیر بہادر۔

(۴) میاں عتیق اللہ ابن میاں خواجہ نور: آپ کا مدفن بنیر میں ہے۔ آپ کی اولاد جوڑ بازار گے (بنیر) اور ضلع سوات میں موضع تندو ڈاک اور نچیگرام میں آباد ہے۔ آپ کے چار فرزند ہیں جن کے نام علی الترتیب یہ ہیں۔ سید میاں حیات میر، سید فاروق سید امین اور شیخ ذاوی۔

سید میاں حیات میر: آپ کی اولاد نچیگرام سوات میں آباد ہے۔ آپ کے دو فرزند میاں ملوک شاہ اور سید زینور شاہ ہیں۔

میاں ملوک شاہ کا ایک فرزند میاں قدرت علی ہے جبکہ میاں قدرت علی کے دو فرزند ابراہیم شاہ سید جلال ہیں۔

ابراہیم شاہ کے ایک فرزند کا نام میر داد ہے۔ جبکہ میر داد کے دو فرزند ہیں الٰہی داد اور رحیم داد، سید جلال کے دو فرزند امیر شاہ جو کہ لاولد ہیں، بہادر شاہ جس کے ایک فرزند کا نام سید فقیر شاہ ہے۔ سید فقیر شاہ کے تین فرزند میاں صنوبر میاں گل عنبر اور بخت روان ہے۔

سید حیات میر کے دوسرے فرزند کا نام سید زینور شاہ ہے اور سید زینور شاہ کے ایک فرزند شاہ میر اور سید شاہ میر کے ایک فرزند سید جمال جبکہ سید جمال کے دو فرزند سید غواص اور سید غزن ہیں۔ سید غواص کے پانچ فرزند ہیں: سیدا گل، سید محمد اکبر، سید عبدالاکبر، سید کاکوٹے۔ جبکہ سید غزن کے ایک فرزند کا نام صاحب زر ہیں۔ صاحب زر کے ایک فرزند عبداللہ جان ہے۔ عبداللہ جان کے پانچ فرزند عبدالخالق، عبدالرزاق، عبدالواحد، عبدالقیوم اور عبدالمنان ہیں۔ سادات کی پنجگرام میں ۱/۳ حصہ زمین پر ان کی ملکیت ہے۔

(۲) سید فاروق ابن میاں عتیق اللہ: آپ کی اولاد موضع تندو ڈاک میں آباد ہے، آپ کے ایک فرزند کا نام سید ملاباز ہے سید ملاباز کا مدفن تندو ڈاگ میں ہے۔ سید ملاباز کے فرزند کا نام سید نظیف اور پوتے کا نام گل سید ہے۔ جبکہ گل سید کے تین فرزند ہیں۔ میاں خواجہ احمد نور اور عبدالرزاق۔

(۳) سید امین ابن میاں عتیق اللہ: آپ کی اولاد جوڑ (بنیر) میں آباد ہے۔ آپ کے ایک فرزند کا نام شاہ میر اور شاہ میر کے دو فرزند جن کے نام علی الترتیب غریب شاہ اور سخی بادشاہ ہیں۔

(۴) شیخ زادی ابن میاں عتیق اللہ: آپ بازارگئی سادات کے جد امجد ہیں۔ شجرۂ نسب آگے صفحات پر درج ہے۔

(۵) سید علی اکبر شاہ ابن خواجہ نور: آپ کی اولاد گبائی میں آباد ہے۔ آپ کی اولاد کا شجرۂ نسب اگلے صفحات پر درج ہے۔ آپ کے تین فرزند سید امیر شاہ، شاہ میر، سید عبداللہ ہیں۔

(۶) سید مدثر شاہ ابن میاں خواجہ نور: آپ کی اولاد شلبانڈی (بنیر) میں آباد ہے۔ آپ کی اولاد سادات ڈبہ کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کے دو فرزند میاں نور شاہ اور حضرت

سید ہیں۔ آپ کی اولاد کا شجرۂ نسب اگلے صفحات پر درج ہے۔

(۷) میاں سلمان ابن میاں خواجہ نور: میاں سلمان کی اولاد کوھی و پنیرہ علاقہ تکی خیل (چغرزی) میں ہے۔ آپ کے ایک فرزند کا نام میاں رکن الدین تھا۔ ان کے تین فرزند میاں مہدی شاہ معظم شاہ اور انور شاہ ہیں۔ شجرۂ نسب اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے۔

(۸) پیر وہاب ابن میاں خواجہ نور: ان کی اولاد کا کوئی شجرۂ نسب دستیاب نہیں ہوسکا۔

(۹) حضرت نور ابن خواجہ نور: آپ کا مزار بالا لئے (چار باغ سے سات کلومیٹر کے فاصلے پر مدین روڈ) میں واقع ہے۔ آپ کے دو فرزند ہیں۔ سید عمران اور دوسرا نام نامعلوم۔ سید عمران بلائی میں رہائش پزیر تھے۔ آپ بلائی سے نقل مکانی کرکے ہزارہ (کبل) علاقہ نیکپیخیل میں آ کر آباد ہوئے اور یہاں وفات پائی۔ سید عمران کا مزار علی گرامہ اور ہزارہ کے درمیان روڈ سے جنوب کی طرف واقع ہے۔ آپ ا روضہ سیرئے بابا کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کے ایک فرزند کا نام میاں حضرت میر ہے۔ ان کا مزار مبارک چھوٹا ہزارہ میں برلب سڑک واقع ہے۔ جبکہ میاں بابا کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کے دو فرزند ایلہ نئ بابا (لاولد) اور میاں شیر بابا' چھوٹی ہزارہ کی سادات آپ کی اولاد میں ہیں۔ شجرۂ نسب اگلے صفحات پر ملاحظہ کیجئے۔

(۱۰) حاجی سید رحیم شاہ ابن خواجہ نور: آپ کی اولاد پلوسہ یار حسین میں ہے۔ لیکن اولاد کا کوئی شجرۂ نسب نہیں ملا۔

سید پیر امام ابن میاں سید مسعود ابن میاں عبدالوہاب:

آپ سید پیر امام سید مسعود رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اور سید عبدالوہاب کے پوتے تھے۔

آپ کا مزار جودبا علاقہ چغرزی میں ہے۔

بحوالہ تاریخ ہزارہ مولفہ ڈاکٹر شیر بہادر صاحب' جب سید جلال رحمۃ اللہ علیہ ابن میاں قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے علاقہ پکھلئی پر قبضہ جمایا تو سید جلال بابا رحمۃ اللہ علیہ جنوب مغرب کی طرف بڑھنے لگے۔ تو تنولیوں نے اس خطرہ کو محسوس کرتے ہوئے بنیر سے سید مسعود کے دو فرزند سید پیر امام اور سید نجم الدین کو اپنے ہمراہ مدد کے لئے بلالیا۔ تاکہ لڑائی اگر درپیش ہوتو قوم سواتی جو

کہ سید جلال رحمۃ اللہ علیہ کی زیر قیادت لڑ رہے ہیں، ان کے سامنے حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے پوتے سید پیر امام اور سید نجم الدین کی قیادت میں تنولیوں کو متحد ہوکر ان کے مقابلے کے لئے تیار کیا جائے۔ لیکن سید جلال رحمۃ اللہ علیہ تنول کے علاقے سے آگے نہ بڑھے۔ تنولیوں کی مدد کرنے اور بزرگ خاندان ہونے کے عوض تنولیوں نے اپنی ملکیت سے چوتھا حصہ پیر امام اور سید نجم الدین کو دے دیا۔ یہاں یہ بات یاد رہے کہ سید پیر امام اور سید نجم الدین نے سید جلال ابن سید قاسم کی بیٹیوں سے شادیاں کی تھیں۔

اولاد: سید پیر امام کے پانچ فرزند تھے۔ اسعد الدین، سید محمد شاہ، سید مجذوب شاہ میاں سید کریم شاہ اور حافظ محمد ابراہیم۔

اسعد الدین: اسعد الدین ابن سید پیر امام تقریباً ۱۷۴۵ء کو صوابی میرا علاقہ تنول میں آ کر آباد ہوئے اور اپنے والد کو دی ہوئی جائیداد سے حاصلات لینے لگے۔ آپ سادات صوابی کو میرا کے جد امجد ہیں۔ جبکہ ایک اور روایت کے مطابق اسعد الدین بنیر سے آ کر اس علاقے میں قوم سلمانی سے زمین حاصل کی۔ کچھ زمین بطور زر خرید اور کچھ ہبہ کے طور پر قدیم وارثان قوم سلمانی سے حاصل کی۔ اس سے پہلے آپ کالخمر میں آباد تھے آپ نے صوابی میرا میں وفات پائی اور یہیں دفن ہوئے۔

اولاد: آپ کے تین فرزند تھے۔ سید احمد شاہ، سید حمید المعروف امین شاہ اور سید محمود۔

سید احمد شاہ: آپ کی شادی صوبہ خان تنولی کی لڑکی سے ہوئی۔ آپ کی اولاد میں سید قاسم اور بعد میں اس کا بیٹا ہوڈی شاہ ایک برگزیدہ شخص گزرے ہیں۔ ان کے علاوہ سید امیر شاہ ابن شاہ دوران ابن حضرت نور ابن سید حسین ابن سید احمد شاہ اور ان کے فرزند سلطان شاہ جاگیر دار رہے۔ انگریزوں کی طرف سے نقد جاگیر اور سو روپے نقد ان کو دیا جاتا تھا۔ دوران شاہ کی وفات پر ۱۸۷۷ء میں ان کے بیٹے سید امیر شاہ جاگیر دار بنے سادات صوابی میرا میں سید سرور شاہ بھی معروف ہستی تھے۔ ایل۔ایل۔ بی کرنے کے بعد پراسیکوٹینگ انسپکٹر (سرکاری وکیل) مقرر ہوئے۔ ترقی کرتے ہوئے وہ ایس۔پی پولیس کی آسامی پر تعینات ہوئے۔ اس کے بعد ایف،

سی' کے کمانڈنٹ کے عہدہ پر ترقی ہوئی۔ ۱۹۶۱ء میں ریٹائرڈ ہوئے۔ ۱۹۶۲ء میں قومی اسمبلی کے لئے الیکشن کے لئے کھڑے ہوئے لیکن کامیاب نہیں ہوئے۔

(۲) سید حمید المعروف امین شاہ: آپ اسعد الدین کے فرزند تھے۔ آپ کی اولاد گڑھی اگررور میں ہے۔ شجرۂ نسب آئندہ صفحات پر ملاحظہ ہو۔

(۳) سید محمود: آپ بھی اسعد الدین کے فرزند تھے۔ آپ کی اولاد بھی گڑھی اگرور' صوابی میرا اور گھوڑا یہ مزگ میں آباد ہیں۔

۲: سید محمد شاہ ابن سید پیر امام: آپ کا مزار موضع اجمیرہ میں ہے۔ آپ کی اولاد موضع پیر باڑی' نوشہرہ بلند کوٹ' سیدڑہ' گھجبوڑی' کیارگلی' میران وغیرہ میں آباد ہیں۔ آپ کی تین ازواج میں سے دس فرزند تھے۔ زوجۂ اول سے شاہ سید' حاجی شاہ اور سید شاہ۔ زوجۂ دوم سے نام نامعلوم۔ آپ کی اولاد گھجبوڑی اور کیارگلی میں آباد ہے۔ زوجۂ سوم سے سید حمید شاہ اور سید حسین شاہ۔ ان کے علاوہ تین فرزند اور تھے لیکن ان کے نام نامعلوم ہیں۔ شجرۂ نسب آئندہ صفحے پر ملاحظہ ہو۔

۳: سید مجذوب شاہ ابن سید پیر امام: آپ سید پیر امام کے فرزند تھے۔ آپ کا مزار کیارگلی (ہزارہ) میں ہے۔ آپ لاولد فوت ہوئے تھے۔

۴: سید کریم شاہ ابن سید پیر امام: آپ بھی سید پیر امام کے فرزند تھے۔ آپ کا مزار موضع بلند کوٹ میں ہے۔ آپ کی اولاد بلند کوٹ' سیدڑہ' میران' نانگیر' چیلاس اور پشاور میں آباد ہے۔ آپ کے دو فرزند سید امیر شاہ اور شاہ سید ہیں۔ سید امیر شاہ کا مزار بلند کوٹ میں واقع ہے۔ آپ کے ایک فرزند سید گل شاہ تھے۔ سید گل شاہ کے تین فرزند سید سمندر شاہ' سید حکیم شاہ اور سید برہان علی شاہ ہیں۔

سید عبدالستار شاہ المعروف بادشاہ جان صاحب: بادشاہ جان صاحب سید برہان علی شاہ کے فرزند تھے۔ آپ ۱۲۹۰ھ کو بمقام میران مانسہرہ (ہزارہ) میں پیدا ہوئے۔ یہ مقام

کوہستان ہزارہ میں واقع ہے۔ آپ کے والد صاحب علاقے کے ایک معزز صاحب جائیداد زمیندار تھے۔ والدین کے انتقال کے بعد آپ کو زمینداری کا کام سنبھالنا پڑا آپ پابند صوم و صلوٰۃ' سخی اور ملنسار تھے۔ علاقے کے لوگ آپ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے بعض رشتدار آپ سے جلنے لگے۔ بادشاہ جان صاحب نے خیال کیا کہ رشتدار صرف عزت اور جائیداد کی وجہ سے دشمنی اختیار کرتے چلے جارہے ہیں۔ چنانچہ آپ نے اپنی تمام جائیداد مال و دولت اللہ تعالیٰ کی راہ میں غرباء و مساکین میں تقسیم کیا اور درویشانہ زندگی اختیار کی۔ آپ موضع میران سے اجمیر شریف عازم سفر ہوئے۔ اجمیر شریف میں چند ماہ عبادت و ریاضت میں مشغول رہے۔ خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے علوم ظاہری کی حصول کا حکم ہوا۔ چنانچہ چھ سال کے عرصہ میں آپ نے درسات سے فراغت حاصل کی۔ اس اثناء میں انہوں نے تعمیر سڑک کے ایک ٹھیکیدار کے ہاں ملازمت کرلی۔ جس سے آپ کی معاش کچھ سدھر گئی۔ حصول علم کے بعد آپ اجمیر شریف واپس چلے گئے۔ کچھ عرصہ اجمیر شریف میں قیام کے بعد اپنی معاشی حالت سدھارنے کے لئے آپ نے سفر اختیار کیا۔ سڑک کی مرمت میں آپ کو کافی تجربہ حاصل تھا۔ اس لئے آپ نے اس مد میں ٹھیکیداری اپنانے کا فیصلہ کیا۔

اجمیر شریف سے نکل کر وہ مختلف جگہوں پر کام کرتے رہے۔ ضلع مردان میں آپ سڑکوں کی تعمیر کررہے تھے۔ تو آپ کے مزدوروں میں ایک مزدور آغا غفور شاہ صاحب نقشبندی بھی تھے۔ آپ کی نگاہ نے اس درویش کو بھانپ لیا۔ آپ آغا صاحب سے محبت کرتے تھے۔ جب آغا صاحب آپ سے رخصت ہونے لگے تو آپ نے فرمایا ”سڑک کی تعمیر کے بعد میں آپ کے ساتھ سفر پر روانہ ہوجاؤنگا۔ چنانچہ کام سے فارغ ہونے کے بعد دونوں خراسان کی طرف روانہ ہوئے۔ مختلف مزارات پر حاضری دی۔ آخر بادشاہ جان صاحب آغا غفور شاہ سے علیحدہ ہوئے اور کابل کی طرف روانہ ہوئے۔ کابل میں ولی اللہ حضرت سید حسن المعروف نقیب صاحب سے سلسلۂ قادریہ عالیہ میں بیعت کی۔ وہاں سے آپ اجمیر شریف واپس تشریف لے گئے۔ وہاں کئی برس رہنے کے بعد آپ کو بہار جانے کا حکم ہوا۔ چنانچہ نو برس تک آپ بہار میں

سڑکوں کی تعمیر کا کام کرتے رہے۔ ان نو برسوں میں آپ ہر سال اجمیر شریف میں حاضری دیتے تھے۔ اور خوب سخاوت کرتے تھے۔ اجمیر شریف میں آپ خوب ریاضت و سخاوت کرتے تھے۔ وہاں سے آپ کو کشمیر جانے کا حکم ملا۔ کشمیر میں آپ سائیں محمد عظیم رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں حاضر ہوئے اور سائیں صاحب کی بیعت کی۔ آپ نے پیرو مرشد کے ساتھ کافی عرصہ گذارا۔ آخر مرشد صاحب نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے آپ کو مقبول و منظور کردیا ہے اور اپنے خاص انعامات سے سرفراز کردیا ہے اور آپ کو خلافت سے نوازے گئے۔ وہاں سے رخصت لے کر آپ رحمۃ اللہ علیہ اجمیر تشریف لے گئے۔ مرشد کی طرف سے آپ کو پشاور جانے کا حکم ہوا۔ آپ نے اجمیر شریف سے پشاور کا سفر اختیار کیا۔ پشاور میں ڈبگری بازار کے وسط میں ایک مکان کرائے پر حاصل کیا اور یہاں رشد و ہدایت میں مصروف ہوگئے۔ آپ ہر اسلامی مہینہ کی چھٹی تاریخ کو عام سماع کی محفل منعقد کیا کرتے تھے۔ شب جمعہ کو خصوصی محفل سماع ہوتی تھی۔ آپ تمام رات عبادت اور مراقبے میں مصروف رہتے تھے۔ آپ کے لنگر میں بہترین کھانے پکتے تھے۔ امیر اور غریب دسترخوان پر آپ کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے۔ اجمیر شریف اور سائیں صاحب کے عرسوں میں باقاعدہ حاضری دیتے تھے۔ آپ کے مرید ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ ان میں پشتو کے عظیم شاعر بابائے غزل امیر حمزہ خان شنواری بھی شامل ہیں۔ بادشاہ جان صاحب کے کہنے پر حمزہ خان شنواری نے پشتو زبان میں شاعری شروع کی تھی۔ اور بادشاہ جان صاحب کی دعا سے آپ نے پشتو ادب میں بلند مقام حاصل کیا۔ ۲۳ اور ۲۴ ذی الحجہ کے درمیانی شب میں جشن منایا جاتا تھا۔ ڈبگری بازار دلہن کی طرح سجایا جاتا تھا۔ آپ ہر دکان کا معائنہ خود کرتے تھے اور پھر مجلس سماع کا انعقاد کیا جاتا تھا۔

(ماخوذ از علماء و مشائخ سرحد مؤلفہ سید امیر شاہ گیلانی پشاور)

آخر ذیقعدہ ۲ ۱۳۷۱ھ کو آپ بیمار ہوئے اور اسی مہینہ میں آپ نے وفات پائی۔ موضع بالا ماڑی میں آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔ آپ کا کوئی فرزند نہیں ہے۔ آپ کے خانقاہ کا سجادہ نشین آپ کے خواہر زادہ سید واقف شاہ صاحب ہیں۔

نوٹ:۔ شجرہ جات کے باب میں ان کا شجرہ شریف بھی ہے۔

(۵) حافظ محمد ابراہیم ابن سید پیر امام: آپ سید پیر امام کے فرزند ہیں۔ آپ کا مزار کرگ الائی میں ہے۔ آپ کی اولاد کرگ' کنڈ' سرخیلی بانڈہ اور چکیسر میں آباد ہے۔ آپ کے تین فرزند تھے۔ سید محمد مقیم سید محمد نعیم اور سید فیض اللہ۔

سید محمد مقیم: آپ حافظ سید محمد ابراہیم کے فرزند ہیں۔ آپ اور آپ کے بھائی سید محمد نعیم ہزارہ سے ترک وطن کر کے نوشہرہ میں آگئے تھے۔ اور نوشہرہ کی جامع مسجد محلہ شلان خیل میں رہائش اختیار کی۔ وہاں سے کچھ عرصہ قیام کے بعد آپ سکنہ طورو ضلع مردان میں آ کر آباد ہوئے۔ اور یہاں اخوند پنجو رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کے محلے میں رہائش اختیار کی اور یہاں وفات پائی۔ آپ کا مزار مبارک اپنے بھائی سید محمد نعیم کے ساتھ نواں کلی طورو کے شمال مشرقی سمت ایک پہاڑی کی شمالی سمت ہے۔ (سادات الحسینی قلمی (عبدالحلیم اثر صاحب)

آپ کے دو فرزند ہیں۔ سید عبدالرحمٰن اور سید احمد امیر۔

سید عبدالرحمٰن: آپ کا مزار شریف طورو (مردان) میں واقع ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تین فرزند تھے۔ محمد غوث' شرف الدین جو کہ لاولد تھے' اور حبیب یہ بھی لاولد تھے۔

محمد غوث کے ایک بیٹے کا نام سید امیر تھا۔ جو اپنے زمانے میں ایک عالم اور فاضل انسان گزرے ہیں۔ اپنے دور کے علماء کے استاد محترم تھے۔ سید امیر صاحب بھی لاولد تھے۔

سید محمد امیر: آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار بھی طورو میں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کئے پانچ فرزند تھے۔ محمد امین' سید حیدر' سید اکبر' زینور شاہ اور عبدالعلی۔ آخر الذکر تین لاولد تھے۔ سید حیدر کے ایک فرزند سید فضل احمد جو کہ اپنے وقت میں فقہ کے جید عالم تھے اور فقی بابا کے نام سے مشہور تھے۔ آپ کے بھی پانچ فرزند تھے۔ عبدالمطلب' سید عبدالقدوس' سید حبیب اللہ عزیز الرحمٰن اور سید عبدالدیان۔

سید عبدالقدوس: آپ ۱۸۷۶ء میں پیدا ہوئے اور ریاست ٹونگ کے ایک مدرسہ خلیلہ سے علم حاصل کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فارسی کے ایک اچھے شاعر بھی تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف کا نام "خلاصۃ الوراثت" ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ۹۳ سال کی عمر پائی۔ آپ کی رہائش نواں کلی

ضلع صوابی میں تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دو فرزند سید تجمل حسین اور سید الطاف حسین تھے۔

سید نعمان: سید نعمان ابن سید محمد آمین ابن سید احمد میر ابن سید مقیم ابن حافظ محمد ابراہیم۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ شاہ ولی اللہ کے خاندان کے مرید تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک جید عالم تھے۔ جامع مسجد طورو کے خطیب تھے۔ اپنے والد محترم کی وفات پر وہ جامع مسجد طورو میں خطبہ دینے لگے۔ سید عبدالجلیل کے تین فرزند تھے۔ سید گل بادشاہ، سید محمد شفیع، اور سید محمود۔ سید عبدالجلیل کی وفات پر آپ کے فرزند سید گل بادشاہ اسی مسجد میں خطبہ دینے لگے۔

(ماخوذ از ”سادات الحسینی (قلمی) مؤلفہ از قاضی عبدالحلیم اثر صاحب)

سید محمد نعیم ابن حافظ محمد ابراہیم: آپ ہزارہ سے ترکِ سکونت کرکے نوشہرہ تشریف لائے۔ نوشہرہ میں کچھ عرصہ کے قیام کے بعد اپنے بھائی سید محمد مقیم کے ساتھ طورو (مردان) میں آکر آباد ہوئے۔ آپ نعیم گل اخوند زادہ پکھلی والے کے نام سے مشہور تھے۔ آپ ایک جید عالم تھے۔ علم کے علاوہ آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت شاہ فضل احمد معصومی المعروف حضرت جی صاحب پشاور کے مرید تھے۔ آپ نے طورو میں وفات پائی۔ اور نواں کلی کے شمالی سمت میں آپ کا روضۂ مبارک ہے۔ آپ لاولد تھے۔

سید فیض اللہ ابن حافظ سید محمد ابراہیم: سید فیض اللہ جو کہ غازیکوٹی بابا کے نام سے مشہور تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک میدان ہزارہ میں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سات فرزند تھے۔ سید مدد شاہ، سید میاں گل، سید امیر حسن شاہ، سید امیر شاہ، سید ہادی شاہ، سید ملا بابا (لاولد) اور محمد سید شاہ ان میں سید ہادی شاہ بالاکوٹ کے مقام پر سید احمد شہید کے ہمراہ لڑتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ لاولد تھے۔

قطبِ زمانہ حضرت سیّد امان علی شاہ صاحب:

سید امان علی شاہ، ابن سید عبادت علی شاہ، ابن خلیل احمد شاہ، ابن سید عثمان شاہ، ابن سید مدد شاہ، ابن سید فیض اللہ، ابن سید محمد ابراہیم، ابن سید پیر امام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

سید عبادت علی شاہ کے پردادا بنیر سے گنڈ تر علاقہ الائی ضلع کوہستان تشریف لائے۔ امان علی شاہ قادری حصول علم کے لئے اپنے گاؤں سے نکلے اور موضع گنجیاں میں آئے اور یہاں حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب خطیب جامع مسجد ایبٹ آباد کے والد محترم سے تعلیم حاصل کی۔ اور یہیں آپ نے رہائش اختیار کی۔ تحصیل علم کے بعد آپ کو روحانی حصول علم کا شوق پیدا ہوا۔ ان دنوں خواجہ عبدالرحمٰن صاحب چھوہروی کی زہد وتقویٰ کا ہزارہ ڈویژن میں شہرہ تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ان کی خدمت میں گئے اور ان سے بیعت کی۔ بے پناہ زہد و ریاضت کے بعد آپ سلسلہ قادریہ میں پیر صاحب کے ماذون مقرر ہوئے۔ وہاں سے رخصت ہوکر آپ حویلیاں کے قریب موضع تنکی TANAKKI میں تشریف لائے اور یہاں چلہ کشی اور ریاضت میں مشغول ہوئے۔ ریاضت سے فارغ اوقات میں تبلیغ دین اور اشاعت دین میں منہمک ہوجاتے تھے۔ موضع تنکی میں لوگ جوق در جوق آپ سے فیض حاصل کرنے حاضر ہوجاتے تھے۔ تنکی کے مکینوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے لئے ایک مکان بنایا اور وہیں شادی بھی کرادی۔ مگر پہلی بیوی سے اولاد نہ ہوئی۔ تو آپ نے دوسری شادی کی اور گنجیان منتقل ہوگئے۔ دوسری بیوی سے ایک لڑکی اور تین لڑکے پیدا ہوئے۔ سید مسکین شاہ، سید محمد شاہ اور سید قدرت شاہ۔

آپ کی عبادت کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے نماز ظہر قضا ہوئی تو آپ بہت روئے اور تین وقت تک کھانا نہیں کھایا اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی خواستگار ہوئے۔ آپ کشف وکرامات کا اظہار کبھی بھی نہیں کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ بیمار ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید حاجی غلام محمد ساکن بالڈھیر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''حاجی صاحب واپس جائیے'' میں اس بیماری سے نہیں مروں گا۔ مرید واپس چلا گیا اور آپ صحت یاب ہوئے۔ تو اظہار کشف پر بہت پشیمان ہوئے اور امام مسجد کو بلایا اور کہا کہ مولوی صاحب! مجھ سے شریعت محمدی کی حد ٹوٹ گئی ہے۔ لہٰذا شرعی حد مقرر

کریں۔ اس پر بحث ہوئی۔ آخر تین روزے رکھنے کا شرعی حد مقرر ہوا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تین روزے رکھے۔

وفات: آپ نے ایک سو بیس سال تک کی عمر پائی۔ آخر ۲۲ فروری ۱۹۴۳ء کو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے موضع گنجیان میں وفات پائی اور اسی گاؤں میں سپرد خاک کردیئے گئے۔

(ماخوذ از ”علماء و مشائخ سرحد مولفہ امیر شاہ گیلانی)

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فرزند سید محمد شاہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین ہیں۔

نوٹ: اس کتاب کے شجرہ جات والے باب میں آپ کا شجرۂ نسب بھی دیا گیا ہے۔

۳: سید نجم الدین ابن سید مسعود ابن میاں عبدالوہاب:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر سید پیر امام رحمۃ اللہ علیہ کے حصے میں کچھ نہ کچھ آیا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سید پیر امام رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بنیر سے علاقہ تنول ہزارہ میں آئے تھے۔ وہاں سے پکھلی تشریف لے گئے۔ آپؒ نے سیّد جلال ابن سیّد قاسمؒ کی دختر نیک اختر سے شادی کی تھی۔ اور پکھلی ہی میں وفات پائی تھی۔ مصری بانڈ علاقہ پکھلی میں آپؒ کا مزار مبارک ہے۔ آپ کی اولاد گندف، شگئی، منڈی وپٹ بانڈی وغیرہ میں آباد ہے۔ آپؒ کے تین فرزند تھے۔

(۱) سید شیخ بابا: ۔ آپؒ کا مدفن بھی گندف میں ہے۔ لاولد تھے۔

(۲) سیّد عرب شاہ: ۔ آپؒ کا مدفن بھی گندف میں ہے۔ آپؒ کے چار فرزند تھے۔ سید حسین شاہ، سیّد رسول شاہ، سید حسن۔

(۳) سیّد شاہ نور: ۔ آپؒ کی اولاد منڈی، کنٹر پڑی میں ہے۔ آپؒ کے دو فرزندہ ہے۔ انور شاہ جو لاولد تھے۔ سیّد مہر شاہ آپ کے تین فرزند یعنی سیّد فتح شاہ، سیّد عظیم شاہ، سید نادر شاہ تھے۔ سیّد نجم الدین کی اولاد کا شجرہ جو دستیاب ہوا وہ آئندہ صفحات پر درج کیا گیا ہے۔

سیّد بہاء الدّین ابن سیّد مسعود ابن میاں عبدالوھابؒ:

سیّد بہاء الدین رحمتہ اللہ علیہ سید مسعود باباؒ کے فرزندہ تھے۔ آپؒ کا مزار مبارک سَنی گرام علاقہ بُنیر میں ہے۔ سنی گرام سواڑی سے شمال مشرقی سمت ایک کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ سنی گرام

میں آپؒ کے مزار مبارک پر ایک گنبد بنا ہوا ہے۔ آپؒ کی اولاد سنی گرام، اپر جلال، کالو خان نواں کلی، رزڑ، کوٹ دولت زئی، گجرات، حمرہ کوٹ (ضلع مردان وصوابی) جامبیل، پرونٹرہ (ضلع سوات) گوکند اور پنچپائی (بُنیر) میں آباد ہے۔ آپؒ کے پانچ فرزند تھے۔ سیّد معظم شاہ، غازی حضرت شاہ، سید امیر شاہ، سید قابل شاہ، اور سیّد حسن المعروف فقیر بابا گوند (بُنیر)

(۱) سید معظم شاہ:۔ آپؒ کی اولاد مرغز (صوابی) اور اپر جلال میں آباد ہے۔

(۲) غازی حضرت شاہ:۔ آپؒ کی کوئی اولاد نہیں۔

(۳) سید قابل شاہ:۔ ان کی اولاد باری گاؤں اور کوتل پانڑ میں آباد ہے۔

(۴) سید امیر شاہؒ:۔ آپؒ کا مزار سنی گرام میں اپنے والد مکرم سیّد بہاہ الدین کے مقبرہ واقع سنی گرام میں ہے۔ آپؒ کی اولاد سنی گرام، کالوخان، نواں کلی (صوابی) ٹنکو ہی وغیرہ میں ہے۔

سیّد امیر شاہ کے آٹھ فرزند تھے۔ سیّد شکور، نظام شاہ، سیّد احمد شاہ، سید ابراہیم سیّد کریم شاہ ۔ سیّد عصام الدین لا مزار کالوخان میں ہے۔ آپؒ کے چھ فرزند ہیں

(۱) سیّد یوسف شہید:۔ نوشہرہ کے قریب پیر سباک کے مقام پر سکھوں کے خلاف سید اکبر شاہ صاحب کی قیادت میں جو لڑائی لڑی گئی۔ اس لڑائی میں سید یوسف اور اُن کے بھائی سید عمر بھی شامل تھے۔ اس لڑائی میں دونوں بھائی شہید ہوئے۔ اور دونوں کی لاشیں میدان جنگ میں پڑی رہیں۔ چالیس دن بعد شجاع نامی ایک آدمی جو کہ کالوخان کا تھا، ان لاشوں کو اٹھا کر کالوخان لے آئے۔ لوگ جوق در جوق دونوں بھائیوں کی آخری دیدار کے لئے آ رہے تھے۔ اور اِس بات پر حیران رہ جاتے تھے کہ لاشیں ابھی تک ترو تازہ تھیں جیسے ابھی ابھی شہید ہوئے ہوں۔ چالیس دن بعد بھی ان کے زخم ایسے ہی تروتازہ تھے جیسے ابھی زخمی ہوئے ہوں۔ سرخ خون چالیس دن بعد بھی زخموں سے نکل رہا تھا۔ ان دونوں بھائیوں کو اپنے والد گرامی سید عصام الدینؒ کے مزار کے پاس کالوخان میں دفن کیا گیا۔

سیّد یوسفؒ کے ایک فرزند جنکا نام سید رسان تھا۔ اُن کی اولاد کا شجرۂ النسب کے باب میں ذکر ہوا ہے۔

(۲) سید عمرؒ :- آپؒ بھی عصام الدین کے فرزندہ تھے جیسے پہلے ذکر کیا جاچکا ہے۔ آپؒ اپنے بھائی سید یوسف کے ساتھ پیر سباک کے مقام پر سکھوں کے خلاف جہاد میں شہید ہوئے تھے۔ آپؒ کے تین فرزندہ تھے۔ سید لطیف، سید مستعان اور سید اکبر۔ اُن کا شجرہ نسب آئندہ صفحہ پر ملاحظہ کیجئے۔

(۳) سید سلمان :- آپؒ بھی سکھوں کے خلاف جہاد میں شہید ہوئے تھے۔ آپؒ لاولد تھے۔ اِن تینوں کے علاوہ سید عصام الدینؒ کے تین فرزند اور ہیں۔ جولاولد تھے۔ اِن کے نام درج ذیل ہیں۔ زینور شاہ، محراب شاہ، اور سید ابوعلی شاہ۔

(۲) سید علی شاہ ابن سید امیر شاہ: آپؒ کا مزار مبارک اپنے دادا کے مقبرہ واقع سخا گرام میں ہے آپؒ سید امیر شاہ کے فرزندہ تھے۔ آپ کی اولاد رستم نواں کلی (صوابی) میں ہے۔ آپ کے ایک فرزندہ کا نام سید باچا ہے۔ اُن کی اولاد کا شجرۂ نسب آئندہ صفحہ پر ملاحظہ ہو۔

(۳) سید علی گل ابن سید امیر شاہ: آپ کا مزار بھی سنی گرام میں ہے۔ آپ کی اولاد سنی گرام میں آباد ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ہی فرزند سید اعظم تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کا شجرۂ نسب آئندہ صفحہ پر ملاحظہ کیجئے۔

(۴) سید شکور ابن سید امیر شاہ: آپ کا مزار امازو گھڑی اور محبّ بانڈہ (مردان) کے درمیان واقع ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد امازو گھڑی اور محبّ بانڈہ میں آباد ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کا شجرۂ راقم الحروف کو نہیں مل سکا۔

(۵) سید نظام شاہ ابن سید امیر شاہ: سید نظام شاہ کا مزار مبارک موضع سنی گرام میں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد بھی موضع سنی گرام میں آباد ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سات فرزند تھے۔ سید باکر، طوطی متین، حیات میر، سید امیر، شاز اور سید علی شاہ۔

(۱) سید باکر لاولد ہے۔

(۲) طوطی ابن نظام شاہ: آپ کا مزار بھی سنی گرام میں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سنی گرام میں آباد ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کا ایک گھرانہ حمزا کوٹ (رستم) میں جاکر آباد ہوا ہے۔ شجرۂ نسب آئندہ صفحہ پر ملاحظہ کیجئے۔

(۳) متین ابن نظام شاہ: آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد بھی موضع سنی گرام میں موجود ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کا شجرۂ نسب آئندہ صفحہ پر ملاحظہ کیجئے۔

(۴) سید حیات میر ابن نظام شاہ: آپ بھی سید نظام شاہ کے فرزند ہیں۔ آپ کی اولاد کا شجرۂ نسب آئندہ صفحات پر ملاحظہ کیجئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سید زرین باچا ایک عالم انسان ہیں۔ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ پر پشتو زبان میں ایک کتاب بھی لکھ چکے ہیں۔ دوسری کتاب بھی حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ پر لکھ رہے ہیں۔ جو زیر طبع ہے۔ سید زرین باچا ایک صاحب قلم ہونے کے ساتھ ساتھ ایک فیاض آدمی بھی ہیں۔ کتاب پر جو رقم ہاتھ آئی اس رقم سے موضع سنی گرام میں ایک جامع مسجد تعمیر کروائی۔

(۵) سید امیر ابن نظام شاہ: آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دو فرزند تھے سید صاحب اور سید ولی۔ یہ دونوں لاولد ہیں۔

(۶) شاز ابن نظام شاہ: آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی لاولد ہیں۔

(۷) سید علی شاہ ابن نظام شاہ: آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بھی کوئی اولاد نہیں۔

(۶) سید احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ ابن سید امیر شاہ: آپ سید امیر شاہ کے چھٹے فرزند ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد تو رورسک (بنیر) میں آباد ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اولاد کا شجرۂ نسب آئندہ صفحہ پر ملاحظہ کیجئے۔

(۷) سید ابراہیم ابن سید امیر شاہ: آپ رحمۃ اللہ علیہ سید امیر شاہ کے ساتویں فرزند ہیں۔ آپ کی اولاد بھی سنی گرام میں ہے۔ آپ کے دو فرزند ہیں۔ سید عمران، میاں سید حبیب۔

آپ کی اولاد کا شجرۂ نسب آئندہ صفحات پر ملاحظہ کیجئے۔

(۸)سید کریم شاہ ابن سید امیر شاہ: آپ سید امیر شاہ کے آٹھویں فرزند ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک نواں کلی (صوابی) میں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تین فرزند ہیں۔ سید حبیب شاہ، فتح شاہ، اوڈھی شاہ آپ کی اولاد نواں کلی صوابی میں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کا شجرۂ نسب آئندہ صفحات پر ملاحظہ فرمائیے۔

سید حسن المعروف فقیر بابا ابن سید بہاء الدین:

آپ کا مزار مبارک گوکند (بُنیر) میں ہے۔ اور فقیر بابا کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کی اولاد گوکند، ٹوپدرہ، جامبیل، یرونڈہ وغیرہ میں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چھ فرزند تھے۔ (۱)نام نامعلوم: آپ کی اولاد ٹوپ درّہ میں ہے۔ (۲)نام نامعلوم: مزار کوز گوکند، نیز اولاد بھی کوز گوکند میں ہے۔ (۳)سید مرزا شاہ: آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار شریف اشاڑی بابا کے نام سے مشہور ہے۔ جو کہ جامبیل میں واقع ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد بھی جامبیل میں آباد ہے۔ (۴)سید غواص: آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار بھی جامبیل میں ہے۔ آپ چینو بابا کے نام سے مشہور ہیں۔ (۵)نام نامعلوم: اولاد اور مزار برگوکند میں ہے۔ (۶)نام نامعلوم: اولاد اور مزار برگوکند میں ہیں۔ (شجرۂ نسب اولاد سید حسن (فقیر بابا) آئندہ صفحہ پر ملاحظہ کریں)

(۵)سید خضر ابن میاں سید مسعود: ان کی اولاد بیار علاقہ چغرزی (بنیر) میں ہے۔ اور مزار مبارک بھی بیار میں ہے۔ آپ کی اولاد کا شجرۂ نسب راقم الحروف کو نہیں ملا۔ اس لئے مزید تفصیل پیش نہیں کرسکتا۔

(۶)سید حسام الدین ابن میاں سید مسعود: ان کی اولاد گگل زیزارہ میں ہے۔

(۷) میاں بدیع الدین ابن سید مسعود: ان کا مزار مبارک سنی گرام میں ہے۔

(۸)میاں ادریس ابن سید مسعود: ان کی اولاد میرہ دوڑ علاقہ چغرزی میں ہے۔

(۹) سید پیر بیغم ابن سید مسعود: آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد مزرو، کوہی (ملکی خیل) اور چکیسر ڈیرہ میں آباد ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک خدنگ میں ہے۔ اولاد کا شجرۂ نسب

آئندہ صفحہ پر ملاحظہ کیجئے۔

سید نوران شاہ: آپ سید مسعود بابا رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے ہیں تلاش بسیار کے باوجود آپ کا شجرۂ نسب مکمل نہیں ہوا۔ بہرحال دو تین ناموں کی کمی ہے وہ نہیں مل رہے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نورانی بابا کے نام سیمشہور ہیں۔ اور آپ کا مزار خوازہ خیلہ میں کشمیررو بابا کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کی اولاد خوازہ خیلہ، ٹیٹابٹ، جانو، نواں کلی وچ خوڑ میں آباد ہے۔

کہا جاتا ہے کہ سید نوران شاہ بارگین میں ڈوما کفار کے خلاف جہاد کرنے یہاں آئے تھے۔ بارگین شانگلہ اور مدین کے پہاڑوں کے درمیان واقع ہے۔ میاں سید قاسم رحمۃ اللہ علیہ اور اخوند کریم داد علاقہ تیرات میں کفار ڈوما کے خلاف جہاد میں مصروف تھے۔ تو یہی علاقہ بارگین خوازہ خیلہ کی جنوب مشرقی سمت واقع ہے۔ نیز دریائے سوات کے جنوبی کنارے پر ہے۔ اور اخوند کریم داد رحمۃ اللہ علیہ اور میاں قاسم رحمۃ اللہ علیہ دریائے سوات کے شمالی کنارے کے ساتھ ساتھ تیرات پر یلغار کرنے گئے تھے۔ تو یہ علاقہ بارگین ان سے رہ گیا تھا اور یہاں بھی کفار ڈوما بستے تھے۔ لہٰذا بعد میں ان پر یلغار کرنے سید نوران شاہ رحمۃ اللہ علیہ یہاں پہنچے اور یہاں اس علاقے میں عزی خیلوں کے ساتھ مل کر جہاد کیا اور اسلام کی روشنی یہاں پہنچائی۔ جہاد کے بعد میاں نوران شاہ نے یہاں رہائش اختیار کی۔ یہاں کے پختونوں نے علاقہ عزی خیل میں تیرہ روپے دفتر سید نوران شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو دیا اور بعد میں یہی دفتر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کو منتقل ہوا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تین فرزند تھے۔ شاہ رسول، میاں سید کٹور اور پائندہ شاہ اولاد کا شجرۂ نسب آئندہ صفحہ پر ملاحظہ کیجئے۔

(۱۰) میاں پیر عاشق رحمۃ اللہ علیہ (میاں فراشیخ) ابن میاں سید مسعود:

آپ میاں سید عاشق، میاں پیر عاشق، اور میاں فراشیخ کے مختلف ناموں سے مشہور تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ علاقہ بونیر سے آکر موضع برہ بانڈی علاقہ نیکپی خیل میں آباد ہوئے تھے اور یہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وفات پائی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک کوزہ بانڈی کی طرف سے برہ بانڈی میں داخلی سڑک یعنی مٹہ روڈ کے شمالی سمت واقع ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار

میاں پیر عاشق بابا کے نام سے مشہور ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد علاقہ نیکپی خیل میں برہ بانڈی سرخنہ کوزہ بانڈی سونڈھیری، املوک ٹل، سیر سینئی، میرہ ٹال، ناساپی پیر چم (دیولئی) بیلہ اور ننگولئی میں ہے۔ علاقہ برسوات کے شکر درہ، نیلہ گرام وغیرہ میں ہے۔ تحصیل یا بوزئی میں منگلور، سپینے اوبہ، تختہ بند، منگلور، سالنڈہ وغیرہ میں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تین فرزند تھے۔ میاں سید اکبر، میاں محب الدین اور میاں طلب دین۔

میاں سید اکبر ابن میاں پیر عاشق: آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار اپنے والد میاں پیر عاشق رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرہ میں ہے۔ جو کہ برہ بانڈی میں واقع ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دو فرزند تھے۔ میاں سید گوجر اور میاں سید زنون۔

میاں سید گوجر: آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار سرخنہ موضع برہ بانڈی میں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سادات سرخنہ اور سادات ننگولئی ہیں۔ موضع سرخنہ سے ایک گھرانہ (سادات) کتیاڑ میں آ کر آباد ہوا ہے۔ اس طرح سید فضل الرشید باچا المعروف باڑے پاچانے باڑہ (پشاور) میں رہائش اختیار کی ہے۔ آپ کے دو فرزند تھے۔ میاں سید سباغ المعروف سید کاکا جی، میاں قیمت شاہ سید کاکا جی کے دو فرزند سید عسکر رحمۃ اللہ علیہ جو کہ سادات ننگولئی کا جد امجد ہیں۔ اور سید علی حیدر رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سادات سرخنہ کے چند گھرانے ہیں۔ جن میں سید فضل الرشید باڑے باچا قابل ذکر ہیں۔ شجرۂ نسب آئندہ صفحات پر ملاحظہ کیجئے۔

(۲) میاں سید زنون: آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک سکنہ کوزہ بانڈی کے میاگانو چم سے مشرقی سمت میں واقع ہے۔ نیز کوزہ بانڈی کے تمام سادات آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہیں۔ جو کہ اس میاں گانو چم (کوزہ بانڈی) میں رہائش پزیر ہیں۔ ان میں سے چند گھرانے چم سے نکل کر کوزہ بانڈی کے مضافات میں آباد ہوئے ہیں۔ آپ رحمہ اللہ علیہ کے دو میاں فرزند جی اور شاہ جی۔ ان دونوں کی اولاد کا شجرۂ نسب آئندہ صفحہ پر ملاحظہ کیجئے۔

(۲) میاں محبّ الدین ابن میاں پیر عاشق: آپ رحمۃ اللہ علیہ وچ خوڑ بابا کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دو فرزند ہیں۔ کوئی بابا، میاں حضرت دین۔

میاں محبّ الدین کی رہائش شکر درہ (مٹہ تحصیل) میں تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے برہ بانڈی سے نقل مکانی کرتے ہوئے شکردرہ میں آباد ہوئے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو شکر درہ کے تمام زمین کا ایک چوتھائی حصہ بطورِ سیری دیا گیا تھا۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ وفات پا گئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت کے مطابق آپ رحمۃ اللہ علیہ کو میاں پیر عاشق کے مقبرہ واقع برہ بانڈئ میں دفن کیا گیا۔ رات کے وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مزار سے نکال کر شکر درہ میں دفن کیا۔ آپ کا مزار شریف مٹہ روڈ کی مشرقی سمت نزد مڈل سکول شکردرہ واقع ہے۔

(ا) کوئی بابا: آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اصلی نام کسی کو بھی معلوم نہیں اس لئے کہ اسی نام سے زیادہ مشہور ہے۔ سادات شکر درہ و سادات انیلا گرام آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہیں۔ نیلا گرام آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہیں۔ نیلا گرام سے ایک گھرانہ املوک ٹل (لانگڑ) میں آکر آباد ہوا ہے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ وفات پا گئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے والد محترم کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر سے چشمہ پھوٹ پڑا۔ رات کے وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ایک شخص نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا اور اس شخص سے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میری قبر سے پانی کا چشمہ اُبل پڑا ہے اور مجھے یہاں سے نکالو۔ اور دوسری جگہ دفن کرو۔ جبکہ ایک روایت ہے کہ آپ کے والد محترم میاں محبّ الدین رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے خواب میں دیکھا۔ اور اس شخص سے فرمایا کہ میرے پہلو سے اس شخص کو دور کردو کیونکہ اس نے مجھے اپنے والد محترم کے پہلو میں نہیں چھوڑا تھا۔ اب میں اس کو اپنے پہلو میں نہیں چھوڑتا۔ اس طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جسد مبارک کو نکال کر شکردرہ پولیس پوسٹ کے بالمقابل سڑک کے کنارے دفنایا گیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چار فرزند تھے۔ میاں امیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ، میاں صدر الدین، میاں قاسم جان مجذوب بابا، سادات شکردرہ و نیلا گرام ان کی اولاد میں سے ہیں۔ شجرۂ نسب آئندہ صفحہ پر ملاحظہ کیجئے۔

(۲)میاں حضرت دین المعروف میاں بابا پیرچم: میاں حضرت دین رحمۃ اللہ علیہ اپنی جوانی کے ایام میں ہندوستان کے شہر رامپور گئے تھے رامپور میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شادی کی۔ ہند سے واپسی پر آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے ساتھ اپنی ہندی بیوی شکر درہ (سوات) لے آئی۔ جس پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اہل خانہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے خفا ہوئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے لڑنے لگے کہ آپ نے کیوں ہندی بیوی لے آئی۔ کیونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں آپ کی ایک بیوی پہلے سے موجود تھی۔ میاں حضرت دین اپنے بھائی اور اہل خانہ سے روٹھ کر شکردرہ سے دیولئی تشریف لے آئے۔ اور دیولئی گاؤں سے شمالی سمت ایک مقبرہ ہے جو کہ حافظانو بابا کے نام سے مشہور ہے۔ وہاں پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ڈیرہ ڈالدیا اور جب موضع دیولئی کے مکینوں کو پتا چلا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے اور کہا کہ سردی کا موسم ہے اور یہاں برفباری ہوتی ہے۔ یہاں پر آپ کی رہائش خطرناک ہوگی۔ کیونکہ یہاں کوئی آبادی نہیں جس میں آپ برفباری سے پناہ لے سکیں۔ اس لئے بہتر یہ رہے گا کہ آپ ہمارے ساتھ گاؤں تشریف لے جائیں۔ لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انکار کیا اور واقعی اسی رات کو خوب برفباری ہوئی۔ صبح کے وقت لوگوں نے سمجھا کہ برف نے میاں حضرت دین رحمۃ اللہ علیہ کو ضرور کوئی نقصان پہنچایا ہوگا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھنے حافظانو بابا کی طرف دوڑنے لگے۔ جب یہ لوگ حافظانو بابا پہنچے تو یہ دیکھ کر دنگ رہ گئے کہ خوب برفباری ہوئی ہے لیکن جہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ تھے وہ جگہ برف سے خالی ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ بالکل محفوظ اور زندہ تھے۔ تو لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی کے قائل ہوگئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو گاؤں لے جانے پر مجبور کردیا۔ لوگوں کی بے حد اصرار کے آگے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مجبور ہونا پڑا۔ اور وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے گاؤں لے گئے۔ اور سم دیولئی کی شمالی سمت آپ رحمۃ اللہ علیہ کے لئے ایک سیری نکال دی۔ اس سیری پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا گھر بنایا۔ بعد میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد نے اس آبادی کو مزید بڑھایا اور اس جگہ کا نام پیرچم پڑ گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں وفات

پائی اور اسی پیر چم کی شمالی سمت آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مدفن پیر چم میاں بابا رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہے۔

اولاد: آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ہندوستانی بیوی سے انڈیا میں اولاد ہے لیکن شجرے دستیاب نہیں۔ جبکہ سواتی بیوی سے دو فرزند تھے۔ میاں عبدالدین آپ لاولد ہیں۔ میاں طلب الدین۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تین فرزند ہیں۔ الف شاہ، امیر شاہ، جمیر شاہ۔ یہ تینوں سادات پیر چم و سادات بیلہ کے اجداد ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کا شجرۂ نسب آئندہ صفحہ پر ملاحظہ کیجئے۔

(۳) میاں طلب الدین رحمۃ اللہ علیہ ابن میاں پیر عاشق رحمۃ اللہ علیہ:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار شریف اپنے والد محترم کے مقبرہ واقع برہ بانڈی میں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دو فرزند تھے۔ میاں حضرت شاہ، میاں بدر شاہ۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد موضع سیر سینئی، ناسا پئی، میرہ، برہ بانڈئی، منگلور، پسینے اوبہ، سالنڈہ منگورہ وغیرہ میں آباد ہے۔

(۱) میاں حضرت شاہ: آپ رحمۃ اللہ علیہ سرسینئی میاں بابا کے نام سے مشہور ہے۔ سرسنئی تحصیل کبل سے تین کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے برہ بانڈی سے آکر سرسینئی میں رہائش اختیار کی اور اس گاؤں میں رشد و ہدایت میں مصروف ہوگئے۔ یہاں کے پختونوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے لئے سیریاں نکالیں سرسنئی کے علاوہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کے لئے مختلف جگہوں میں سیریاں نکال دیں ان جگہوں کے نام درج ذیل ہیں: (۱) میرہ (ٹال دردیال) (۲) برہ بانڈئی (۳) منگورہ (۴) سالنڈہ وغیرہ۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سرسنئی میں وفات پائی۔ اور موضع سرسنئی کی جنوب مغربی سمت داخلی راستے کے ساتھ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مقبرہ ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پانچ فرزند تھے۔ میاں شاہ رسول، میاں سید گوہر، میاں سید رحمت شاہ ملا بابا، نور علی شاہ۔

(۱) میاں شاہ رسول ابن میاں حضرت شاہ: منگلور میں جو سیری آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم کو دی گئی تھی آپ رحمۃ اللہ علیہ اس پر آباد ہونے کے لئے منگلور نقل مکانی کر گئے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے منگلور میں میں وفات پائی۔ یہ بات یاد رہے کہ منگلور ضلع سوات کا ایک تاریخی مقام ہے۔ یوسفزئ قبیلہ کے آنے سے پہلے یہ گاؤں سواتیوں کے دارالخلافہ تھا۔ اس سے پہلے اس گاؤں کی تاریخی حیثیت بھی مسلم ہے۔ اس گاؤں کا سکندر کے وقت سے لیکر آج تک ضلع سوات کی تاریخی مقامات میں شمار کیا جاتا ہے۔ میاں رسول شاہ لاولد فوت ہوئے۔ اس لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چچا میاں بدرشاہ منگلور آکر آباد ہوئے۔

(۲) سید نور علی شاہ ابن میاں حضرت شاہ المعروف سپین بابا:

آپ کے تین فرزند تھے۔ محمد شاہ، میاں سید احمد شاہ، کاکوٹے بابا۔ آپ کی اولاد سرسینئ، سکنہ برہ بانڈئ اور ناسایئ میں آباد ہے۔ اولاد کا شجرۂ نسب آئندہ صفحہ پر ملاحظہ کیجئے۔

(۳) ملا بابا: آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اصلی نام معلوم نہ ہوسکا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے علم دین حاصل کی۔ اس وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام ملا بابا پڑ گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دو فرزند تھے۔ میاں سید عثمان، میاں سید نعمان۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سرسینئ میرہ اور ٹال میں آباد ہے۔ شجرۂ آئندہ صفحہ پر ملاحظہ کیجئے۔

(۴) میاں سید گوھر: آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تین فرزند تھے۔ میاں عالم نور، میاں یوسف نور، احمد نور۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سرسینئ اور ہزارہ میں ہے۔ شجرۂ نسب آئندہ صفحات پر ملاحظہ کیجئے۔

(۵) سید رحمت شاہ: آپ رحمۃ اللہ علیہ لاولد فوت ہوئے۔

(۲) میاں بدرشاہ رحمۃ اللہ علیہ ابن میاں طلب الدین میاں پیر عاشق:

آپ رحمۃ اللہ علیہ باز دادا کے نام سے بھی مشہور ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک بڑے عالم صوفی اور بزرگ ہوکر گزرے ہیں۔ جیسے پہلے ذکر کیا جاچکا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے بھتیجے میاں شاہ رسول کی وفات پر منگلور میں آکر آباد ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں وفات پائی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تین فرزند تھے۔ میاں حسن شاہ، میاں گل، منگلور اور سالنڈہ کے

سادات آپ تینوں کی اولاد میں سے ہے۔

میاں حسن شاہ ابن میاں بدر شاہ

میاں حسن شاہ سید احمد شہید بریلوی کے ساتھیوں میں سے تھے۔ ۱۲۴۱ھ کو جب سید احمد شہید نے موجودہ صوبہ سرحد اور کابل کا دورہ کیا اور سکھوں کے خلاف قبائل کو اٹھایا۔ تو سوات میں سے بھی بہت سے قبائل بمعہ میاں سید حسن شاہ نے آپ کی آواز پر لبیک کہی۔ اور اکوڑہ کے مقام پر ۱۲۴۲ھ بمطابق ۱۸۲۶ء رات کے وقت مسلمانوں اور سکھوں کے درمیان گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ جس میں ایک ہزار کے قریب سکھ ہلاک ہوئے۔ اتنی ہی تعداد میں مسلمان بھی شہید ہوئے۔

ان شہداء میں میاں حسن شاہ بھی شامل تھے۔ یہ بات یاد رہے کہ اکوڑہ کی جہاد کے بعد سید احمد شہید کو مسلمانوں نے اپنا شرعی امیر چنا اور اسی جرگہ میں سید اکبر شاہ جن کا ذکر پہلے کیا جاچکا ہے' اس لڑائی میں شامل تھے اور اسی وقت سید اکبر شاہ صاحب سید احمد شہید کے حق میں امارت سے دستبردار ہوئے تھے۔

کہا جاتا ہے کہ جب میاں حسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ شہید ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کا خالی گھوڑا منگلور آ پہنچا۔ اسی وقت میاں بدر شاہ المعروف باز دادا جو کہ میاں حسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم تھے حیات تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ خالی گھوڑے کے آنے سے سمجھ گئے کہ میاں حسن شاہ شہید ہوگئے ہیں۔ لہٰذا آپ رحمۃ اللہ علیہ میاں حسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے جسد مبارک اٹھانے اکوڑہ تحصیل نوشہرہ گئے۔ میاں بدر شاہ اپنے ساتھیوں کی معیت میں رات کے وقت اکوڑہ پہنچے اور اسی وقت سے تلاش شروع کی اور لاشوں میں میاں حسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی لاش تلاش کرنے لگے۔ لیکن میاں حسن شاہ کی لاش نہ ملی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ مایوس ہوگئے اور رات کو اکوڑہ میں گذارنے کا فیصلہ کیا۔ جب میاں بدر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ رات کو سو گئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے میاں سید حسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا اور خواب ہی میں میاں حسن شاہ گویا ہوئے کہ میرا سر تن سے جدا ہے اور میرا سر سکھوں کے قبضے میں ہے اور میری لاش کی پہچان یہ ہے کہ میری جسم سے روشنی پھوٹ رہی ہے۔ والد محترم نے بیدار ہوکر لاشوں

میں وہ لاش ڈھونڈ لی جس سے روشنی پھوٹ رہی تھی۔ تو ساتھیوں کو بتایا کہ یہ میرا بیٹا ہے ان سب نے لاش اٹھانے کی کوشش کی لیکن لاش زمین سے نہیں اٹھ رہا تھا۔ اس طرح صبح ہوئی پھر شام ہوئی۔ دوسری رات کو میاں بدر شاہ نے پھر میاں حسن شاہ کو خواب میں دیکھا۔ تو انہوں نے خواب میں کہا کہ آپ لوگ گھر جائیں اور میرے لئے قبر کھود ڈالی۔ اور وہی ہوا۔ یعنی زلزلہ کی آمد کے بعد جب لوگ قبر کے پاس گئے تو قبر میں میا حسن شاہ کی لاش بمعہ سر موجود تھا۔ ان کو دفن کیا گیا اور اسی وقت سے آپ رحمۃ اللہ علیہ باطنی بابا کے نام سے مشہور ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دو فرزند تھے۔ میاں سید جمال، عبدالعزیز، آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کا شجرۂ نسب آئندہ صفحہ پر ملاحظہ کیجئے۔

میاں بدر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے فرزندوں میانگل اور میاں میر کاف کی اولاد کا شجرۂ نسب بھی آئندہ صفحہ پر ملاحظہ کیجئے۔

سید مسعود رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے جن کے شجرے مجھے ملے ہیں ان کو بیان کیا گیا باقی اولاد کا علم راقم الحروف کو نہیں۔

(۱۱) سید بدر الدین شاہ: آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کا ایک شجرہ دستیاب ہے جو کہ موضع کوٹھا (ٹوپی) میں رہائش پزیر ہے ان میں ایک فرد سید جیار علی شاہ پشاور میں سکونت اختیار کر چکے ہیں شجرۂ نسب آئندہ صفحات پر ملاحظہ کیجئے۔

میاں سید ساقی ابن میاں عبدالوہاب

میاں سید ساقی رحمۃ اللہ علیہ بُنیر سے کنڑ گئے تھے اور پھر آخری عمر میں کنڑ سے علاقہ جندول آ گئے تھے اور یہاں وفات پائی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک علاقہ جندول کے موضع منڈہ کے بالمقابل مغرب کی طرف دریا سے پار ایک گاؤں میاں کلی میں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ میاں کلی کا نام آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے موسوم ہے۔ کنڑ کے جائیداد میں بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کا حصہ تھا۔ کیونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سادات کوٹہ کا بیان ہے کہ کنڑ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کو چاول، گندم وغیرہ کے اجناس ان کو کنڑ والے بھیج دیتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سات فرزند تھے۔ سید باقی سید بوداق، سید اشفاق، سید شیر، سید حمزہ، سید تاج الدین، سید

عبداللہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد خزانہ (دیر) کوٹہ (سوات) امنی (غوربند) چڑی پاچا کلی (بنیر) خوازہ خیلہ، بیدرہ وغیرہ میں آباد ہے۔

(۱) سید باقی: آپ رحمۃ اللہ علیہ سید ساقی کے سب سے بڑے فرزند تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کنڑ، باجوڑ اور جندول میں رہائش رکھی۔ وہاں سے نقل مکانی کرتے ہوئے ضلع سوات کے موضع خوازہ خیلہ میں آ کر آباد ہوئے۔ اباسین کوہستان میں کفار ڈوما کے خلاف جتنے بھی جہاد ہوئے ان جہادوں میں آپ رحمۃ اللہ علیہ بنفس نفیس شامل تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے آٹھ فرزند تھے۔ جن میں اکثر ان جہادوں میں شہید ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خوازہ خیلہ میں وفات پائی۔ اور مزار مبارک خوازہ خیلہ میں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک میاں بابا کے نام سے مشہور ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چار فرزند جو کہ جہادوں میں شہید ہوئے تھے۔ ان کے نام نامعلوم ہیں۔ باقی چار کے نام درجہ ذیل ہیں۔

نصیر الدین: آپ رحمۃ اللہ علیہ لاولد تھے۔ **میاں شیخ نور:** آپ رحمۃ اللہ علیہ کی رہائش خوازہ خیلہ میں تھی۔ اور یہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وفات پائی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فرزند کا نام معلوم ہے۔ جو سید علی شاہ ہے۔

سید عزم شاہ: آپ کی جائے رہائش خوازہ خیلہ اور مدفن بھی خوازہ خیلہ میں ہے۔

میاں تراب: آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار و اولاد کے بارے میں معلوم نہ ہو سکا۔

میاں سید علی شاہ ابن میاں شیخ نور ابن سید باقی

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خوازہ خیلہ سے نقل مکانی کرتے ہوئے موضع بیدرہ (برسوات) میں آباد ہوئے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے اجداد کی طرف دین اسلام کی خدمت کرتے ہوئے جہاد میں شامل ہونے علاقہ کنڑ و نورستان گئے۔ اور کٹار گمبیر میں جو لڑائی کیلاش قبائل کے خلاف ہوئی، آپ رحمۃ اللہ علیہ اس میں شامل تھے اور اسی جہاد میں شہید ہوئے تھے۔ وہاں پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پہچان کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ کہ شہادت کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کو

لواحقین کے پاس پہنچا دیتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ کو بذریعہ خواب پتا چلا تو آپ اپنے بیٹے کی لاش کی پہچان کے لئے کٹار گمبیر گئی اور وہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جسد مبارک کو شناخت کے بعد بیدرہ لے آئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے گلے پر ایک سیاہ تل تھا اور اسی تل کو دیکھ کر آپ کو پہچان لیا گیا۔ جس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جسد مبارک کو ایک کمرے میں رکھا گیا تو دروازہ خود بخود بند ہوگیا۔ اس پر آپ کی والدہ صاحبہ فرمایا کہ یہ کیا کرتے ہو اگر آپ رحمۃ للہ علیہ نے اپنے مقبرہ کے لئے یہ گھر پسند کیا ہے تو تمہاری اولاد کہاں ٹھہرے گی۔ اس کے بعد دروازہ دوبارہ کھل گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جسد مبارک کو بیدرہ کے پختونوں نے اٹھوا کر موجودہ مقبرہ جو کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہے' میں دفن کیا۔ کہا جاتا ہے کہ اسی مقبرہ والی جگہ پر ایک جوہڑ (خوڑ) بہتا تھا۔ پختونوں نے سوچ سمجھ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اسی جگہ دفن کیا۔ تاکہ اگر آپ خدا کے برگزید بندے ہیں تو اس جوہڑ کا رخ کسی اور طرف ہوجائے گا اور یہی جگہ کٹاؤ سے بچ جائے گا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دفنانے والے روز اس جوہڑ (خوڑ) میں طغیانی آ گئی تھی اور اسی خوڑ نے وہاں سے اپنا رخ تبدیل کیا تھا اور مغرب کی طرف بہنے لگا۔ آپ کا مقبرہ باغڈھیری روڈ پر بیدرہ میں سڑک سے جنوبی سمت برلب سڑک واقع ہے۔ اور اُس برساتی نالے کی موجودہ پوزیشن آپ کی کرامات کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

درج بالا روایت میاں صوبیدار باچا جو کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہے' نے بیان کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد خوازہ خیلہ اور بیدرہ دونوں جگہ آباد ہے۔ موضع بیدرہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کے پاس ایک چوتھائی زمین زیر تصرف ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دو فرزندوں کے نام معلوم ہو سکے۔ جن کی اولاد سادات بیدرہ و خوازہ خیلہ ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں۔

مست بابا: آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد بیدرہ میں ہے۔

سید میران: آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد خوازہ خیلہ میں ہے۔ شجرۂ نسب کے باب میں ملاحظہ کیجئے۔

اعلیٰ حضرت سید پائندہ شاہ المعروف چڑائی بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

معمارِ اوّل دربار و مسجد پیر بابا بڑی عظیم ہستی

سید پائندہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ ابن سید صباغ شاہ رحمۃ اللہ علیہ ابن میاں گل رحمۃ اللہ علیہ ابن سید مبارک شاہ رحمۃ اللہ علیہ ابن سید محبوب شاہ رحمۃ اللہ علیہ ابن سید علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ ابن عزم شاہ رحمۃ اللہ علیہ ابن سید باقی رحمۃ اللہ علیہ

سید پائندہ شاہ المعروف چڑائی بابا رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد سید علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ تک خوازہ خیلہ میں رہائش پزیر تھے۔ سید علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فرزند سید محبوب شاہ رحمۃ اللہ علیہ شانگلہ پار کی علاقوں میں تبلیغ دین کے لئے گئے۔ وہاں پر آپ نے معرفت الٰہی اور اسلامی تعلیمات سے لوگوں کو روشناس کرایا۔ اور اپنی زندگی کے آخری ایام تک علاقہ غور بند میں اسی کام سے لگے رہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مشن آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند سید مبارک شاہ نے سنبھالا۔ ان دونوں نے علاقہ غور بند میں وفات پائی۔ اور ان کے مزارات علاقہ غور بند میں ہیں۔

سید پائندہ شاہ اسی علاقے میں یعنی غور بند میں ۱۲۶۳ھ بمطابق ۱۸۴۷ء کو پیدا ہوئے۔ بچپن ہی سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دین اسلام اور عبادتِ الٰہی سے محبت تھی۔ اکثر اوقات عبادت الٰہی میں مصروف رہتے تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم اپنے بھائی سے حاصل کی۔ جو اپنے وقت کے جید علماء میں سے تھے۔ فقہ کی ابتدائی کتب اپنے بھائی سے پڑھے اس کے بعد سوات میں آ کر اپنے علم کو مزید جلا بخشنے مختلف علاقوں میں رہائش پزیر ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حصول علم کے ساتھ ساتھ ذکر الٰہی میں بھی مصروف رہتے تھے۔ اور اسی دوران حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں حاضری دیتے تھے اور مزار شریف پر کئی دن ٹھہر کر عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے تھے۔ ایک مرتبہ ڈیڑھ سال تک حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر چلہ کش رہے اور اسی چلہ کے دوران حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا اور حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اپنے بزرگوں کے طریقے پر قائم رہو اور کوہستان میں

جا کر لوگوں کے عقیدوں کی اصلاح کرو۔ اسی وقت کوہستانوں کے لوگوں کی حالت دگرگون تھی۔ لوگ قتل و غارت گری میں مصروف تھے۔ کیونکہ یہی لوگ اسلامی تعلیمات سے ناآشنا تھے۔

حضرت چڑی بابا رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے علاقے میں عزت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا ایک مرتبہ کوہستانی علاقوں کا ایک وفد آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے آیا اور آپ سے التدعا کی کہ کچھ عرصہ کے لئے ان کے ہاں تشریف لائیے۔ تاکہ لوگوں کو اسلام کی طرف راغب کیا جائے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے عزیزوں کے مشورہ کے بعد اس علاقے میں تشریف لے گئے۔ اور اسی علاقے کا نام چڑی ہے جو کہ الپوریٔ و ریلونیٔ کے شمالی سمت ایک پہاڑ کے عقب میں واقع ہے، حضرت چڑی بابا رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں رہائش اختیار کی اور لوگوں میں تبلیغ دین شروع کی۔ حضرت چڑی بابا رحمۃ اللہ علیہ روزانہ ختم خواجگان پڑھا کرتے تھے اور ذکر وفکر کی مجالس منعقد کرتے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ بردہ کے عامل تھے۔

چڑائی بابا رحمۃ اللہ علیہ نے پچاس برس تک شادی نہیں کی۔ پچاس سال کی عمر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبدالمقتدر رحمۃ اللہ علیہ المعروف الپوریٔ حافظ صاحب کے خاندان میں شادی کی۔ اسی دوران آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے آتے رہے ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا۔ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ سے خواب میں جامع مسجد تعمیر کرنے کے لئے فرمایا۔ چنانچہ ۱۹۳۸ء کو آپ بنیر آئے اور حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کا ایک جرگہ بلایا اور مسجد کی تعمیر نو کے لئے خواستگار ہوئے۔ اس کے علاوہ میانگل عبدالودود جو کہ سوات کے بادشاہ تھے۔ ان کو اس مسجد بنوانے کے لئے درخواست دی۔ میانگل عبدالودود کی ایک بیوی جو میانگل جہانزیب سابق والیٔ سوات کی والدہ تھی، وہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے۔ اس کو زیدہ بی بی کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ کیونکہ وہ لالہ گان زیدہ کے خاندان سے تھی اس بی بی نے بذات خود مالی اعانت کرکے چڑی بابا رحمۃ اللہ علیہ کے کام میں مدد دی۔ میانگل عبدالودود نے بھی چڑی بابا رحمۃ اللہ علیہ کی مدد کی بلکہ بنیر کے عمال کو چڑی بابا رحمۃ اللہ علیہ کی مدد کرنے کا حکم دیا۔

حضرت چڑی بابا رحمۃ اللہ علیہ کی انتھک محنت کی وجہ سے تین سال میں ۱۹۴۰ء کو ایک عظیم الشان مسجد پایۂ تکمیل کو پہنچی۔

۱۳۶۳ھ کو چڑی بابا رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوگئے اور علالت کے دوران اسی دارِ فنا سے کوچ کرگئے۔ اور اس عظیم الشان مسجد کے صحن میں مشرقی دیوار کے ساتھ آخری آرام گاہ میں دفن کردیئے گئے۔

اولاد: چڑی بابا رحمۃ اللہ علیہ کے چار فرزند تھے۔ سید احمد شاہ، سید معین الدین شاہ، سید غنچۂ دین شاہ، سید علی شاہ۔

سید معین الدین شاہ: حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے ساتھ جامع مسجد میں جو کام حضرت چڑی بابا رحمۃ اللہ علیہ سے رہ گیا تھا اس کام کو پایۂ تکمیل تک سید معین الدین شاہ نے پہنچایا۔ اور حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ مدرسہ ''سید عالیہ'' کو دوبارہ جاری کردیا اور اب یہاں علم دین کا درس دیا جانے لگا ہے۔ اس کے ساتھ علماء کے لئے دینی کتب کی لائبریری بھی بن چکی ہے۔ جس پر خطیر رقم خرچ ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے ایک لنگر بھی جاری کیا ہے جس میں زائرین کے علاوہ علاقے کے مساکین کو دو وقت کا کھانا دیا جاتا ہے۔

سید معین الدین رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کا سجادہ بھی سنبھالا ہے۔ آخر آپ رحمۃ اللہ علیہ ۱۴۰۶ھ بمطابق ۱۹۸۶ء کو اس دارِ فانی سے کوچ کرگئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے فرزند سید حسین شاہ صاحب کو متفقہ طور پر حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کا سجادہ نشین مقرر کیا گیا۔

اولاد: سید معین الدین رحمۃ اللہ علیہ کے دو بیویوں سے سات فرزند تولد ہوئے زوجۂ اول سے سید حسین شاہ، سید رحیم شاہ، سید جعفر شاہ، سید بہادر شاہ۔ زوجۂ دوم سے مبارک شاہ، قمر علی شاہ (مرحوم) نور علی شاہ۔ شجرۂ نسب آئندہ صفحہ پر ملاحظہ کیجئے۔

(۲) سید بداق ابن میاں سید ساقی: آپ رحمۃ اللہ علیہ نے علاقہ جندول سے نقل مکانی کرکے موضع کوٹہ نزد لنڈا کے (ضلع سوات) میں رہائش اختیار کی۔ اور آپ نے یہاں وفات پائی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک موضع کوٹہ میں شاہراہ کی شمالی سمت ایک باغ میں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تین فرزند تھے۔ سید مشہود، سید میر امان اللہ، حضرت نور۔

سید مشہود: آپ رحمۃ اللہ علیہ کی او دسکنہ کوٹہ کے سادات ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار موضع کوٹہ میں سادات کی علیحدہ بستی جو کہ سید انو کلے“ سے مشہور ہے، میں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک فرزند۔ سید صدر الدین تھا۔

سید صدر الدین: آپ کا مزار اپنے والد محترم سید مشہود رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے قریب ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دو فرزند تھے۔ سید محمد اکبر بادشاہ، نام نامعلوم المعروف خکرور بابا رحمۃ اللہ علیہ۔

سید محمد اکبر شاہ: آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار بھی اسی مقبرہ میں واقع ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا روضہ انگوڑی بابا کے نام سے مشہور ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے ایک اچھے شاعر بھی تھے۔ لیکن افسوس کہ ان کا کلام ناپید ہے۔ صرف ایک شعر جو کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے قبر کے ساتھ ایک لوح پر لکھا ہوا ہے۔ کچھ یوں ہے:

باد لا دَخزان به گلو نَدے اَلوتلے
ستاولے رنگ زیر شه گلان یاره خیر دِوی

اولاد: سید انو کلے کی سادات آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تین صاحبزادے تھے۔ سید حیدر، سید اسحاق اور سید یعقوب موضع کوٹہ کی جائیداد کا چھٹا حصہ سادات کی زیر ملکیت ہے۔ ایک صدی پہلے ان سادات کو کنڑ سے ان کا حصہ بھی آتا تھا۔ لیکن اب یہ سلسلہ بند ہو چکا ہے۔

۱۸۹۷ء کو جب سعد اللہ خان المعروف سرتور فقیر صاحب نے لنڈاکے کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنایا اور مالاکنڈ ڈویژن میں مسلمانوں کو انگریز کے خلاف جہاد کرنے کے لئے یہاں جمع کیا تو اس کے ساتھ سادات کوٹہ اس جہاد میں پیش پیش تھے۔ سرتور فقیر صاحب کے ساتھ سید حیدر، سید اسحاق اور سید یعقوب تینوں بھائیوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور ان تینوں کے ساتھ ان کی اولاد بھی شامل تھی۔ اور مالاکنڈ میں جہاد کے بعد جب مجاہدین منتشر ہوئے تو انگریزوں نے انتقاماً موضع کوٹہ پر حملہ کیا اور سادات کی بستی سید انو کلے کو جلا دیا بعد میں سادات نے اس گاؤں کو از سرنو تعمیر کیا اور درجہ بالا تینوں بھائیوں کی اولاد موجودہ سید انو کلے کے سادات ہیں۔ شجرۂ نسب

آئندہ صفحہ پر ملاحظہ کیجئے۔

(۲)سید امیر امان اللہ ابن سید بداق: آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک عالم اور فاضل انسان تھے۔ آپ کی ایک قلمی کتاب عبدالحلیم اثر صاحب کے پاس تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کا کوئی شجرۂ نسب دستیاب نہیں۔

خکرور بابا ابن سید صدر الدین ابن سید مشہور ابن سید بداق: خکرور بابا رحمۃ اللہ علیہ کے نام کے بارے میں کوئی پتا نہیں چلا۔ اور نہ ان کی اولاد کے پاس ان کا کوئی یا اپنا کوئی شجرۂ نسب ہے۔ موضع کوٹہ میں سید انو کلے کے علاوہ سید انو چم بھی ہے۔ جو سڑک کے جنوبی سمت میں واقع ہے ان کا دعویٰ ہے کہ وہ خکرور بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تعلق رکھتے ہیں۔

(۳)حضرت نور ابن سید بداق: حضرت نور امنی غور بند گئے تھے اور علاقہ غور بند میں موضع امنی میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کا شجرۂ نسب آئندہ صفحہ پر ملاحظہ کیجئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک جوزوکنڈو ساکن امنی میں ہے۔

سید ساقی رحمۃ اللہ علیہ کے دو فرزند سید اشفاق اور سید شیر کی اولاد کا کوئی پتا نہیں چلا ہے۔ کیونکہ راقم الحروف کو ان کا کوئی شجرۂ نسب نہیں ملا ہے۔

(۵)سید حمزہ ابن سید ساقی: کے ایک ہی فرزند جن کا نام سید مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ اور سید مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ بھی لاولد فوت ہوئے ہیں۔

(۶) سید تاج الدین ابن سید ساقی: آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک ضلع دیر کے علاقہ سندھ کے ایک گاؤں میاں بانڈہ میں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چار فرزند تھے۔ سید نظام شاہ' شاہ اصغر' سید جہان صاحب شاہ۔

سید نظام شاہ: آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار میاں کلی جندول میں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ہی فرزند سید قنبر علی رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ سید قنبر علی کا مزار اپنے دادا کے مقبرہ واقع میاں بانڈہ علاقہ سندھ ضلع دیر میں واقع ہے۔ سید قنبر علی کے ایک فرزند کا نام سید علی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد موضع خزانہ اور میاں کلی علاقہ جندول میں ہے۔ سید علی سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں صاحبزادہ

مرید احمد موضع اوچ ضلع دیر کے مرید تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کا سلسلۂ نسب آئندہ صفحہ پر درج کیا گیا ہے۔

(۵) سید محمد داؤد ابن سید عبدالوہاب: سید محمد داؤد میاں عبدل بابا کے فرزند تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک کامبٹ میں ہے۔ کامبٹ ثمر باغ کے نزدیک ایک گاؤں کا نام ہے جو علاقہ جندول میں واقع ہے۔ اور یہی جندول ضلع دیر کا مغربی حصہ ہے۔ جس سے باجوڑ میں ایک سڑک داخل ہوتی ہے۔ کامبٹ کٹار وگمبیر کو نزدیک علاقے میں ہے۔ علاقہ جندول کے شمالی سمت میں نورستان واقع ہے۔ جس میں کیلاش قبائل آباد تھے اور یہاں اسلام کی روشنی نہیں پہنچی تھی اور حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد نے اسی کو اپنی زندگی کا مشن بنایا تھا کہ جن علاقوں میں اسلام کی روشنی نہیں پہنچی، وہاں تک اسلام کی روشنی پہنچائی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد بنیر میں رہنے کی بجائے پختونوں کے ان علاقوں میں پھیل گئے جہاں پر دین اسلام کی اشاعت و ترویج لازمی تھی۔ قارئین کرام نے اولاد کا حصہ پڑھ لیا ہوگا یا پڑھ رہے ہونگے۔ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کا ایک پوتا اگر سوات کی کوہستانوں میں جہاد میں مصروف ہے۔ تو اسی صدی میں حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا پوتا اباسین کوہستان یا کشمیر کی سرحد پر دین کی تبلیغ میں مصروف ہوگا۔ اسی طرح کوئی کنڑ میں تو کوئی جندول کے علاقے میں دین کی ترویج کیلئے اپنا تن، من دھن قربان کررہا ہوگا۔ اسی وجہ سے حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد تمام پختونخوا میں پھیل گئی۔ ان سب میں سے ایک حضرت محمد داؤد ہیں جنہوں نے کامبٹ سے ان علاقوں میں مبلغین بھیجے اور خود بھی تبلیغی دور کرتے رہے اور بعد میں کٹار وگمبیر کی مشہور لڑائی ہوئی۔ جس میں حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کی کثیر تعداد شہید ہوئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کامبٹ ہی میں وفات پائی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ ۱۱۳۱ھ کا لگ بھگ تھا۔

اولاد: آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چار فرزند تھے۔ پیر بخش، نور بخش، کریم بخش، میاں شیخ نور رحمۃ

اللہ علیہم اجمعین۔

(۱) پیر بخش: آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پانچ فرزند تھے۔ وہاب الدین، میاں احمد، عظیم الدین، میاں نور الدین، امیر الدین۔

عظیم الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فرزند کا نام یوسف نور رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ جن کا مزار کامبٹ میں ہے۔ یوسف نور رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فرزند سید شیخ علی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جن کا مزار بھی کامبٹ میں ہے۔ سید شیر علی کے فرزند تھے۔ ان کا مزار بھی کامبٹ علاقہ جندول میں ہے۔ سید شیر علی سید شیخ علی کے فرزند تھے۔ ان کا مزار بھی کامبٹ علاقہ جندول میں ہے۔ تلاش بسیار کے باوجود سید شیر علی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد کا شجرۂ نسب نہیں ملا۔

(۲) نور بخش: آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فرزند کا نام نجم الدین ہے جو کہ میاں نجوم کے نام سے بھی معروف تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار بھی کامبٹ میں ہے۔ سید نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ کے دو فرزند تھے۔ سید یوسف الدین، سید احمد۔

سید یوسف الدین کا مزار کامبٹ میں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک فرزند سید محمود نے کامبٹ وادیٔ جندول سے نقل مکانی کرتے ہوئے علاقہ میدان کے کمبڑ نامی گاؤں میں رہائش اختیار کی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار بھی دیدن پورہ میدان میں واقع ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کو چاڑا بابا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ سادات کمبڑ کا سلسلہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے شروع ہوتا ہے۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ کی اولاد کی مزارات کمبڑ میں ہیں۔

سید محمود کے ایک فرزند کا نام سید احمد نور تھا۔ سید احمد نور کے تین فرزند سید کمال، سید جلال، سید جمال تھے۔ سید جلال رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فرزند کا نام سید غلام احمد ہے۔ جس کا مزار کمبڑ میں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار پاچا شہید کے نام سے مشہور ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فرزند کا نام سید غلام حیدر ہے۔ اس کے سات فرزند تھے۔

(۱)سید بہاء الدین (۲)سید محی الدین (۳)سید روح الدین (۴)سید عبدالرزاق (۵)سید عبدالخالق (۶)سید فضل خالق (۷)سید رفیع الدین۔

سید بہاء الدین: سادات کمبڑ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک مشہور شخصیت ہوکر گزرے ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ سید جان اور کمبڑ جان کے نام سے یاد کئے جاتے تھے۔ بعد میں شاہجہان نواب دیر کے ہاتھوں آپ رحمۃ اللہ علیہ شہید ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دو فرزند سید نظام الدین' زین العابدین تھے۔ (بحوالہ عبدالحلیم اثر قلمی کتاب سادات حسینی)

سید عبدالرزاق: سید عبدالرزاق نے کمبڑ سے چترال نقل مکانی کی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد چترال میں آباد ہے۔ شجرۂ نسب آئندہ صفحہ پر ملاحظہ کیجئے۔

(۲) سید احمد: آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے کچھ گنوڑی میں آباد ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے صرف ایک شخص سید نور علی شاہ صاحب نے بڑی منت وسماجت کے بعد اپنا شجرۂ بھیجا ہے۔ جو کہ آئندہ صفحہ پر درج کیا گیا ہے۔

۶: میاں عباس رحمۃ اللہ علیہ ابن میاں عبدالوہاب:

میاں عباس رحمۃ اللہ علیہ میاں عبدالوہاب کے فرزند ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد موضع تھانہ مالاکنڈ ایجنسی اور میاں بڑنگولہ (باڈوان بڑنگولہ) ضلع دیر میں رہائش پزیر ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی جائے مدفن کا کوئی پتا نہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دو فرزند تھے۔ سید امیر علی رحمۃ اللہ علیہ' شاہ بان بابا رحمۃ اللہ علیہ۔

سید امیر علی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد تھانہ مالاکنڈ ایجنسی میں ہے۔ جبکہ شاہ بان بابا رحمۃ اللہ علیہ کا اصل نام معلوم نہیں اور ان کی اولاد میاں بڑنگولہ میں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مدفن موضع شابان ضلع دیر میں واقع ہے۔

شابان بابا رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فرزند میاں پیر مانڈہ بابا کے نام سے مشہور تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار میاں بڑنگولہ میں ہے۔ میاں پیر مانڈہ بابا کا بھی اصل نام کسی کو معلوم نہیں ہوسکا۔ میاں پیر مانڈہ بابا رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فرزند سید بابا رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ سید بابا رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فرزند کا نام میاں بابا رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ ان کا بھی اصل نام معلوم نہیں ہوسکا۔ سید بابا رحمۃ اللہ علیہ کے دو فرزند سید عبداللطیف' خان بابا ہیں۔ ان کی اولاد کا شجرۂ نسب آئندہ صفحہ پر ملاحظہ کیجئے۔

سید عثمان ابن جعفر صادق ابن سید باچا ابن سید عبداللطیف:

سادات میاں بڑنگولہ میں سید عثمان پہلے سیاسی شخصیت ہوکر گزرے ہیں آپ نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ کیونکہ شروع ہی سے آپ جدید تعلیم سے بہرور ہو چکے تھے۔ اگرچہ اسی وقت نواب دیر کی طرف سے تعلیم اور سیاست پر پابندی تھی، لیکن انہوں نے ریاست سے باہر رہ کر تعلیم حاصل کی۔ آپ کی کاوشوں کے نتیجے میں اس علاقے میں اسکولوں اور ہسپتالوں نیز دیگر سرکاری تعمیراتی کاموں کا جال بچھادیا گیا۔ ایوب خان کے زمانے میں آپ یونین کونسل کے چیئرمین رہ چکے ہیں۔ ۱۹۶۹ء میں دل کا دورہ پڑنے سے آپ نے وفات پائی۔

اولاد: آپ کے چار فرزند ہیں۔ سید نعمان، ابوسعید، اشفاق الرحمٰن، حفیظ الرحمٰن۔

سید اشفاق الرحمٰن ابن سید عثمان: آپ ۱۹۵۴ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم میاں بڑنگولہ ہائی اسکول سے حاصل کی۔ اس کے بعد اسلامیہ کالج پشاور سے بی۔ اے کی ڈگری لی۔ اس کے بعد ایل۔ ایل۔ بی میں داخلہ لیا۔ ایل۔ ایل۔ بی کرنے کے بعد ۱۹۸۱ء میں وکالت شروع کی۔ ۱۹۸۷ء میں ڈسٹرکٹ کونسل کے ممبر منتخب ہوئے۔ اور اپنے علاقے کی خدمت میں ہمہ تن مصروف ہے۔ سیاسی طور پر آپ پیپلز پارٹی سے منسلک ہیں اور ضلع دیر میں پیپلز پارٹی کے سرگرم رکن ہیں۔

سید خلیق الزمان ابن سید محمد صدیق ابن جعفر صدیق ابن سید باچا:

آپ محمد صدیق کے بڑے فرزند ہیں۔ ۱۹۴۸ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم ہائی اسکول بٹ خیلہ مالاکنڈ ایجنسی سے حاصل کی۔ ۱۹۷۰ء میں والد اور چچا کی وفات پر علاقائی سیاست میں حصہ لینے لگے۔ غریبوں کی خدمت میں پیش پیش رہتے ہیں۔ اس علاقے میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جانے لگے ہیں۔ ۱۹۸۳ء میں ڈسٹرک کونسل کے ممبر منتخب ہوئے اور اسی سال ضلع دیر کے ڈسٹرکٹ کونسل کے وائس چیئرمین منتخب ہوگئے۔ سیاسی طور پر آپ بھی پیپلز پارٹی سے وابستہ ہیں۔

۷: سید عبدالرزاق ابن میاں عبدالوہاب: آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی اولاد نہیں۔

۸: خواجہ بہاء الدین ابن میاں عبدالوہاب: آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بُنیر سے منگورہ امانکوٹ تشریف لائے۔ اور یہاں پانڑ کے مقام پر رہائش اختیار کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس علاقے میں رشد و ہدایت میں مصروف بہ عمل ہوگئے۔ پانڑ منگورہ سے جنوب مشرق کی طرف جامبیل روڈ پر واقع ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں وفات پائی۔ اور اسی روڈ پر سڑک کی مغربی سمت منگورہ سے ڈیڑھ کلومیٹر کے فاصلے پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نام خواجہ بہاء الدین بابا کے نام سے موسوم ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۱۱۴۵ھ میں ہوئی تھی۔

اولاد: آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد لوے بنڑ، گل کدہ، امان کوٹ اور ناگوہ تحصیل بریکوٹ میں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی چار ازواج سے پانچ فرزند تھے۔ زوجۂ اول سے: سید امان اللہ المعروف لالہ بابا، سید سعید اللہ۔ زوجۂ دوم سے: سید حسین۔ زوجۂ سوم سے: سید علی نور۔ زوجۂ چہارم سے: سید شاہ نور۔

سید امان اللہ: آپ رحمۃ اللہ علیہ لالہ بابا کے نام سے مشہور ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چار فرزند تھے۔ سید خیر اللہ، سید زینور شاہ، سید سکندر، سید پیر امان۔ ان سب سے سید زینور شاہ نے نقل مکانی کرتے ہوئے ناگوہ تحصیل بریکوٹ میں جاکر آباد ہوئے۔ اور سادات ناگوہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہیں۔ وہاں پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فرزند سید بابا کے نام سے مشہور ہے۔ شجرۂ نسب آئندہ صفحہ پر ملاحظہ کیجئے۔

۹۔ سید امام محمد ابن میاں عبدالوہاب: آپ رحمۃ اللہ علیہ لوڑے بابا کے نام سے مشہور تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار بائی کلی تحصیل گریزی علاقہ بنیر میں واقع ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی رہائش بھی بائی کلی میں تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد بائی کلے (بھائی کلے) پیرہ ابئ، چینہ میرہ سلارزی علاقہ بنیر میں ہے۔

بھائی کلی کے ایک خاندان کا شجرۂ نسب آئندہ صفحہ پر ملاحظہ کیجئے۔

۱۰: میاں موسیٰ المعروف شاہ عالم ابن سید عبدالوہاب: بحوالہ تذکرہ الافغانی مؤلفہ

عبدالحلیم اثر صاحب۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ میاں مصطفیٰ بابا رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کنڑ گئے تھے۔ لیکن ہوسکتا ہے بعد میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کنڑ سے تشریف لاکر بریکوٹ میں رہائش اختیار کی ہو۔ بہرحال یہ امر مسلمہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بریکوٹ میں رہائش کی اور یہیں وفات پائی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک تحصیل بریکوٹ کے بالمقابل شاہراہ کی شمال مغربی سمت میں واقع ہے۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار شاہ عالم بابا کے نام سے مشہور ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تین فرزند تھے۔ سید مہر شاہ، سید محمد عیسیٰ، سید دربار شاہ۔

سید محمد عیسیٰ کے ایک فرزند کا نام سید شاہ رندان تھا۔ ساداتِ گوگدرہ تحصیل بابوزئی ضلع سوات آپ کی اولاد میں سے ہیں۔ شاہ رندان رحمۃ اللہ علیہ کے دو صاحبزادے میاں حسن اور سید انور رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ سید انور کے ایک فرزند کا نام سید معصوم تھا۔ سید معصوم رحمۃ اللہ علیہ کا مزار گوگدرہ میں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار شاہراہ گوگدرہ کی مشرقی سمت ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک فرزند سید محمود تھا۔ جو اپنے وقت کے جید عالم تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار اپنے والد محترم سید معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں ہے۔ گوگدرہ میں سادات کو گدرہ کے رقبے کا چھٹا حصہ جائیداد ملی ہوئی ہے۔

۱۱۔ سید محمود شاہ ابن میاں عبدالوہاب: آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک بھائی کلی میں ہے۔ بحوالہ عبدالحلیم اثر صاحب آپ رحمۃ اللہ علیہ ساداتِ پشاور کے جد امجد ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دو فرزند تھے۔ سید احمد بیغم، سید سراج الدین، سید سراج الدین کا مزار بھائی کلی کی مشرقی سمت واقع ہے۔ جبکہ والد گرامی سید محمود شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار جنوبی سمت واقع ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد علاقہ سلارزی میں میرہ اور گدائی زی نیز تودہ چینہ اور مردان کی کلیاڑی میں آباد ہے۔

سید غورے بابا: آپ رحمۃ اللہ علیہ سید سراج الدین کے فرزند ہیں۔ آپ کا مزار بھی آبائی قبرستان میں ہے۔

باڑی بابا: آپ رحمۃ اللہ علیہ میاں بابا رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار

علاقہ سلارزی میں کالاخیل نامی گاؤں میں ہے۔

شیخ بابا: آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے میاں گل بابا رحمۃ اللہ علیہ کا مزار بھی بائی کلی میں ہے۔ شجرۂ نسب آئندہ صفحہ پر ملاحظہ کریں۔

میاں سید قاسم ابن سید مصطفیٰ ابن حضرت پیر بابا

میاں سید قاسم بابا رحمۃ اللہ علیہ حضرت میاں مصطفیٰ بابا رحمۃ اللہ علیہ کے منجھے فرزند تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے چشتیہ مسلک کے کامل بزرگ تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے ایک جید عالم بھی تھے۔ وہ فنافی الشیخ، فناء فی الرسول اور فناء فی اللہ کے مدارج طے کر چکے تھے۔

بحوالہ رحیم شاہ رحیم صاحب، حضرت میاں سید قاسم بابا رحمۃ اللہ علیہ حضرت میاں کریم دادا بن اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ المعروف شہید بابا رحمۃ اللہ علیہ مدفن کانجو (سوات) کے مرید تھے۔ اور جو مہم سوات کے کوہستانوں میں اخوند کریم داد رحمۃ اللہ علیہ نے شروع کی تھی، میاں سید قاسم بابا رحمۃ اللہ علیہ اس مہم میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ شریک تھے۔ اور یہ شرکت ایسی تھی کہ اخوند کریم داد رحمۃ اللہ علیہ کی دستِ راست کی حیثیت رکھتی تھی۔ وہ مزید لکھتے ہیں کہ کوہستانِ سوات میں ڈوما کفار کے خلاف جو سلسلۂ جہاد شروع ہوا تھا، اس سلسلۂ جہاد کے قائد حضرت میاں سید قاسم بابا رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جبکہ سپہ سالار اخوند کریم داد تھے اور جس وقت اخوند کریم داد تیرات میں بیزو نامی کافر کے ہاتھوں شہید ہوئے تو میاں قاسم نے فرطِ غم سے ان کے مرثیہ میں درج ذیل اشعار کہہ ڈالے:

میاں قاسم چہ پہ خپل پیر پسے ژرا کا
دَزرۃ وِینے ئے بَھیری لہ چشِمانو
دۀ وینے دِوَخُورو تہ حناشی
مُبارک شہ شہادت دَ شہیدانو

ترجمہ: میاں قاسم جو اپنے پیر کے غم میں نوحہ خواں ہے۔ اس کی آنکھوں سے اشکوں کی بجائے

دل کا خون بہہ رہا ہے۔ اس کا (میاں کریم داد) خون حوروں کے لئے حنا بن جائے۔ نیز شہداء کو ان کی شہادت مبارک ہو۔

درجہ بالا اشعار سے ثابت ہوتا ہے کہ میاں سید قاسم رحمۃ اللہ علیہ صوفی کے علاوہ ایک قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ لیکن افسوس اس بات پر کہ آج آپ کا کلام کہیں بھی دستیاب نہیں۔

شاعر اور پہنچے ہوئے صوفی کے علاوہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے ایک عظیم منتظم اور بہترین سپہ سالار بھی تھے۔ جس وقت میاں کریم دادا رحمۃ اللہ علیہ حیات تھے تو وہ محاذ پر ہوتے تھے۔ جبکہ میاں قاسم بابا رحمۃ اللہ علیہ پیر کلی (برسوات) میں جہاں پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک ہے۔ میں مقیم تھے اور یہاں پیر کلی سے رسد و مجاہدین کا انتظام آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد تھا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ یہی انتظام بخوبی چلایا کرتے تھے۔ جگہ جگہ لوگوں میں جہاد کے لئے تبلیغ کرتے تھے اور مجاہدین تیار کر کے محاذ میں بھجوادیتے تھے۔ جب اخوند کریم داد شہید ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے محاذ کو سنبھالا۔ اور اپنا ہیڈ کوارٹر شاگرام مقرر کیا۔ موضع شاگرام میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تعمیر کردہ مسجد آج بھی موجود ہے۔ اور اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد بیر میں شکرانے اور نذرانے کھانے کی بجائے دین اسلام پھیلانے کے لئے مختلف علاقوں میں پھیل گئے۔ جہاں ان کا کوئی شناسا نہیں تھا۔ بلکہ ایک نیا ماحول اور نئے لوگوں میں جاکر جو مسلمان بھی تھے ان کے عقائد کو صحیح راستے پر لاکر ان سے دین اسلام کے لئے کام لیا۔ انہیں جہاد کے لئے تیار کیا۔ ان علاقوں میں جہاں اس وقت تک دین اسلام کی روشنی پہنچی نہیں تھی وہاں روشنی پہنچائی۔ حضرت میاں قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے کاوشوں کے نتیجے میں ان دشوار گذار کوہستانوں میں اسلام کی روشنی پہنچی۔ سوات کا کوہستانی علاقہ ایک دشوار گزار علاقہ ہے۔ دونوں اطراف بلند و بالا پہاڑ ہیں۔ جن پر سال کے بارہ مہینے برف پڑتی رہتی ہے۔ دونوں طرف کے پہاڑوں کے دامن میں دریائے سوات بہتا ہے۔ جس میں جو بھی گرا لاش ملنی مشکل ہوتی ہے۔ یہی کوہستانی درے مدین سے شروع ہوکر ایک درہ چیل بشیگرام جبکہ دوسرے درے میں بحرین، مانکیال، کالام، اوشو اوتروڑ، گبرال، مٹلتان، مہوڈنڈ کے مشہور مقامات آتے ہیں۔ اسی کوہستانی علاقہ میں ڈوما کفار کے قبائل بستے تھے۔ جو سب کے سب غیر

مسلم تھے اور اس درے کے شمالی جانب ہی چترال ہے۔ جہاں اب بھی کافرستان واقع ہے۔

میاں سید قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف ان علاقوں تک اسلام کی روشنی پہنچائی بلکہ ان کو اسلامی تہذیب سے آشنا بھی کیا۔ اور آج یہی کوہستانی راسخ العقیدہ مسلمان ہیں۔ حضرت میاں سید قاسم رحمۃ اللہ علیہ کو جو مشکلات درپیش تھے ان مشکلات کو آج بھی محسوس کیا جاسکتا ہے۔ ایک طرف بلند و بالا پہاڑی سلسلہ جس طرف برف ڈھکی رہتی ہے۔ جبکہ سال کے چھ مہینے میں موسم سرما میں علاقہ کوہستان میں کوئی جا بھی نہیں سکتا اور جس وقت گرمی شروع ہوجاتی ہے تو یہی برف پگھل کر دریاؤں کی شکل اختیار کرلیتی ہے۔ جو نہایت تند و تیز ہوتے ہیں۔ ان کو عبور کرنا جوئے شیر لانے کی مترادف ہوتا ہے۔ ان مشکلات کے باوجود حضرت میاں سید قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے ان علاقوں میں کام کیا اور جب تبلیغ سے کام نہ چلا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جہاد کیا اور جب کوہستانی علاقے میں کچھ علاقہ پر قبضہ جمایا تو وہاں ان تند و تیز دریاؤں پر پل باندھے۔ توروال کے مقام پر آج بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ کا ایک پل موجود ہے اور ان کوہستانیوں کا آج بھی یہ پختہ عقیدہ ہے کہ یہ پل حضرت میاں قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ کا بنا ہوا ہے یہ نہیں گرے گا۔ حالانکہ اس پل کی لکڑی بوسیدہ اور خستہ ہوچکی ہے۔ اور اسی پل کا قیام میاں سید قاسم بابا رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت سمجھتے ہیں۔

شاگرام سے کوہستانی علاقوں پر یلغار کرتے رہے۔ حتیٰ کہ بحرین سے تین چار کلومیٹر آگے تو روال کے مقام پر ڈوما کفار کے خلاف جہاد کی قیادت آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کی۔ اور اسی مقام پر کفار ڈوما کے ہاتھوں آپ رحمۃ اللہ علیہ جامِ شہادت نوش کرگئے اور اسلام کی شمع کی ابدی روشنی کے لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خون کا نذرانہ پیش کیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جسد مبارک کو شاگرام کی پکھلی نامی گاؤں لایا گیا۔ جہاں پر آپ رحمۃ اللہ علیہ حیات میں رہائش رکھتے تھے۔ وہاں سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو پیر کلی (مٹہ سے جنوب مغرب کی طرف) لاکر دفن کیا گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک پیر کلی کے موڑ کے نیچے نشیب میں واقع ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر سبز گنبد ہے۔ جو موڑ پر کھڑے ہونے سے دیکھا جاتا ہے اور پیر کلی کا نام آپ رحمہ اللہ علیہ کے نام سے پیر کلی پڑ گیا۔ پیر آپ رحمۃ اللہ علیہ خود تھے جبکہ پشتو میں کلی گاؤں کو کہا جاتا ہے۔ یعنی حضرت پیر میاں قاسم بابا رحمۃ اللہ علیہ کا گاؤں۔

اولاد

علاقہ برسوات میں تقریباً ہر گاؤں میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد موجود ہے۔ جبکہ کوہستان میں شاگرام کے چاروں گاؤں کے علاوہ ساتال میں بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد ہے۔ برسوات اور کوہستان کے علاوہ، شین کٹ، شلتالو، سر سرداری ملم جبہ، جہان آباد، سیر و تلیگرام، مٹگلتان کے علاوہ بیر میں دوکڈہ، نر بٹول، چینہ، پیرہ ابئی، چڑ، چڑی وغیرہ میں یہ لوگ آباد ہیں۔ ہزارہ ڈویژن میں کاغان، الائی، بالاکوٹ چمک میرہ، چیلاس، کیثر، جابہ، ہریپور، ایبٹ آباد اور کھلابٹ ٹاؤن میں اور مردان میں محب بانڈہ ہوتی بشخالی، لوند خوڑ، اور چارسدہ کے بابڑہ وغیرہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد ہزاروں کی تعداد میں بستے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تین ازواج سے بارہ فرزند تھے۔ زوجۂ اول سے شیخ عبدالکبیر، شیخ عبدالفرید، سید شریف، سید عبدالحکیم اور سید عبدالجلال۔

زوجۂ دوم سے سید عبدالجبار، سید عبدالکمال، سید عبدالغفور، سید عبدالکریم، سید ابی داؤد، میاں پیر مانڈہ بابا رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ زوجہ سوم سے سید مومن۔

شیخ عبدالکبیر ابن میاں سید قاسم بابا: آپ رحمۃ اللہ علیہ شیخ کبیر کے نام سے مشہور تھے۔ عبدالجبار شاہ صاحب اپنی کتاب عبرۃ الاولیٰ الابصار میں شیخ کبیر اور سید پیر مانڈہ کو الگ الگ شخصیتیں بیان کرتے ہیں۔ لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد یعنی گٹ پیوچار کے سادات سے راقم الحروف نے پوچھا تو ان کا خیال ہے کہ مانڈہ بابا اصل میں شیخ کبیر ہے۔ کیونکہ موضع شانگواٹئی علاقہ برسوات میں ان سادات کی سیریاں اب بھی ہیں۔ اور ان سیریوں کی آمدنی آپ بھی لیتے ہیں۔ تو اس سے شیخ کبیر بابا رحمۃ اللہ علیہ مانڈہ بابا رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے پہچانے جاتے ہیں۔ یا شیخ مانڈہ بابا رحمۃ اللہ علیہ دوسری شخصیت ہیں اور لاولد وفات پا چکے ہیں۔ مانڈہ بابا رحمۃ اللہ علیہ کا مزار شانگواٹئی میں ہے اور زندگی بھی شانگواٹی میں گزاری ہے۔

بہرحال شیخ کبیر کی اولاد پیر کلے، گٹ، پیوچار، فتحما، شورشائی، برشیر پلم وغیرہ میں آباد ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فرزند کا نام سید پیر امام ہے جس کی اولاد درج بالا موضعات میں آباد

ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کا شجرۂ نسب کے باب میں ذکر کیا گیا ہے۔ جبکہ دوسرے فرزند کا نام شہاب الدین ہے۔

(۲) شیخ فرید ابن میاں سید قاسم: آپ رحمۃ اللہ علیہ کا پورا نام شیخ عبدالفرید تھا۔ جبکہ آپ شیخ فرید رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور تھے۔ آپ کے مزار کوکڑ پے بابا کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے ایک جید عالم اور تصوف کے میدان کا عظیم صوفی ہوکر گزرے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد محترم کے ساتھ کوہستان سوات میں ڈوما کفار کے خلاف جہاد میں بھی مصروف رہے۔ اور بعد میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مشن جاری رکھا اور کوہستان سوات میں دین السام پہنچانے کی سعی کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شاگرام جو مدین کے بالمقابل ہے، میں بھی رہائش کی۔ اور شاگرام کے سادات آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہیں۔ شاگرام کی سیریاں اور گاؤں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حصے میں آئے۔ موضع شاگرام چار گاؤں پر مشتمل ہے۔ جن میں پکھلی قابل ذکر ہے۔ یہاں پر حضرت میاں قاسم بابا رحمۃ اللہ علیہ نے رہائش رکھی تھی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے ایک عظیم صوفی شاعر ہوکر گزرے ہیں۔ آپ کی آثار اس صدی کی اوائل تک موجود تھے۔ بہا تحصیل مٹہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کے پاس آپ رحمۃ اللہ علیہ کا قلمی کتاب موجود تھا۔ لیکن افسوس اب یہ نسخہ موجود نہیں۔ یا پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد اس قلمی کتاب کو منظر عام پر نہیں لانا چاہتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے منہ سے نکلا ہوا درج ذیل شعر آج بھی سوات میں ضرب المثل کے طور پر مشہور ہے۔

شیخ فریده
خله چپه بهتری ده

آخری عمر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ سمبٹ چم (مٹہ) میں آکر مقیم ہوئے۔ اور یہی سمبٹ چم

ہی میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وفات پائی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار شریف مٹہ میں سمبٹ چم میں داخل ہوتے ہوئے راستے پر روڈ کے شمالی جانب واقع ہے جوکہ کڑپے بابا رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہے۔ علاقہ سوات کے لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مزاری کے احترام میں راستے پر جاتے ہوئے گھوڑے سے اتر جاتے تھے۔ یہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت کی دلیل ہے۔

آپ کی اولاد: سمبٹ چم، کوزہ درشخیلہ، شاگرام، ساتال، کوٹی گرام، جنگو چکدرہ (ضلع دیر) بہا وغیرہ میں آباد ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چھ فرزند تھے۔ میاں محمد رقیب، میاں پیر نشان، سید امیر شاہ، سید مہر شاہ، میاں حضرت نور، میاں سید رسول۔

(۱) میاں محمد رقیب: میاں محمد رقیب ابن شیخ فرید۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ میاں رقیب کے نام سے مشہور تھے۔ آپ سکنہ سمبٹ سے چکدرہ ضلع دیر تشریف لے گئے تھے اور وہاں رہائش اختیار کی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے عظیم صوفی گزرے ہیں۔ ضلع دیر کے علاقہ اندلزی میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے رشد و ہدایت کی شمع روشن کی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے چکدرہ ہی میں وفات پائی۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار موضع چکدرہ میں مرجع الخلائق ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تین فرزند تھے۔ سید محی الدین، سید تعین الدین، سید رسول۔

سید محی الدین ابن میاں محمد رقیب: آپ رحمۃ اللہ علیہ نے چکدرہ سے نقل مکانی کر کے موضع کوٹی گرام تشریف لے گئے تھے۔ اس سے پہلے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی رہائش موضع سجادی علاقہ سندھ (دیر) جوکہ بلامبٹ سے کچھ فاصلے پر شمال کی طرف ہے، تھی۔ موضع سجادی میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو سیریاں ملی ہوئی تھیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے موضع سجادی کی ان سیریوں کو موجودہ کوٹی گرام میں تبدیل کیا اور موضع کوٹی گرام میں آ کر آباد ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے موضع کوٹی گرام میں وفات پائی۔ اور کوٹی گرام بالا و کوٹی گرام زیرین کے درمیان آپ رحمۃ اللہ

علیہ کو سپرد خاک کر دیا گیا۔

آپ کی اولاد: موضع کوٹی گرام بالا وزیرین، چکدرہ، جنگو، شوہ اور جبئی (کارو درہ) ضلع دیر آباد ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پانچ فرزند تھے۔ میر محمد خلیل، سید علی شاہ، میر مہدی علی شاہ، حضرت شاہ، فقیر شاہ۔

میر محمد خلیل کی اولاد: آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد چکدرہ، کوٹی گرام اور شوہ میں آباد ہے۔

سید علی شاہ: آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کوٹی گرام، جنگو میں آباد ہے۔ شجرۂ نسب آئندہ صفحہ پر ملاحظہ کریں۔

سید مہدی علی شاہ: آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد موضع کوٹی گرام میں آباد ہے۔ مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کے پاس کوئی شجرۂ نسب نہیں تھا اس لئے ان کا شجرہ درج نہیں کیا جاسکا۔

فقیر شاہ و حضرت شاہ: ان دونوں کی اولاد بھی موضع کوٹی گرام میں آباد ہے۔ لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کے پاس بھی شجرۂ نسب نہیں تھا اس لئے اندراج سے رہ گیا۔

سید ہدایت یار بخاری ابن سید خدا یار ابن سید شیرین، ابن سید حسین، ابن سید چاجو، ابن سید حبیب شاہ، ابن سید علی شاہ، ابن سید محی الدین، ابن میاں محمد رقیب ابن شیخ فرید: سید ہدایت یار بخاری سادات جنگو کے ایک نامور فرزند ہیں۔ آپ تیمرگرہ ڈگری کالج میں کلرک کی حیثیت سے کام کرتے ہیں۔ آل پاکستان کلرک ایسوسی ایشن کے صدر ہیں۔ آپ نے اپنی زندگی علاقائی اور منصبی خدمت کے علاوہ پاکستان میں کلرک برادری کے لئے وقف کردی ہے۔ اور دن رات ان کی فلاح کے لئے مصروف بہ عمل ہیں۔

(۲) میاں پیر نشان ابن شیخ فرید: آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ فرید رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے ایک عظیم صوفی گزرے ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مدفن مدین ضلع سوات میں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی اولاد نہیں۔

(۴) سید امیر شاہ ابن شیخ فرید: آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار شریف اپنے والد محترم شیخ

فرید کے مقبرہ میں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سمبٹ چم (مٹہ تحصیل) اور درشخیلہ زیرین میں رہائش پزیر ہیں۔ شجرۂ نسب ،شجرۂ نسب کے باب میں ملاحظہ ہو۔

(۵) میاں حضرت نور ابن شیخ فرید: آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار شاگرام میں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد درشخیلہ زیرین' شاگرام' ساتال (مدین) وغیرہ میں آباد ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کا شجرۂ نسب ،شجرۂ نسب کے باب میں ملاحظہ ہو۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چار فرزندوں کے بارے میں پتا چلا ہے۔ جن کے نام درج ذیل ہیں۔ میاں سید گل' خواجہ نور' میاں گل نور' امیر شاہ' سید نذر شاہ۔

(۳) سید عبدالحکیم ابن سید قاسم: آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے ایک عظیم صوفی گزرے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فرزند کا نام میاں پیر صدیق رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ جن کا مزار مبارک چند اخوہ (کبل) سوات میں واقع ہے۔ چند اخورہ میں داخل ہوتے وقت موجودہ پولیس اسٹیشن سے چند قدم آگے شموزی روڈ پر سڑک کی جنوبی سمت بر لب سڑک آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ لاولد تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ یعنی میاں پیر صدیق رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد محترم سید عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھے بغیر چند اخورہ میں آکر آباد ہوئے تھے۔ جس پر والد محترم خفا ہو کر آپ کو بددعا دی۔ اس لئے آپ کی اولاد ایک ایک کر کے ختم ہوئی اور اس دور تک آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد نہ پہنچ سکی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سیریاں اب سادات سرسینئی کے قبضہ میں ہیں جو کہ میاں سید عبدل بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں ہیں۔

(۴) سید شریف ابن میاں سید قاسم: آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد بھی تین پشتوں تک پہنچی پھر لاولد ہوتے۔ اس لئے آج آپ کی اولاد باقی نہیں رہی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مدفن کا راقم الحروف کو کوئی علم نہیں۔ نہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے بارے میں کوئی معلومات حاصل ہیں۔

(۵) سید جلال ابن میاں قاسم جد سادات کاغان والائی:

آپ سید قاسم بابا رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا پورا نام سید عبدالجلال تھا لیکن سید جلال کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ چھوٹی عمر میں علم حاصل کرنے کی غرض سے اپنے علاقے بنیر سے علاقہ پکھلی (ہزارہ ڈویژن) پہنچے تھے۔

پکھلی شمالی ہزارہ کا ذرخیز علاقہ ہے۔ ان دنوں پکھلی میں ترکوں کی وسیع حکومت تھی۔ یہ لوگ غالبًا امیر تیمور کے ہمراہ آئے تھے۔ چونکہ یہ لوگ ہند کے قرب و جوار میں رہتے تھے۔ اور شائد ان لوگوں نے ہندوؤں کے ساتھ مشترکہ معاشرہ میں رہتے ہوئے انہی کے رسم و رواج اپنا رکھے تھے۔

اس ریاست کا فرمانروا سلطان محمود نامی ایک ترک تھا۔ چونکہ اس کے دارالحکومت میں بہت سے علماء اور اہل کمال موجود تھے۔ اس لئے دور دراز علاقوں سے لوگ علاقہ پکھلی میں آ کر ان سے فیضیاب ہوجاتے تھے۔ سید جلال بھی اس سلسلے میں پکھلی میں وارد ہوئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ سید جلال رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنا حسب ونسب کسی پر ظاہر کئے بغیر یہاں پر اپنے اساتذہ کی خدمت میں مصروف رہتے تھے۔ ایک دن اپنے اساتذہ کے کپڑے دھو رہے تھے کہ اتفاقاً سلطان محمود ترک (پکھلی کا بادشاہ) ادھر آ نکلا۔ جہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ کپڑے دھو رہے تھے۔ بادشاہ نے سید جلال کو دیکھا تو اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں معلومات حاصل کئے۔ ان کو معلوم ہوا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سید میاں قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ہیں اور حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ جو پختونخوا کا روحانی پیشوا سمجھے جاتے تھے' آپ رحمۃ اللہ علیہ یعنی سید جلال رحمۃ اللہ علیہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے جوتھے پشت پوتے تھے۔ اور حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے کاوشوں کے نتیجے میں سارے علاقے میں دین اسلام مکمل طور پر رائج ہوگیا تھا۔

سلطان نے سید جلال رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے دربار میں بلایا۔ اس کی بڑی عزت وتکریم کی۔ کچھ عرصہ کے بعد اپنی بیٹی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے عقد میں دی۔ بادشاہ کی بیٹی نہایت عقلمند اور ہمہ صفت سے موصوف تھی۔ بادشاہ نے سید جلال رحمۃ اللہ علیہ کو بھوکڑ منگ کے علاقے میں ایک

جاگیر بھی عطا کردی۔ اور اپنی بیٹی اور داماد کو اس علاقے میں آباد کیا۔ تاکہ وہ چین کی زندگی بسر کرسکے۔ سید جلال کبھی کبھی بادشاہ کے دربار میں جاتے تھے۔ بادشاہ خاندانی نجابت کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عزت و توقیر کرتے تھے۔ اس پر حاسد سرداروں' درباریوں اور سلطان کے رشتہ داروں کو سید جلال رحمۃ اللہ علیہ سے حسد ہونے لگا اور اس کے خلاف بادشاہ کے کان بھرنے لگے۔ سید جلال رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف سازشیں ہونے لگے۔ یہاں تک کہ بادشاہ سید جلال رحمۃ اللہ علیہ کے قتل کے درپے ہوگئے۔ سلطان نے خفیہ طور پر سپاہیوں کا ایک دستہ سید جلال رحمۃ اللہ علیہ کو قتل کرنے بھیجا کہ چھپ کے سید جلال رحمۃ اللہ علیہ کا کام تمام کردو۔ سید جلال رحمۃ اللہ علیہ ان سازشوں سے بے خبر تھے۔ اتفاقاً سلطان سے ملنے پکھلی آرہے تھے۔ کہ راستے میں ڈگ کے مقام پر سلطان کے مسلح سپاہیوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ پر حملہ کردیا۔ ڈک وہی مقام ہے جہاں آج کل ڈاڈار سینی ٹوریم بنا ہوا ہے۔ سید جلال رحمۃ اللہ علیہ بے خبری کے عالم میں شدید زخمی ہوئے۔ تاہم گھوڑے کو واپسی دوڑاتے ہوئے بمشکل بھوکڑ منگ پہنچ گئے۔ جہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفادار بیوی نے انتہائی رازداری سے کام لیتے ہوئے قلعہ کے ایک کمرے میں لٹا کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے زخموں کی مرہم پٹی کی اور تیمارداری کرنے لگے۔

صحت یاب ہونے پر سید جلال رحمۃ اللہ علیہ خاموشی سے علاقہ بنیر آئے۔ ان دنوں سید مسعود رحمۃ اللہ علیہ ابن میاں عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ بنیر کے تختہ بند میں سجادہ نشین تھے۔ سید مسعود رحمۃ اللہ علیہ آپ کے چچازاد بھائی تھے۔ معلوم کرنے پر سید جلال رحمۃ اللہ علیہ نے سارا احوال آپ رحمۃ اللہ علیہ کی گوش گذار کیا۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے مدد کے لئے استدعا کی۔ سید مسعود رحمۃ اللہ علیہ نے ایک فوج تیار کرکے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں دے دی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس فوج کے ذریعے پکھلی پر حملہ کردیا۔ اس موقع پر سلطان محمود خود دہلی میں شہنشاہ سے ملنے گیا ہوا تھا۔ اس لئے سید جلال کو کوئی خاص مزاحمت سامنے نہ آئی۔ اور آسانی سے سارے علاقے پر قابض ہوگئے۔ (ماخوذ از تاریخ ہزارہ' مولفہ ڈاکٹر شیر بہادر وعبرۃ الاولی الابصار)

تاریخ ہزارہ مؤلفہ کیپٹن ولیس اس واقعے کو یوں بیان کرتے ہیں کہ ''پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے چوتھی پشت پر سید جلال ملک بنیر سے اپنی ساتھی مراد خان مورثِ اعلیٰ خوانین گڑھی حبیب اللہ کے ساتھ کشمیر جاتے ہوئے پکھلی کے صدر مقام گلی باغ میں آ کر ٹھہرے۔ سلطان محمود اس علاقے کا فرمانروا تھا۔ اس نے انہیں خاندانی معززین سمجھ کر بڑی خاطر و مدارت کی۔ کچھ عرصہ کے بعد سلطان نے اپنی بیٹی سید جلال سے بیاہ دی۔ اور علاقہ بھوکڑ منگ جہیز میں دیکر انہیں وہاں آباد کردیا۔ اس قربت داری کی وجہ سے سید جلال کو سلطان محمود کے معاملات میں عمل و دخل ہونے لگا۔ سید جلال رحمۃ اللہ علیہ کی مقبولیت بڑھنے لگی۔ اس پر سلطان کو انہیں اپنے راستے سے ہٹانے کی فکر لگ گئی۔ اس نے اپنے آدمی سید جلال کے قتل کرنے بھیجے۔ اور سید جلال ڈگ کے مقام پر زخمی ہوئے۔ باقی واقعات دونوں تذکرہ نگاروں کے یکساں ہیں۔

بتایا جاتا ہے کہ ترکوں نے گلی باغ کی شہر کو بچانے کی بہت کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوسکے۔ سارا شہر جل کر خاکستر ہوا۔ سلطان کے بیٹے اور حرم کی خواتین علاقہ کونش میں روپوش ہوگئے۔ یہ واقعہ ۱۷۱۳ء کا ہے۔

سید جلال رحمۃ اللہ علیہ نے علاقہ پکھلی پر قبضہ کرنے کے بعد چوتھا حصہ لیا۔ یہاں سے فارغ ہوکر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جنوب کی جانب تنول پر قبضہ کرنا چاہا۔ لیکن تنولیوں نے بنیر سے سید پیر امام اور سید نجم الدین ابن سید مسعود ابن میاں عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کو بنیر سے لاکر اپنے قبائل میں آباد کیا۔ جس کی وجہ سے سید جلال کی پیش قدمی رُک گئی۔

بحوالہ ڈاکٹر شیر بہادر مؤلفہ تاریخ ہزارہ' ان دونوں کی شادیاں سید جلال رحمۃ اللہ علیہ کی بیٹیوں سے ہوئیں۔ سید جلال ترکوں کے بعد علاقہ پکھلی کے بادشاہ بن گئے۔ سید جلال رحمۃ اللہ علیہ نے بھوکڑ منگ ہی میں وفات پائی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار شریف بھوکڑ منگ ہی میں ہے۔ سید جلال رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں بڑے نامی گرامی اور ذی عزت آدمی پیدا ہوئے۔ اور مختلف ادوار میں صاحب عزت رہے اور مختلف بادشاہوں سے جاگیر اور مواجب لیتے رہے۔

اولاد: سید جلال رحمۃ اللہ علیہ کے دو فرزند تھے۔ شاہ زمان' سید ابدال آپ لاولد تھے۔

شاہ زمان ابن سید جلال: آپ رحمۃ اللہ علیہ سید جلال رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے فرزند تھے۔ سید جلال رحمۃ اللہ علیہ کی نسل کا سلسلہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے چلا ہے۔ سید جلال رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد آپ گدی نشین اور تاج وتخت کے وارث تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو حصہ میں ۱/۵ حصہ پکھلی میں اور کچھ حصہ الائی میں رقبہ کا ملا۔

قومی ٹھاک جو کہ کاغان کے گردونواح کے باشندے تھے۔ اس وقت کفر کے اندھیروں میں ڈوبے ہوئے تھے اور جب اسلام کی خوبیوں کا تذکرہ سنا تو اپنا نمائندہ شاہ زمان کے پاس بھیجا۔ چنانچہ شاہ زمان اپنے ہمراہیوں کے ساتھ براہ دریائے سندھ یہاں آ کر ان کو مسلمان بنادیا۔ وہ علاقہ چیلاس اور علاقہ تھور تک گئے اور وہاں کے لوگوں کو مشرف بہ اسلام کیا۔ نیز اس علاقے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی عزت وتوقیر کی گئی۔ کچھ عرصہ یہاں قیام کرنے کے بعد آپ واپس پکھلی آ گئے۔

واپس آنے کے کچھ عرصہ بعد آپ کو معلوم ہوا کہ یہی لوگ دوبارہ بت پرستی میں مبتلا ہوگئے ہیں۔ تو شاہ زمان نے اپنے فرزند نور شاہ المعروف غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ کو بمع قاضی ملا کو وہاں بھیجا۔ وہاں پہنچنے پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تبلیغ واشاعت دین کا کام شروع کیا۔

شاہ زمان اس وقت بھوکڑمنگ میں تھے۔ غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ نے ٹھاک، تھور اور چیلاس میں ایک ایک مسجد تعمیر کروائی۔ اور وہاں ملا مقرر کردیئے تاکہ لوگوں کو دین اسلام سے روشناس کیا جاسکے۔ غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ ایک سال تک وہاں رہے۔ اس کے بعد غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے براستہ بابوسر کاغان واپس آ گئے۔ شاہ زمان رحمۃ اللہ علیہ نے بھوکڑمنگ میں وفات پائی۔ اور وہاں دفن ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تین ازواج سے آٹھ فرزند تھے۔

زوجۂ اول سے: سید نظام، سید عظیم شاہ، سید اکبر شاہ۔

زوجۂ دوم سے: نور شاہ المعروف غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ، رحمت شاہ، عزت شاہ۔

زوجۂ سوم سے: سید عرب شاہ، سید ولی شاہ۔

نور شاہ المعروف غازی بابا: غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ، شاہ زمان رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اور سید جلال رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کاغان اور اردگرد کے علاقوں میں جوڈو ما کفار بستے تھے، ان میں اکثریت مشرف بہ اسلام کیا اور ان کے خلاف جہاد کا سلسلہ بھی جاری رکھا اور چیلاس تک دین اسلام کی روشنی پہنچائی۔ اس وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ کہا جاتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک زاہد اور عابد انسان تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کی مخلوق میں اس کا افضل دین پھیلانا تھا۔

جیسے پہلے ذکر کیا جاچکا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ٹھاک اور ٹھور قبائل نیز چیلاس تک کے علاقوں میں دین اسلام پھیلائی۔ بلکہ ہر جگہ مساجد بنوا کر ان میں مولوی مقرر فرمائے اور جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تسلی ہوگئی کہ یہ لوگ اپنے پرانے دین یعنی کفر کی گمراہی میں واپس نہیں آئیں گے۔ تب آپ رحمۃ اللہ علیہ بابوسر کے راستے واپس کاغان آ گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو وادی کاغان بہت پسند آیا۔ کیونکہ یہ جگہ بہت پرسکون تھی۔ اور سارا علاقہ جنگل سے پٹ پڑا تھا۔ صرف گرمیوں میں گوجر لوگ مویشی چرانے کے لئے یہاں آیا کرتے تھے۔

سردیوں میں یہاں کوئی نہیں رہتا تھا۔ صوفیاء کو ایسی جگہ پسند آتی ہے کیونکہ کوئی بھی ان کی زہد و عبادت میں مخل نہیں ہوتا۔ اور ایسی جگہیں گوشہ نشینی اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہنے کے لئے موزوں سمجھی جاتے ہیں۔

غازی بابا بھوکڑ منگ پہنچے تو سواتیوں کے پاس گئے اور ان سے بطور سیری کاغان کو مانگا۔ خصوصاً وہ علاقہ جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے زیر قبضہ تھا۔ سواتیوں نے انکار کردیا۔ غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ نے تنول کے نواب سے امداد طلب کی۔ نواب صاحب نے ایک لشکر جمع کی۔ اور مانسہرے کے نزدیک موضع تنی میں سواتیوں سے جنگ ہوئی۔ سواتی اپنے انکار پر شرمندہ ہوئے۔ سواتیوں کی جرگہ نے فیصلہ کیا اور کاغان کا وہ حصہ جو ٹنی نلہ کاغان سے چھ میل نیچے پمبل تک کا

علاقہ غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ کو سیری میں دے دیا۔ اس کے بعد غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ کاغان میں رہائش پذیر ہوئے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ سواتی قوم کے اجداد سوات میں رہائش پزیر تھے۔ اس قوم کا اصل نام سب سے پہلے دھگان (دھقان) اور پھر دلہ زاک پڑ گیا۔ سواتیوں کو سوات سے موجودہ سوات کے پختونوں (یوسفزیوں) نے نکالا تھا اور یہاں سے یہ لوگ نقل مکانی کرتے ہوئے پکھلی اور اس کے اردگرد علاقوں میں آباد ہوئے۔

غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ کاغان میں آباد ہونے کے بعد چلاسیوں سے ملے۔ اور ان سے بھی سیری مانگی۔ چلاسیوں نے پمبل سے چیڑھ کے درخت تک جو بوڑا اوئی سے تین میل اوپر ہے، کا علاقہ ان کو بطور سیری دے دی۔

جھیل لالوسر (لولوسر) کا علاقہ بھی بعد میں غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ کو دے دیا گیا۔

(بحوالۃ تاریخ ہزارہ مولفہ ڈاکٹر شہر بہادر صفحہ ۳۱۹)

غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ کا دور اٹھارویں صدی عیسوی تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں نامی گرامی شخصیات گذرے ہیں۔ بعد میں سید احمد شہید کے ساتھ ملکر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد نے جہاد میں بھرپور حصہ لیا۔ اور سکھوں کے خلاف مختلف مقامات پر جہاد کیا۔ جنگ بالاکوٹ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کا حصہ نمایاں ہے اور سید احمد شہید کے شانہ بشانہ لڑے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کا شجرۂ نسب آئندہ صفحہ پر ملاحظہ کیجئے۔ وادیٔ کاغان کا آدھا حصہ رقبہ سادات کا ہے جو کہ شاہ زمان رحمۃ اللہ علیہ ابن سید جلال رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہیں۔ اور کاغان کے درجہ ذیل موضعات مکمل طور پر سادات کے ہیں۔ کوائی بیلہ، فارس، سوان، دیہہ، چوشار۔ اپر کاغان میں کمربند پاگل، کینذ، بابوسر۔ کاغان میں تقریباً ۴ لاکھ ایکڑ اراضی ملکیت جلالی سادات کی ہے۔

(۱) سید نظام علی شاہ ابن سید شاہ زمان: آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد ڈنکوٹ اور باگڑ ماں میں ہے۔

(۲) سید عظیم شاہ، (۳) سید اکبر شاہ ابن سید شاہ زمان:

ان کی اولاد کے بارے میں کوئی معلومات نہیں۔

(۴) نور شاہ ابن شاہ زمان: آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں پچھلے صفحات پر لکھا جاچکا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تین فرزند تھے۔ ان میں صرف شاہ رندان کی اولاد باقی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد اپر کاغان میں ہے۔

سید مزمل شاہ: آپ کا تعلق ساداتِ کاغان بالا سے ہے۔ آپ کا تعلق غازی بابا کے فرزند شاہ ردان کی اولاد سے ہے۔ لیکن افسوس کہ تا حال اپنا شجرۂ نسب نہیں دیا۔

آپ نے ابتدائی تعلیم میٹرک تک کیا۔ اس کے بعد ۱۹۳۲ء میں مولوی فاضل کیا۔ ۱۹۶۴ء کو ایوب خان کی بنیادی جمہوریتوں میں بی۔ ڈی ممبر منتخب ہوئے۔ اس کے بعد یحییٰ خان کے دور میں جو الیکشن ہوئے اس میں صوبائی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ ۱۹۷۵ء میں آپ پیپلز پارٹی میں شامل ہوئے۔ اور بھٹو صاحب کے دورِ حکومت میں آپ صوبہ سرحد کی کابینہ میں وزیر برائے مال و اطلاعات مقرر ہوئے۔ اس کے بعد ۱۹۸۵ء اور ۱۹۸۸ء میں آزاد حیثیت سے قومی اسمبلی کے لئے الیکشن لڑا۔ لیکن کامیاب نہ ہوئے۔ ۱۹۹۰ء میں قومی اسمبلی کیلئے اسلامی جمہوری اتحاد کا ٹکٹ ملا۔ لیکن کامیاب نہ ہوسکے۔ نواز شریف حکومت میں سینٹر منتخب ہوئے۔ آپ کی رہائش سپلائی ایبٹ آباد میں ہے۔

سید قاسم شاہ و عباس شاہ ابن غلام احمد شاہ ابن سید جلال:

آپ لور کاغان کے کوائی کے سادات میں سے ہیں۔ آپ کے خاندان میں آپ کے چچا سید عبدالعزیز سیاست میں عمل دخل رکھتے تھے۔ قائد اعظم کے ساتھ مسلم لیگ میں شامل ہوئے اور پاکستان کے قیام کے جدوجہد میں بھرپور حصہ لیا۔ اور دوران تحریک گرفتار بھی ہوئے۔ یعنی قائداعظم کے وقت سے اس خاندان کا سیاست میں عمل دخل تھا۔

۱۹۶۴ء میں عباس شاہ جو قاسم شاہ کے بڑے بھائی تھے۔ بی۔ ڈی ممبر منتخب ہوئے۔

۱۹۷۱ء میں عباس شاہ صوبائی الیکشن ہار گئے۔ ۱۹۷۹ء کو قاسم شاہ ڈسٹرکٹ کونسل کے ممبر منتخب ہوئے۔ اور ضلع مانسہرہ ڈسٹرکٹ کونسل کے چیئرمین بھی منتخب ہوئے۔ ۱۹۸۳ء کو پھر ڈسٹرکٹ کونسل کے ممبر منتخب ہوئے اور اس طرح ڈسٹرکٹ کونسل کے دوبارہ چیئرمین بھی بنے۔ قاسم شاہ صاحب آٹھ سال تک ڈسٹرکٹ کونسل کے چیئرمین کی حیثیت سے علاقہ مانسہرہ کی خدمت کرتے رہے۔

سید قاسم شاہ صاحب ۱۹۴۸ء کو موضع کوائی کاغان میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم کے بعد کالج سے ایف۔ اے تک تعلیم حاصل کی۔ تعلیم کے بعد سیاست میں حصہ لینے لگے۔ ۱۹۸۵ء کو قومی اسمبلی کے لئے الیکشن لڑا اور بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئے۔ محمد خان جونیجو کے کابینہ میں آپ سینئر وزیر کی حیثیت سے ابھرے۔ اور وزارت برائے امور کشمیر، شمالی علاقہ جات اور مذہبی امور کے علاوہ خارجہ امور کے محکمے میں آپ کے پاس وزارت میں رہے۔ ۱۹۸۸ء کو ضیاء الحق مرحوم نے اسمبلیاں توڑ ڈالیں۔ پھر ۱۹۸۸ء کو آپ نے آزاد حیثیت سے الیکشن لڑا اور کامیاب ہوئے۔ اور بینظیر حکومت میں ماحولیات کی وزارت کا قلمدان آپ کے سپرد تھا۔ ۱۹۹۰ء کو آپ قومی وصوبائی دونوں الیکشن کے لئے کھڑے رہے۔ قومی اسمبلی کا الیکشن ہار گئے اور صوبائی سیٹ پر جیت گئے۔ کہا جاتا ہے آپ مذہبی آدمی ہیں۔ اخلاق و کردار دونوں اچھے ہیں۔

نور الدین شاہ: آپ سید قاسم شاہ صاحب کے چھوٹے بھائی ہیں۔ آپ نے بھی اپنے علاقے کی سیاست میں حصہ لیا ہے۔ اور ڈسٹرکٹ کونسل کے ممبر منتخب ہوئے اور اپنے علاقے کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔

آپ کے اس خاندان کا شجرۂ نسب آئندہ صفحہ پر ملاحظہ کیجئے۔

۷: سید عبدالجبار ابن سید قاسم رحمۃ اللہ علیہ:

آپ رحمۃ اللہ علیہ سید قاسم بابا رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ دریائے کابل (لنڈائے سندھ) میں ڈوب کر وفات پا گئے تھے۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کا جسد مبارک نہ

ملنے کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار موجود نہیں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دو فرزند تھے۔ سید خواجہ نور المعروف غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ' سید بہاج ان میں سید بہاج لاولد تھے۔

سید خواجہ نور المعروف غازی بابا: سید خواجہ نور ۱۰۷۵ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی علم حاصل کرنے کے بعد روحانی علوم حاصل کرنے دربار پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ میں تشریف لے گئے۔ کہا جاتا ہے کہ بارہ سال تک آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دربار پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ میں جاروب کشی کی تھی۔ دراصل جاروب کشی ہی سے نفس کشی ہوتی ہے۔ اور جاروب کشی ہی ایک ایسا کام ہے جو آدمی کے کس بل نکال دیتی ہے۔ غرور' انانیت اور تکبر کو مٹا دیتی ہے۔ اور یہ انسان کو یاد دلاتا ہے کہ اے خاک سے بنے ہوئے انسان! کل تو بھی جاروب کے آگے دھول کی مانند ہو جائے گا۔ اور آج آسمان پر نظر گاڑے اپنے آپ کو آسمان سمجھ رہے ہو۔ حالانکہ تمہاری خمیر اسی مٹی اور دھول سے اٹھی ہوئی ہے۔ جو آج اپنے پاؤں سے روند رہے ہو۔

خواجہ نور بابا رحمۃ اللہ علیہ جاروب کشی کے ساتھ ساتھ زائرین کے لئے پانی کے مٹکے بھی بھرتے تھے۔ اور خدمت کے یہی بارہ سال آپ رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی تربیت کے لئے کافی تھے۔ رات کو حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ خواب میں نظر آئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ میں نے چراغ میں تیل ڈال دیا ہے اور باقی ڈالنے کے لئے کسی زندہ پیر کی تلاش میں جاؤ۔

چنانچہ غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ شیر گڑھ ضلع مردان میں تشریف لائے۔ اور ایک پیر سے بیعت کی۔ اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ لوند خور تشریف لے گئے۔ اس وقت لوند خوڑ میں آبادی نہیں تھی۔ لوند خوڑ کے قریب و جوار میں دو قبیلے بائزی اور خٹک رہتے تھے۔ ان کے درمیان تنازعہ تھا۔ خواجہ نور رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں قبیلوں کے درمیان صلح کرا دی۔ اس کے بعد دونوں قبائل امن و آشتی سے رہنے لگے۔ لوند خوڑ آباد ہونے لگا۔ خواجہ نور رحمۃ اللہ علیہ کا گھر اب بھی لوند خوڑ میں موجود ہے۔ یہاں آپ کی اولاد اب بھی موجود ہے۔

لوند خوڑ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ امازو گڑھی تشریف لے گئے۔ امازو گڑھی کے ایک معزز آدمی جن کا نام ملک کپور تھا اور گڑھی کپورہ آپ کے نام سے موسوم ہے' نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی۔ امازو گڑھی کے قریب ایک دوسرا گاؤں جو کہ آج کل محبؔ بانڈہ کے نام سے یاد

کیا جاتا ہے۔ اس گاؤں میں ایک خان جن کا نام محبت تھا، وہاں آپ رہائش پزیر تھا۔ ملک محبت اور ملک کپور کے درمیان زمین وغیرہ پر تنازعہ چل رہا تھا۔

ملک کپور نے خواجہ نور سے استدعا کی کہ وہ اس کے حق میں دعا کرے تاکہ ملک محبت کے شر سے خدا اس کو محفوظ رکھے۔ حضرت خواجہ نور رحمۃ اللہ علیہ المعروف غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ نے دعا کی اور مشیت ایزدی دیکھئے کہ ملک محبت نے راتوں رات محبت بانڈہ چھوڑ کر پشاور کے نزدیک جاکر آباد ہوئے۔ پشاور کے قریب اس نام کا ایک گاؤں یعنی محبت بانڈہ آج بھی موجود ہے۔

حضرت خواجہ نور رحمۃ اللہ علیہ تبلیغ دین کے لئے گھر سے نکلتے تھے۔ نیز آپ رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ سبز رنگ کے کپڑے پہنتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سوات، دیرو چترال میں تبلیغ دین کے لئے بھی جاتے تھے۔ اور جب کبھی ان علاقوں میں جہاد کے لئے لوگ اٹھتے تھے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی ان میں شامل ہوتے تھے۔ اس طرح موجودہ نورستان (کافرستان) کے کفار کے ساتھ گمبیر کے مقام پر جو جہاد ہوئی تھی، آپ رحمۃ اللہ علیہ اس میں شامل تھے اور ان کفار کے خلاف دادِ شجاعت دیتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔ اسی کٹار گمبیر کے مقام پر جام شہادت نوش کرنے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کا جسد مبارک وہاں پڑا رہ گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد اور مریدوں کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کا کوئی علم نہیں تھا۔ ایک رات ملک کپور کو آپ رحمۃ اللہ علیہ خواب میں نظر آئے۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ میں فلان جگہ جہاد میں شہید ہو چکا ہوں۔ صبح کے وقت ملک کپور اور اس کے ساتھی مریدوں نے نورستان جانے کا قصد کیا۔ جب یہ لوگ کٹار و گمبیر پہنچے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کا جسد مبارک اسی حالت میں پڑا تھا۔ چنانچہ انہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا جسد مبارک کو اٹھا کر گڑھی کپورہ لے آئے۔ اور محبت بانڈہ کے قریب دفن کر دیئے گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد محبت بانڈہ، گڑھی کپورہ، بشخالی، بابڑہ، باغ، مایار، شہباز گڑھ، لوند خوڑ اور علاقہ بونیر کے مختلف مواضعات چڑ چڑی، دوکڈہ وغیرہ میں آباد ہے۔

اولاد: آپ رحمۃ اللہ علیہ کے آٹھ فرزند تھے۔ حضرت نور، آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد بونیر میں ہے۔ سید مرتضیٰ: آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد بھی بنیر میں ہے۔

شیخ نور: آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد بھی بنیر میں ہے۔

شاہ نور: آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد رستم، گڑھی کپورہ اور محبت بانڈہ ضلع مردان میں آباد ہے۔

مردان کے علاوہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد بابڑہ (چارسدہ) میں آباد ہے۔

شاہ نور صاحب نے ۱۱۵۳ھ میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور تالیف کیمیائے سعادت کو اپنے ہاتھ سے تحریر کیا تھا۔ اس سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ معلوم ہوتا ہے۔ یہی قلمی نسخہ محبّ بانڈہ کے سادات کے پاس محفوظ ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد علاقہ پکھلی ہزارہ ڈویژن کے ٹیکری نام کے گاؤں میں بھی آباد ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تین فرزند تھے۔ غازی شاہ، سید علی، احمد دین۔ ان میں سید علی کا مزار گھڑ دولت زئ میں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چار فرزند تھے۔ غازی شاہ، سید احمد نور، سید زبیر اور سید جمال۔ شجرۂ نسب آئندہ صفحہ پر ملاحظہ کیجئے۔

(۵) میاں نور ابن خواجہ نور: آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد ہوتی مردان مایار، محبّ بانڈہ اور بشخالی میں ہے۔ آپ رحمۃ الہ علیہ کا مزار شریف اپنے والد گرامی کے مقبرہ واقع محبّ بانڈہ میں ہے۔ آپ کے آٹھ فرزند تھے۔ میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سید عنبر شاہ، میاں شاہ، میاں عباس، قطب شاہ، میاں موسیٰ، سید اکبر، سید رسول شاہ۔

میر صاحب: آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار گڑھی کپورہ کے محلہ اسماعیل زی میں ہے۔

سید عنبر شاہ: آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد یار حسین میں ہے۔

میاں شاہ: آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد محبّ بانڈہ میں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فرزند کا نام سید معصوم ہے۔

میاں عباس: آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد بشخالی اور یار حسین میں ہے۔ آپ کے چار فرزند شاہ جی، کریم شاہ، مہدی شاہ، مبارک شاہ ہیں۔

میاں قطب شاہ: آپ کی اولاد محبّ بانڈہ میں ہے۔ آپ کے دو فرزند حضرت میر، سید ابدال ہیں۔

میاں موسیٰ: آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد محبّ بانڈہ اور مردان میں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دو فرزند غازی شاہ، امیر اکبر ہیں۔

سید اکبر: آپ رحمۃ اللہ علیہ لاولد ہیں۔

سید رسول شاہ: آپ رحمۃ اللہ علیہ ۱۱۵۰ھ کے لگ بھگ عرصہ میں حیات تھے آپ احمد شاہ ابدالی کے ہمعصر تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد مردان ہوتی میں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دو فرزند تھے یعنی شاہ مردان، شاہ رندان۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار کلپانڑی (مردان) کے قریب ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ میاں عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن چمکنی کے مرید تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک بیٹی جو کہ بی بی ابئی کے نام سے مشہور تھی۔ اپنے دور کے ایک نیک خاتون گذری ہیں۔ اور مزار شریف اپنے والد محترم کے پہلو میں ہے۔ یہی قبرستان بی بی ابے کے نام سے مشہور ہے۔

سید ناصر مجذوب: آپ رحمۃ اللہ علیہ کا شجرۂ نسب سید ناصر ابن میاں عباس، ابن سید نور شاہ، ابن سید مردان، ابن سید رسول، ابن میاں نور، ابن خواجہ نور رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ کہا جاتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ مادر زاد ولی تھے۔ آپ کا مزار ہوتی کے ترمذی سادات کے مقبرہ (قبرستان) میں واقع ہے۔ قبرستان آج کل سید رسول بابا کے نام سے مشہور ہے۔

سید جمال شاہ چشتی صابری: آپ رحمۃ اللہ علیہ کا شجرۂ نسب یہ ہے سید جمال شاہ ابن سید میر سید ابن میاں عباس رحمۃ اللہ علیہ، ابن سید نور شاہ رحمۃ اللہ علیہ، ابن شاہ مردان، ابن سید رسول رحمۃ اللہ علیہ، ابن میاں نور رحمۃ اللہ علیہ، ابن خواجہ نور رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ مردان میں ۱۹۰۴ء میں پیدا ہوئے۔ میٹرک کرنے کے بعد ملازمت اختیار کی۔ ۱۹۳۰ء میں قریبی رشتہ داروں کے پاس ہندوستان چلے گئے وہاں سید تاج الدین ناگپوری کے مرید حافظ جی بابا رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی۔ وہاں سے تارا پور چلے گئے۔ تارا پور میں رشد و ہدایت میں مصروف بہ عمل ہوگئے۔ ۱۹۵۸ء میں آپ رحمۃ اللہ علیہ تارا پور میں وفات پاگئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار واقع تارا پور میں سالانہ عرس ہوتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف اور دربار کا انتظام آپ کے مرید نظام الدین چلا رہے ہیں۔

سید حبیب: آپ رحمۃ اللہ علیہ کا شجرۂ نسب آئندہ صفحہ پر ملاحظہ کیجئے آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے ایک بلند پایہ عالم تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قلمی کتب خانہ ہے جس میں نادر

الوجود قلمی نسخے موجود ہیں۔ اس کتب خانے کے چند آثار آج کل سید عبدالخالق صاحب کے پاس ہیں۔

سید نور ابن خواجہ نور: آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد بابڑہ چارسدہ میں ہے۔ شجرۂ نسب آئندہ صفحہ پر ملاحظہ کیجئے۔

سید قاسم رضا: آپ کا شجرۂ نسب آئندہ صفحہ پر درج ہے۔ آپ ایک باہمت جوان ہیں۔ اس کتاب کی تحقیق میں آپ نے راقم الحروف کی بہت مدد کی ہے۔ شکریہ کے طور پر ان کا نام درج کر رہا ہوں۔

(۸) سید عبدالکمال ابن میاں سید قاسم: آپ رحمۃ اللہ علیہ سید کمال اور عبدالکمال دونوں ناموں سے مشہور تھے۔

بحوالہ قلمی نسخہ ''سبط حسین'' مرتبہ عبدالحلیم اثر صاحب صفحہ نمبر ۱۱۸ آپ رحمۃ اللہ علیہ لاولد تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی اولاد نہیں۔ یہ بھی لکھا ہے کہ آپ نے کنڑ افغانستان میں اپنی زندگی گذاری ہے۔

(۹) سید عبدالغفور ابن سید میاں قاسم: آپ رحمۃ اللہ علیہ سید قاسم بابا رحمۃ اللہ علیہ کے آبائی مکان موضع دوکڈہ میں رہائش پزیر تھے۔ یہ بات یاد رہے کہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی مکان واقع دوکڈہ میں رہائش پزیر تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دوکڈہ میں وفات پائی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار شریف دوکڈہ میں ہے۔ ایک اور روایت کے مطابق آپ کا مزار سلطان وسط میں کانڑہ بابا کے نام سے مشہور ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چار فرزند تھے۔ جن سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کا سلسلہ چل نکلا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد دوکڈہ، تودہ چینہ، پیر ابئی وغیرہ بنیر میں ہے۔ اور ضلع سوات کے موضعات سر۔ سرداری شنکڈ، شلتالو، ملم، جبہ، جہان آباد، سیر تلیگرام، منگلور اور منگولتان میں ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چار فرزندوں کے نام علی الترتیب یہ ہیں: احمدین رحمۃ اللہ علیہ (رحم الدین) شمس الدین، وہاب الدین، میاں سید بہرام شاہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ میاں سید بہرام

شاہ کا مزار بھی دوکڈہ میں ہے۔

حضرت دین المعروف مٹی بابا: آپ رحمۃ اللہ علیہ میاں سید بہرام شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بنیر دوکڈہ سے شنکڈ شلتالو میں تشریف لائے۔ اور اپنی زندگی یہاں گزاردی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ یہاں رشد و ہدایت میں مصروف تھے۔ اور اس علاقے کے بالائی سروں اور پہاڑوں میں ڈوما کفار بستے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے خلاف جہاد بھی کی اور تبلیغ بھی اور یہاں اس علاقے میں دین اسلام کی شمع روشن کی۔ آپ نے شنکڈی میں وفات پائی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سرسرداری، علم، جبہ، شنکڈ (شنکٹ) شلتالو وغیرہ میں ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تین فرزند تھے۔ سید ولی شاہ رحمۃ اللہ علیہ (لاولد) سید بہاء الدین سید میاں شاہ گل۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی الاد کا شجرۂ نسب آئندہ صفحہ پر ملاحظہ کیجئے۔

سید بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند سید میاں گل تھے۔ سید میاں گل نے سوات کی سیاست میں بھرپور حصہ لیا۔ کہا جاتا ہے کہ جس وقت عبدالجبار شاہ کو سوات سے رخصت کیا گیا تو سید میاں گل اور آپ کے فرزندوں نے عبدالجبار شاہ کو دوبارہ سوات پر برسرِ اقتدار لانے کی بھرپور کوشش کی تھی اور پورن و بنیر کے مختلف مقامات پر نیز مختلف اوقات میں میانگل عبدالودود کے خلاف جنگیں لڑیں۔ لیکن کوئی خاص کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ اس طرح میانگل عبدالودود اور اس کے بھائی میاں گل شیرین کے درمیان میں اقتدار کے لئے رسہ کشی شروع ہوئی۔ تو سادات سرسرداری نے میاں گل شیرین کی حمایت کی۔

سید میاں گل وسید شہزاد گل وسید بادشاہ گل المعروف سپہ سالار صاحب:

آپ کا سلسلۂ نسب کچھ یوں ہے۔ سید بادشاہ گل ابن سید میاں گل رحمۃ اللہ علیہ ابن سید بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ ابن سید حضرت دین مٹی بابا رحمۃ اللہ علیہ۔

سید بادشاہ گل المعروف سپہ سالار صاحب ۱۹۰۲ء میں بمقام سر پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اس وقت کے مکتب سے حاصل کی۔ آپ پشتو، فارسی اور عربی زبان لکھ پڑھ سکتے تھے۔ آپ نے اپنا لڑکپن گھر سے باہر نکالا۔ اس کی وجہ گھریلو تنازعات تھی۔

جیسے کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ سید و بابا رحمۃ اللہ علیہ کے پوتوں اور میانگل عبدالمنان کے بیٹوں، میاں گل عبدالودود اور میاں گل شیرین کے مابین اقتدار کی رسہ کشی شروع تھی۔ تو سوات کے خوانین اور عام لوگ دو پارٹیوں میں بٹے ہوئے تھے۔ اس طرح سید بادشاہ گل المعروف سپہ سالار صاحب کے والد محترم اور دادا جان چونکہ شیرین میانگل کے پارٹی میں تھے۔ دونوں پارٹیوں کے درمیان خانہ جنگیاں شروع ہوئیں۔ شموزی کے مقام پر ان دو پارٹیوں کے درمیان تصادم ہوا۔ اور میاں گل عبدالودود کے ہاتھوں میاں گل شیرین شہید ہوئے۔ اس لڑائی میں میاں گل شیرین کو نواب دیر مسمی بہ چارا نواب کی امداد و اعانت حاصل تھی۔ لیکن قسمت نے یاوری نہیں کی۔ اور اقتدار صرف میاں گل عبدالودود کے ہاتھوں میں رہ گیا۔

سید بادشاہ گل اور ان کے والد محترم سید شہزاد گل اور دادا جناب سید میانگل چونکہ میاں گل شیرین کی پارٹی سے تعلق رکھتے تھے۔ اس لئے انہوں نے فیصلہ کیا کہ میاں گل عبدالودود کی حکومت کے خلاف مہم چلائی جائے۔ چنانچہ سید شہزاد گل اور ان کے فرزند سید بادشاہ گل بمع سادات سرٔ سرداری علاقہ بنیر گئے۔ تاکہ میاں گل عبدالودود کے خلاف بنیر میں کارروائی کی جائے۔ چونکہ بنیر ریاست امب کی سرحد پر واقعہ تھا۔ اس لئے انہوں نے نواب امب سے اعانت کی درخواست کی۔ چنانچہ نواب امب کی اعانت سے علاقہ بنیر میں بمقام آگرہ میاں گل عبدالودود اور سادات کے درمیان (یعنی سادات سرٔ سرداری) دوسری لڑائی ہوئی۔ اس فوج کی کمان سید بادشاہ گل کے دادا جناب سید میاں گل کے ہاتھ میں تھی۔ لیکن کوئی فیصلہ کن لڑائی ثابت نہ ہوئی۔ اس کے بعد پورن کے مقام پر بھی یہی فوج میاں گل عبدالودود سے متصادم ہوئی۔ اس کا بھی کوئی فائدہ نہ ہوا۔ ان جنگوں سے کچھ عرصہ بعد حمزلا باچا پکڑے گئے۔ جو کہ سادات سرٔ سرداری سے تعلق رکھتے تھے۔ حنظلہ باچا کی وجہ سے سید میانگل صاحب نے ہار مان لی اور میانگل عبدالودود سے صلح کر لی۔

میاں گل عبدالودود نے سید میاں گل کو کمان افسر کا عہدہ اپنے فوج میں دیا۔ جو کہ موجودہ دور کے کپتان کے برابر ہوتا ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد ان کو ترقی دیکر فوج کے ایک اعلیٰ عہدے نائب سالار کی حیثیت سے متعین کیا گیا۔ اسی دوران سید بادشاہ گل صاحب کو صوبیدار کے عہدے پر فوج میں لیا گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد فوج سے آپ کو نکال کر انتظامی امور سنبھالنے کے

لئے تحصیلدار کے عہدے پر علاقہ پرسوات میں تعینات کیا گیا۔

سید میاں گل صاحب ضعف کی وجہ سے اپنے فرائض منصبی مزید سنبھال نہ سکے اس لئے ۱۹۳۵ء کو آپ ریٹائرڈ ہوئے۔ اور آپ کی جگہ سید باچا گل صاحب کو ترقی دے کر نائب سالار کے عہدے پر فائز کیا گیا۔ سید بادشاہ گل صاحب ۱۹۴۸ء تک اس عہدے پر فائز رہے۔ ۱۹۴۸ء میں سواتی فوج آپ کی کمان میں جہاد کشمیر میں شامل ہوئی۔ اور پونچھ کے محاذ پر سواتی فوج نے ہندو جارحیت کے خلاف سینہ سپر ہوئی۔ اس موقعہ پر میاں گل عبدالودود نے آپ کو ترقی دے کر سپہ سالار کے عہدے پر فائز کردیا گیا۔ اور سپہ سالار جیسے کہ نام سے بھی ظاہر ہے فوج میں سب سے برتر عہدہ ہے۔

۱۹۴۹ء کو میاں گل عبدالودود نے اپنے بڑے بیٹے میاں گل جہانزیب کو عنان حکومت سونپی۔ تو جہانزیب والی سوات کی حکومت میں ۱۹۵۴ء تک آپ اس عہدے پر فائز رہے۔ ۱۹۵۴ء میں یہی عہدہ آپ کے فرزند کو سونپی گئی۔ اور آپ کو وزیر منصفان کے معزز عہدے پر متعین کرگئے اور ۱۹۶۶ء تک آپ اس عہدے پر کام کرتے رہے۔ آپ اپنے وقت کے ایک مکمل مصلح اور مکمل منصف تھے۔ آپ حلیم طبع، صوم وصلوٰۃ کے پابند متقی اور پرہیزگار انسان تھے۔ آپ ریاست سوات میں بلند سے بلند منصب پر فائز رہے لیکن آپ کی طبیعت میں عہدے پر غرور یا گھمنڈ بالکل نہیں تھا۔ اور یہی آپ کی اعلیٰ ظرفی تھی۔ نہایت خندہ پیشانی اور خود خلقی سے پیش آتے تھے۔ آپ نے علاقہ عنزی خیل کے لئے ایک نہر بھی کھدوائی ہے۔ یہی آپ کی خدمت کے جذبے کی نشانی باقی ہے۔ آخر مارچ ۱۹۷۴ء کو آپ اس جہان فانی سے کوچ کرگئے۔

اولاد: آپ کی دو ازواج سے دس فرزند تولد ہوئے۔

زوجۂ اول سے: سید جہانزیب، سید عبدالجبار، سید عبدالستار، ڈاکٹر سید عبدالکبیر (سرجن) سید عبدالقیوم۔

زوجۂ دوم سے: سید شہاب الدین، سید ہمایوں، سید علاء الدین، سید نظام الدین، سید اختر حسین۔

سید جہانزیب المعروف نائب سالار صاحب: آپ سید بادشاہ گل سپہ سالار صاحب کے سب سے بڑے فرزند ہیں۔ آپ ۱۹۲۲ء کو ملک پور (بنیر) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم تیسری جماعت تک پیر کلی (برسوات) میں حاصل کی۔ مڈل تک تعلیم سوات کے اس وقت کے واحد مڈل اسکول و دودیہ سے حاصل کی۔ مزید تعلیم کے لئے دہلی چلے گئے۔ ۱۹۴۲ء میں جب آپ دہلی سے واپس آئے تو میاں گل جہانزیب نے آپ کو اپنے دفتر میں بحیثیت کلرک مقرر کیا۔ ۱۹۴۴ء میں آپ کو دفتر فارغ کر کے فوج میں بحیثیت صوبیدار مقرر کیا۔ ۱۹۴۴ء میں آپ کو دفتر فارغ کر کے فوج میں بحیثیت صوبیدار مقرر کیا۔ ۱۹۴۷ء تک آپ کو ترقی دیکر کپتان کے عہدے پر فائز کر دیا گیا۔ ۱۹۴۸ء کو آپ اپنے والد گرامی کے کمانڈ میں جہاد کشمیر میں شامل ہوئے۔ ۱۹۵۴ء میں آپ کو کمانڈر کے عہدے پر ترقی دی گئی۔ ۱۹۵۷ء میں آپ کو اعلیٰ کارکردگی اور بہترین خدمات کے صلے میں مزید ترقی دیکر ریاست کی اعلیٰ ترین عہدے پر فائز کر دیا گیا۔ آپ اپنے فرائض منصبی خوش اسلوبی سے سرانجام دیتے تھے۔ اور ۱۹۶۶ء تک آپ اس عہدے پر کام کرتے رہے۔

۱۹۶۶ء میں سابق والئ سوات میاں گل جہانزیب اور آپ کے درمیان رنجش پیدا ہوئی۔ اور اسی رنجش کی وجہ سے آپ کو مستعفی ہونا پڑا۔ اس کے بعد آپ نے سید و شریف کو چھوڑ کر جہان آباد (نزد تیلیگرام) میں رہنے کے لئے ایک مکان تعمیر کیا۔ اور وہیں رہائش اختیار کی اور یہاں پر اپنے زمینوں کی دیکھ بھال کرنے لگے۔

آپ کے پانچ فرزند ہیں۔ ایوب، یعقوب، محبوب، طارق، طاہر سید علاء الدین ابن سید بادشاہ گل، چیئرمین ڈسٹرکٹ کونسل سوات و ڈپٹی سپیکر سرحد اسمبلی۔

سید علاء الدین :۔

سید علاء الدین سپہ سالار صاحب کی دوسری بیوی کے منجھلے بیٹے ہیں۔ آپ ۲ فروری ۱۹۵۱ء کو سید و شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ نے بی ایس سی تک تعلیم سید و شریف میں جہانزیب کالج سے حاصل کی۔ اور بعد ازاں پشاور یونیورسٹی سے فزکس میں ماسٹر کی ڈگری لی۔

ابتداء سے آپ کا میلان سیاست کی طرف تھا۔ اس لئے آپ ایک سائنسدان بننے کی بجائے سیاست کی طرف تھا۔ اس لئے آپ نے ایل۔ ایل۔ بی' کی اور وکالت میں ڈگری لینے کے بعد بحثیت وکیل اپنے کیریر کا آغاز کردیا۔ اور سیدو شریف ڈسٹرکٹ کورٹس میں وکالت کی پریکٹس شروع کی اور وکالت میں خوب نام پیدا کیا۔ آپ اپنے علاقے کے غرباء کی وکالت اکثر مفت کرتے تھے اور یہیں سے آپ کی سیاسی زندگی کے لئے ایک کامیاب زینہ ثابت ہونے کی ابتداء ہوئی۔ آپ ڈسٹرکٹ بار ایسوی ایشن سوات کے دو مرتبہ صدر منتخب ہوئے چونکہ آپ کے والد محترم کا سیاسی تعلق نیشنل عوامی پارٹی سے تھا۔ اس لئے آپ نے بھی اس پارٹی میں سرگرمی سے حصہ لیا۔ آپ نے اپنے علاقے کے لوگوں کی خدمت کرنے کے لئے پہلی بار ڈسٹرکٹ کونسل کے امیدوار کی حیثیت سے پہلی بار ۱۹۸۳ء میں حصہ لیا اور پہلی بار ممبر منتخب ہوئے ۱۹۸۵ء میں آپ نے صوبائی اسمبلی کے لئے الیکشن لڑا۔ لیکن ناکام رہے۔ ۱۹۸۷ء میں آپ نے دوسری بار ڈسٹرکٹ کونسل کے لئے الیکشن لڑا اور کامیاب ہوگئے۔ آپ نے الیکشن آزاد حیثیت سے لڑا تھا۔ کامیاب ہونے کے بعد آپ ڈسٹرکٹ کونسل کے چیئرمان منتخب ہوئے۔ ۱۹۸۸ء میں آپ مسلم لیگ کے ٹکٹ پر صوبائی الیکشن لڑا لیکن ناکام رہے۔ ۱۹۹۰ء کی الیکشن میں آپ نے دوبارہ آزاد حیثیت سے صوبائی الیکشن لڑا۔ اور دوبارہ ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

آپ میدانِ سیاست کے کھلاڑی ہیں اور میدان میں ہار جیت ہوتی رہتی ہے۔ آپ بڑے ملنسار، بااخلاق اور باکردار انسان ہیں۔ آپ اپنے علاقے کے خصوصاً اور ضلع سوات کے عوام کے عموماً خدمت کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ کرے آپ اپنے نیک ارادوں میں کامیاب و کامران ہوں۔ حال ہی میں سرحد اسمبلی کا الیکشن لڑا اور منتخب ہوکر موجودہ اسمبلی کیلئے بحثیت ڈپٹی سپیکر کام کررہے ہیں۔

سید کریم شاہ ابن سید قاسم

آپ رحمۃ اللہ علیہ سید قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ہیں۔ آپ کی اولاد چمک میرا تناول میں ہے۔ چمک میرا کے علاوہ ہری پور، کہارہ، دھن، چکلی (ایبٹ آباد) نڑتوپہ مانکرائے، اور

کھلابٹ ٹاؤن میں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مدفن باڑہ کیارہ میں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فرزند جن کے نام سید رحیم الدین رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ جن کے چار فرزند تھے سید رحیم الدین کا مزار باڑہ کیھارہ (علاقہ اتمانزی) میں ہے۔

آپ کے فرزندوں کے نام یہ ہیں: سید احمدین شاہ، سید غازی شاہ، سید باقر شاہ، سید حاجی شاہ۔ ان میں سے سید غازی شاہ کا مدفن چک میرا میں ہے۔ شجرۂ نسب آئندہ صفحہ پر ملاحظہ کیجئے۔

سید باقر شاہ کی اولاد کہارہ میں ہے۔ اس طرح حاجی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا مدفن اور اولاد کہارہ (کیارہ) میں ہے۔ اولاد کا شجرہ راقم الحروف کو نہیں ملا۔

سید امیر علی شاہ قطب زمان: سید امیر علی شاہ ابن سید شاہ گل حسین ابن سید نور شاہ ابن سید نادر شاہ ابن سید غازی شاہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے قطب تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ قادریہ میں سید حیدر شاہ مدفن مدینہ منورہ کے مرید تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی میں چلہ کشی و مجاہدے کئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک بن داخل نڑتوپہ میں ہے۔ آپ کی اولاد کلابٹ ٹاؤن اور مانکرائے راولپنڈی اور ہری پور میں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چھ فرزند تھے: سید شیر شاہ، سید بہادر شاہ، سید محمد شاہ، سید سخی شاہ، سید رسول شاہ، سید فضل شاہ۔ سید بہادر شاہ المعروف پیر چھلا شاہ: آپ رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بھی اللہ تعالیٰ کے پہنچے ہوئے بندوں میں ہوتا ہے۔ آپ نے اپنی زندگی زہد و عبادت میں گذاری اور اپنے اجداد کی طرح رشد و ہدایت میں مصروف رہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چار فرزند تھے جن کے نام لال حسین، لیاقت حسین، دلاور شاہ، مقبول شاہ، محمد شاہ۔

سید ابی داؤد ابن سید قاسم: آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کا شجرۂ نسب قاضی عبدالحلیم اثر صاحب کی قلمی کتاب ''سبط حسین'' سے ملا۔ لیکن آپ کے مدفن اور اولاد کی جائے رہائش کا کوئی علم نہ ہوسکا۔

۱۲: سید مومن ابن میاں سید قاسم: سید مومن میاں سید قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے ولی اللہ ہوکر گزرے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار پیرہ ابی (بنیر) کے مقبرہ میں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک بیوی سے تین فرزند تھے۔ سید نور، جان میر، جان نور۔

جبکہ دوسری بیوی سے صرف ایک فرزند جن کا نام سید نور علی تھا۔ کہا جاتا ہے کہ سید مومن رحمۃ اللہ علیہ بنیر سے علاقہ برسوات آ کر آباد ہوئے تھے اور یہاں شادی کی۔ جس سے درج بالا تین فرزند تولد ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ذرا پکے عمر میں علاقہ کانڑا (تحصیل الپوری) گئے ہوئے تھے اور وہاں پر رشد و ہدایت میں مصروف تھے۔ وہاں علاقہ کانڑا کے ایک خان نے ازراہِ عقیدت آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی بیٹی عقد میں دے دی۔ اس خان نے کچھ عرصہ کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کو زمین اور جائے رہائش دینے کی استدعا کی۔ تو سید مومن فرمائے کہ علاقہ برسوات (تحصیل مٹہ) میں میرا گھر اور بچے ہیں۔ میں اپنی بیوی اور بچوں کو وہاں لے جانا چاہتا ہوں۔ تاکہ سب گھل مل کر رہے۔

یہ بات یاد رکھنے کی قابل ہے کہ کانڑا میں رہائش کے دورن آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک بیٹا کانڑائی بیوی سے تولد ہوا تھا۔ جس کا نام سید علی نور تھا اور میاں شاہ جب بابا کے نام سے مشہور ہیں۔

چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی بیوی اور بچے کو علاقہ برسوات لے آئے۔ یہاں پر جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی بیوی سے جو بچے تھے، انہوں نے جب ایک لڑکے اور اس کی ماں کو دیکھا تو سمجھ گئے کہ یہی عورت ان کی ماں اور لڑکا سوتیلا بھائی ہے۔ چنانچہ سب نے آپس میں مشورہ کیا کہ اگر سید علی نور نے یہاں رہائش اختیار کی تو والد محترم کو جو سیریاں یہاں ملی ہوئی ہیں۔ ان سیریوں میں سے سید علی نور کو بھی حصہ دینا پڑے گا۔ لہٰذا ایسی تدبیر سوچنا چاہئے کہ ان کو بھگا دیا جائے۔ چنانچہ ان میں ایک جو مجذوب تھا کو مشورہ دیا گیا کہ آپ چھت پر چڑھ کر چھلانگیں مارے تاکہ سید علی نور ڈر کر یہاں سے بھاگ جائے۔

جب وہی مجذوب چھت پر چڑھا اور چھلانگیں مارنے لگا تو اچانک زلزلہ شروع ہوا اور جب سب لوگ گھر سے نکلے تو سید مومن رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ مجذوب چھت پر چڑھا ہوا تھا۔ سید مومن اصل معمے کے تہہ تک پہنچے اور ان بڑے بیٹوں کو بددعا دی۔ جن میں ایک تو لاولد ہے جبکہ دوسرے کی اولاد ساتویں پشت تک اکیلا ہے۔ (روایت سید منزرے پاچا موضع اشاڑی)

آپ اپنی آخری عمر میں بنیر گئے۔ اور پیرہ ابی کے قریب گاؤں میں وفات پائی اور پیرہ ابیؒ کے مقبرہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک ہے۔

میاں سید نور المعروف سور گیرے بابا کا مزار درشخیلہ میں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فرزند کا نام جو اس نور ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد اشاڑے، برہ درشخیلہ، بازخیلہ وغیرہ میں

ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد کا شجرۂ نسب آئندہ صفحہ پر ملاحظہ کیجئے۔ باقی دو میں ایک لاولد ہیں جبکہ جان میر کی اولاد کا شجرۂ نسب راقم الحروف کو نہیں ملا۔

میاں سید علی نور المعروف میاں شاہ جب بابا:

جیسا کہ پہلے لکھا جاچکا ہے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کانڑا کے ایک خان کے خواہر زادے ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا مزار شریف چپریال (تحصیل مٹہ) میں واقع ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ سب بھائیوں میں کثیر الاولاد ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ شامیزے اور اندلز قبائل کے درمیان زمین کا بدل تھا۔ یعنی دس سال تک ایک قبیلہ علاقہ برسوات پر آ کر مقیم رہتا تھا جبکہ دس سال تک دوسرا قبیلہ چکدرہ اور اس کے ملحقہ علاقہ جو کہ اب علاقہ اندلزیٔ کے نام سے مشہور ہے، میں آ کر رہائش رکھ کر علاقے بدل دیتے تھے۔ دونوں قبیلوں نے سوچا کہ عمر بھر کے لئے ایک ایک علاقے میں رہائش رکھی جائے۔ اور اس تقسیم کے لئے انہوں نے قرعہ اندازی کر لی تھی۔

قبیلہ اندلزی کا قرعہ مجذوب بابا نے پکڑ رکھا تھا۔ یہ وہی مجذوب ہے جس کے بارے میں پشتو کا ایک ضرب المثل مشہور ہے "الحمد ہغہ دہ خوخلہ دمزوب (مجذوب) نہ دہ"

مجذوب بابا نسلاً گوجر برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ بعد میں اندلزیوں کے ساتھ جا کر آپ رحمتہ اللہ علیہ چکدرہ میں آباد ہوئے۔ اور وہاں وفات پائی مدفن چکدرہ میں ہے۔

اس اثناء میں جب قرعہ اندازی ہو رہی تھی، قبیلہ اندلزیٔ کا قرعہ مجذوب بابا رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ میں تھا۔ جب کہ شامیزے کے قرعہ کے لئے کوئی نہیں تھا۔ اچانک سید علی نور المعروف شاہ جب بابا رحمتہ اللہ علیہ سفید گھوڑے پر سوار ادھر نمودار ہوئے۔ جہاں پر یہ سب لوگ جمع تھے۔ شامزیوں نے شاہ جب بابا رحمتہ اللہ علیہ کا نمودار ہونا تائید غائبی سمجھا اور اس سے اپنا قرعہ سنبھالنے کے لئے کہا۔ شاہ جب بابا نے قرعہ سنبھالا قرعہ اندازی ہوئی تو شاہ جب بابا رحمتہ اللہ علیہ کا قرعہ نکل آیا۔ شامزی بہت خوش ہوئے۔ اور انہوں نے موجودہ علاقہ "شامزیٔ" کو اپنے حصے میں لے لیا۔ جبکہ اندلزی موجودہ علاقہ "اندلزیٔ" میں جا کر رہائش پزیر ہوئے۔

شامزیوں نے سید علی نور کو بوڈیگرام جو کہ دریائے سوات کے دہانے پر واقع ہے، سے لیکر گام سیر تک جو کہ روڑنگار کی برف پوش پہاڑیوں کے دامن میں واقع ہے تک مختلف مواضعات

میں سیریاں نکال کر دے دیں۔ ان سیروں پر آج کل آپ رحمۃ اللہ علہ کی اولاد آباد ہے۔ جن کے نام درجہ ذیل ہیں:

چپریال، شوخدڑہ، سینددنو، بلکاری، پڑاؤ، نلکوٹ، گامسیر، جربانڈہ، بہا، بوڈیگرام، شلتالو ڈیری وغیرہ۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے چپریال میں وفات پائی اور چپریال کی مشرقی سمت اوپر پہاڑ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک واقع ہے۔ (روایت از بازید جان پاچا چپریال)

اولاد: آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دو فرزند تھے۔ جن سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کا سلسلہ چل نکلا ہے: میاں شاہ حسن، میاں شاہ رسول رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

میاں شاہ حسن: آپ رحمۃ اللہ علیہ سید علی نور رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے فرزند تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تین فرزند تھے: سید غلام، صداقت شاہ، طارق صداقت شاہ اور طارق کی اولاد کا شجرۂ نسب آئندہ صفحہ پر ملاحظہ کیجئے۔ جبکہ سید غلام کی اولاد کا شجرۂ نسب نہیں ملا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سادات چپریال آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہیں۔ صداقت شاہ ان تمام میں کثیر الاولاد ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نو فرزند تھے۔ سید صوبہ، سید نور، سید سرور، خان باچا، سید عمران، سید اکرم، میاں بابا، سید فاضل، سید قدرت۔

صداقت شاہ کی اولاد چپریال، سندنو، بلکاری، جربانڈی، پڑاؤ وغیرہ میں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے سید شاہ حیدر المعروف گلشے پاچا سکنہ بلکاری بڑے اچھے آدمی ہیں۔ خاصکر اپنے بھائیوں یعنی حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے بے حد محبت رکھتے تھے۔ اور یہی ان کی کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ میاں شاہ جب بابا کی اولاد میں اکثریت کا شجرۂ نسب آپ کی وساطت سے راقم کو ملا ہے۔ جبکہ یہی آپ کی دلچسپی ہی تھی کہ روایات کو جمع کر کے راقم الحروف پہنچا دیے۔

میاں شاہ رسول: آپ سید علی نور رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے فرزند ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دس فرزند تھے۔ میاں سید عالم نور، میاں سید حنیف، جان نور، سید فضل نور، باز دامیاں، بابا

میاں، گامسیر بابا (لاولد) گل بابا (لاولد) سید خواجہ احمد (لاولد) سید جلال۔

میاں سید قیوم ابن میاں سید عالم نور: میاں سید عالم نور کی رہائش شوخدڑہ میں تھی۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں وفات پائی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند میاں سید قیوم شوخدڑہ سے نلکوٹ گئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ موجودہ نلکوٹ ایک ملا کی سیری تھی۔ اس ملا کا نام خان ملا تھا۔ اس ملا کا عقد سید قیوم رحمۃ اللہ علیہ کی پھوپھی سے ہوا تھا۔ میاں سید قیوم اپنی پھوپھی کے ساتھ نلکوٹ آ کر آباد ہوا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے سادات نلکوٹ کا سلسلہ نلکوٹ میں شروع ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تین فرزند تھے۔ میاں سید عنبر، میاں میاں سید اکبر، میاں سید افضل، گامسیر، نلکوٹ اور بہا کی سادات ان تین بھائیوں کی اولاد ہے۔ سادات کی زمینوں میں کچھ سیریاں ہیں اور یہاں زمین کے چند قطعات انہوں نے پختونوں سے خریدے۔

موضع نلکوٹ میں عبدالرحیم پاچا صاحب بہت مشہور شخصیت ہو کر گزرے ہیں آپ ریاست سوات یعنی میاں گل عبدالودود کے وزیر خارجہ تھے۔

پروفیسر بارتھ نے اپنی سوشیالوجی کی کتاب ''میلینیم اینڈ کرز ما ایمنگ سوات پٹھان'' میں آپ کا ذکر کیا ہے۔

آپ کی اولاد میں مظفر سید معروف آدمی ہیں۔ طالبعلمی کے دوران دو دفعہ جہانزیب کالج اسٹوڈنٹس کی یونین کے صدر منتخب ہوئے تھے۔ ایل۔ ایل۔ بی کرنے کے بعد آج کل وکالت کر رہے ہیں۔ وکالت کے ساتھ ساتھ ایک مذہبی آدمی ہیں۔

میاں سید حسن بابا ابن میاں مصطفیٰ بابا ابن پیر بابا:

حضرت میاں سید حسن بابا رحمۃ اللہ علیہ میاں مصطفیٰ بابا رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے چھوٹے فرزند تھے۔ جب میاں عبدالوہاب المعروف میاں عبدل بابا رحمۃ اللہ علیہ اور میاں سید قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ نے وفات پائی تو میاں سید مصطفیٰ بابا رحمۃ اللہ علیہ نے امازی قبیلہ سے دوسری شادی کی اور حضرت میاں سید حسن بابا رحمۃ اللہ علیہ میاں سید مصطفیٰ بابا رحمۃ اللہ علیہ کی آخری عمر میں تولد ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے پانچ

سال بعد ۱۹۹۶ء میں پیدا ہوئے اور جب آپ لڑکپن کی عمر میں داخل ہوئے تو میاں مصطفیٰ بابا رحمۃ اللہ علیہ کنڑ تشریف لے گئے۔

میاں حسن بابا رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش کے بارے میں ایک روایت ہے۔ کہا جاتا ہے کہ میاں سید حسن بابا رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ کے ہاں اولاد نہیں تھی۔ تو انہوں نے اولاد کے بارے میں میاں مصطفیٰ بابا رحمۃ اللہ علیہ جو کہ ان کے شوہر تھے۔ سے گزارش کی۔ تو سید مصطفیٰ بابا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اپنے فرزندوں میاں سید عبدالوہاب اور سید قاسم رحمۃ اللہ علیہ سے اولاد کے لئے کہہ دو۔ چنانچہ بی بی صاحبہ نے اپنے بڑے بیٹوں کے لئے دعوت کا انتظام کیا تھا۔ جب دونوں بھائیوں نے سیر ہو کر کھانا کھایا۔ تو والدہ صاحبہ کہنے لگی کہ بچوں! آپ کے گھر میں رہتے ہوئے مجھے کافی عرصہ گزرا ہے۔ لیکن ابھی تک اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد جیسی نعمت سے نہیں نوازا۔ آپ دونوں بھائیوں سے میں یہی استدعا کر رہی ہوں کہ میرے حق میں اللہ تعالیٰ سے اولاد نارینہ کیلئے دعا کریں۔

میاں عبدالوہاب بابا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بھائی میاں قاسم سے فرمایا کہ میں دعا کرونگا اور تم آمین ہا کرو۔ میاں سید قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے اچھا کہہ کر دونوں بھائیوں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ میاں سید عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے۔ ''اے اللہ تو ہی ہماری والدہ محترمہ کو اولاد نرینہ سے نوازا۔ اور اس اولاد نرینہ سے جو کہ ہمارا بھائی ہوگا' سے ایسی اولاد نارینہ پیدا کر جو بہادر ہو بہترین شہسوار ہو' سیاستدان ہو' عبادت گزار ہو اور سادات کے سرخیل ہو اور ہماری والدہ کی اولاد کو تمام برکتیں عطا فرما۔'' میاں قاسم بابا رحمۃ اللہ علیہ نے آمین کہا۔

دعا ختم ہونے پر میاں سید قاسم رحمۃ اللہ علیہ فرمائے کہ ''بھائی صاحب! آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سب کچھ ان کی اولاد کو دے دیا۔ اپنی اولاد کے لئے کیا رکھ چھوڑا ہے'' تو میاں عبدل بابا رحمۃ اللہ علیہ فرمائے۔ ''ہماری یہی اولاد ہوگی۔ نیز ان کی اولاد ہماری اولاد کی عزت و توقیر کرے گی۔''

میاں حسن بابا رحمۃ اللہ علیہ دوکڈہ میں پیدا ہوئے تھے۔ کیونکہ ان دنوں حضرت میاں مصطفیٰ بابا رحمۃ اللہ علیہ کی رہائش دوکڈہ (بنیر) میں تھی۔

دوکڈہ گاؤں کوہِ ایلم میں جنوبی سمت چوٹی کے نزدیک واقع ہے۔ جبکہ کوہ ایلم کی شمالی جانب اسلام پور' مرغزار' کوکڑئ اور چیتوڑ واقع ہیں میاں حسن بابا رحمۃ اللہ علیہ نے دوکڈہ سے

نقل مکانی کرتے ہوئے کوکڑئ میں آ کر آباد ہوئے۔ یاد رہے کہ کوکڑئ سید و شریف سوات سے تین کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ میاں حسن بابا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ننھیال (یعنی ماں کا قبیلہ) میں شادی کی تھی۔

میاں سید حسن بابا رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے بڑے صوفی تھے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ نہایت حسین و جمیل تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ حلیم طبع اور صابر مشہور تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ چیچک' مہاسوں اور رسولیوں کے علاوہ داد' چنبل کا علاج معالجہ دم درود سے کیا کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں اس قسم کے مریضوں کا اژدہام ہوتا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کی وسیلہ و دعا سے شفا دیتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے موضع کوکڑی میں وفات پائی۔ اور سید و شریف سے مرغزار جاتے ہوئے اسلام پور کے شمال مغرب کی طرف زیتون کی درختوں کے ایک بڑے جھنڈ میں آپ ابدی نیند سو رہے ہیں۔ اور یہی مقبرہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے موسوم ہے۔

اولاد: آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چار فرزند تھے۔ سید نادان' حضرت میاں جی' سید یوسف المعروف میاں شیخ بابا' سید حسین۔

سید نادان: آپ رحمۃ اللہ علیہ مجذوب تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی شادی نہیں کی تھی۔ اس لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی اولاد نہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار میاں سید حسن بابا رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرہ واقع کوکڑئ میں ہے۔

حضرت میاں جی بابا: آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے ایک بڑے عالم اور صوفی ہوکر گزرے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی رہائش غالیگئ سوات تحصیل بریکوٹ میں تھی۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے غالیگئ ہی میں وفات پائی۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار غالیگئ ہی میں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بھی کوئی اولاد نہیں۔

سید یوسف المعروف میاں شیخ بابا: میاں شیخ بابا' جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اپنے وقت کے ایک عظیم صوفی ہوکر گزرے ہیں۔ آپ نے تلگرام ہی میں وفات پائی۔ اور روڈ سے جنوب کی طرف آپ کا مزار ہے جو کہ میاں شیخ بابا رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہے۔ آپ رحمۃ اللہ

علیہ کی اولاد بہت کم ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کے بارے میں ایک روایت مشہور ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں مہمان آئے ہوئے تھے۔ چونکہ اس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی وفات پا گئی تھی۔ اس لئے گھر میں صرف ایک بہو تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے گھر جا کر اپنی بہو سے مہمانوں کیلئے کھانا تیار کرنے کے لئے کہا۔ جس پر بہو نے ٹال مٹول سے کام لیا۔ لہٰذا آپ نے بہو کو بددعا دی۔ اور اس بددعا سے بہو کی اولاد مرگئی۔ اور ایک ہی بیٹا رہ گیا۔ اور بہت سے پشتوں تک آپ کی اولاد ایک ایک کرکے آتے رہے۔ اس لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد بہت کم ہے۔ آپ کی اولاد تلیگرام، عرق بیشبنڈ، و مفارو ڈھیرئ علاقہ نیک پی کیل میں ہے۔ آپ نے تلیگرام ہی میں وفات پائی۔ اور ملم جبہ روڈ کے جنوبی سمت درختوں کی ایک بڑی جھنڈ میں آپ کا مقبرہ ہے۔ جو کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک ''میاں شیخ بابا رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہے۔

میاں عیسیٰ: میاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ، میاں شیخ بابا رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے وقت کے ایک مشہور صوفی ہو کر گزرے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد محترم کی جائے رہائش تلیگرام میں زندگی گزار دی۔ اور یہاں وفات پائی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک اپنے والد محترم کے مقبرہ میں ہے۔ میاں سید شاہ: آپ رحمۃ اللہ علیہ میاں عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اور میاں شیخ بابا رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تلیگرام سے نقل مکانی کرتے ہوئے موضع دمغار میں آ کر آباد ہوئے۔ اور یہاں پر رشد و ہدایت میں مصروف رہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں وفات پائی۔ اور دمغار سے موضع ڈھیرئ جاتے ہوئے ایک بلند ٹیلے پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مدفن ہے۔ اس لئے اس ٹیلے کی وجہ سے آپ کے مزار کا نام ڈیری بابا پڑ گیا۔ اور اسی ڈیری بابا کے نامی گاؤں بھی مشہور ہوگیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں موضع دمغار کے املوک میاں گان اور ایک گھرانہ موضع ڈیری کو دمغار سے نقل مکانی کرتے ہوئے آباد ہوئی ہے۔ ان سب کا شجرۂ نسب آئندہ صفحہ پر ملاحظہ کیجئے۔ تلیگرام وغیرہ میں تلاش بیسار کے باوجود شجرۂ نسب نہیں ملا۔ اس لئے وہاں کی اولاد کا شجرۂ نسب درج نہیں کیا گیا۔

سید حسین بابا ابن سید حسن ابن میاں مصطفیٰ بابا

آپ رحمۃ اللہ علیہ میاں سید حسن بابا رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ہیں اور شاید آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ کیونکہ کوکڑئ و چیتوڑ جو کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے آبائی سیری تھی، آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حصے میں آئی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ ۱۰۵۰ھ کو بمقام دوکڈہ بنیر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دادا کے قائم کردہ مدرسہ واقع پاچا کلی میں اکابرین علماء سے حاصل کی۔ آپ کی تربیت علماء کرام اور صوفیائے عظام کے زیرِ سایہ ہوئی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ عرصہ ملک پور میں بھی قیام کیا۔ کہا جاتا ہے کہ ملک پور میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک خالہ بھی رہتی تھی۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ عرصہ اپنے خالہ کے ہاں گذاری۔ ملک پور پاچا کلی سے ایک میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اور پاچا کلی سے شمالی مغربی سمت دوکڈہ جاتے ہوئے ملک پور کا گاؤں آتا ہے۔ اور اسی ملک پور میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جوانی کے دور کے چند سال گزارے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی ایک خالہ زاد بہن سے محبت ہوگئی تھی۔ لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی خالہ نے بچپن میں دودھ پلایا تھا۔ اس لئے خالہ زاد بہن سے آپ کا نکاح نہیں ہوسکا۔ آپ نے ایک شعر میں اس طرف اشارہ کیا ہے۔

چہ پیدا شوے پکے ستا ملالے سترگے
زکہ پاتے لہ حسینہ ملک پورشہ

ترجمہ: جہاں آپ کی خوبصورت آنکھیں پیدا ہوئی ہیں اُس جگہ "ملک پور" کو حسین نے خیر آباد کہہ دیا ہے۔

پکلئی شاگرام میں قیام: جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے کہ حضرت میاں سید قاسم رحمۃ اللہ علیہ کوہستان سوات میں کفار ڈوما کے خلاف جہاد میں نبرد آزما تھے۔ تو آپ بھی اپنے چچا میاں سید قاسم رحمۃ اللہ علیہ کو اس کے کام میں مدد دینے کے لئے شاگرام موضع پکلئی آئے۔ یہ یاد رہے کہ شاگرام دو عدد مواضعات پر مشتمل ہے۔ جن میں ایک موضع کا نام پکلئی (پکھلئی) ہے۔

اس گاؤں کا نام پکھلئی اس لئے پڑ گیا ہے کہ موجودہ سواتیوں یعنی یوسفزئی قبائل سے پہلے دلہ زاک قبائل جو کہ ہزارہ ڈویژن میں سواتیوں کے نام سے پہچانے جاتے ہیں' آباد تھے۔ ان کے ایک سلطان کا نام سلطان پکھل تھا۔ یہ بات یاد رہے کہ سلطان پکھل کا سرمائی دارالحکومت منگلور تھا جبکہ گرمائی دارالحکومت یہی پکھلئی تھی۔ جو کہ بعد میں اس سلطان پکھل کے نام سے مشہور ہے۔ گذشتہ صفحات میں ذکر کیا جاچکا ہے کہ میاں سید قاسم رحمۃ اللہ علیہ کا ہیڈ کواٹر پیر کلی میں تھا۔ تو اخوند کریم داد رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد میاں سید قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے ڈوما کفار کے خلاف مسلمانوں کی قیادت کی۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا ہیڈ کواٹر پیر کلے سے اٹھا کر شاگرام کی اس پکھلئی نامی گاؤں کو تبدیل کیا۔ آج بھی میاں سید قاسم رحمۃ اللہ علیہ کا گھر اور مسجد انہی پکھلئی نامی گاؤں میں موجود ہے۔ تو میاں سید حسین رحمۃ اللہ علیہ اپنے چچا کے ساتھ جہاد میں شرکت کرنے کیلئے اس پکھلئی میں آئے تھے۔

بعد میں آپ کے جوان سال بیٹا سید ابدال رحمۃ اللہ علیہ بھی ان کے سلسلہ ہائے جہاد میں شہید ہو گیا تھا۔ جن کا ذکر بعد میں آئے گا۔

جوان سال بیٹے کی وفات پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دلی صدمہ ہوا۔ اور ان کی لاش اٹھوا کر موضع کوکڑئی لایا گیا۔ اور اسے اپنے آبائی قبرستان میں دفن کیا۔ بیٹے کے غم میں آپ رحمۃ اللہ علیہ دن رات روتے رہے۔ اور اسی قبرستان میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بیٹے کے قبر کے ساتھ ڈیرہ ڈال دیا۔ اور سید ابدال رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے گرد چونے سرائے اور اینٹ کی پختہ دیوار تعمیر کرائی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس جوان سال بیٹے کی موت پر ایک مرثیہ بھی کہا۔ آئندہ صفحات میں پیش کیا جائے گا۔

مانیاز میں آمد: قبرستان میں رہائش کے دوران ایک خدا رسیدہ آدمی کا ادھر سے گذر ہوا۔ تو وہ آدمی سید حسین کی حالت زار دیکھ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو سمجھایا کہ مشیت ایزدی پر قانع رہنا ہی اصل میں مومن کا کام ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے کاموں میں مداخلت کرنے والا بہت بری جگہ پہنچایا جاتا ہے۔ اس پر سید حسین رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھیں کھل گئیں۔ غم کی شدت سے آپ کوکڑئی میں مزید قیام نہ کرسکے اور مانیار میں آ کر آپ نے رہائش

اختیار کی۔ مانیار میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سیریاں تھیں۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک بیوی ''پیرہ خیلہ'' بھی مانیار سے تعلق رکھتی تھی۔ اس صدی کے اوائل تک آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سیریاں مانیار وڈ ڈہارہ میں تھیں جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد نے حال ہی میں فروخت کردی ہیں۔

امازو گھڑئ میں آمد: آپ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ صاحبہ قبیلہ امازی سے تعلق رکھتی تھی۔ جس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ کی رہائش مانیاز میں تھی تو قبیلہ امازی کا ایک جرگہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے ساتھ امازی جانے کے لئے استدعا کی۔ امازی اور کمال زی جو ضلع مردان کے مشہور قبائل ہیں۔ ان کے درمیان زمین کی تبدیلی پر تنازعہ چل رہا تھا۔ چونکہ کمال زی قبیلہ طاقتور تھا اس لئے انہوں نے موجودہ امازو گھڑئ پر قبضہ جمایا تھا۔ ان دنوں ضلع مردان میں موجودہ نہری نظام موجود نہیں تھا۔ صرف امازو گھڑی (امازو گڑھی) کے قریب کلپانڑی بہتا تھا جس کے پانی سے ان لوگوں کی اراضی سیراب ہوتی تھی۔ کمال زی نے کلپانڑی اور امازی کے علاقہ پر قبضہ جمایا تھا۔ ان دنوں کا دستور تھا کہ دس سال ایک قبیلہ ایک جگہ رہائش رکھ کر دوسرے قبیلہ سے اسی مدت تک کے بعد اپنے علاقے کو تبدیل کرتے تھے۔ اسی تبدیل کو کلوبغی کی تبدیل کہا کرتے تھے۔

جب دس سال کا عرصہ گذر گیا تو قبیلہ امازئ نے کمال زئ سے زمین کی تبدیلی کا تقاضا کیا۔ تو کمال زئ والوں نے انکار کردیا۔ اس پر انہوں نے جرگہ بھجوادیا۔ لیکن کمال زئ قبیلہ کے اکابرین نے انکار کردیا اور جرگہ خالی ہاتھ واپس کردیا۔ چنانچہ قبیلہ امازئ کا ایک جرگہ جو کہ اس قبیلہ کے اکابرین پر مشتمل تھا، سید حسین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سوات آیا۔ کیونکہ اسی قبیلہ کے خوانین کا سید حسین خواہر زادہ تھا۔ اور ان سے مدد کے لئے استدعا کی۔ سید حسین نے فرمایا کہ میں آپ کی مدد کروں گا لیکن ایک شرط پر، وہ یہ کہ یا تو آپ لوگ کمال زئ پر حملہ کرنے کے لئے حملہ آوروں کا جھنڈ تیار کریں اور میں کھانے کا بندوبست کروں گا یا پھر میں حملہ آوروں کا بندوبست کرتا ہوں، آپ لوگ ان کے لئے کھانے وغیرہ کا بندوبست کریں۔ ان لوگوں نے کہا کہ کھانے کا بندوبست ہم کرینگے اور جنگجو فوج کا بندوبست آپ کریں۔ اس پر فیصلہ ہوا۔

سید حسین رحمۃ اللہ علیہ ان لوگوں کے ہمراہ عازم امازو گڑھی ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ سید حسین رحمۃ اللہ علیہ جس وقت سوات سے نکل رہے تھے تو ان کے ہمراہ سو عدد گھڑ سوار تھے۔ مردان پہنچ کر سب سے پہلے سید حسین رحمۃ اللہ علیہ نے کمال زیٔ کے اکابرین سے رابطہ قائم کیا۔ اور ان کے پاس ایک جرگہ کے ساتھ جاکر امازیٔ کی وکالت کی۔ اور کہا کہ مدت پوری ہونے پر قبیلہ امازی کا علاقہ چھوڑ دو۔ لیکن کمال زی کے خوانین نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بات نہیں مانی اور کہا کہ آپ ستانہ دار آدمی ہیں۔ جاؤ۔ مسجد میں بیٹھ کر اللہ اللہ کیا کرو۔ آپ کو پختونوں کے معمولات میں دخل دینے کی ضرورت نہیں۔ سید حسین رحمۃ اللہ علیہ ناکام واپس لوٹا۔ اپنے ہمراہ لائی ہوئی فوج کو کمال زیٔ قبیلہ کی املاک پر حملہ کرنے کے لئے کہا۔ اسی فوج نے کمال زیٔ کے علاقے پر حملہ کردیا۔ اور کمال زیٔ کے دو گاؤں جلاکر خاکستر کردیئے۔ تب جبکہ کمال زیٔ کی آنکھیں کھل گئیں اور سید حسین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس صلح کے لئے جرگہ بھیجا۔ سید حسین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ صلح اس شرط پر ہوسکتی ہے کہ آپ لوگ سب سے پہلے امازو گڑھی کا علاقہ چھوڑ دیں۔ چنانچہ کمال زیٔ نے امازی کا علاقہ خالی کردیا۔ اور موجودہ امازو گڑھی اور اس کی ملحقہ جات پر قبیلہ امازی اس وقت سے آباد ہوئے۔ جو اب تک ان کی ملک میں ہے۔ قبیلہ امازی نے سید حسین رحمۃ اللہ علیہ کو جنگ جیتنے کی خوشی میں امازو گرھیٔ۔ اسماعیلہ نذر، حمزا ڈیر، زیدہ، کنڈہ و ہنڈ میں بطور سیریاں دیں۔ (روایت از محمد نشاف امازو گڑھی)

سید حسین رحمۃ اللہ علیہ نے امازو گڑھی میں رہائش رکھی۔ اور وفات تک وہیں رہے۔ آپ نے غالباً ۱۱۳۰ھ کو امازو گڑھی میں وفات پائی اور کلپانی کے کنارہ آج بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ مدفن مرجع خلائق ہے۔

ادبی خدمات: سید حسین رحمۃ اللہ علیہ ایک اچھے مدبر اور ایک بہادر جرنیل کے علاوہ ایک اچھے عالم، اور میدان کے منجھے ہوئے کھلاڑی کے علاوہ پشتو زبان کے ایک ادیب اور رنگین خیال شاعر بھی تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری کا ذکر، پادری ہیوز، صدیق اللہ رشتین، عبدالحیٔ حبیبی اور قاضی عبدالحلیم اثر صاحب نے اپنے اپنے تذکروں میں کیا ہے۔

پشتو ادبیات کی تاریخ میں لکھا ہے کہ سید حسین نے ''خلاصۃ اسلام کا'' پشتو زبان میں

ترجمہ کیا تھا۔ جس کی طرز تحریر اخوند رویزہ رحمۃ اللہ علیہ ''مخزن اسلام'' کی طرح ہے۔

(بحوالہ مضمون ''سید حیسن' از رحیم شاہ رحیم مجلّہ پشتو ستمبر ۱۹۸۶ء صفحہ ۲۵)

اس کے علاوہ جنگ نامۂ حسین ''منظوم'' سید حسن کا دوسرا ادبی کارنامہ ہے۔ اس کتاب کا قلمی نسخہ راقم الحروف کی نظروں سے گذرا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سب سے بڑا ادبی کارنامہ ان کا بڑا ادبی فن پارہ ''دیوانِ حسین'' ہے۔ جو کہ پشتو ادب میں ایک ستون کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ کی شاعری میں رنگینی' ادبی چاشنی' استعارات وتشبیہات کے استعمال اور شعری محاسن اور نزاکتوں کی بہتات ہے۔ جس سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری اور تخیل نہایت ہی خوبصورت لگتا ہے۔

بحوالہ رحیم شاہ رحیم صاحب کہ اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو محاسنوں کا بادشاہ کہا جائے تو بے جانہ ہوگا۔ بلکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مرتبہ پشتو زبان کے شعراء میں بلند پایہ شعراء رحمان بابا رحمۃ اللہ علیہ اور خوشحال خان خٹک سے کسی طرح کم نہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری ان کی ہم پلہ ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری کے چند نمونے درجہ ذیل ہیں۔

تصوف: آپ رحمۃ اللہ علیہ تصوف کے سمندر کے شناور تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دیوان میں جگہ جگہ تصوفی مسلک کی طرف اشارہ ہے۔ وہ کہتا ہے:

چہ اورنگ ئے ڈیلی دتختہ موی
فقیر بیاموند ہغہ خوند پہ استغنی کنبے

یعنی اورنگ زیب کو دہلی کے تخت سے جو کچھ ملا ہے تو فقیر نے وہی کچھ استغنا سے حاصل کیا۔

زمکہ نہ پورتہ کوی سرلہ سجودہ
ٹیٹہ ملا آسمان ولاڑدے پہ فرمان ستا

یعنی زمین جیساہ سرجود ہے۔ اسی طرح آسمان نے بھی کمر کو خم دے کر آپ کی فرمان کی بجا آوری پر کمر بستہ کھڑا ہے۔

محمد ختم الرسل زمونگ پیشوا دے
بہتر شوید ے لہ واڑہ پہ قرآن ستا

یعنی محمد ﷺ ختم الرسل ہمارے پیشوا ہیں۔ تمام انبیاء میں بہتر ہیں۔ یہی بات اے اللہ تعالیٰ تو نے قرآن پاک میں بھی ذکر فرمائی ہے۔

دودھے تخت بہ دھند پہ تخت ورنہ کڑم
کہٗ کوشہ کے م مقام شی د اشنا

یعنی فقیری کے تخت کو ہند کے تخت پر نہ دونگا جبکہ محبوب کے کوچے میں جگہ مل جائے۔

اسمان زمکہ ئیے روخانہ شولہ حسنہ
بل بہ نہ وی زما یار غوندِ نجیب

یعنی میرے یار کے حسن سے زمین و آسمان روشن ہوئے۔ میرے یار کی طرح دوسرا کوئی نجیب نہ ہوگا۔

دوہ یاران چہ پہ رموز دزڑونو پویہ شی
عاقبت بے زمانہ کا پہ ارمان ڈوب

یعنی جب دو دوست ایک دوسرے کے دلوں کے رموز سے آشنا ہوجائے تو زمانہ اسی ارمان میں ڈوب جاتا ہے۔

ھیثخ م مہ پوختہ لہ بلہ کاروبارہ
حۂ حسین یم داشناد در خاکروب

یعنی میرے کسی اور کاروبار کے بارے میں نہ پوچھو۔ میں حسین اپنے یار کے در کا خاکروب ہوں۔ یعنی آشنا کے در پہ خاکروبی کے علاوہ میرا اور کوئی بھی کام نہیں۔

واڑہ ستاد خکلی مخ پہ نور رنڑادی
کہ مشرق دے کہ مغرب دے کہٗ جنوب

یعنی سب کچھ آپ کے رخسار کے نور سے منور ہے۔ مشرق اور مغرب کے علاوہ جنوب بھی۔

صبر ھلہ مدعا د سڑی سرکا
چہ قبولہ کا خواری لکہ ایوب

یعنی صبر کے توسط سے کوئی منزل مقصود کو پہنچ جایا جاتا ہے۔ جس طرح صبر کی انتہا پر ایوب علیہ السلام کی محنت قبول ہوئی۔

عرش کرسی دی دہغہ قدم لاندے
چہ پخو د ہغہ یاروی مقرر پروت

یعنی وہی آدمی جو کہ اپنے دوست کے حکم کی بجا آوری کے لئے دن رات کے وقفے میں منتظر ہو۔ اس آدمی کے قدموں کے نیچے عرش اور کرسی دونوں ہوتی ہے۔

پٹ د درست جہان بادشاہ ظاہر ملنگ یم
سپیرہٗ مخ ستاپہ درگاہ کے منجور پروت

یعنی میں ایک بادشاہ ہوں لیکن ظاہراً میں ایک ملنگ ہوں۔ جیسا کہ مجاور درگاہوں میں پڑے رہتے ہیں۔

درجہ بالا اشعار کے علاوہ آپ کے دیوان میں معیاری قسم کے اشعار ملتے ہیں۔ جن میں تصوف کے رموز و اسرار بیان کئے ہیں۔ نیز اعلیٰ قسم کی تشبیہات و استعارات استعمال کرکے اپنی شاعری میں علمیت کا لوہا منوایا ہے۔ ان اشعار کے علاوہ ذیل میں چند اشعار پیش کرتا ہوں۔ جن میں عشق کا فلسفہ بیان کیا گیا ہے۔

دعشق مشک کہ م ہر ثو پہ پردو پٹ وو
چپہ خلہ پہ جہان خورشۂ شور زما

یعنی اس شعر کا متن اردو کے محاور ''عشق اور مشک چھپائے نہیں چھپتا'' کا متن ایک ہی ہے تو سید حسین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر میرے عشق کا مشک پردوں میں لپٹا ہوا چھپا تھا پھر بھی نہ منہ سے لفظ نکالے بھی میرے عشق کا شور جہاں میں پھیل گیا۔

ان کا ایک دوسرا شعر ملاحظہ کیجئے۔

دبنڑو پہ پنجہ خکار کوی درزڑنو
تور بانڑ دی دبازونو نوہندی ستا

یعنی اپنے معشوق سے مخاطب کرکے لکھتے ہیں کہ پلکوں کے پنجوں سے دلوں کے شکار کرتے ہو۔ تمہاری کالی پلکیں ہندی باز کے پنجوں کی طرح ہیں۔

عشق تندری دماغ د عقل کوگ کۂ
بے ہودہ ورتہ وہی دپند قلا

عشق ایک آسمانی بجلی کی مانند میرے عقل کی دماغ پر پڑی ہے۔ جس نے میرے دماغ کے عقل کو تر چھا کر دیا ہے۔ اور بے ہودہ ناصح اس کو پند و نصائح کا پشتہ باندھ رہا ہے۔

یو یوسف دڈوب دزنے پہ چاہ نہ دے
گنڑہ شہ پکے پہ حسن درست کنعان ڈوب

یعنی ایک یوسف علیہ السلام تمہارے عشق میں مبتلا نہیں بلکہ سارا کنعان تمہارے حسن کے سمندر میں ڈوبا ہوا ہے۔

داد خط نشو ونما کوی لہ مخہ
کہ پہ خوان دقند و جمع دی مچان ڈوب

یعنی تمہارے چہرے سے تمہارے خط و خال اس طرح نشو و نما پاتے ہیں جیسے قند کے خوان پر مکھیاں بھنبھنا رہے ہوں۔

دیوسف اشنا پہ غم شوم ہسے ڈوب
چہ م ستر گے شوے ڑندے لکہ یعقوب

یعنی میرا دوست جو کہ یوسف علیہ السلام کی مانند ہے۔ اس کے غم میں اس طرح ڈوب گیا۔ جس طرح یوسف علیہ السلام کے غم میں ان کے والد یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں اندھی ہوئی تھیں۔

ستاد خکلی مخ ثنا کڑم پہ ثو ژبو
نہ پوہیزم چہ عرب یم کۂ عجم

تیرے رخسار کی تعریف بے شمار زبانوں میں کر رہا ہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ میں عجم ہوں یا عرب۔

نہ شے گنڈ لے دتو بے پہ ستن ریخے
خلہ کاگۂ گورے ناصح زما شلید لی گنڈ تہ

توبہ کی سوئی سے میرے چیرہ چیرے قمیص نہیں سیا جا سکتا۔ کیوں اے ناصح میرے اس پھٹی ہوئی قمیص کو دیکھ رہے ہو۔ یعنی میں توبہ کے حدود سے کافی آگے نکل چکا ہوں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے درجہ بالا چند اشعار مشت نمونہٴ خروار پیش کئے۔ طوالت

کے خوف سے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

اولاد: سید حسین بابا رحمۃ اللہ علیہ کی دو بیویاں تھیں۔ ایک پیرہ خیلہ تھی۔ یعنی پیر خیل سے تعلق رکھتی تھی۔ علاقہ بابوزئ سوات میں پیر خیل ایک قبیلہ کا نام ہے۔ پیر خیل اسی وقت مانیار میں بودو باش رکھتے تھے۔ نیز سید حسین بابا رحمۃ اللہ علہ کی سیریاں بھی مانیار میں تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہی پیر خیل مدے بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہیں۔ دوسری بیوی اشی زی (عاشیہ زی) سے تعلق رکھتی تھی۔

عاشیہ کے نام سے قبیلہ اشی زی موسوم ہے۔ ایلئ تور ورسک علاقہ بنیر کے پختون قبیلہ عاشیہ زی (اشی زی) سے تعلق رکھتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ پیرہ خیلہ (سید حسین رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی بیوی) سے اولاد نہیں تھی۔ تو پیرہ خیلہ نے اپنے شوہر سے اولاد کے لئے استدعا کی۔ سید حسین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دیوانہ بابا رحمۃ اللہ علیہ کے لئے روٹی کا بندوبست کرو۔ اور اس سے کہو کہ دعا کریں۔ تو شاید ان کی دعا مستجاب ہو جائے۔

چنانچہ پیرہ خیلہ نے ایسا ہی کیا۔ دیوانہ بابا رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے گھر میں مدعو کیا۔ اس کے لئے آٹے سے سویاں بنا کر پکا لیں۔ جب دیوانہ بابا رحمۃ اللہ علیہ نے کھانا کھایا تو پیرہ خیلہ نے اولاد کے لئے دعا دینے کے لئے اس سے استدعا کی۔ دیوانہ بابا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خدایا! اشی زی کو اولاد دو۔ اور اس کی اولاد کو دین و دنیا میں سرخروئی عطا کر۔ اس پر پیرہ خیلہ نے کہا کہ دعوت میں نے کی اور دعائیں میرے سوکن اشیزی کو دے رہے ہوں۔

اس پر دیوانہ بابا رحمۃ اللہ علیہ فرمائے ''چہ خدائی ئے نہ کا نوجان دیوانہ بہ ئے شہ کا۔ یہ آج بھی ضرب المثل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ خدا کو منظور نہ ہو تو جان دیوانہ کیا کرے گا۔ یعنی

پیرہ خیلہ کی قسمت میں اولاد نہیں تھی۔

سید حسین رحمۃ اللہ علیہ کے چھ بیٹے تھے۔ جو سب کے سب اشیزی قبیلہ سے جو بیوی تھی، سے تعلق رکھتے تھے۔ (۲) جن کے نام درج ذیل ہیں۔

سید ابدال، سید ایاز، سید بیاض، سید غازی شاہ، سید واصل الدین، سید کریم شاہ۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کوکڑی چیتوڑ، قمبر، اوڈی گرام، کالا ڈیر، تندو ڈاگ، دمغار، کالا کلے، شاہنڈ، میرہ، ڈیری، سیر تلیگرام (سوات) میں اور امازو گڑھی، اسماعیلہ، نذر (مردان) میں۔ زیدہ، ہنڈ، کنڈہ حمزا ڈیر (صوابی) میں آباد ہے۔

سید ابدال رحمۃ اللہ علیہ: سید ابدال سید حسین رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے بڑے فرزند تھے۔ آپ ایک مدبر اور سادات کے سرخیل ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی سید حسین نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرثیہ میں ایک شعر کہا ہے۔ جس سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مدبر اور سرخیل ہونے کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

ہغہ وار د سید ابدال دپگڑئ تیر شۂ
چہ جرگہ بہ دسید انو پرے کیدلہ

یعنی سید ابدال کی پگڑی کا وقت گذر گیا جو آپ سادات کے جرگہ کے سرخیل تھے۔ پگڑی کا مطلب یہ ہے کہ جب کہ سوات میں مشہور ہے کہ فلاں پگڑی کا خان ہے۔ یعنی علاقے کے ایک بڑے شخص کو جن کا ڈلہ جنبہ ہوتا تھا۔ اس کو پگڑی کا خان کہا جاتا تھا۔ یا یہ کہ فلان کو پگڑی باندھی گئی۔ یعنی اس کو امارت سونپی گئی۔ بہرحال پختونوں کے رواج کے مطابق بہترین کارنامہ سرانجام دینے والے کو پگڑی پہنائی جاتی تھی یہ کارنامہ خواہ میدانِ جنگ میں ہوتا یا علم وفضل یا قومی و دینی خدمت میں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اجداد کا سلسلۂ جہاد جاری رکھا۔ اور ڈوما کفار کے خلاف ایک جہاد میں آپ رحمۃ اللہ علیہ شہید ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک کتا بھی مر گیا تھا۔ جس کی قبر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے ساتھ ہے۔ سید ابدال رحمۃ اللہ علیہ کو میاں حسن بابا رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی واقع کوکڑی چار

دیواری کے اندر دفن کیا گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی کو آپ سے بے حد محبت تھی۔ اس لئے آپ کی قبر کے گرد ایک دیوار بھی تعمیر کرائی۔ جس میں پختہ اینٹ اور چونا سرائے استعمال ہوا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر سخت صدمہ ہوا۔ اور مقبرہ میں ڈیرہ ڈال کر دن رات روتے رہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی سید حسین رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے غم میں ایک مرثیہ بھی کہا۔ جس کے اشعار درجہ ذیل ہیں۔

مرثیہ

هائی افسوس ارمان دے ځما دِله
راته اُووایه چه رابه شے بیا کله
وړے وړے سلگئ کړے ځه وَلا ژووم
دَغم شمع مِ په لاس کبن بلید له
هغه وارد سید ابدال دَپگړئ تیر شه
چه جرگه به دَ سید انوپرِ کیدله
دَهغۀ خُوگ زړۀ به ثنگه قرارے وی
چه په سترگو گټئ مالگه غړیدَ له
دَ قیامته دِنیټه کړه راته لَرے
رب دپاره راته کیده نیټه بله
په پالنگ دِراته سرے سکروټے تورے کړے
چنل نصیب راته ویئل چه پرِ ثمله

ترجمہ: (۱) میرے بیٹے اے میری جان! بہت افسوس اور بہت زیادہ ارمان ہے۔ اس بات پر کہ تم میری پہلو سے چلے گئے۔ یہ تو بتاؤ پھر کب واپس آؤ گے۔

(۲) جس وقت تم نزع کی حالت میں ہچکیاں لے رہے تھے تو میں تمہارے پاس کھڑا تھا اور غم کی شمع میرے ہاتھ میں جل رہی تھی۔

(۳) سید ابدال کی امارت (خانی) کا دور گذر گیا ہے جو کہ سادات کا جرگہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جمع ہوتا تھا۔

(۴) اس زخمی دل کو کیا قرار آئے گا یا غمزدہ آنکھیں کب خشک ہونگی کہ آنکھوں میں نمک کے ذرات مچل رہے ہیں۔

(۵) تم نے قیامت تک کا عرصہ ملنے کے لئے مقرر کر رکھا ہے۔ خدا کے لئے دوسرا نزدیک ترین وقت ملنے کے لئے مقرر کردو۔

(۶) پلنگ پر سرخ انگارے ڈال دیئے گئے۔ اور میری قسمت نے مجھے کہا کہ اس پلنگ پر لیٹو۔

(۷) اس سے بڑھ کر تکلیف (درد) اور کیا ہوگی کہ خود ہی اپنے بیٹے پر خاک ڈال دی جائے۔

(۸) حسین کی دونوں آنکھیں رونے سے سرخ ہوئیں جب آپ نے بیٹے کے گھر کو اجاڑ دیکھ لیا۔

اور جب غم نے کچھ زیادہ شدت اختیار کی تو اپنے دل کی تسلی دینے کے لئے کہتے ہیں۔

ترجمہ: وہی جو غم اور دکھ درد کے ساتھی تھے اور میرے دوست تھے انپر مقبرے خوبصورت ہوگئے ہیں یعنی اس دنیا سے کوچ کر گئے ہیں۔

(۲) سید ابدال! مٹی سے کوئی گلہ نہ کر۔ کیونکہ اس مٹی میں اس کے علاوہ اور بھی حسین چہرے پڑے ہوئے ہیں۔

(۳) اے سید حسین، وہی لوگ خوشیاں منائے جن کے دل ٹھیک ہیں اور کوئی غم ان کو نہیں۔ جو لوگ لگ جائے (یعنی غم کی گولی سے لگ جائے) تو ان کے گھر میں ہمیشہ کے لئے غم اور دکھ بھری چیخیں اٹھتی ہیں۔

جیسے کہ پہلے ذکر کیا جاچکا ہے کہ ایک خدا رسیدہ آدمی نے آکر سید حسین کو نصیحت کی۔ اور آپ مقبرہ سے اٹھ چلے گئے۔ سید ابدال جوانی میں وفات پا گیا تھا۔ پھر بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تین فرزند تھے۔ سید گلال المعروف ترورونو بابا، سید عسکر المعروف پیر صالح، سید مظفر۔

سید گلال (گل لعل) المعروف ترورونو بابا:

آپ رحمۃ الہ علیہ سید ابدال رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد مکرم کفار ڈوما کے ہاتھوں شہید ہوئے تھے اور جب سید حسین ضلع مردان کے امازو گڑھی تشریف لے گئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ لیکن جب دادا محترم وہاں وفات پا گئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دنیا میں اندھیرا ہو گیا۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا دل امازو گڑھی میں نہ لگا اور واپس تشریف لے گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ عرصہ کوکڑی میں قیام کیا۔ پھر وہاں سے سوات علاقہ نیک پی خیل کے تاریخی گاؤں دمغار میں تشریف لے گئے اور وہاں آباد ہوئے۔ یہاں پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شادی کی۔ اور ورد و وظائف میں مشغول رہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی گاؤں دمغار میں وفات پائی۔ اور دمغار سے ڈیرے بابا جاتے ہوئے راستے پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک آتا ہے۔ موضع دمغار اور گانشال وڈیری میں آپ کو سیریاں دی گئی تھیں۔ جس پر آج کل آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد آباد ہے۔

اولاد: آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں ایک سید جلال بابا رحمۃ اللہ علیہ کا پتا چلا ہے جبکہ باقی اولاد کا کوئی پتا نہیں چلا۔

سید جلال المعروف میاں بابا کالا کلی: سید جلال رحمۃ اللہ علیہ المعروف میاں بابا رحمۃ اللہ علیہ سید گلال المعروف ترورونو بابا رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ دمغار میں پیدا ہوئے۔ ابتداء سے آپ رحمۃ اللہ علیہ دنیا سے متنفر تھے۔ اور فقر کی طرف مائل تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ سلسلۂ چشتیہ ملامتیہ میں ماذون تھے۔

علاقہ نیکپی خیل میں دو قبیلوں عائشہ خیل اور ابا خیل کے درمیان ''کلویغی'' زمین کا بدل تھا۔ دس سال کا عرصہ ایک قبیلہ دریائے سوات کے دہانے آباد علاقے یعنی گل جبہ تحصیل کیل سے شروع ہو کر ننگولئی تک دریائے سوات کے شمالی سمت پر آباد موضعات گزر اوقات کرتا تھا۔ جبکہ دوسرا قبیلہ ڈڈہارہ سے شروع ہو کر چند اخورہ (کبل) تک اور شمالی کی طرف درہَ ...... خیل جس میں شلہنڈ' تغمہ اور ٹال درد یال نیز طوطانو بانڈئ تک کا علاقہ آتا ہے' میں رہتے تھے۔ اور جب دس سال کی مدت کا عرصہ پورا ہو جاتا تھا تو درہ کے لوگ دریائے سوات کے دھانے منتقل ہو جاتے تھے۔ جبکہ دریائے سوات کے کنارے آباد لوگ درہ میں منتقل ہو جاتے تھے۔

حضرت میاں بابا رحمۃ اللہ علیہ منتقلی کے وقت لوگوں کے اصرار پر درہ کے گاؤں کلاکلی میں آئے۔ اور کلاکلی میں داخل ہوتے ہوئے ایک بلند ٹیلے پر آپ نے ڈیرہ ڈالدیا۔ اور یہاں پر آپ نے اپنی رہائش کے لئے جگہ آباد کی۔ جس کا نام مانڑیٔ رکھا گیا۔ آج بھی یہی جگہ اسی نام "مانڑیٔ سے مشہور ہے۔

کلاکلی کے پختونوں نے حضرت میاں بابا رحمۃ اللہ علیہ کو گاؤں کے چاروں اطراف سیریاں دیں۔ تاکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ یا آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ملنگ گاؤں سے جدھر بھی نکلیں، وہاں سے اپنے لئے اور میاں بابا رحمۃ اللہ علیہ کے لئے بھی حلال مکئی کے بھٹے لایا کریں۔

میاں بابا رحمۃ اللہ علیہ نے کلاکلی میں وفات پائی اور سکنہ کالا کلی کی شمالی سمت ونڈخورغوگ میں ایک عظیم الشان مقبرہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مدفن ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کلاکلی گل جبہ، شلھنڈ، میرہ، دمغار، ڈیری، ڈیری بابا گانشال وغیرہ میں ہے۔

اولاد: آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دوفرزند تھے۔

(۱) میاں سید مستان: آپ کی اولاد مذکورہ بالا موضعات میں ہے۔ اولاد کا شجرۂ نسب آئندہ صفحہ پر ملاحظہ ہو۔

(۲) دیولئی بابا: آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اصلی نام کا پتا نہیں چل سکا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مدفن موضع کلاکلی میں اپنے والد گرامی سید جلال رحمۃ اللہ علیہ المعروف میاں بابا کے مقبرہ میں ہے۔ جو کہ ان کے پہلو میں مشرقی سمت واقع ہے۔ آپ کی رہائش دیولئی میں تھی۔ اس لئے آپ کا نام دیولئی بابا رحمۃ اللہ علیہ پڑ گیا۔

سید عیسیٰ شاہ المعروف بہ شاہ شاہ باچا: سید عیسیٰ شاہ ابن سکندر شاہ ابن سید جمال ابن سید مستان ابن سید جلال المعروف میاں بابا رحمۃ اللہ علیہ۔ سید عیسیٰ شاہ المعروف شاہ شاہ باچا علاقہ نیکپی خیل میں مشہور و معروف شخصیت ہو کر گذرے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک مدبر شجاع، مجسم اخلاق تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بہت سارے قصے مشہور تھے۔

جب عبدالجبار شاہ المعروف ستھانے باچا صاحب کو بادشاہِ سوات بنادیا گیا۔ تو آپ ان کو

دستِ راست تھے۔ اور جب عبدالجبار شاہ کو معزول کیا گیا تو آپ ایک باوفا انسان کی طرح ان کے ساتھ ریاست امب گئے۔ اور تقریباً ایک سال کا عرصہ عبدالجبار شاہ صاحب کی خدمت میں گزارا۔ وہاں سے آپ نے سوات کے بادشاہ عبدالودود کے نام خط لکھا۔ کہ ہم نے عبدالجبار شاہ کے ساتھ وفا کی ہے۔ اور اس وفا کی وجہ اگر ہم آپ کے معتوب نہ ہوں اور ہمارے بارے میں شک و شبہ نہ ہو تو ہمیں واپس آنے کی اجازت دے دیں۔

میاں گل عبدالودود نے واپسی خط میں لکھا کہ مجھے آپ جیسے باوفا لوگوں کی ضرورت ہے۔ چنانچہ شاہ شاہ باچا ریاست امب سے واپس آئے واپس آنے پر میاں گل عبدالودود نے آپ کو اپنی فوج میں میجر کے عہدے پر فائز کیا۔

آپ نے میاں گل عبدالودود کی فوج کے لئے اسلحہ فرام کیا۔ یعنی آپ درہ آدم خیل کے علاوہ قبائلی علاقہ جات سے اسلحہ خرید کر میانگل عبدالودود کی فوج کو مزید مستحکم کیا۔

میاں گل عبدالودود کے دورِ بادشاہت میں علاقہ سوات اور کوہستان و بنیر میں اپنی بادشاہت کو وسعت دینا چاہتے تھے۔ ان سارے مہمات میں شاہ شاہ باچا نے آپ کا ساتھ دیا۔ مہمات سے فارغ ہو کر میاں گل عبدالودود ریاست کو ترقی دینا چاہتے تھے۔ اس لئے اس نے جگہ جگہ اسکول بنانے اور سڑکیں تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا۔ سڑکیں اور پلیں آپ نے اپنی فوج سے بنوانے شروع کیا۔ تو اس کام میں بھی سید عیسیٰ شاہ باچا نے آپ کا ہاتھ بٹایا۔ اور پلوں کے پشتے بنوائے۔ اسی وقت کے ایک شاعر نے ایک چار بیتہ میں آپ کو مخاطب کر کے کہا ہے۔

شاہ شاہ باچا پکے دچرگو اندا مونہ وھی سینہ تہ بندونہ وھی

آپ نے کلاکلی میں وفات پائی۔ اور حضرت میاں بابا رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرہ میں میاں بابا رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے مغربی جانب آپ کا آخری آرام گاہ ہے۔

اولاد: آپ کے دو فرزند تھے۔ سید بشر المعروف شیخ باچا میاں ہلال۔ ان دونوں کی اولاد کا شجرۂ نسب آئندہ صفحہ پر ملاحظہ ہو۔

سید بشر لمعروف شیخ باچا: آپ ایک خدا رسیدہ انسان تھے۔ آپ ایک صوفی، زاہد، متقی اور احکامِ شریعت کا پابند انسان تھے۔ خود بھی شریعت کے پابند تھے اور دوسروں کو بھی اس پر گامزن

رہنے کی تلقین فرماتے تھے۔ آپ اسلامی شریعت کا اس حد تک پابند تھے کہ جس شادی والے گھر میں سرود بجتا تھا، آپ اس گھر میں کھانا نہیں کھاتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بچپن سے علم دین کا بڑا شوق تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علہ نے ابتدائی کتابیں گاؤں کے ایک مستند عالم مولوی لعلی صاحب سے پڑھیں۔ پھر ساکن گالوچ کے قاضی القضات المعروف کٹر قاضی صاحب سے دینی کتابیں پڑھیں۔ ان دنوں خط لکھنے کا رواج نہیں تھا لہٰذا آپ علم الخط سکھنے سکنہ کوزہ بانڈئ تشریف لے گئے۔ اور فارسی زبان کے ایک جید عالم سے وہاں آپ نے خط و کتابت سیکھی۔ جب آپ جوانی کے حدود میں داخل ہوئے تو اس وقت سوات پر میاں گل عبدالودود کی حکومت تھی۔ میاں گل صاحب نے آپ کو فوج میں بھرتی کرایا۔ فوج میں بھرتی ہونے کے بعد آپ زینہ بہ زینہ ترقی کرتے ہوئے صوبیداری کے منصب پر پہنچے۔ صوبیدار کے عہدے پر ترقی دینے کے بعد آپ کو علاقہ برسوات میں موضع لنڈے کالا کوٹ کے قلعہ پر تعینات کیا گیا۔ اور وہاں اپنے فرائض منصبی انجام دیتے رہے۔

آپ کو شروع ہی سے دنیاوی کاموں اور جاہ جلال سے نفرت تھی جس وقت میاں گل عبدالودود نے میاں گل جہانزیب کو بادشاہت سونپی تو آپ کو بھی ملازمت سے فارغ کردیا گیا۔

چونکہ آپ پہلے ہی سے دنیاوی کاموں سے متنفر تھے۔ اس لئے آپ ایک برگزیدہ پیر کی تلاش میں رہنے لگے۔ ان دنوں حاجی ترنگزئ کا پختونخوا میں شہرہ تھا۔ کیونکہ آپ ایک عظیم صوفی و بزرگ ہونے کے ساتھ ساتھ انگریزوں کے خلاف بھی مصروفِ عمل تھے۔

ان دنوں حاجی صاحب علاقہ مہمند کے غازی آباد میں رہائش پزیر تھے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شیخ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے پاس علاقہ مہمند لے گئے اور حاجی صاحب سے سلسلۂ قادریہ میں بیعت کرایا۔

آپ حاجی صاحب ترنگزئ کے ساتھ جہاد میں مصروف بہ عمل ہوئے اور مختلف مقامات پر جہاد میں حصہ لیا۔ آپ نے حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں عرصہ تین سال گزارا۔ اور حاجی

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں مختلف روحانی منازل طے کئے۔ تین سال کے بعد حاجی صاحب نے گھر جانے کی اجازت عطاء فرمائی۔

علاقہ مہمند سے واپس آ کر آپ زہد و ریاضت میں مصروف بہ عمل رہتے تھے۔ سال کے مختلف اوقات میں چلہ کشی بھی کرتے تھے۔ ۱۹۴۸ء کو آپ حج بیت اللہ شریف کی سعادت حاصل کرنے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں تشریف لے گئے۔ اس سے پہلے ۱۹۴۸ء کے جہاد کشمیر میں جہاد کرنے آپ روانہ ہوئے۔ لیکن آپ کو کسی نے اجازت نہ دی۔ اور راستے سے واپس ہوئے۔ آخری عمر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ دربار پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ سے روحانی طور پر منسلک رہے۔ اور ہر ماہ باقاعدہ وہاں جاکر حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے دربار پر ختم القرآن اور ورد و وظائف میں مشغول رہتے تھے۔ آخری عمر میں آپ دل کے عارضہ میں مبتلا ہوئے۔ اور ۱۹۸۱ء کو آپ رحمۃ اللہ علیہ اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ اور اپنے آبائی قبرستان موضع کلا کلی میں اسودہ خاک ہوگئے۔

اولاد: آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تین فرزند ہیں۔ (۱)سید محمد شاہ (مرحوم) (۲)سید عبدالصمد شاہ (مرحوم)۔ (۳) حضرت پیر سید عبدالاحد سیفی مصنف کتاب تذکرہ سادات)

سید محمد شاہ: آپ شیخ باچا رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے بڑے فرزند تھے۔ آپ نے ابتدائی علم گاؤں میں حاصل کی۔ ان دنوں ضلع سوات میں سکول نہیں تھے۔ اس لئے آپ مزید علم دین سیکھنے کے لئے موضع گالوچ میں کشر قاضی صاحب کے مکتب میں داخل ہوئے۔ اور علم دین کے علاوہ فارسی اور عربی زبان کے لکھنے پڑھنے پر عبور حاصل کیا۔ بعد میں پشتو اور اردو زبان میں لکھنا پڑھنا سیکھ لیا۔

میاں گل جہانزیب نے آپ کو فوج میں بھرتی کیا۔ آپ ترقی کے زینے طے کرتے ہوئے نائب صوبیدار کے عہدے تک پہنچ گئے۔

۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ میں آپ کشمیر کے محاذ پر بمقام ڈوری ڈگر علاقہ بمپر میں آپ نے داد کے شجاعت دی۔

بھٹو کے دور میں جب سوات کا ملیشیا ختم ہوا تو آپ بھی مستعفی ہوئے۔ اور تجارت وغیرہ

معاشی کاموں میں لگ گئے۔

آپ مسلم لیگ ضلع سوات کے سرگرم رکن تھے اور اپنے علاقہ سابی خیل کے تنظیم میں جنرل سیکریٹری تھے۔ ۱۹۸ء میں آپ نے علاقہ ابا خیل سے ڈسٹرکٹ کونسل کا الیکشن لڑا۔ اور اپنے علاقے کے خوانین کو شکست دے کر بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئے۔ آپ اپنے حلقے کے عوام کی خدمت میں لگے ہوئے تھے۔ آپ نے اپنا سارا وقت عوام کی خدمت کیلئے وقف کررکھا تھا۔ ۱۹۹۱ء میں آپ نے عارضہ قلب کی وجہ سے وفات پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اولاد: آپ کے دوفرزند ہیں۔ عبدالجبار شاہ، سید سکندر شاہ شجرۂ نسب آئندہ صفحہ پر ملاحظہ کیجئے۔

سید عسکر المعروف بہ پیر صالح: آپ رحمۃ اللہ علیہ سید ابدال رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اور سید حسین رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے تھے۔ جس وقت سید حسین رحمۃ اللہ علیہ امازو گڑھی جارہے تھے۔ تو اپنے پوتوں کو جو کہ ان کے شہید فرزند کی نشانیاں تھیں، اپنے ساتھ امازو گڑھی لے گئے۔ ان میں سید عسکر رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل تھے۔ اپنے دادا جناب سید حسین رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر آپ زیدہ تحصیل صوابی تشریف لے گئے اور وہیں رہائش اختیار کی۔

آپ اپنے اجداد کے راستے یعنی رشد و ہدایت میں مصروف بہ عمل تھے اور شریعت و طریقت پر کاربند تھے۔ اس لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام پیر صالح مشہور ہوا۔

اولاد: آپ رحمۃ اللہ علیہ نے زیدہ میں وفات پائی اور وہاں دفن ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد زیدہ، اسماعیلہ نذر، ہنڈ اور ضلع سوات میں موضع قمبر، اوڈی گرام، تندوڈاگ اور چھتوڑ وغیرہ میں ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تین فرزند تھے۔ سید علی اکبر، سید علی اصغر، سید عرب۔ اولاد کا شجرۂ نسب آئندہ صفحہ پر ملاحظہ کریں۔ زیدہ، ہنڈ اور ضلع سوات کی موضع کوکڑی کی سیریاں آئیں۔

آپ نے زیدہ میں وفات پائی اور وہاں دفن ہوئے۔ آپ کی اولاد زیدہ چار باغ (سوات) قمبر، اوڈی گرام، تنوڈاگ وغیرہ میں آباد ہے۔

اولاد: آپ کے سات فرزند تھے۔ سید جمال، سید پیر جمال، سید نظام کرامت شاہ، احمد شاہ، نور احمد، سید عمران۔

سید پیر جمال: ضلع سوات کے لالہ گان آپ کی اولاد میں سے ہیں۔ ان سادات کو لالہ گان اس لئے کہا جاتا ہے کہ صوابی میں خصوصاً اور باقی پختونخوا میں کہیں کہیں بڑے بھائی یا اپنے سے بڑے فرد کو ادب کی وجہ سے لالہ کہا جاتا ہے۔ جس وقت لالہ گان کی ایک بہن المعروف زیدہ بی بی کا عقد میاں گل عبدالودود سے ہوئی تو میاں گل عبدالودود نے لالہ گان کو کلیدی آسامیوں پر تعینات کر دیا۔ جس کی وجہ سے ان کو صوابی چھوڑنا پڑا۔ اور ضلع سوات کی موضع کوکڑئ میں آ کر اپنے سیریوں پر آباد ہوا۔ اس لئے ضلع سوات کے تمام لوگ ان میں سے ہر ایک کو لالہ کے نام سے پکارنے لگے۔

سید پیر جمال نے کوکڑی میں وفات پائی اور موضع کوکڑی میں اپنے جد سید حسین بابا کے مقبرے میں دفن کر دیئے گئے۔

اولاد: آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دو فرزند تھے۔ سید حسین، سید میر حسین۔

سید حسین: لالہ گان قمبر، اوڈی گرام اور تندو ڈاک آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہیں۔ جیسے پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ میاں گل عبدالودود کے عقد میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بیٹی دی گئی جس سے میاں گل جہانزیب سابق والیٔ سوات تولد ہوئے۔ اور جس وقت میاں گل جہانزیب والیٔ سوات بنے تو آپ نے لالہ گان کو سابق ریاست سوات میں بہت سے مراعات دیں۔

آج بھی میاں گل جہانزیب کی وجہ سے لالہ گان پاکستان میں کلیدی آسامیوں پر فائز ہیں۔

سید حسین کے پانچ فرزند تھے۔ فضل الرحمٰن، خلیل الرحمٰن، سید رسان سید رحمان، عبدالرحمٰن المعروف شہزادہ لالہ۔

فضل الرحمٰن: آپ کی رہائش تندو ڈاگ میں تھی۔ آپ کی اولاد بھی تندو ڈاک میں ہے۔ آپ کے چار فرزند ہیں۔ عبداللہ شاہ جو کہ آج کل اے سی کے عہدے پر فائز ہیں۔ احمد شاہ، محمد شاہ، شیر عظیم شاہ۔

خلیل الرحمٰن: آپ کے پانچ فرزند ہیں۔ حسین شاہ، فیروز شاہ، امیر شاہ، سید غفور شاہ آپ بھی اے سی ہیں۔ حبیب الرحمٰن۔

سید رسان: آپ کی رہائش قمبر میں تھی۔ والئ سوات کی حکومت کے دوران جب کبھی کسی سید پر حکومت کی طرف سے برا وقت آتا تھا۔ تو یہی لالہ صاحب ایک ایسی ہستی تھی جو ہر وقت سادات کی حمایت کے لئے تیار رہتے تھے اور والئ سوات کو بھی اس امر پر مجبور کردیتے تھے کہ سادات کی حق تلفی نہ ہوسکے۔ یہی بات آپ کی اچھی کردار اور اخوت ومروت کی نشانی تھی۔ آپ نے قمبر میں وفات پائی۔ اور وہیں دفن ہوئے۔

اولاد: آپ کے تین فرزند ہیں۔ جبکہ تینوں نامی گرامی اور ضلع سوات کی سیاست پر چھائے ہوئے ہیں۔ لالہ رحیم شاہ، میاں سید لالہ سید محمد علی شاہ باچا لالہ۔

لالہ رحیم شاہ: آپ سید رسان لالہ صاحب کے سب سے بڑے فرزند ہیں۔ آپ موضع کوکڑئ ۱۹۲۴ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وددودیہ ہائی اسکول سیدوشریف (سوات) سے حاصل کی۔ آٹھویں جماعت تک وددودیہ سکول میں پڑھے۔ ان دنوں چونکہ سوات میں کوئی ہائی اسکول نہیں تھا اس لئے آپ بغرض مزید تعلیم موضع تھانہ مالاکنڈ ایجنسی گئے اور ہائی اسکول تھانہ سے میٹرک پاس کیا۔ ۱۹۴۴ء میں اسلامیہ کالج پشاور سے انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کیا۔ انٹر کرنے کے بعد آپ سوات آئے۔ اور ریاست سوات کی فوج میں ملازمت اختیار کی۔ اور بعہدہ صوبیدار فائز ہوئے۔ ریاست سوات میں پانچ سال تک فوجی خدمات انجام دیتے رہے۔ پھر آپ نے نوکری چھوڑدی۔ اور سوات ہی میں ٹھیکیداری کا کام شروع کیا۔

ریاست سوات کی مشاورتی کونسل کے آٹھ سال تک ممبر رہے۔ ۱۹۶۵ء میں سوات کی طرف سے آپ مغربی پاکستان اسمبلی کے لئے بلا مقابلہ ممبر منتخب ہوئے اور ایوب خان کے زمانے میں آپ پاکستان اسمبلی میں ضلع سوات کی نمائندگی کرتے رہے۔ ۱۹۷۰ء میں جب یحییٰ خان نے ریاستوں کو ختم کردیا تو آپ نے پاکستان مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی۔ اور ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں آپ قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔

۱۹۷۷ء میں آپ نے حج بیت اللہ شریف ادا کی حج ادا کرنے کے بعد آپ نے سیاست سے کنارہ کشی اختیار کی۔ اور اپنی جائیداد کی دیکھ بھال کرنے لگے۔ اس کے علاوہ اباسین

کوہستان میں ٹمبرز کا کاروبار بھی جو پہلے سے شروع تھا، مزید چلایا۔

آپ نے رحیم آباد کے نام سے ایک نئی بستی قمبر اور منگورہ کے درمیان قائم کی اور اسی رحیم آباد میں رہائش اختیار کی۔ رحیم آباد میں آپ کی املاک پر سلک انڈسٹریز قائم ہے۔ ۱۹۹۲ء میں آپ نے وفات پائی۔

اولاد: آپ کی دو ازواج سے درجہ ذیل اولاد ہے۔ زوجۂ اول سے: سید اکبر شاہ، اکبر علی شاہ۔ زوجۂ دوم سے: میر اکبر شاہ، انور علی شاہ، احمد علی شاہ، اکرم علی شاہ، حیدر علی شاہ۔

میاں سید لالہ: آپ لالہ صاحب کے منجھلے فرزند ہیں آپ محکمۂ پولیس میں ایس۔ پی کے عہدے تک پہنچے تھے۔ آج کل آپ ریٹائرڈ ہو چکے ہیں۔

سید محمد علی شاہ المعروف باچا لالہ: آپ سید رسان لالہ کے سب سے چھوٹے فرزند ہیں۔ ۱۹۳۵ء میں آپ موضع کوکڑی میں پیدا ہوئے۔ پرائمری تک آپ نے ودودیہ ہائی اسکول سیدو شریف میں پڑا اور جس وقت آپ کے والد گرامی نے قمبر نقل مکانی کی تو آپ نے ہائی اسکول بلوگرام سے اپنا سلسلہ تعلیم جاری رکھا اور ہائی اسکول بلوگرام سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ تعلیم چھوڑنے کے بعد آپ نے والیٔ سوات کے قائم کردہ محکمہ پی۔ ڈبلیو۔ ڈی، میں ٹھیکیداری شروع کی۔

ریاست سوات سے آپ ڈویژنل ممبر کی حیثیت سے پشاور میں ریاست سوات کی نمائندگی کرتے رہے۔

ریاست ختم ہونے پر آپ نے سوات کے عوام کا ایک نمائندہ جرگہ "عوامی جرگہ" قائم کیا۔ اور اس جرگہ میں والیٔ سوات کے ہم خیال لوگ شامل تھے اور آپ اس جرگہ کے جو کہ مالاکنڈ ڈویژن کی سطح پر تھا، صدر منتخب ہوئے۔ ۱۹۷۰ء میں آپ بمع عوامی جرگہ پاکستان مسلم لیگ (قیوم گروپ) میں شامل ہوئے اور آپ کو ضلع سوات کے پاکستان مسلم لیگ کا صدر چن لیا گیا۔

۱۹۷۰ء میں لور سوات کے جرگہ نے آپ کو لور سوات کے حلقہ سے صوبائی اسمبلی کے لئے الیکشن لڑنے پر مجبور کر دیا اور لوگوں کی اصرار پر آپ اس حلقہ سے الیکشن لڑنے کے لئے تیار ہوئے۔ دریں اثناء والیٔ سوات نے فیصلہ کیا کہ آپ اپر سوات سے الیکشن لڑے۔ اور آپ نے

والیٔ سوات کو خاندان کا سربراہ مانتے ہوئے اس کے فیصلے میں کوئی چون و چرانہ کرتے ہوئے حلقہ اپر سوات سے الیکشن لڑنے کا فیصلہ کیا۔ ضلع سوات میں ان دنوں مسلم لیگ بے اتفاقی کا شکار تھی۔ حلقہ لور سوات سے پارٹی کے فیصلے کے مطابق حاجی محمد رحمان کو کھڑا کیا گیا۔ اور یہی پارٹی کے اراکین کا متفقہ فیصلہ تھا۔ لیکن والیٔ سوات نے اس کے مقابلے کے لئے ضیاء اللہ کو صوبائی الیکشن کے لئے کھڑا کیا۔ اس پر پارٹی میں اختلاف پیدا ہوا۔

ادھر لویر سوات میں محمد رحمان کے مقابلے میں مسلم لیگ سے آزاد امیدوار ضیاء اللہ کو کھڑا کیا گیا۔ جبکہ اپر سوات میں محمد علی شاہ کے مقابلے کے لئے ضیاء اللہ کے بڑے بھائی ثناء اللہ کو مسلم لیگ ہی سے آزاد امیدوار کھڑا کیا گیا۔ ضیاء اللہ اور ثناء اللہ کو والیٔ سوات اور اس کے بھائی شہزادہ سلطان روم کی حمایت حاصل تھی۔ اور ان دونوں کی حمایت سے مسلم لیگ دو دھڑوں میں تقسیم ہوئی۔ ان آزاد امیدواروں کو آزاد مسلم لیگ کہا جانے لگا اور نتیجہ میں سید محمد علی شاہ کو شکست سے دوچار ہونا پڑا۔

محمد علی شاہ کی شکست کی دو وجوہات تھیں۔

(۱) پارٹی میں دھڑے بندی جس کا اوپر ذکر کیا جاچکا ہے۔

(۲) حلقہ اپر سوات کے تمام اکابرین پارٹی نے مشترکہ فیصلہ کیا کہ اسی حلقہ میں الیکشن کے لئے زنانہ ووٹ استعمال نہیں ہوگا۔ وعدہ اور فیصلہ ہونے کے باوجود خواتینِ برسوات نے پولنگ اسٹیشن بند ہونے لیں ایک گھنٹہ پہلے اچانک زنانہ ووٹ استعمال کرنا شروع کیا۔ جس کے لئے محمد علی شاہ اور اس کے سپورٹرز تیار نہیں تھے۔ اس لئے محمد علی شاہ صاحب کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ پھر بھی آپ نے تیرہ ہزار دو سو پچاس ووٹ حاصل کئے جبکہ مقابلے میں محمد افضل خان صاحب نے ۲۳۴ ووٹ کی برتری سے الیکشن جیت لیا۔

۱۹۷۵ء میں آپ مسلم لیگ قیوم گروپ کے مالاکنڈ ڈویژن کے صدر منتخب ہوئے۔ ۱۹۷۷ء میں آپ نے صوبائی الیکشن میں حصہ لیا۔ لیکن بھٹو صاحب کی دھاندلی کی وجہ سے تمام پاکستان کی پارٹیوں نے صوبائی الیکشن سے بائیکاٹ کردیا۔

آپ نے بھٹو صاحب کے خلاف جو ملک گیر تحریک شروع ہوئی' میں بھرپور حصہ لیا۔ جس کے نتیجے میں آپ گرفتار ہوکر جیل بھیج دیئے گئے تھے۔ ۱۹۸۵ء میں آپ نے حلقہ کوز سوات نیکپی

خیل اور متوڑی زی سے صوبائی الیکشن لڑا۔ اور بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئے۔ ۱۹۸۷ء میں آپ سرحد کی کابینہ میں صوبائی وزیر برائے ٹرانسپورٹ لئے گئے۔ مرحوم صدر محمد ضیاء الحق صاحب نے جونیجو کی حکومت کو برطرف کرکے آپ بھی وزارت سے الگ ہوئے۔

۱۹۸۸ء کو آپ دوبارہ حلقہ نیکپی خیل و تحصیل بریکوٹ سے صوبائی ممبر منتخب ہوئے۔ آپ پاکستان مسلم لیگ کے مالاکنڈ ڈویژن کے چیف آرگنائزر اور ضلع سوات مسلم لیگ کے صدر ہیں۔ شیر پاؤ حکومت میں آپ حزب اختلاف میں تھے۔

۱۹۹۰ء میں آپ اسی حلقہ سے تیسری بار صوبائی ممبر منتخب ہوئے ہیں اور میر افضل خان صاحب وزیر اعلیٰ کے کابینہ میں آپ وزیر برائے وائلڈ لائف و ماہی گیری ہیں۔

آپ ایک اعلیٰ ظرف، خدا رسیدہ، متقی اور پرہیزگار انسان ہیں۔ اور آپ ہر وقت اپنے حلقے کی خصوصاً اور ضلع سوات کے عوام کی عموماً خدمت میں لگے رہتے ہیں۔

اولاد: آپ کے چار فرزند ہیں۔ شجرۂ نسب آئندہ صفحہ پر ملاحظہ کیجئے۔ آپ کے فرزندوں کے نام محمد اکبر شاہ، محمد اقبال شاہ، شاہ خالد، محمود علی شاہ۔

سید میر حسین: سید میر حسین ابن سید پیر جمال رحمۃ اللہ علیہ ابن سید اکبر رحمۃ اللہ علیہ ابن سید عسکر رحمۃ اللہ علیہ ابن سید ابدال رحمۃ اللہ علیہ ابن سید حسین رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ کی اولاد تندو ڈاگ کی کس نامی جگہ میں ہے۔ آپ کی اولاد کو بھی لالہ گان سے یاد کیا جاتا ہے۔

(۱) **سید محمود لالہ:** آپ کے دو فرزند ہیں۔ سید رحیم شاہ، سید جمال شاہ۔

(۲) **سلطان محمود:** آپ کے سات فرزند ہیں: شاہجہان، مظفر شاہ، سید علی شاہ، زڑہ ور شاہ، خیبر شاہ، رستم شاہ، حرمت علی شاہ۔

(۳) **میاں محمد:** آپ کے چھ فرزند ہیں: شاہ سید، امیر سید علی سید، بخت سید، جان سید، جہان سید۔

(۴) **علی حیدر:** آپ کے چار فرزند ہیں: سید قاسم محبوب علی شاہ، خورشید، عارف۔

شجرۂ نسب ائندہ صفحہ پر ملاحظہ کیجئے۔

درج بالا سادات تمام کے تمام تندوڈاگ سے مانیار کی طرف جاتے ہوئے ایک نئی بستی جو کہ کس کے نام سے موسوم ہے، میں رہائش پزیر ہیں۔

۲: سید کرامت شاہ: ابن سید علی اکبر رحمۃ اللہ علیہ ابن سید عسکر ابن سید ابدال ابن سید حسین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی جائے رہائش زیدہ تھی اور یہاں زیدہ ہی میں آپ نے وفات پائی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فرزند کا نام معلوم ہوسکا ہے۔ جن کے تین فرزند تھے: مبارک شاہ، اکبر شاہ، محبت شاہ۔

معرفت شاہ اور ان کے والد گرامی سید کرامت شاہ دونوں کے مزار زیدہ میں ہیں۔ مبارک شاہ کے دو فرزند تھے۔ سید سجاول شاہ، سید حضرت جمال، سید سجاول شاہ نے زیدہ سے نقل مکانی کرتے ہوئے چار باغ ضلع سوات میں آکر آباد ہوئے۔ سید سجاول شاہ کے چار فرزند ہیں۔ سید مبشر شاہ، سید مقرب شاہ، سید عمر شاہ، سید شیر شاہ۔

سید سجاول شاہ کے دوسرے بھائی سید حضرت جمال کی رہائش زیدہ میں تھی اور ان کی اولاد زیدہ میں ہے۔ آپ کے چار فرزند ہیں۔ مفرح شاہ، سید امجد علی شاہ، سید سجاد علی شاہ، سید شمشیر علی شاہ۔

سید سجاد علی شاہ: سادات زیدہ میں نامی گرامی شخصیت تھے آپ اے۔ این۔ پی (A.N.P) ضلع صوابی کے سرگرم لیڈر تھے۔ آپ نے ایل۔ ایل۔ بی کیا ہوا تھا۔ اور یہاں صوابی ہی میں وکالت کرتے تھے۔ آپ ایک اچھے اور ملنسار انسان تھے۔ ایک دفعہ ملنے سے یہ خواہش رہتی کہ ان سے بار بار ملا جائے۔ یہی ان کی سحر انگیز شخصیت کا اثر تھا۔ اس کے علاوہ آپ ایک انسان دوست اور غریب پرور آدمی تھے۔ اپنے علاقے کے لوگوں کی خدمت میں لگے رہتے تھے۔ پچھلے دنوں آپ نے وفات پائی۔ آپ کا شجرۂ نسب آئندہ صفحہ پر ملاحظہ کیجئے۔

سید علی اصغر: ابن سید عسکر ابن سید ابدال، ابن سید حسین، سید علی اصغر، سید عسکر کے فرزند ہیں۔ آپ سادات اسماعیلہ و نذر کے جد امجد ہیں۔ آپ کے حصے میں اسماعیلہ و نذر کی سیریاں آئی ہیں۔ آپ نے اسماعیلہ میں وفات پائی اور اسماعیلہ کے مشہور مقبرہ واقع ...... ونڈ میں آپ ابدی نیند سو رہے ہیں۔

آپ کے تین فرزند تھے: سید رسول، سید کالو شاہ، سید سلمان المعروف شاہ صاحب۔ ان سب کی اولاد کا شجرۂ نسب آئندہ صفحہ پر ملاحظہ کیجئے۔

سید رسول: آپ نے اپنی زندگی اسماعیلہ میں گزاری۔ اور یہاں وفات پائی۔ آپ کا مزار مبارک ایتم (اسماعیلہ) میں ہے۔ آپ کے چار فرزند ہیں۔ سید سلطان شاہ، سید قائم شاہ، سید عمر، سید جلال۔ سادات اسماعیلہ کی جائیداد ساڑے چار ہزار جریب قطعات اراضی پر مشتمل ہے۔ ان کی جائیداد نذر، اسماعیلہ، ادینہ حمزا ڈیر، گگر حمزا خان تولاندی، میر علی اور سرخ ڈیری کے علاوہ گنبد، غلہ ڈیر اور کورغ میں ہے۔

سید رسول رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے آج کل پاکستان میں سول اور آرمی دونوں میں بڑے بڑے کلیدی عہدوں پر فائز ہیں۔ ان کی اولاد کا شجرۂ نسب آئندہ صفحہ پر ملاحظہ کیجئے۔

سید کالو شاہ: آپ سید علی اصغر کے فرزند ہیں۔ آپ نے اپنی زندگی اسماعیلہ میں گزاری۔ آپ کا دور سکھوں کے شورشوں کا دور تھا۔ سید احمد شہید جب پختونخوا وارد ہوئے اور سکھوں کے خلاف جہاد کا سلسلہ شروع کیا۔ تو سید احمد کو اس علاقے میں حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد نے خوش آمدید کہا۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ شانہ بشانہ ملا کر سکھوں کے خلاف پختونوں کو اٹھایا۔

حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں آپ یعنی کالوشاہ بھی سید احمد کے ساتھیوں میں سے تھے۔ اور ان کے ساتھ مختلف جہادون میں حصہ لیا۔ سید احمد شہید کے تذکروں میں آپ کا ذکر بھی ملتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسماعیلہ میں وفات پائی اور آپ کا مزار غنئے ونڈ میں واقع ہے۔ آپ کے چھ فرزند تھے۔ سید محمد شاہ، سید عظیم الدین، سید مرزا شاہ، سید سکندر شاہ، سید خلیل، سید زمان شاہ۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کا سلسلۂ نسب آئندہ صفحہ پر ملاحظہ کیجئے۔

سید محمد شاہ ابن کالو شاہ: سید محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے والد کی طرح سکھوں کے خلاف مختلف جہادوں میں حصہ لیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سکھ سردار کے ہاتھ سے ایک کڑہ نکال کر اور اس کی تلوار بھی حاصل کی تھی۔ اب بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے پاس یہ دونوں چیزیں بطور یادگار موجود ہیں۔ سید محمد شاہ کا ذکر عجب خان چارگلی کے تذکروں کے ساتھ

مختلف کتابوں میں کیا جاچکا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں بھی نامی گرامی شخصیات پیدا ہوئے اور ان کے رشتے نوابین طورو اور نوابین ہوتی کے ساتھ تھے۔

اسی خاندان نے مندڑ قبائل کے درمیان تنازعات میں تصفیئے بھی کرائے۔ آپ کی اولاد میں نامی گرامی شخصیات پیدا ہوئے اور حکومت وقت کے ساتھ کلیدی عہدوں پر فائز ہیں۔

(تذکرۂ سادات الحسینی (قلمی) از عبدالحلیم اثر صاحب)

آپ کی اولاد کا سلسلۂ نسب آئندہ صفحہ پر ملاحظہ کیجئے۔

۳: سید سلمان المعروف شاہ صاحب: سید سلمان رحمۃ اللہ علیہ ابن سید علی اصغر رحمۃ اللہ علیہ ابن سید عسکر ابن سید حسین۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسماعیلہ میں اپنی زندگی گزاری ہے۔ اور یہاں وفات پائی ہے۔ آپ کا مزار مبارک ایتم اسماعیلہ میں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند تھے: قطب شاہ، سلمان شاہ، عنبر شاہ۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد نذر و اسماعیلہ میں آباد ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کا شجرۂ نسب آئندہ صفحہ پر ملاحظہ کیجئے۔

۳: سید عرب: سید عرب رحمۃ اللہ علیہ ابن سید عسکر رحمۃ اللہ علیہ ابن سید ابدال رحمۃ اللہ علیہ ابن سید حسین رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد چھیتوڑ، کوکڑئ، اور بلوگرام (سوات) میں آباد ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فرزند شاہ رندان کا نام معلوم ہوسکا ہے۔ شاہ رندان کے تین فرزند تھ۔ خاپیرے، رستم، محبوب آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کا شجرۂ نسب آئندہ صفحہ پر ملاحظہ کیجئے۔

۳: سید مظفر رحمۃ اللہ علیہ ابن سید ابدال ابن سید حسین: آپ سید ابدال رحمۃ اللہ علیہ کے تیسرے فرزند ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد حمزا ڈیر ضلع صوابی میں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کا مکمل شجرۂ نسب راقم الحروف کو نہیں مل سکا موضع حمزا ڈیر میں ایک فرد مسمیٰ بہادر سید نے اپنا سلسلۂ نسب نہیں دیا ہے۔ باقی شجرۂ نسب قاضی عبدالحلیم اثر صاحب کے تذکروں سے اخذ کیا۔ شجرۂ نسب آئندہ صفحہ پر ملاحظہ کیجئے۔

۲: سید غازی شاہ: ابن سید حسین، ابن میاں سید حسن سید غازی شاہ امازو گڑھی سے سخا کوٹ

آئے تھے۔ اور سخاکوٹ ہی میں آباد ہوئے تھے۔ ایک روایت ہے کہ آپ نے سخاکوٹ کے مقام پر سکھوں کے خلاف جہاد کی تھی۔ اور سخاکوٹ سے سکھوں کو ماربھگایا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سخاکوٹ کا موجودہ نام سید غازی شاہ بابا رحمۃ اللہ علیہ نے رکھا تھا۔ سخاکوٹ میں چند سال کے قیام کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ سوات تشریف لائے۔ اور موضع کلا ڈیر میں رہائش اختیار کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس قلندری ملنگوں کا جم غفیر ہوا کرتا تھا۔

علاقہ بابوزئی کے پختونوں ابا خیل' برت خیل نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے لئے مختلف مقامات پر سیریاں نکال دی تھیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد آج کل ان سیریوں پر آباد ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کی سیریاں درج ذیل موضعات میں ہیں۔ کلا ڈیر' مینگورہ' گل کدہ' لوے بنڈ' صابونہ وغیرہ۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے سید کمال باچا نے اس کتاب کو جمع کرنے میں میرا ہاتھ بٹایا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کا شجرۂ نسب میں دو ناموں کی کمی ہے۔ بہرحال شجرۂ نسب آئندہ صفحہ پر درج کر رہا ہوں۔

۳: سید ایاز ابن سید حسین: آپ کی اولاد مردان وصوابی میں رہائش پزیر ہے۔ لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے کسی کے پاس بھی شجرۂ نسب نہیں ہے۔ اس لئے اندراج سے قاصر ہوں۔ نیز آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اور کوئی مواد نہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح پر بحث کیا جائے۔

۴: سید بیاض ابن سید حسین: آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کے پاس بھی کوئی شجرۂ نسب موجود نہیں۔ سید زرین صاحب نے اپنے ایک کتاب جو کہ انہوں نے پشتو زبان میں لکھی ہے' اس کتاب میں سید حسین کی اولاد میں چاڑا بابا کا ذکر کیا ہے۔ ہوسکتا ہے یہی سید بیاض چاڑا بابا ہوں۔

۵: سید واصل الدین ابن سید حسین: آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد محترم کی جائے رہائش امازو گڑھی میں رہائش پزیر تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہیں وفات پائی۔ آپ رحمۃ

اللہ علیہ کی اولاد امازو گھڑی کی گڑھی دولت زئ میں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فرزند سید امیر شاہ کا پتا چلا ہے۔ سید امیر شاہ کے ایک فرزند کا نام فتح شاہ تھا جن کے چار فرزند تھے۔ جو درج ذیل ہیں۔ سید نور احمد شاہ، غلام اکبر شاہ، حسین شاہ، پیر احمد شاہ۔ ان سب کی اولاد کا شجرۂ نسب آئندہ صفحہ پر ملاحظہ کیجئے۔

٦: سید کریم شاہ رحمۃ اللہ علیہ ابن سید حسین: آپ بھی امازو گڑھی میں رہائش پزیر تھے۔ آپ نے یہاں وفات پائی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کے حصے میں کوٹ دولتزئ کی سیریاں آئیں۔ اس لئے آپ کی اولاد کوٹ دولتزئ میں مقیم ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ہی فرزند سید محمد گل کا نام معلوم ہوسکا۔ سید محمد گل رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند کا نام سید امیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ سید امیر شاہ کے دو فرزند عبدالقاسم، ملا بابا۔ ملا بابا رحمۃ اللہ علیہ کا اصلی نام معلوم نہ ہوسکا اولاد کا شجرۂ نسب آئندہ صفحہ پر ملاحظہ کیجئے۔

مذکورہ شجروں کے علاوہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد پختونخوا میں اور بھی ہے۔ لیکن صحیح شجرہ یا صحیح معلومات نہ ہونے کی وجہ سے میں اندراج سے قاصر ہوں۔ لہٰذا عاجزانہ استدعا ہے کہ جن اصحاب کے نام اس کتاب میں اندراج سے رہ گئے ہیں ان سے معذرت خواہی کے ساتھ ملتمس ہوں کہ ہیں مجھے بددعا سے نہ نوازے۔ اگر کوئی اب بھی اپنا شجرۂ نسب ارسال کریں تو دوسرے ایڈیشن میں کہیں شامل کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور اس عاجزانہ کوشش اور محنت کا صلہ اللہ تعالیٰ سے طلب کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سیدھی راہ پر گامزن فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

فقط بندۂ عاجز

حقیر فقیر سید عبدالاحد شاہ درویش سیفی نقشبندی

کلاکلے تحصیل کبل ضلع سوات

حضرت علامہ صوفی باصفا پیر کامل، باحضور باخدا سیّد عبدالاحد شاہ صاحب سیفی کی کتاب کو آج مکمل مطالعہ کر کے پریس میں روانہ کر رہا ہوں۔ کوشش کی ہے کہ کوئی لفظی غلطی نہ رہے پھر بھی اگر کہیں کو سقم نظر آئے تو ہم معافی کے درخواست گزار ہیں۔ ایک اور گزارش یہ بارِ دگر کہ فقیر عارف نے کتاب کے مندرجات سے اختلاف و اتفاق سے بحث نہیں کی ہے۔ یہ ایک تذکرہ ہے۔ جو کہ ہر لحاظ سے تذکرہ ہے۔ ماشاء اللہ خوب تذکرہ ہے۔ نہ فقہ اور نہ عقائد پر تبصرہ ہے۔ بلکہ یہ صِرف تذکرہ ہے۔ والسلام

فقیر مفتی سیّد محمد عارف شاہ، کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چوتھا حصہ

شجرہ جات نقویہ ترمذیہ

اولادِ پیر بابا (عنہ رضی الرب)

وضاحت

غوث الثقلین حضرت پیر بابا صاحب زید مجدہٗ کی اولاد کو ترمذی اس لئے کہا جاتا ہے کہ پیر بابا کے آباؤ اجداد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی اولاد سے بلخ افغانستان کے علاقے قندز میں "ترمذ" نامی جگہ پہ آباد ہوئے۔ وہاں سے جو نسلِ سادات چلی وہ ترمذی کہلاتی ہے۔ پیر بابا بھی اسی لئے ترمذی کہلاتے ہیں۔ لیکن یہ ایک علاقائی نسبت ہے جو محض پہچان کے لئے ہے۔ جیسا کہ قرآنِ مجید میں فرمان ہے لتعارفوا. اور مشہور یہی ہے اس لئے ترمذی لکھا جاتا ہے۔ وگرنہ پیر بابا کا نام اور انکی اولاد کی درجِ ذیل نسبتیں بھی بالکل درست ہیں۔ غوثِ کامل سیّد علی شاہ صاحب حسینی، زینی، باقری، جعفری، کاظمی، رضوی، تقوی، نقوی، ترمذی، قندوزی، افغانی، سواتی، کوہستانی، سرحدی، حنفی، سنی، قادری، چشتی، سہروردی، شطاری۔ لیکن پھر بھی پیر بابا تو بس پیر بابا ہیں۔ کوئی نسبت اُن کے ساتھ ذکر کی جائے تو بھی وہ پیر بابا ہیں اور نہ ہو تو بھی وہ پیر بابا ہیں۔ وہ پیر بابا تھے اور پیر بابا ہی رہیں گے۔

شکریہ

مفتی پیر سیّد محمد عارف شاہ اویسی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قابلِ توجہ

1 قرآن و سنت میں شجرۂ نسب بی حفاظت کی بڑی تاکید ہے اور متعدد مقامات اشارات و مواضحات ہیں۔ مگر محفلِ نکاح عقد مبارک کا اسلامی طریقہ جہاں دیگر اور کئی محاسن کے لئے ہے وہاں فقہی قرآنی اسلامی نکتہ نظر سے یہ بھی ہے کہ اس سے حفاظت نسب ہوتی ہے۔ نکاح و عقد سے نسب محفوظ ہوجاتا ہے گویا کہ یہ منشاۓ قرآن ہے۔

2 اور ''زنا'' اسلام میں اسی لئے کبیرہ گنا ہے کہ اس فعل سے شجرہ نسب اپنی برکات سے محروم ہوجاتا ہے اور زنا سے خاندانی عظمتوں کو زوال آجاتا ہے۔

3 علمِ وراثت جس نے سیکھ لیا گویا اُس نے علم کے چار میں سے تین حصے علم کے سیکھ لئے یہ فرمانِ رسول ﷺ ہے۔ وراثت کا علم نسب کی حفاظت کے بغیر غیر مفید ہے۔ نسب ہوگا تو وراثت ہوگی۔

فقط

مفتی پیر سیّد محمد عارف شاہ صاحب

حفاظتِ شجرۂ نسب کا ثبوت

فقیر کی عادت ہے کہ ذوقِ مطالعہ کی خاطر مختلف کتب سے تسکین حاصل کرتا ہے۔ پیشِ نظر مقصد کے لئے کئی اجل کتب کو دیکھا مگر کسی کا اقتباس نقل نہ کیا بایں وجہ کہ اختصار ملحوظ تھا۔

مگر ایک روز مجھے آستانہ عالیہ گولڑہ شریف اسلام آباد کے ایک مستند درویش عالم دین محقق ولی جناب سیّد غلام نصیرالدین نصیر شاہ صاحب گیلانی کی کتاب شہرہ آفاق ''نام و نسب'' دیکھنے کو ملی۔

مندرجات کتاب سے اختلافات و اتفاقات اپنی جگہ مگر کتاب مقصد تحریر کو اپنے ہر مضمون سے مکمل گھیرے ہوئے ہے۔ زبردست کتاب ہے۔ فقیر کو اُن کی یہ باتیں بہت پسند آئیں۔ آپ بھی پڑھیے میرے خیال میں اِن باتوں کے بعد اِس موضوع پر کسی اور تشفی کی ضرورت نہیں رہتی۔

''نسب کا اپنی جگہ یقیناً ایک مقام اور احترام ہے۔ بعض لوگ ذاتی کمالات ہی کو سبب فضیلت گردانتے ہیں اور نسبی عزوشرف کو باعثِ فضل نہیں سمجھتے، حالانکہ دوسرے مذاہب میں بالعموم اور اسلام میں بالخصوص شرفِ نسب قابلِ احترام ہے۔ چنانچہ نکاح میں کُفو کا اعتبار نسب ہی کی وجہ سے ہوتا ہے اور اسلام میں وقار و تعظیم کی ایک خصوصی شان بھی نسبی شرف کے باعث ہے۔ آباؤاجداد کی شرافت، اخلاف و اعقاب کے لئے دنیا و آخرت میں مسلمہ وجہِ عزت ہے۔ اقوامِ عالم ہر دَور میں پاسِ نسب کرتی آئی ہیں اور پھر خود قرآنِ پاک اور احادیثِ صحیحہ سے بھی اس کی تائیدوتصدیق ہوتی ہے۔ چنانچہ سورۂ کہف کی اٹھائیسویں آیت میں دو یتیم بچوں اور حضرتِ موسیٰ اور خضر علیہ السلام کے بلا اُجرت اُن کی اُس دیوار کے تعمیر کرنے کا تذکرہ، جس کے نیچے اُن کا مال مدفون تھا، قرآن کی نص سے ثابت ہے۔ تعمیرِ دیوار اور اُن یتیم بچوں پر خصوصی عنایات کا سبب قرآنِ مجید نے اِن الفاظ میں بیان فرمایا ہے وَكَانَ اَبُوْهُمَا صٰلِحًا (اُن دو بچوں کا باپ نیک انسان تھا) مشہور مفسر علامہ آلوسی بغدادی نے اپنی شُہرۂ آفاق تفسیر رُوح المعانی میں تحریر کیا ہے کہ وہ نیک آدمی ساتویں یا دسویں پشت پہلے اُن دو بچوں کا جدِ اعلیٰ تھا۔ قرآنِ مجید میں مذکور اس واقعہ سے دو اُمور ثابت ہوئے، ایک تو یہ کہ نیک اسلاف کی وفات

کے بعد بھی اُن کے اخلاف و اعقاب کی اُن کی نیکیوں کا فائدہ پہنچایا گیا اور دوسرے یہ کہ خدائے بزرگ و برتر نے باپ دادا کی شرافت اور اعمالِ صالحہ کے پیشِ نظر اُن دو بچوں کا احترام اور لحاظ فرمایا۔

پاسِ نسب پر قرآنی استشہاد:

پاسِ نسب کے سلسلے میں قرآنِ مجید سے درجِ ذیل آیت مبارکہ بھی بطورِ استشہاد و استناد پیش کی جاسکتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَابِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ ط (ترجمہ) اور جو لوگ ایمان لائے اور ایمان لانے میں اُن کی اولاد نے بھی اُن کی پیروی کی تو ہم (آخرت میں) اُن کی اولاد کو اُن ہی کے ساتھ ملادیں گے۔ اور اُن کے اپنے اعمالِ صالحہ کے انعامات میں سے کوئی کمی بھی نہیں کریں گے (انتہیٰ)

آیت مذکورہ بالا کے ضمن میں علامہ آلوسی نے رُوح المعانی میں متعدد محدّثین و مفسرین کے حوالے دے کر حضرت ابنِ عباس ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ خداوند عالمؒ مومن کی اولاد کو بہشت میں اُس کے ہمراہ اُس کے درجہ و مقام میں رکھے گا تاکہ اُس مردِ مومن کی آنکھیں اپنی اولاد کو دیکھ کر ٹھنڈی ہوتی رہیں۔

اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ مومن (متقی) کی مومن اولاد کو بہشت میں اس لئے ایک مقام و مرتبہ میں رکھا جائے گا کہ وہ ایک نیک اور مومن متقی انسان کی اولاد ہے۔ گویا خُدائے بزرگ نے بھی نسب کا پاس کیا اور یہ تو آیت کا صاف اور سیدھا ترجمہ ہے۔ یعنی مومن اولاد پر ان الطاف و نوازشات کا مُوجب' صالح اسلام سے خونی قرابت کے سوا کچھ نہیں۔

یہاں پر اولاد کی نیکی اور صالحیت کی ضرورت پر زور نہیں دیا گیا' کیونکہ اولاد اگر خودِ اس مقام پر فائز ہوتی تو اُن کی بخشش کا سبب اُن کے آباؤاجداد کے ایمان اور اعمالِ صالحہ کو قرار نہ دیا جاتا' بلکہ اُسے اپنے اعمالِ صالحہ کے صلے ہی میں بخش دیا جاتا' مگر اس سے یہ مطلب ہرگز نہ لیا جائے کہ اچھے لوگوں کی اولاد بہ تکلف و اہتمام گنہگار بننے کی مشق شروع کردے اور اعمالِ صالحہ کی کمائی سے بے نیاز ہوجائے اور اس امر پر قانع ہوجائے کہ ہمیں ہمارے صالح اجداد کے

طفیل بخشش کی نوید وسند مل چکی ہے۔ وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيمَانٍ کی شرط موجود ہے، یعنی ایسی اولاد کو بہشت میں اُن کے بزرگوں کے ساتھ رکھا جائے گا، جنہوں نے ایمان میں اپنے بزرگوں کے اتباع کو ملحوظِ خاطر رکھا، اگر ایسا نہیں تو حضرت نوح علیہ السلام کے حقیقی بیٹے والا سلوک بھی کیا جاسکتا ہے، چونکہ وہ اپنے باپ یعنی حضرتِ نوح علیہ السلام کے دین وعقائد کا منکر تھا۔ صرف اس عدم ایمان کی وجہ سے جنابِ نوح علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبر کے حقیقی بیٹے کو اُس کا نام و نسب فائدہ نہ دے سکا۔ مقصد یہ بھی ہے کہ انسان سے زندگی میں چھوٹی بڑی لغزشیں یا کوتاہیاں بہ تقاضائے بشری سرزد ہوجاتی ہیں۔ اس کے باوصف اگر ایمان سلامت رہا اور اپنے بزرگوں کے عقائد صالحہ کے اتباع کا اہتمام ملحوظ رہا تو اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ اگرچہ اولاد کے اعمال اپنے باپ دادا کے اعمال کی شان ومرتبہ ایسے نہ بھی ہوئے تو اس کمی کو بزرگوں کے شرفِ انتساب ونسب کے باعث پورا کردیا جائے گا۔

جنابِ حسن رضی اللہ عنہ کا خارجی سے ایک سوال

رُوح المعانی میں علامہ آلوسی، امام عبدبن حمید اور ابن المنذر کے توسط سے حضرتِ وہب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سبطِ اکبر جناب حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک خارجی سے پوچھا کہ سُورۂ کہف میں مذکورہ یتیموں کے مال کو باری تعالیٰ نے کیوں محفوظ رکھا؟ اُس نے جواباً کہا کہ صرف اُن کے باپ کی نیکوکاری اور تقویٰ وطہارت اور اعمالِ صالحہ کے سبب، تو جنابِ حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بخُدا میرے باپ یعنی جنابِ علی رضی اللہ عنہ اور میرے جدمکرم حضور احمدِ مصطفیٰ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی صالحیت اور نیکی اُن یتیم بچوں کے باپ دادا کی نیکیوں سے بدرجہا زیادہ اور بہتر تھی۔ دراصل اس توضیح سے آپ خارجیوں کے اُن فاسد خیالات اور باطل مزعومات کا رد فرمانا چاہتے تھے، جو وہ اہلِ بیتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ذُریت علی رضی اللہ عنہ و بتول رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں رکھتے ہیں اور یہ بتانا بھی مقصود تھا کہ جب سُورۂ طور میں اللہ ربُّ العزت نے فرمایا ہے کہ ہم اہلِ ایمان میں سے ابرار اور صالح نفُوس کی ایمان دار اولاد کو آخرت میں اُن کے باپ دادا کے ساتھ رکھیں گے اور وہی مرتبہ ومقام عطا کریں گے، اگر سات پشت بعد والے ایک عام آدمی کو یہ مقام دیا جاسکتا ہے تو ہمارے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ ہمارا یعنی

اہلِ بیت کا تعلق اور خونی رشتہ تو براہِ راست اُس ذاتِ گرامی سے ہے، جس پر ایمان لانے ہی سے کوئی مومن کہلا سکتا ہے۔ جہاں مومن پر اللہ تعالیٰ نے اتنی رعایت و نوازش فرمائی کہ قرآن میں اُس کی اولاد کی بخشش کا وعدہ فرمادیا، اب ذرا انصاف کیجئے کہ وہاں اللہ کے نزدیک خود حضور رسالت مآب ﷺ کا بھی کوئی مقام ہوگا یا نہیں؟ اور کیا اُن کے لئے کسی رُو رعایت کی گنجائش نہیں ہوگی؟ اور کیا قیامت کے روز حضور ﷺ کی اولاد کو آپ کی وجہ سے نہیں بخشا جائے گا؟ خاص طور پر اُس اولاد کو جس نے آپ کی زیارت بھی کی ہو، اُسے درجۂ صحابیت کے علاوہ اولاد ہونے کا شرف بھی حاصل ہو اور اُس کی ذاتی نِکوکاری بھی مُسلّم ہو۔ کتب حدیث میں مناقبِ اہلِ بیت ؓ کے زیرِ عنوان ارشاداتِ نبوی ﷺ سے اہلِ بیت کے امتیاز و اختصاص کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، مثلاً یہ حدیث عَنْ ابِی ذَرٍّ اَنَّـہٗ قَـال وَھُوَ آخِـذٌ بِبـاب الـکعبۃ سمعتُ الـنَّبِیَّ ﷺ یَقُوْلُ اَلاَ اِنَّ مثل اَھـل بیتی فیـکم مثلُ سفینۃ نوحٍ مَنْ رکبھا نجٰی و من تخلف عنھا ھَلَکَ (روایۃ احمد) (ترجمہ) حضرت ابی ذر ؓ سے روایت ہے اُنہوں نے فرمایا اس حال میں کہ وہ کعبہ شریف کے دروازے کو پکڑے ہوئے تھے، میں نے رسالت مآب ﷺ کو فرماتے سُنا بے شک میرے اہلِ بیت ؓ تم میں سفینۂ نوح کی طرح ہیں جو اس کشتی میں سوار ہوا وہ نجات پا گیا اور جو پیچھے رہ گیا، ہلاک ہوگیا۔ (انتہیٰ)

ایک اور حدیث شریف کا مفہوم یہ ہے کہ قیامت کے روز تمام اربابِ نسب اور جُملہ اقوامِ عالم کے نسب منقطع ہوجائیں گے، مگر میری اولاد کو جو شرفِ انتساب مجھ سے حاصل ہے، اُس کی بدولت اُن کا نسب منقطع نہیں ہوگا۔ (دیکھئے الصّواعق المحرقہ، ص۱۱۵، مطبوعہ مصر)

ایک مُسکت جواب

مغربی تعلیم یافتہ اور بدقسمتی سے دینی تعلیم سے بے بہرہ ذہن، بعض اوقات عجیب وغریب قسم کے سوالات کرتا ہے۔ ایک صاحب، اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کا ذکر کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ وہ ذات تو بڑی غَفُوْرُ الرَّحِیْم ہے، اُس کی رحمت کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نقطہ عروج بیان کرتے ہوئے بولے: کہ جو لوگ یزید کو گالیاں دیتے اور اُس پر لعنت بھیجتے ہیں، مجھے اُن سے اختلاف ہے، اُنہیں ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ اِنَّ رَحْمَتِیْ سَبَقَتْ غَضَبِیْ (متفق

علیہ) ترجمہ۔ بے شک میرے رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی' کے مطابق ہوسکتا ہے کہ وہ ذاتِ کریم قیامت کے دن جوشِ رحمت میں آ کر یزید کو بھی بخش دے اور اُس کے نامۂ سیاہ پر اپنا قلمِ عفو پھیر دے۔ یہ سُن کر مجھے بڑا تعجب ہوا۔۔۔۔

میں نے کہا بلاشبہ باری تعالیٰ کی رحمت ایک قلزم بے کراں ہے، جس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا، مگر اتنا سُن لیجئے کہ اگر باری تعالیٰ ایک فاسق و فاجر، شرابی، بدکار اور ظالم و سفاک کو، جس نے خانوادۂ رسالت کا خون بہایا، بخش سکتا ہے تو کیا ایسے نامُراد پر لعنت کے چند گجرے نچھاور کرنے اور اُسے دو چار گالیاں دینے والے کو نہیں بخش سکتا، اتنے بڑے مجرم کے لئے اگر اس قدر رحمت وعفو کا امکان ہے تو کیا اُسے چند گالیاں دینے والے اور صرف اُس پر لعنت بھیجنے والے کے لئے کوئی امکان بخشش نہیں؟ یہ جواب سُن کر وہ بڑے نادم ہوئے۔ میں نے جب اُن کی ندامت کے آثار کو اُن کے چہرے سے پڑھ لیا تو اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس دور میں کوئی تو ندامت و پشیمانی محسوس کرنے والا باقی ہے۔

اُسی نشست میں ایک رُباعی میں نے کہی، جو میری فارسی رُباعیات کے مجموعہ آغوشِ حیرت میں موجود ہے اور وہ یہ ہے

گر جمعِ روافض است نزدِ تو مَرید
ہم خارجیاں راشمراز بطن پلید
ایمانِ من است حُبِّ آل و اصحاب
لعنت بہ سرِ یزید و اتباعِ یزید

ترجمہ: اے مخاطب! اگر شیعہ تیرے نزدیک مَردود ہیں تو پھر خارجیوں کو بھی پلید اور ناپاک پیٹ کی پیداوار سمجھ۔ میرا ایمان تو آل و اصحاب رضی اللہ عنہ کی محبت ہے، یزید پر بھی لعنت ہو اور ساتھ ہی اُس کے نام لیواؤں پر۔

جس طرح اُمیّہ نوازوں اور یزید کے پرستاروں کو اُس کے اسلاف و اعقاب سے بے پناہ ہمدردیاں ہیں، اسی طرح رسولِ خدا ﷺ کے نام لیواؤں اور غلاموں کو بھی آپ کی عترتِ پاک سے بے پناہ عقیدت و محبت ہے۔

کیا بنو اُمیّہ سے محبت رکھنے کا بھی کوئی حکم قرآن و حدیث میں موجود ہے، جس کے تحت

خارجی یزید اور اتباعِ یزید سے اس قدر عقیدت و محبت کا اظہار کرتے ہیں اور کیا اہلسنت کے بارے میں کوئی ایسی آیت یا حدیث پائی جاتی ہے، جس کی رُو سے دُودمانِ رسول ﷺ و بتول رضی اللہ عنہا سے اُن کا محبت اور عقیدت رکھنا ناجائز قرار دیا گیا ہو؟ بلکہ اہلِ بیتِ عظام کی تطہیر کی ضمانت تو خود قرآنِ مجید نے دی اور احادیثِ صحیحہ میں ان کے ساتھ محبت و مودّت کے احکامِ صریحہ موجود ہیں، جن کا ذکر اجمالاً یہاں بھی کیا گیا۔

احترام نسب پر حضرتِ اعلیٰ گولڑوی کا استدلال

ملتان کی ایک نشست میں کسی نے بحر العلوم حضرتِ اعلیٰ قبلہ پیر سیّد مہر علی شاہ قدس سرہٗ سے دریافت کیا کہ نسب کے احترام کا ثبوت قرآنِ مجید سے مل سکتا ہے یا نہیں؟ کیونکہ ہمارے یہاں خاص طور پر سادات کی بہت عزت کی جاتی ہے۔ اگر قرآنِ مجید سے کسی عالی نسب کے اکرام و احترام کا ثبوت میسر آجائے تو ہمارے لئے مزید باعث طمانیت ہوگا۔ حضرت پیر صاحب قدس سرہٗ نے اس کے ثبوت میں جو آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی، اُسے سُن کر اربابِ علم و فضل انگشت بدنداں رہ گئے اور کہنے لگے کہ ہم نے آج تک احترام نسب پر کسی عالمِ دین کو نہ تو یہ آیتِ مبارکہ بطورِ دلیل پیش کرتے سُنا اور نہ کسی تفسیر میں کسی مفسر نے زیرِ بحث موضوع کو اس آیت کے ضمن میں بیان کیا، وہ یہ تھی قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ق فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ○ (یارسول اللہ ﷺ) آپ فرمادیجئے کہ اگر خداوندِ عالم کا کوئی بیٹا ہوتا تو میں سب سے پہلے اُس کی عبادت کرتا، یعنی بیٹے کی عبادت کا سبب اُس کا نسب ہوتا۔ واقعی یہ ایک عجیب استدلال ہے، جس سے اہلِ علم ہی محظوظ ہوسکتے ہیں۔ اسی طرح آپ نے ملفوظات میں ایک اور استدلال پیش کیا: حضرت امامِ حسن سے ایک اُموی نے کہا: آپ کو ابنِ رسول اللہ ﷺ کہا جاتا ہے، حالانکہ آپ تو ابنِ علی ہیں۔ آپ نے فرمایا: ہمیں تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ابنِ رسول کہا ہے، ذرا آیتِ مباہلہ پڑھو: فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ ط بتاؤ اُس وقت ہمارے سوا رسالت مآب ﷺ کی کون سی اولادِ نرینہ تھی؟ ابناء سے مراد ہم ہی تو ہیں۔

ایک شیعہ دانشور سے مکالمہ

ایک مرتبہ حجت باز قسم کے ایک دانشور مجھ سے کہنے لگے کہ آپ کے پردادا حضرت پیر مہر علی شاہ قدس سرہٗ نے احترامِ سادات پر یہ آیت تو پیش کردی، جو بلاشبہ ایک عمدہ استدلال ہے، مگر اس آیت میں ان حرفِ شرط پر جزا مترتب ہوتی ہے۔ اُن کا مقصد یہ تھا کہ اگر خُدا کا بیٹا ہوتا تو اُس کی عبادت کی جاتی، چونکہ خدا کا بیٹا نہیں ہے اس لئے اُسکی عبادت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ یعنی وہ علم منطق کے اعتبار سے قضیہ شرطیہ کے مقدم اور تالی بنانے کے درپے تھے میں نے کہا جناب یہاں خدا کے بیٹے سے نہیں، نسب سے بحث کی جارہی ہے اور قرآن کے مخاطب وہ لوگ ہیں، جو خدا تعالیٰ کے سلسلہ توالدو تناسل کے قائل تھے، جس پر آیت کا سیاق و سباق دلالت کرتا ہے، اس لئے حضرت پیر صاحب نے اس آیت کو پیش کر کے یہ ثابت کرنا چاہا کہ اگر خدا کا بیٹا ہوتا تو اُس کی عبادت اس لئے کی جاتی کہ اُس کا نسب، معبودِ حقیقی سے ملتا ہے۔ میں نے اُن سے مزید کہا کہ اس آیت میں ایک چیز کو ثابت کیا جارہا ہے، جب کہ ایک کی نفی کی جارہی ہے، چنانچہ ایک طرف اِبنیّت کی نفی کی جارہی ہے تو دوسری طرف اسی نفی سے احترام نسب کا پہلو اُجاگر ہورہا ہے کہ اگر اللہ کا بیٹا ہوتا تو بیٹا ہونے کی وجہ سے اُس کی عبادت کی جاتی، ابنیت اور اُبوت کے درمیان جو لفظ ملانے کے لئے استعمال ہوتا ہے اُسے نسب ہی کہتے ہیں ورنہ آپ بتائیں یہاں اور کون سا لفظ اس سے زیادہ مناسب ہوگا۔ مزید یہ کہ اگر نسب کا کوئی اعتبار و اختصاص نہ ہوتا تو یوں کہا جاتا کہ یا رسول اللہ ﷺ فرمادیجئے کہ اگر خُدا کا کوئی حقیقی بیٹا بھی ہوتا، جب بھی میرے لئے اُس کی عبادت حرام ہوتی۔ پھر بھی میں باپ یعنی اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرتا، کیونکہ بیک وقت دو معبودوں کی عبادت سے شرک لازم آتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ فرمائیں اگر خدا کا بیٹا ہوتا تو سب سے پہلے میں اُس کی عبادت کرتا، چونکہ بیٹے کی عبادت کا سبب اپنے باپ سے اُس کے نسب کا اتصال ہے، اس لئے اہمیت نسب پر یہ آیت بطورِ دلیل بالکل بجا پیش کی گئی ہے۔ وہ صاحب یہاں تک تو مطمئن ہوگئے کہ نسب کی اہمیت تو ہے، مگر پھر کہنے لگے کہ اگر خدا کا بیٹا ہوتا تو اُس کی عبادت کی جاتی جب ہے ہی نہیں تو سلسلۂ نسب کے کیا معنٰی؟ میں نے کہا کہ آپ اس نکتے کو ابھی تک نہیں سمجھے۔ اب میں یہی کہوں گا کہ آپ جنابِ عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت ہرگز نہ کریں، اس لئے کہ وہ خدا کے بیٹے نہیں ہیں اور عیسائیوں کو بھی یہ سمجھائیے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ جنابِ عیسیٰ علیہ السلام اگر خدا کے بیٹے ہوتے تو

پھر آپ اللہ کے اس ارشاد کے مطابق کیا کرتے؟ کہنے لگے اُس کی عبادت کرتا۔ میں نے کہا کیوں؟ کہنے لگے اس لئے کہ وہ خدا کا بیٹا ہے۔ میں نے کہا: بیٹے اور باپ کے مابین نقطۂ اتصال کیا ہے؟ کہنے لگے نسب۔ میں نے کہا پھر نسب ہی عبادت کا مُوجب بنا اور حضرت پیر صاحب نے یہی تو ثابت کیا ہے۔

چونکہ بحث ذرا طول پکڑ گئی اس لئے میں نے کہا کہ یہاں سادات، بنو ہاشم، قریشی اور اس قسم کے معزز خاندانوں کے احترام اور فضیلتِ نسب کے دلائل سے گفتگو ہو رہی ہے۔ وہ ذات جو لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ہے۔ اُس کے ارشاد کے مطابق اگر اُس کا کوئی بیٹا ہوتا تو حضور ﷺ کو یہ حکم ہو رہا ہے کہ آپ فرمادیں کہ میں اُس کی عبادت سب سے پہلے کرتا۔ آپ خدا کے معاملے کو ذرا ایک طرف کریں، کیونکہ اُس کی تو اولاد ہی نہیں وہ اس سے پاک ہے، اگر ہوتی تو ہم اُن کی عبادت بھی کر لیتے۔ میں نے کہا آپ یہ فرمائیں کہ خدا کے بعد اس پوری کائنات میں سب سے مکرم اور واجب الاحترام ذات کس کی ہے؟ کہنے لگے صرف اور صرف حضور رسالت مآب ﷺ کی ذاتِ مقدسہ۔ میں نے کہا: آپ کی اولاد دنیا میں موجود ہے؟ کہنے لگے: ہاں۔ میں نے کہا کہ خدا نے اپنے بیٹے کے متعلق تو فرمایا کہ اگر میرا کوئی بیٹا ہوتا تو مخلوق پر اُس کی عبادت کا دروازہ کھول دیا جاتا۔ اب ذرا انصاف کیجئے کہ اگر خدا کا کوئی بیٹا ہوتا تو اُس کی عبادت محض نسبت ابنیت کی بنا پر جائز ہوتی تو کیا محبوبِ خدا محمد عربی ﷺ کی والا دربطِ نسبی رکھنے کی وجہ سے مستحق احترام نہیں، جس طرح خدا کے بیٹے کی عبادت صرف اس لئے کی جاتی کہ اُس کا نسب خدا سے ملتا ہوتا اور جس طرح خدا کی ذات کے ساتھ تصورِ عبادت سے اللہ خوش ہوتا تو کیا حضور ﷺ اپنی اولاد کی تکریم سے خوش نہ ہوں گے؟ جس طرح اللہ کے بیٹے کی عبادت درحقیقت اللہ کی عبادت اور اُس کی خوشنودی کا سبب بنتی، اِسی طرح حضور سیدِ عالم ﷺ کی اولاد کی عزت و حرمت بھی دراصل حضور ﷺ ہی کی عزت و حرمت اور آپ کی دلی مسرت کا باعث بدرجۂ اولیٰ بن سکتی ہے۔ اور قرآنِ حکیم میں درج ذیل آیت میں حضور ﷺ کی عزت و توقیر کا حکم اس طرح دیا گیا ہے۔ لِتُؤْ مِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَتُعَزِّرُوْہُ وَتُوَقِّرُوْہُ ط (ترجمہ) تاکہ تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اُس کے رسول کی عزت و توقیر بجا لاؤ۔ (انتہیٰ) کعبہ مقدسہ کی مثال لے لیجئے۔ کعبہ مسجودِ حقیقی نہیں، لیکن ہم سب اس کے درودیوار کی طرف رُخ

کر کے سجدہ کرتے ہیں، وہ صرف اس لئے کہ کعبہ تجلیات و انوارِ الٰہیہ کا مرکز و محور ہے۔ گویا اُس طرف سجدہ کرنا حقیقت میں خدا کو سجدہ کرنا ہے۔ چونکہ کعبہ کا معبدِ حقیقی سے رابطہ ہے اور وہ مظہر انوار و برکاتِ یزدانی ہے، اس لئے اُس کے ساتھ بھی محبت و احترام کا سلوک کیا جاتا ہے، یعنی اُس کے درودیوار کو چوما جاتا ہے، اُس کے گرد طواف کیا جاتا ہے، اُس کی سمت سجدہ کیا جاتا ہے۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ ساری دنیا یہ سب کچھ کعبے کی کسی ذاتی فضیلت کی وجہ سے کر رہی ہے تو یہ غلط ہوگا، بلکہ اُس کا احترام تو صرف اس لئے ہے اور اُسے دنیائے اسلام نے صرف اس لئے قبلہ بنایا ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کی جانب سجدہ ریزی کا حکم دیا ہے، اس مثال سے یہ بات بہ آسانی سمجھ میں آ سکتی ہے کہ جو لوگ بنو ہاشم، قریش اور خاص طور پر ساداتِ بنو فاطمہ کی عزت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ اُن کے خون کا تعلق حضورِ فخرِ موجودات ﷺ سے ہے تو وہ سادات کا نہیں، بلکہ در حقیقت اُس سیّد السادات ﷺ کی عزت و تکریم کر رہے ہوتے ہیں، جن کا ارشادِ گرامی ہے: اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَلَا فَخْرِ. (مشکوۃ شریف باب فضائل سید المرسلین) کہ میں قیامت کے دن اولادِ آدم کا سردار ہوں گا اور یہ بات از رُوئے فخر نہیں کہتا۔

قارئین کرام:

حضرت قبلہ پیر نصیر الدین نصیر زید مجدہ اپنے زور دار دلائل کے ساتھ اسی کتاب ''نام و نسب'' کے صفحہ نمبر ۳۵ تا ۳۸ میں مزید ارشاد فرماتے ہیں۔ میری گزارش یہ ہے کہ آپ اِس کتاب ''نام و نسب'' کا بالکل فارغ وقت میں سکون کے ساتھ مطالعہ کریں۔ حقائق و معارف کی ایک دنیا آباد ہے۔ بحر حال درج ذیل اقتباس بھی اسی جذبے اور ذوق و شوق کے ساتھ پڑھیے۔

شرفِ انتساب کا مسئلہ:

جیسا کہ میں نے آغازِ کلام ہی میں اپنے عندیہ کی وضاحت کر دی تھی، میں معاشرہ کی طبقاتی اُونچ نیچ کے اندازِ فکر کو غیر اسلامی ہونے کی بنا پر قطعاً غلط سمجھتا ہوں، بلکہ انسانی ناتے سے ہر انسان کے احترام کا علیٰ حسب مراتب قائل ہوں، مگر کیا کیا جائے بعض حضرات کو مطمئن کرنے کی خاطر بسا اوقات اُن کے اعتراضات کا ایسا جواب دینا پڑتا ہے جو فی الواقع درست بھی ہو، لیکن اس کے ساتھ ساتھ دل آویز اور فکر انگیز بھی۔

ہوا یوں کہ ایک مرتبہ میرے پاس ایک ایسے صاحب تشریف لائے، جو سماجی طبقاتی تقسیم کے اعتبار سے تو درجۂ اسفل السافلین سے تعلق رکھتے تھے، لیکن حُسنِ اتفاق کہ اچھا خاصا پڑھ لکھ گئے تھے اور ذہین بھی تھے۔ مجھ سے کہنے لگے: میں آج تم سے ایک ایسا سوال کرنے آیا ہوں، جس کا جواب تم نہیں دے پاؤ گے۔ کچھ دیر بعد پھر یہی فقرہ دُہراتے اور مسکرا دیتے۔ آخر میں نے گزارش کی کہ جناب! بتایئے تو سہی ایسا کون سا سوال ہے، جس پر آپ اس قدر اترا رہے ہیں۔ کہنے لگے: سارے سادات سے پوچھ کر آیا ہوں، ایک بھی جوابِ شافی نہیں دے سکا۔ سوال یہ ہے کہ جب سارے انسانوں کی رگوں میں دوڑنے پھرنے والا خون ایک جیسا ہی ہے تو پھر سارے انسان ایک جیسے کیوں نہیں سمجھے جاتے اور اس طبقاتی اُونچ نیچ کا کیا مطلب؟ میں نے کہا، واقعی سوال تو بڑا اہم ہے۔ یہ سُن کر زیرِ لب مُسکرائے اور کہنے لگے: جلدی جواب دیجئے۔ مزید کہنے لگے کہ اگر خون ایک جیسا نہ ہو تو ایک چمار کے خون کا گروپ ایک سیّد کے خون کے گروپ سے کیوں مل جاتا ہے، جسے جدید میڈیکل سائنس کے بلڈ گروپنگ (Blood Grouping) کے نظریے نے صحیح ثابت کردیا ہے۔ میں اُن کی بات سمجھ گیا کہ وہ اس سے کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا جناب! ناچیز نے تو ہمہ دانی کا کبھی دعویٰ نہیں کیا، لیکن جب آپ تشریف لے ہی آئے ہیں تو مقدور بھر سمجھانے کی کوشش کروں گا۔ خدا کرے کہ بات آپ کی سمجھ میں آجائے۔ میں نے عرض کیا۔ اس میں شک نہیں کہ مختلف اقوام سے تعلق رکھنے والوں کے بلڈ گروپ بہ اعتبارِ ماہیّت آپس میں مل سکتے اور مل جاتے ہیں، لیکن نسبی شرف وفضیلت کا باہمی فرق خون کی ظاہری صورت سے تو پیدا نہیں ہوتا، بلکہ اُس کے انتساب سے ہوتا ہے۔ کہنے لگے: وہ کیسے؟ جواباً عرض کیا کہ سب کا خون بظاہر بے شک ایک گروپ کا یا ایک صورت کا ہوتا رہے مگر جس بدن میں وہ خون ہے، جتنی بلند نسبت اُسے حاصل ہوگی، اُسی قدر وہ بلند کہلائے گا، نسبت و انتساب کے اعتبار ہی سے خون کا معیارِ شرف متعین ہوتا ہے۔ کہنے لگے: میں اسے تسلیم نہیں کرتا۔ جب سارے انسانوں میں ایک جیسا خون ہے تو پھر مجھ میں اور آپ میں کیا فرق ہے؟ میں نے کہا: اب آئے آپ اپنے اصل مسئلہ پر۔ جب وہ میری اس ساری تقریر کو نہ سمجھ سکے تو میں نے پوچھا کہ گدھا اور ہرن کیا ہیں؟ بولے: جانور۔ میں نے سوال کیا کہ دونوں کے خون میں فرق ہے کہ نہیں؟ اب وہ جواب میں ذرا متامل ہوئے اور کہنے لگے: دیکھنے میں تو

دونوں کا خون ایک ہی جیسا نظر آتا ہے، فرق صرف حلال و حرام کا ہے۔ ہرن حلال اور پاک ہے، جب کہ گدھا حرام اور پلید۔ میرے اس استفسار پر کہ دونوں کی حلت و حرمت کا سبب اُن کا خون ہے یا اُن کے اجسام سے اُس خون کا انتساب؟ کہنے لگے: انتساب۔ میں نے کہا، چونکہ قدرت نے فرقِ مراتب کے تحت گدھے کے بدن اور خون کو ہرن کے بدن اور خون کا مرتبہ نہیں دیا، یعنی گدھے کو حرام قرار دیا، جب کہ ہرن کو پاک اور حلال۔ اس طرح خدا کا حکم جس بدن کے حق میں، جس انداز سے وارد ہوا، اُس بدن کو اُسی قدر رُتبہ ملتا گیا۔ گدھے اور ہرن کے خون کی باہمی مشابہت و مماثلت کے باوجود شریعتِ مطہرہ میں دونوں کے مراتب و احکام میں فرق ہے، چونکہ احکام میں ہرن کے خون و بدن کا سلسلۂ نسب حکم حلت سے ملتا ہے، اس لئے اس کا مقام، حرام جانوروں سے بلند ہوگیا، جب کہ گدھے کے خون و بدن کا سلسلۂ نسب حکم نجسیّت سے ملنے کی بنا پر حلال جانوروں کے مقابلے میں پست و زبوں ٹھہرا۔

حیوانات کی بلڈ گروپنگ کا معاملہ

اگر کسی ہنگامی ضرورت کے تحت ہرن کے جسم کو خون رسانی کی ضرورت پڑ جائے اور گدھوں کے خون کی عام دستیابی کی سہولت کے پیشِ نظر کسی گدھے کا خون ٹیسٹ (Test) کیا جائے اور حسنِ اتفاق سے وہ مریض ہرن کے خون کا گروپ ہو، پھر بھی گدھے اور ہرن کی اس ظاہری خونی مماثلت و مشابہت کو دیکھ کر کوئی صاحبِ عقل و خرد، ہرن اور گدھے کو برابر کا مقام دینے کے حق میں نہیں ہوسکتا، بلکہ ایسا کہنے اور سوچنے والا اسلامی نقطۂ نظر کے مطابق انسان نما خر قرار پائے گا، اسی طرح اگر کسی صحیح النسب فاطمی سیّد کے خون سے کسی غیر سیّد کے خون کا گروپ مل جائے تو اُن کے خون کی ظاہری یکسانیت کے باوجود دونوں کی جداگانہ نسبی حیثیت بدستور برقرار رہے گی اور دونوں کے مابین سابقہ خط امتیاز اُسی طرح کھنچا رہے گا، جیسا کہ مثالِ بالا سے ظاہر ہے۔ اگر ہرن اور گدھے کے خون کی مماثلت اور حیوانیت میں اُن کے مساویانہ اشتراک کے باوصف ایک رتبہ اور ایک درجہ نہیں دیا جاسکتا تو ایک سیّد اور غیر سیّد کو خون کی وقتی مشابہت اور صرف نوع کی مشارکت کے سبب کیونکر برابر سمجھا جاسکتا ہے۔ جس طرح سب حیوان ایک جیسا خون رکھنے اور حیوان کہلانے کے باوجود ایک حکم کی لاٹھی سے نہیں ہانکے جاسکتے،

بالکل اُسی طرح انسان بھی نوعی اور جنسی مساویانہ مشارکت کے باوجود اپنا اپنا الگ حکم اور مقام رکھتے ہیں۔

ہر مرتبہ از وجود حُکمے دارد
گر حفظِ مراتب نہ کُنی زندیقی

میں نے کہا یہ ساری تفصیلی مثال صرف صورتِ مسئلہ سمجھانے کی خاطر پیش کی گئی ہے، عالم انتساب میں انسانوں کی صورت بھی بالکل یہی ہے، جس جسم کا انتساب جتنا محترم اور مکرم ہے اُسے اُسی قدر شرف و احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ چونکہ نسلِ انسانی میں انسان کے شرف ومجد کا نقطۂ عروج صرف اور صرف حضور رسالت مآب ﷺ کی ذاتِ والا صفات ہے، لہٰذا جس خون یا جس بدن کو اُس سرچشمۂ شرف سے انتساب کا اعزاز حاصل ہوگا۔ اُس کے آداب انتساب کے بنیادی تقاضوں اور احساسات کو منسوب الیہ کے قصرِ حرمت و آداب کے کسی گوشے ہی میں رکھنا پڑے گا۔ آپ دیکھتے ہیں کہ دیوارِ کعبہ میں چُنے ہوئے پتھر صرف انتساب کعبہ کے سبب مسجود الیہ بنے ہوئے ہیں، اگر دیوارِ کعبہ سے ان پتھروں کے اتصالِ نسبت کا سلسلہ ٹوٹ جائے اور انہیں دیوارِ کعبہ سے نکال دیا جائے تو ان کی طرف سجدہ کرنا حرام ہوجائے گا۔ اس لئے کہ وہ پتھر ذاتی طور پر تو کسی شرف و احترام کے حامل نہیں، بلکہ دیوارِ کعبہ سے اُن کی نسبت اتصال ہی نے ان کو ذی شرف بنا رکھا ہے، اسی طرح اگر دیوارِ کعبہ کے موجودہ پتھروں کی جگہ باہر سے نئے پتھر لاکر چُن دیئے جائیں تو سارا عالمِ اسلام اُن کی طرف سجدہ کرنے لگ جائے گا۔ اس مثال سے معلوم ہوا کہ اگر ایمر جنسی میں ایک سیّد کو کسی غیر سیّد کا خون لگا دیا جائے تو سیّد کے جسم کا لمس پاتے ہیں اُس (خون) کو وہ مقام مل جاتا ہے، جو باہر سے لائے ہوئے ایک خوش نصیب اور نوارد پتھر کو دیوارِ کعبہ میں چُنے جانے سے حاصل ہوسکتا ہے۔ آپ کو یاد ہوگا، چند سال قبل حکومتِ پاکستان کو غلافِ کعبہ تیار کرنے کا شرف حاصل ہوا تو اُسے حجازِ مقدس بھیجنے سے قبل خصوصی ٹرین کے ذریعے پورے ملک میں اُس کی نمائش کا اہتمام کیا گیا، اس طرح لاکھوں فرزندانِ توحید اور پاسبانِ حرم اُس کی زیارت سے مشرف ہوئے، اس احترام و اکرام اور شرف و تقدس کا سبب خانۂ کعبہ سے اُس کی نسبت ہی تھی، ورنہ کعبۃ اللہ پر آویزاں ہونے سے قبل اُس کی تقدیس وتحریم اور اُس کی زیارت کے کیا معنیٰ؟

فضیلتِ سادات کا سبب، اُن کا شرفِ انتساب ہے

یہی حال سادات کا ہے' چونکہ اُن کی نسبت یا انتساب اُس ذاتِ جلیلہ سے ہے' جو ساری کائنات میں بعد از خُدا سب سے بڑی اور صاحبِ شرف و فضیلت ذات ہے' اس لئے اس انتسابِ عالی کے پیشِ نظر اہلِ بیت کی عزت و حرمت کا بھی ضرور خیال رکھنا چاہئے کہ اُن کے اجسام اور خون' اُس ذاتِ پاک سے منسوب ہیں' جس کے ساتھ کعبہ کا یہ سلوک ہے۔

اہلِ دیں سُوئے کعبہ سجدہ کنند
کعبہ سُوئے تو یا رسول اللہ

(راقم الحروف)

الحمدللہ! کہ میری اس تفصیلی گفتگو کے بعد موصوف نے اعترافاً کہا کہ صاحب! میں آج سمجھا کہ کسی شے کے لئے باعثِ شرف و تحقیر اُس کا انتساب ہے نہ کہ اُس کا اپنا وجود۔۔۔۔

قبلہ پیر نصیر الدین نصیر باکمال سیّد ہیں۔ اُن کا بیان مکمل ہوا۔

اقول اب جب کہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی ہے۔ تو ساداتِ کرام کے مقام کی عظمت اور بلندی کا کیا کیا کہنا۔ فقیر کی ملاقات یہاں کراچی میں بحمداللہ اہل اللہ سے ہوتی رہتی ہے۔ ایسے افرادِ جلیلہ کی خدمت میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ جہاں کا ایک گزرا ہوا لمحہ سو سال کی عبادت سے افضل ہے۔ انہی مردانِ خدا میں سے ایک مفتی محمد نصر اللہ خان افغانی ہیں۔ فتوحاتِ مکیہ ابن العربی شیخ الاکبر سے بسا اوقات آپ درس دیتے ہیں۔

ایک بار میں اُن کے درس میں حاضر تھا تو آپ نے فرمایا کہ سادات کرام سے کوئی گناہ ہوتا ہی نہیں۔ اور اس سے مزید فضائل کی باتیں فرمائی گئیں۔ اُس محفل میں علامہ سیّد حمزہ علی قادری کے علاوہ دیگر علماء و فضلائے کرام بھی موجود تھے۔

اقول کہ یہ سادات کے لئے فخر و تعلّی کا موجب نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ اظہارِ عجز اور افعالِ انکسار میں ایسی باتوں کو سننے کے بعد اضافہ ہونا چاہئے۔ نہد شاخ پر میوہ سر بر زمیں شکر کریں کہ اُس اللہ کریم نے اس قدر مہربانی فرمائی ہے۔ گڑگڑائیں عاجزی کریں۔ نہ کہ صلحائے امت سے لڑنے کے لئے ان باتوں کو بنیادِ نجات بنائیں۔ اور عملِ صالح سے خود دور ہوں۔ مثل مشہور ہے جتنے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے حج کرنا آسان ہے اُسے سنبھالنا مشکل ہے۔

جو باتیں کی گئیں وہ غیروں کو سمجھانے کے لئے تھیں۔ اپنوں کو غرور میں نہیں آنا چاہئے۔

میرے مرشد پاک قبلۂ عالم گنگروی علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ ''سیّدو تم لوگ ذرا سی محنت کرتے ہو تو عام لوگوں کے 12‘12 سال کی محنت سے حاصل کئے ہوئے مقامات سے آگے نکل جاتے ہو۔'' غوثِ پاک کتنے بڑے جلیل القدر سیّد تھے اُنکو ہر مقام پیدائشی طور پر ملا ہوا تھا۔ مگر انہوں نے کتنا کسب کیا۔ کتنی محنت کی۔ مقام فکر بھی ساتھ ہو مقام شکر کے ساتھ۔ (عارف)

ایک اور تلخ کڑوی مگر سچی بات

ادھر کراچی پاکستان میں ایک روز مفتی محمد نصر اللہ خان افغانی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضری دینے گیا۔ باتوں میں بات چلی تو مفتی صاحب نے فرمایا:

''شاہ صاحب آلِ رسول، اہلبیت پاک کا بڑا بلند مقام ہے اور پیر بابا کی اولاد میں ہونا بڑی سعادت ہے۔ ہم لوگوں کو مفتی، شیخ الحدیث، شیخ التفسیر یا اور کچھ کہلانے کے لئے وہی بن کے دکھانا پڑتا ہے۔

پیر بابا کی اولاد کو بتانے کی ضرورت نہیں کہ ہم پیر بابا کی اولاد ہیں۔ پیر بابا کی اولاد میں اتنا کمال (نسبی، ازلی، اجدادی) ہونا چاہئے کہ وہ خاموش بیٹھے ہوئے ہوں تو بھی وہ پیر بابا کی اولاد نظر آئیں۔''

آج

آج سیّد پیر بابا کی اولاد تو ہزاروں نہیں لاکھوں کی تعداد میں سیّد ہیں۔ بلاشبہ اُن میں سینکڑوں کی تعداد میں اولیائے کاملین سیّد گزرے ہیں۔ اور کئی کامل سید موجود ہیں۔ اللہ ان کو سلامت رکھے۔ آمین

مگر

لیکن سچی کڑوی بات یہ ہے باچہ کلی اور پیر بابا کے اپنے علاقے میں ایسی تصویر نظر نہیں آتی۔ سیّدو! کچھ غور کرو! اپنی اصلاح کرو۔ اپنی فکر کرو! اپنی عزت بچاؤ تمہاری عزت روپے پیسے دھن دولت اور دُنیا کی نمود و نمائش میں نہیں ہے۔ تمہارے لئے جو میراث پیغمبر خدا چھوڑ گئے ہیں۔ اُسی میراث کو سنبھالے میں عزت ہے۔ وہ میراث ''علم'' ہے۔ علم میں عزت ہے۔ یہی نکتۂ حکمت ہے۔ علم وہی علم کہلائے گا جسے رسول پاک نے اپنی میراث فرمایا۔ وہی علم جب غیر سیّد کے پاس ہوگا تو اُسی کی عِزّت ہوگی۔

علم خُدا کے فضل سے ملتا ہے۔ اور خدا فضل 'پرہیز گار' کو ملتا ہے۔ افسوس کہ اکثر سادات کے گھرانوں کو دیکھ کر سخت بے چینی ہوتی ہے کہ یہ لوگ کیوں بھول گئے کہ ہم محمد رسول اللہ کے رشتہ دار ہیں۔ فقط (نقار خانے میں طوطی مِثل عارف)

لمحۂ فکریہ

(ایک خط اربابِ دانش کے نام)

خوش ذوق قارئینِ کرام! اور سنجیدۂ فکر صاحبانِ بصیرت السلام علیکم!

فقیر ناظری کو کامل یقین ہے کہ آپ نے گذشتہ صفحات پر سینکڑوں کے نام دیکھے ہوں گے۔ کہ جو علم و معرفت کے تابندہ ستارے تھے اور جو اپنے اپنے علاقے میں بغیر کسی شہرت طلبی کے گمنام رہ کر خدماتِ اسلام بجا لاتے رہے۔ چند گنے چنے علماء اور صالحین سادات نے پردۂ مستوری سے باہر آ کر بھی منصۂ شہود پر جلوہ گری فرمائی۔ مگر اُن زمانوں میں اُن علاقوں میں میڈیا سے دُور جو اسقدر بارشِ نور ہوتی رہی یہ سب کے سب پیر بابا کے سحابِ کرم کے قطرات نافعہ ہیں۔ یہ سب پیر بابا کے فیضان کی تجلّیات ہیں۔

آپ دیکھیں کہ پیر بابا کے بیٹے کس قدر قابلِ لائق ہونہار اور اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ کا مصداق اتم ہیں۔ ابھی تو بے شمار رہ گئے جو تحریر نہ ہو سکے ان ناموں اور علاقوں کو جو لکھے گئے ہیں پڑھو!

بار بار غور کرو!
فکر کرو!

سوچو!

اور بتاؤ! کہ پیر بابا کے سوا بھی پورے عالم اسلام میں کوئی ایسی ہستی نظر آتی ہے۔ جس نے اس اتنے سنگلاخ علاقوں میں اتنی محنت کے ساتھ کام کیا ہو۔ یہ بلاشبہ اور بلا تعصب پیر بابا کی انفرادیت ہے۔

آج

بھی پیر بابا کی اولاد میں ایسی نادر الوجود با برکت ہستیاں کافی و وافی موجود ہیں جو نام و نمود سے بے نیاز ہو کر محض رضائے الٰہی کی خاطر فیض بخش و نور بخش و گنج بخش ہیں۔

سوال یہ ہے کہ؟

دیکھئے کیا یہ قرآن کی سورۃ کوثر کی عملی تفسیر نہیں ہے؟ یہ الگ بات ہے کہ سادات کرام کے دیگر عظیم الشان خاندان اور انکے نام ایک الگ بہت بڑا ذخیرہ ہیں تفسیرِ کوثر کا۔ !!!

کیا یہ شان ''اعدائے پیر بابا'' دکھا سکتے ہیں؟

حالانکہ اُن کا دعویٰ ہے کہ ہم وحدت الوجودی مسلک پر عمل پیرا ہیں اور حق پر ہیں۔

اُن کا نام ونشان بھی مِٹ چکا ہے۔ مگر یہ بھی پیر بابا کے لئے اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الۡاَبۡتَرُ کا قرآنی فیض ہے۔

نہ زیاد کا وہ ستم رہا
نہ ''بایزید'' کی جفا رہی
رہا نام تو بس اک ''سیّد علیؒ''
جسے زندہ رکھے ہے تاریخ ہی
(شاعر بہ ترمیم)

پیر بابا کے مخالفین کو خوشخبری ہو کہ انہوں نے اپنا سر پھوڑنے کے لئے ایک ایسی چٹان کا انتخاب کیا ہے جس سے ٹکراتے ہی سر پاش پاش ہوجاتا ہے۔

پیر بابا کی اتنی کثیر اولاد ہے۔ ماشاء اللہ اتنے اتنے اولیاء ان کی اولاد میں سے گزرے ہیں۔ پیر بابا کون ہے؟ صرف ایک حسینی سیّد ہے۔ گلشنِ فاطمہ کے مہکتے ہوئے پھولوں کی صرف ایک کلی ہے۔

اس ایک سیّد کی یہ شان ہے تو بھلا پھر اندازہ لگایئے اُس حُسین کے نانا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ساری اولاد کا عالم کیا ہوگا۔ کیسے کیسے نگینے جڑے ہوں گے۔ کیسے کیسے پھول کھلے ہوں گے۔ یا اللہ تو جانے یا پھر تیرا نبی جانے۔

داتا گنج بخش ہیں تو سیّد ہیں۔ شاہ محمد غوث ہیں تو سیّد ہیں۔

امام بَری ہیں تو سیّد ہیں۔ غوثِ پاک ہیں تو سیّد ہیں۔ پیر مہر علی شاہ ہیں تو سیّد ہیں۔ بہاء الدین نقشبند ہیں تو سیّد معین الدین غریب نواز چشتی ہیں تو سیّد ہیں۔ رفاعی ہیں تو سیّد ہیں شاذلی ہیں تو سیّد ہیں جدھر دیکھو اُدھر سیّد ہی سیّد ہیں۔ اونچے ہیں تو سیّد ہیں۔ اعلیٰ ہیں تو سیّد ہیں ارفع ہیں تو سیّد ہیں۔ یہ سب رسول اللہ کے پھول ہیں۔ پھول ہیں تو یہ پھر وَاعۡلَمُوۡا اَنَّ فِیۡکُمۡ رَسُوۡلَ اللّٰهِ کی عملی تفسیر ہیں۔ حضور کا فیض ہیں۔

اس لئے؟

اسے اربابِ علم و دانش! آپ کو پیر بابا کے بارے میں کلام کرتے ہوئے۔ اُسی عقیدت اور محبت کا اظہار کرنے کی پابندی اختیار کرنی چاہیئے جو اس مادیت زدہ ماحول سے پہلے موجود تھی۔

وقت وہ نہ رہا تو یہ بھی نہیں رہے گا۔ مگر تمہارا ادب یاد رہے گا۔

اپنے بزرگوں کا ادب کرو! اور ادب کرواؤ! کل تمہارا بھی ادب ہوگا۔ وہ جنہوں نے تم تک ادب پہنچایا! تم آگے تک وہ تمیز پہنچاؤ۔ آج کے جدید دور کی سہولیات اُنہیں اگر میسر ہوتیں تو وہ بزورِ بازو وہ کام کر دکھاتے جو تم نہ کرسکے۔

حق کا دعوی کرنے سے حق پر ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ حق خود بتاتا ہے کہ میں کس کے ساتھ ہوں۔ زمانے نے کروٹ بدلی حق نے بتادیا کہ میں عیاش اور ظالم بے ادب بایزید انصاری کے ساتھ نہیں ہوں۔ بلکہ متقی رحم دِل با ادب پیر بابا کے ساتھ ہوں۔ حق جہاں ہوتا ہے وہاں سچ ہوتا ہے۔ اور قرآن کا حکم یہ ہے کہ

وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ.

اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

والسلام

فقیر ناظری، کراچی

ترتیب شجرہ جات

نوٹ :۔ حضرت آدم علیہ السلام تا جانِ دوعالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ شجرہ کتاب کے شروع میں گزر چکا ہے۔

۱ شجرہ نسب پیر بابا تا حضور نبی کریم ﷺ 467

۲ شجرہ شریف موجودہ سجادہ نشین دربارِ عالیہ پیر بابا رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ 468

۳ شجرہ شریف مولف کتاب ہٰذا حضرت علامہ ڈاکٹر پیر سید عبدالاحد شاہ صاحب سیفی سوات 469

۴ شجرہ شریف قطب وقت الحاج پیر سیّد محمود شاہ صاحب صدری، پشاور 470

۵ شجرہ شریف بندۂ نواز حضرت قبلہ الحاج پیر سیّد محمد فیروز شاہ صاحب قاسمی ترمذی

۶ شجرہ شریف مفتی پیر سیّد محمد عارف شاہ صاحب اویسی، نقشبندی، قادری، چشتی

۷ شجرہ جات شریف دیگر دستیاب خاندان سادات از اولاد اشراف سیّدی پیر بابا ؓ

شجرہء نسب مبارک نام حضرت پیر بابا

تا حضور نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ ؐ

حضرت پیر سید **محمد نور بخش** ㉘ رحمۃ اللہ علیہ	حضرت پیر سید **جعفر المعروف یوسف نور** ㉙ رحمۃ اللہ علیہ	حضرت پیر سید **احمد نور** ㉚ رحمۃ اللہ علیہ	حضرت امیر نظر بہادر مرزا **سید قنبر علی** ㉛ رحمۃ اللہ علیہ	غوث خراسان بابائے سرحد سید علی غواص ترمذی المعروف **پیر بابا** رحمۃ اللہ علیہ ㉜
حضرت پیر سید **احمد بیغم** ㉗ رحمۃ اللہ علیہ	حضرت پیر سید **احمد علی شاہ بداق** ㉖ رحمۃ اللہ علیہ	حضرت پیر سید **احمد مشتاق شاہ** ㉕ رحمۃ اللہ علیہ	حضرت پیر سید **شاہ ایوب ابوتراب** ㉔ رحمۃ اللہ علیہ	حضرت پیر سید **حمید الدین** ㉓ رحمۃ اللہ علیہ
حضرت پیر سید **عمر** ⑱ رحمۃ اللہ علیہ	حضرت پیر سید **جعفر شاہ** ⑲ رحمۃ اللہ علیہ	حضرت پیر سید **عثمان شاہ** ⑳ رحمۃ اللہ علیہ	حضرت پیر سید **اسحاق شاہ** ㉑ رحمۃ اللہ علیہ	حضرت پیر سید **محمود شاہ** ㉒ رحمۃ اللہ علیہ
حضرت پیر سید **محمد شاہ** ⑰ رحمۃ اللہ علیہ	حضرت پیر سید **حسام الدین شاہ** ⑯ رحمۃ اللہ علیہ	حضرت پیر سید **شاہ ناصر خسرو** ⑮ رحمۃ اللہ علیہ	حضرت پیر سید **جلال الدین گنج العلم** (مورث اعلیٰ سادات بخاری) ⑭ رحمۃ اللہ علیہ	حضرت پیر سید **امیر علی شاہ** ⑬ رحمۃ اللہ علیہ
حضرت پیر سید **امام محمد تقی** ⑧ رحمۃ اللہ علیہ	حضرت پیر سید **امام علی نقی** ⑨ رحمۃ اللہ علیہ	حضرت پیر سید **محمد شاہ** ⑩ رحمۃ اللہ علیہ	حضرت پیر سید **محمود مکی شاہ** ⑪ رحمۃ اللہ علیہ	حضرت پیر سید **عبدالرحیم شاہ** ⑫ رحمۃ اللہ علیہ
حضرت پیر سید **امام علی رضا** ⑦ رحمۃ اللہ علیہ مشہدی	حضرت پیر سید **امام موسیٰ کاظم** ⑥ رحمۃ اللہ علیہ	حضرت پیر سید **امام جعفر صادق** ⑤ رحمۃ اللہ علیہ	حضرت پیر سید **امام محمد باقر** ④ رحمۃ اللہ علیہ	حضرت پیر سید **علی زین العابدین** ③ رحمۃ اللہ علیہ
رحمۃ للعالمین **حضرت محمد** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	خاتونِ جنت حضرت بی بی **سیدہ فاطمہ** سلام اللہ علیہا (زوجہ) کرم اللہ وجہہ الکریم مولا علی مشکل کشا **علی المرتضیٰ** ①			حضرت پیران پیر دستگیر شہید وفا سید الشہداء **امام حسین** علیہ السلام ②

نوٹ:۔ اسکے بعد تمام **اولادِ پیر بابا** کے شجرہ جات پیر بابا علیہ الرحمۃ یا انکی اولاد کے ناموں تک لائے جائیں گے آگے **اُن سب** کا یہی شجرہ نسب ہے جو کہ مندرج ہو چکا ہے۔ فقط

شجرہ نسب موجودہ سجادہ نشین پیر باباؒ

سراپا حُسن اخلاق، حضرت قبلہ و کعبہ، الحاج حُسین شاہ بادشاہ اطال اللہ بقاۂ 2002ء

المعروف باچہ صاحب دربار پیر بابا بونیر سوات پاکستان

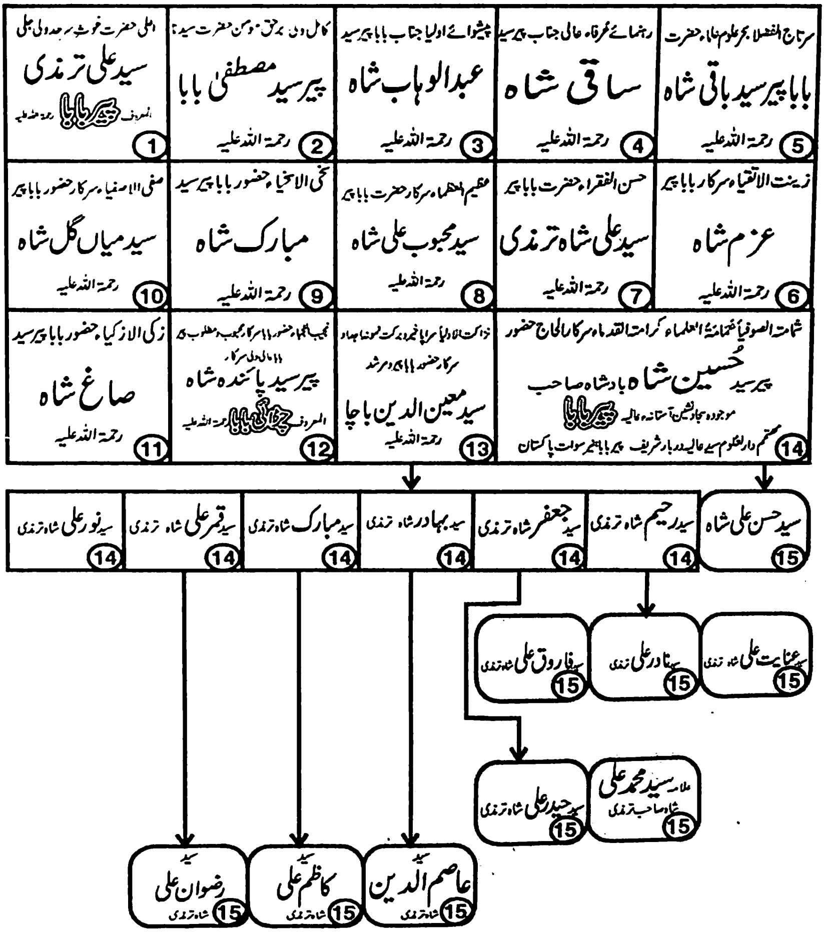

سرتاج الفضلا بحر علوم علماء حضرت
بابا پیر سید باقی شاہ
رحمۃ اللہ علیہ ⑤

رہنمائے عرفاء عالی جناب پیر سید
ساقی شاہ
رحمۃ اللہ علیہ ④

پیشوائے اولیا جناب بابا پیر سید
عبدالوہاب شاہ
رحمۃ اللہ علیہ ③

کامل ولی برحق مومن حضرت سید
پیر سید مصطفیٰ بابا
رحمۃ اللہ علیہ ②

اعلیٰ حضرت غوث سرحد ولی جلی
سید علی ترمذی
المعروف پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ ①

زینت الاتقیاء سرکار بابا پیر
عزم شاہ
رحمۃ اللہ علیہ ⑥

حسن الفقراء حضرت بابا پیر
سید علی شاہ ترمذی
رحمۃ اللہ علیہ ⑦

عظیم العلماء سرکار حضرت بابا پیر
سید محبوب علی شاہ
رحمۃ اللہ علیہ ⑧

نخی الاخیاء حضور بابا پیر سید
مبارک شاہ
رحمۃ اللہ علیہ ⑨

صفی الاصفیاء سرکار حضور بابا پیر
سید میاں گل شاہ
رحمۃ اللہ علیہ ⑩

شامت الصوفیاء عمامۃ العلماء کرامت القدماء سرکار الحاج حضور
پیر سید حُسین شاہ بادشاہ صاحب
موجودہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ پیر بابا
مہتمم دار العلوم سیے عالیہ دربار شریف پیر بابا بنیر سوات پاکستان ⑭

ذاکت الاولیا سراپا خیر و برکت نمونہ اجداد
سرکار حضور بابا جی و مرشد
سید معین الدین باچا
رحمۃ اللہ علیہ ⑬

نجیب النجباء حضور بابا سرکار محبوب و مطلوب کے
بابا ولی سرکار
پیر سید پائندہ شاہ
المعروف چھوٹے بابا رحمۃ اللہ علیہ ⑫

زکی الازکیاء حضور بابا پیر سید
صاغ شاہ
رحمۃ اللہ علیہ ⑪

سید حسن علی شاہ ⑮
سید رحیم شاہ ترمذی ⑭
سید جعفر شاہ ترمذی ⑭
سید بہادر شاہ ترمذی ⑭
سید مبارک شاہ ترمذی ⑭
سید قمر علی شاہ ترمذی ⑭
سید نور علی شاہ ترمذی ⑭

سید عنایت علی شاہ ترمذی ⑮
سید نادر علی ترمذی ⑮
سید فاروق علی شاہ ترمذی ⑮

علامہ سید محمد علی شاہ صاحب ترمذی ⑮
سید حیدر علی شاہ ترمذی ⑮

سید عاصم الدین شاہ ترمذی ⑮
سید کاظم علی شاہ ترمذی ⑮
سید رضوان علی شاہ ترمذی ⑮

کوڈ نمبر

دربار عالیہ پیر بابا کا فون نمبر 0939-520379

شجرہ نسب صاحب تالیف کتاب ''تذکرہ سادات''

جناب حضرت علامہ ڈاکٹر پیر سید **عبدالاحد** شاہ صاحب سیفی چشتی نقشبندی نقوی ترمذی

آستانہ عالیہ، مسلم آباد، نصرت روڈ۔ کالا کلے۔ کبل۔ سوات پاکستان

حضرت سیدنا ابدالِ زمانہ ولی کامل پیر سید محمد **حسن** شاہ ترمذی نقوی رحمۃ اللہ علیہ ③	حضور قطب زمانہ خوشبوئے اولیاء سیدنا پیر سید محمد **مصطفیٰ** بابا ترمذی نقوی رحمۃ اللہ علیہ ②	اعلیٰ حضرت غوثِ زمانہ سیدنا حضور سید محمد علی شاہ ترمذی المعروف **پیر بابا** رحمۃ اللہ علیہ ①
اعلیٰ حضرت آلِ رسول پیر سید **حسین** شاہ ترمذی نقوی رحمۃ اللہ علیہ ④	اسم بامسمیٰ حضور سیدنا پیر سید **ابدال** شاہ نقوی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ⑤	شہنشاہِ زمانہ، تاجدارِ اصفیاء حضور قبلہ پیر سید **گلاب** شاہ ترمذی نقوی المعروف **ترورنو بابا** رحمۃ اللہ علیہ ⑥
سردارِ اولیاء حضور سیدنا پیر سید **جمال** شاہ نقوی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ⑨	کمال اولیاء سیدنا بابا پیر سید **مستان** شاہ نقوی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ⑧	حضور بُرہان الواصلین سرکار پیر سید **جلال** شاہ ترمذی نقوی المعروف میاں بابا کالا کلے رحمۃ اللہ علیہ ⑦
حضور سیدنا بابا پیر سید **سکندر** شاہ نقوی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ⑩	حضور سیدنا بابا پیر سید محمد **عیسیٰ** شاہ نقوی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ⑪	حضور بابا پیر سید **بشر قادری** نقوی ترمذی المعروف شیخ پاچا رحمۃ اللہ علیہ ⑫

فخرِ سادات، مولف کتاب

حضور پیر سید **عبدالاحد** شاہ درویش

نقوی ترمذی سیفی

⑬

صاحبزادہ پیر سید **محمد باقر** شاہ سیفی ترمذی نقوی ⑭	صاحبزادہ پیر سید **محمد حیدر** شاہ سیفی ترمذی نقوی ⑭	صاحبزادہ پیر سید **ناصر** شاہ سیفی ترمذی نقوی ⑭	صاحبزادہ پیر سید **صفدر** شاہ سیفی ترمذی نقوی ⑭	صاحبزادہ پیر سید **نعیم انور** شاہ سیفی ترمذی نقوی ⑭	صاحبزادہ پیر سید **عرفان اللہ** شاہ ترمذی نقوی ⑯

شجرہ شریف

قُطب وقت الحاج پیر سید محمود شاہ ترمذی

صدری نقشبندی قادری مجددی نقوی

حضرت پیر سید **شاہ جمال** رحمۃ اللہ علیہ ④	حضرت بابا پیر سید **عبدالوہاب** رحمۃ اللہ علیہ ③	حضرت سرکار پیر سید **مصطفٰی بابا** رحمۃ اللہ علیہ ②	غوث خراسان سید **علی** غواص ترمذی معروف **پیر بابا** رحمۃ اللہ علیہ ①
حضرت پیر سید شاہ **مرتضٰی** رحمۃ اللہ علیہ ⑤	حضرت پیر سید **جلال بابا** رحمۃ اللہ علیہ ⑥	حضرت پیر سید **شاہ نسیم** رحمۃ اللہ علیہ ⑦	حضرت پیر سید **قبول شاہ** رحمۃ اللہ علیہ ⑧
قُطب وقت الحاج پیر سید **محمود شاہ** ترمذی صدری نقشبندی قادری مجددی نقوی ⑫	حضرت پیر سید **عنایت شاہ** رحمۃ اللہ علیہ ⑪	حضرت پیر سید **شیر شاہ** رحمۃ اللہ علیہ ⑩	حضرت پیر سید میر **احمد علی** شاہ رحمۃ اللہ علیہ ⑨

↓

حضرت پیر سید محمد **معصوم** شاہ ترمذی نقوی نقشبندی ⑬	الحاجہ معترمہ زائرۂ چہرۂ والضُّحٰے سیدہ ولیہ بی بی **صدیقہ** محمود ⑬	سید **فاروق** شاہ ترمذی ایبٹ آباد جھنگی سیداں ⑬

↓

سیدہ **عائشہ** بی بی ترمذیہ ⑭	سید محمد **طیب** شاہ ترمذی ⑭	سید محمد **قاسم** شاہ ترمذی ⑭	سید محمد **طاہر** شاہ ترمذی ⑭

↓

سید محمد **امین** شاہ ترمذی ⑭	سیدہ **ثمن** بی بی ⑭	سیدہ **سارہ** بی بی ⑭

بانگِ رحیل

جنکے پاس شجرہ شریف نہیں ہے اور وہ اولادِ پیر بابا میں سے ہیں تو وہ کیا کریں؟

صفحہ ہٰذا کی یہ بانگِ رحیل ان سادات کے لئے ہے جو اولادِ پیر بابا ہیں۔ اور انکے پاس شجرہ شریف نہیں ہے۔ یہ بات یاد رکھیں شجرہ شریف کا موجود ہونا ''سیّد'' ہونے کے لئے لازمی نہیں ہے اور شرعی طور پر بھی ایسا ضروری نہیں ہے۔ کہ جس ''سیّد'' کے پاس شجرہ نہ ہو۔ اُسے سادات کی صف سے خارج کردیا جائے۔ بلکہ علمائے امتِ مسلمہ نے صحیح ''سیّد'' ہونے کے لئے علاقے کے بزرگوں اور معززین علاقہ میں اُس کی شہرت سیّدزادہ ہونا ہی کافی قرار دیا ہے۔ علاقہ کے معتمد بزرگ اور با ادب مسلمان متقی اگر گواہی دیدیں کہ اس شخص کے آباؤاجداد ہمارے سننے میں سادات ہی آئے ہیں تو وہ شخص بلاشبہ ''سیّد'' ہے۔

اب وہ سیّد کہ جسکے پاس شجرہ نسب موجود ہے اور وہ کہ جسکے پاس شجرہ نسب موجود نہیں ہے۔ دونوں برابر ہیں۔ مگر فرق یہ ہے جسکے پاس صحیح شجرۂ نسب موجود ہے وہ افضل ہے۔ اب وہ لوگ کے جنکے شجرہ نہیں مگر وہ اپنا شجرہ مرتب کرانا چاہتے ہیں۔ تو درجِ ذیل اصول اس سلسلے میں ملحوظ کرکے کوشش کریں۔ اگر وہ صحیح سیّد ہیں تو پھر ان کا شجرہ انہیں ضرور مل جائے گا۔ پہلا اُصول یہ ہے۔

ا ہر صدی کی تین پشتیں ہوتی ہیں۔ اپنی صدی کی تین پشتوں اور ان کی اولادوں سے عموماً تعارف ہوتا ہے۔ اگر نہیں تو انہیں تلاش کریں اُن سے ملیں۔ حالات معلوم کریں۔ آپ کو گذشتہ صدی کے تینوں اجداد و اولاد کا حال بھی معلوم ہوجائے گا۔ اس طرح آپ کو اپنی چھ پشتیں مل جائیں گی۔ اب اُس سے اوپر تحقیق ذرا مشکل ہے۔ لیکن آسان اِس لحاظ سے ہے کہ اُس دور میں جنگ و جہاد کے کارناموں کے باعث لازمی امر یہ ہے کہ پیر بابا کی اولاد کسی نہ کسی کارنامے کے لحاظ سے مشہور ہوگی۔ اُس شہرت سے آپ کو پتہ لگانا نہایت آسان ہے کہ وہ تین پشتیں کہاں سے آئیں اور کون تھیں؟ پھر اور آگے اگلی صدی تو پیر بابا کی اپنی بن جاتی ہے وہ سب کو معلوم ہے۔ اس طرح اپنا شجرہ تلاش کرنا آسان ہے اگر آپ دنیاداری اور روپے پیسے کی ہوس سے باہر نِکل کر تھوڑا سا غور کریں۔

۲ پیر بابا کی اولاد ہو یا سادات کی نسل سے کوئی خاندان بھی ہو یہ اس فقیر ناظری کی تحقیق ہے کہ تین نسلوں میں کوئی ایسا شخص ضرور گزرتا رہا ہے۔ جس نے اپنے دور کے خاندان کو یا سادات کے ناموں کو مرتب کیا ہوتا ہے۔ میری تحقیق کے مطابق یہ تقریباً ہر سیّد خاندان میں ہے۔ چاہے وہ کاظمی ہو گیلانی ہو بخاری ہو ترمذی ہو مشہدی ہو کوئی بھی ہو۔

آپ غور کریں تین چار پشتوں میں سے ایک نام آپ کو ضرور مل جائے گا۔ جس نے نسب کی حفاظت کے سلسلے میں شجرے کو ترتیب دیا تھا۔ یا کوئی قابلِ ذکر کوشش کی تھی یہ معجزہ ہے رسولِ پاک کا اور قدرتِ خداوندی ہے جو آلِ رسول ﷺ کے ساتھ ہر دور میں مدد کرتی رہی ہے۔

پس آپ جب اس انداز سے اپنے خاندان سے معلومات حاصل کرنے کی صحیح کوشش کریں گے تو آپ کو ایسی ہستی مل جائے گی۔ جس نے شجرہ جات جمع کئے ہوں گے وہاں سے آپ کو اپنی پشت کا پتہ چلانا اور آسان ہو جائے گا۔ اس طرح اس دوسرے اصول کے تحت بھی آپ اپنا شجرہ نسب تحریر کر سکتے ہیں۔

پیر بابا کی اولاد مبارکہ اس سلسلے میں نہایت قابلِ صد تحسین ہے کہ ان کے آباؤ اجداد میں ایسے افرادِ جلیلہ گزرتے رہے جو شجرۂ نسب کی حفاظت کے سلسلے میں ٹھوس کام کرتے رہے۔

وہ سب روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں۔ صرف آپ کی ہلکی سی کوشش درکار ہے۔ دورِ حاضر میں اس کی مثال سے سرحد کے اکثر علاقے بھرے پڑے ہیں۔

قطبِ وقت سیّد محمود شاہ ترمذی پیر بابا کے خاندان میں اور سیّد محمود شاہ محدث ہزاروی کاظمی سادات کے خاندادن میں۔ اور سیّد نصیر الدین نصیر گیلانی خاندان میں علیٰ ہذا القیاس ہیں۔ یہ موجودہ کتاب خود اس پر دلیل ہے۔ سیّد عبدالاحد شاہ صاحب اور فقیر ناظری کی سعی اللہ قبول فرمائے۔ آمین

۳ اگر آپ کسی عالمی مشہور بزرگ کی اولاد سے ہیں۔ مثلاً غوثِ پاک، پیر بابا شاہ محمد غوث، تو پھر آپ کو حضور ﷺ تک شجرہ تلاش کرنے کی محنت نہیں کرنی پڑے گی۔ آپ صرف اُس بزرگ تک 8/10/12 زیادہ سے زیادہ 14 تک اس سے زیادہ نہیں۔ بس آپ کو یہ تلاش کرنی ہیں۔ اگر آپ صحیح سیّد ہیں تو یقیناً مِل جائیں گی۔ اور پیر بابا یا غوثِ پاک، غریب نواز سے اُوپر جانِ دوعالم ﷺ تک سلسلہ سب کو معلوم ہے اور لکھا ہوا ہے۔

اب یہ تھوڑی سی محنت ہے آپ اگر یہ بھی نہ کریں تو کل کلا کوئی غیر سیّد اٹھ کر آپ کا سادات میں سے ہونے کا انکار کردے یا آپ کو کسی پریشانی میں ڈال دے تو پھر بتایئے قصور کس کا؟

انتباہ: بعض نام نہاد لوگ جو سیّد ہوتے ہی نہیں۔ کسی اور قوم سے یا پست ذہنیت سے ہوتے ہیں۔ اپنی پیری کی دکان چمکانے کے لئے یا کسی سیّدزادی سے نکاح کرنے کے لئے یا کسی اور سِفلی مقصد کے لئے اپنے آپ کو سیّد مشہور کردیتے ہیں۔ یا آج کے جدید دور کے میڈیا کی طاقت کے ذریعے شاہ صاحب، میر صاحب سیّد صاحب اور پیر جی کے القابات اختیار کروا کر اپنے آپ کو سیّد مشہور کروادیتے ہیں۔ اور جھوٹ موٹ کے شجرۂ نسب بھی رکھتے ہیں اور سادات سی عزت کے خواہاں رہتے ہیں۔ وہ لوگ سخت دھوکے میں ہیں۔ ایسے لوگ اصل سادات کے مرتبے کو نہ پاسکتے ہیں نہ گھٹا سکتے ہیں۔ کوا اپنے آپ کو شاہین کہلواتا پھرے پرواز میں برابری تو نہیں کرسکتا۔

مخلوق کی آنکھوں میں مٹی ڈالنے والے خالق سے تو چھپ نہیں سکتے۔

پرواز ہے دونوں کی اِسی ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور
الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن
مجاہد کی اذاں اور ملا کی اذاں اور

ایک واقعہ: ہمارے ہاں صوبہ سرحد کے دَورِ قضا کا واقعہ ہے جب قاضی لوگ فیصلے کیا کرتے تھے۔ ایک موچی یا ترکھان کے پیشے سے تعلق رکھنے والے ایسے ہی کسی قوم کا فرد تھا۔ اُس نے ایک صحیح سچے ''سیّد'' کے خلاف دعویٰ کردیا کہ یہ سیّد نہیں ہے۔ میں خود سیّد ہوں۔

صاف ظاہر ہے جو کہ صحیح سچا سیّد تھا اُسکے حق میں سارا علاقہ گواہی دینے کے لئے آ گیا۔ عدالت لگ گئی۔ اُس موچی یا ترکھان سے سیّد کا دعویٰ کرنے والے جُھوٹے شخص کو بھی علاقے کا ایک نہایت معتبر آدمی گواہی دینے کے لئے مِل گیا۔

عدالت نے نہایت حیرانگی سے پوچھا کہ آپ اس شخص کے حق میں کیسے گواہی دیتے ہیں کہ یہ صحیح سید ہے؟

اُس معتبر اور معزز آدمی نے جواب دیا کہ جنابِ والا میری دلیل یہ ہے کہ وہ صحیح سیّد صاحب جو ہیں اُنکے بارے میں تو ہمارے آباؤاجداد بتاتے آئے ہیں کہ وہ آلِ رسول ہیں۔ سیّد ہیں۔ ہم سُنتے آئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ہم نے دیکھا نہیں۔

لیکن یہ موچی صاحب تو بلکل صحیح سیّد ہیں اسلئے کہ ہم نے ان کو اپنی آنکھوں کے سامنے سیّد بنتے دیکھا ہے۔

قاضی صاحب ہنس پڑے اور اُس موچی کو سخت تنبیہ فرمائی اور آئندہ سے اپنے نام کے ساتھ ''سیّد'' کا لفظ ہٹانے کا حکم دے دیا۔ اور صحیح سیّد صاحب عزت و احترام کے ساتھ واپس تشریف لائے۔

اس واقعہ سے میں یہ کہتا ہوں کہ آج کل بھی ایسے آنکھوں دیکھے سیّدوں کی فصل اُگ پڑی ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

سرحد پار کرکے آئے جیّد ہوگئے
کتنے کم ذات تھے وہ ''سیّد'' ہوگئے

لٰہذا ایسے جعلی سیّدوں کو بے نقاب کرکے معاشرے میں اُن کو سب کے سامنے ذلیل کرنا چاہئے تاکہ وہ ائندہ ایسی حرکت نہ کریں۔

سیّد کی یہ پہچان ہے کہ ہے چہرہ پر نور
جھوٹا ہو اگر گورا تو رہتا ہے وہ بے نور

پس چہ باید کرد؟

جنکے پاس شجرۂ نسب موجود ہے اور وہ اس کتاب میں طبع نہیں ہوسکا تو وہ کیا کریں؟

۱ آپ کے لئے آئندہ ایک صفحہ کتاب کا خالی ہے اُس پر اپنا شجرہ شریف کسی خوش خط کاتب سے لکھوا کر یا کمپیوٹر سے کمپوز کروا کر لگا دیں۔

۲ اپنے شجرہ کی فوٹو کاپی خوش خط صاف باترتیب بہترین اور اچھی سی ہمیں بھیج دیں ہم اگلے ایڈیشن میں شائع کرنے کی بھرپور کوشش کریں گے۔

۳ آج جدید زمانہ ہے۔ ہر چیز مہنگی ہوگئی ہے۔ کاغذ مہنگا، کتاب مہنگی، کمپیوٹر مہنگا، ڈسک مہنگی تو ایسی صورت میں ہم کیا کریں۔ اگر کتاب کا **دوسرا ایڈیشن** اس سے بھی زیادہ خوبصورت اور اہم مواد سے لبریز شجرہ جات سے مزین آپ چاہتے ہیں۔ تو پھر ہمارے ساتھ **مالی تعاون** تو کیجئے۔

افادہء عام

عام مسلمانوں کے لئے یہ کتاب کیسے مفید ہے؟

ایک عام مسلمان دوست جب اس کتاب کو دیکھے گا تو وہ یہ سمجھے گا کہ یہ تو علم الانساب کے حوالے سے اک تاریخی تذکرہ ہے۔ یا ایک بزرگ کی سوانح حیات ہے۔ نہیں نہیں! اسکے ساتھ ساتھ یہ اور بھی بہت کچھ ہے۔ آیئے آپ آپکو بتاؤں کہ یہ کتاب کیا ہے؟

۱۔ یہ کتاب قرآن مجید کی سورہ کوثر کی ایک اچھوتے انداز سے تفسیر ہے۔

۲۔ یہ کتاب آپکو بیک وقت ہزار ہا اولادِ رسول سادات کے ناموں کا دیدار کرواتی ہے۔

۳۔ اس میں سے آپ کو ہزار ہا ناموں کا انسائیکلوپیڈیا مل سکتا ہے۔ اور برکت پانے کے لئے آپ اپنے بچوں کے نام ان ناموں میں سے رکھ سکتے ہیں۔

۴۔ یہ کتاب آپ کو بہادری اور جُرات کی بے مثال داستانیں بتاتی ہے۔

۵۔ یہ کتاب زندہ رہنے کے لئے بہادری کے جوہر بتاتی ہے۔

۶۔ اس کتاب میں ولیوں کا ذکر ہے۔ آلِ رسول کا ذکر ہے۔ فرمان ہے کہ بزرگوں کے ذکر سے مُردہ دِل زندہ ہو جاتے ہیں۔ یہ کتاب دِل کی زندگی ہے۔

۷۔ فحش لٹریچر بے ہودہ کتابوں کے پڑھنے سے بہتر ہے کہ آپ اِس کتاب کا مطالعہ کریں جو آپ میں ایک مسلمان کا جیتا جاگتا دھڑکتا دِل بیدار پیدا کرے گی۔

۸۔ رسول اللہ کی عترت نے تاریخ میں کیسی کیسی قربانیاں پیش کی ہیں۔ یہ کتاب ایک شہزادآلِ رسول اور اسکی اولاد کا ذکر ہے آپ اندازہ لگائیں دوسرے سادات کی عظمت کا عالم کیا ہوگا۔

۹۔ اِس کتاب کو پڑھنا آپ کو نیکی پر استقامت عطا کرے گا۔

۱۰۔ اِس سے روحانی اور باطنی فیوضات پیر بابا آپ کو ملیں گے۔ تلک عشرۃ کاملہ۔

مہمیز شوق

پیر بابا پر ابھی کرنے کے کام بہت پڑے ہیں کوئی کرنے والا ہو تو ؟؟؟

باہمی معرکہ ہائے بایزید واخوند درویزہ کے علاوہ بھی پی ایچ ڈی کے لئے دیگر درج ذیل عنوانات ہیں۔

پیر بابا کی علمی اولاد؟

کون کون ہیں؟

کہاں کہاں ہیں؟

اور انہوں نے کیا کیا علمی کارنامے انجام دیئے ایک تفصیلی تذکرہ چاہیے۔؟

پیر بابا ایک کامیاب فاتح

پیر بابا کے اصول جہاد

طریق سپہ گری

اندازِ جہاں بانی وغیرہ امور پر تفصیلی تذکرہ چاہیے۔

پیر بابا دنیا و دین کے معرکوں کا حسین سنگم! سیاست و مذہب کے اُس دورِ انحطاط یا زوال یا عروج میں آپ نے کیسے اپنی روحانیت سے دونوں کو یکجا رکھا اور بہت کچھ کر دکھایا۔

پیر بابا ایک روحانی پُرکشش ہستی۔

برستی کرامات کی بارش کا دوسرا نام پیر بابا

علاقہ کوہستان میں پیر بابا کی عقیدت جبری طور سے نہیں پھیلائی گئی بلکہ پیر بابا کے اپنے کمالات زہد وتقویٰ ہیں۔ اُنکو پکارنے والا خالی نہیں رہتا۔

اسکے علاوہ کئی امور ہیں جن پر پشاور یونیورسٹی کو P.H.D. کے لئے جاگنا اور جگانا اور عمل کرنا چاہیے۔

کافرستان کو آج نورستان بنایا تو پیر بابا نے مگر کون ہے جو ادھر سوچے؟

فقط مفتی عارف شاہ

گزارش

عقیدتمندان پیر بابا سے گزارش!

۱۔ کیا آپ لوگوں کا یہی کام ہے کہ وہاں سے مُرادیں پوری کروا کر اُن کو اور ان کی تعلیمات کو بھول جانا؟

۲۔ کیا عقیدت مندی کا یہ تقاضا نہیں کہ ہم اُنکے دربار پر ایک عظیم الشان علمی روحانی اور سائنسی یعنی جدید و قدیم تقاضوں سے ہم آہنگ یونیورسٹی بنانے کی گورنمنٹ سے پُر زور سفارش کریں۔ جو جدید اسلامی اسکالر تیار کرے۔ اگر بہاء الدین ذکریا یونیورسٹی ہو سکتی ہے جو کہ بہت اچھی بات ہے۔ تو پھر سید علی یونیورسٹی۔ پیر بابا یونیورسٹی بھی ہو سکتی ہے۔ اور کچھ نہیں تو پیر بابا ریسرچ انسٹی ٹیوٹ بھی بن سکتا ہے یا صُوفیسٹک کالج آف اسٹڈیز کے نام سے وہاں ادارہ تحقیقاتِ اسلامی بن سکتا ہے۔

۳۔ کیا پیر بابا کا دربار محض چند رسومات مذہبیہ ادا کرنے کا ایک آستانہ ہے یا یہ آنے والے دور کو سیسہ پلائی ہوئی دیوار اسلام بنانے کا سنگ میل بھی ہے بصورتِ اول افسوس ہے بصورت ثانی کے لئے آپ نے کیا کیا؟ کیا کرنا چاہیے۔ کبھی غور فرمایا؟ پیر بابا کے دربار کے نذرانے سمیٹنے والوں کا کردار اگر خراب کیا ہے تو ہم نذرانہ دینے والوں نے کیا ہے اُن کو مال سمیٹنے سے ہٹ کر پیر بابا کی سیرت کو بھی اپنانا چاہیے۔ پیر بابا کا دربار محض ثقافتی مرکز بن کر رہ جائے گا۔ میلے جھمیلے اور بس۔

گیا صُوفی گئی روشن ضمیری
ہوس کی امیری ہوس کی فقیری
ہو بِکو نام جو قبروں کی تجارت کر کے
کیا نہ بیچو گے جو مِل جائیں صنم پتھر کے

پیر بابا کے مزار شریف پر آنے والا نذرانہ اسلام کی اشاعت، تفسیر قرآن کی تبلیغ، اور مسلک حق اہلسنت و جماعت کے فروغ کے لئے استعمال ہونا چاہیے مگر افسوس کہ وہ لوگ جو نذر و نیاز کے آج منکر ہو چکے ہیں۔ صحبتِ بد میں بیٹھ کر داڑھی مُنڈے اور سنت رسول سے دور ہو گئے ہیں۔ صرفِ پیٹ پوجا کے لئے سب کچھ سمیٹ کر لیجانا چاہیں۔ تو یہ نہایت غلط کام ہوگا۔ ارباب اختیار کو سوچنا چاہیے اور کچھ کر گزرنا چاہیے۔

ان گزارشات کا مقصد محض اصلاح ہے اور بالکل کوئی تعصب یا تنگ نظری نہیں ہے۔ اگر وہ لوگ اصلاح کر کے با ادب ہو جائیں تو ہمیں ان سے کوئی گِلہ نہیں ہے۔ مگر پیر بابا کی روح کی خوشی اسی میں ہے کہ اُن کے طرزِ عمل کے مطابق ہماری سیرت بھی ہو۔ انہون نے چلے کاٹے بھوک پیاس برداشت کی عیاشی کو لات ماری تقوٰی اختیار کیا گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ کیا ہم اُن کی کسی ایک ادا کو بھی ادا کر رہے ہیں یا کہ پھر بقولِ اقبال:۔

وضع میں تم ہو نصارٰی تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

اِس لئے فقیر عارف کی یہ دردمندانہ التجا ہے کہ از راہِ کرم آپ لوگ پیر بابا کے دربار کو ایک عظیم دربارِ طریقت و معرفت برنگِ شریعت بنائیں۔ اُنکی رُوح بھی اِسی بات میں خوش ہوگی کہ کوئی عملی قدم اٹھایا جائے اور صحیح رہنمائی کی جائے۔

فقط آستانہ شریف اویسہ کراچی

صفحۂ سادات

آل رسول سادات کے کسی بھی خاندان سے تعلق رکھنے والے افراد جنکے پاس شجرہ شریف صحیح ہے۔ اور موجود ہے اور طبع نہیں ہوسکا وہ یہاں خوشخط کمپوز کروا کر لگائیں۔ شکریہ۔

نوٹ: اس کتاب کے اندر آپ پڑھ چکے ہیں کہ شاہ نسیم کے دوسرے فرزند شاہ قبول ہیں آپ پھر غور کریں کہ اُنکے فرزند میر احمد علی شاہ ہیں اور انکے فرزند سید امیر شاہ ہیں اور ان کے فرزند سید عبداللہ شاہ ہیں اس صفحے پر ان کا ذکر خیر ہو رہا ہے۔

جدِّ امجد حضور سیدی بابا پیر سید **عبداللہ** شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مزار مبارک جھنگی سیداں ایبٹ آباد صوبہ سرحد، پاکستان

نوٹ

پانچ صاحب زادے تھے

جناب حضرت سید عبداللہ شاہ صاحب کے پانچ صاحب زادے تھے۔ جن کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

①

جناب حضرت بابا پیر سید **انور** شاہ صاحب ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (مزار شریف جھنگی سیداں)

②

جناب حضرت بابا پیر سید **حسین** شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مزار شریف بفہ نوخارہ بمقام مانسہرہ صوبہ سرحد پاکستان

③

حضرت قطب عالم، ولی الاولیا، مجسمہ کرامات سیدی مخدوم بابا پیر **اکبر** شاہ صاحب ترمذی قادری کنگروی نقشبندی مجددی رحمانی رضی اللہ عنہ مزار مبارک دوبندی شریف ضلع ہری پور

④

حضرت بابا پیر سید **حسن** شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مزار شریف جھنگی سیداں

⑤

حضرت بابا سید شاہ **لطیف** ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (جھنگی سیداں)

حضرت سید عبداللہ شاہ صاحب ترمذی پانچ بیٹیوں میں سے پہلے بیٹے کی اولاد یہ سب آج بھی جھنگی سیداں ایبٹ آباد میں رہتے ہیں۔

حضرت بابا پیر سید **انور** شاہ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ابنِ سید عبداللہ شاہ صاحب

جناب سید منور شاہ صاحب ترمذی	جناب سید نذر حسن شاہ صاحب ترمذی

یہ صفحہ ان دونوں کی اولادوں کے لئے ہے۔ اپنے نام یہاں تحریر فرمائیں

حضرت سید عبداللہ شاہ صاحب ترمذی کے دوسرے صاحب زادے کی اولاد

حضرت بابا پیر سید حسین شاہ صاحب ترمذی رحمۃ اللہ علیہ مزار مبارک بفہ نوخارہ مانسہرہ

جناب بابا سید سلیمان شاہ صاحب ترمذی کنگروی نقشبندی مجددی

سید جمال شاہ ترمذی
سید بصیر شاہ ترمذی
سید شبیر شاہ ترمذی
سید نصیر شاہ ترمذی
سید سعید شاہ ترمذی
سید منیر شاہ ترمذی
سیدہ آمنہ بی بی زوجہ سید اختر شاہ صاحب گنجیاں کمالہ کوٹ نجیب اللہ
سیدہ صفیہ بی بی

سید عالی شاہ ترمذی

نوٹ:۔ بفے والے چاچا جی یعنی سید سلیمان شاہ صاحب پیر صاحب کنگروی بابا جی سرکار کے خاص مُرید ہیں۔ انہوں نے ان کی بہت ساری کرامات دیکھی ہیں۔ خود بھی یہ بہت باادب اور نہایت محبت والے انسان ہیں اللہ کریم نے ان کو نیک اولاد سے نوازا ہے۔ عارف

تعارف

الحاج شمس العابدین پیر کامل سید محمد شاہ صاحب
نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ (مزار شریف دو بندی ہری پور)

قدرت کا ایک خوبصورت شاہکار الحاج پیر سید محمد شاہ صاحب علیہ الرحمۃ تھے۔ آپ غوثِ زمان پیر سید اکبر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ آپ کی صورت مبارک کو دیکھ کر ہی کئی غیر مسلموں نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گئے آپ اعلیٰ اخلاق کے حامل تھے۔ آپ جادو بیان خطیب تھے۔ پاکستان آرمی میں بھی رہے۔ آپ کی ارادتِ طریقت دربارِ عالیہ محمدیہ گل رحمانیہ مجددیہ۔ بٹ دریاں شریف فیض آباد شریف مانسہرہ سے تھی۔ وہیں سے آپ مجاز و ماذون تھے۔ آپ اہلسنت و الجماعت صوبہ سرحد کے روح رواں تھے۔ وہابی دیوبندی اور نجدی لوگوں کے ساتھ آپ نے بڑے کامیاب مناظرے کر کے اُنہیں شکست فاش دی۔ آپ نے کئی مساجد تعمیر کروائیں۔ آپ کا دیدار کر کے دِل کو سکون ملتا تھا۔ آپ دلائل الخیرات شریف کے عامل تھے۔ آپ نے چاند کی روشنی میں صرف ایک رات میں ایک ٹانگ پہ کھڑے ہو کر پورا قرآن مجید پڑھا۔

آپ اپنے ہر مرید سے پیار کرتے تھے۔ لوگ آپ کو شیروان والے بابا جی کے پیارے سے لقب کے ساتھ یاد کرتے تھے۔ آپ کے ہاں امیر و غریب کا دُہرا معیار نہ تھا۔ آپ کا وسیع لنگر شریف سب کے لئے ایک طرح سے دراز رہتا تھا۔

کسی نے کبھی آپ کے ماتھے پر شکن نہ دیکھی تھی۔ مُسکراہٹ سے نُور برساتا ہوا چہرہ تھا۔ آپ نے دین کی تبلیغ کے لئے اپنا گھر بار چھوڑ کر تناول کے سنگلاخ علاقے شیروان شریف کی خوبصورت وادی میں مَسکن بنایا۔ آپ کے پیچھے جو شخص ایک بار نماز پڑھ لیتا تھا وہ آپ ہی کا ہو کر رہ جاتا تھا۔ کیا عجیب لطف و کیف تھا آپکی آواز میں۔ اللہ اللہ۔ ختم نبوت کے عقیدے کے پاسداری کے سلسلے میں اور رَدِّ روافض کے معاملے میں آپ نے عملی طور پر علمائے اہلسنت کے شانہ بشانہ دن

رات کام کیا۔ بڑے بڑے علماء مفتی اور پیر فقیر آپ کے در پر حاضری دیتے تھے۔ آپ کے اندر بناوٹ، تکلف تصنع اور دِکھاوا ہرگز نہیں تھا۔ آپ سادہ تھے۔ جدھر جاتے تھے ذکرِ خدا کی آواز بلند ہو جاتی تھی۔ لوگ آپ کا چہرہ مبارک دیکھ کر خود بخود ذکر الٰہی کرنے لگ جاتے تھے۔ آپ کی نظر میں تاثیر تھی۔ آپ کی دُعا میں اثر تھا۔

آپ جو کہتے تھے وہ ہو جاتا تھا۔ آپ کے اندر تقویٰ تھا۔ نُور تھا۔ جمال تھا۔ حُسن تھا۔ خوبی ہی خوبی تھی روحانیت کا پیکر تھے آپ۔

آپ پیر بابا کی اولاد میں سے ایسی باکمال ہستی تھے کہ آپ کو دیکھ کر اکثر یہ خیال گزرتا تھا کہ اگر آپ کی یہ شان ہے تو پیر بابا کا کیا عالم ہوگا۔ اپنے مرشد پر مر مٹنا اگر اِن کو آتا تھا تو مُرشد پاک بھی انکے بغیر عرس شریف کی سجی سجائی تقریب اُٹھا دیتے تھے جب یہ آتے تب محفل سجتی تھی۔

حضرت قبلہ عالم سید الاولیاء المحققین پیر محمد صاحب کنگروی رحمۃ اللہ علیہ اِن کی خاطر شیروان جیسی دور دراز جگہ کا سفر کر کے جاتے تھے۔ آپ کے نو (۹) صاحبزادوں میں سے تین بیٹے دین کے خدمت گار اور مسجد و مدرسہ سے قیل وقال رسول کی خاطر وابستہ ہیں اُن کے نام حضرت پیر سید فتح علیشاہ المعروف لالہ جی اور پیر سید افضل شاہ صاحب المعروف حافظ صاحب اور شمس الفقرآء جناب الحاج پیر سید صابر حسین شاہ صاحب ہیں۔

باقی اولاد کے نام شجرہ نسب میں اس کتاب کے دوسرے مقام پر موجود ہیں۔ آپ کی زندگی کا آخری دور چند آزمائشوں میں گزرا جس کے باعث آپ بیمار ہوگئے۔ آپ نے فیصلہ کیا کہ میں اب شیروان کو چھوڑ کر واپس ہری پُور اپنے والد گرامی غوثِ زماں پیر سید اکبر شاہ صاحب کے مزار شریف کے قریب آبائی آستانے پر قیام کرتا ہوں۔ تاکہ میرا آخری وقت وہیں پر آئے۔ اس نیت کے ساتھ آپ علالت کے دوران ہی نقل مکانی کر کے ایبٹ آباد پہنچے اور بغرض علاج جھنگی سیداں میں اپنے گذشتہ آبائی اعزہ کے ہاں ٹھہر گئے۔ اس دوران آپ نے اپنے ایک صاحبزادے سید نور الحسن شاہ کی شادی کا اہتمام فرمایا

دوسرے روز ہی آپ نے وصال فرمایا آپ کی نماز جنازہ دو جگہ ادا ہوئی۔ ایبٹ آباد میں اور پھر بعد ازاں ہری پور دو بندی میں ادا کی گئی۔ اپنے والدِ گرامی کے حضور آخری آرام گاہ میں پہنچ گئے۔ آج کل آپ کے ایک صاحبزادے الحاج پیر سید صابر حسین شاہ صاحب سجادہ نشین ہیں۔ یہ سن 2001ء ہے۔ اختصار کے پیشِ نظر اجازت (فقط عارف)

تو ہی تو ایک چیز تھا اس کائنات میں
اب تیرے بنا کون اندھیری رات میں

مختصر تذکرہ

تاجدارِ ہزارہ حضرت پیر سید اکبر شاہ رحمۃ اللہ علیہ (دوبندی شریف)

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کا فیض اتنی تیزی کے ساتھ جاری ہوا کہ جس طرف سے گذر گیا ادھر ہی سے روحانیت کے دریا بہاتا چلا گیا آپ کی روحانیت سے بھرپور فیض جب کہیاں شریف آزاد کشمیر میں پہنچا تو وہاں پہلے سے ہی اُس خیرات کرم کو اپنے دامن میں سمیٹنے والا موہڑہ شریف سے آیا ہوا ایک پُرکشش بابا بیٹھا ہوا تھا جن کو دُنیا خواجہ خواجگاں قاسم موہڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے جانتی ہے آپ کے دربار سے بے شمار لوگوں نے خدا کو پایا خدا والے ہو گئے ایک دن وہاں خواجہ عبدالرحیم باغ دروی گئے جاتے ہوئے ولی تھے آتے ہوئے غوثیت کے مقام سے نوازے گئے خواجہ عبدالرحیم باغدروی کے جمال پُر تاثیر کے بہت دیوانے تھے۔ اُن سے روحانیت کے وہ وہ سمندر مطلاطم ہوئے کہ عقل حیران ہے۔ مگر آپ خفتہ ذکر لوگ تھے۔ شہرت اور جائز ناموری سے بھی دور رہنے والے تھے جب آپ دنیا سے جانے لگے تو دنیا کو کنگر شریف کا تاجدار، خواجہ گل رحمان المعروف بادشاہ صاحب رضی اللہ عنہ جیسی عظیم ہستی دے کر گئے۔ اور بادشاہ صاحب اپنے وقت کے علمائے کرام کے درمیان مولوی صاحب کے لقب سے مشہور تھے اور ہزارہ اُن دنوں ایسی سرزمین تھا جہاں ہر سو علم کے پھول کھلے ہوئے تھے اُن پھولوں کے اندر بادشاہ صاحب ایک حسین گلاب تھے۔ اِس گلاب نے بھی جب اپنے اصلی گلشنِ جنت میں جا کر مہکنے کا پروگرام بنایا تھا تو ہمارے لئے خوشبو کے دو تازہ بہ تازہ جھونکے چھوڑ گیا ایک کا نام پیر محمد کنگروی تھا تو دوسرے پھول کا نام تاجدار ہزارہ یعنی سیدنا بابا اکبر شاہ رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ بابا پیر سید اکبر شاہ صاحب کرامات کی چلتی پھرتی تصویر تھے مگر خفتہ ذِکر اور خفتہ نظر ہو کر رہنے میں آپ کا ثانی کوئی نہ تھا۔ زہد و عبادت تقوٰی میں اُنکی مثال نہ تھی۔ وہ سید تھے تو ایسے سید تھے کہ سید بھی انہیں دیکھ کر سید کی شان پا جاتے تھے۔ وہ نور برساتا ہوا چہرا۔ وہ پھول برساتی ہوئی گفتگو پیار دیتا ہوا وجود ہدایت بانٹتا ہوا بیان روحانیت بخشتی ہوئی محفل حضور پاک علیہ السلام کی خدمت میں پہلی نظر میں پہنچا دینے والی ہستی فقیر درویش عالم عارف زاہد کامل مکمل ان سب چیزوں کو ایک وجود میں جمع کرو تو وہ میرے پیارے دادا جان حضرت بابا سید اکبر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا نام بن جاتا ہے۔ آپکے مزار شریف پر حاضری دینے سے مرادیں ملتی ہیں۔ آپ پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے قابلِ فخر ترندی فرزند تھے۔ آپ کا مزار شریف پاکستان میں صوبہ سرحد کے اندر ضلع ہری پور کے ایک مقام گاؤں دوبندی شریف نزد مکھن والی میں ہے۔

اللہ اللہ کا مزہ مُرشد کے میخانے میں ہے
دونوں عالم کی حقیقت ایک پیمانے میں ہے

سید عبداللہ شاہ صاحب کے تیسرے بیٹے کی پہلی اولاد

الحاج شمس العابدین، پیکر حسن و جمال سیدنا بابا پیر سید **محمد شاہ صاحب** المعروف شیروان والے بابا جی رحمۃ اللہ علیہ

مزار شریف دوبندی ضلع ہری پور صوبہ سرحد پاکستان (شیروان والے بابا جی)

صاحبزادے	صاحبزادیاں
جناب سید **فتح علی** شاہ صاحب ترمذی	صاحبزادی سیدہ **خاتون** بی بی زوجہ سید سلیمان شاہ صاحب انھنگی سیداں
جناب سید **افضل حسین** شاہ صاحب ترمذی	صاحبزادہ سیدہ **جنت بی بی** زوجہ سید مسعود شاہ صاحب کراچی
جناب سید **محمد قاسم** شاہ صاحب اویسی	صاحبزادی سیدہ **سعیدہ** بی بی
حضرت الحاج پیر سید **صابر حسین** شاہ صاحب موجودہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ دوبندی شریف	صاحبزادی سیدہ **حمیدہ** بی بی
صاحبزادہ سید **محمد عابد** شاہ صاحب ترمذی	صاحبزادی سیدہ **طاہرہ** بی بی
جناب سید **فیض الحسن** شاہ صاحب ترمذی	
جناب سید **نور الحسن** شاہ صاحب ترمذی	
جناب سید **زاہد الحسن** شاہ صاحب ترمذی	
جناب سید **شاہد الحسن** شاہ صاحب ترمذی	

نوٹ

جناب الحاج سید قاسم حسین شاہ صاحب اویسی مجرد زندگی گذار رہے ہیں ہم نے انہیں بہت زور لگایا توجہ دلائی کہ شادی سنتِ رسول ہے لیکن یہ اپنے حال سے مجبور ہیں۔ اس دنیا سے دور ہیں سراپا کیف و سرُور ہیں۔ سیالکوٹ میں ان کا قیام ہے۔ بڑے با کرامت ولی ہیں۔ باقی سب صاحب زادے بھی ذی شعور علم والے اور صاحب اولاد ہیں۔ عارف

پیر سید محمد شاہ صاحب شیروان والے باباجی کی اولاد مبارک کا شجرہ

آپ نے تین شادیاں کی تھیں جن کے اسماء مبارکہ یہ ہیں

سیدہ **نگینہ بی بی پاکھڑی** المعروف بھابی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا	سیدہ **صالح بی بی** (گیلانی)	بی بی صاحبہ والدہ خاتون بی بی

ان تینوں ازواج سے آپ کے ہاں اللہ تعالیٰ نے جو پھول کھلائے ذیل میں ان کی اولادوں کے اسماء کا ذکر کیا جاتا ہے۔

صاحبزادوں کی اولاد کا شجرہ شریف

جناب سید **فتح علی** شاہ صاحب ترمذی چار بیٹے دو بیٹیاں	جناب سید **قاسم حسین** شاہ صاحب اویسی (مجرد)	جناب سید **صابر حسین** شاہ صاحب ترمذی تین بیٹے تین بیٹیاں	جناب سید **عابد حسین** شاہ صاحب ترمذی	جناب سید **افضل حسین** شاہ صاحب (دو شادیاں فرمائی ہیں) جن سے دو بیٹے دو بیٹیاں	جناب سید **فیض الحسن** شاہ صاحب ایک بیٹا تین بیٹیاں
سیدہ **عابدہ بی بی** کانگڑا کالونی		سید **شمس العارفین** شاہ ترمذی	سیدہ **سائرہ** بی بی	سیدہ **طیبہ** بنت رابعہ رح	سید **معین الدین** ترمذی
سید **محمود** علی شاہ		سیدہ **عائشہ بتول**	سید **بلال** حسین شاہ ترمذی	سید **ابرار حسین شاہ** ترمذی بن رابعہ رح	سیدہ **بینش** بی بی
سید **احمد** شاہ		سید **حفیظ البرکات** شاہ ترمذی	سید **ارسلان** حسین شاہ ترمذی ان تینوں بچوں کی والدہ محترمہ کا اسم گرامی سیدہ طاہرہ جبین ہے جو کہ سید قدرت شاہ صاحب کی بیٹی ہے	سید **تقویم احسن** شاہ ترمذی	سیدہ **عروج** فاطمہ
سید **محمد علی شاہ**		سیدہ **فضہ** بتول		**ندا بی بی**	سیدہ **ثمن** بی بی
ارم شہزادی		سید **امین الحسنات** شاہ ترمذی			
سید **محبوب** علی شاہ (ایک بیٹا ایک بیٹی)		سیدہ **مدیحہ** بتول			
سید **مبشر** علی شاہ بن سیدہ زینب بی بی بنت سید مسعود شاہ ترمذی					
علینہ بی بی بنت سیدہ زینب بی بی بنت سید مسعود شاہ ترمذی					

پیر سید **محمد شاہ** صاحب شیروان والے باباجی کی اولاد مبارک کا شجرہ

صاحبزادیوں کی اولاد کا شجرہ شریف

سیدہ **خاتون** بی بی زوجہ سید سلیمان شاہ صاحب ترمذی جھنگی سیداں، ایبٹ آباد (تین بیٹے چھ بیٹیاں)	سیدہ **جنت** بی بی زوجہ سید مسعود شاہ صاحب ترمذی	سیدہ **سعیدہ** بی بی	سیدہ **حمیدہ** بی بی	سیدہ **طاہرہ مختار**
↓	↓	↓	↓	↓
سید مرتضیٰ علی شاہ ترمذی	سیدہ **زینب** بی بی	سید **فیضان** علی شاہ ترمذی	سید **عثمان** علی شاہ ترمذی	سید وجیہ الحسن شاہ ترمذی
سید مجتبیٰ علی شاہ ترمذی	سیدہ سعدیہ بی بی	سیدہ **فائزہ** بی بی	سیدہ بنتِ الطاف بی بی	سید رافع الحسن شاہ ترمذی
سید نوازش علی ترمذی	سیدہ اُم حبیبہ بی بی			
سیدہ شاہدہ بی بی	سیدہ نجم السحر بی بی			
سیدہ **بانو** بی بی	سیدہ **سلمہ** بی بی			
سیدہ **زاہدہ** بی بی	سیدہ **صباء** بی بی			
سیدہ فردوس بی بی	سید محمد مقصود رضا ترمذی			
سیدہ **طاہرہ** بی بی	سید علی جواد ترمذی			
سیدہ **شگفتہ** بی بی	سید جعفر علی ترمذی			

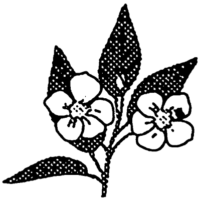

کیا شانِ احمدی کا چمن میں ظہور ہے
ہر گل میں ہر شجر میں محمد کا نور ہے

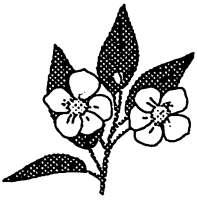

شجرہ نسب

سید عبداللہ شاہ صاحب کے تیسرے صاحبزادے کی دوسری اولاد

خوش خُلق، خوش اطوار، پاکیزہ کردار درویش باخدا

پیر سید احمد شاہ صاحب المعروف بڑے باباجی

آپ کا اللہ تعالیٰ نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مطہرہ کے مطابق بیٹی کے ذریعے سلسلۂ نسب چلایا ہے۔ اگرچہ آپ کا ایک فرزند جس کو آپ پیار سے پیلوشاہ کہا کرتے تھے وہ بچپن میں فوت ہو گیا اور ایک بیٹی سیدہ ریاض بی بی بھی وفات پا گئیں اور سلسلۂ اولاد ایک ہی بیٹی سے چلا ہے جن کا نام مبارک سیدہ چن بی بی ہے اور آپ چن بی بی صاحبہ زوجہ ہیں سیدہ شاہ سلیمان ترمذی بفے والوں کی اور آپ ماشااللہ کثیر الاولاد خاتون ہیں۔ حضرت باباجی سید احمد شاہ صاحب ایک منکسر المزاج اور بابرکت ہستی ہیں۔ دوبندی شریف میں ہی آپ کا قیام ہے۔

سیدہ چن بی بی کے بیٹے

سید جمال شاہ صاحب

سید بصیر اجمل شاہ صاحب

سید سعید الرحمان شاہ صاحب

سید شبیر شاہ صاحب

سید نصیر شاہ صاحب

اور بیٹیاں بھی ہیں۔

سیدہ آمنہ بی بی زوجہ سید اختر حسین شاہ ترمذی گنجیاں کمالہ

سیدہ صفیہ بی بی

سب کے سب نیک صالح اور صحیح العقیدہ سُنی ہیں۔

ظرافت کے لئے

دفتر والے باباجی یعنی سید محمود شاہ صاحب المعروف نِکا مِتاں کے صاحب زادوں کے ساتھ آپ اپنے پیلوشاہ کی یاد میں پیار کیا کرتے تھے اسی لئے آپ مجھے جھینگا اور طاہر شاہ کو پیلوشاہ کہتے تھے جو بعد میں پیڑلوشاہ میں بدل گیا اور عبدالقادر شاہ صاحب کو قاری باجی فرماتے تھے یہ عموماً ہر خاندان میں اس طرح کے NICK NAME ہوا کرتے ہیں ساداتِ دوبندی اس سلسلے میں کچھ زیادہ ہی ممتاز رہے۔ فقط

تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

شجرہ نسب

سید عبداللہ شاہ صاحب کے تیسرے بیٹے کی تیسری اولاد

امیر خاندان، بزرگوارِ وقت، جدّ السادات

جناب الحاج پیر سید عبدالرحیم شاہ صاحب ترمذی قادری نقشبندی

المعروف مولوی صاحب (مقیم کراچی)

صاحبزادہ سید **افتخار حسین** شاہ صاحب ترمذی	صاحبزادہ سید **محمود الحسن** شاہ صاحب ترمذی	صاحبزادہ سید **مختار حسین** شاہ صاحب ترمذی	صاحبزادہ سید **شبیر حسین** شاہ صاحب ترمذی
↓	↓	↓	↓
سید **نعمان** شاہ ترمذی	سید **منیب الحسن** شاہ ترمذی	سید **وجیہ الحسن** شاہ ترمذی	سید **محمد** شاہ ترمذی
سید **ریحان** شاہ ترمذی	سید **فواد الحسن** شاہ ترمذی	سید **رافع الحسن** شاہ ترمذی	سیدہ **سدرہ** بی بی
سیدہ **قرۃ العین** بی بی	سیدہ **بنتِ محمود** بی بی	حضرت قبلہ مولوی صاحب مدظلہ العالی کی دو صاحبزادیاں بھی ہیں	سیدہ **اسریٰ** بی بی
سیدہ **شائستہ جبین** بی بی	سیدہ جمیلہ بی بی زوجہ سید امجد شاہ کانگڑہ کالونی اور سیدہ رضیہ بی بی زوجہ سید محبوب شاہ گیلانی		سیدہ **جویریہ** بی بی

نوٹ:۔ باباجی پیر سید عبدالرحیم شاہ صاحب المعروف مولوی صاحب بچپن سے دینی ذوق شوق کے ساتھ علمی شعور والے تھے۔ بڑے بڑے علماء سے شرفِ تلمذ ہے۔ صاحب تصنیف بھی ہیں۔ چھ ماہ تک حرمین شریفین میں رہ کر وہاں کے معاملات کا مشاہدہ کر کے آئے۔ چہرہ پُر نور ہے۔ وجود باحضور ہے۔ ان کی طبیعت میں عشقِ رسول اور گداز ہے۔ ان کا بیان محبت پر مبنی ہوتا ہے۔ پیر صاحب لنگر کے اولین خادموں اور مقربین سے ہیں۔ انکے بچے بھی ماشاء اللہ سب کے سب محبت والے ہیں۔ انکی بیٹیاں بھی ہیں اور ماشاء اللہ سب تعلیم یافتہ اور صاحب اولاد ہیں۔ یہ گھرانہ سادات کے اندر ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ فقط

شجرہ نسب

جناب سید عبد اللہ صاحب کے تیسرے بیٹے سید اکبر شاہ صاحب کی چوتھی اولاد

مناظر اہلسنت، قاطع نجدیت، فاتح رافضیت، مبلغ اسلام

حضرت باباجی پیر سید عبد الغفور شاہ صاحب ترمذی قادری نقشبندی

(دوبندی شریف ضلع ہری پور)

صاحبزادے	صاحبزادیاں
الحاج قبلہ پیر سید محمد **مسعود** شاہ صاحب ترمذی قادری خطیبِ ذیشان، کراچی جناب سید محمد **معصوم** شاہ صاحب ترمذی جناب صاحبزادہ علامہ سید **محمد زبیر** شاہ صاحب ترمذی	صاحبزادی سیدہ **زبیدہ** خاتون زوجہ سید شاہ رحمٰن جھنگی سیداں صاحبزادی سیدہ **کبریٰ** بی بی زوجہ سید محبوب حسین شاہ صاحب راولپنڈی صاحبزادی سیدہ **زکیہ** خاتون زوجہ الحاج سید صابر حسین شاہ صاحب دوبندی شریف صاحبزادی سیدہ **فرزانہ** بی بی زوجہ سید شبیر حسین شاہ صاحب کراچی صاحبزادی سیدہ **سعیدہ** بی بی زوجہ سید شہزادہ شاہ صاحب حویلیاں

نوٹ

جناب پیر سید مسعود شاہ صاحب کی اولاد کا ذکر شیروان والے باباجی کے ذیل میں آچکا ہے۔

نام ہی نام ہے جو کچھ ہے حقیقت کے سوا
راستہ کوئی نہیں اُن کی شریعت کے سوا
پاس سجدے بھی تھے نمازیں بھی حج بھی
کام کچھ بھی نہ آیا اُن کی محبت کے سوا

شجرہ نسب

جناب سید عبداللہ شاہ صاحب کے تیسرے بیٹے سید اکبر شاہ صاحب کی پانچویں اولاد

پیکر صبر و رضا، مجسم تبسم سرکار پیر سید محمود شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مزار شریف در قدمین والدین دوبندی شریف

آپکو اللہ تعالیٰ نے تین صاحبزادے اور تین بیٹیاں عطا فرمائی ہیں۔ تینوں بیٹیاں وفات پا چکی ہیں۔ ایک سے اولاد ہے۔

حضرت قبلہ الحاج پیر سید **عبدالقادر** شاہ صاحب سیفی ترمذی قادری آستانہ شریف لاہور	سید محمد **عارف شاہ** ناچیز راقم الحروف	جناب صاحبزادہ قاری سید **محمد طاہر** شاہ صاحب قادری نقشبندی	سیدہ **طاہرہ محمُود** رحمۃ اللہ علیہا عرف مریم بی بی	سیدہ **مُسرت محمود** رحمۃ اللہ علیہا قبر شریف لاہور	سیدہ **فرحت محمود** رحمۃ اللہ علیہا قبر شریف دوبندی
سیدہ **عدن** بتول			سیدہ **اقصیٰ** بی بی	مزار شریف شاہدرہ ٹاؤن لاہور میں شاہ حیدر کمال قبرستان میں حافظ قمر دینؒ کی قبر کے قریب ہے بڑی نیک بی بی تھیں جوانی میں اللہ کو پیاری ہو گئیں۔	
سیدہ **ثمن** بتول			سیدہ **صفا** بی بی		
سیدہ **عطیہ** بتول			سیدہ **زہرا** بی بی		
سیدہ **فِضہ** بتول			سیدہ **مدن** بی بی		
سید **عطاء المحمود** شاہ مرحوم (آفاق علی)					

شجرہ نسب

جناب سید عبداللہ شاہ صاحب کے چوتھے صاحبزادے

حضرت بابا سید **حَسن** شاہ صاحب ترمذی جھنگی سیداں ایبٹ آباد صوبہ سرحد

جناب سید مبارک شاہ صاحب ترمذی

جناب سید علی اصغر شاہ صاحب ترمذی

جناب سید سرور شاہ صاحب ترمذی

نوٹ:۔ انکی اولاد اپنا شجرہ شریف یہاں لکھیں۔

شجرہ نسب

جناب سید عبداللہ شاہ صاحب کے پانچویں صاحبزادہ

حضرت سید **شاہ لطیف** شاہ صاحب ترمذی

جناب سید فرمان شاہ صاحب ترمذی

جناب سید عبدالجبار شاہ صاحب ترمذی

نوٹ:۔ انکی اولاد اپنا شجرہ شریف یہاں لکھیں۔

قرطاس مخصوص

پیر بابا کی اولاد میں سے موجودہ سادات کے لئے یہ صفحہ حاضر ہے۔ آپ اپنے جد بزرگوار کا نام لکھیں اور نیچے اپنا شجرہ نسب لکھیں۔ ایک فوٹو کاپی ہمیں بھی بھجوا دیں۔

ساداتِ دیگر کے لئے

ترمذی خاندان میں بعد دیگر سادات خاندانوں سے بھی رشتے داریاں قائم ہوئی ہیں مثلاً کاظمی، رضوی، گیلانی، موسوی، نقوی، تقوی، وغیرہم وہ لوگ اپنے شجرہ جات یہاں درج فرما سکتے ہیں۔ ایک کاپی ہمیں بھی ارسال کریں۔

تعارف

نجیب الطرفین کا شانہ سادات یعنی فرزندانِ ترمذی کاظمی نقوی

ناچیز سید محمد عارف شاہ بقلم خود یہ تحریر رقم کر رہا ہے کہ مختلف باغوں سے پھول اور پھل چن چن کے آنے والا جب شہر کے دروازے پر پہنچے اور مالکان باغ کی موجودگی میں کوئی اس سے یہ پوچھے کہ بتاؤ تمہاری جھولی تمہاری اپنی محنت اور کمائی کا پھل کون سا ہے؟؟

وہ جھکی ہوئی نظروں سے کبھی اپنی بے قیمت جھولی کو دیکھے گا اور اُسی جھولی میں پڑے ہوئے قیمتی ترین پھولوں اور پھلوں کو دیکھے گا تو کچھ فیصلہ کر سکنے کی طاقت ہوگی تو بول پڑے گا کہ اپنی محنت سے کچھ نہیں لایا!

اپنی کمائی کچھ نہیں ہے!

جو کچھ ہے وہ سب ان کا ہے جو یہ سامنے جلوا فرما ہیں یہ جو مالک ہیں۔

جب تک بِکے نہ تھے کوئی پوچھتا نہ تھا
تو نے خرید کر ہمیں انمول کر دیا

والد گرامی بھی سید ہیں ۔ اور والدۂ گرامی بھی سیدہ ہیں ۔ سادات میں ایسے شخص کو **نجیب الطرفین** کہتے ہیں تحدیث نعمت تو یہی ہے کہ اس فقیر کے تعلق میں اپنی والدۂ گرامی کاظمیہ کی طرف سے چالیس پشتوں پر رسول پاک کا نام آتا ہے اور والد گرامی ترمذی کی طرف سے چوالیس پشتوں پر نبی کریم علیہ السلام کا نام آتا ہے یوں الحمدللہ یہ گھرانہ نجیب الطرفین سادات کے اندر بھی اس لحاظ سے ممتاز مقام ہے کہ امی جان کے والدین اور ابا جان کے والدین دونوں اوپر نبی علیہ السلام تک سادات کرام چلے آتے ہیں لیکن وہی بات اس میں اپنا کیا ہے؟ اپنی کمائی کیا ہے؟ کچھ نہیں! نہ عمل، نہ تقویٰ، نہ علم نہ زہد۔۔۔۔؟ کچھ بھی تو نہیں! یہ

فقیر سید محمد عارف شاہ تو اُس بے نوا فقیر کی طرح ہے جس کا کچھ استحقاق بھی نہ ہو یعنی سخی سے خیرات مانگ کر اُس فقیر نے سب کچھ پایا پھر گم کر دیا یعنی کچھ مانگنے کا منہ نہیں کہ اب کیسے مانگوں؟ اور اس لاچار فقیر عارف کی کچھ استعداد بھی نہیں ہے یعنی استعداد والا فقیر خیرات کو سنبھال کر رکھتا ہے اور اس کی اس کفایت شعاری کے سبب اسے مزید خیرات بھی ملتی ہے مگر یہاں تو یہ چیز بھی نہیں اگر استعداد ہوتی تو وہ دولت گم کیوں ہوتی استعداد اور استحقاق یہ دونوں جس نالائق کے پاس نہ ہوں وہ دنیا کا کیسا بدنصیب ہوگا۔

---------------------مگر---------------------

شکر ہے کہ میں اُس مرشد کریم لنگر کے والی کا گدا ہوں جس کا مالک رب العلمین ہے اپنے گداؤں کی نہ استعداد دیکھتا ہے نہ استحقاق بس نوازے چلا جا رہا ہے۔ کرم کی بارشیں برستی چلی جا رہی ہے ایک کرم کو سمیٹنے سے فرصت نہیں ہوتی کہ دوسرا اپنے دامن میں پناہ دے دیتا ہے۔ گناہوں کے تیروں سے چھلنی جھولی مگر خالی نظر نہیں آتی ہر وقت بھری ہوئی ہے ایسے کریم کی خیرات پانے والا جو ہوگا وہ دنیا کا کیسا خوش نصیب ہوگا۔ فقط

منگتے خالی ہاتھ نہ لوٹے کتنی ملی خیرات نہ پوچھو
اُن کا کرم پھر اُن کا کرم ہے اُن کے کرم کی بات نہ پوچھو
حال اگر کچھ اپنا سنایا اُن کے کرم کا شکوہ ہو گا
میں اپنے حالات میں خوش ہو مجھ سے میرے حالات نہ پوچھو

شجرہ نسب پیر سید نجیب الطرفین محمد عارف شاہ اویسی قادری نقشبندی کنگروی

حضرت پیر سید سید جمال شاہ رحمۃ اللہ علیہ ④	حضرت پیر سید عبدالوہاب بابا رحمۃ اللہ علیہ ③	حضرت پیر سید مصطفیٰ بابا رحمۃ اللہ علیہ ②	حضرت سیدنا غوث سرحد، ولی جلی سید علی ترمذی المعروف پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ ①
حضرت پیر سید شاہ مرتضیٰ بابا رحمۃ اللہ علیہ ⑤	حضرت پیر سید جلال شاہ رحمۃ اللہ علیہ ⑥	حضرت پیر سید سید شاہ نسیم رحمۃ اللہ علیہ ⑦	حضرت پیر سید سید قبول شاہ رحمۃ اللہ علیہ ⑧
قطب زمانہ، ولی نشان، فخرِ ہزارہ پیر سید اکبر شاہ ترمذی نقوی رحمۃ اللہ علیہ مزار مبارک دوبندی شریف ⑫	حضرت کمالُ الاولیاءؒ سید بابا پیر عبدُ اللہ شاہ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ⑪	حضرت پیر سید سید امیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ ⑩	حضرت پیر سید سید میر احمد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ ⑨
پیکرِ تبسم، مجسمۂ اخلاق سیدی بابا پیر سید محمود شاہ نقشبندی قادری مزار شریف دوبندی ہری پور ہزارہ ⑬	پیر سید محمد عارف شاہ اویسی، ہزاروی ⑭ قادری کنگروی نقشبندی مجددی آستانہ عالیہ اویسیہ بفرزون، کراچی سیدہ عدین بی بی بنت نادیہ گیلانی ⑮	حضرت صاحبزادہ قاری سید محمد طاہر شاہ قادری نقشبندی ⑭	حضرت قبلہ علامہ الحاج پیر سید عبدالقادر شاہ صاحب قادری نقشبندی مجددی سیفی اویسی چشتی ⑭

جناب مفتی سید محمد عارف شاہ صاحب اویسی کو اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹی عطا فرمائی ہے۔ مفتی صاحب کی اہلیہ مسمات سیدہ نادیہ بی بی ہیں۔ یہ گیلانی خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔ سیدہ نادیہ بی بی کے والد گرامی جناب باباجی سید مشتاق حسین شاہ صاحب گیلانی ہیں۔ بڑے خوش اخلاق۔ ملنسار۔ درویش اور سادہ طبیعت ہیں۔ انکے چار بیٹے چار بیٹیاں ہیں۔ ۱۔ سید اشفاق گیلانی۔ ۲۔ سید اشتیاق گیلانی۔ ۳۔ سید شہزاد گیلانی۔ ۴۔ سید محمد طاہر شاہ گیلانی۔ پہلی بیٹی سیدہ نسرین بی بی زوجہ سید فِدا حسین شاہ تین بچوں کی ماں ہیں۔ سیدہ سدرہ بی بی۔ سید ارتضیٰ گیلانی۔ سیدہ علیشہ بی بی۔ دوسری بیٹی سیدہ نادیہ بی بی زوجہ سید محمد عارف شاہ انکی ایک بیٹی سیدہ عدین بی بی ہے۔ تیسری بیٹی سیدہ سعدیہ بی بی اور چوتھی بیٹی سیدہ شافیہ بی بی ہیں۔ یہ گیلانی خاندان حسن ابدال میں مقیم ہے۔

> حضرت علامہ پیر سید عبدالقادر شاہ صاحب سُنّی حنفی رضوی سیفی نقشبندی بڑے بھائی ہیں علامہ عارف شاہ صاحب کے۔ اور انکی تاحال چار صاحبزادیاں ہیں۔ عدن، ثمن، نِفضہ۔ عطیہ۔ انکی شادی کاظمی سادات میں ہوئی۔ سیدہ شاہدہ کاظمیہ دُختر سید فضل رحیم شاہ کا نام اس کتاب میں کاظمی صاحب سادات کے شجرہ میں موجود ہے

شجرہ نسب
مفسرہ قرآن سیدہ بی بی رقیہ محمود کاظمیہ اویسیہ
والدہ ماجدہ نجیب الطرفین مفتی پیر سید محمد عارف شاہ اویسی ترمذی

㊵ خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہراء علیہا السلام	㊶ مدینۃ العلم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ	㊵ باب مدینۃ العلم حضرت مولا علی علیہ السلام

حضرت سیدنا امام ㉟ موسیٰ کاظم علیہ السلام	حضرت سیدنا امام ㊱ جعفر الصادق علیہ السلام	حضرت سیدنا امام ㊲ محمد باقر علیہ السلام	حضرت سیدنا امام ㊳ علی زین العابدین علیہ السلام	حضرت سیدنا امام ㊴ حسین علیہ السلام
حضرت سیدنا پیر ㉞ الحق الموفق شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ	حضرت سیدنا پیر ㉝ محمد اول صاحب رحمۃ اللہ علیہ	حضرت سیدنا پیر ㉜ عبداللہ قاسم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ	حضرت سیدنا پیر ㉛ محمد عالم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ	حضرت سیدنا پیر ㉚ ابوالحسن موسیٰ زاہد رحمۃ اللہ علیہ
حضرت سیدنا پیر ㉕ سلطان محمد احمد سابق رحمۃ اللہ علیہ	حضرت سیدنا پیر ㉖ حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ	حضرت سیدنا پیر ㉗ سلطان علی امیر بلخی رحمۃ اللہ علیہ	حضرت سیدنا پیر ㉘ عبدالرحمن رئیس شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ	حضرت سیدنا پیر ㉙ الحق ثانی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت سیدنا پیر ㉔ صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ	حضرت سیدنا پیر ㉓ رضا الدین رحمۃ اللہ علیہ	حضرت سیدنا پیر ㉒ محمد ثانی الغازی رحمۃ اللہ علیہ	حضرت سیدنا پیر ㉑ ولی الدین فتح الدین رحمۃ اللہ علیہ	حضرت سیدنا پیر ⑳ وجیہ الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
حضرت سیدنا پیر ⑮ محمود شاہ رحمۃ اللہ علیہ	حضرت سیدنا پیر ⑯ زین العابدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ	حضرت سیدنا پیر ⑰ نصیر الدین عبید شاہ رحمۃ اللہ علیہ	حضرت سیدنا پیر ⑱ علی شیر ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ	حضرت سیدنا پیر ⑲ عبدلکریم رحمۃ اللہ علیہ
حضرت سیدنا پیر ⑭ رحمت اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ	حضرت سیدنا پیر ⑬ فقیر محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ	حضرت سیدنا پیر ⑫ یار محمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ	حضرت سیدنا پیر ⑪ عالم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ	حضرت سیدنا پیر ⑩ محمود شاہ رحمۃ اللہ علیہ
حضرت سیدنا پیر ⑤ فقیر شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ	حضرت سیدنا پیر ⑥ نواب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ	حضرت سیدنا پیر ⑦ عمر شاہ محدث رحمۃ اللہ علیہ	حضرت سیدنا پیر ⑧ محبوب شاہ رحمۃ اللہ علیہ	حضرت سیدنا پیر ⑨ کبیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت پیر سید ④ محبوب علی شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ	مفسر قرآن حضرت پیر سید ③ محمود شاہ محدث ہزاروی	مفسرۂ قرآن سیدہ ② بی بی رقیہ محمود کاظمیہ قادریہ اویسیہ	حضرت سیدنا پیر سید ① عبدالقادر شاہ صاحب سیفی نقشبندی کاظمی ترمذی	مفتی پیر سید ① محمد عارف شاہ کاظمی ترمذی	قاری سید محمد ① طاہر شاہ اویسی نقشبندی ترمذی کاظمی

تعارف

مفسرۂ قرآن حضرت سیدہ بی بی رقیہ محمود کاظمیہ

سیدہ بی بی رقیہ محمود سادات کاظمیہ کے ایک جلیل القدر خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔ حضرت پیر سید محمود شاہ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر کاظمی سادات کا فیض لیکر آپ بیسویں صدی کے نصف آخر میں تشریف لائیں آپ بچپن سے ایک کاملہ ولیہ ہیں۔ آپ سے بے شمار کرامات ظہور میں آچکی ہیں۔ آپ کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ آپ اپنے کمال کو چھپانا جانتی ہیں۔

ایسے انداز سے رہتی ہیں کہ کوئی دیکھنے والا شخص یقین ہی نہ کر سکے کہ یہ خاتون بھی اللہ کے اسقدر قریب ہو سکتی ہے۔ آپ شاعرہ بھی ہیں۔ آپ مجذوب الحال افراد میں سے ہیں۔ آپ نے قرآن مجید کی دو تفاسیر لکھی ہیں۔ علاوہ ازیں بھی کچھ کتابیں لکھی ہیں۔

آپ کے تین بیٹے ہیں۔ تینوں دین اسلام کے شیدائی ہیں۔ بڑے صاحبزادے الحاج پیر سید عبدالقادر شاہ صاحب سیفی ترمذی اور دوسرے بیٹے مفتی پیر سید محمد عارف شاہ صاحب اویسی، تیسرے صاحبزادے قاری سید محمد طاہر شاہ اویسی ہیں۔ آپ کی تمام بیٹیاں وفات پا چکی ہیں۔

آپ کو اس دور کی ''پیرا بی'' کہا جا سکتا ہے۔ آپ کی بات ہمیشہ رمز و کنایہ میں ہوتی ہے اس دور کی خواتین کیلئے آپ نے نہایت علمی کارنامے سرانجام دیئے ہیں آپ کی تفسیر کا نام تشعیر العرفان ہے اور یہ منظوم تفسیر قرآن ہے آپ کی منثور نگارش ترجمہ کنز العرفان اور تفسیر رقیہ ہے۔ آپ نے ایک کتاب تجوید اور تصوف بھی لکھی ہے۔ آپ عبرانی زبان سریانی ملکانی اور جناتی زبان جانتی ہیں اور ان زبانوں میں لکھتی بھی ہیں اگر کوئی سمجھنے والا ہو تو وہ تحریریں ہمارے پاس ہیں۔ آج تک ہم نے اُن تحریروں کو بہت سارے علماء کو دکھایا مگر کوئی بھی یہ نہ بتا سکا کہ ان صفحات میں کون سے علوم و معارف کے سمندر پوشیدہ ہیں۔ یا لکھنے والی ہستی جانے یا لکھوانے والا جانے سب نے یہی فرمایا اور ان تحریروں کو چوم کر واپس کر دیا آپ کم گو کم میل ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سلامتی سے نوازے آمین۔ آپ کا اپنا شعر آپ کے تعارف میں پیش خدمت ہے۔

دیکھو جو فقط اس کو نکمی ہے جھلی ہے
رقیہ کو جو سمجھو تو زمانے کی ولی ہے

شیروان والے بابا جی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ''ہم آج تک اِس بی بی کو پہچان نہیں سکے کہ یہ کون سی ہستی تھیں۔ فقط

التجاء

عوام اہلسنت اور علمائے اہلسنت سے میری درخواست یہ ہے کہ آپس کے اختلافات ختم کردیں۔ خدارا ایک ہوجائیں۔ دوسروں کے نکیرین آپ نہ بنیں آپ نہ مصیطر بنیں بلکہ صرف وما علیکم الا البلاغ۔ یہ سیفی ۔ سعیدی ۔ عطاری ۔ اویسی ۔ رضوی ۔ نقشبندی قادری، بریلوی اختلافات خدارا بند کردیں۔

تم سب ایک ہو۔ سب وسیلے والے۔ سب سُنّی ۔ سب سچے ۔ نظریہ ایک ۔ سوچ ایک ۔ بات ایک ۔ مسلک ایک ۔ امام ایک ۔ فقیہ ایک ۔ اختلافات کا ہمارے نزدیک حل یہ ہے کہ بزرگوں کے اختلافی امور کی آگے تبلیغ نہ کی جائے۔

فقط

آستانہ شریف اویسیہ، کراچی

شجرۂ نسب مبارک

پوتۂ پیر بابا، باعمل اولادِ رسول، مناظرِ اہلسنت، قاطع نجدیت، عالمِ کامل، عارفِ ربانی۔ صوفی باصفا، صاحب نظر حامل کشف سچے اور کھرے سنی، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ کے وارثِ علمی۔ عاشقِ رسول، ولی کامل سیدنا و مرشدنا حضور قطب زمانہ پیر سید **احمد علی** شاہ صاحب سیفی حنفی قادری نقشبندی دامت برکاتہم العالیہ

مرشد آباد۔ آستانہ شریف فرنٹیئر کالونی اورنگی، کراچی۔

حضرت بابا پیر سید **محمد قاسم شاہ صاحب ترمذی** رحمۃ اللہ علیہ ③	پیر سید محمد مصطفیٰ شاہ ترمذی جانشین اول پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ ②	اعلیٰ حضرت **پیر بابا** رضی اللہ عنہ ①
حضرت بابا پیر سید **فرید شاہ** رحمۃ اللہ علیہ المعروف شیخ بابا ④	حضرت بابا پیر سید **عبدالصمد شاہ** رحمۃ اللہ علیہ المعروف صاد بابا ⑤	حضرت بابا پیر سید **محمد علی شاہ** رحمۃ اللہ علیہ ⑥
حضرت بابا پیر سید **نور علی شاہ** رحمۃ اللہ علیہ ⑨	حضرت بابا پیر سید **قربان علی شاہ ترمذی** رحمۃ اللہ علیہ ⑧	حضرت بابا پیر سید **فدا حسین شاہ** رحمۃ اللہ علیہ ⑦
حضرت بابا پیر سید **عبداللہ شاہ** رحمۃ اللہ علیہ ⑩	حضرت بابا پیر سید **حسین شاہ** رحمۃ اللہ علیہ ⑪	حضرت بابا پیر سید **جمیر شاہ** رحمۃ اللہ علیہ ⑫
کمال اسلاف، خونِ حیدری سید فاطمی آل نبی عالم باجمال حضرت بابا پیر سید **احمد علی** شاہ صاحب حنفی سیفی قادری چشتی نقشبندی اویسی ترمذی ⑬		

جناب سید احمد علی شاہ صاحب ترمذی کے خاندان کے دیگر افراد کے اسمائے مبارکہ درج ذیل ہیں

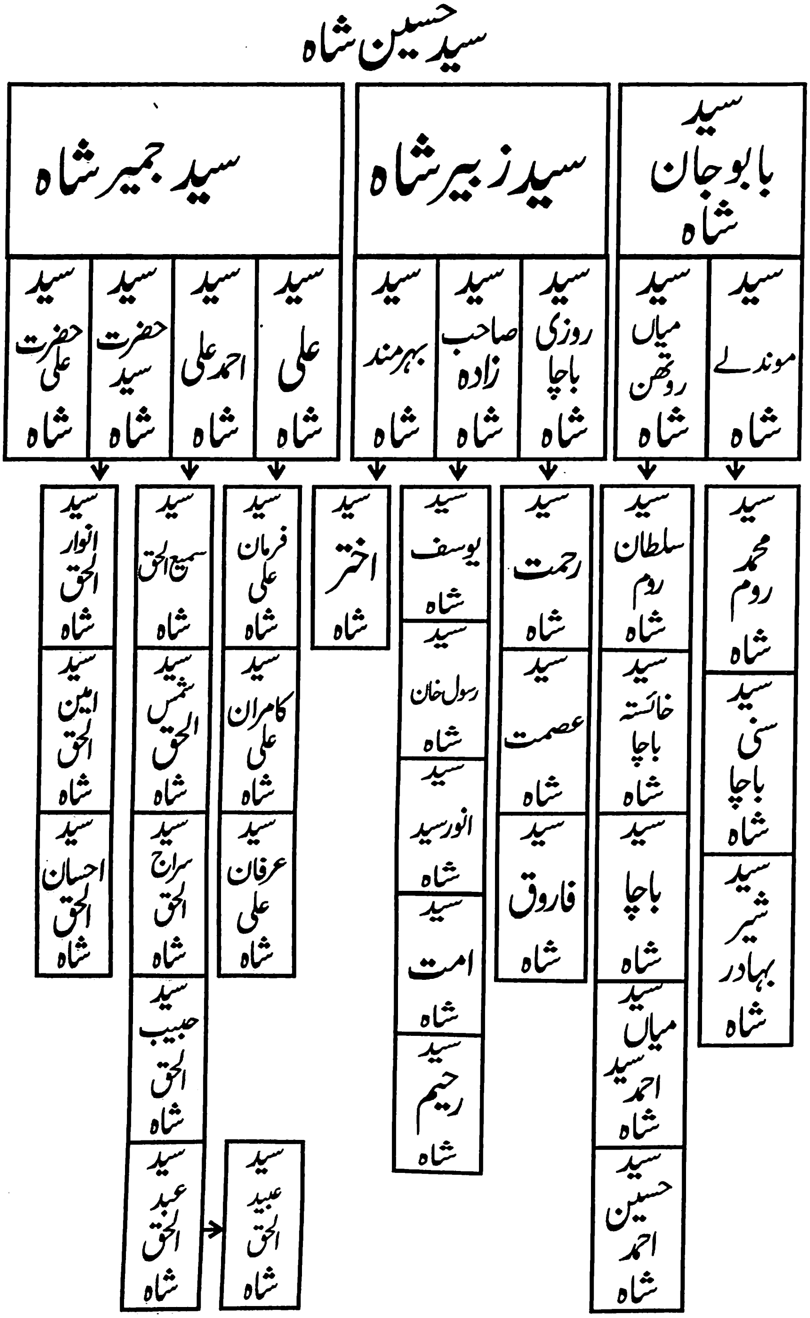

سید حسین شاہ

- سید بابو جان شاہ
  - سید موندلے شاہ
    - سید محمد روم شاہ
    - سید سنی باچا شاہ
    - سید شیر بہادر شاہ
  - سید میاں روتھن شاہ
    - سید سلطان روم شاہ
    - سید خائستہ باچا شاہ
    - سید باچا شاہ
    - سید میاں سید احمد شاہ
    - سید حسین احمد شاہ
- سید زبیر شاہ
  - سید روزی باچا شاہ
    - سید رحمت شاہ
    - سید عصمت شاہ
    - سید فاروق شاہ
  - سید صاحب زادہ شاہ
    - سید یوسف شاہ
    - سید رسول خان شاہ
    - سید انور سید شاہ
    - سید امت شاہ
    - سید رحیم شاہ
  - سید بہرمند شاہ
    - سید اختر شاہ
- سید جمیر شاہ
  - سید علی شاہ
    - سید فرمان علی شاہ
    - سید کامران علی شاہ
    - سید عرفان علی شاہ
  - سید احمد علی شاہ
    - سید سمیع الحق شاہ
    - سید شمس الحق شاہ
    - سید سراج الحق شاہ
    - سید حبیب الحق شاہ
    - سید عبد الحق شاہ
      - سید عبید الحق شاہ
  - سید حضرت سید شاہ
    - سید انوار الحق شاہ
    - سید امین الحق شاہ
    - سید احسان الحق شاہ
  - سید حضرت علی شاہ

شجرہ نسب

سید اختر عادل شاہ ترمذی

سید میاں **قاسم بابا** رحمۃ اللہ علیہ ③	سید **مصطفیٰ بابا** رحمۃ اللہ علیہ ②	اعلیٰ حضرت غوث زماں سیدی **پیر بابا** رضی اللہ تعالیٰ عنہ ①
سید **بابا مومن** رحمۃ اللہ علیہ ④	سید **بابا سید نور** رحمۃ اللہ علیہ ⑤	سید **بابا جواس نور** رحمۃ اللہ علیہ ⑥
سید **الف** شاہ رحمۃ اللہ علیہ ⑨	سید **پیر داد** رحمۃ اللہ علیہ ⑧	سید **مشہور** رحمۃ اللہ علیہ ⑦
سید **محمد نور بابا** رحمۃ اللہ علیہ ⑩	سید **ببر شاہ** رحمۃ اللہ علیہ ⑪	سید **احمد مصطفیٰ بابا** رحمۃ اللہ علیہ ⑫

سید **ارشد** عادل شاہ ⑯	سید **افسر** عادل شاہ ⑯	→ سید **انور** عادل شاہ ⑯	سید **غلام اکبر شاہ** ترمذی ⑮	سید **عنایت اللہ شاہ** ترمذی ⑭	سید **عبدالوہاب** رحمۃ اللہ علیہ ⑬

سید **اختر عادل شاہ** ترمذی اویسی قادری ⑯	← سیدہ **عائشہ اختر** ⑰	سید **ظفر علی** شاہ ترمذی ⑰	سید **زین** حسن شاہ ترمذی ⑰

شجرہ شریف

حضرت قاسم الخیرات تصویر پیر بابُاً فانی فی اللہ، باقی باللہ، غوث زماں

سیدنا پیر سید **فیروز شاہ** قاسمی نقوی، ترمذی نقشبندی

آستانہ عالیہ مرشد آباد، ناتھا خان گوٹھ فیصل کالونی، کراچی

حضرت سیدنا و مرشدنا قطب دوراں سید **عبدالوہاب شاہ** المعروف عبدل یا عودل بابا رحمۃ اللہ علیہ ③	حضرت سرکار قطب عالم بزرگوار سادات سیدنا پیر سید **محمد مصطفیٰ** بابا رحمۃ اللہ علیہ ②	حضور غوث زمان بابائے اولیاء مرشد العلماء سید علی شاہ ترمذی نقوی قادری چشتی المعروف **پیر بابا** رحمۃ اللہ علیہ ①
حضرت سیدنا و مرشدنا پیر سید **مسعود شاہ** ترمذی، نقوی چشتی رحمۃ اللہ علیہ ④	حضرت سیدنا پیر سید **میاں خواجہ نور** رحمۃ اللہ علیہ ⑤	حضرت سیدنا پیر سید میاں **مہتیر** شاہ نقوی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ⑥
حضرت بابا پیر سید **خیر اللہ** شاہ رحمۃ اللہ علیہ ⑨	**حضرت سیّد بابا** رحمۃ اللہ علیہ ⑧	حضرت سیدنا پیر **سید میاں محمد نور** رحمۃ اللہ علیہ ⑦
حضرت سیدنا بابا پیر سید **امیر حمزہ** شاہ رحمۃ اللہ علیہ ⑩	حضرت سیدنا بابا پیر سید **سرور** شاہ رحمۃ اللہ علیہ ⑪	حضرت سیدنا بابا پیر سید **سیدُ اللہ** شاہ ترمذی نقوی رحمۃ اللہ علیہ ⑫
حضرت سیدنا و مرشدنا قاسم الخیرات، صاحب البرکات بابا پیر سید **محمد فیروز** شاہ، قاسمی نقشبندی چشتی ترمذی نقوی کاظمی ⑭		حضرت سیدنا بابا پیر سید **احمد** شاہ نقوی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ⑬

آپ کا تعارف

حضور بابا فیروز سرکار آجکل 2002ء میں کراچی کے اندر فیض کے بھرے ہوئے جام کے جام لُٹا رہے ہیں۔ شریعت کا عملی نمونہ ہیں۔ طریقت کا دریا ہیں اور معرفت کا سمندر ہیں۔ جو بول دیتے ہیں رب پوری کرتا ہے۔ انہوں نے بُرائیوں کے اڈے کو ختم کر کے اللہ اللہ کا میخانہ قائم کر دیا۔ کتنے ایسے دِل والے آئے جو اندھیرے کا گھر تھے بابا فیروز سائیں کے سامنے بیٹھے نُور والے ہو گئے۔ گالیاں دینے والے ذِکر کرنے والے بن گئے آج کے دور میں پیر بابا کی صحیح عملی سچی سچی کامل تصویر ہیں۔ پیر بابا کا خواب میں دیدار کرنے والے بتاتے ہیں کہ حضور اعلیٰ پیر بابا بالکل ایسے ہی ہوتے ہیں۔ فقط

شجرہ نسب

سادات گنجاں کمالہ

سید آباد کوٹ نجیب اللہ ہری پور

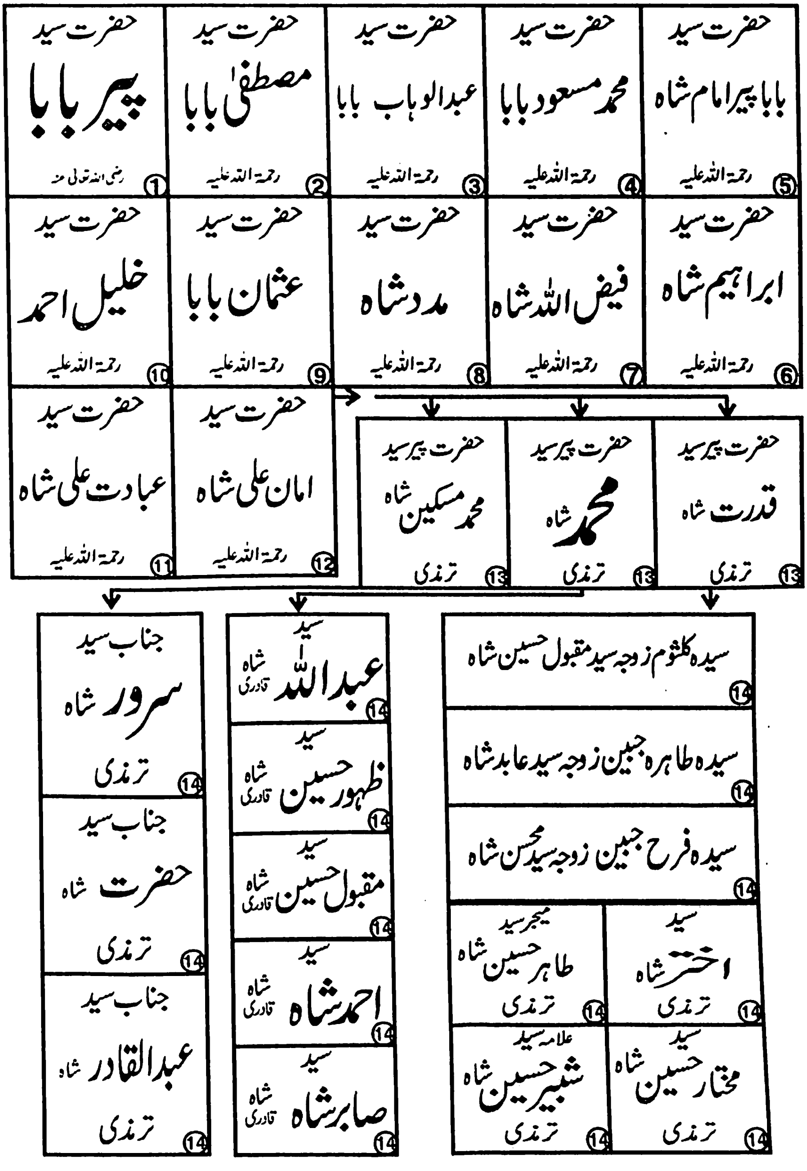

① حضرت سید **پیر بابا** رضی اللہ تعالیٰ عنہ

② حضرت سید **مصطفیٰ بابا** رحمۃ اللہ علیہ

③ حضرت سید **عبدالوہاب بابا** رحمۃ اللہ علیہ

④ حضرت سید **محمد مسعود بابا** رحمۃ اللہ علیہ

⑤ حضرت سید **بابا پیر امام شاہ** رحمۃ اللہ علیہ

⑥ حضرت سید **ابراہیم شاہ** رحمۃ اللہ علیہ

⑦ حضرت سید **فیض اللہ شاہ** رحمۃ اللہ علیہ

⑧ حضرت سید **مدد شاہ** رحمۃ اللہ علیہ

⑨ حضرت سید **عثمان بابا** رحمۃ اللہ علیہ

⑩ حضرت سید **خلیل احمد** رحمۃ اللہ علیہ

⑪ حضرت سید **عبادت علی شاہ** رحمۃ اللہ علیہ

⑫ حضرت سید **امان علی شاہ** رحمۃ اللہ علیہ

⑬ حضرت پیر سید **قدرت شاہ** ترمذی

⑬ حضرت پیر سید **محمد شاہ** ترمذی

⑬ حضرت پیر سید **محمد مسکین شاہ** ترمذی

⑭ سیدہ کلثوم زوجہ سید مقبول حسین شاہ

⑭ سیدہ طاہرہ جبین زوجہ سید عابد شاہ

⑭ سیدہ فرح جبین زوجہ سید محسن شاہ

⑭ سید **اختر شاہ** ترمذی

⑭ میجر سید **طاہر حسین شاہ** ترمذی

⑭ سید **مختار حسین شاہ** ترمذی

⑭ علامہ سید **شبیر حسین شاہ** ترمذی

⑭ سید **عبداللہ شاہ** قادری

⑭ سید **ظہور حسین شاہ** قادری

⑭ سید **مقبول حسین شاہ** قادری

⑭ سید **احمد شاہ** قادری

⑭ سید **صابر شاہ** قادری

⑭ جناب سید **سرور شاہ** ترمذی

⑭ جناب سید **حضرت شاہ** ترمذی

⑭ جناب سید **عبدالقادر شاہ** ترمذی

تعارف

ساداتِ سید آباد شریف گنجاں کمالہ

گذشتہ صفحے پر آپ نے ساداتِ گنجیاں کمالہ کا شجرہ شریف دیکھا ہے یہ گھرانہ ایک علمی اور روحانی خانوادہ ہے۔ ایک زمانے میں کوٹ نجیب اللہ اہل علم کا مسکن ہوا کرتا تھا۔ اس سرزمین نے اُمت مسلمہ کو بے مثال علم و روحانیت کے گوہر ہائے تاب دار عطا کئے۔ انہی میں سے ایک یکتائے زمانہ روحانیت کے تاجدار جنات کے پیر متبع سنت حضرت پیر سید **امان علی** شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ ان کا مزار شریف آج بھی مرجع خلائق ہے مزار شریف ایک ٹیلے کے اُوپر ہے جس میں ایک غار بھی ہے جہاں پر آپ نے چلہ کشی فرمائی۔ روایت ہے کہ آج بھی وہاں پر جنوں کا پہرہ ہے۔ جس زمانے میں آپ یہاں تشریف لائے تھے یہ علاقہ ایک نہایت پسماندہ اور دور افتادہ گاؤں تھا آج یہاں زندگی کی ظاہری سہولیات اپنی چمک دھمک کے ساتھ نظر آتی جا رہی ہیں۔ اسی چمک دھمک میں روحانیت کا وہ چشمہ آنکھوں سے اوجھل ہوتا جا رہا ہے۔ جس نے بے شمار پتھر دلوں سے بھی یاد خدا کی برکھا برآمد کی تھی لیکن یہ گھرانہ آج بھی سید آباد شریف کوٹ نجیب اللہ میں اُس بجھتی ہوئی شمع کا نگہبان ہے۔ اس گھرانے کے ایک فرد حضرت علامہ سید شبیر حسین شاہ قادری نے حال ہی میں اسلامی علوم کے اندر فراغت کی سند ملک پاکستان کی سب سے بڑی نجی اور جدید اسلامی یونیورسٹی منہاج القرآن سے پائی ہے۔ دیگر صاحب زادگان بھی ماشا اللہ نیک ہیں۔ اختصار کے سبب ان ہی حالات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ فقط

سادات کاظمی

یہ حقیقت ہے کہ سادات سب ایک ہی باغ کے پھول ہیں۔ ایک ہی آسمانِ حسنی حسینی کے درخشندہ ستارے ہیں۔ وہ اب چاہے زینی ہوں، باقری ہوں جعفری ہوں کاظمی ہوں۔ رضوی ہوں۔ موسوی ہوں، نقوی ہوں یا ترمذی کوئی بھی ہوں۔ لیکن ان پھولوں کی قدر و قیمت اُس وقت ہوگی جب اِن پھولوں سے صحیح ایمان و عقیدے کی خوشبو آ رہی ہو۔ اِن کے ساتھ بدعقیدگی بدمذہبی اور بدعملی کے کانٹے نہ لگے ہوں۔ تو یہ کاملِ سید ہوں گے۔ ورنہ پھر پہلی صورت میں یہ نام کے ’’سید‘‘ ہوں گے۔ اور اگر عقیدۂ ختمِ نبوت پر ایمان نہ ہوگا تو یہ لوگ پھر ’’نام‘‘ اور خالی نام کی نسبت سے بھی محروم ہو جائیں گے۔ کیونکہ راقم الحروف انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کے زیرِ اہتمام مُلکِ پاکستان کے قریباً تمام مشہور و معروف اسلامی فرقوں (شیعہ، اہلحدیث دیوبندی اور بریلوی) کے مراکز پر گیا۔ اور پورے غور و خوض سے سب کا مطالعہ کیا۔ اُسی دوران ہمیں ربوہ قادیانیوں مرزائیوں کے مرکز پر بھی جانے کا اتفاق ہوا۔ اور ہم خصوصی طور پر ہر ہر فرقے کے علماء کے ساتھ ایک وفد کی صورت میں گئے تھے۔ قادیانی ربوہ میں ہمیں بہت کچھ ناقابلِ تحریر نظر آیا ہمیں یہ یقین ہو گیا کہ قادیانی نہایت چالاک اور بہت شاطر ٹولہ ہے اب ان کی تعداد روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ مسلمانوں کے مفلوک الحال اور علمِ دین سے زور لوگ یا دولت کے پجاری لوگ ان کے دامِ تزویر میں پھنستے جا رہے ہیں یہ دیمک اسلام کی بنیادیں چاٹ کر کھوکھلی کر رہا ہے تمام احادیث کا ترجمہ اور قرآن کی تفسیر قادیانی فکر کے مطابق ہو رہی ہے جو یقیناً نہایت خطرناک بات ہے البتہ وہاں جو چیز روح فرسا دیکھی وہ یہ کہ قادیانیوں کے اس مشہور قبرستان میں جسے وہ اپنی جنت سمجھتے ہیں۔ اس میں قبروں پر لگے ہوئے کتبوں پر جب ہم نے نظر ڈالی چند ناموں کے ساتھ ’’سید‘‘ کا لفظ دیکھ کر اوسان خطا ہو گئے یا الٰہی یہ کیا ماجرا ہے۔ تیرے محبوب

محمد عربی کی اس اولاد کا ایمان کیسے بگڑ گیا تھا؟ یہ لوگ جو ’سید‘ تھے کیوں قادیانی بنے؟ بس ایک دم یہ عالمِ تصورات کو عالمِ یقین میں بدل کر جواب مِلا کہ تعلیم و تربیت کے ساتھ صحبت صالحہ کے فقدان کے سبب یہ لوگ جہنم رسید ہو گئے۔

پسرِ نوح بابداں بہ نشست
خاندانِ نبوتش گم شد

صحیح فرمایا تھا۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے کہ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا بُرے لوگوں کے ساتھ بیٹھنے اٹھنے لگا تو اپنی خاندانی عظمت سے ہاتھ دھو بیٹھا۔

لہٰذا جو ’’سید‘‘ عملِ صالح سے محروم ہوگا تو اُسے ڈرنا چاہیے کہ کہیں اُسکا عقیدۂ صالح بھی ہاتھ سے چلا نہ جائے۔ اے سیدو! دو کام کبھی نہ چھوڑو تو سید ہی رہو گے نمبر ایک اپنا عقیدہ صحیح المذہب (حنفی یا شافعی یا حنبلی یا مالکی) اور صحیح المسلک یعنی اہلسنت و جماعت حنفی (بریلوی) رکھو۔

نمبر دو اپنا عمل عقیدے کے مطابق رکھو۔ عمل اور عقیدے کو قائم رکھنے کے لیے علمائے کرام کی صحبت اختیار کرو۔ مسائل اور فقہ کا عِلم جانو۔ پھر چاہے کوئی بھی سید ہو۔ شجرہ رکھتے ہو یا نہیں رکھتے پروا نہیں سیدھے جنت جاؤ گے۔

سادات کاظمی کے عنوان سے فقیر نے یہ چند حروف اِس لئے تحریر کیئے کہ کاظمی خاندان کے بعض سادات شیعہ عقائد اختیار کر گئے۔ اگرچہ بد عقیدگی اور بد عملی کی وباء سے ’’سیدوں‘‘ کا کوئی خاندان بھی ’طلبِ دنیا‘ کے باعث اور ’’صحبت بد‘‘ کے باعث یا فقدانِ عِلمی کے سبب اب محفوظ نہیں رہا۔ مگر بانگِ درا کے طور پر یہ نقار خانے میں طوطی بول گیا ہے۔

اثر کرے نہ کرے سُن تو لے میری فریاد

اب چند ساداتِ کاظمی رشتہ دارانِ ترمذیان کے شجرہ جات پیش کیئے جاتے ہیں

شجرہ نسب

جناب سید رخسار حسین شاہ صاحب کاظمی

انکی فی الحال ایک ہی بیٹی ہے سیدہ طیبہ بی بی بنت ہارون بی بی

① سید رخسار حسین شاہ صاحب کاظمی

② سید چنن شاہ صاحب کاظمی

(سید دلاور شاہ سید امانت شاہ
سید رخسار شاہ سید نیاز شاہ
سید شفقت شاہ سید شفیق حسین شاہ
سید مہر علی شاہ)

③ سید پیر عنایت حسین شاہ کاظمی
④ سید پیر حسین شاہ کاظمی
⑤ سید پیر سلیمان شاہ کاظمی
⑥ سید پیر جواہر شاہ کاظمی
⑦ سید پیر جلال شاہ کاظمی
⑧ سید پیر فیروز محمد شاہ کاظمی
⑨ سید پیر موثاق شاہ کاظمی
⑩ سید پیر مراد علی شاہ کاظمی
⑪ سید پیر سلطان شاہ کاظمی
⑫ سید پیر سردار شاہ کاظمی
⑬ سید پیر امان شاہ کاظمی
⑭ سید پیر ابراہیم شاہ کاظمی
⑮ سید پیر انور شاہ کاظمی
⑯ سید پیر زبیر شاہ کاظمی
⑰ سید پیر قرطاس شاہ کاظمی
⑱ سید پیر نواب شاہ کاظمی
⑲ سید پیر گلاب شاہ کاظمی
⑳ سید پیر وارث شاہ کاظمی

㉑ سید پیر خطاب شاہ کاظمی

㉒ سید پیر امانت شاہ کاظمی

㉓ سید پیر احمد شاہ کاظمی

㉔ سید پیر آوائل شاہ کاظمی

㉕ سید پیر قرطاس شاہ کاظمی

㉖ سید پیر وارث شاہ کاظمی

㉗ سید پیر گلاب شاہ کاظمی

㉘ سید پیر زمان شاہ کاظمی

㉙ سید پیر حسین شاہ کاظمی

㉚ سید پیر محمود شاہ کاظمی

㉛ سید پیر مزمل شاہ کاظمی

㉜ سید پیر نواب شاہ کاظمی

㉝ سید پیر سراب شاہ کاظمی

㉞ سید پیر سکندر شاہ کاظمی

㉟ سید پیر احمد شاہ کاظمی

㊱ سید پیر محمد شاہ کاظمی

㊲ سیدنا امام نقی علیہ السلام

㊳ سید امام تقی علیہ السلام

㊴ سید امام علی رضا علیہ السلام

㊵ سیدنا امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

㊶ سیدنا امام جعفر صادق علیہ السلام

㊷ سیدنا امام باقر علیہ السلام

㊸ سیدنا امام علی زین العابدین علیہ السلام

㊹ سیدنا امام حسین علیہ السلام

㊺ سیدنا مولا علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم زوجِ بتول سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا

㊻ حضرت محمد رسول اللہ سیدنا و مولانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

شجرہ نسب

جناب سید نیاز حسین شاہ صاحب کاظمی

ودیگر سادات حویلیاں شہر و متعلقہ جات

① حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

② سیدہ خاتونِ جنت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا
زوجہ مکرمہ حضرت سیدنا مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم

③ سیدنا امام حسین علیہ السلام

④ سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام

⑤ سیدنا امام محمد باقر علیہ السلام

⑥ سیدنا امام جعفر صادق علیہ السلام

⑦ سیدنا امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

⑧ سیدنا اسحاق الموفق رضی اللہ عنہ

⑨ سید پیر عبداللہ ابوالقاسم کاظمی رحمۃ اللہ علیہ

⑩ سید پیر محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ کاظمی

⑪ سید پیر مصطفیٰ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ

⑫ سید پیر عباس شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ

⑬ سید پیر ابوالحسن موسیٰ زاہد کاظمی رحمۃ اللہ علیہ

⑭ سید پیر اسحاق ثانی کاظمی رحمۃ اللہ علیہ

⑮ سید پیر عبدالرحمٰن رئیس کاظمی رحمۃ اللہ علیہ

⑯ سید پیر علی امیر بلخی کاظمی رحمۃ اللہ علیہ

⑰ سید پیر حسین مشہدی کاظمی رحمۃ اللہ علیہ

⑱ سید سلطان محمد احمد سابق رحمۃ اللہ علیہ

⑲ سید سلطان صدرالدین رحمۃ اللہ علیہ

⑳ سید سلطان رضاء الدین رحمۃ اللہ علیہ

㉑ سید پیر محمد ثانی الغازی رحمۃ اللہ علیہ

㉒ سید پیر ولی الدین رحمۃ اللہ علیہ

㉓ سید پیر وجہہ الدین شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ

㉔ سید پیر عبدالکریم شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ

㉕ سید پیر علی شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ

㉖ سید پیر نصیرالدین عبید رحمۃ اللہ علیہ

㉗ سید پیر زین العابدین شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ

㉘ سید پیر محمود شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ

㉙ سید پیر رحمت اللہ شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ

㉚ سید پیر فقیر محمد شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ

㉛ سید پیر یار محمد شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ

㉜ سید پیر مراد علی شاہ کاظمی رحمۃ اللہ

㉝ سید پیر خلیل شاہ صاحب کاظمی رحمۃ اللہ علیہ

㉞ سید پیر محبؒ شاہ غازی کاظمی رحمۃ اللہ علیہ

㉟ سید مُراد علی شاہ کاظمی

㊱ سید پیر نادر شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ

㊲ سید پیر امیر شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ (نوٹ) اِن کے تین بیٹے ہیں

(۳۸) سید پیر محمد شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ اور

(۳۹) سید سلیمان شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (انکے 9 بیٹے)

(۴۰) سید سکندر شاہ کاظمی رجوعیہ (9 بیٹے بیٹیاں)

(۴۱) سید محبوب حسین شاہ کاظمی

(۴۱) سید نیاز حسین شاہ کاظمی (اقصیٰ زائرہ، صفا مدن)

(۴۱) سید فیاض حسین شاہ کاظمی

(۴۱) سید ضیاء حسین شاہ کاظمی

(۳۸) سید قلندر شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ (۳۸) اور پیر سید عنایت شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ

(۳۹) سید سخی شاہ کاظمی

(۳۹) سید پہلوان شاہ کاظمی

(۳۹) سید ایوب شاہ کاظمی

(۳۹) سید اکبر شاہ کاظمی (۴۰) سید مدثر شاہ

(۳۹) سید فضل رحیم شاہ کاظمی ڈائریکٹر انفارمیشن (المعروف بابو چاچا)

(۴۰) سید ذوالفقار شاہ (۴۰) سیدہ رخسانہ بی بی

(۴۰) سیدہ شاہدہ کاظمیہ (۴۰) سید وقار احمد شاہ

زوجہ الحاج پیر سید عبدالقادر شاہ ولی کامل انکی چار بچیاں ہیں

نوٹ:۔ مختلف ناموں کے ساتھ ایک ہی نمبر اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ یہ سب آپس میں بہن بھائی ہیں اور گذشتہ نمبر کی اولاد ہیں

شجرہ نسب

سید سلیمان شاہ کاظمی آف حویلیاں کے صاحبزادے
سید سکندر شاہ کاظمی آف رجوعیہ کی اولاد

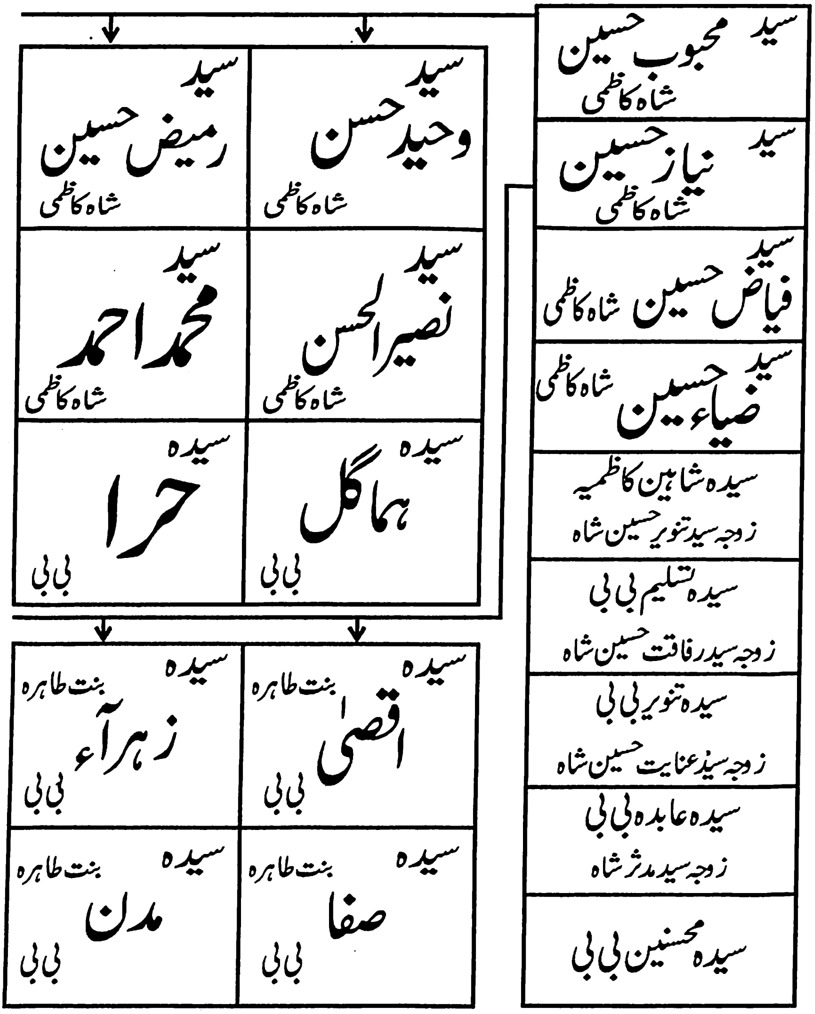

- سید محبوب حسین شاہ کاظمی
- سید نیاز حسین شاہ کاظمی
- سید فیاض حسین شاہ کاظمی
- سید ضیاء حسین شاہ کاظمی
- سیدہ شاہین کاظمیہ زوجہ سید تنویر حسین شاہ
- سیدہ تسلیم بی بی زوجہ سید رفاقت حسین شاہ
- سیدہ تنویر بی بی زوجہ سید عنایت حسین شاہ
- سیدہ عابدہ بی بی زوجہ سید مدثر شاہ
- سیدہ محسنین بی بی

- سید وحید حسن شاہ کاظمی
- سید رمیض حسین شاہ کاظمی
- سید نصیر الحسن شاہ کاظمی
- سید محمد احمد شاہ کاظمی
- سیدہ ہما گل بی بی
- سیدہ حرا بی بی

- سیدہ اقصیٰ بی بی بنت طاہرہ
- سیدہ زہراء بی بی بنت طاہرہ
- سیدہ صفا بی بی بنت طاہرہ
- سیدہ مدن بی بی بنت طاہرہ

(۳۹) سید سلیمان شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (انکے باقی 9 صاحبزادے)

(۴۰)

سید مبارک شاہ کاظمی	سید ایاز حسین	سید ارشد حسین	سید ارشاد حسین	سید ثاقب حسین	سید عمیر علی	سید احسان حسین
سید رسول شاہ کاظمی	سید عابد حسین	سید آصف حسین				
سید فرید شاہ کاظمی تحصیل دار ریٹائرڈ	سید اقتدار علی شاہ	سید سبطین علی شاہ	سید ذیشان علی شاہ			
سید نذر شاہ کاظمی	سید تصور حسین	سید طاہر حسین	سید واجد حسین			
سید صابر علی شاہ کاظمی						
سید شاہ حسین کاظمی	سید راشد حسین	سید امجد حسین	سید حسین			
سید فدا حسین کاظمی رح						
سید عباس شاہ کاظمی	سید ظہیر عباس حسین	سید علی رضا حسین				
سید زاہد حسین کاظمی	سید وقاص حسین	سید وقار حسین				

شجرہ نسب

جناب سید لال حسین شاہ صاحب کاظمی

سید ← لال حسین شاہ کاظمی ①	① سید کرامت کاظمی	② سید رحمت کاظمی	③ سید ذاکر کاظمی	④ سید انور شاہ کاظمی	⑤ سید نعمت شاہ کاظمی
	سید طاہر حسین کاظمی	سید احمد حسین کاظمی	سید ضیا حسین کاظمی	سید خضر حسین کاظمی	ثنائی بی
	سید عابد حسین کاظمی	سید محرم حسین کاظمی	سید فدا حسین کاظمی		سید فیصل حسین کاظمی
	سید اقبال حسین کاظمی		سید سجاد حسین کاظمی		
			سید سرفراز حسین کاظمی		
			سید ذوالفقار حسین کاظمی		

↓ سید مبارک شاہ کاظمی ②	سید فضل شاہ کاظمی ③	سید امام علی شاہ کاظمی ④
سید حسن علی شاہ کاظمی ⑦	سید حافظ صدر الدین شاہ کاظمی ⑥	سید نور شاہ کاظمی ⑤
سید مراد علی شاہ کاظمی ⑧	سید مُحبّ شاہ کاظمی ⑨	اب اسکے بعد حضور نبی کریمؐ تک وہی شجرہ ہے جو سید نیاز حسین شاہ کاظمی کا ہے

شجرہ نسب خاندان کاظمی فیروزیالی مشہدی گڑلانیاں

سادات گڑلانیاں کے بہت سارے نام اور اسی طرح سادات کاظمی کے بہت سارے نام اور بہت سارے شجرہ جات طبع ہونے سے رہ گئے ہیں تبرکاً جتنے نام ہم دے سکتے تھے ہم نے دے دیئے آئندہ اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی تو انشاء اللہ پیش ہونگے ۔ فقط

سید بشیر حسین شاہ کاظمی ①	سید فیض علی شاہ کاظمی ②	سید غلام علی شاہ کاظمی ③	سید جمال شاہ کاظمی ④
سید مراد علی شاہ کاظمی ⑧	سید ہادی شاہ کاظمی ⑦	سید امیر علی شاہ کاظمی ⑥	سید اچھا شاہ کاظمی ⑤
سید گل محمد شاہ کاظمی ⑨	سید حیدر شاہ کاظمی ⑩	سید سکندر شاہ کاظمی ⑪	سید میر عادی شاہ کاظمی ⑫
سید علی شیر شاہ کاظمی ⑯	سید فیروز محمد شاہ کاظمی ⑮	سید عبدالکریم شاہ کاظمی ⑭	سید گل الدین شاہ کاظمی ⑬
سید عبدالکریم شاہ کاظمی ⑰	سید وجہ الدین شاہ کاظمی ⑱	اب اسکے بعد حضور نبی کریمؐ تک وہی شجرہ ہے جو سید نیاز حسین شاہ کاظمی کا ہے	

تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

دیگر دستیاب شجرہ جات

خاندان مبارکہ از اولادِ پیر بابا رضی اللہ تعالیٰ عنہ

محنت وکاوش

قابلِ فخر فرزندِ پیر بابا

عالیجناب حضرت بابا پیر سید

عبدالاحد

شاہ صاحب

ترمذی نقوی حسینی حسنی سیفی نقشبندی قادری چشتی

آستانہ عالیہ مسلم آباد کالا کلے تحصیل کبل سوات پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرستِ دستیاب شجرہ جات اولاد پیر باباؒ

نمبر شمار	نام صاحب شجرہ	صفحہ	نمبر شمار	نام صاحب شجرہ	صفحہ
1	سید جمال ابنِ سید عبدالوہاب ساداتِ کنڑ وایبٹ آباد ہزارہ	1	15	اولادِ سید پیر امام ابن سید مسعود ساداتِ صوابی میرا۔ بلند کوٹ گڑھی اگردر سیدزد۔ ہزارہ۔ میران۔ تاگیر۔ چاس	45
2	سادات جنگی باندہ جنگ باندہ نی ایبٹ آباد ہزارہ	5	16	نعت شریف	51
3	شجرہ نسب علامہ سید جمال الدین افغانی داعی اتحادِ ملت اسلامیہ	7	17	سید نجم الدین ابن سید مسعود سادات گندف شگئی۔ منڈی۔ پٹ باندہ۔	53
4	شجرہ نسب اولاد سید مسعود ابن میاں عبدالوہاب	17	18	شجرہ نسب اولاد میاں پیر عاشق ابن میاں مسعود سادات بر باڑی۔ کوز باڑی شکر درہ۔ ٹھوٹی۔ منگور کتیاز	55
5	ساداتِ ستھانہ تختہ بند ناوگی بنیر سوات	25	19	ساداتِ شکر درہ و پیر چم دیولئی	60
6	سید اکبر شاہ بادشاہِ اول سوات	26	20	ساداتِ سرسئی و منگور	64
7	سید عبدالجبار شاہ بادشاہِ سوم سوات	27	21	اولادِ میاں پیر بیغم ابن میاں مسعود سادات کوہی کی خیل چغرزئی و چکسر ڈیری	69
8	ساداتِ کلپانی بنیر	32	22	سادات جانو۔ نواں کلی۔ ٹیٹا بٹ	71
9	ساداتِ ملا یوسف باندہ نوبکلے ونج پائی بنیر	33	23	سید بہاء الدین ابن سید مسعود ساداتِ سُنی گرام تور ورسک۔ بونیر نواں کلی کالو خان صوابی	73
10	سادات جوڑ بازار گے تیندوڈاگ بیجگرام سوات	36	24	سید حسن المعروف فقیر بابا ابن سید بہاؤالدین ساداتِ پرد نزہ جامبل سوات	82
11	ساداتِ گہبائی	39	25	اولادِ سید ساقی ابن سید عبدالوہاب سادات بیدرہ۔ خرانزہ خیلہ۔ خوار بند۔ کونہ پاچہ کلے بونیر۔ میاں کلے خزانہ جندول (دیر)۔	85
12	سادات ڈبہ شلبانڈی	40	26	سید محمد داؤد ابن سید عبدالوہاب سادات گوزئی کمبٹ۔ کمبر۔ ضلع دیر	91
13	ساداتِ گوٹھے وپیزہ علاقہ کی خیل چغرزئی بونیر	41	27	میاں عباس ابن سید عبدالوہاب ساداتِ میاں برنگولہ (دیر)	93
14	ساداتِ ہزارہ نیک پی خیل سوات	43	28	خواجہ بہاؤالدین ابن سید عبدالوہاب سادات امان کوٹ جگورہ ماگرہ	95
			29	سید امام محمد ابن سید عبدالوہاب ساداتِ بائی کلے بونیر	97

30	میاں سید موسیٰ المعروف شاہ عالم ابن سید عبدالوہاب ساداتِ گوگدرہ سوات	98	42	سید یوسف المعروف شیخ بابا ساداتِ الملوک (دمغار) و سیر تلی گرام وغیرہ	168
31	اولاد میاں سید قاسم بابا ابن سید مصطفیٰ ابن پیر بابا	100	43	سید عسکر ابنِ سید ابدال ابن سید حسین ساداتِ کوکڑی۔ چیتوڑ۔ قمبر اوڈی گرام۔ تیندو ڈاگ۔ چار باغ (سوات) زیدہ صوابی۔	173
32	شیخ کبیر جدِ سادات پیر کلے، شیر پلنگ، گٹ پیوچار	100	44	ساداتِ اسماعیلیہ۔ نذر۔ وغیرہ	178
33	شیخ فرید ابن سید قاسم المعروف کڑپے بابا سادات چَک درو۔ جنگو۔ شوہ۔ کوئی گرام جیئی۔ ضلع دیر شاگرام سبٹ۔ بہا صاتال۔ کوزہ درشخیلہ سوات	105	45	سادات حمزہ ذیر صوابی	186
34	سید جلال ابن سید قاسم ساداتِ کاغان۔ بھوکڑ منگ۔ بالاکوٹ۔ وغیرہ	114	46	سید واصل الدین ابن سید حسین (سادات امازوگڑھی و دولت زئی مردان)	187
35	سید خواجہ نور ابن سید عبدالجبار ابن سید قاسم ساداتِ محب بانڈہ۔ مایار۔ امازو گڑھی۔ رستم۔ کوزا اسماعیل زئی ہوتی مردان۔ ساداتِ باڑہ۔ چارسدہ۔	123	47	سید غازی شاہ ابن سید حسین۔ ابن سید حسن ساداتِ گلاڈیر مینگورہ۔ گلکدہ۔	189
36	ساداتِ لند خوڑ۔ چڑ۔ بونیر	138	48	سید کریم شاہ ابن سید حسین سادات کوٹ دولت زئی امازوگڑھی مردان	190
37	سید عبدالغفور ابن سید قاسم جد سر سرداری جہان آباد۔ سیر تلی گرام۔ منگولتان وغیرہ	141	49	شجرہ نسب خفتہ ذکر	193
38	ابی داؤد ابنِ سید قاسم	143	50	سید عارف شاہ ابن حضرت شاہ ابن حضرت دین سید بہرام بن عبدالغفور ابن سید قاسم	195
39	سید کریم شاہ ابن سید قاسم	144	51	کتابیات	196
40	سید مومن ابن سید قاسم ساداتِ اشاڑی برہ درشخیلہ۔ بوڑی گرام چپریال۔ شوخدرہ۔ بلکاری۔ سندانو پڑاؤ۔ نل۔ کوٹ۔ بہا۔ گام سیر وغیرہ مٹہ برسوات	147			
41	میاں سید حسن ابنِ سید مصطفیٰ ابن پیر بابا ساداتِ کالا کلے۔ شلہنڈ۔ گل جبہ دم غار۔ ڈیری بابا۔ گانشال ڈیری میرہ سوات	167			

شجرۂ نسب اولاد شاہ میرؒ و سید جمالؒ ابن میاں سید عبدالوہابؒ سادات گنڑ (افغانستان) و ایبٹ آباد (ہزارہ)

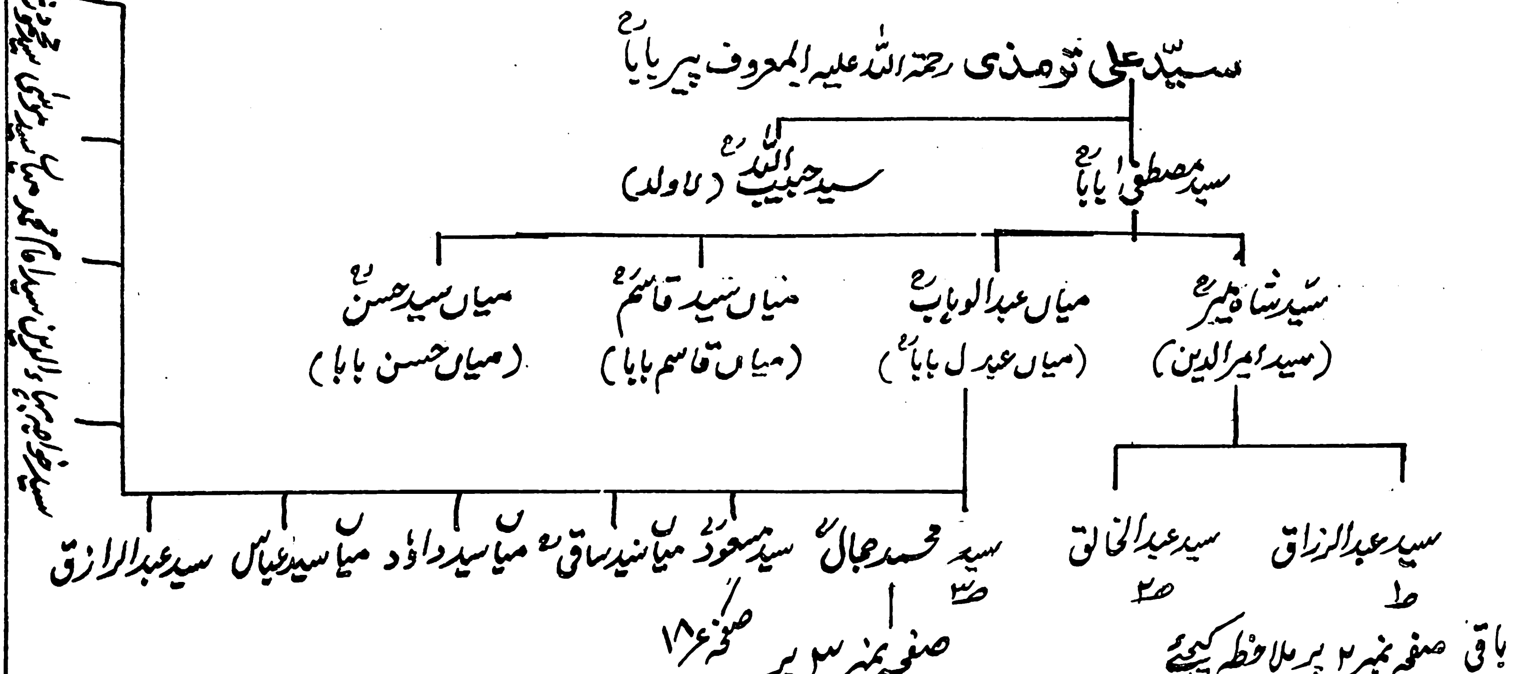

سیّد علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ المعروف پیر باباؒ
سید مصطفیٰ باباؒ
سید حبیب اللہؒ (لاولد)
سیّد شاہ میرؒ
(سید امیر الدین)
میاں عبدالوہابؒ
(میاں عبدل باباؒ)
میاں سید قاسمؒ
(میاں قاسم بابا)
میاں سید حسنؒ
(میاں حسن بابا)
سید عبدالرزاق
۱؎
سید عبدالخالق
۲؎
سید محمد جمالؒ
۳؎
سید مسعودؒ
میاں سید ساقیؒ
میاں سید داؤدؒ
میاں سید عباسؒ
سید عبدالرازق
سید خواجہ بہاء الدینؒ
سید امام محمد میاںؒ
سید موسیٰؒ
سید محمود شاہؒ

باقی صفحہ نمبر ۲ پر ملاحظہ کیجئے

صفحہ نمبر ۳ پر

صفحہ ۱۸

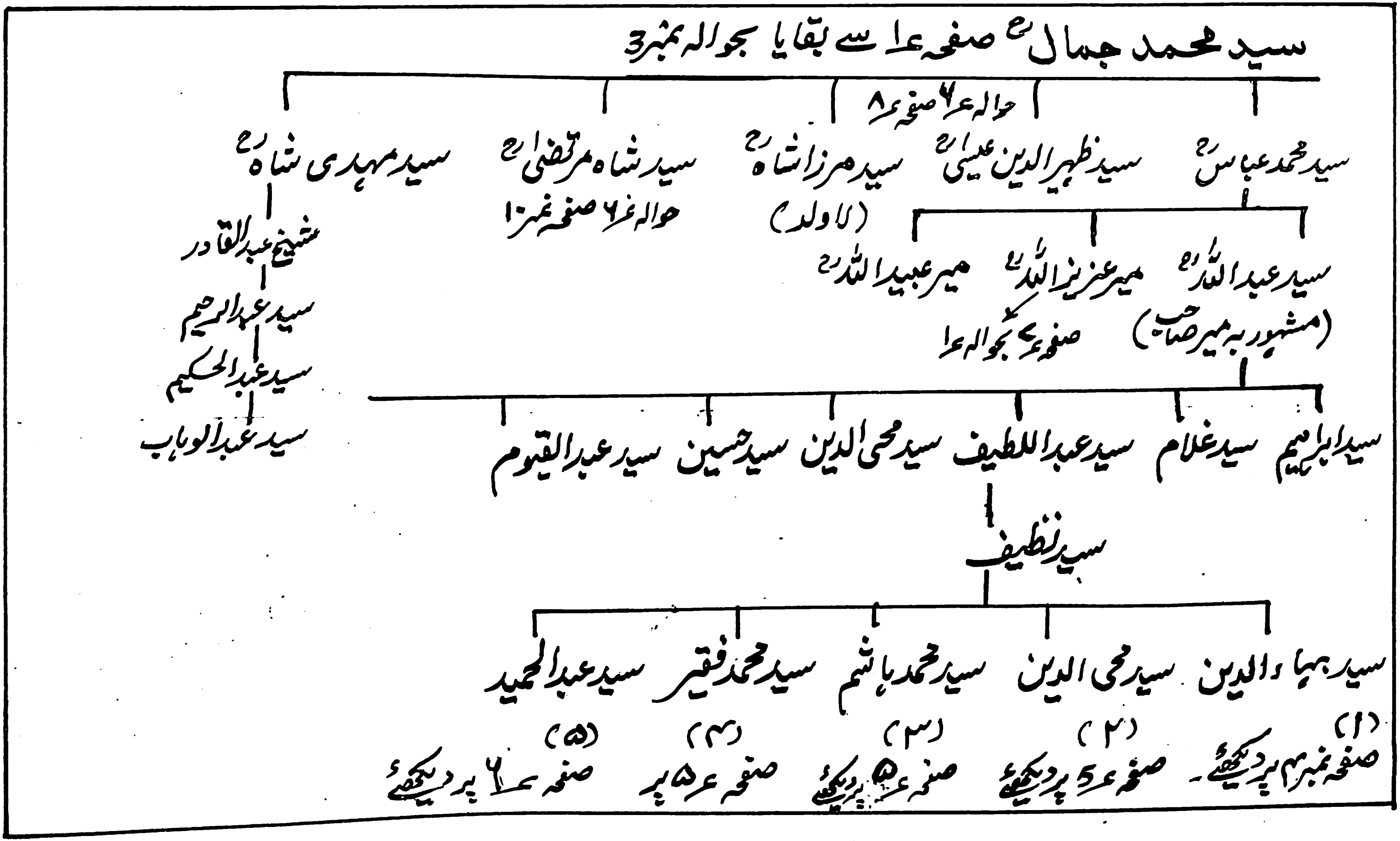
سید محمد جمال رح صفحہ ۱ سے بقایا بحوالہ نمبر ۳
حوالہ ۶ صفحہ ۸
سید محمد عباس رح
سید ظہیر الدین عیسیٰ رح
سید مرزا شاہ رح
(لاولد)
سید شاہ مرتضیٰ رح
حوالہ ۶ صفحہ نمبر ۱۰
سید مہدی شاہ رح
شیخ عبدالقادر
سید عبدالرحیم
سید عبدالحکیم
سید عبدالوہاب
سید عبداللہ رح
(مشہور بہ میر صاحب)
میر عزیز اللہ رح
صفحہ ۷ بحوالہ ۱
میر عبیداللہ رح
سید ابراہیم
سید غلام
سید عبداللطیف
سید محی الدین
سید حسین
سید عبدالقیوم
سید لطیف
سید بہاء الدین
(۱)
صفحہ نمبر ۴ پر دیکھئے۔
سید محی الدین
(۲)
صفحہ ۵ پر دیکھئے
سید محمد ہاشم
(۳)
صفحہ ۵ پر دیکھئے
سید محمد فقیر
(۴)
صفحہ ۵ پر
سید عبدالحمید
(۵)
صفحہ ۶ پر دیکھئے

سید بہاء الدینؒ ابن سید لطیفؒ - بقایا از صفحہ ۳ بحوالہ (۱)

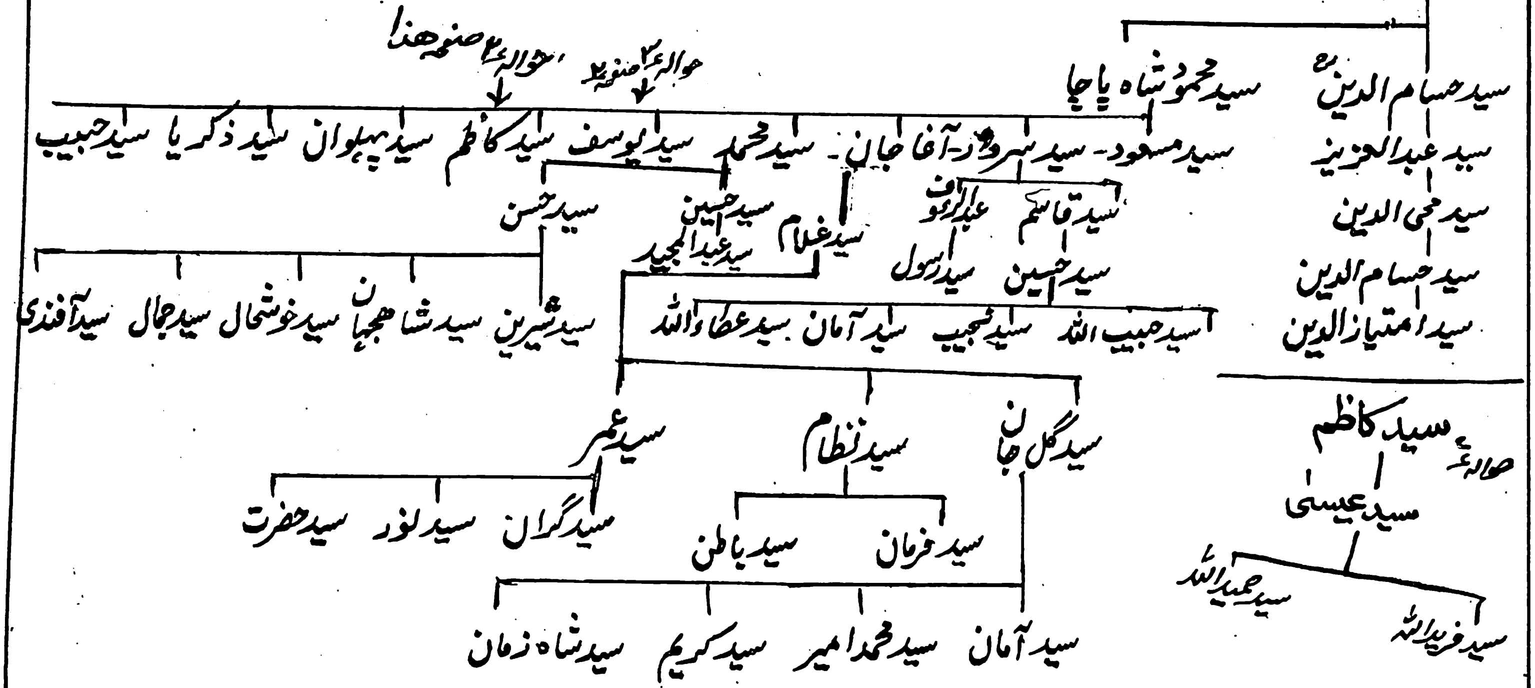
سید حسام الدینؒ
سید عبدالعزیز
سید محی الدین
سید حسام الدین
سید امتیاز الدین
سید محمود شاہ پاچا
حوالہ ۴ صفحہ ہذا
حوالہ ۳ صفحہ ۲
سید مسعود - سید سرور - آغا جان - سید محمد سید یوسف سید کاظم سید پہلوان سید ذکریا سید حبیب
سید قاسم
عبدالرؤف
سید حسین
سید رسول
سید حبیب اللہ سید نجیب سید آمان سید عطاء اللہ
سید غلام
سید حسین
سید عبدالمجید
سید حسن
سید شیرین سید شاہجہان سید خوشحال سید جمال سید آفندی
سید گل جان
سید نظام
سید عمر
سید فرمان
سید باطن
سید گران سید لوذ سید حضرت
سید آمان سید محمد امیر سید کریم سید شاہ زمان
سید کاظم
حوالہ ۴
سید عیسیٰ
سید فرید اللہ
سید حمید اللہ

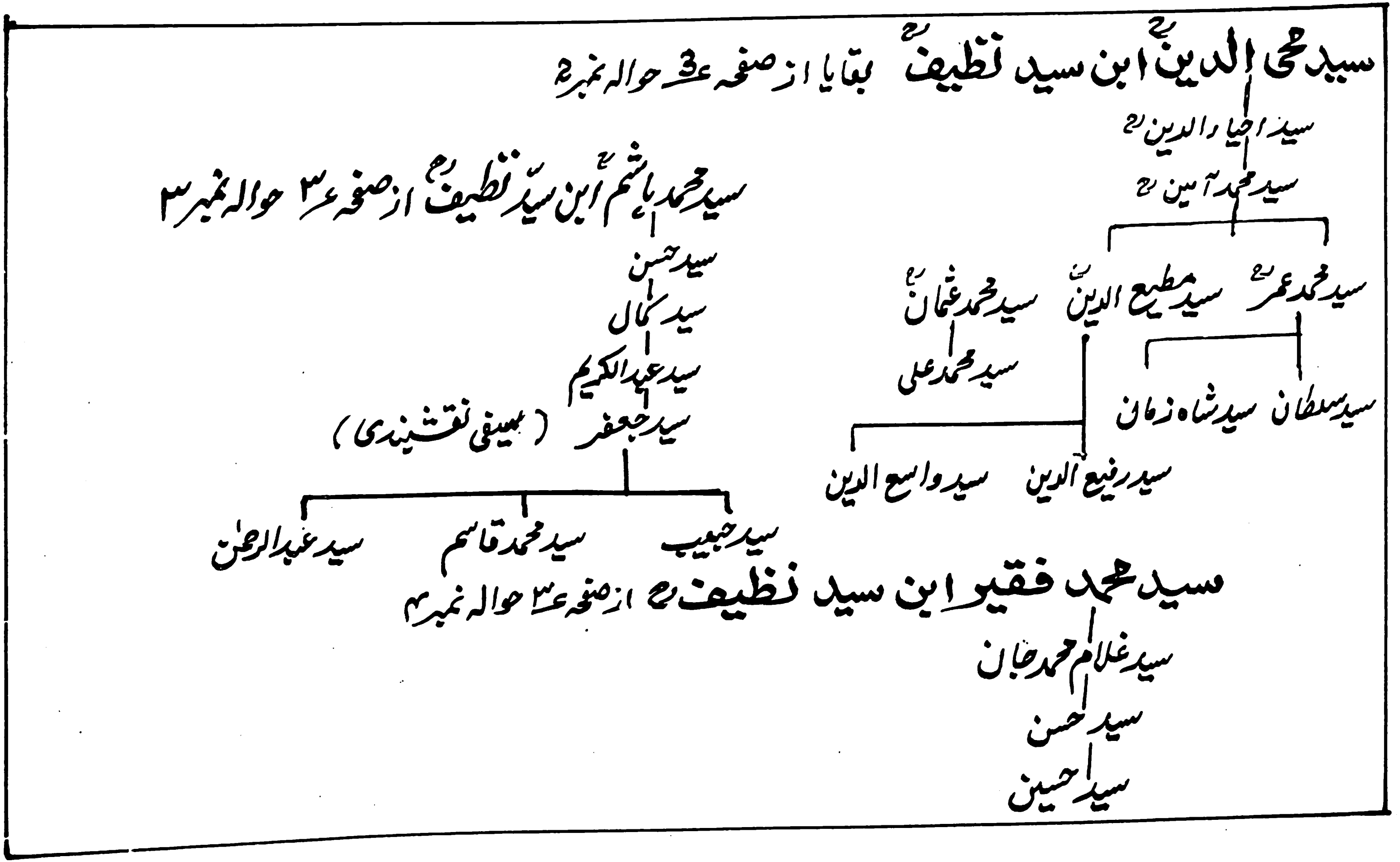
سید محی الدینؒ ابن سید نظیفؒ بقایا از صفحہ 3 حوالہ نمبر ۲
سید احیاء الدینؒ
سید محمد آمینؒ
سید محمد عمرؒ
سید مطیع الدینؒ
سید محمد عثمانؒ
سید محمد علی
سید سلطان
سید شاہ زمان
سید رفیع الدین
سید واسع الدین
سید محمد ہاشمؒ ابن سیّد نظیفؒ از صفحہ ۳ حوالہ نمبر ۳
سید حسن
سید کمال
سید عبدالکریم
سید جعفر (بیعتی نقشبندی)
سید حبیب
سید محمد قاسم
سید عبدالرحمٰن
سید محمد فقیر ابن سید نظیفؒ از صفحہ ۳ حوالہ نمبر ۴
سید غلام محمد خان
سید حسن
سید حسین

سید شاہ مرتضیٰؒ ابن سید محمد جمالؒ (سادات جھنگی باندہ بیٹنگ و باندہ منی ایبٹ آباد ہزارہ)

(از صفحہ ۳، حوالہ نمبر ۶)

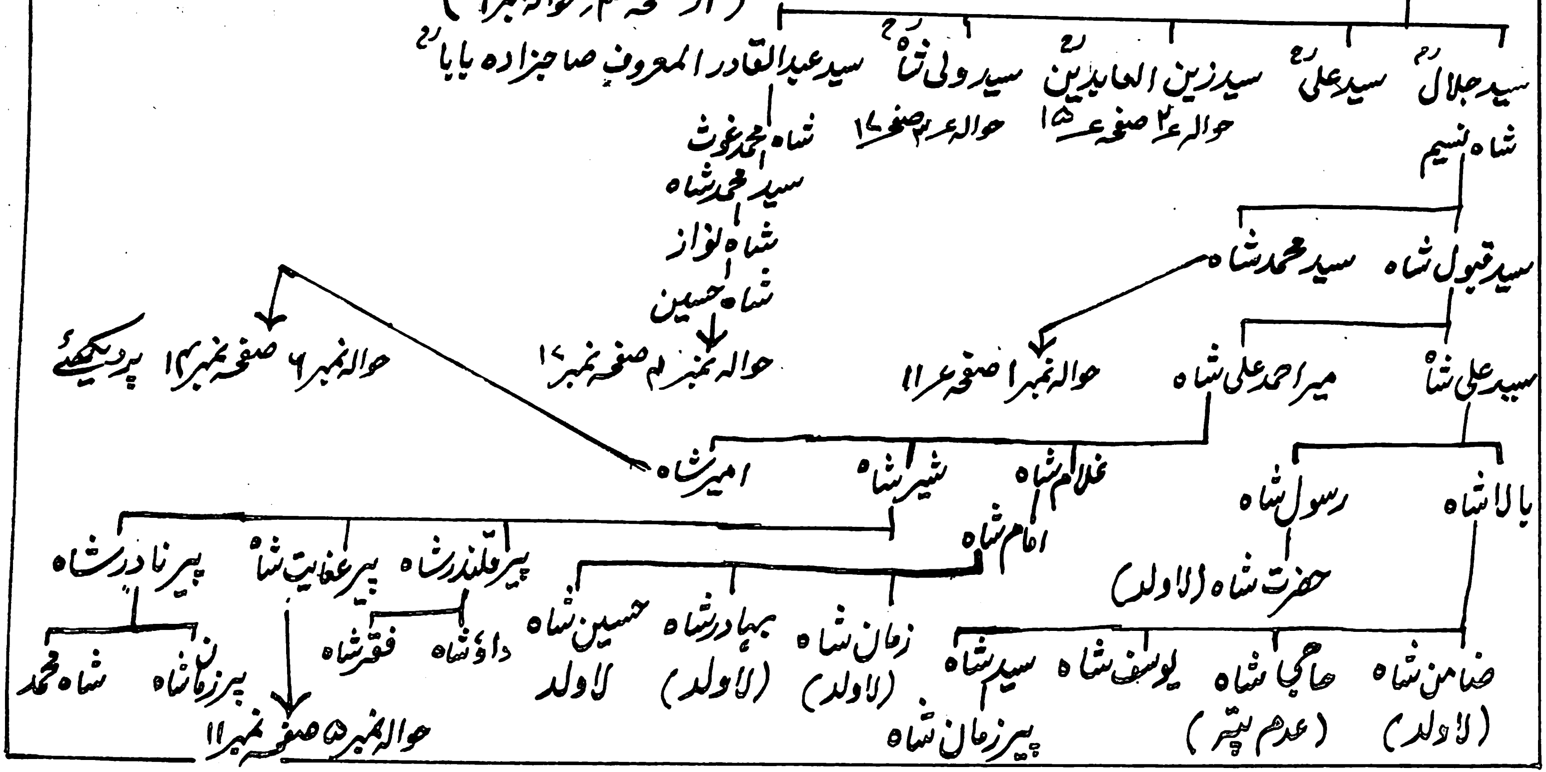
سید جلالؒ
سید علیؒ
سید زین العابدینؒ
سید ولی شاہؒ
سید عبدالقادر المعروف صاحبزادہ باباؒ
شاہ نسیم
حوالہ ع۲ صفحہ ع۱۵
حوالہ ع۳ صفحہ ۱۷
شاہ محمد غوث
سید محمد شاہ
شاہ نواز
شاہ حسین
حوالہ نمبر ۴ صفحہ نمبر ۱۷
سید قبول شاہ
سید محمد شاہ
حوالہ نمبر ۱ صفحہ ع۱۱
حوالہ نمبر ۶ صفحہ نمبر ۱۴ پر دیکھئے
سید علی شاہ
میر احمد علی شاہ
بالا شاہ
رسول شاہ
غلام شاہ
شیر شاہ
امیر شاہ
امام شاہ
حضرت شاہ (لاولد)
ضامن شاہ (لاولد)
حاجی شاہ (عدم پتہ)
یوسف شاہ
سید شاہ
پیر زمان شاہ
زمان شاہ (لاولد)
بہادر شاہ (لاولد)
حسین شاہ لاولد
پیر قلندر شاہ
پیر عنایت شاہ
پیر نادر شاہ
داؤ شاہ
فقیر شاہ
حوالہ نمبر ۵ صفحہ نمبر ۱۱
پیر زمان شاہ
شاہ محمد

سید مصطفیٰؒ ابن میر صاحب جانؒ المعروف شیخ باچاؒ (اسلام پور کنڑ) از صفحہ ۸ حوالہ نمبر ۱

- غلام علی (لاولد)
- آغا جان
- علی اصغر
- آفندی

سید عباس ابن میر صاحب المعروف شیخ باچا از صفحہ ۸ حوالہ نمبر ۲

- سید عبد اللہ
- سید عبید اللہ
- سید عطاء اللہ
- سید خلیل اللہ

غلام سرور ابن غلام قادر جانؒ از صفحہ ۸ بحوالہ نمبر ۴

- سید خلیل اللہ
- سید عزیز اللہ
- سید ہدایت اللہ
- شاہ جی گل

سید یوسف ابن عبد القادر جان از صفحہ ۸ حوالہ نمبر ۳

- سید غلام نبی
  - سید روح اللہ
    - سید لطف اللہ

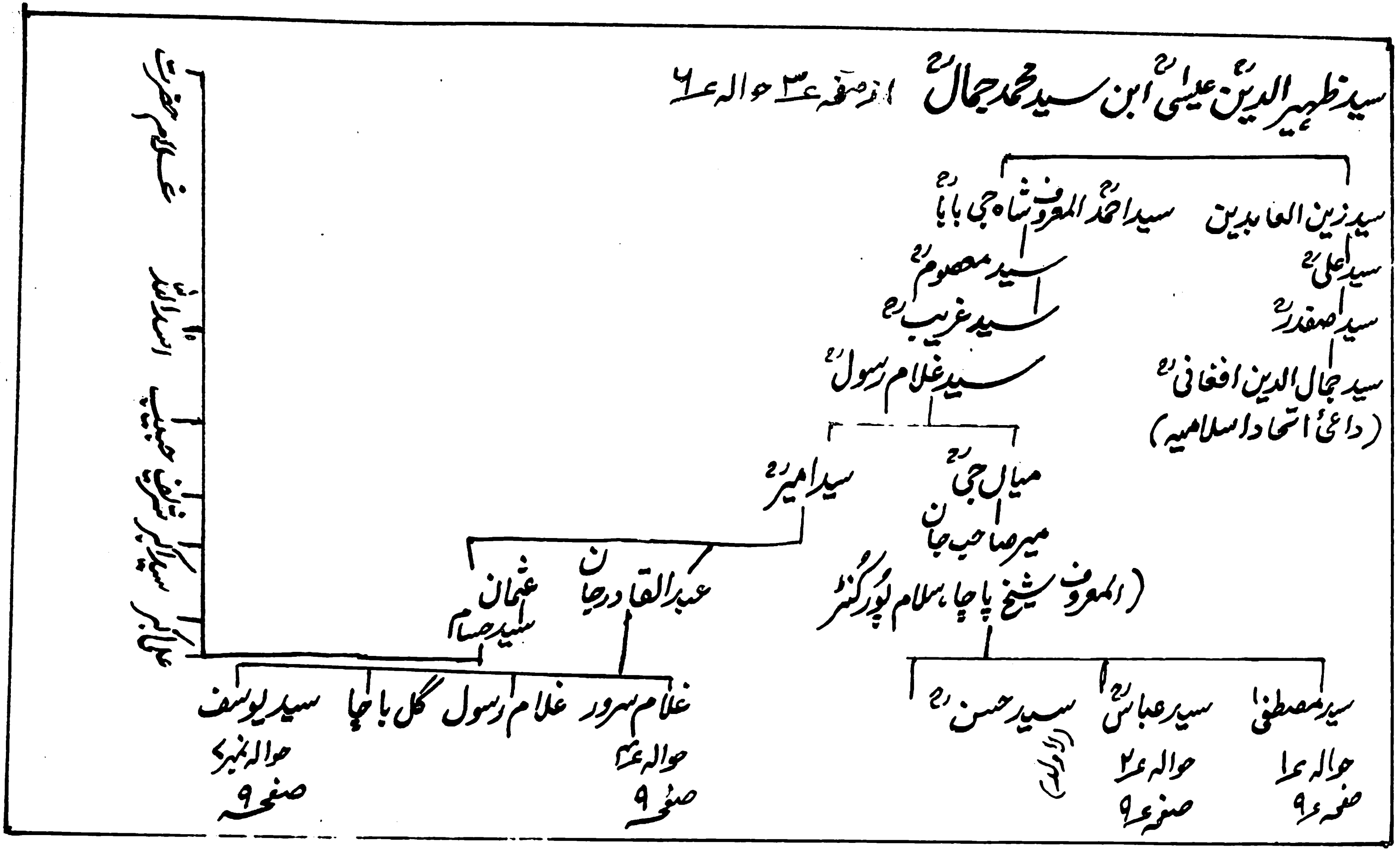
سید ظہیر الدین علیؒ ابن سید محمد جمالؒ ازصفحہ ۳ حوالہ ۶
سید زین العابدین
سید احمدؒ المعروف شاہ جی باباؒ
سید علیؒ
سید صفدرؒ
سید جمال الدین افغانیؒ
(داعیٔ اتحاد اسلامیہ)
سید معصومؒ
سید غریبؒ
سید غلام رسولؒ
میاں جیؒ
میر صاحب جان
(المعروف شیخ پاچا اسلام پور کنڑ
سید امیرؒ
سید مصطفیٰ
حوالہ ۱
صفحہ ۹
سید عباسؒ
حوالہ ۲
صفحہ ۹
سید حسنؒ
(لاولد)
عبدالقادر جان
عثمان
سید حسام
غلام سرور
حوالہ ۳
صفحہ ۹
غلام رسول
گل باچا
سید یوسف
حوالہ نمبر ۴
صفحہ ۹
علی اکبر
سید اکبر
شریف
حبیب
اسداللہ
غلام حضرت

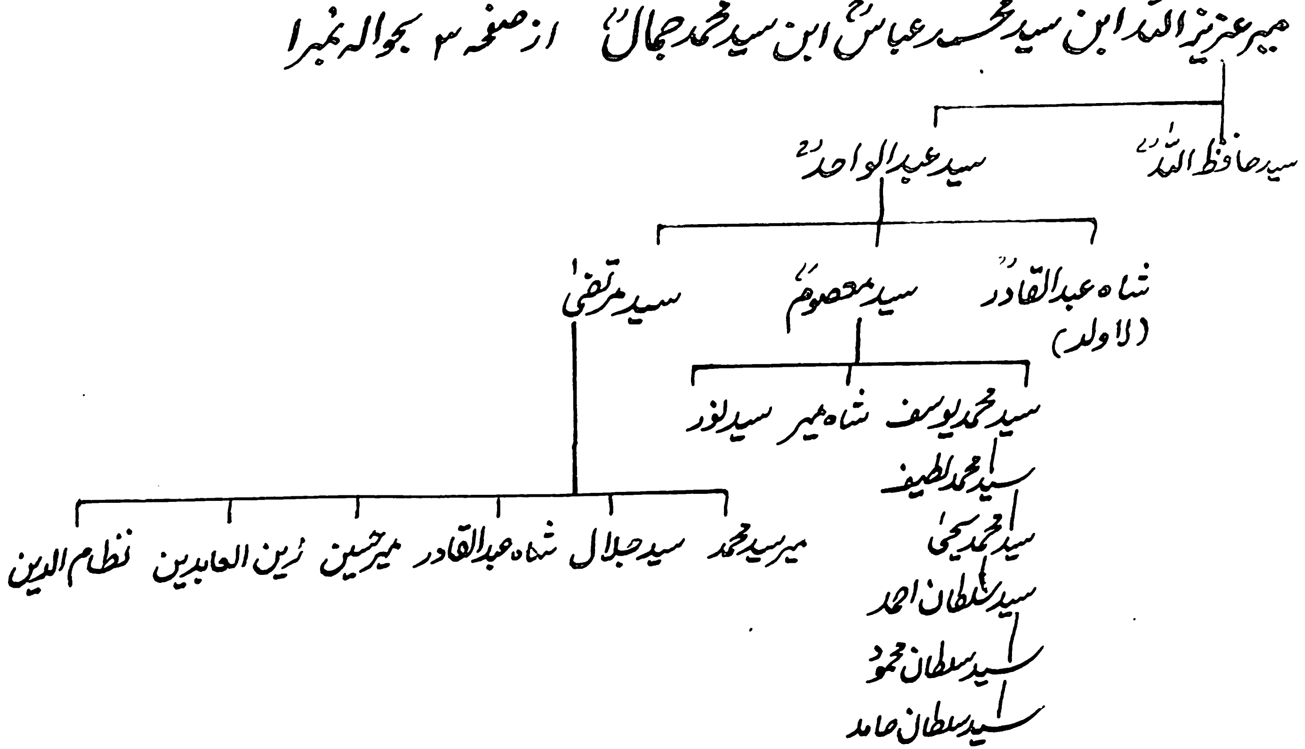
میر عزیز اللہ ابن سید محمد عباس ابن سید محمد جمال از صفحہ ۳ بحوالہ نمبر ا
سید حافظ اللہ
سید عبدالواحد
شاہ عبدالقادر
(لاولد)
سید معصوم
سید مرتضیٰ
سید محمد یوسف
شاہ میر
سید نور
سید محمد لطیف
سید محمد یحییٰ
سید سلطان احمد
سید سلطان محمود
سید سلطان حامد
میر سید محمد
سید جلال
شاہ عبدالقادر
میر حسین
زین العابدین
نظام الدین

سید عبد الحمیدؒ ابن سید لطیفؒ از صفحہ ۳، حوالہ نمبر ۵

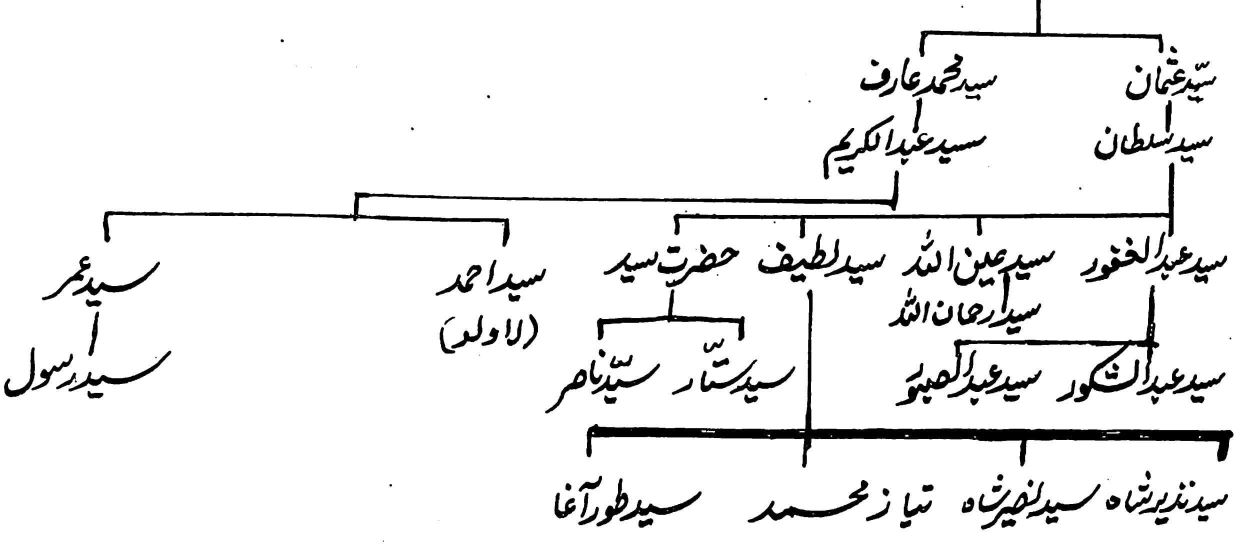
سید عثمان
سید سلطان
سید محمد عارف
سید عبد الکریم
سید عبد الغفور
سید عین اللہ
سید رحمان اللہ
سید لطیف
حضرت سید
سید احمد
(لاولد)
سید عمر
سید رسول
سید عبد الشکور
سید عبد الصبور
سید ستار
سید ناصر
سید نذیر شاہ
سید نصیر شاہ
تیاز محمد
سید طور آغا

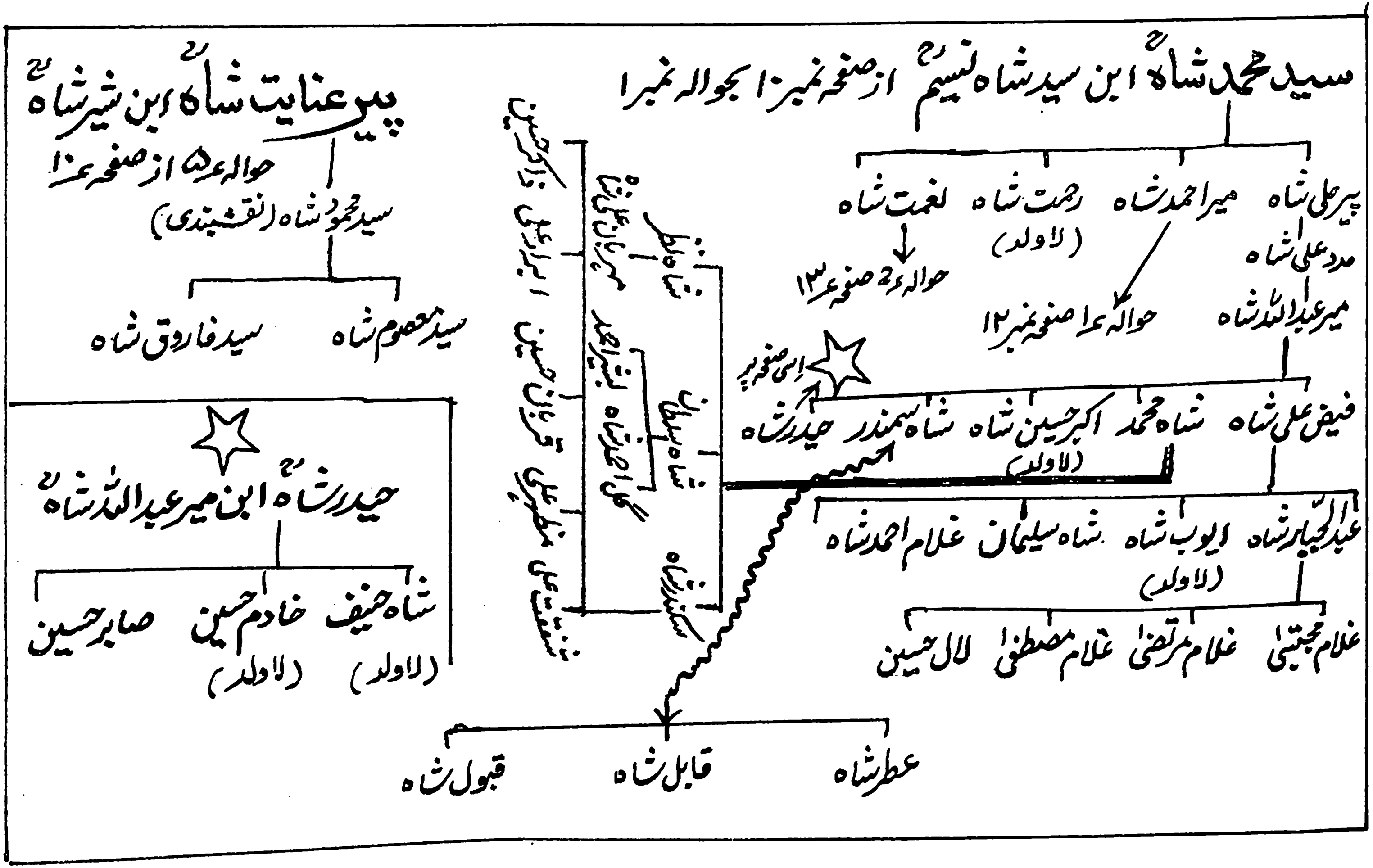
سید محمد شاہؒ ابن سید شاہ تسیمؒ از صفحہ نمبر ۱۰ بحوالہ نمبر ۱
پیر علی شاہ
میر احمد شاہ
رحمت شاہ
(لاولد)
نعمت شاہ
حوالہ نمبر 2 صفحہ ۱۳
حوالہ نمبر ۱ صفحہ نمبر ۱۲
مدد علی شاہ
میر عبداللہ شاہ
اسی صفحہ پر
فیض علی شاہ
شاہ محمد
اکبر حسین شاہ
(لاولد)
شاہ سمندر
حیدر شاہ
عبدالجبار شاہ
ایوب شاہ
(لاولد)
شاہ سلیمان
غلام احمد شاہ
غلام مجتبیٰ
غلام مرتضیٰ
غلام مصطفیٰ
لال حسین
سکندر شاہ
شاہ سلطان
شاہ نظر
گل احمد شاہ
بشیر احمد
مہربان علی شاہ
شفقت علی
مظہر علی
قربان حسین
ابرار علی
ذاکر حسین
عطر شاہ
قابل شاہ
قبول شاہ
پیر عنایت شاہؒ ابن شیر شاہؒ
حوالہ نمبر ۵ از صفحہ نمبر ۱۰
سید محمود شاہ (نقشبندی)
سید معصوم شاہ
سید فاروق شاہ
حیدر شاہؒ ابن میر عبداللہ شاہؒ
شاہ حنیف
(لاولد)
خادم حسین
(لاولد)
صابر حسین

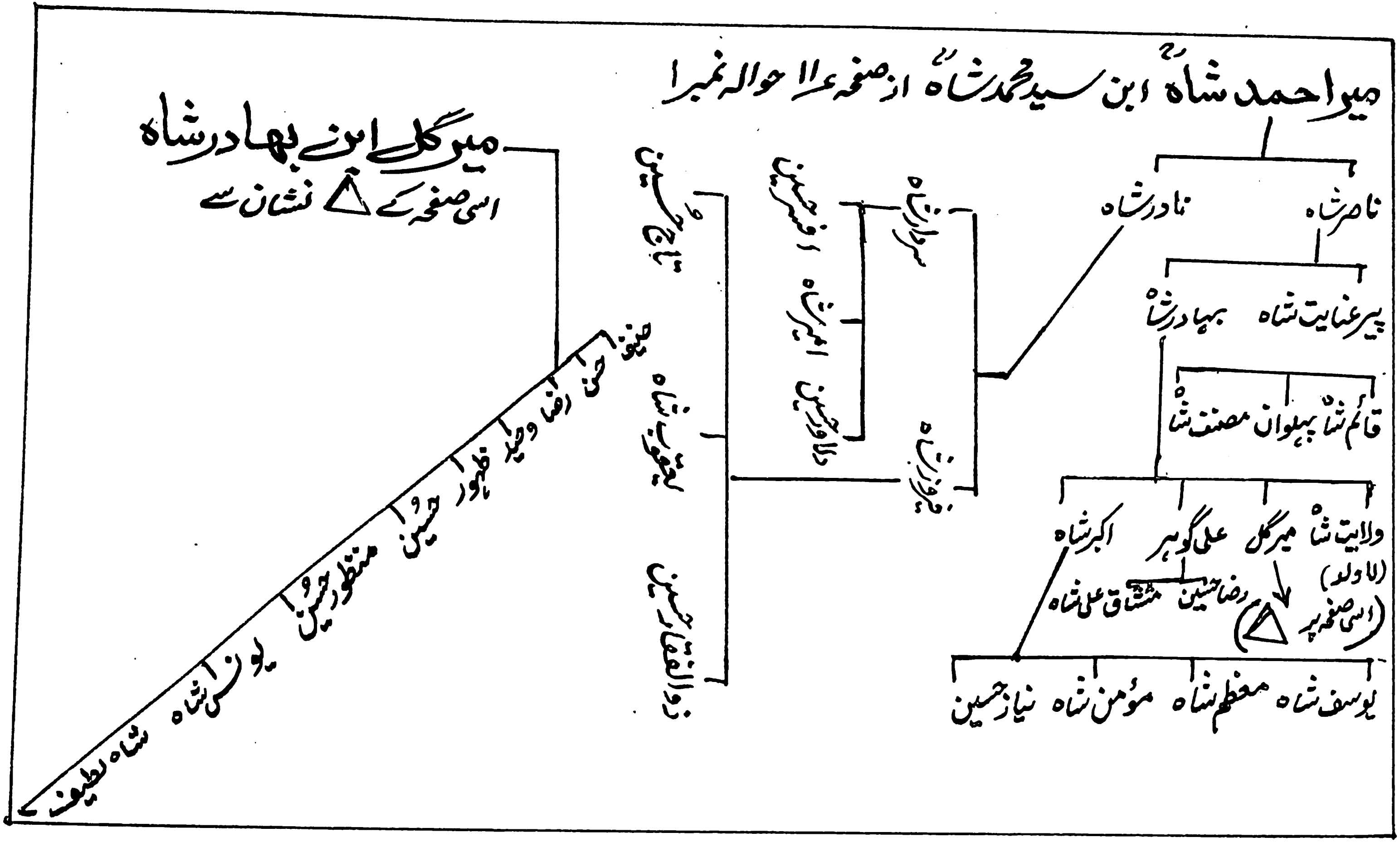
میر احمد شاہؒ ابن سید محمد شاہؒ از صفحہ ۱۱ حوالہ نمبر ۱
ناصر شاہ
نادر شاہ
پیر عنایت شاہ
بہادر شاہ
قائم شاہ
پہلوان
مصنف شاہ
ولایت شاہ
(لاولد)
میر گل
(اسی صفحہ پر △)
علی گوہر
اکبر شاہ
رضا حسین
مشتاق علی شاہ
یوسف شاہ
معظم شاہ
مؤمن شاہ
نیاز حسین
فیروز شاہ
سردار شاہ
دلاور حسین
امیر شاہ
افسر حسین
ذوالفقار حسین
یعقوب شاہ
تاج حسین
حنیف
حسن
رضا
وحید
ظہور
حسین
منظور حسین
یونس شاہ
شاہ لطیف
میر گل ابن بہادر شاہ
اسی صفحہ کے △ نشان سے

نعمت شاہؒ ابن سید محمد شاہؒ از صفحہ نمبر ۱۱ حوالہ نمبر ۲

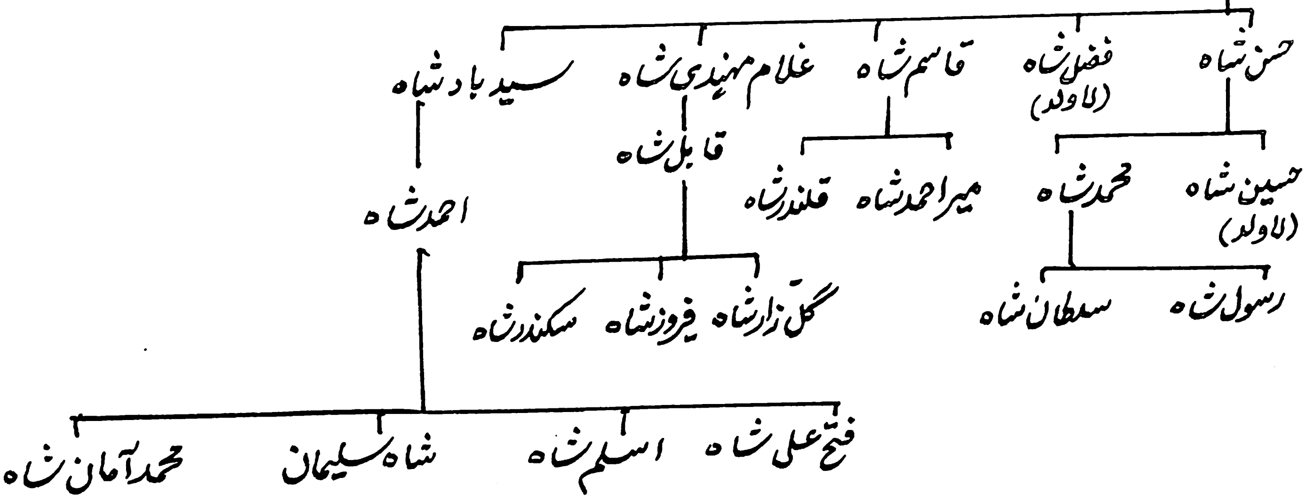
حسن شاہ
فضل شاہ (لاولد)
قاسم شاہ
غلام مہندی شاہ
سید بادشاہ
حسین شاہ (لاولد)
محمد شاہ
میر احمد شاہ
قلندر شاہ
قابل شاہ
احمد شاہ
رسول شاہ
سلطان شاہ
گل زار شاہ
فیروز شاہ
سکندر شاہ
فتح علی شاہ
اسلم شاہ
شاہ سلیمان
محمد آمان شاہ

امیر شاہ ابن میر احمد علی شاہ از صفحہ نمبر ۱ حوالہ نمبر ۶

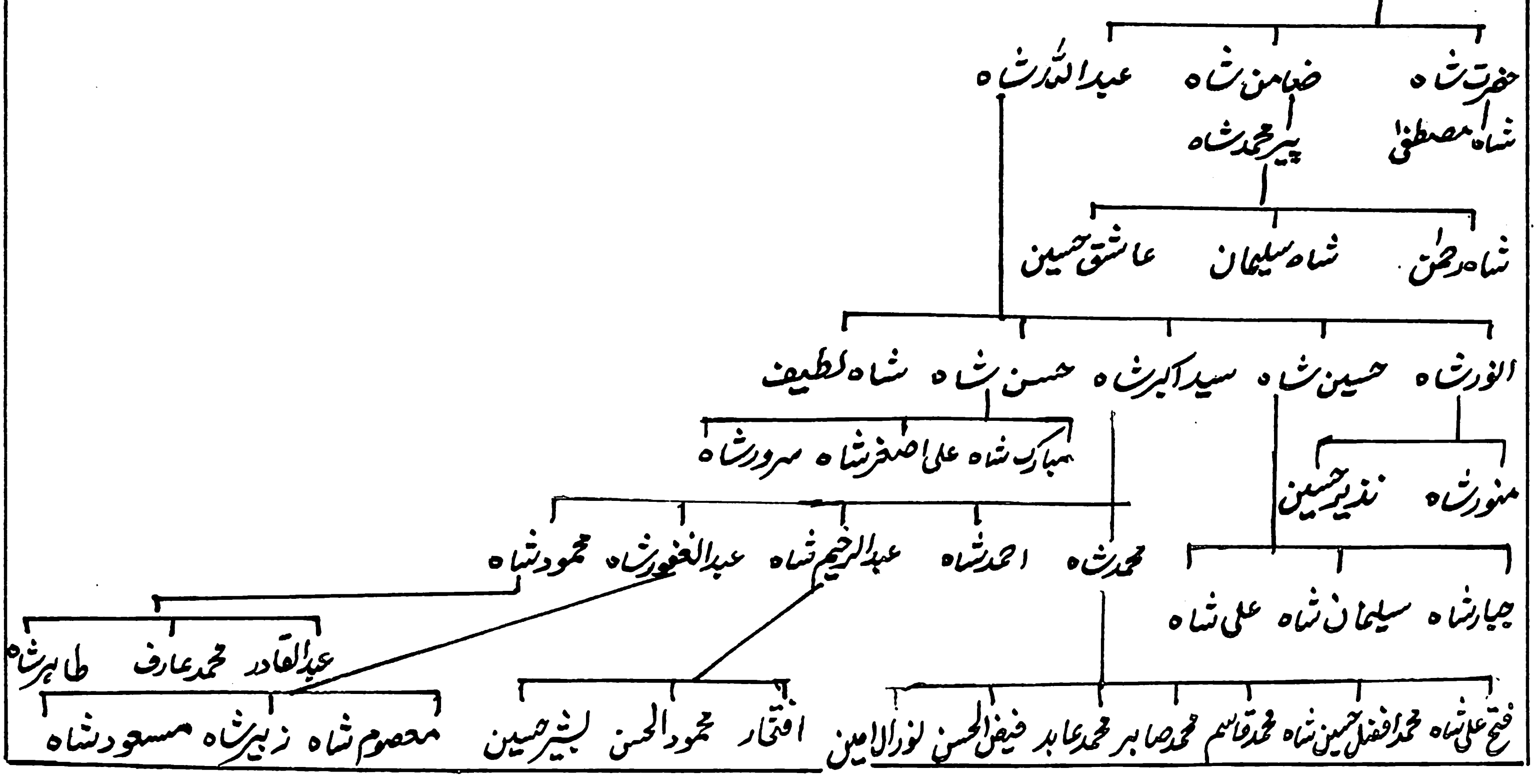
حضرت شاہ
ضامن شاہ
عبداللہ شاہ
شاہ مصطفیٰ
پیر محمد شاہ
شاہ رحمٰن
شاہ سلیمان
عاشق حسین
انور شاہ
حسین شاہ
سید اکبر شاہ
حسن شاہ
شاہ لطیف
منور شاہ
نذیر حسین
مبارک شاہ
علی اصغر شاہ
سرور شاہ
جبار شاہ
سلیمان شاہ
علی شاہ
محمد شاہ
احمد شاہ
عبدالرحیم شاہ
عبدالغفور شاہ
محمود شاہ
عبدالقادر
محمد عارف
طاہر شاہ
فتح علی شاہ
محمد افضل حسین شاہ
محمد قاسم
محمد صابر
محمد عابد
فیض الحسن
نور الامین
افتخار
محمود الحسن
بشیر حسین
معصوم شاہ
زبیر شاہ
مسعود شاہ

سید زین العابدینؒ ابن سید شاہ مرتضیٰؒ از صفحہ نمبر ۱ حوالہ نمبر ۲

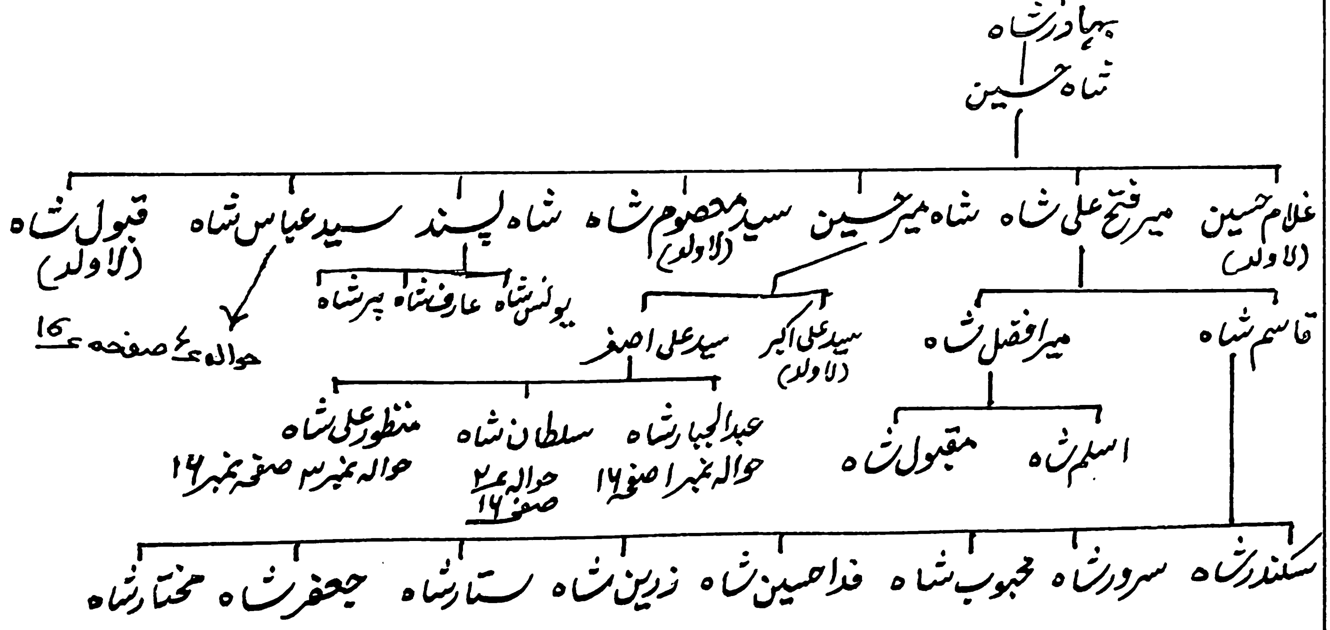
بہادر شاہ
شاہ حسین
غلام حسین (لاولد)
میر فتح علی شاہ
شاہ میر حسین
سید معصوم شاہ (لاولد)
شاہ پسند
سید عباس شاہ
قبول شاہ (لاولد)
قاسم شاہ
میر افضل شاہ
سید علی اکبر (لاولد)
سید علی اصغر
یونس شاہ
عارف شاہ
پیر شاہ
حوالہ ۴ صفحہ 16
اسلم شاہ
مقبول شاہ
عبدالجبار شاہ
حوالہ نمبر ۱ صفحہ ۱۶
سلطان شاہ
حوالہ نمبر ۲ صفحہ ۱۶
منظور علی شاہ
حوالہ نمبر ۳ صفحہ نمبر ۱۶
سکندر شاہ
سرور شاہ
محبوب شاہ
فدا حسین شاہ
زرین شاہ
ستار شاہ
جعفر شاہ
مختار شاہ

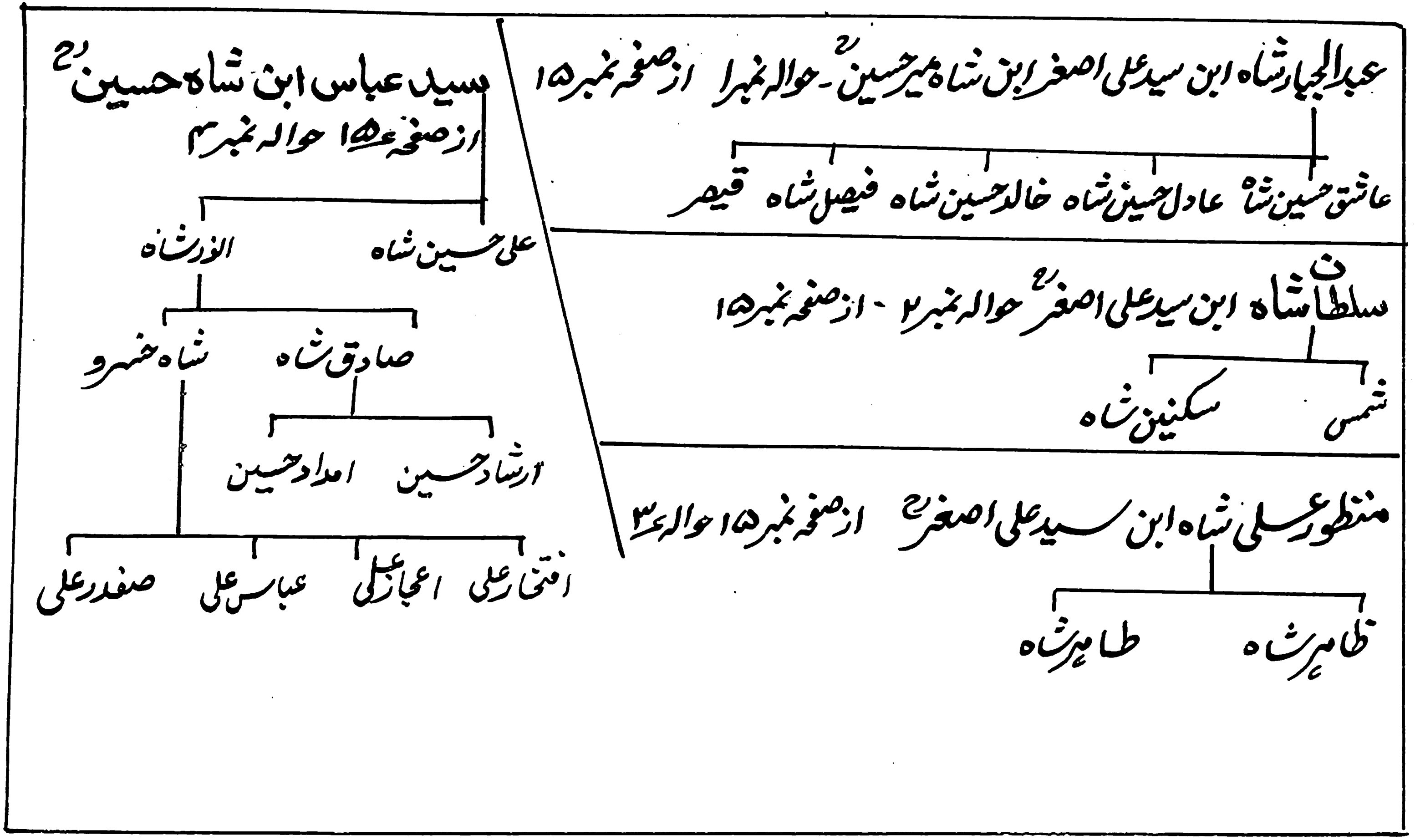
عبدالجبار شاہ ابن سید علی اصغر ابن شاہ میر حسین رح - حوالہ نمبر ۱ از صفحہ نمبر ۱۵
عاشق حسین شاہ
عادل حسین شاہ
خالد حسین شاہ
فیصل شاہ
قیصر
سلطان شاہ ابن سید علی اصغر رح حوالہ نمبر ۲ - از صفحہ نمبر ۱۵
شمس
سکینن شاہ
منظور علی شاہ ابن سید علی اصغر رح از صفحہ نمبر ۱۵ حوالہ ۳
ظاہر شاہ
طاہر شاہ
سید عباس ابن شاہ حسین رح
از صفحہ ۱۵ حوالہ نمبر ۴
علی حسین شاہ
انور شاہ
صادق شاہ
شاہ خسرو
ارشاد حسین
امداد حسین
افتخار علی
اعجاز علی
عباس علی
صفدر علی

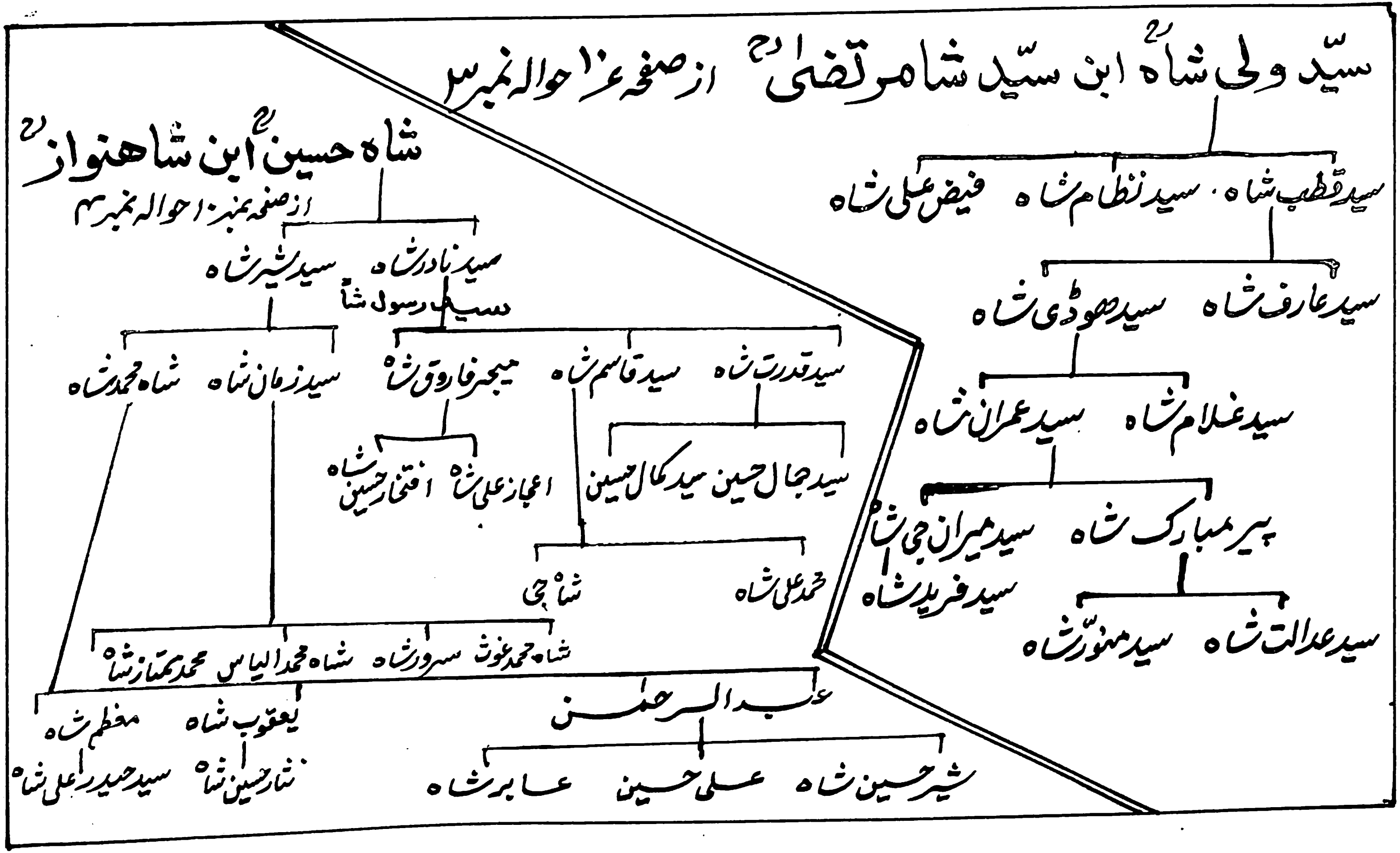
سیّد ولی شاہؒ ابن سیّد شاہ مرتضیٰؒ از صفحہ ۱۰ حوالہ نمبر ۳
سید قطب شاہ
سید نظام شاہ
فیض علی شاہ
سید عارف شاہ
سید ڈھوڈی شاہ
سید غلام شاہ
سید عمران شاہ
پیر مبارک شاہ
سید میران جی شاہ
سید فرید شاہ
سید عدالت شاہ
سید منوّر شاہ
شاہ حسینؒ ابن شاہنوازؒ
از صفحہ نمبر ۱۰ حوالہ نمبر ۴
سید نادر شاہ
سید شیر شاہ
سید رسول شاہ
سید قدرت شاہ
سید قاسم شاہ
میجر فاروق شاہ
سید زمان شاہ
شاہ محمد شاہ
سید جمال حسین
سید کمال حسین
اعجاز علی شاہ
افتخار حسین شاہ
محمد علی شاہ
شاہ جی
شاہ محمد غوث
سرور شاہ
شاہ محمد الیاس
محمد ممتاز شاہ
عبدالرحمٰن
شیر حسین شاہ
علی حسین
عابر شاہ
یعقوب شاہ
نثار حسین شاہ
معظم شاہ
سید حیدر علی شاہ

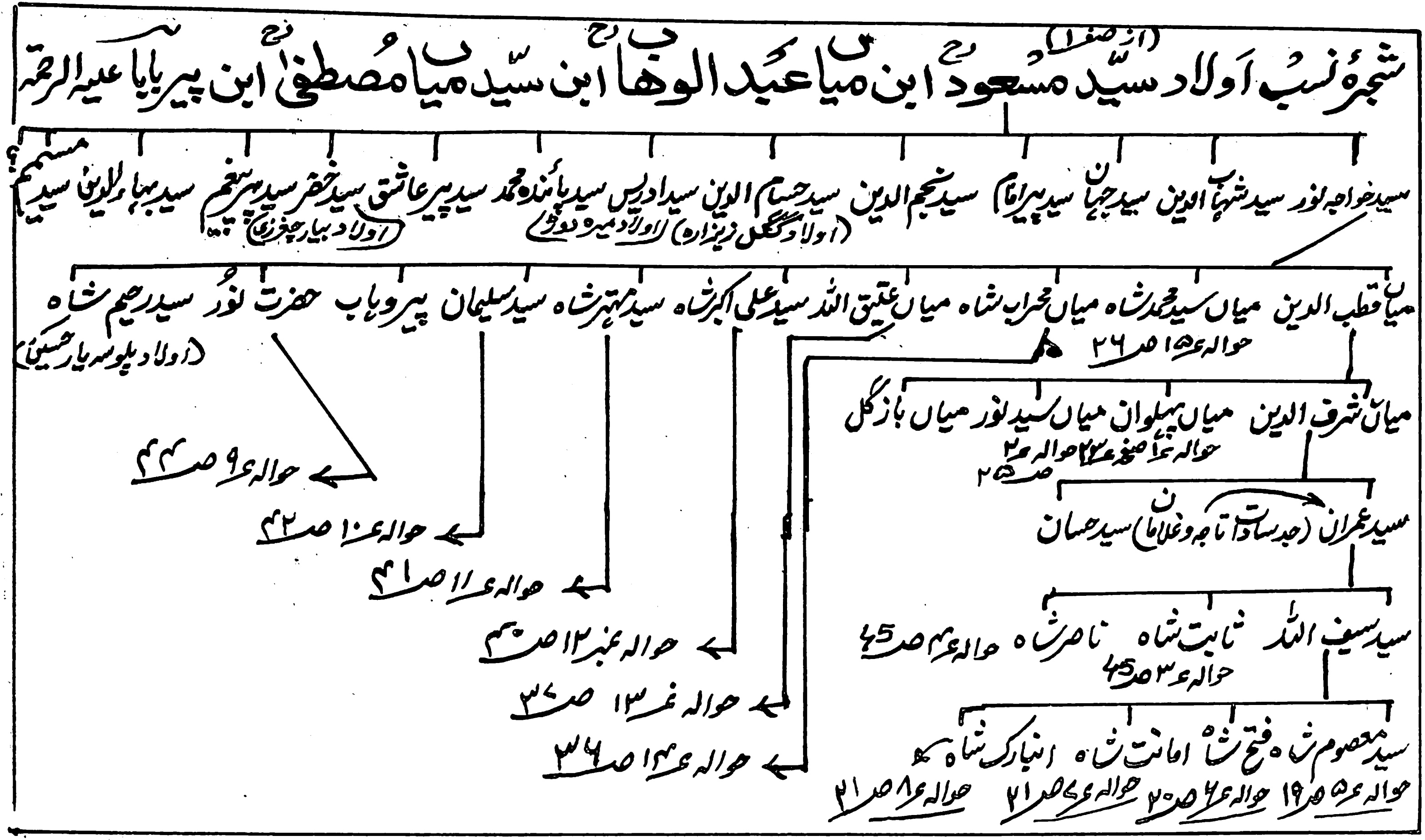

شجرۂ نسب اولاد سید مسعودؒ ابن میا عبد الوہابؒ ابن سید میا مصطفیٰؒ ابن پیر بابا علیہ الرحمۃ (از صفحہ ۱)

سید خواجہ نور
سید شہاب الدین
سید جہان
سید پیر امام
سید نجم الدین
سید حسام الدین (اولاد گگل زیزارہ)
سید ادریس
سید پائندہ محمد (اولاد میرہ دوہی)
سید پیر عاشق
سید خضر (اولاد بیار چغرزی)
سید پیر نعیم
سید بہاء الدین
سید مسلم ؟
میاں قطب الدین
میاں سید محمد شاہ
میاں محراب شاہ
حوالہ ع۱۵ صـ ۲۶
میاں عتیق اللہ
سید علی اکبر شاہ
سید مہتر شاہ
سید سلیمان
پیر وہاب
حضرت نور
سید رحیم شاہ (اولاد ملو سر یار حسینی)
میاں شرف الدین
میاں پہلوان
میاں سید نور
میاں بازگل
حوالہ نمبر۱ صفحہ ۲۳ حوالہ نمبر۲ صـ ۲۵
سید عمران (جد سادات تاجو وغلاماں) سید حسان
سید سیف اللہ
ثابت شاہ
حوالہ ع۳ صـ 45
ناصر شاہ حوالہ ع۴ صـ 45
سید معصوم شاہ
فتح شاہ
امانت شاہ
انبارک شاہ
حوالہ نمبر۵ صـ ۱۹
حوالہ نمبر۶ صـ ۲۰
حوالہ ع۷ صـ ۲۱
حوالہ ع۸ صـ ۲۱
حوالہ ع۹ صـ ۴۴
حوالہ ع۱۰ صـ ۴۲
حوالہ ع۱۱ صـ ۴۱
حوالہ نمبر۱۲ صـ ۳۰
حوالہ نمبر۱۳ صـ ۳۷
حوالہ ع۱۴ صـ ۳۶

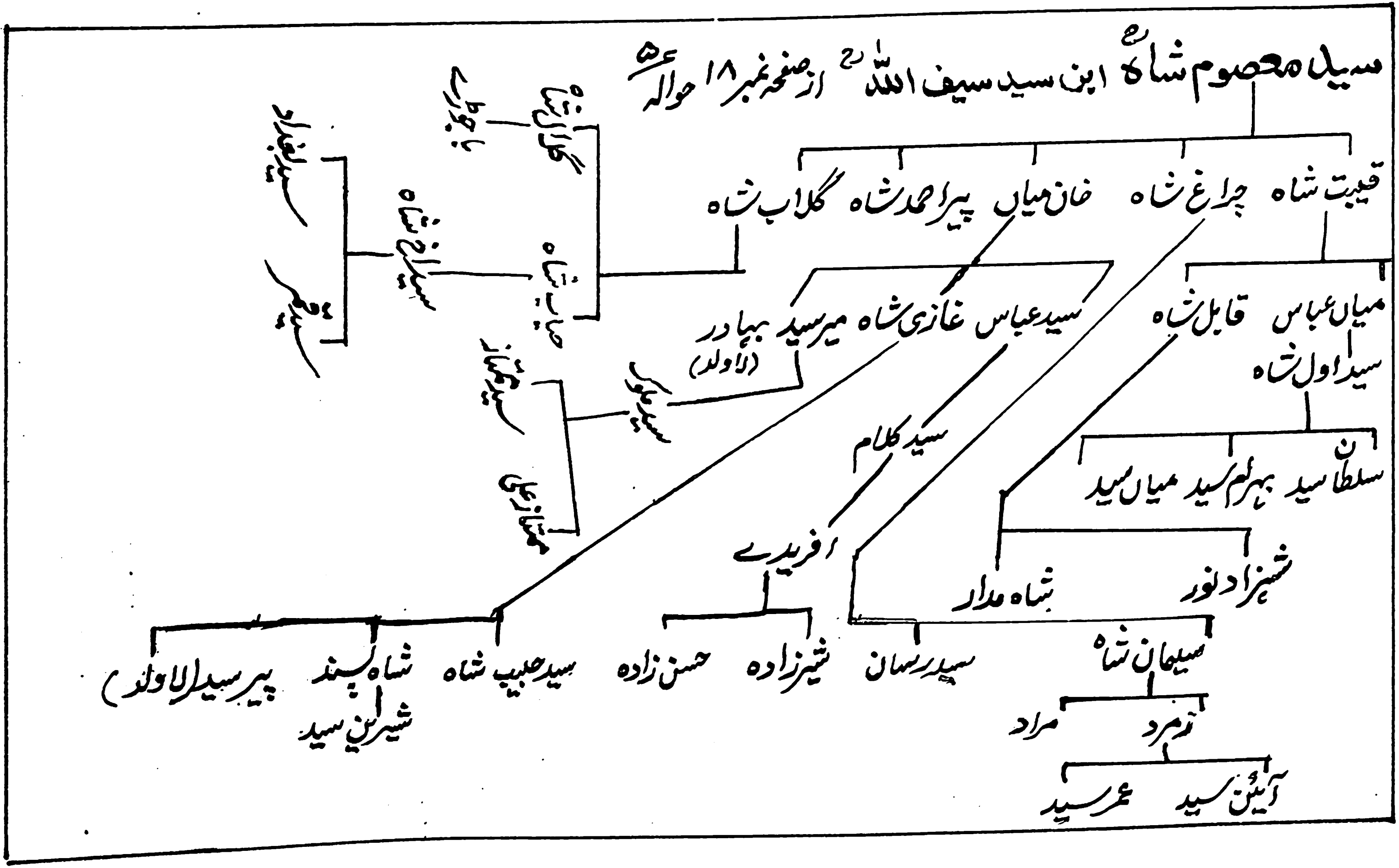
سید معصوم شاہؒ ابن سید سیف اللہؒ از صفحہ نمبر ۱۸ حوالہ ع۵
قیبت شاہ
چراغ شاہ
خان میاں
پیر احمد شاہ
گلاب شاہ
میاں عباس
قابل شاہ
سید اول شاہ
سلطان سید
بہرام سید
میاں سید
شہزاد نور
شاہ مدار
سیلمان شاہ
مراد
زمرد
آئین سید
عمر سید
سید رسان
سید کلام
افریدے
شیرزادہ
حسن زادہ
سید عباس
غازی شاہ
میر سید بہادر
(لاولد)
سید حبیب شاہ
شاہ پسند
شیرین سید
پیر سید (لاولد)
سید ملوک
سید ممتاز
ممتاز علی
حیاب شاہ
گلاں شاہ
باجوڑے
سیداخ شاہ
سید قمر
سید بغداد

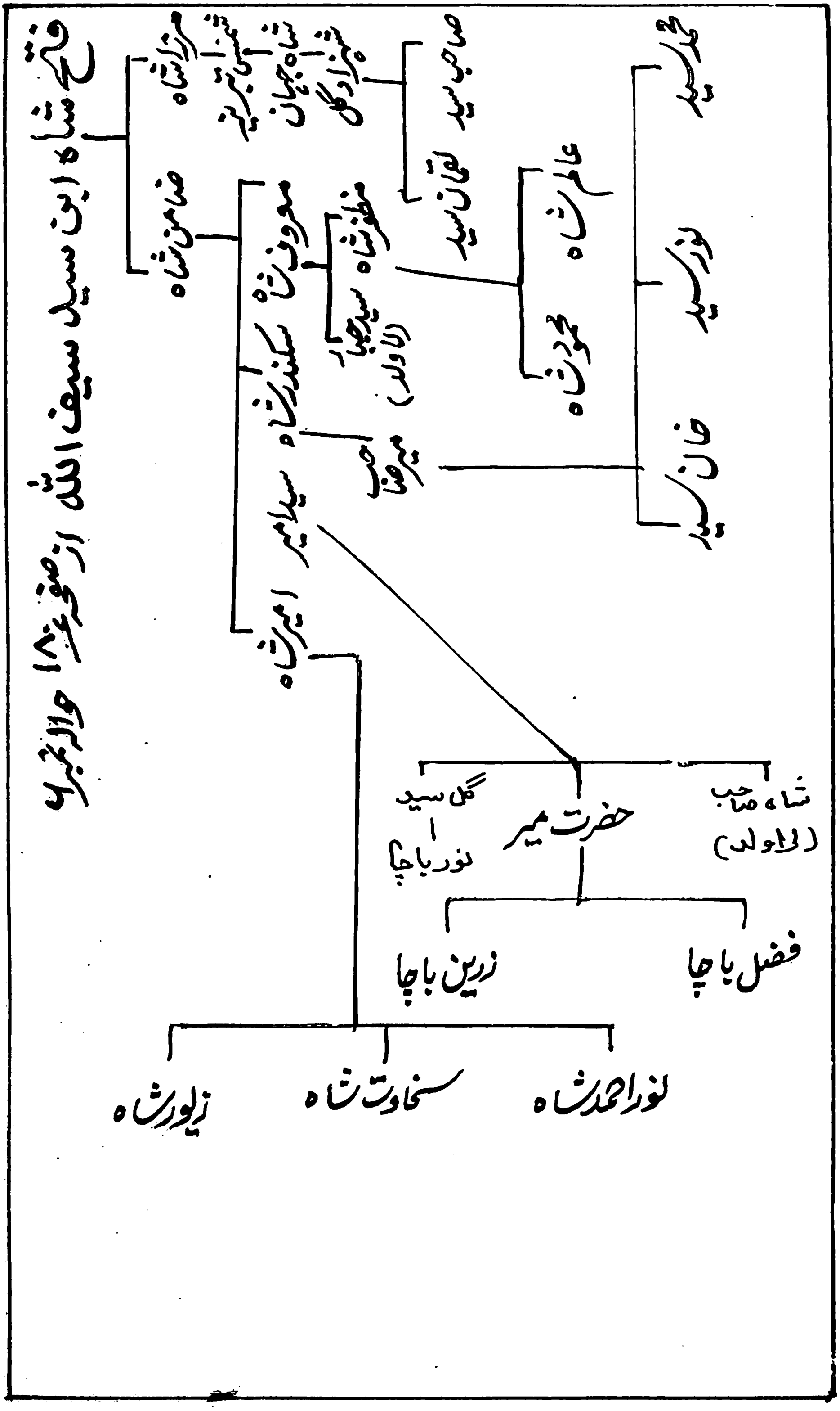
فتح شاہ ابن سید سیف اللہ از صفحہ ۱۸ حوالہ نمبر ۶
مرزا شاہ
ضامن شاہ
شمس تبریز
شاہ جہان
شہزادگل
صاحب سید
لقمان سید
معروف شاہ
سکندر شاہ
سید امیر
امیر شاہ
مظفر شاہ
سید جبار (لاولد)
عالم شاہ
محمود شاہ
میر صاحب
محمد سید
نور سید
خان سید
شاہ صاحب (لاولد)
حضرت میر
گل سید
نور باچا
فضل باچا
زرین باچا
نور احمد شاہ
سخاوت شاہ
زیور شاہ

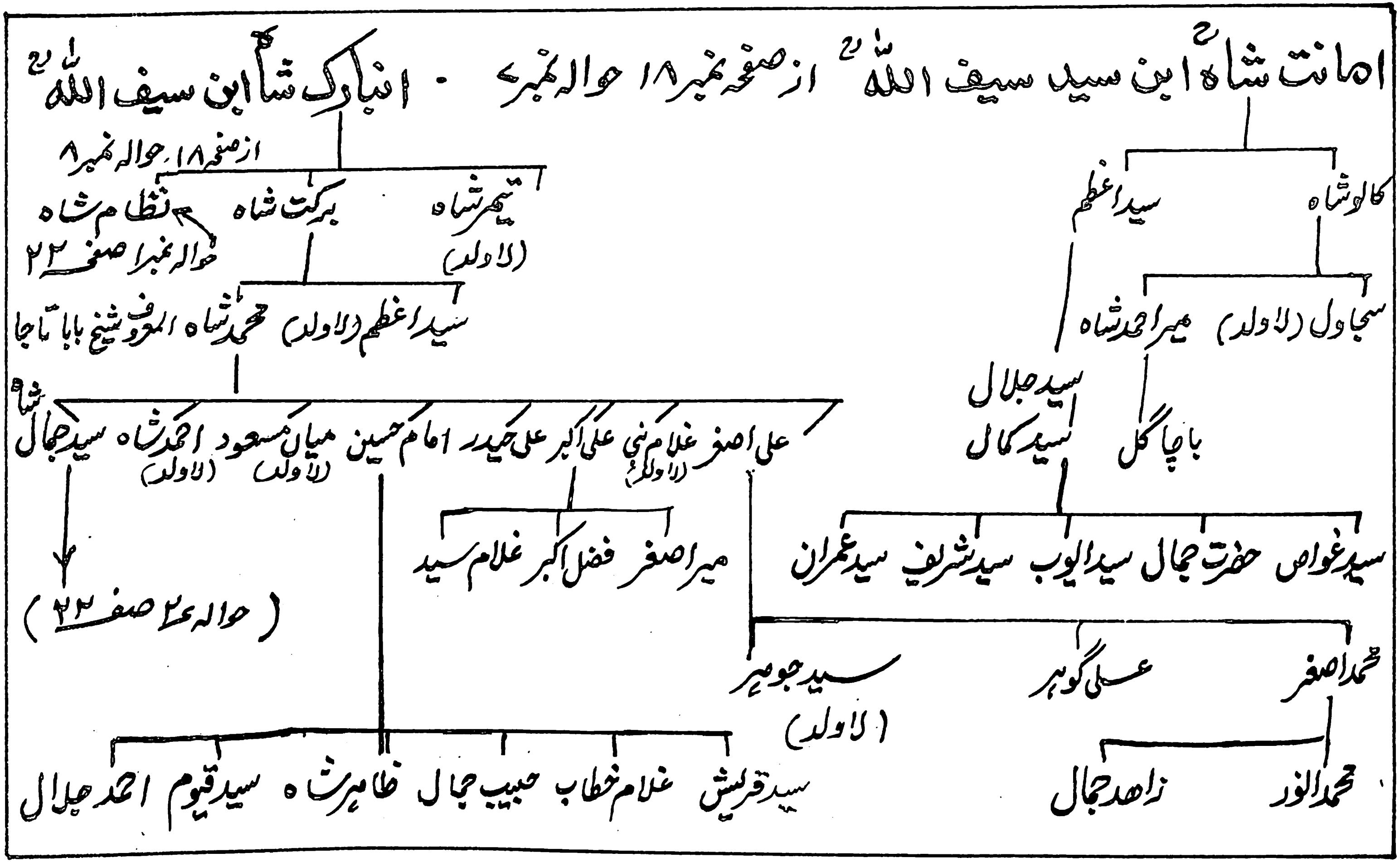

امانت شاہ ابن سید سیف اللہؒ ازصفحہ نمبر ۱۸ حوالہ نمبر ۷
انبارک شاہؒ ابن سیف اللہؒ
ازصفحہ ۱۸ حوالہ نمبر ۸
کالو شاہ
سید اعظم
سجاول (لاولد)
میر احمد شاہ
باچا گل
سید جلال
سید کمال
سید غواص
حضرت جمال
سید ایوب
سید شریف
سید عمران
محمد اصغر
علی گوہر
سید جوہر
(لاولد)
محمد النور
زاهد جمال
تیمر شاہ
(لاولد)
برکت شاہ
نظام شاہ
حوالہ نمبر ا صفحہ ۲۲
سید اعظم (لاولد)
محمد شاہ المعروف شیخ بابا تاجا
علی اصغر
غلام نبی
(لاولد)
علی اکبر
علی حیدر
امام حسین
میاں مسعود
(لاولد)
احمد شاہ
(لاولد)
سید جمال شاہ
میر اصغر
فضل اکبر
غلام سید
(حوالہ ۲ صفحہ ۲۲)
سید قریش
غلام خطاب
حبیب جمال
ظاہر شاہ
سید قیوم
احمد جلال

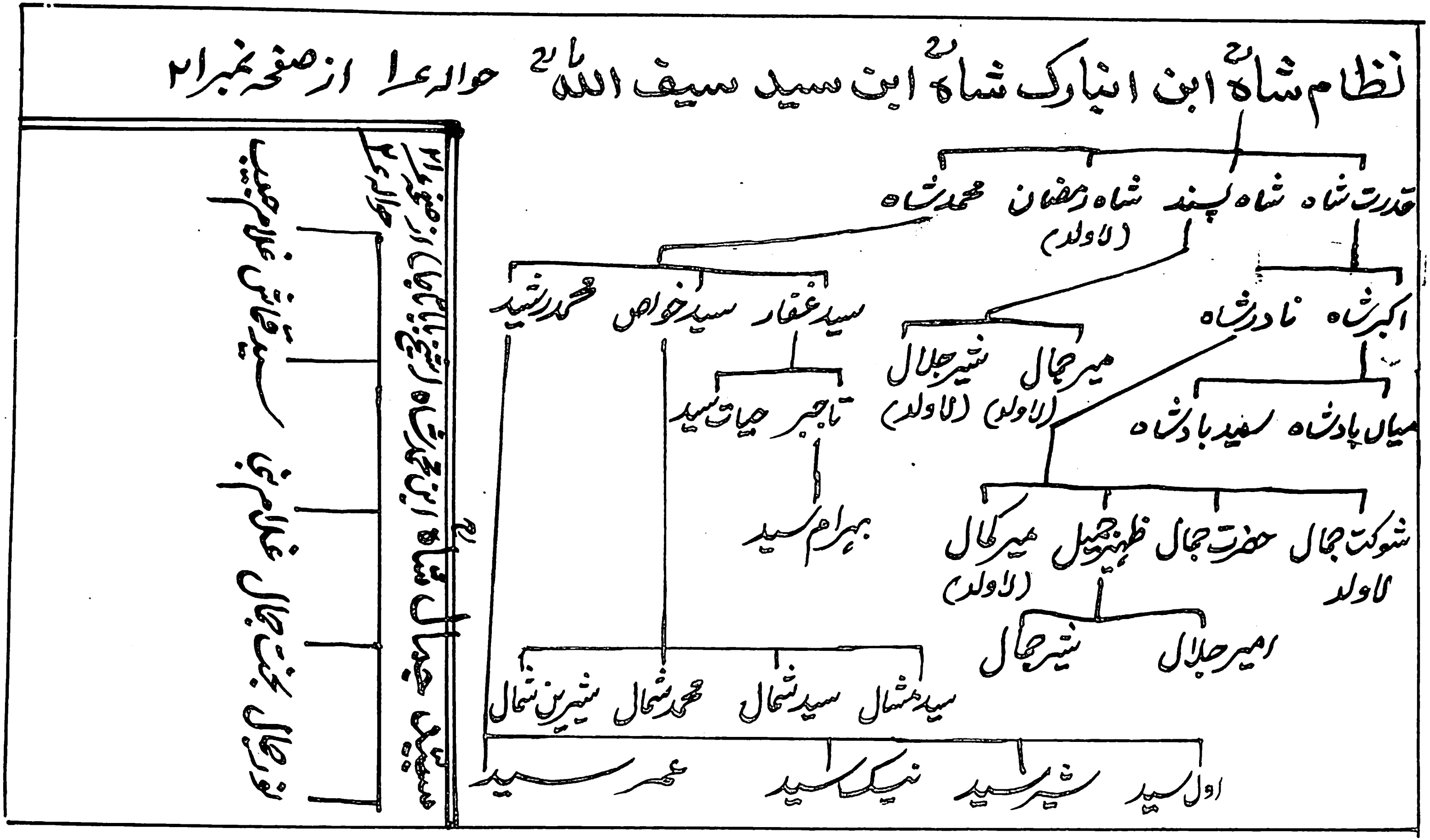
نظام شاہؒ ابن انبارک شاہؒ ابن سید سیف اللہ بابا ؒ حوالہ ۱ از صفحہ نمبر ۲۱
قدرت شاہ
شاہ پسند
شاہ رمضان (لاولد)
محمد شاہ
اکبر شاہ
نادر شاہ
میاں پادشاہ
سفید بادشاہ
میر جمال (لاولد)
شیر جلال (لاولد)
شوکت جمال لاولد
حضرت جمال
ظہیر جمیل
میر کمال (لاولد)
امیر جلال
شیر جمال
سید غفار
سید خواص
محمد رشید
تاجبر
حیات سید
بہرام سید
سید ہشمال
سید شمال
محمد شمال
شیرین شمال
اول سید
شیر سید
نیک سید
عمر سید
سید جمال شاہؒ ابن محمد شاہ (الشیخ بابا تاجا) از صفحہ ۲۱ حوالہ ۲
نور جمال
بخت جمال
غلام نبی
سید قماش
غلام حبیب

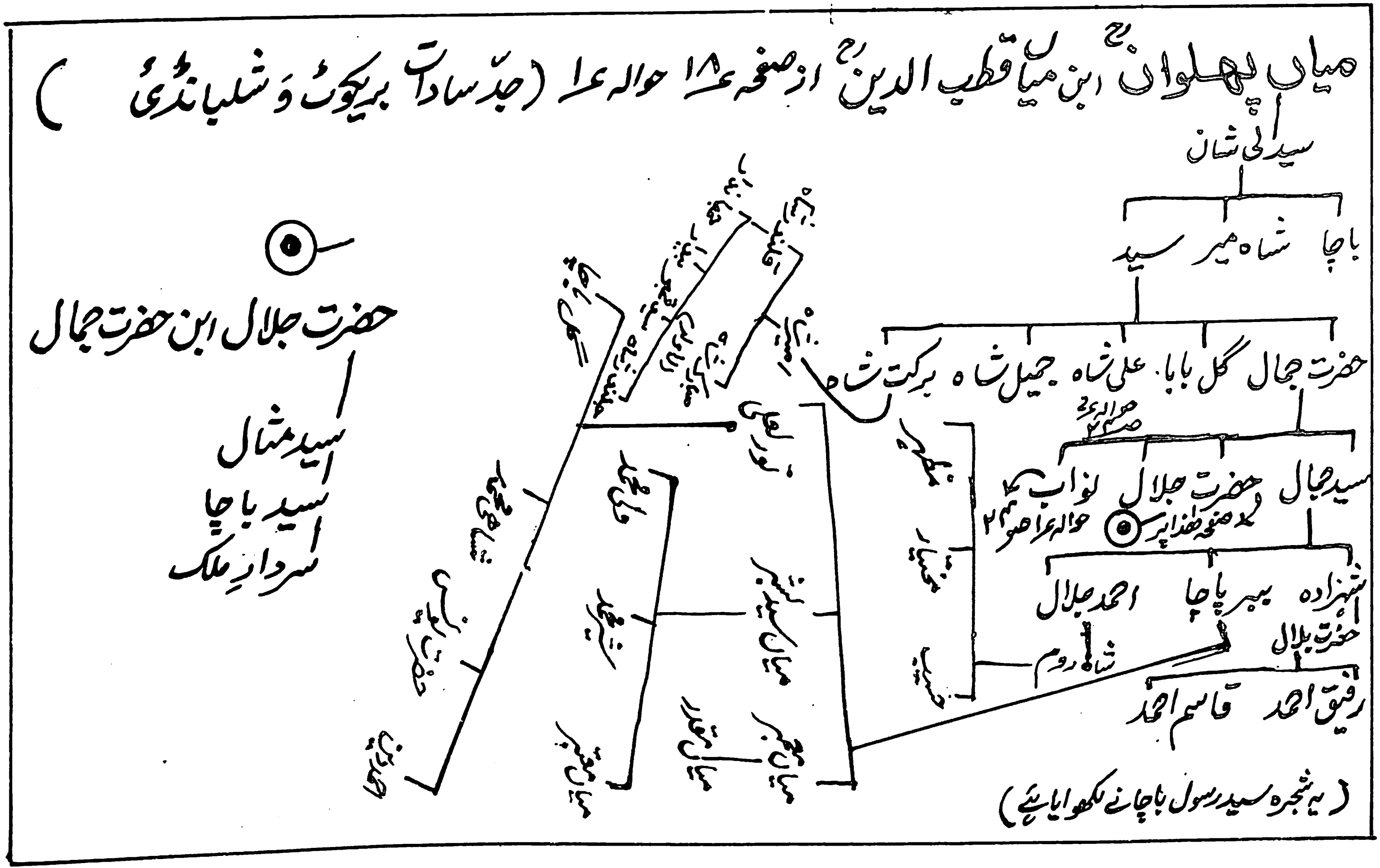

میاں پھلوان رح ابن میاں قطب الدین رح از صفحہ ۱۸ حوالہ ۱ (جدّ سادات بریکوٹ و شلبانڈئی)

(یہ شجرہ سید رسول باچا نے لکھوایا ہے)

سید لی شان
باچا
شاہ میر
سید
حضرت جمال
گل بابا
علی شاہ
جمیل شاہ
برکت شاہ
صفحہ ۲۳ حوالہ ۲
سید جمال
حضرت جلال
نواب
صفحہ ھذا پر
حوالہ ۱ صفحہ ۲۴
شہزادہ
حضرت بلال
ببر باچا
احمد جلال
شاہ روم
رفیق احمد
قاسم احمد
خسیب
مختیار
مظہر
امیر شاہ
قلندر شاہ
مبارک شاہ
لااولد
جہانداد
سیف قمبر بیدار
جلند شاہ
گل باچا
نور لعلی
میاں سید لشکر
میاں معمبر
میاں مقدر
ولی محمد
شیر محمد
میاں معتبر
شاہی محمد
حضرت یونس
احمد دین
حضرت جلال ابن حضرت جمال
سید مثال
سید باچا
سردار ملک

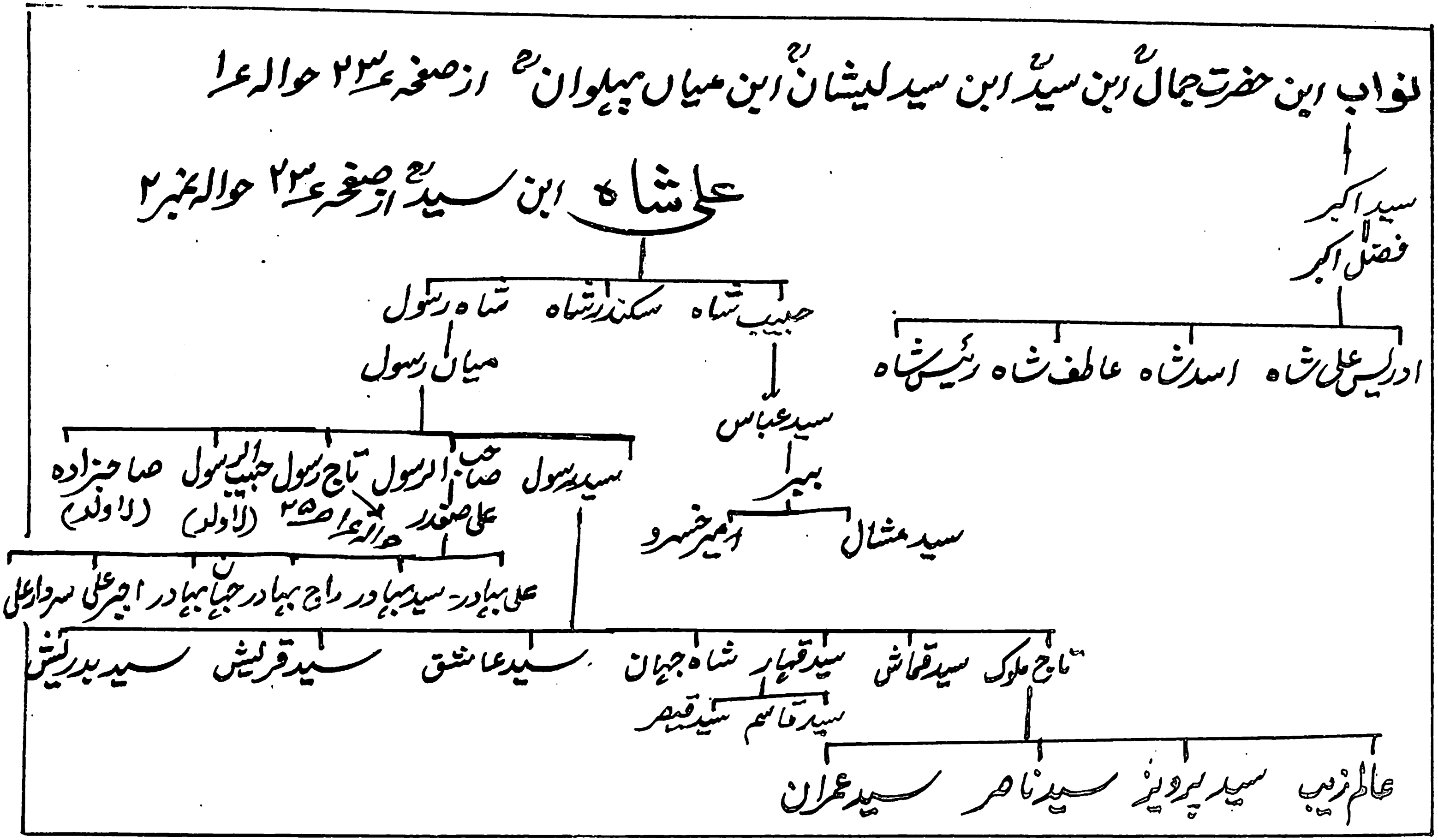
نواب ابن حضرت جمالؒ ابن سیدؒ ابن سید لیشانؒ ابن میاں پہلوانؒ از صفحہ ۲۳ حوالہ ۱
سید اکبر
فضل اکبر
ادریس علی شاہ
اسد شاہ
عالطف شاہ
رئیس شاہ
علی شاہ ابن سیدؒ از صفحہ ۲۳ حوالہ نمبر ۲
حبیب شاہ
سکندر شاہ
شاہ رسول
سید عباس
ببر
سید مشال
امیر خسرو
میاں رسول
سید رسول
صاحب الرسول
تاج رسول
حبیب الرسول
صاحبزادہ
(لا اولد)
(لا اولد)
حوالہ ۱ ص ۲۵
علی صفدر
علی بہادر
سید بہادر
تاج بہادر
جہان بہادر
امیر علی
سردار علی
تاج ملوک
سید قماش
سید قہار
شاہ جہان
سید عاشق
سید قریش
سید بدریش
سید قیصر
سید قاسم
عالم زیب
سید پرویز
سید ناصر
سید عمران

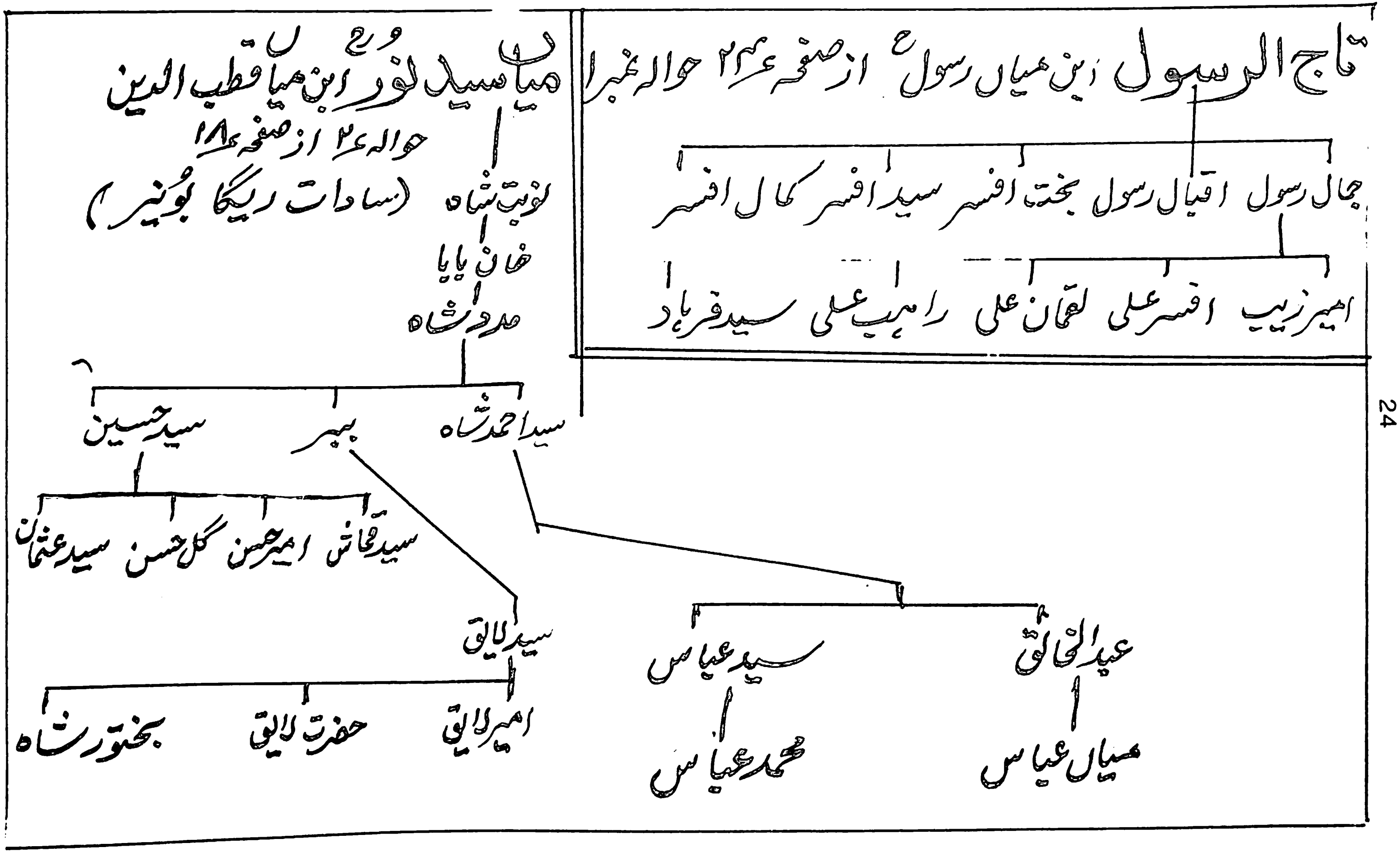
تاج الرسول ابن میاں رسول رح از صفحہ ۲۴ حوالہ نمبر ۱
جمال رسول
اقبال رسول
بخت افسر
سید افسر
کمال افسر
امیر زیب
افسر علی
لقمان علی
راہب علی
سید فرہاد
میاں سید نور رح ابن میاں قطب الدین ل
حوالہ ۲ از صفحہ ۱۸
(سادات ریگا بونیر)
نوبت شاہ
خان بابا
مدد شاہ
سید احمد شاہ
ببر
سید حسین
سید قاسم
امیر حسن
گل حسن
سید عثمان
سید لایق
امیر لایق
حضرت لایق
بختور شاہ
عبدالخالق
میاں عباس
سید عباس
محمد عباس

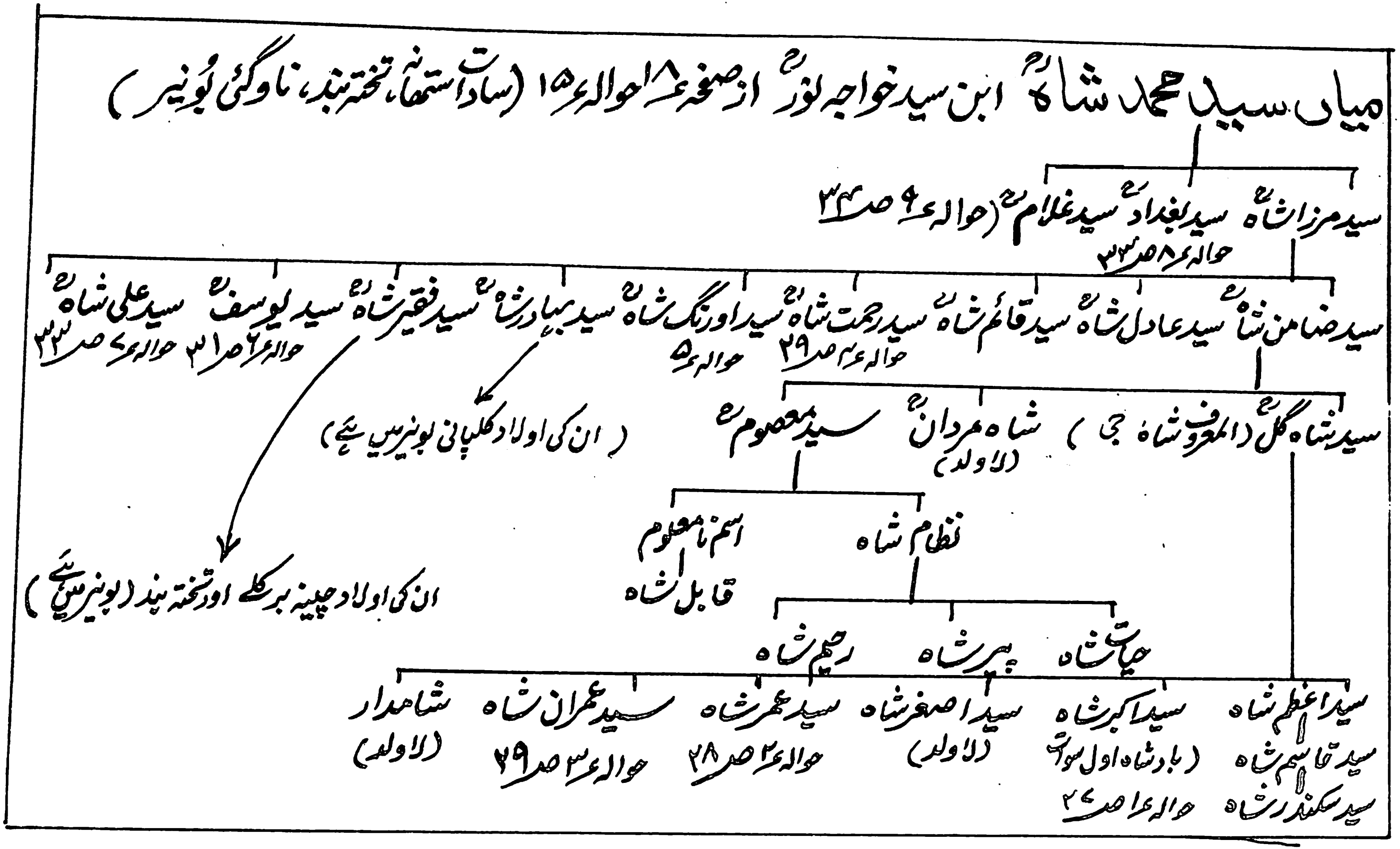
میاں سید محمد شاہ رح ابن سید خواجہ نور رح از صفحہ ۸ حوالہ ۱۵ (سادات ستھانہ، تختہ بند، ناوگئی بونیر)
سید مرزا شاہ رح
سید بغداد رح
حوالہ ۸ ص ۳۳
سید غلام رح (حوالہ ۹ ص ۳۴
سید ضامن شاہ رح
سید عادل شاہ رح
سید قائم شاہ رح
سید رحمت شاہ رح
حوالہ ۴ ص ۲۹
سید اورنگ شاہ رح
حوالہ ۵
سید بہادر شاہ رح
سید فقیر شاہ رح
سید یوسف رح
حوالہ ۶ ص ۳۱
سید علی شاہ رح
حوالہ ۷ ص ۳۲
(ان کی اولاد کلپانی بونیر میں ہے
ان کی اولاد چینہ برکلے اور تختہ بند (بونیر میں ہے)
سید شاہ گل رح (المعروف شاہ جی)
شاہ مردان رح
(لاولد)
سید معصوم رح
نظام شاہ
اسم نامعلوم
قابل شاہ
حیات شاہ
پیر شاہ
رحیم شاہ
سید اعظم شاہ
سید قاسم شاہ
سید سکندر شاہ
سید اکبر شاہ
(بادشاہ اول سوات
حوالہ ۱ ص ۲۷
سید اصغر شاہ
(لاولد)
سید عمر شاہ
حوالہ ۲ ص ۲۸
سید عمران شاہ
حوالہ ۳ ص ۲۹
شاہ مدار
(لاولد)

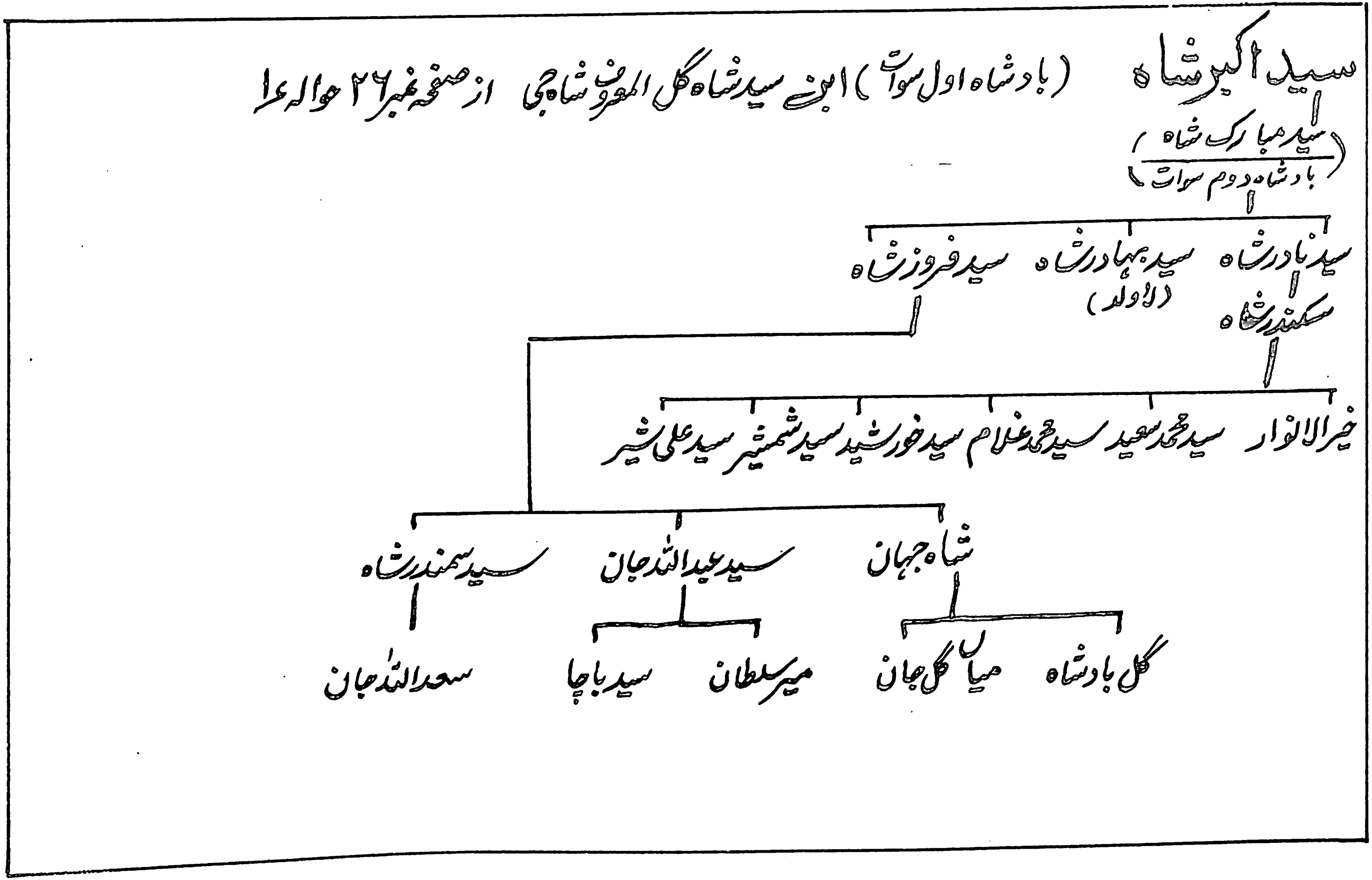
سید اکبر شاہ (بادشاہ اول سوات) ابن سید شاہ گل المعروف شاہ جی از صفحہ نمبر ۲۶ حوالہ ۱
سید مبارک شاہ
بادشاہ دوم سوات
سید بادشاہ
سید بہادر شاہ
(لاولد)
سید فیروز شاہ
سکندر شاہ
خیر الانوار
سید محمد سعید
سید محمد غلام
سید خورشید
سید شمشیر
سید علی شیر
شاہ جہان
سید عبداللہ جان
سید سمندر شاہ
گل بادشاہ
میاں گل جان
میر سلطان
سید باچا
سعد اللہ جان

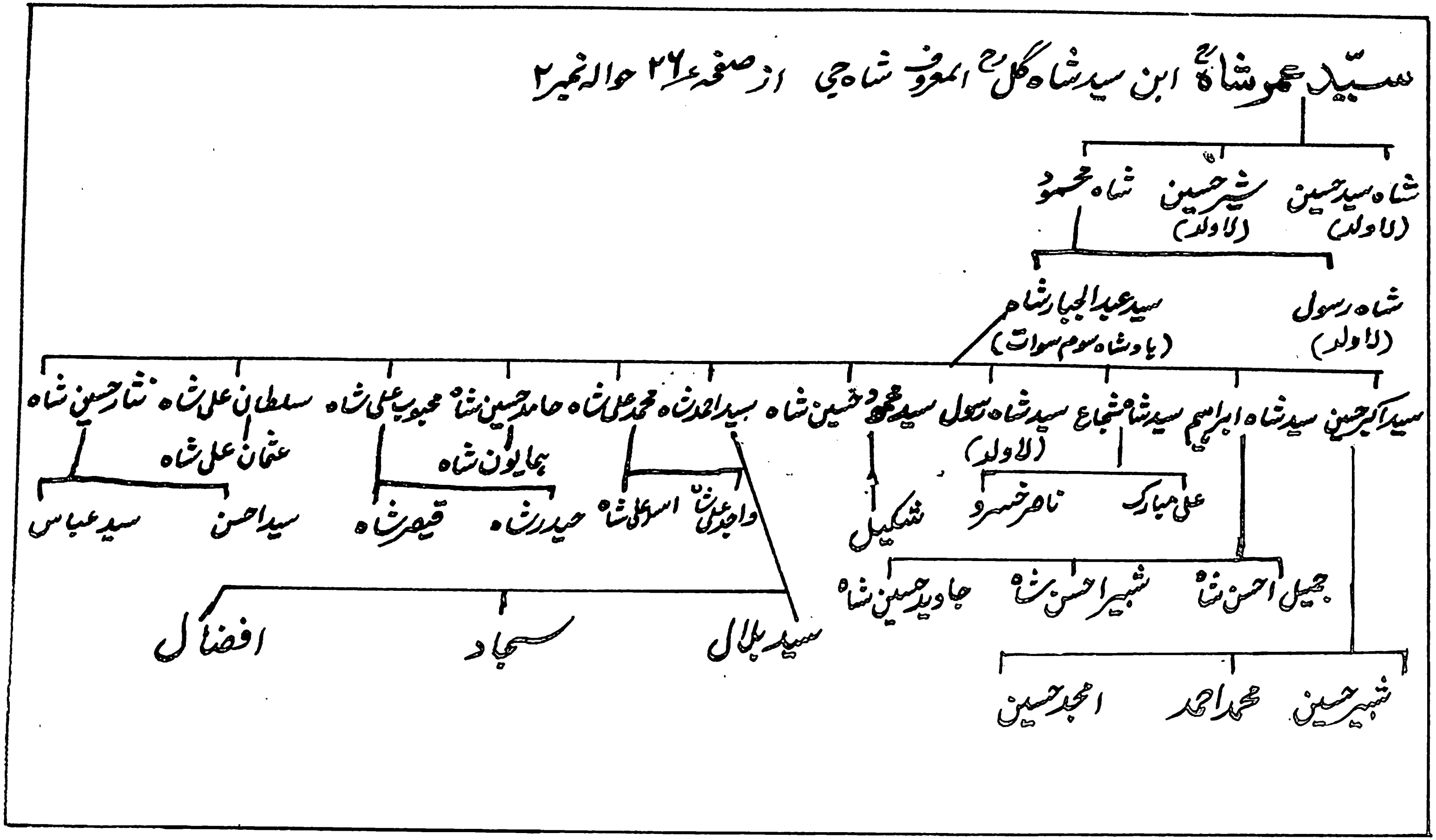
سیّد عمر شاہؒ ابن سید شاہ گل رحؒ المعروف شاہ جی از صفحہ ۲۶ حوالہ نمبر ۲
شاہ سید حسین (لاولد)
شبیر حسین (لاولد)
شاہ محمود
شاہ رسول (لاولد)
سید عبدالجبار شاہ (بادشاہ سوم سوات)
سید اکبر حسین
سید شاہ ابراہیم
سید شاہ شجاع
سید شاہ رسول (لاولد)
سید محمود حسین شاہ
سید احمد شاہ
محمد علی شاہ
حامد حسین شاہ
ہمایون شاہ
محبوب علی شاہ
سلطان علی شاہ
عثمان علی شاہ
نثار حسین شاہ
علی مبارک
ناصر خسرو
شکیل
واجد علی شاہ
اسماعیل شاہ
حیدر شاہ
قیصر شاہ
سید احسن
سید عباس
جمیل احسن شاہ
شبیر احسن شاہ
جاوید حسین شاہ
سید بلال
سجاد
افضال
شبیر حسین
محمد احمد
امجد حسین

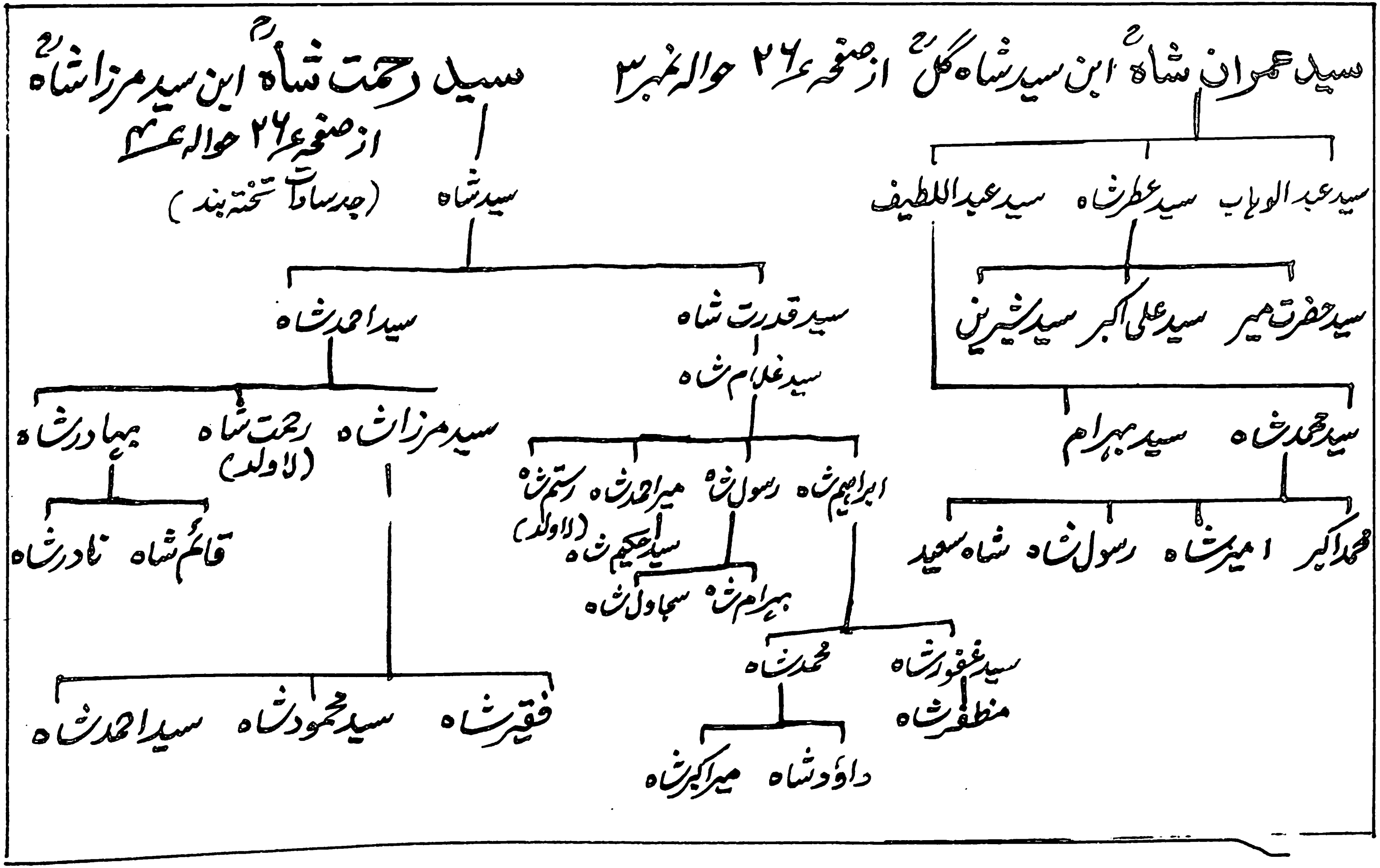
سید عمران شاہؒ ابن سید شاہ گلؒ از صفحہ ۲۶ حوالہ نمبر ۳
سید عبد الوہاب
سید عطر شاہ
سید عبد اللطیف
سید حضرت میر
سید علی اکبر
سید شیرین
سید محمد شاہ
سید بہرام
محمد اکبر
امیر شاہ
رسول شاہ
شاہ سعید
سید رحمت شاہؒ ابن سید مرزا شاہؒ
از صفحہ ۲۶ حوالہ ۴
(جد سادات تختہ بند)
سید شاہ
سید قدرت شاہ
سید غلام شاہ
ابراہیم شاہ
رسول شاہ
میر احمد شاہ
رستم شاہ
(لاولد)
سید حکیم شاہ
بہرام شاہ
سجاول شاہ
سید غفور شاہ
منظفر شاہ
محمد شاہ
داؤد شاہ
میر اکبر شاہ
سید احمد شاہ
سید مرزا شاہ
رحمت شاہ
(لاولد)
بہادر شاہ
قائم شاہ
نادر شاہ
فقیر شاہ
سید محمود شاہ
سید احمد شاہ

سید اورنگ شاہؒ ابن سید مرزا شاہؒ ابن میاں سید محمد شاہؒ حوالہ نمبر ۵ از صفحہ ۲۶

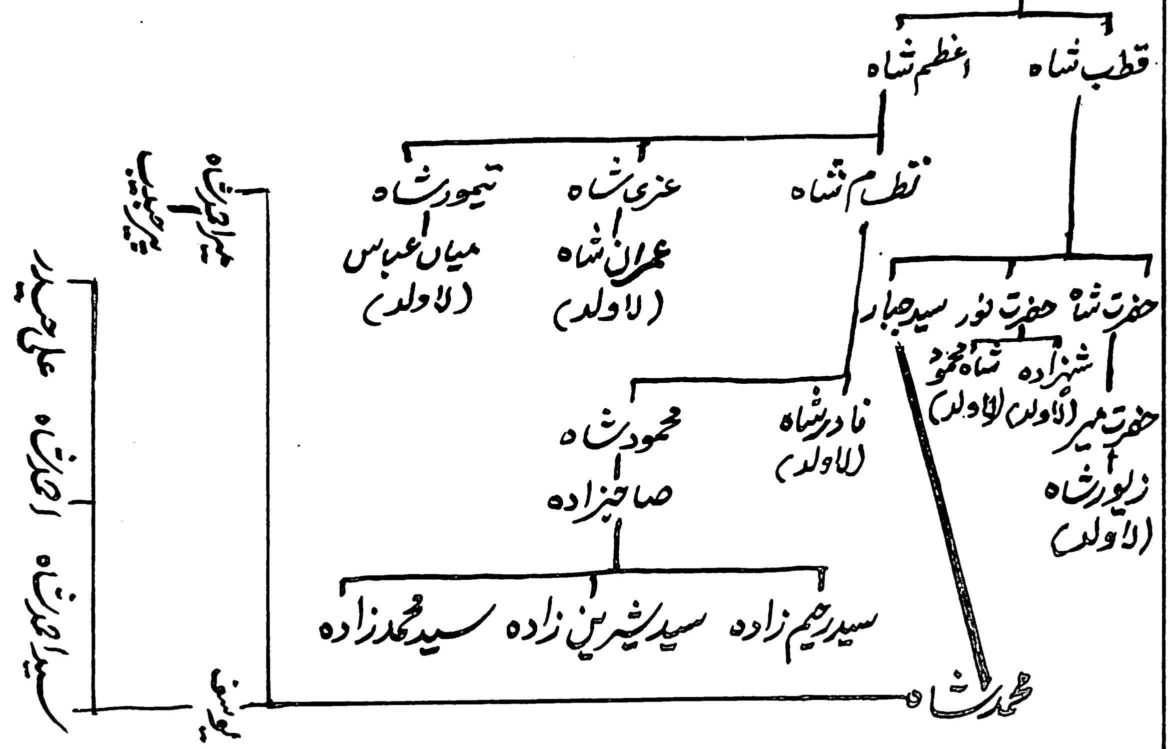
قطب شاہ
اعظم شاہ
حضرت شاہ
حضرت میر
زیور شاہ
(لاولد)
حضرت نور
شہزادہ
(لاولد)
شاہ محمود
(لاولد)
سید جبار
محمد شاہ
نظام شاہ
نادر شاہ
(لاولد)
محمود شاہ
صاحبزادہ
سید رحیم زادہ
سید شیریں زادہ
سید محمد زادہ
عزی شاہ
عمران شاہ
(لاولد)
تیمور شاہ
میاں عباس
(لاولد)
یوسف
میر احمد شاہ
پیر حبیب
سید احمد شاہ
احمد شاہ
علی حیدر

سید یوسف شاہؒ ابن سید مرزا شاہؒ از صفحہ ۲۶ حوالہ نمبر ۶ (سادات ناوگئی چملہ بونیر)

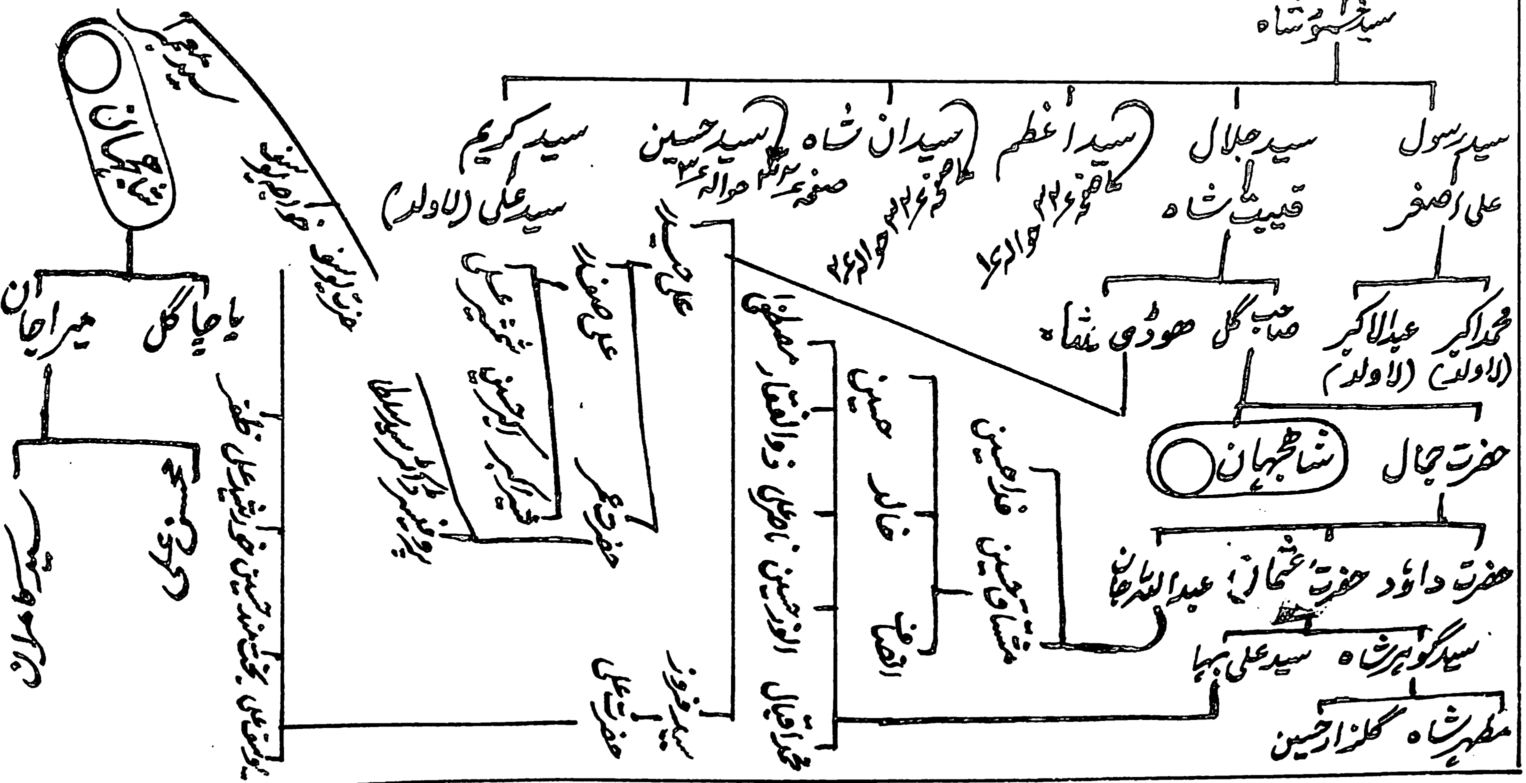
سید محمو شاہ
سید رسول
علی اصغر
محمد اکبر (لاولد)
عبدالاکبر (لاولد)
سید جلال
قیمت شاہ
صاحب گل
ھوڈی شاہ
سید اعظم
کا صفحہ ۲۶ پر حوالہ ۱
سیدان شاہ
کا صفحہ ۲۶ پر حوالہ ۲
سید حسین
صفحہ ۲۳ پر حوالہ ۳
سید کریم
سید علی (لاولد)
حضرت جمال
شاہجہان
حضرت داؤد
حضرت عثمان
عبداللہ جان
سید گوہر شاہ
سید علی بہا
مظہر شاہ
گلزار حسین
مشتاق حسین
فدا حسین
انصاف
خالد
حسین
محمد اقبال
انور حسین
ناصر علی
ذوالفقار
مصطفیٰ
علی حیدر
سید فیروز
حضرت علی
حضرت عمر
علی صفدر
شیر اکبر
اکبر حسین
شمشیر علی
پروفیسر ڈاکٹر سید سلطان
یوسف علی
بخت مند حسین
خورشید علی
ظفر
حضرت یوسف
خواجہ یوسف
سید معبر
شاہجہان
باچا گل
میرا جان
محسن علی
سید کامران

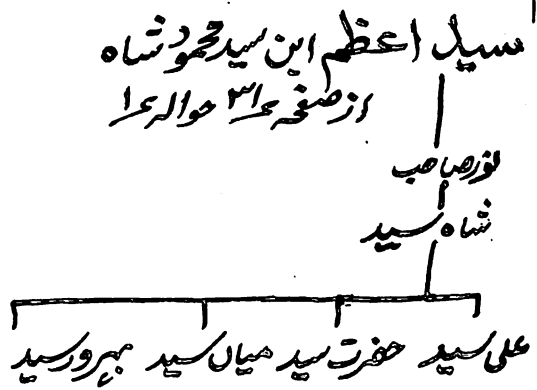
سید اعظم ابن سید محمود شاہ
از صفحہ ۳۱ حوالہ ۱
نور صاحب
شاہ سید
علی سید
حضرت سید
میاں سید
بہرور سید

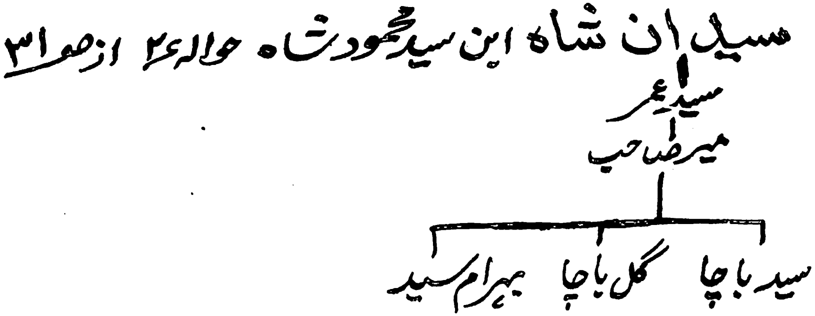
سیدان شاہ ابن سید محمود شاہ حوالہ ۲ از صہ ۳۱
سید عمر
میر صاحب
سید باچا
گل باچا
بہرام سید

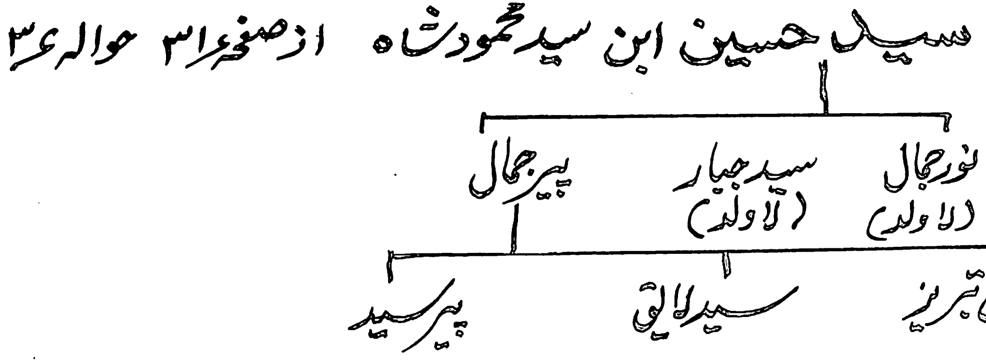
سید حسین ابن سید محمود شاہ از صفحہ ۳۱ حوالہ ۳
نور جمال
(لاولد)
سید جبار
(لاولد)
پیر جمال
شمس تبریز
سید لائق
پیر سید

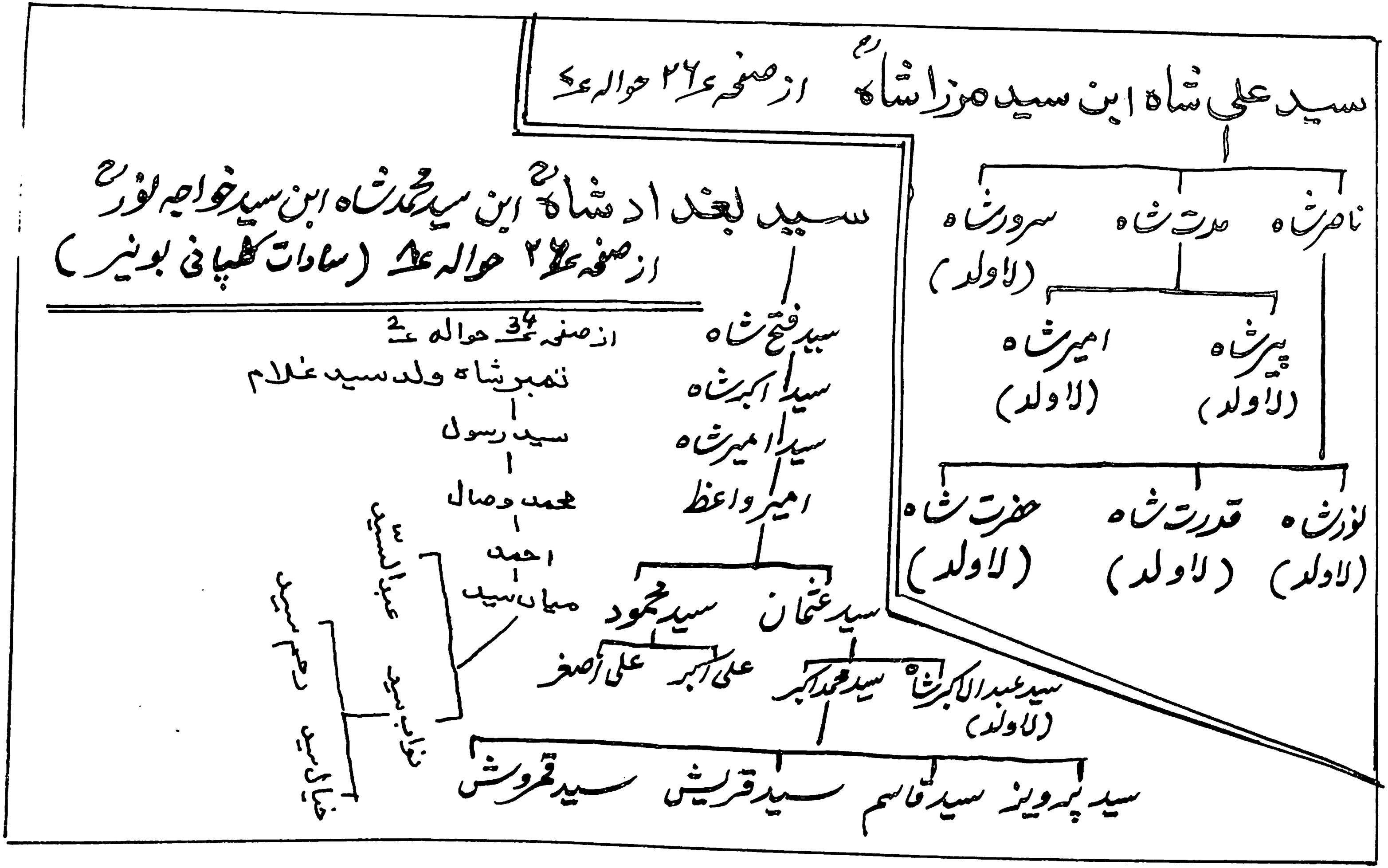
سید علی شاہؒ ابن سید مرزا شاہ
از صفحہ ۲۶ حوالہ ۷
ناصر شاہ
مدت شاہ
سرور شاہ
(لاولد)
پیر شاہ
(لاولد)
امیر شاہ
(لاولد)
نور شاہ
(لاولد)
قدرت شاہ
(لاولد)
حضرت شاہ
(لاولد)
سید بغداد شاہؒ ابن سید محمد شاہ ابن سید خواجہ نورؒ
از صفحہ ۲۶ حوالہ ۹ (سادات کلپانی بونیر)
سید فتح شاہ
سید اکبر شاہ
سید امیر شاہ
امیر واعظ
سید عثمان
سید محمود
سید عبدالاکبر شاہ
(لاولد)
سید محمد اکبر
علی اکبر
علی اصغر
سید پرویز
سید قاسم
سید قریش
سید قمروش
از صفحہ 34 حوالہ 2
تمبر شاہ ولد سید غلام
سید رسول
محمد وصال
احمد
میاں سید
عبدالسیّد
نواب سید
رحیم سید
خیال سید

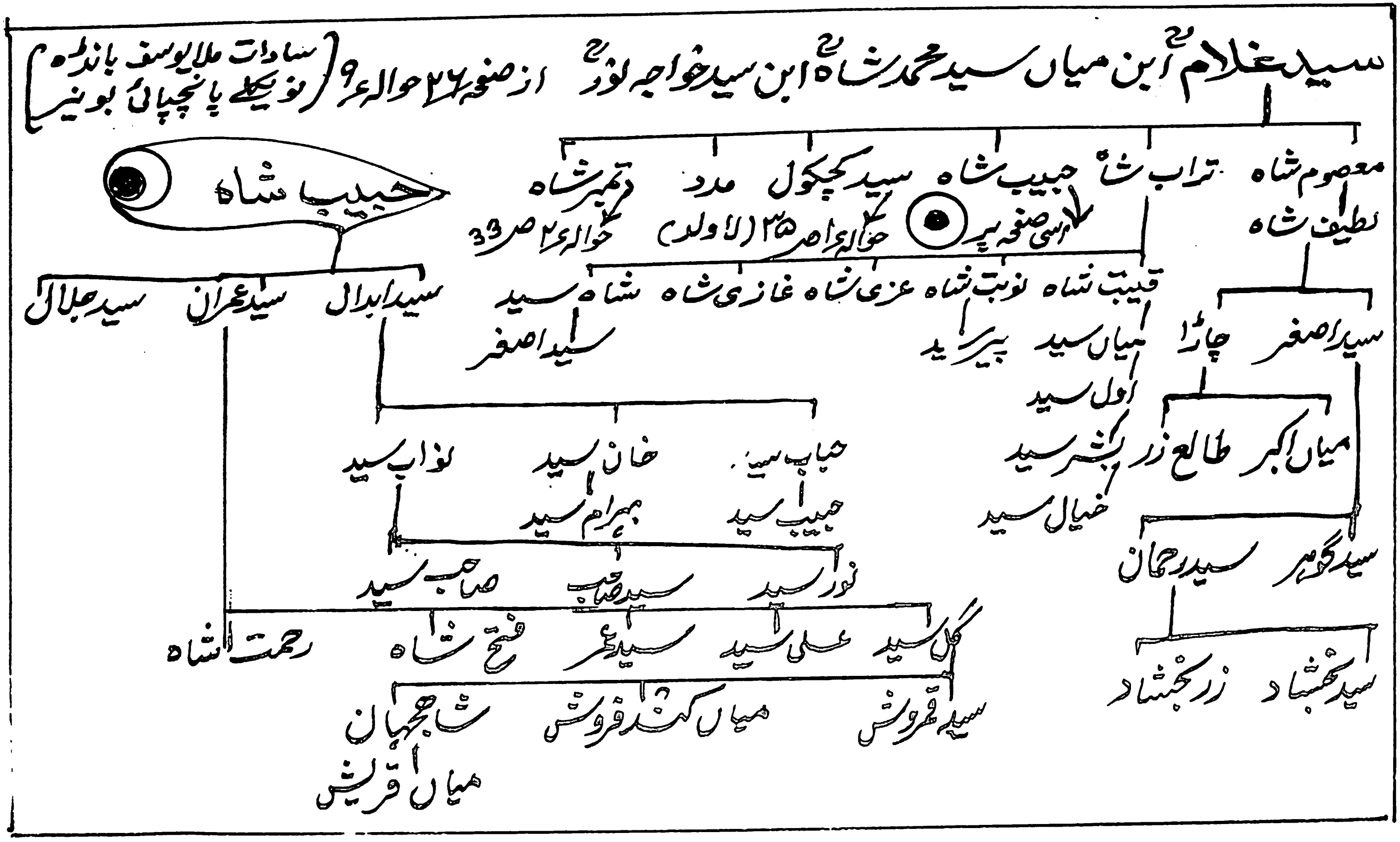
سید غلام ؒ ابن میاں سید محمد شاہ ؒ ابن سید خواجہ نور ؒ از صفحہ ۲۶ حوالہ ۹
(سادات ملا یوسف باندہ نو یکلے پانچپائی بونیر)
معصوم شاہ
لطیف شاہ
تراب شاہ
جبیب شاہ
سید کچکول
مدد
تمیر شاہ
اسی صفحہ پر
حوالہ ۱ ص ۲۵ (لا اولد)
حوالہ ۲ ص 33
حبیب شاہ
سید ابدال
سید عمران
سید جلال
قیبت شاہ
نوبت شاہ
عزی شاہ
غازی شاہ
شاہ سید
سید اصغر
سید اصغر
چاڑا
میاں سید
پیر سید
اول سید
زر بخشر سید
خیال سید
میاں اکبر
طالع زر
سید گوہر
سید رحمان
سید بخشاد
زر بخشاد
نواب سید
خان سید
بہرام سید
حباب سید
جبیب سید
صاحب سید
سید صاحب
نور سید
رحمت اشاہ
فتح شاہ
سید عمر
علی سید
گل سید
شاہجہان
میاں قریش
میاں کند قروش
سید قروش

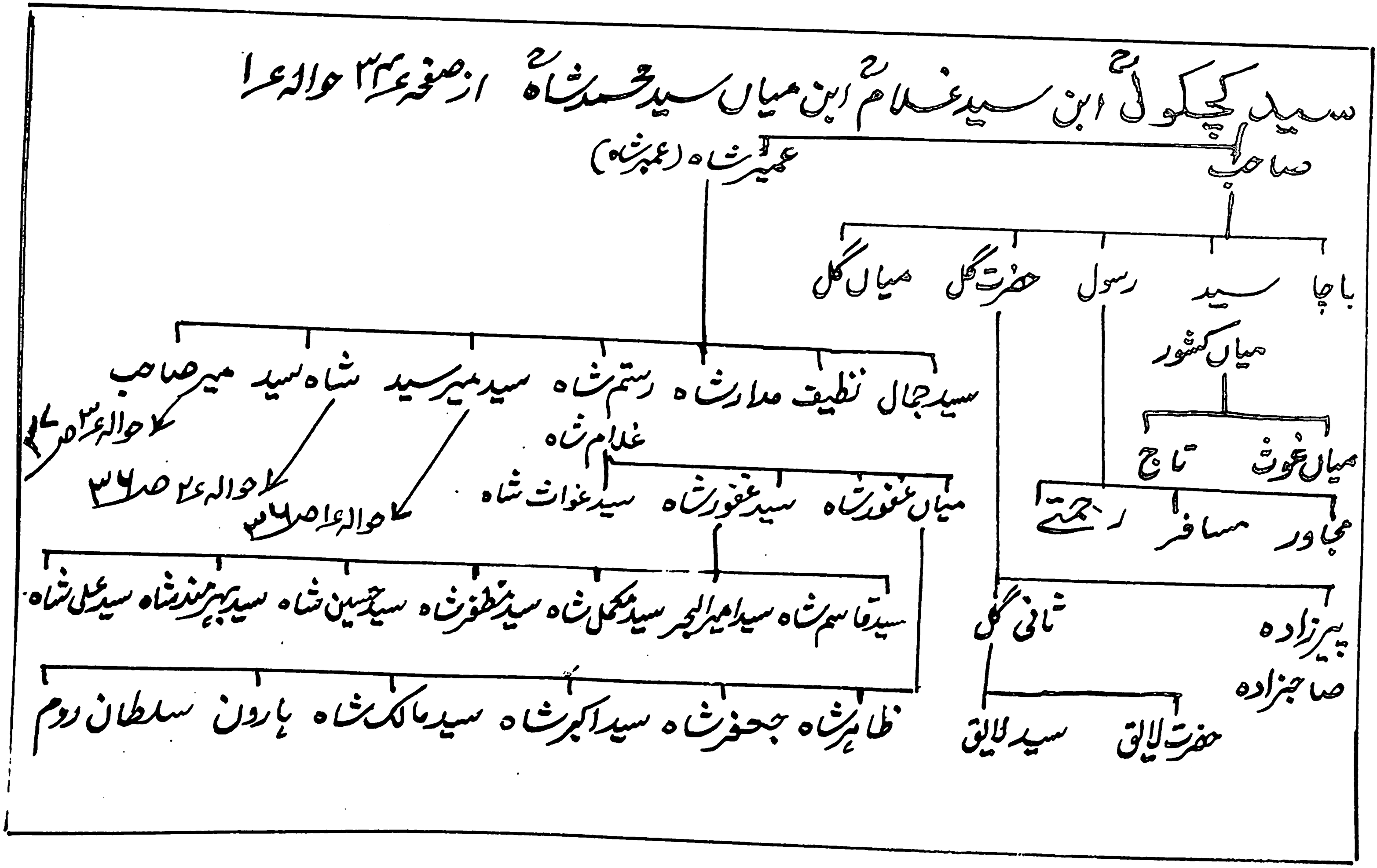
سید کچکول ابن سید غلام ابن میاں سید محمد شاہ از صفحہ ۳۳ حوالہ ۱
صاحب
عمیر شاہ (عمبر شاہ)
باچا
سید
رسول
حضرت گل
میاں گل
میاں کشور
میاں غوث
تاج
مجاور
مسافر
رحمتے
پیرزادہ
صاحبزادہ
ثانی گل
حضرت لائق
سید لائق
سید جمال
نطیف
مدار شاہ
رستم شاہ
سید میر
سید شاہ
سید میر صاحب
غلام شاہ
حوالہ ۳ ص ۳۴
حوالہ ۲ ص ۳۶
حوالہ ۱ ص ۳۶
میاں غفور شاہ
سید غفور شاہ
سید غوث شاہ
سید قاسم شاہ
سید امیر البحر
سید مکمل شاہ
سید منظور شاہ
سید حسین شاہ
سید بہرمند شاہ
سید علی شاہ
ظاہر شاہ
جعفر شاہ
سید اکبر شاہ
سید مالک شاہ
ہارون
سلطان روم

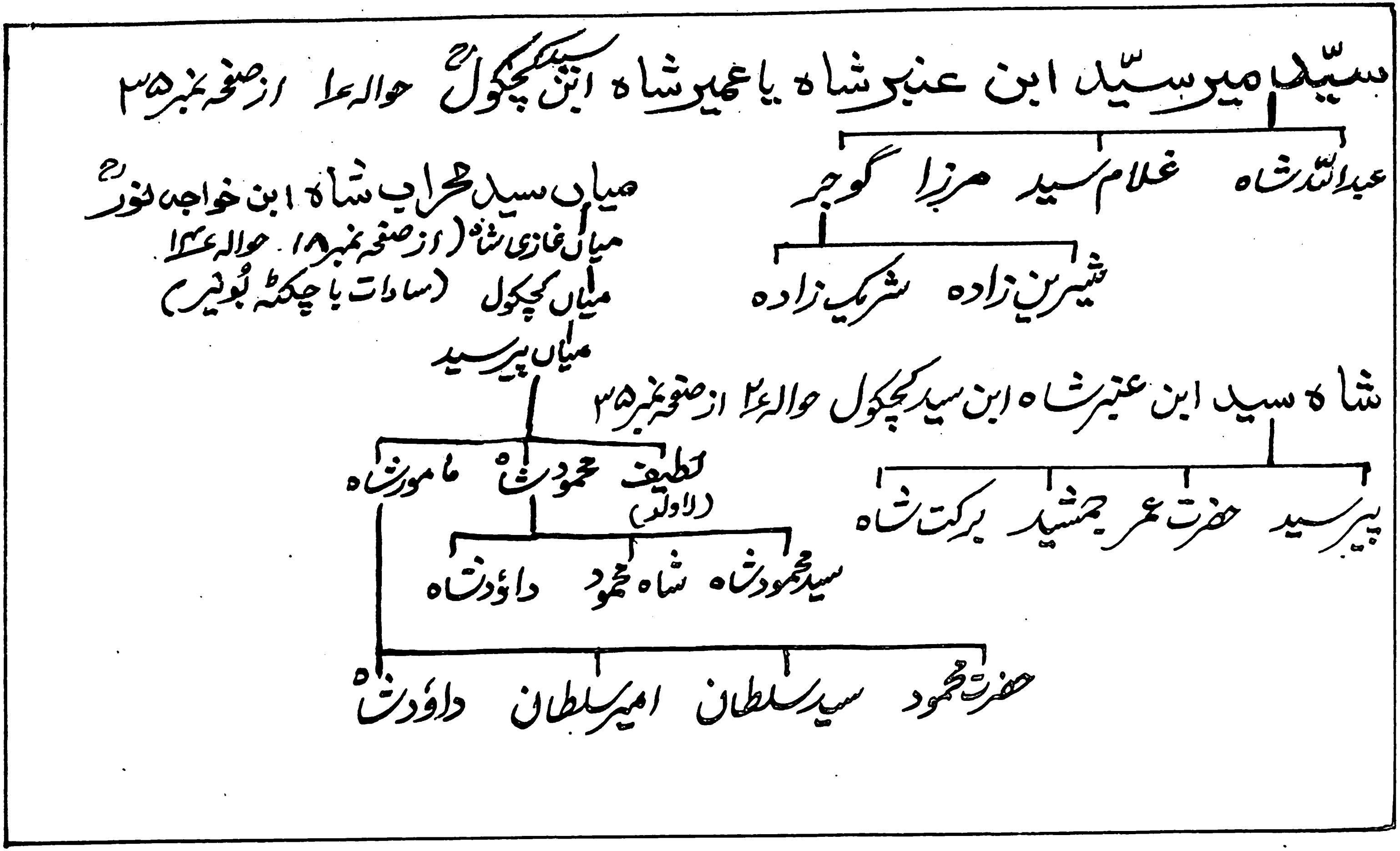
سیّد امیر سیّد ابن عنبر شاہ یا عمیر شاہ ابن سید کچکول رح حوالہ ع۱ از صفحہ نمبر ۳۵
عبداللہ شاہ
غلام سید
مرزا گوجر
شیرین زادہ
شریک زادہ
میاں سید محراب شاہ ابن خواجہ نور رح
میاں غازی شاہ (از صفحہ نمبر ۱۸ حوالہ ع۱۳
میاں کچکول (سادات باچکٹہ بونیر)
میاں پیر سید
شاہ سید ابن عنبر شاہ ابن سید کچکول حوالہ ع۲ از صفحہ نمبر ۳۵
پیر سید
حضرت عمر
جمشید
برکت شاہ
لطیف (لاولد)
محمود شاہ
مامور شاہ
سید محمود شاہ
شاہ محمود
داؤد شاہ
حضرت محمود
سید سلطان
امیر سلطان
داؤد شاہ

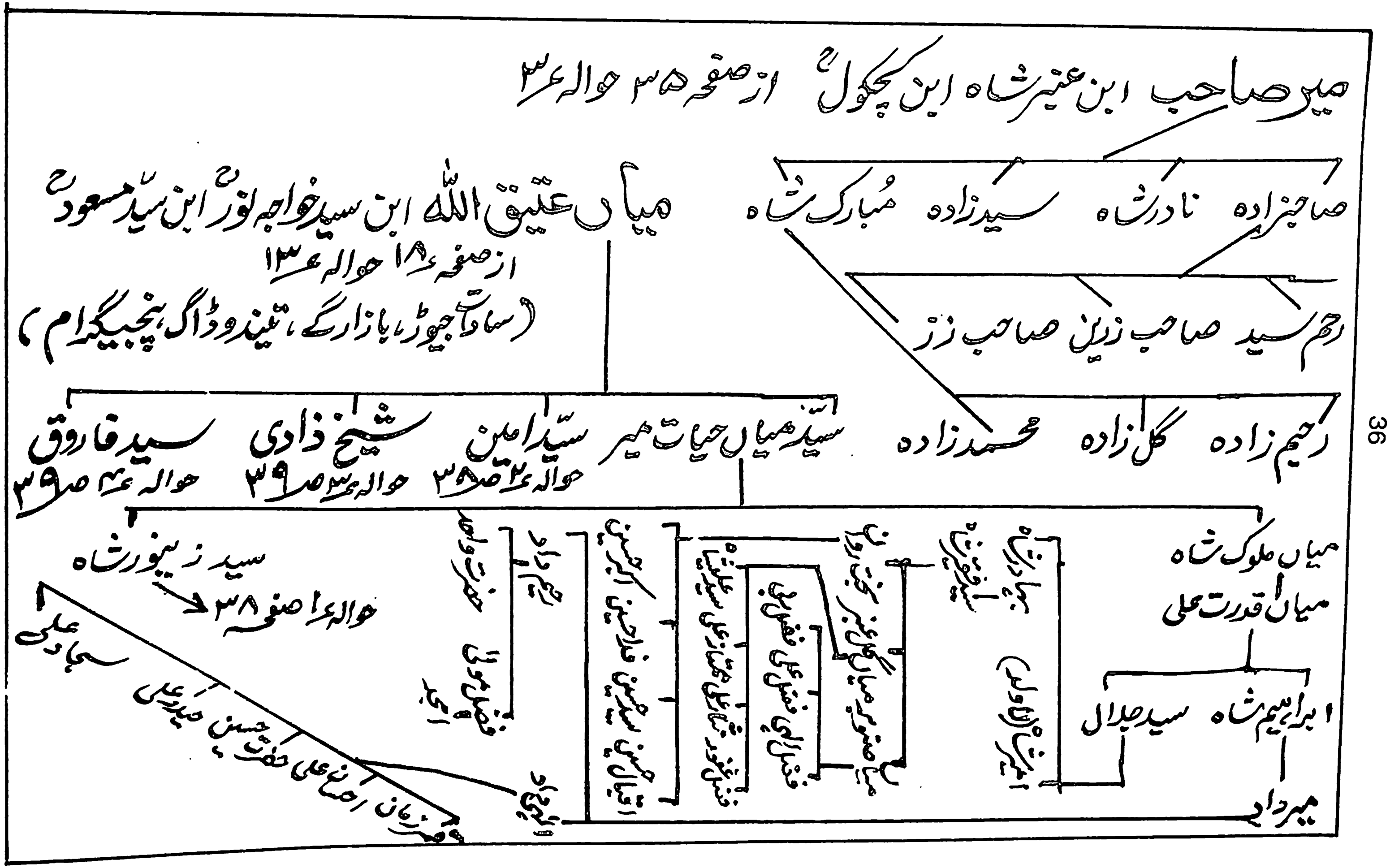
میر صاحب ابن عنبر شاہ ابن پچکولؒ از صفحہ ۳۵ حوالہ ۳
صاحبزادہ
نادر شاہ
سیدزادہ
مبارک شاہ
رحم سید
صاحب زرین
صاحب زر
رحیم زادہ
گل زادہ
محمد زادہ
میاں عتیق اللہ ابن سید خواجہ نورؒ ابن سید مسعودؒ
از صفحہ ۱۸ حوالہ ۱۳
(سادات جوڑ، بازارگے، تیندوڈاگ، پنجپیگرام)
سید میاں حیات میر
سید امین
حوالہ ۲ صفحہ ۳۸
شیخ ذادی
حوالہ ۳ صفحہ ۳۹
سید فاروق
حوالہ ۴ صفحہ ۳۹
میاں ملوک شاہ
میاں قدرت علی
ابراہیم شاہ
سید جلال
میرداد
امیر شاہ (لاولد)
بہادر شاہ
سید فقیر شاہ
میاں صنوبر
میاں گل
عنبر
بخت روان
فضل الٰہی
فضل علی
فضل ربی
فضل غفور
نثار علی
ممتاز علی
سید علی شاہ
اقبال حسین
سید حسین
فدا حسین
اکبر حسین
رحیم داد
الٰہی داد
فضل مولیٰ
امجد
حضرت واحد
سید زینور شاہ
حوالہ ۱ صفحہ ۳۸
قمر زمان
احسان علی
حضرت حسین
حیدر علی
سجاد علی

سید زیور شاہؒ ابن سید حیات میرؒ حوالہ ۱ از صفحہ ۳۷) سید امین ابن میاں عتیق اللہ

حوالہ ۲ از صفحہ ۳۷

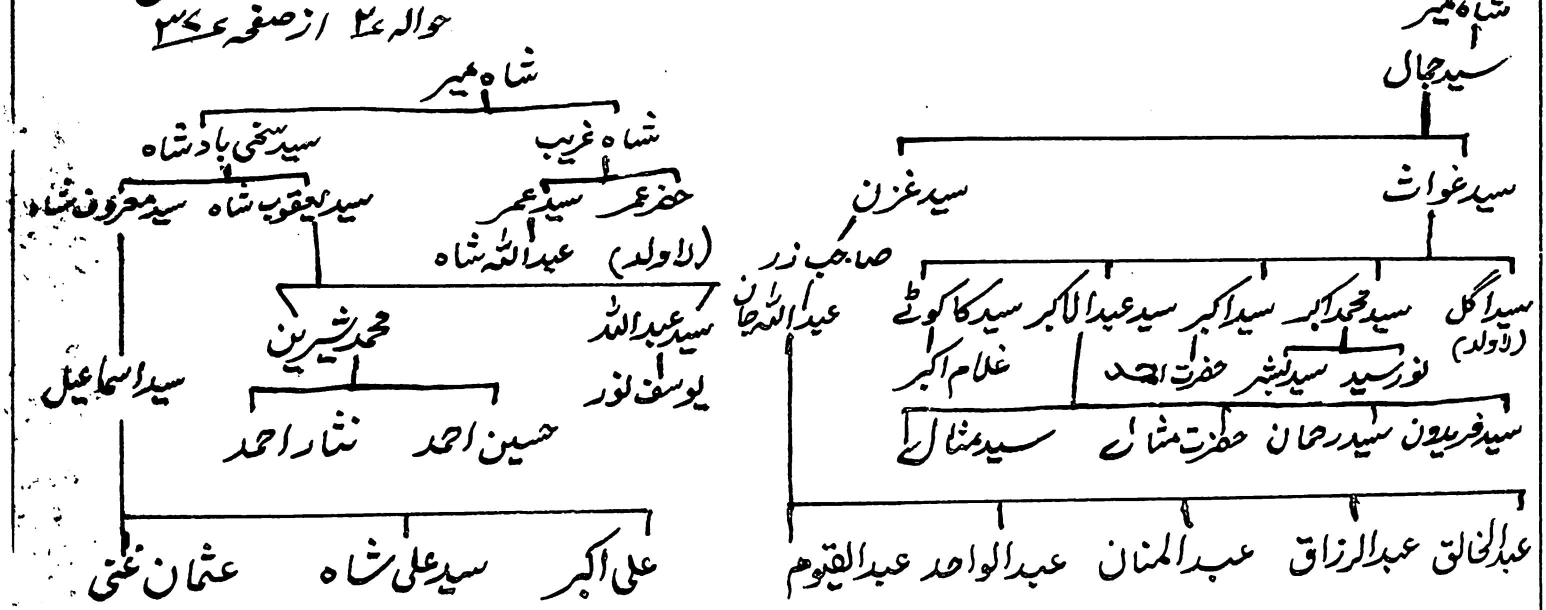
شاہ میر
سید جمال
سید غواث
سید غزن
سید گل (لاولد)
سید محمد اکبر
سید اکبر
سید عبدالاکبر
سید کاکوٹے
نور سید
سید بشر
حضرت احمد
غلام اکبر
سید فریدون
سید رحمان
حضرت مثال
سید مثال
صاحب زر
عبداللہ جان
عبدالخالق
عبدالرزاق
عبدالمنان
عبدالواحد
عبدالقیوم
شاہ میر
شاہ غریب
سید سخی بادشاہ
حضرت عمر
سید عمر
(لاولد)
عبداللہ شاہ
سید یعقوب شاہ
سید معروف شاہ
سید عبداللہ
یوسف نور
محمد شیرین
حسین احمد
نثار احمد
سید اسماعیل
علی اکبر
سید علی شاہ
عثمان غنی

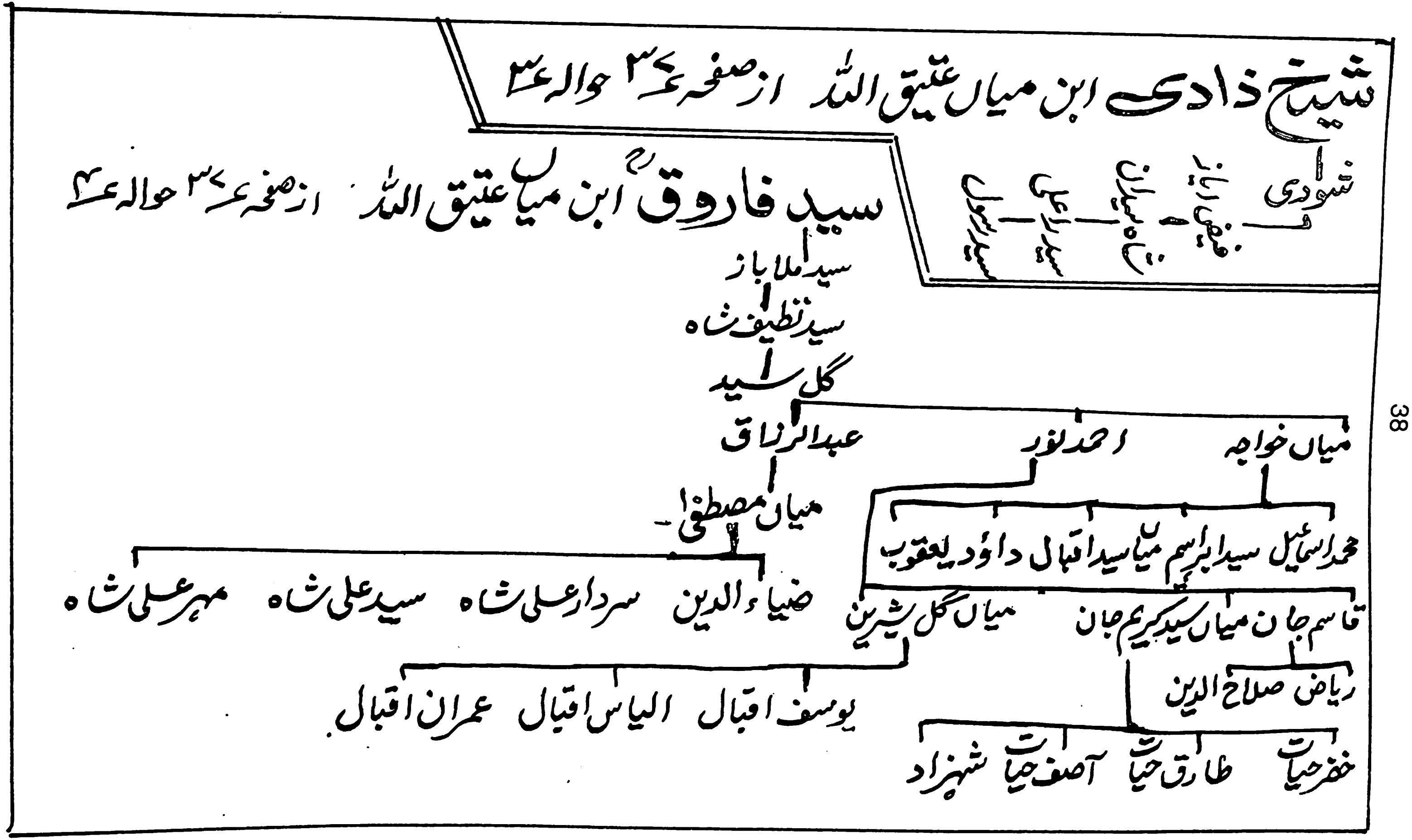

شیخ ذادی ابن میاں عتیق اللہ از صفحہ ۳۷ حوالہ ۴

سید فاروق رح ابن میاں عتیق اللہ از صفحہ ۳۷ حوالہ ۴

تسودی
فیض ایاز
شاہ میدان
سید را علی
سید رسول
سید ملا باز
سید لطیف شاہ
گل سید
عبدالرزاق
میاں مصطفیٰ
ضیاء الدین
سردار علی شاہ
سید علی شاہ
مہر علی شاہ
احمد نور
میاں خواجہ
محمد اسمٰعیل
سید ابراہیم
میاں سید اقبال
داؤد
یعقوب
قاسم جان
میاں سید کریم جان
میاں گل شیرین
یوسف اقبال
الیاس اقبال
عمران اقبال
ریاض
صلاح الدین
خضر حیات
طارق حیات
آصف حیات
شہزاد

سید علی اکبر شاہ ابن سید خواجہ نور از صفحہ ۱۸ حوالہ نمبر ۱۲ (سادات گیبائی)

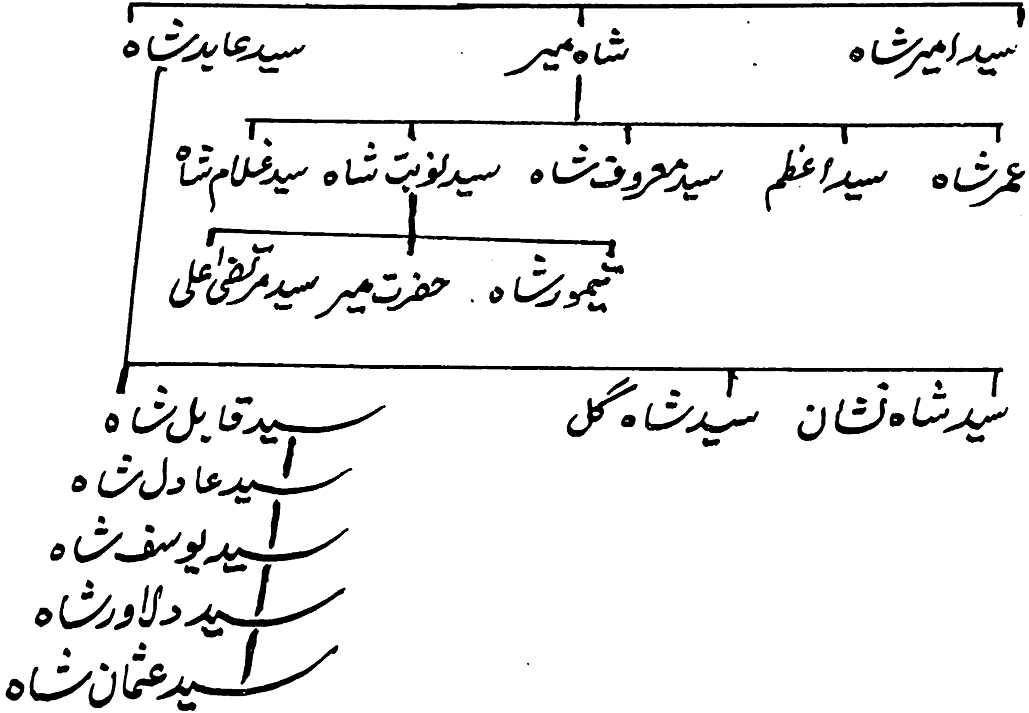
سید امیر شاہ
شاہ میر
سید عابد شاہ
عمر شاہ
سید اعظم
سید معروف شاہ
سید نوبت شاہ
سید غلام شاہ
تیمور شاہ
حضرت میر
سید مرتضیٰ علی
سید شاہ نشان
سید شاہ گل
سید قابل شاہ
سید عادل شاہ
سید یوسف شاہ
سید دلاور شاہ
سید عثمان شاہ

سید مہتر شاہ ابن سید خواجہ نور از صفحہ ۱۸ حوالہ ۱۱ (سادات ڈبہ شلبانڈی)

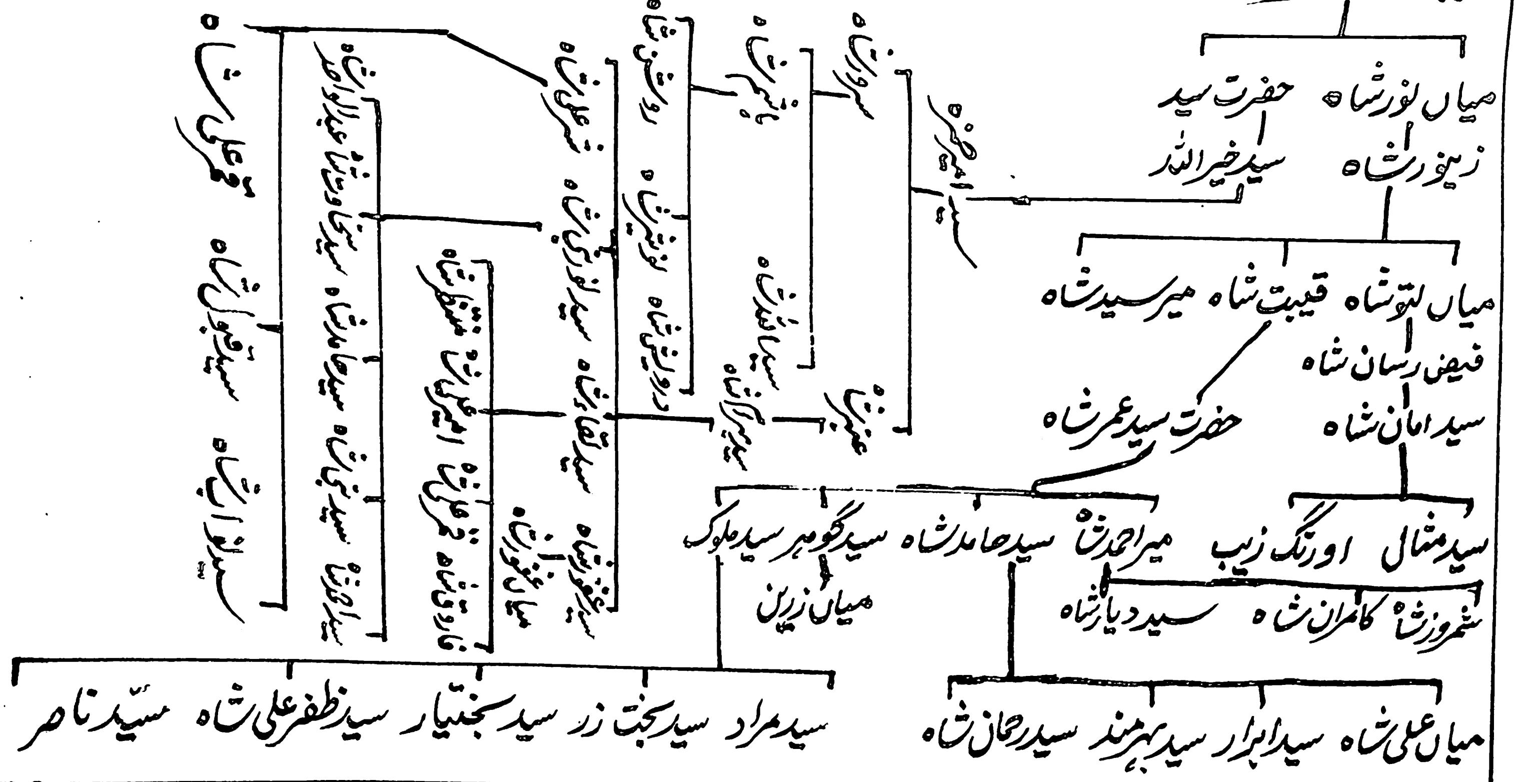
میاں نور شاہ
زینور شاہ
حضرت سید
سید خیر اللہ
میاں لتو شاہ
قیبت شاہ
میر سید شاہ
فیض رسان شاہ
سید امان شاہ
حضرت سید عمر شاہ
سید مثال
اورنگ زیب
میر احمد شاہ
سید حامد شاہ
سید گوہر
سید ملوک
میاں زرین
شیر وز شاہ
کامران شاہ
سید دیار شاہ
میاں علی شاہ
سید ابرار
سید بہرمند
سید رحمان شاہ
سید مراد
سید بخت زر
سید بختیار
سید ظفر علی شاہ
سید ناصر
سید امیر حمزہ
عنبر شاہ
سرور شاہ
سید اللہ شاہ
ہاشم شاہ
سید میراں شاہ
درویش شاہ
نوشیر شاہ
روشن شاہ
سید غفور شاہ
میاں غفور شاہ
سید لقا شاہ
سید نور نبی شاہ
شیر علی شاہ
فاروق شاہ
قمر علی شاہ
امیر علی شاہ
منتظر شاہ
سید احمد شاہ
سید نبی شاہ
سید حامد شاہ
سید سخاوت شاہ
عبدالواحد شاہ
سید نواب شاہ
سید قبول شاہ
قمر علی شاہ

سیّد سُلیمانؒ ابن سیّد خواجہ نورؒ از صفحہ ۱۸ حوالہ ع ۱۰ (ساداتِ کوھے و پیرہ علاقہ مکی خیل چغرزی)

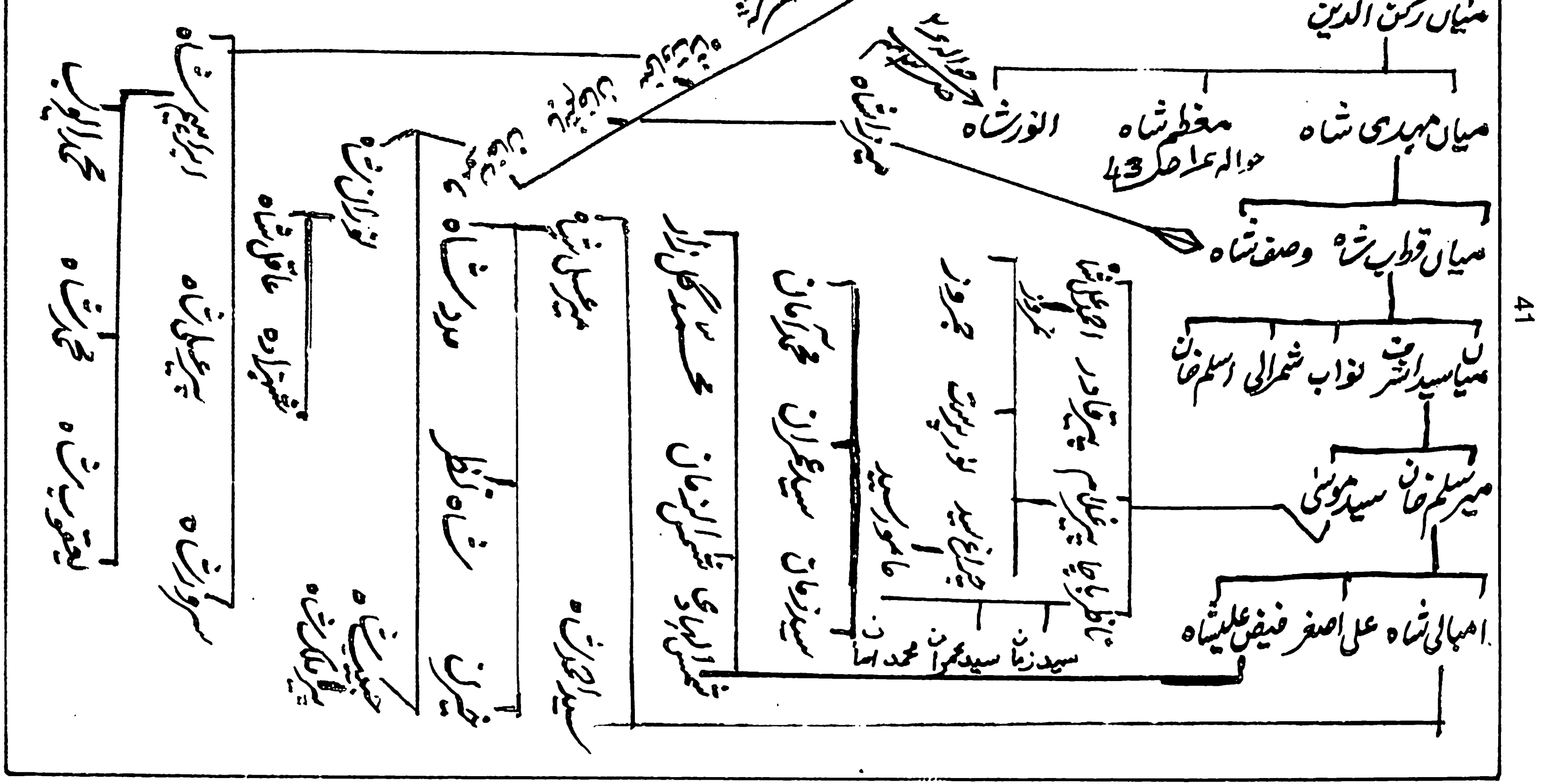
میاں رکن الدین
میاں مہدی شاہ
مغظم شاہ
حوالہ ع ا صک 43
الورشاہ
حوالہ ع ۲
میرزا شاہ
میاں قطب شاہ
وصف شاہ
میاں سید اشرف
نواب شمرالی
اسلم خان
میر سلیم خان
سید موسیٰ
امبالی شاہ
علی اصغر
فیض علی شاہ
ناظر باچا
پیر غلام
پیر قادر
احمد علی شاہ
نمروز
چراغ سید
نور پرست
جمروز
مامور سید
سید زمان
سید عمران
محمد امان
شمس الہادی
شمس الزمان
محمد گل زار
سید احمد شاہ
میر عسل شاہ
خیرن
شاہ نظر
مدد شاہ
حبیب شاہ
پیر ملک شاہ
نوران شاہ
شہزادہ
عاقل شاہ
سرور شاہ
پیر عسل شاہ
ابراہیم شاہ
یعقوب شاہ
محمد شاہ
محمد ایوب

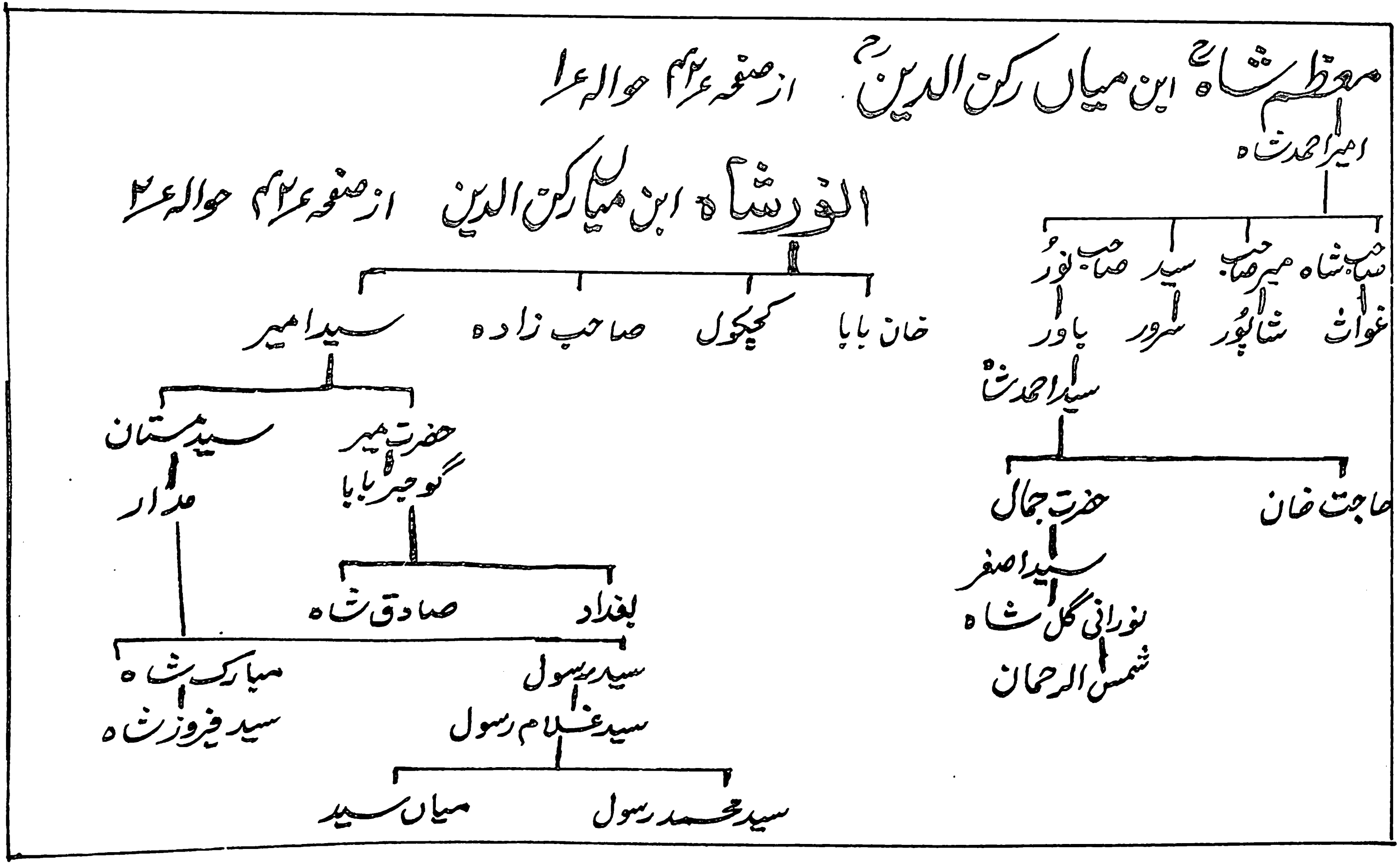
معظم شاہ ابن میاں رکن الدین رح از صفحہ ۲۴ حوالہ ۱
امیر احمد شاہ
صاحب شاہ
میر صاحب
سید
صاحب نور
غواث
شاپور
سرور
باور
سید احمد شاہ
حاجت خان
حضرت جمال
سید اصغر
نورانی گل شاہ
شمس الرحمان
الور شاہ ابن میاں رکن الدین از صفحہ ۲۴ حوالہ ۲
خان بابا
کچکول
صاحب زادہ
سید امیر
حضرت میر گوہر بابا
سید مستان
مدار
بغداد
صادق شاہ
سید رسول
سید غلام رسول
مبارک شاہ
سید فیروز شاہ
سید محمد رسول
میاں سید

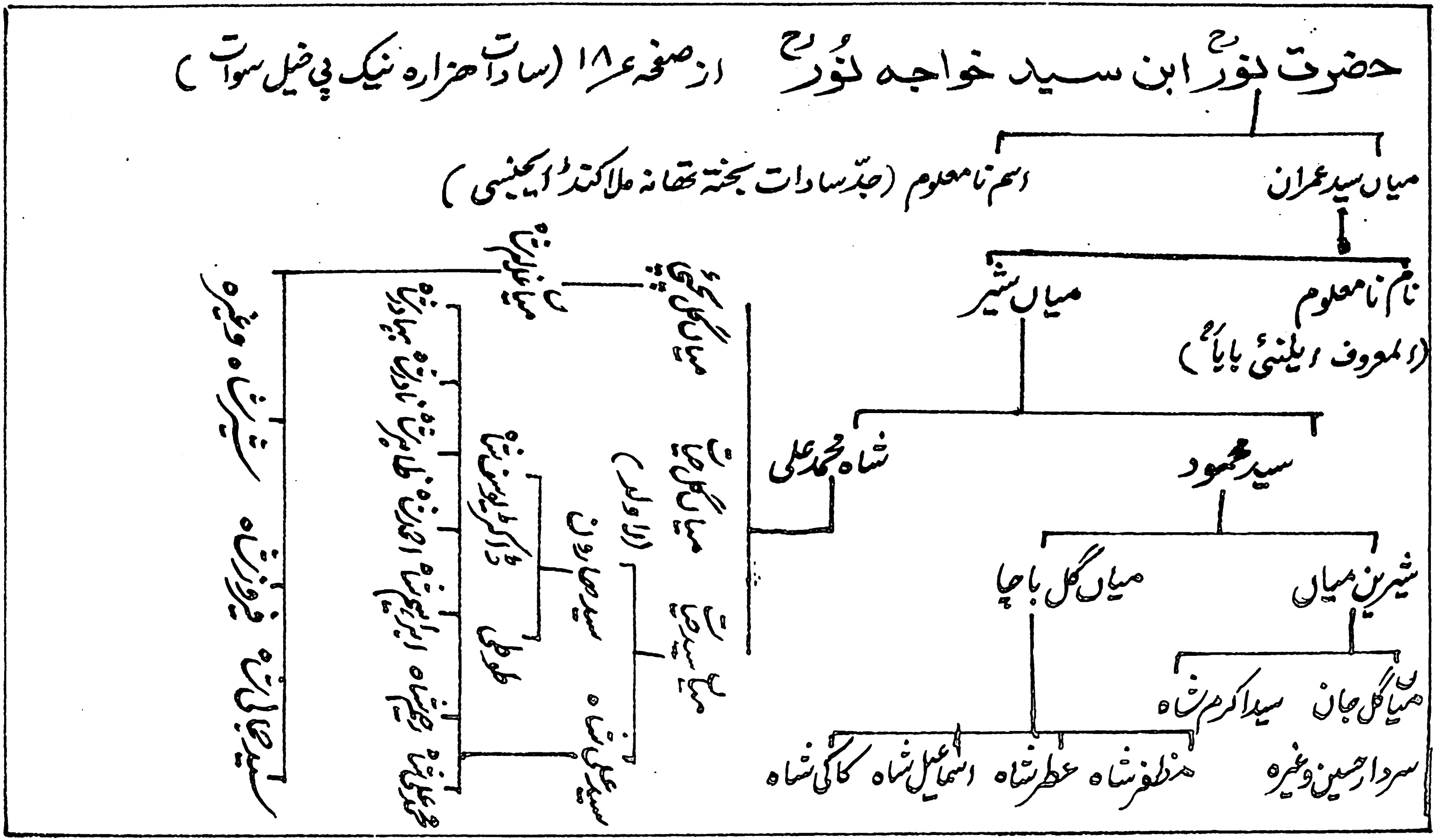

حضرت نورؒ ابن سید خواجه نورؒ از صفحه ۱۸ (سادات هزاره نیک پی خیل سوات)

میاں سید عمران
اسم نامعلوم (جدّ سادات بجنته تهانه ملاکنڈ ایجنسی)
نام نامعلوم (المعروف ریلنئ باباؒ)
میاں شیر
سید محمود
شاه محمد علی
شیرین میاں
میاں گل باچا
میاں گل جان
سید اکرم شاه
سردار حسین وغیره
هزلوشاه
عطر شاه
اسماعیل شاه
کاکی شاه
میاں سید حیات
میاں گل حیات
(لاولد)
میاں گل یحییٰ
سید علی شاه
سید هارون
طوطی
ڈاکٹر یوسف شاه
میاں غلام شاه
محمد علی شاه
رحیم شاه
ابراهیم شاه
احمد شاه
ظاهر شاه
نادر شاه
بهادر شاه
سید جمالی شاه
فیروز شاه
شیر شاه وغیره

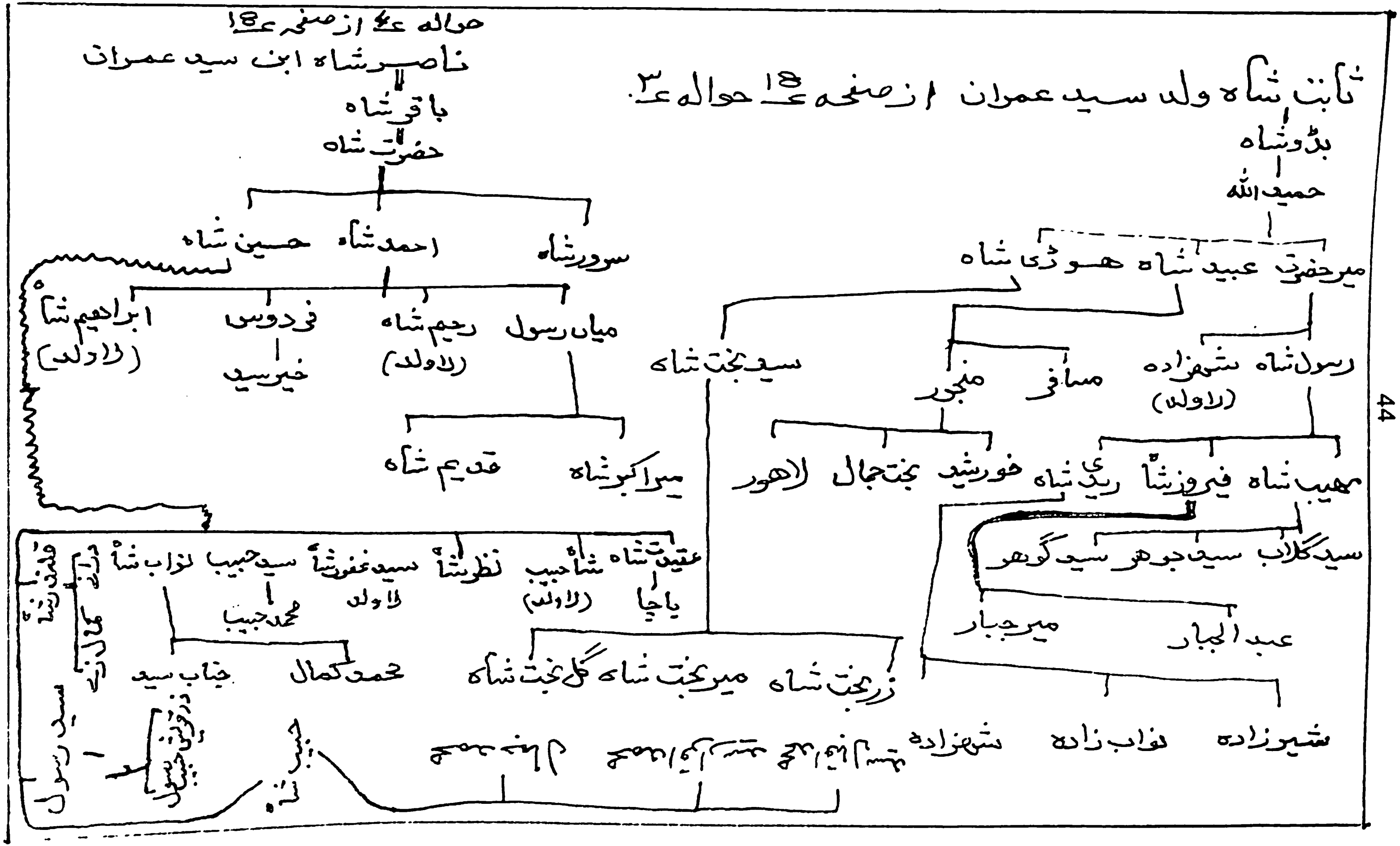
حواله ع۷ از صفحه ع۱۸
ناصر شاه ابن سید عمران
باقی شاه
حضرت شاه
احمد شاه
حسین شاه
سرور شاه
ابراهیم شاه (لاولد)
فردوس
خیر سید
رحیم شاه (لاولد)
میاں رسول
قدیم شاه
میر اکبر شاه
ثابت شاه ولد سید عمران از صفحه ع۱۸ حواله ع۳
بڈو شاه
حمید الله
میر حضرت
عبید شاه
هو ڈی شاه
سید بخت شاه
رسول شاه
شهزاده (لاولد)
مسافر
منجور
مهیب شاه
فیروز شاه
ریدی شاه
خورشید
بخت جمال
لاهور
سید گلاب
سید جوهر
سید گوهر
میر جبار
عبد الجبار
شیر زاده
نواب زاده
شهزاده
محمد اقبال
محمد اقرار
محمد جمال
زر بخت شاه
میر بخت شاه
گل بخت شاه
عقیق شاه
باچا
شاه حبیب (لاولد)
نظر شاه
سید غفور شاه
لاولد
سید حبیب
محمد حبیب
نواب شاه
محمد کمال
جناب سید

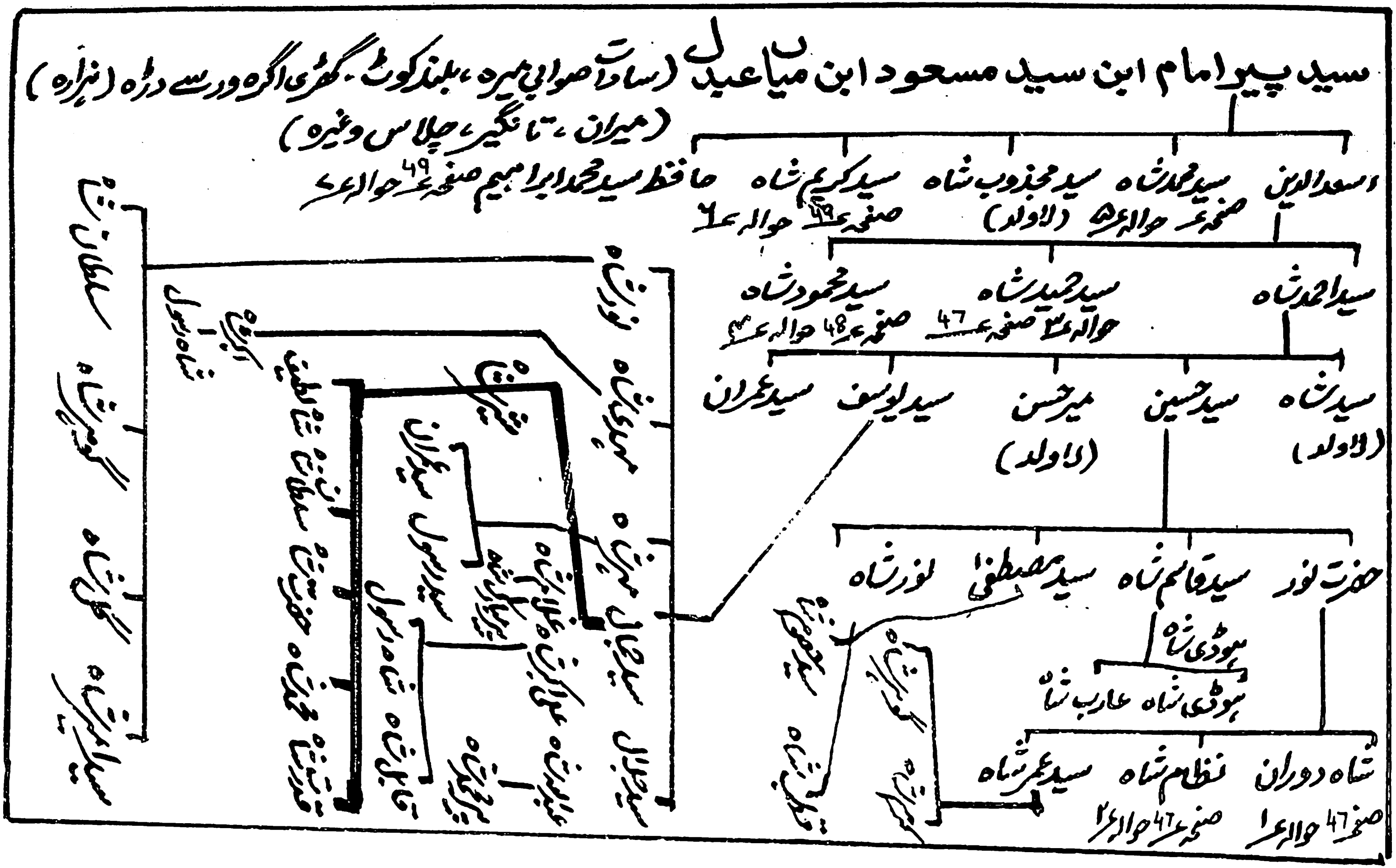
سید پیر امام ابن سید مسعود ابن میاں عبدل (سادات صوابی ہیرہ، بلند کوٹ، گھڑی اگرہ ورسے درہ (ہزارہ)
(میران، تانگیر، چلاس وغیرہ)
اسعد الدین
سید محمد شاہ صفحہ 47 حوالہ 5
سید مجذوب شاہ (لاولد)
سید کریم شاہ صفحہ 49 حوالہ 6
حافظ سید محمد ابراہیم صفحہ 49 حوالہ 7
سید احمد شاہ
سید حمید شاہ صفحہ 46 حوالہ 3
سید محمود شاہ صفحہ 48 حوالہ 4
سید شاہ (لاولد)
سید حسین
میر حسن (لاولد)
سید یوسف
سید عمران
حضرت نور
سید قاسم شاہ
سید مصطفیٰ
نور شاہ
ہوڈی شاہ
ہوڈی شاہ
عارب شاہ
شاہ دوران صفحہ 46 حوالہ 1
نظام شاہ صفحہ 46 حوالہ 2
سید عمر شاہ
سید معصوم شاہ
قطب شاہ
کرم شاہ
گوہر شاہ
سید جلال
سید جمال
مہر شاہ
مہدی شاہ
نور شاہ
عبداللہ شاہ
علی اکبر شاہ
غلام شاہ
پیر محمد شاہ
پیر بہار علی شاہ
شیر شاہ
سید رسول
سید عمران
قابل شاہ
شاہ رسول
قدرت شاہ
محمد شاہ
حضرت شاہ
سلطان شاہ
شاہ لطیف
اکبر شاہ
شاہ رسول
سید امیر شاہ
گل شاہ
گوہر شاہ
سلطان شاہ

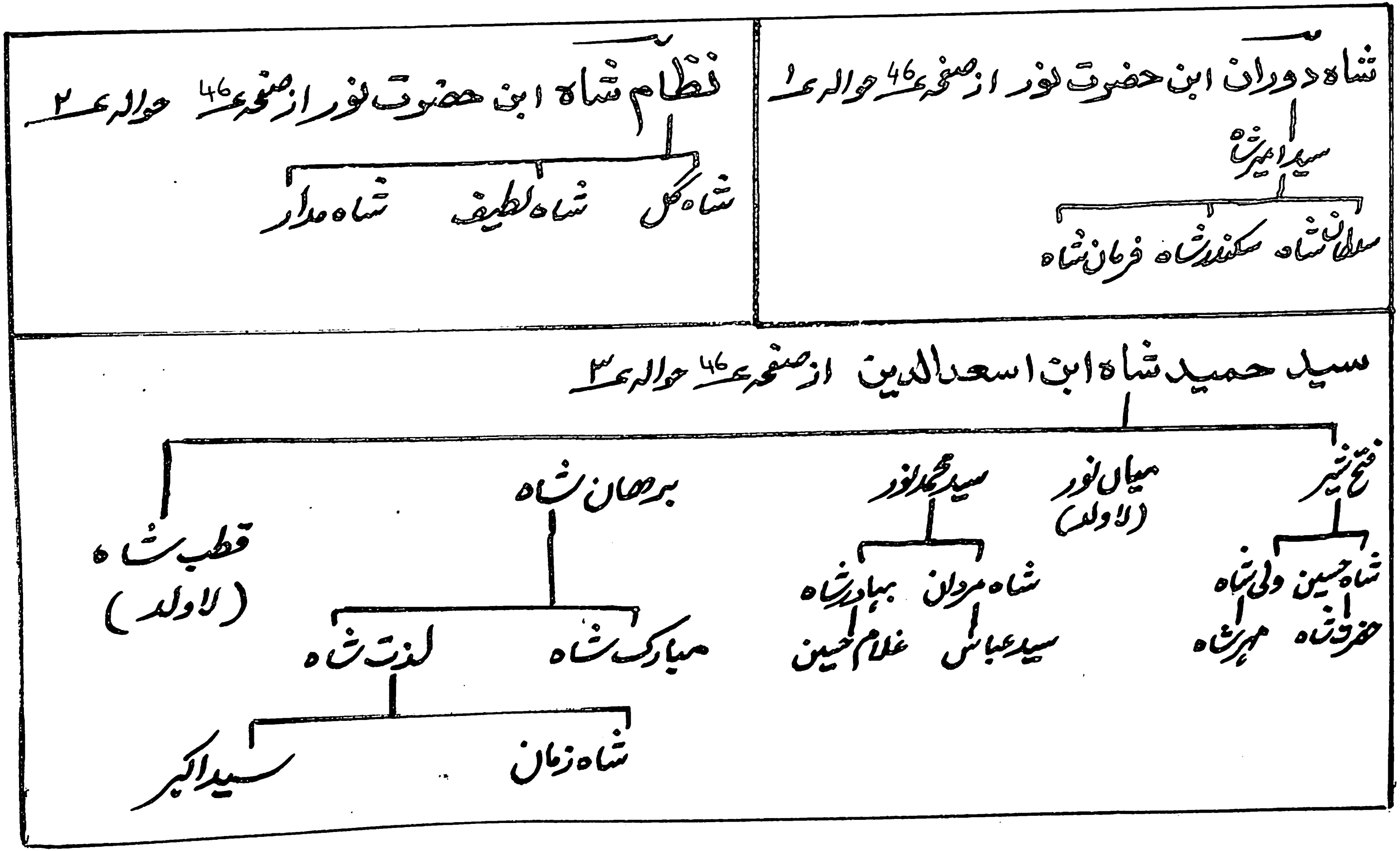
شاہ دوران ابن حضرت نور از صفحہ 46 حوالہ ١
سید امیر شاہ
سلطان شاہ
سکندر شاہ
فرمان شاہ
نظام شاہ ابن حضرت نور از صفحہ 46 حوالہ ٢
شاہ گل
شاہ لطیف
شاہ مدار
سید حمید شاہ ابن اسعد الدین از صفحہ 46 حوالہ ٣
فتح شیر
میاں نور (لاولد)
سید محمد نور
برهان شاہ
قطب شاہ (لاولد)
شاہ حسین
ولی شاہ
خضر شاہ
مہر شاہ
شاہ مردان
بہادر شاہ
سید عباس
غلام حسین
مبارک شاہ
لذت شاہ
شاہ زمان
سید اکبر

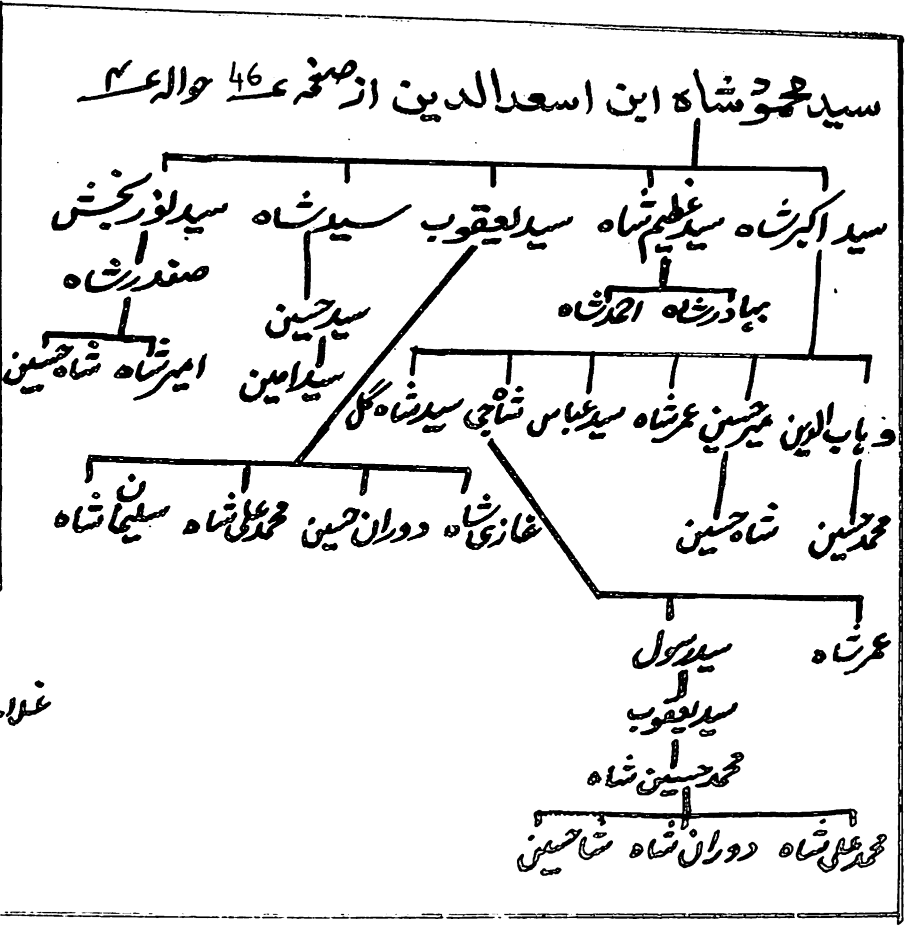
سید محمود شاہ ابن اسعد الدین از صفحہ 46 حوالہ ۴
سید اکبر شاہ
سید غلیم شاہ
سید یعقوب
سید شاہ
سید نور بخش
بہادر شاہ
احمد شاہ
سید حسین
سید امین
صفدر شاہ
امیر شاہ
شاہ حسین
وہاب الدین
میر حسین
عمر شاہ
سید عباس
شاہ جی
سید شاہ گل
محمد حسین
شاہ حسین
غازی شاہ
دوران حسین
محمد علی شاہ
سلیمان شاہ
عمر شاہ
سید رسول
سید یعقوب
محمد حسین شاہ
محمد علی شاہ
دوران شاہ
شاہ حسین

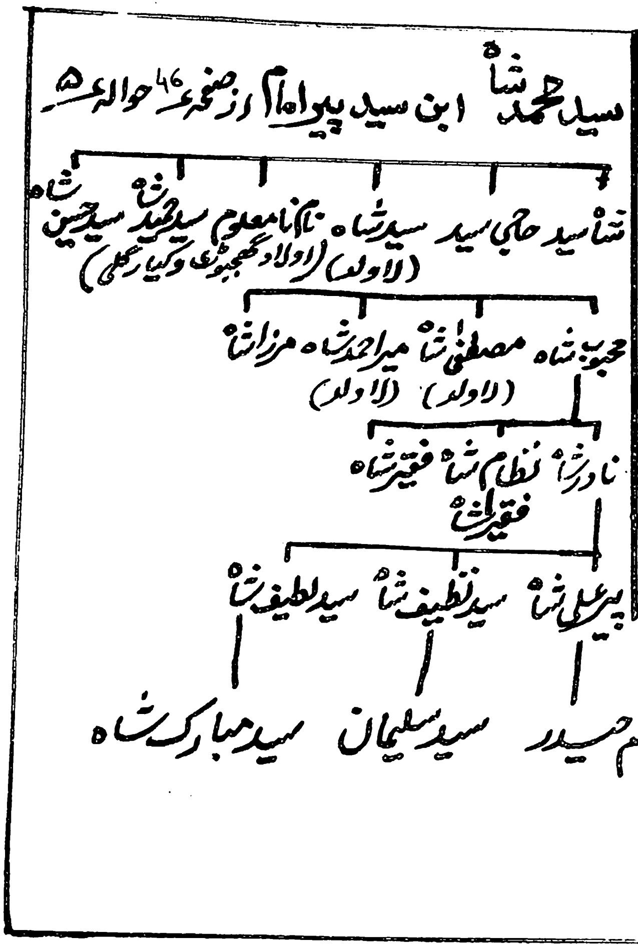
سید محمد شاہ ابن سید پیر امام از صفحہ 46 حوالہ ۵
شاہ
سید حاجی
سید
سید شاہ
نامعلوم
سید محمد شاہ
سید حسین شاہ
(لاولد)
(اولاد گھجبوڑی و کیار گلی)
محبوب شاہ
مصطفیٰ شاہ
میر احمد شاہ
مرزا شاہ
(لاولد)
(لاولد)
نادر شاہ
نظام شاہ
فقیر شاہ
فقیر شاہ
پیر علی شاہ
سید لطیف شاہ
سید لطیف شاہ
غلام حیدر
سید سلیمان
سید مبارک شاہ

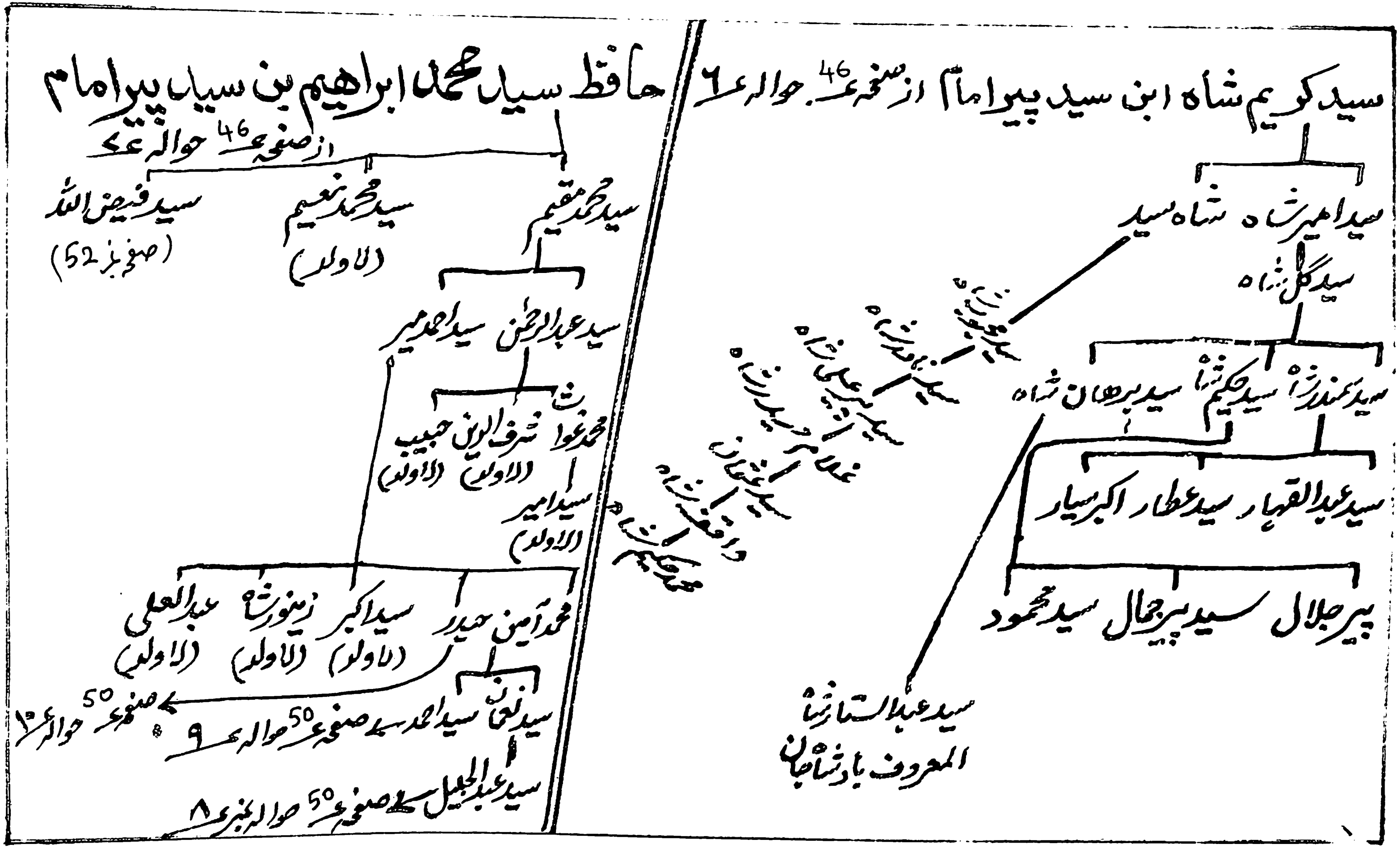
سید کریم شاہ ابن سید پیر امام از صفحہ 46 حوالہ ٦
سید امیر شاہ
شاہ سید
سید گل شاہ
سید سمندر شاہ
سید حکیم شاہ
سید برہان شاہ
سید عبدالقہار
سید عطار
اکبر سیار
پیر جلال
سید پیر جمال
سید محمود
سید عبدالستار شاہ
المعروف بادشاہ جان
سید محمود شاہ
سید نادر شاہ
سید پیر علی شاہ
غلام حیدر شاہ
سید عثمان
واقف شاہ
محمد حکیم شاہ
حافظ سید محمد ابراہیم بن سید پیر امام
از صفحہ 46 حوالہ ۷
سید محمد مقیم
سید محمد نعیم
(لاولد)
سید فیض اللہ
(صفحہ 52)
سید عبدالرحمٰن
سید احمد میر
محمد غوث
شرف الدین
حبیب
(لاولد)
(لاولد)
سید امیر
(لاولد)
محمد امین
حیدر
سید اکبر
زینور شاہ
عبدالعلی
(لاولد)
(لاولد)
(لاولد)
(لاولد)
سید نعمان
صفحہ 50 حوالہ ۱۰
سید احمد
صفحہ 50 حوالہ ۹
سید عبدالجلیل
صفحہ 50 حوالہ نمبر ۸

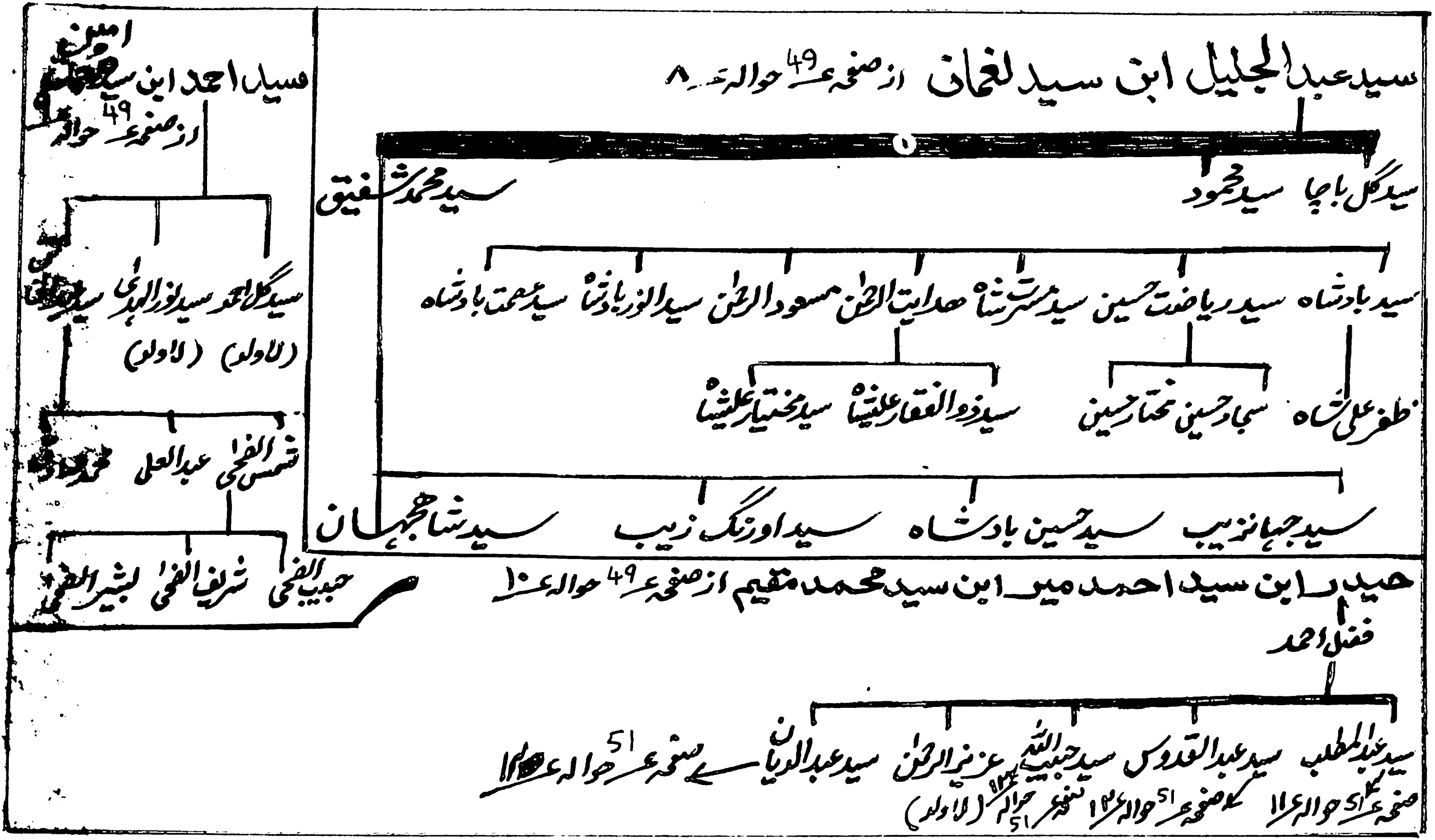
سید عبدالجلیل ابن سید لغمان از صفحہ 49 حوالہ ۸
۱
سید گل باچا
سید محمود
سید محمد شفیق
سید بادشاہ
سید ریاضت حسین
سید سر شاہ
ہدایت الرحمن
مسعود الرحمن
سید انور بادشاہ
سید عصمت بادشاہ
ظفر علی شاہ
سجاد حسین
مختار حسین
سید ذوالفقار علیشاہ
سید مختیار علیشاہ
سید جہانزیب
سید حسین بادشاہ
سید اورنگ زیب
سید شاہجہان
حیدر ابن سید احمد میر ابن سید محمد مقیم از صفحہ 49 حوالہ ۱۰
فضل احمد
سید عبدالمطلب
صفحہ 51 حوالہ ۱۱
سید عبدالقدوس
صفحہ 51 حوالہ ۱۲
سید حبیب اللہ ۱۳
صفحہ 51 حوالہ
عزیز الرحمن
(لااولد)
سید عبدالدیان
صفحہ 51 حوالہ ۱۴
سید احمد ابن سید
امین
از صفحہ 49 حوالہ ۹
سید گل احمد
سید نور الہدیٰ
(لااولد)
(لااولد)
شمس الضحیٰ
عبدالعلی
حبیب الضحیٰ
شریف الضحیٰ
بشیر الضحیٰ

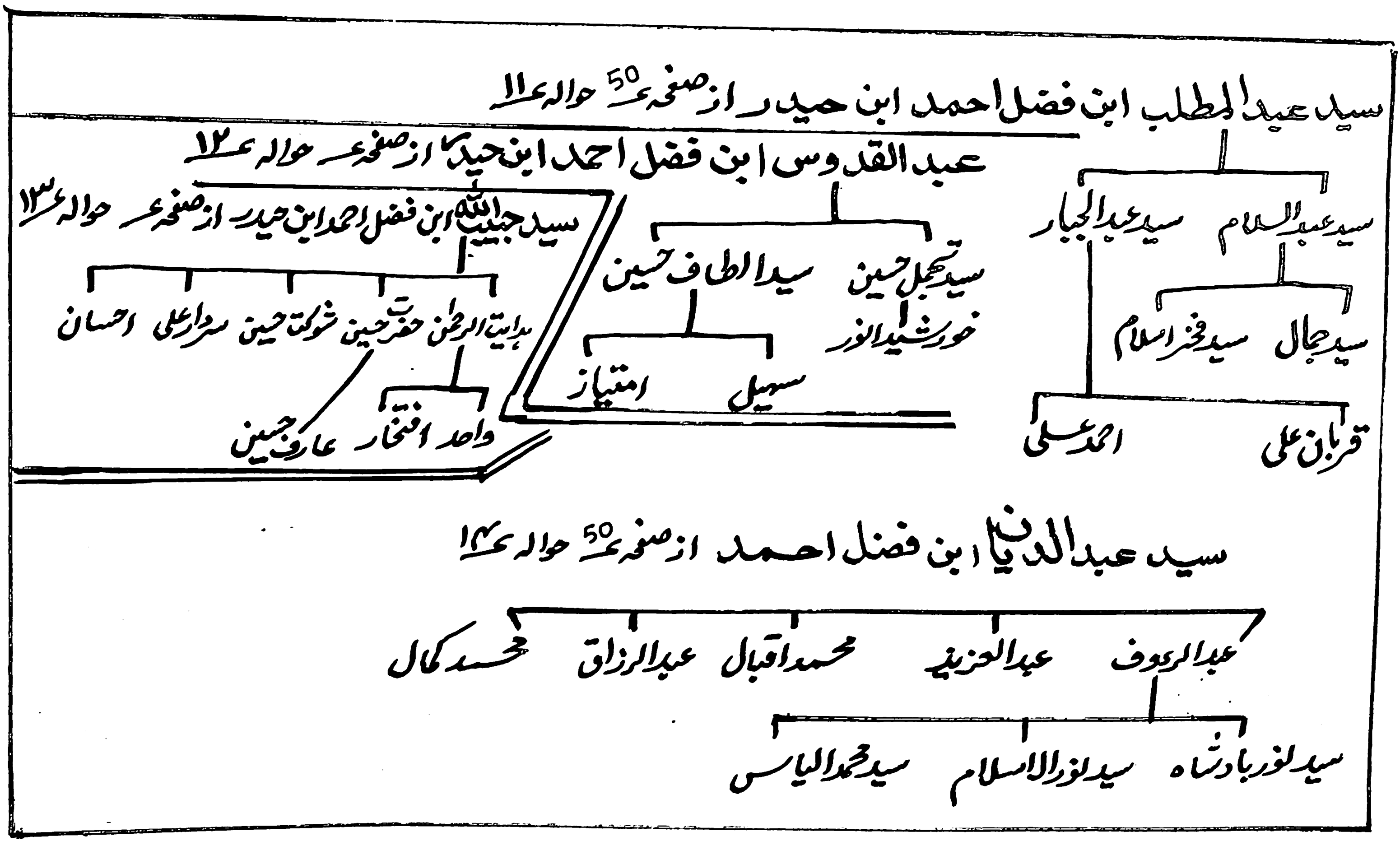
سید عبدالمطلب ابن فضل احمد ابن حیدر از صفحہ 50 حوالہ ۱۱
سید عبدالسلام
سید عبدالجبار
سید جمال
سید فخر اسلام
قربان علی
احمد علی
عبدالقدوس ابن فضل احمد ابن حیدر از صفحہ حوالہ ۱۲
سید تجمل حسین
سید الطاف حسین
خورشید انور
سہیل
امتیاز
سید حبیب اللہ ابن فضل احمد ابن حیدر از صفحہ حوالہ ۱۳
ہدایت الرحمٰن
حفیظ حسین
شوکت حسین
سردار علی
احسان
واحد
افتخار
عارف حسین
سید عبدالدیان ابن فضل احمد از صفحہ 50 حوالہ ۱۴
عبدالرؤف
عبدالعزیز
محمد اقبال
عبدالرزاق
محمد کمال
سید نور بادشاہ
سید نور الاسلام
سید محمد الیاس

نعت شریف

شگفتہ گلشنِ زہرآء ؓ کا ہر گُلِ تر ہے
کِسی میں رنگِ علی ؓ کسی میں بُوئے رسول ؐ
عدم سے لائی ہے ہستی میں آرزوئے رسول ؐ

کہاں کہاں لئے پھرتی ہے جستجو ئے رسول

اِظہار محبت

یہ عظیم محققانہ کتاب پیر بابا کے موضوع پر پہلی صحیح کتاب ہے۔ اِس موضوع کے محقق حضرت علامہ پیر ڈاکٹر سید عبدالاحد شاہ صاحب سیفی نے پُورے نو سال اس کتاب کے شجرہ جات اور مندرجات پر تحقیق فرمائی ہے۔ میرے بابا جان قطب وقت الحاج پیر سید محمود شاہ صاحب نے مجھے بتایا کہ یہ کِتاب کِسی زمانے میں آپکے والد صاحب بھی پڑھ چکے ہیں۔ میں بہت حیران ہوا۔ کیونکہ عبدالاحد شاہ صاحب سے میر واقفیت سلام دُعا کا آغاز میرے والد صاحب کی وفات کے بعد ہوا یہ ان کی زندگی میں کبھی بھی تشریف نہیں لائے جب مصنف تشریف نہیں لائے ہوں گے تو تصنیف کب آئی ہو گی؟ میں نے اپنے زہن میں اس طرح کے سوالات کا تانا بانا بُن کر جب شاہ صاحب سے اِس بارے میں دریافت کیا تو وہ فرمانے لگے ہاں میں نے (مصنف نے) یہ کتاب کچھ عرصے کے لئے قبلہ قطب زمانہ سید محمود شاہ صاحب ترندی آف پشاور کو پیش کی تھی۔ وہ بھی اِس پر نظر فرماتے رہے تھے۔ میں جب اُن سے کتاب واپس لینے گیا تو مجھے اُنہوں نے فرمایا کہ ابھی جلدی نہ فرمائیں وہ کتاب ڈیرہ اسماعیل خان پاکستان کے علاقے میں گئی ہوئی ہے۔ یہ کتاب چھ مہینے وہاں رہی تب سمجھ میں آیا کہ میرے والد گرامی علیہ رحمہ کی اُس وقت ڈیرہ اسماعیل خان میں پوسٹنگ تھی یقیناً وہ وہاں سرکاری اُمور کی بجا آوری کے بعد اِس کتاب کو وقت دیتے تھے یہ اُن کی زندگی میں ہی واپس ہو گئی تھی۔ مجھے اِس کتاب کا اور کتاب والے کا کچھ پتہ نہ تھا یہ اُن کی کرامت ہے کہ یہ کتاب کئی سال بعد اُن کا بیٹا ناچیز عارف شاہ طبع فرما کر آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہے حالانکہ اُن کی زندگی میں یہ کام پایۂ تکمیل تک نہ پہنچ سکا تھا قبلہ سید عبدالاحد شاہ صاحب نے جتنا علم حاصل کیا ہے اُس پر عمل بھی کیا ہے اِس سے زیادہ میں اُن کا تعارف کیا کرواؤں یہ خود فرماتے ہیں کہ میں بڑا بنیاد پرست مسلمان ہوں اور سائنس اور مذہب میں ربط کسی جگہ تضاد پاتا ہوں تو مذہب کی بات کو ترجیح دیتا ہوں کیونکہ سائنس کی آنکھ اُس حقیقت کو بہت بعد میں جا کر دیکھ لیتی ہے جس کو مذہب کی آنکھ نے صدیوں پہلے دیکھ لیا ہو میرے نزدیک عقل کے مصلّے پر جب عشق کی نماز ادا کرنے کا وقت آتا ہے تو میرا دین اور مذہب امام بن جاتا ہے جب کہ میری سائنس اُس کی اقتدا میں اللہ تعالیٰ کے آگے سر بسجود ہو کر مقتدی بن جاتی ہے۔

اتنی بڑی تحقیق کرنے کے بعد بندے کے پاؤں زمین پر ٹکتے نہیں ہیں لیکن ڈاکٹر عبدالاحد شاہ صاحب کو آپ دیکھیں تو یہ عاجزی کا پیکر نظر آئیں گے۔ لباس سادہ خوراک سادہ۔ با پردہ سُچے سید گھرانے والے پٹھانوں کا سا رہن سہن خوش گفتار پشتو شاعر اور ایک اچھے مرّبی بھی ہیں۔ فقط

از صفحہ نمبر ۴۹

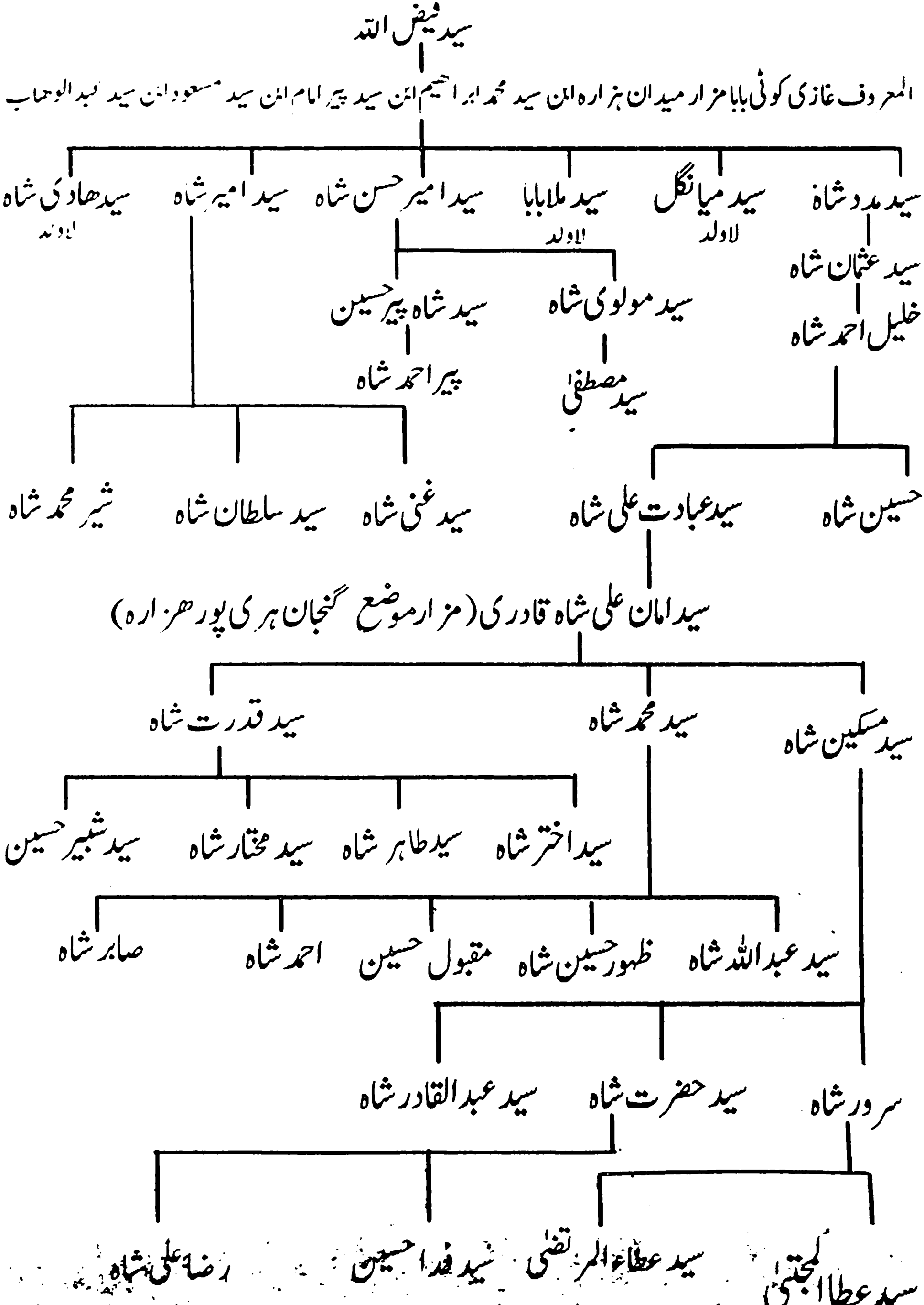
سید فیض اللہ
المعروف غازی کوٹی بابا مزار میدان ہزارہ ابن سید محمد ابراہیم ابن سید پیر امام ابن سید مسعود ابن سید عبدالوہاب
سید مدد شاہ
سید میانگل
لاولد
سید ملا بابا
لاولد
سید امیر حسن شاہ
سید امیر شاہ
سید ہادی شاہ
لاولد
سید عثمان شاہ
خلیل احمد شاہ
سید مولوی شاہ
سید مصطفیٰ
سید شاہ پیر حسین
پیر احمد شاہ
حسین شاہ
سید عبادت علی شاہ
سید غنی شاہ
سید سلطان شاہ
شیر محمد شاہ
سید امان علی شاہ قادری (مزار موضع گنجان ہری پور ہزارہ)
سید مسکین شاہ
سید محمد شاہ
سید قدرت شاہ
سید اختر شاہ
سید طاہر شاہ
سید مختار شاہ
سید شبیر حسین
سید عبداللہ شاہ
ظہور حسین شاہ
مقبول حسین
احمد شاہ
صابر شاہ
سرور شاہ
سید حضرت شاہ
سید عبدالقادر شاہ
سید عطا المجتبیٰ
سید عطاء المرتضیٰ
سید فدا حسین
رضا علی شاہ

سید نجم الدین ابن سید مسعود ابن میاں عبدالوہاب (سادات گندف، شکئی، منڈی، پٹ بانڈو) (ماخوذ از عبرۃ اولی الابصار)

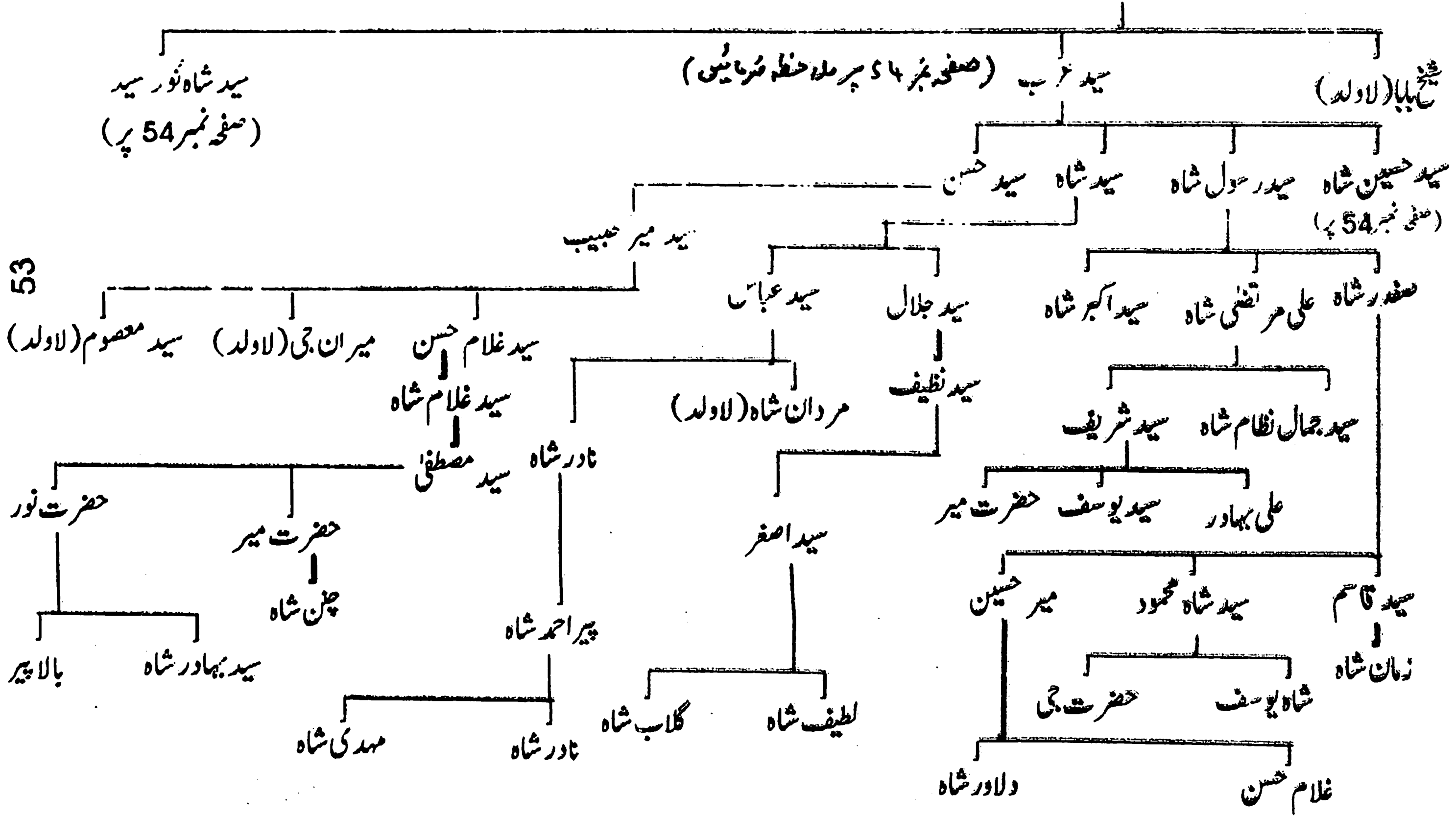
شیخ بابا (لاولد)
سید غریب (صفحہ نمبر 54 پر ملاحظہ فرمائیں)
سید شاہ نور سید (صفحہ نمبر 54 پر)
سید حسین شاہ (صفحہ نمبر 54 پر)
سید رسول شاہ
سید شاہ
سید حسن
صفدر شاہ
علی مرتضیٰ شاہ
سید اکبر شاہ
سید جلال
سید عباس
سید میر حبیب
سید جمال نظام شاہ
سید شریف
سید نظیف
مردان شاہ (لاولد)
نادر شاہ
سید غلام حسن
میران جی (لاولد)
سید معصوم (لاولد)
علی بہادر
سید یوسف
حضرت میر
سید اصغر
سید غلام شاہ
سید مصطفیٰ
سید قاسم
زمان شاہ
سید شاہ محمود
میر حسین
شاہ یوسف
حضرت جی
لطیف شاہ
گلاب شاہ
پیر احمد شاہ
نادر شاہ
مہدی شاہ
حضرت میر
چمن شاہ
حضرت نور
سید بہادر شاہ
بالا پیر
غلام حسن
دلاور شاہ

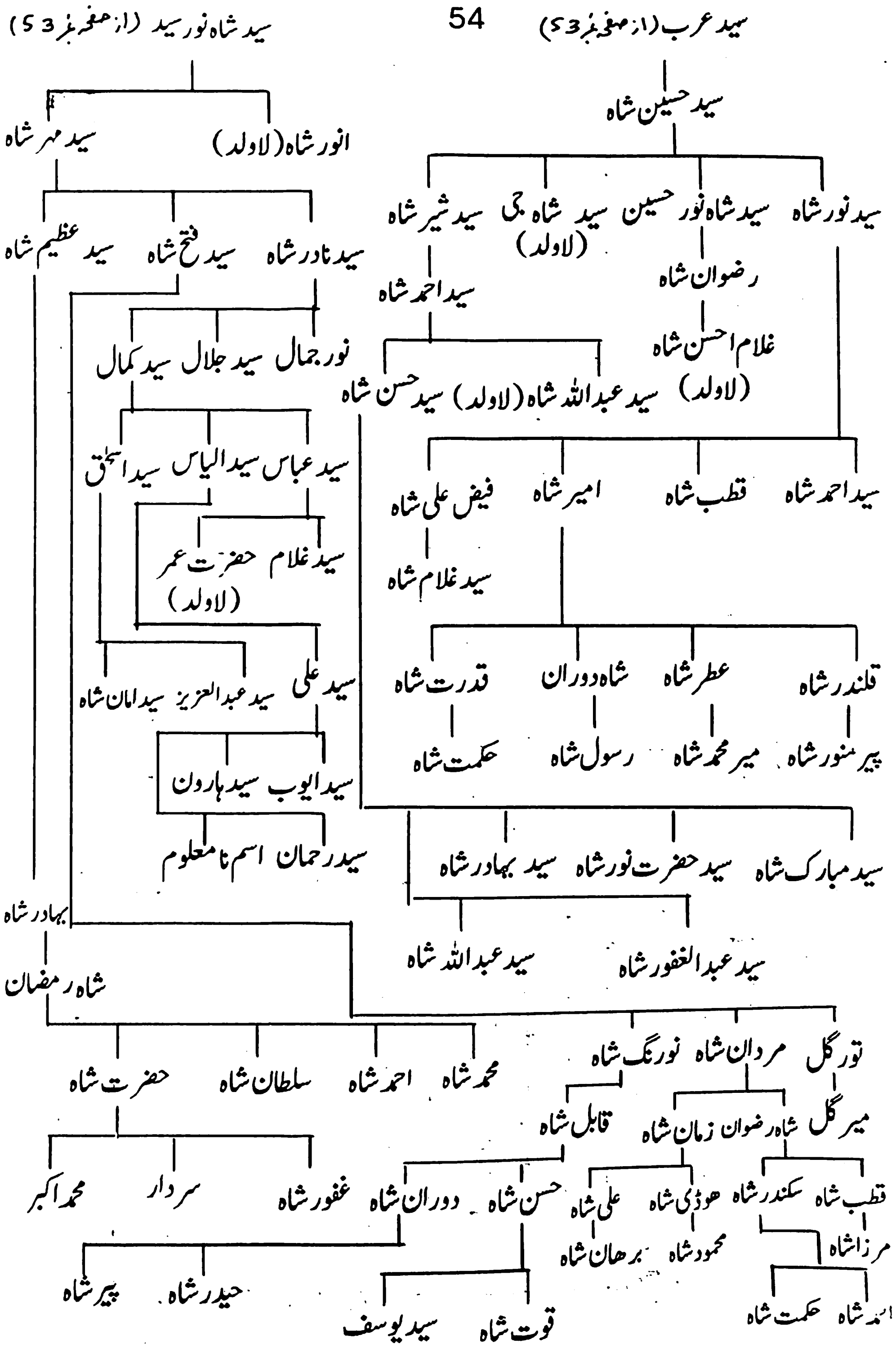
سید عرب (از صفحہ نمبر 53)
سید حسین شاہ
سید نور شاہ
سید شاہ نور حسین
سید شاہ جی (لاولد)
سید شیر شاہ
رضوان شاہ
غلام احسن شاہ (لاولد)
سید احمد شاہ
سید عبداللہ شاہ (لاولد)
سید حسن شاہ
سید احمد شاہ
قطب شاہ
امیر شاہ
فیض علی شاہ
سید غلام شاہ
قلندر شاہ
عطر شاہ
شاہ دوران
قدرت شاہ
پیر منور شاہ
میر محمد شاہ
رسول شاہ
حکمت شاہ
سید مبارک شاہ
سید حضرت نور شاہ
سید بہادر شاہ
سید عبدالغفور شاہ
سید عبداللہ شاہ
تور گل
مردان شاہ
نورنگ شاہ
میر گل
شاہ رضوان
زمان شاہ
قابل شاہ
قطب شاہ
سکندر شاہ
ہوڈی شاہ
علی شاہ
حسن شاہ
دوران شاہ
مرزا شاہ
محمود شاہ
برہان شاہ
احمد شاہ
حکمت شاہ
قوت شاہ
سید یوسف
حیدر شاہ
پیر شاہ
سید شاہ نور سید (از صفحہ نمبر 53)
انور شاہ (لاولد)
سید مہر شاہ
سید نادر شاہ
سید فتح شاہ
سید عظیم شاہ
نور جمال
سید جلال
سید کمال
سید عباس
سید الیاس
سید اسحٰق
سید غلام
حضرت عمر (لاولد)
سید علی
سید عبدالعزیز
سید امان شاہ
سید ایوب
سید ہارون
سید رحمان
اسم نامعلوم
بہادر شاہ
شاہ رمضان
محمد شاہ
احمد شاہ
سلطان شاہ
حضرت شاہ
غفور شاہ
سردار
محمد اکبر

شجرہ نسب اولاد میاں پیر عاشق

(سید عاشق)(سادات برہ بانڈی، کوزہ بانڈی، شکردرہ، ننگولئی و منگلور کیتاڑ)

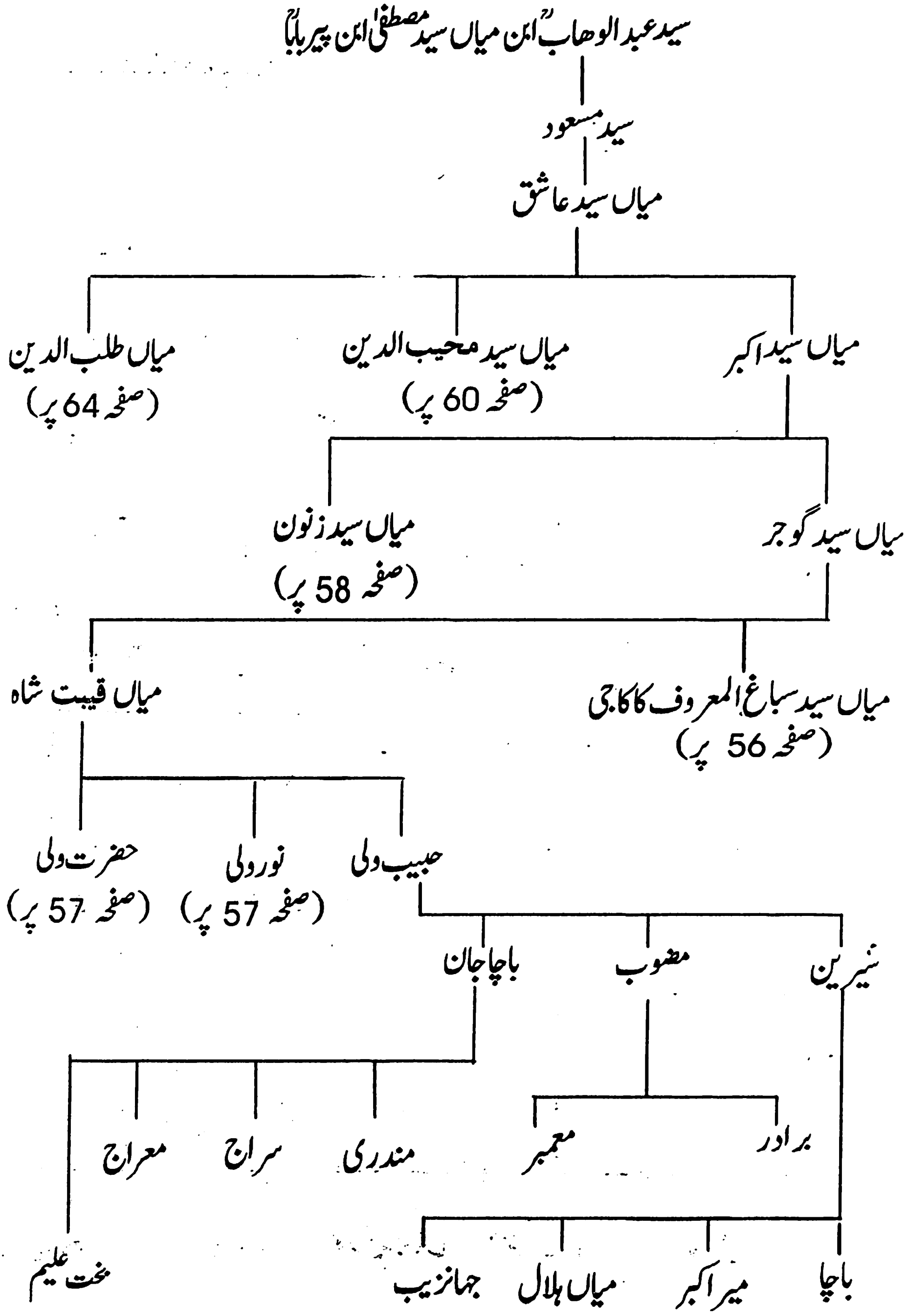
سید عبدالوھابؒ ابن میاں سید مصطفیٰؒ ابن پیر باباؒ
سید مسعود
میاں سید عاشق
میاں سید اکبر
میاں سید محیب الدین
(صفحہ 60 پر)
میاں طلب الدین
(صفحہ 64 پر)
سیاں سید گوجر
میاں سید زنون
(صفحہ 58 پر)
میاں سید سباغ المعروف کاکاجی
(صفحہ 56 پر)
میاں قیبت شاہ
حبیب ولی
نورولی
(صفحہ 57 پر)
حضرت ولی
(صفحہ 57 پر)
شیرین
مضوب
باچاجان
برادر
معمبر
مندری
سراج
معراج
باچا
میر اکبر
میاں ہلال
جہانزیب
بخت علیم

(از صفحہ 55)

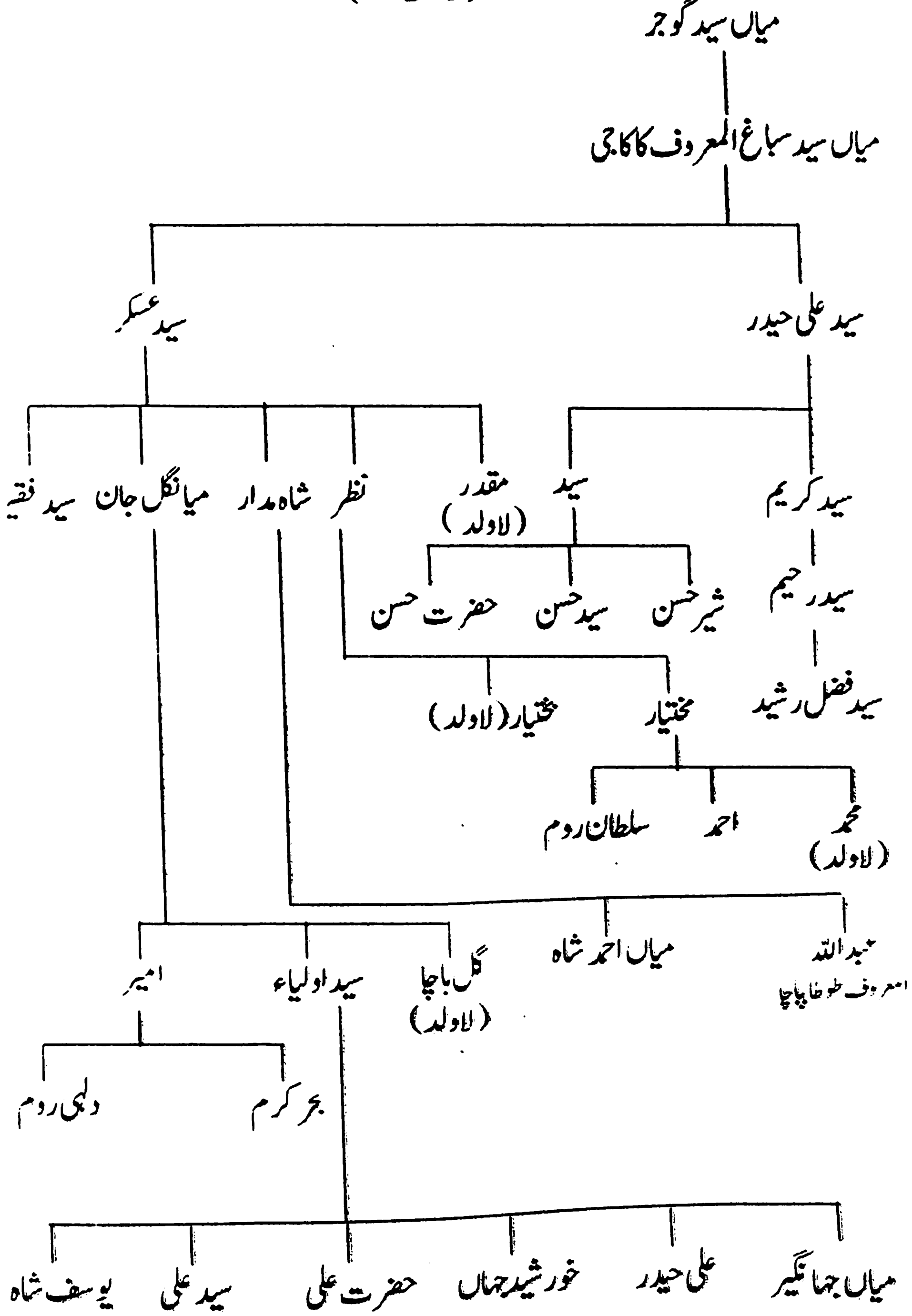
میاں سید گوجر
میاں سید سباغ المعروف کاکاجی
سید علی حیدر
سید عسکر
سید کریم
سید
مقدر (لاولد)
نظر
شاہ مدار
میانگل جان
سید فقیہ
سید رحیم
شیر حسن
سید حسن
حضرت حسن
سید فضل رشید
مختیار
مختیار (لاولد)
محمد (لاولد)
احمد
سلطان روم
عبداللہ
المعروف طوطا پاچا
میاں احمد شاہ
گل باچا (لاولد)
سید اولیاء
امیر
بحر کرم
دلہی روم
میاں جہانگیر
علی حیدر
خورشید جہاں
حضرت علی
سید علی
یوسف شاہ

(از صفحہ 55)

قیب

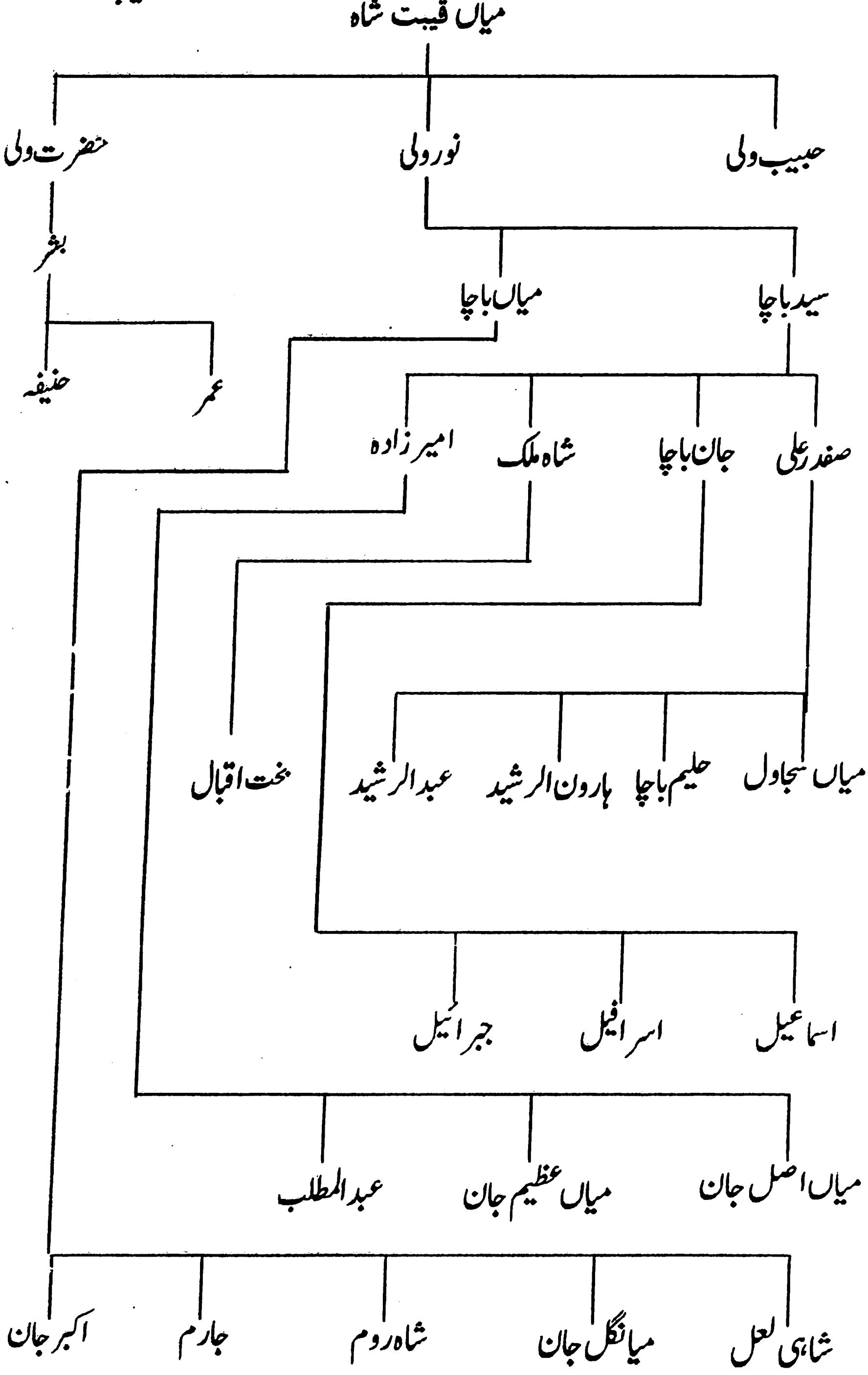
میاں قیبت شاہ
حبیب ولی
نور ولی
حضرت ولی
سید باچا
میاں باچا
بشر
عمر
حنیفہ
صفدر علی
جان باچا
شاہ ملک
امیر زادہ
میاں سجاول
حلیم باچا
ہارون الرشید
عبدالرشید
بخت اقبال
اسماعیل
اسرافیل
جبرائیل
میاں اصل جان
میاں عظیم جان
عبدالمطلب
شاہی لعل
میانگل جان
شاہ روم
جارم
اکبر جان

(از صفحہ 55)

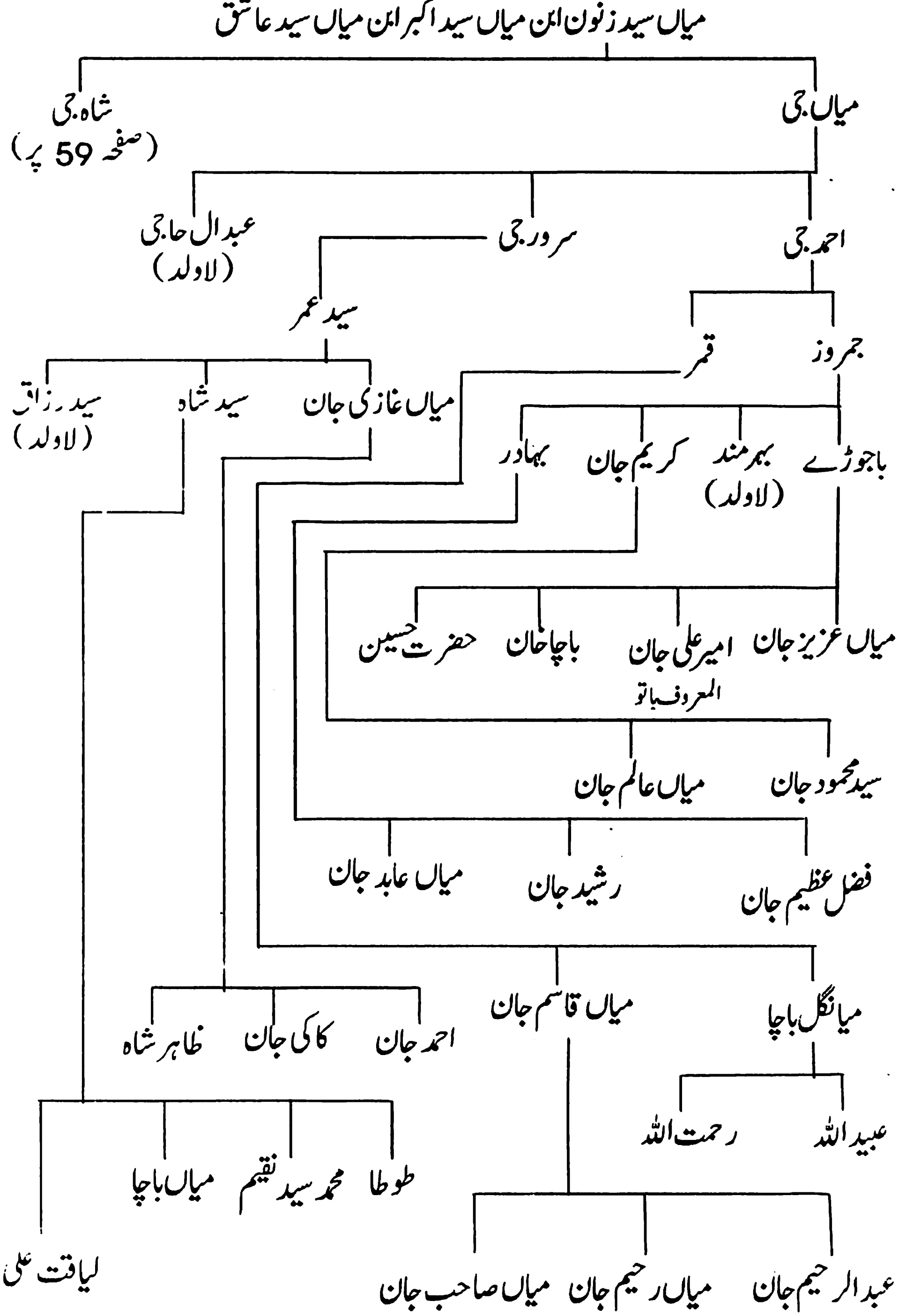
میاں سید زنون ابن میاں سید اکبر ابن میاں سید عاشق
میاں جی
شاہ جی
(صفحہ 59 پر)
احمد جی
سرور جی
عبدال حاجی
(لاولد)
سید عمر
جمروز
قمر
میاں غازی جان
سید شاہ
سید رزاق
(لاولد)
باجوڑے
بہرمند
(لاولد)
کریم جان
بہادر
میاں عزیز جان
امیر علی جان
المعروف باتو
باچا خان
حضرت حسین
سید محمود جان
میاں عالم جان
فضل عظیم جان
رشید جان
میاں عابد جان
میانگل باچا
میاں قاسم جان
احمد جان
کاکی جان
ظاہر شاہ
عبید اللہ
رحمت اللہ
طوطا
محمد سید نقیم
میاں باچا
لیاقت علی
عبدالرحیم جان
میاں رحیم جان
میاں صاحب جان

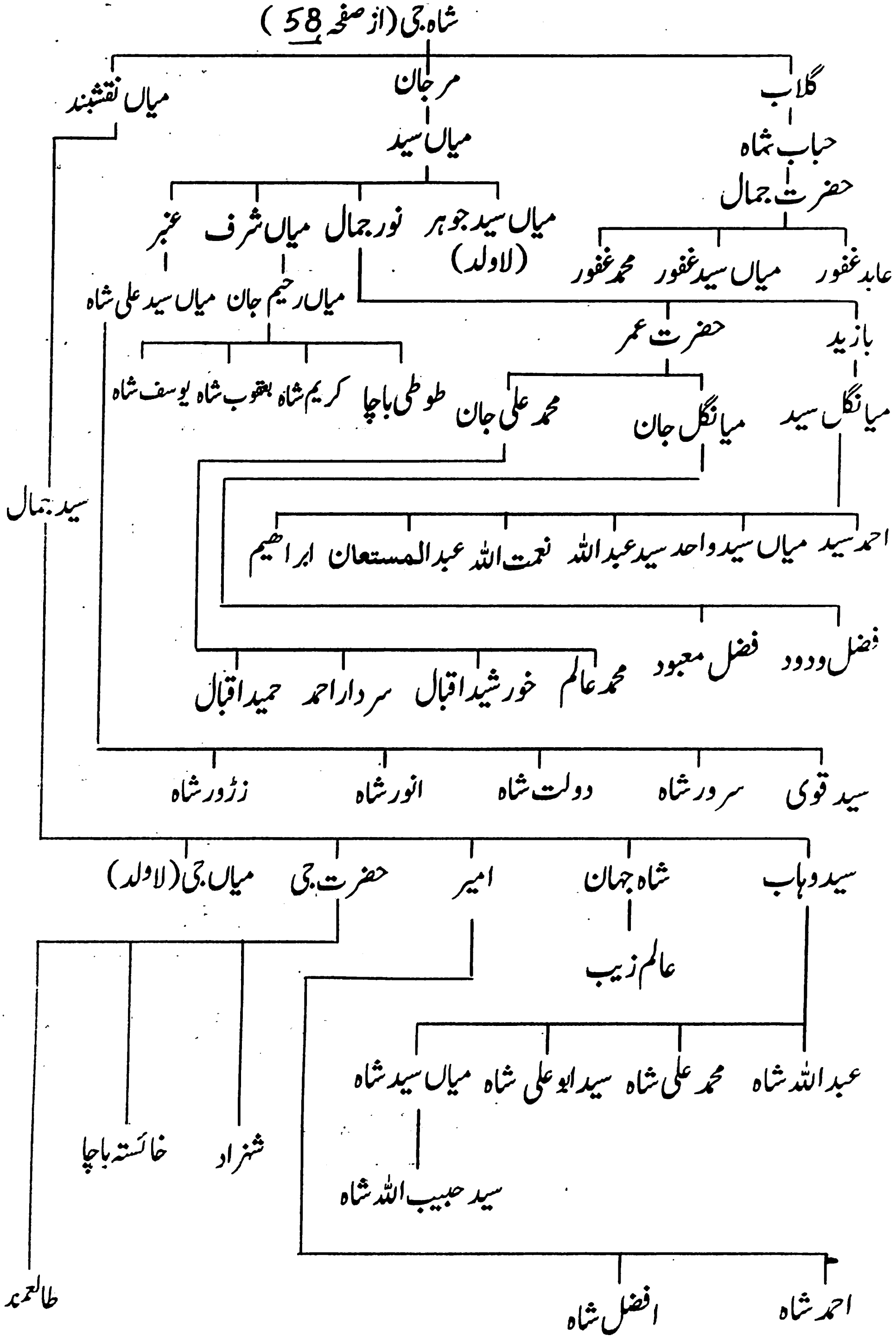
شاہ جی (از صفحہ 58)
گلاب
مرجان
میاں نقشبند
حباب شاہ
میاں سید
حضرت جمال
میاں سید جوہر (لاولد)
نور جمال
میاں شرف
عنبر
عابد غفور
میاں سید غفور
محمد غفور
میاں رحیم جان
میاں سید علی شاہ
بازید
حضرت عمر
طوطی باچا
کریم شاہ
یعقوب شاہ
یوسف شاہ
میانگل سید
میانگل جان
محمد علی جان
سید جمال
احمد سید
میاں سید واحد
سید عبداللہ
نعمت اللہ
عبدالمستعان
ابراھیم
فضل ودود
فضل معبود
محمد عالم
خورشید اقبال
سردار احمد
حمید اقبال
سید قوی
سرور شاہ
دولت شاہ
انور شاہ
زڑور شاہ
سید وہاب
شاہ جہان
امیر
حضرت جی
میاں جی (لاولد)
عالم زیب
عبداللہ شاہ
محمد علی شاہ
سید ابو علی شاہ
میاں سید شاہ
شہزاد
خائستہ باچا
سید حبیب اللہ شاہ
طالعمند
احمد شاہ
افضل شاہ

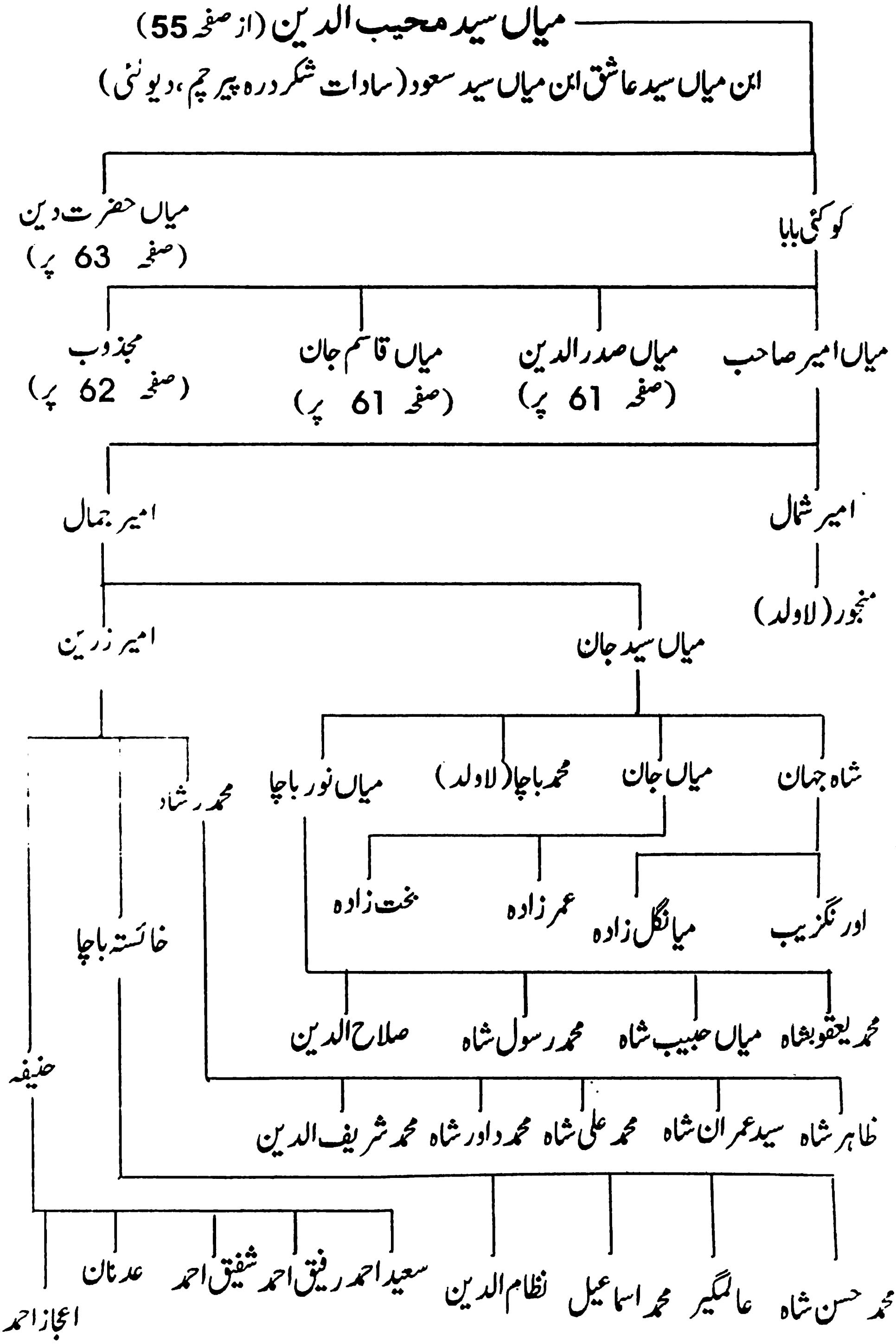
میاں سید محیب الدین (از صفحہ 55)
ابن میاں سید عاشق ابن میاں سید سعود (سادات شکر درہ پیر چم، دیوئی)
کوکئی بابا
میاں حضرت دین (صفحہ 63 پر)
میاں امیر صاحب
میاں صدرالدین (صفحہ 61 پر)
میاں قاسم جان (صفحہ 61 پر)
مجذوب (صفحہ 62 پر)
امیر شمال
امیر جمال
منجور (لاولد)
میاں سید جان
امیر زرین
شاہ جہان
میاں جان
محمد باچا (لاولد)
میاں نور باچا
محمد رشاد
اورنگزیب
میانگل زادہ
عمر زادہ
بخت زادہ
خائستہ باچا
محمد یعقوبشاہ
میاں حبیب شاہ
محمد رسول شاہ
صلاح الدین
حنیفہ
ظاہر شاہ
سید عمران شاہ
محمد علی شاہ
محمد داور شاہ
محمد شریف الدین
محمد حسن شاہ
عالمگیر
محمد اسماعیل
نظام الدین
سعید احمد
رفیق احمد
شفیق احمد
عدنان
اعجاز احمد

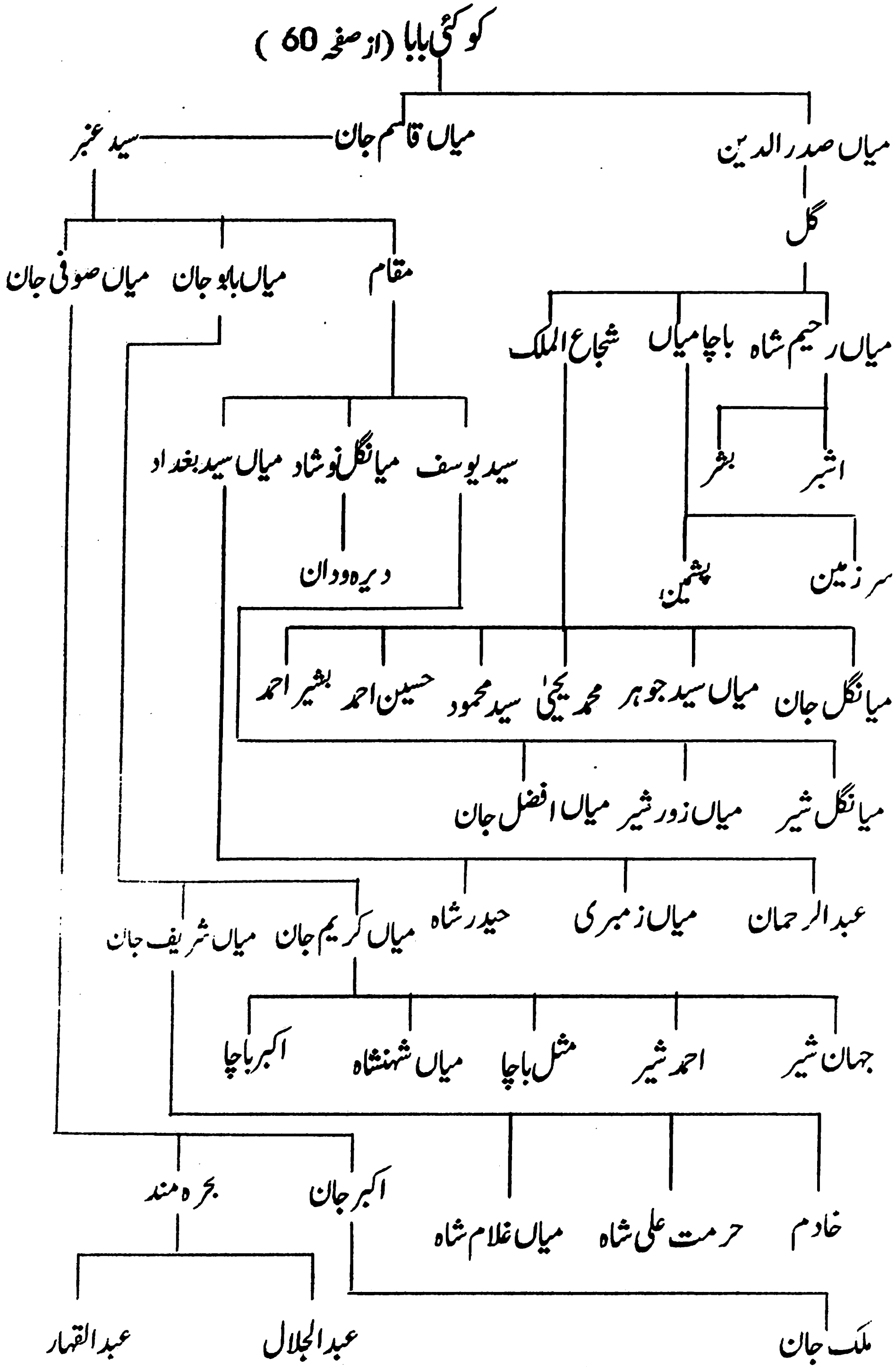
کوکئی بابا (از صفحہ 60)
میاں صدرالدین
میاں قاسم جان
سید عنبر
گل
میاں رحیم شاہ
باچامیاں
شجاع الملک
مقام
میاں بابو جان
میاں صوفی جان
اشبر
بشر
سید یوسف
میانگل نوشاد
میاں سید بغداد
سرزمین
پشمین
دیرہ ودان
میانگل جان
میاں سید جوہر
محمد یحیٰ
سید محمود
حسین احمد
بشیر احمد
میانگل شیر
میاں زور شیر
میاں افضل جان
عبدالرحمان
میاں زمبری
حیدر شاہ
میاں کریم جان
میاں شریف جان
جہان شیر
احمد شیر
مثل باچا
میاں شہنشاہ
اکبر باچا
خادم
حرمت علی شاہ
میاں غلام شاہ
اکبر جان
بحرہ مند
ملک جان
عبدالجلال
عبدالقہار

مجذوب ابن کوکئی بابا ابن میاں سید محیب الدین (از صفحہ 60)

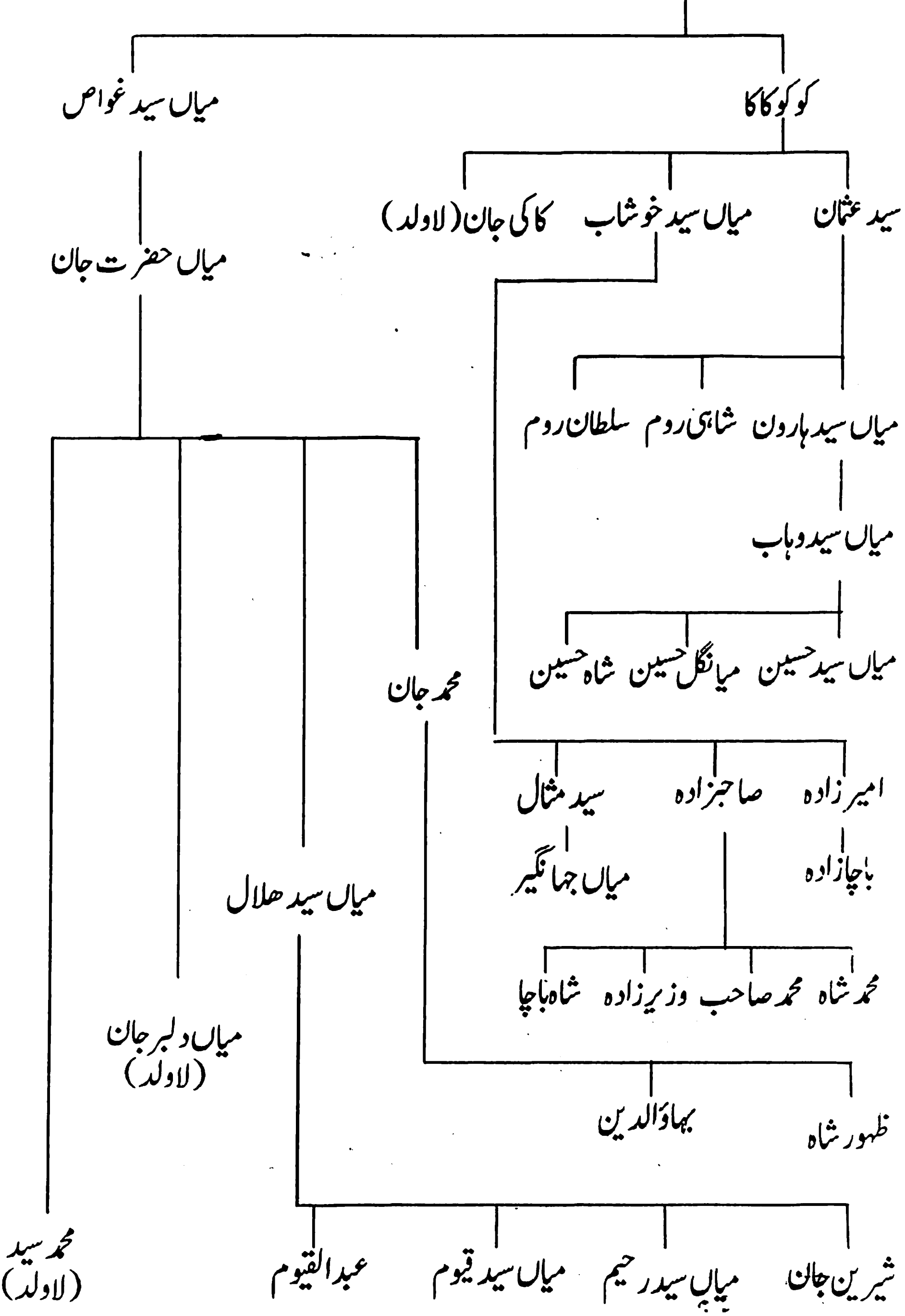
کوکوکاکا
میاں سید غواص
سید عثمان
میاں سید خوشاب
کاکی جان (لاولد)
میاں حضرت جان
میاں سید ہارون
شاہی روم
سلطان روم
میاں سید وہاب
میاں سید حسین
میانگل حسین
شاہ حسین
محمد جان
امیر زادہ
صاحبزادہ
سید مثال
باچازادہ
میاں جہانگیر
میاں سید ھلال
محمد شاہ
محمد صاحب
وزیرزادہ
شاہ باچا
میاں دلبر جان (لاولد)
ظہور شاہ
بہاؤالدین
محمد سید (لاولد)
شیرین جان
میاں سید رحیم
میاں سید قیوم
عبدالقیوم

(از صفحہ 60)

میاں حضرت دین ابن میاں سید محیب الدین

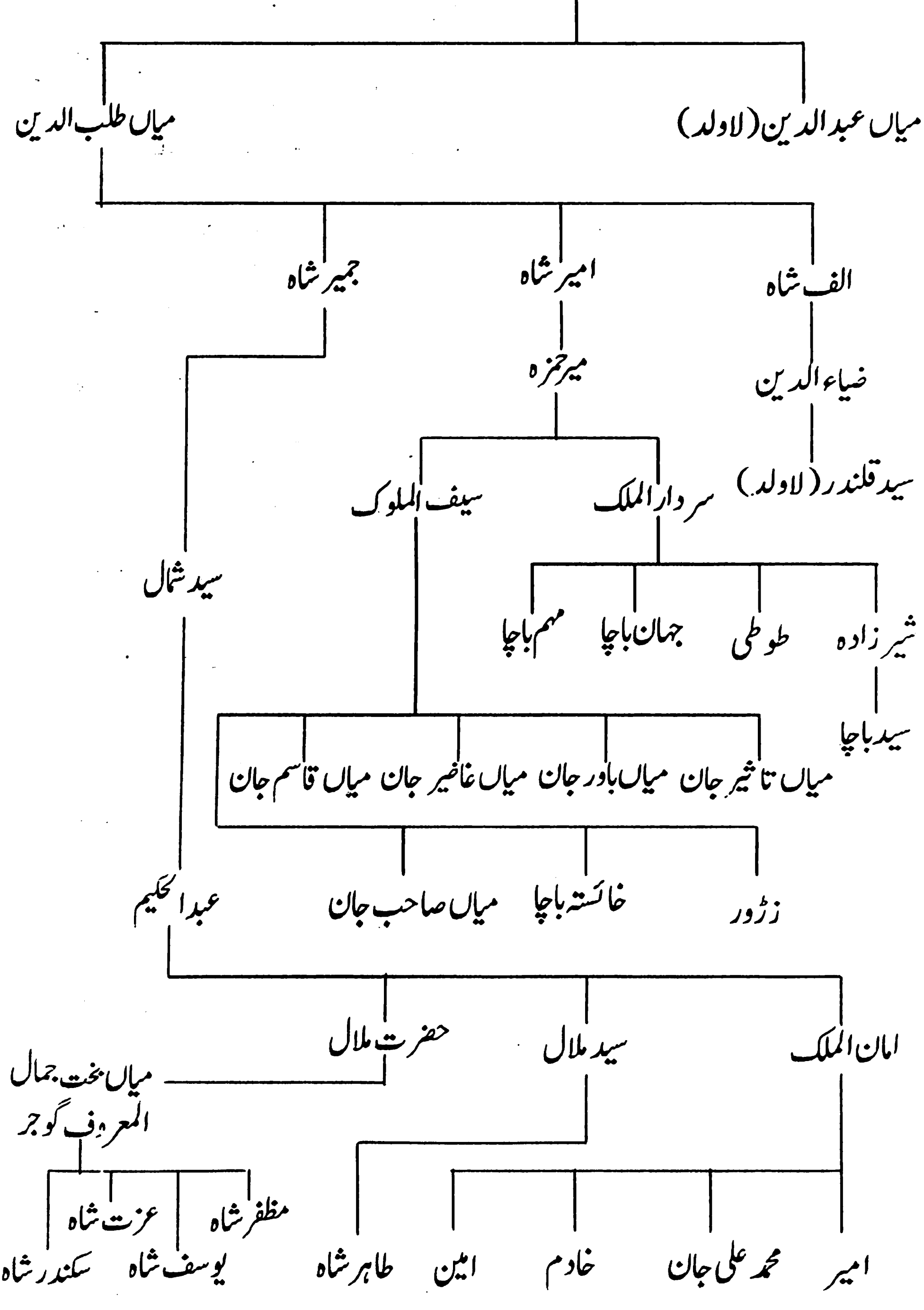
میاں عبدالدین (لاولد)
میاں طلب الدین
الف شاہ
امیر شاہ
جمیر شاہ
ضیاء الدین
میر حمزہ
سید قلندر (لاولد)
سردار الملک
سیف الملوک
سید شمال
شیر زادہ
طوطی
جہان باچا
مہم باچا
سید باچا
میاں تاثیر جان
میاں باور جان
میاں غاضیر جان
میاں قاسم جان
زڑور
خائستہ باچا
میاں صاحب جان
عبدالحکیم
امان الملک
سید ملال
حضرت ملال
میاں بخت جمال
المعروف گوجر
مظفر شاہ
عزت شاہ
یوسف شاہ
سکندر شاہ
امیر
محمد علی جان
خادم
امین
طاہر شاہ

میاں طلب الدین ابن میاں سید عاشق (از صفحہ 58)

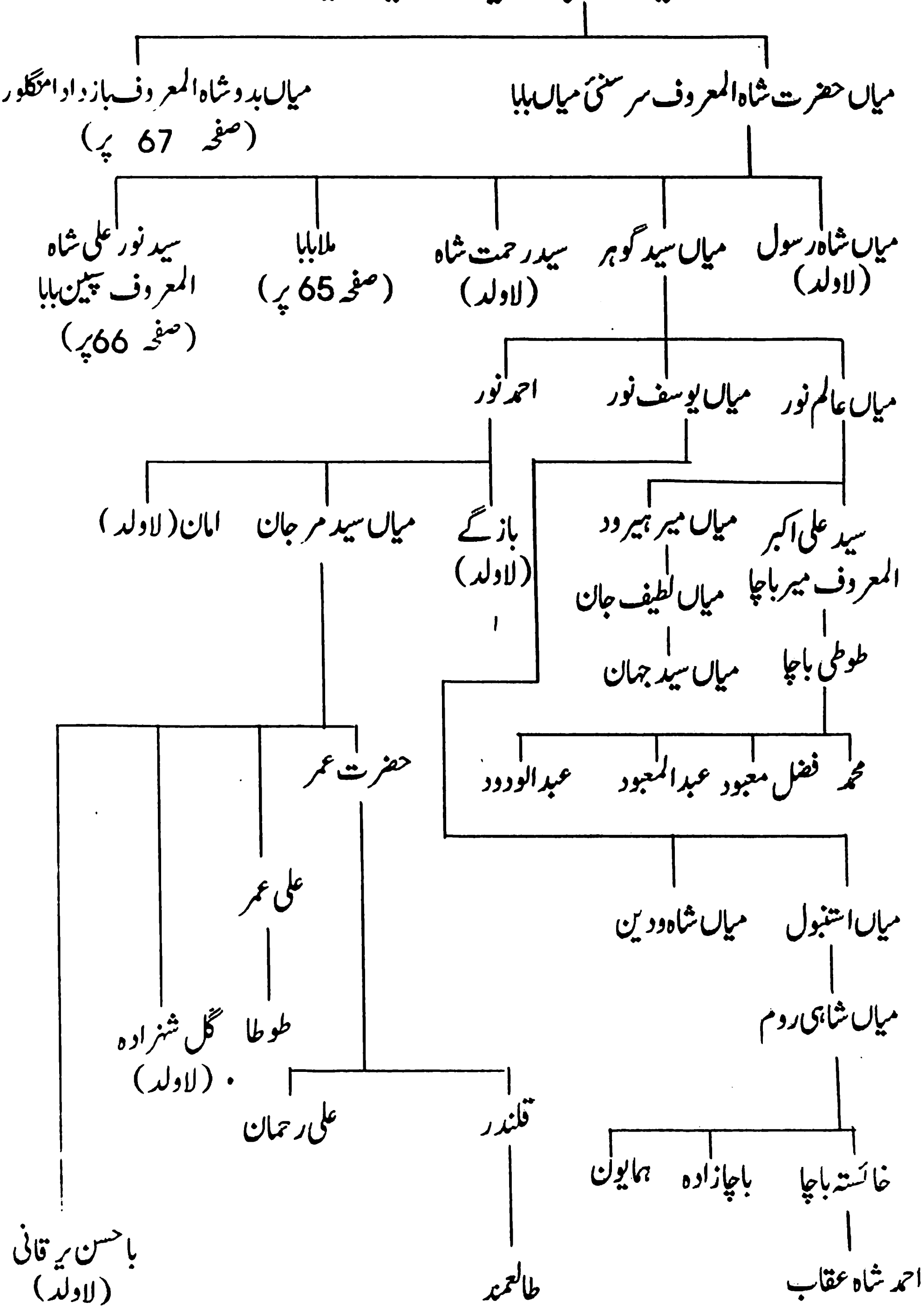
میاں حضرت شاہ المعروف سر سنئ میاں بابا
میاں بدو شاہ المعروف باز دادا منگلور (صفحہ 67 پر)
میاں شاہ رسول (لاولد)
میاں سید گوہر
سید رحمت شاہ (لاولد)
ملا بابا (صفحہ 65 پر)
سید نور علی شاہ المعروف پیپن بابا (صفحہ 66 پر)
میاں عالم نور
میاں یوسف نور
احمد نور
سید علی اکبر المعروف میر باچا
میاں میر ہیرود
میاں لطیف جان
میاں سید جہان
طوطی باچا
محمد
فضل معبود
عبدالمعبود
عبدالودود
باز گے (لاولد)
میاں سید مرجان
امان (لاولد)
میاں استنبول
میاں شاہ ودین
میاں شاہی روم
خائستہ باچا
باچازادہ
ہمایون
احمد شاہ عقاب
حضرت عمر
علی عمر
طوطا
گل شہزادہ (لاولد)
قلندر
علی رحمان
طالعمند
باحسن ریقانی (لاولد)

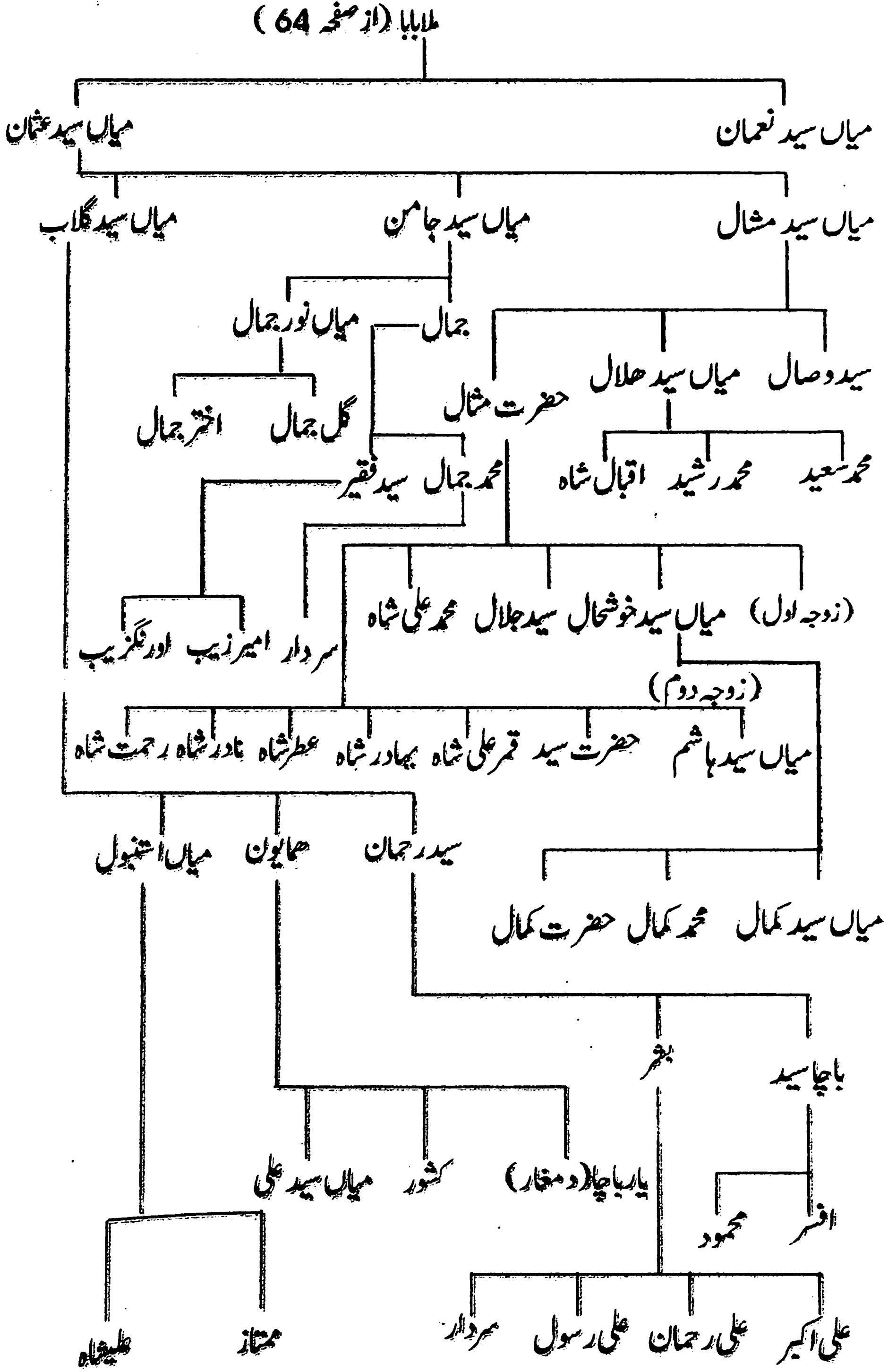
ملابابا (از صفحہ 64)
میاں سید نعمان
میاں سید عثمان
میاں سید مشال
میاں سید جامن
میاں سید گلاب
جمال
میاں نور جمال
گل جمال
اختر جمال
سید وصال
میاں سید ھلال
حضرت مثال
محمد سعید
محمد رشید
اقبال شاہ
محمد جمال
سید فقیر
(زوجہ اول)
میاں سید خوشحال
سید جلال
محمد علی شاہ
سردار
امیر زیب
اورنگزیب
(زوجہ دوم)
میاں سید ہاشم
حضرت سید قمر علی شاہ
بہادر شاہ
عطر شاہ
نادر شاہ
رحمت شاہ
سید رحمان
ھمایون
میاں اشنبول
میاں سید کمال
محمد کمال
حضرت کمال
بھر
باچا سید
یار باچا (د معتار)
کشور
میاں سید علی
افسر
محمود
ممتاز
طیفشاہ
علی اکبر
علی رحمان
علی رسول
سردار

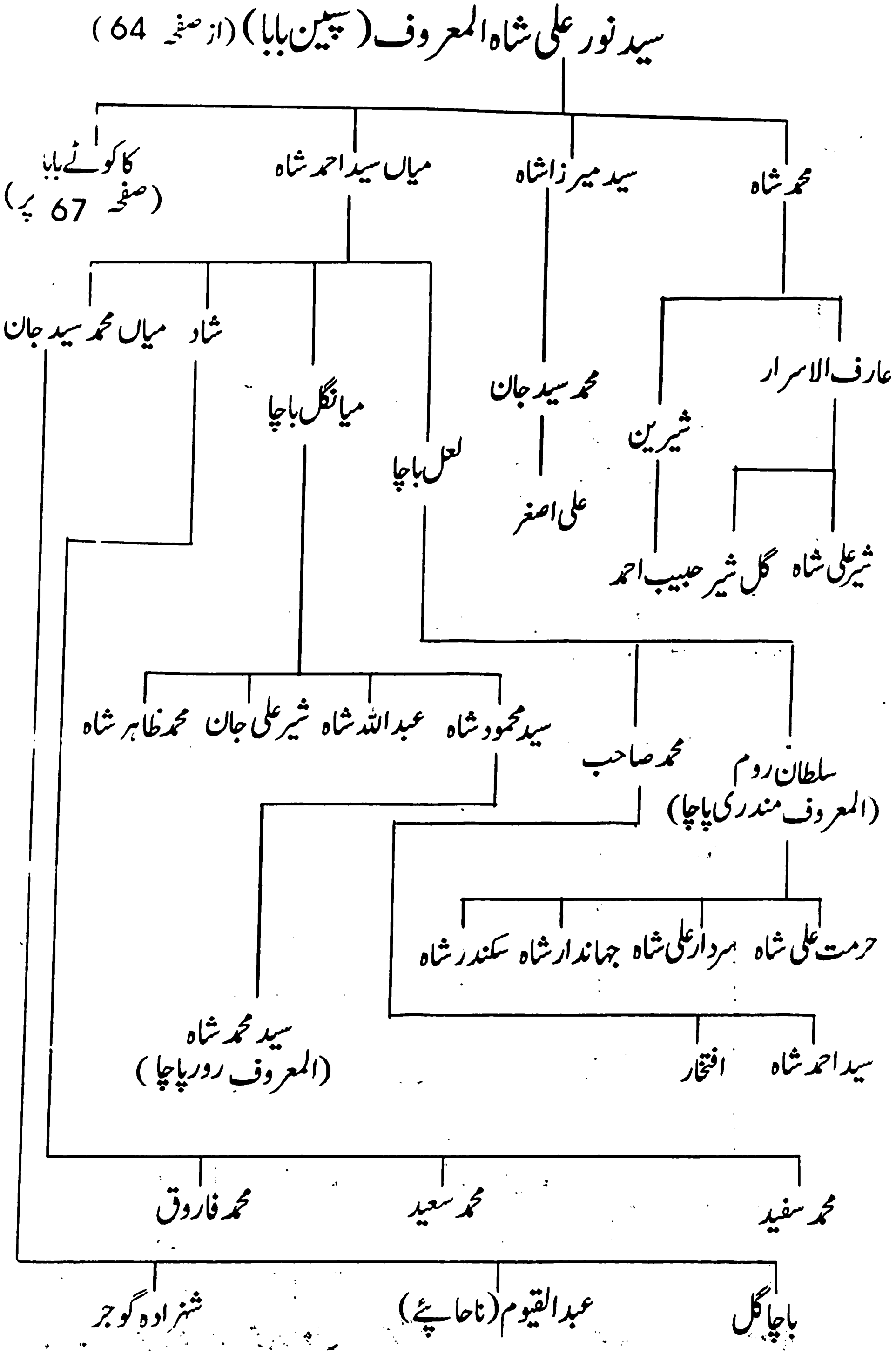
سید نور علی شاہ المعروف (سپین بابا) (از صفحہ 64)
محمد شاہ
سید میرزا شاہ
میاں سید احمد شاہ
کاکوٹے بابا (صفحہ 67 پر)
عارف الاسرار
شیرین
شیر علی شاہ
گل شیر
حبیب احمد
محمد سید جان
علی اصغر
لعل باچا
میانگل باچا
شاد
میاں محمد سید جان
سلطان روم (المعروف مندری پاچا)
محمد صاحب
سید محمود شاہ
عبداللہ شاہ
شیر علی جان
محمد طاہر شاہ
حرمت علی شاہ
سردار علی شاہ
جہاندار شاہ
سکندر شاہ
سید محمد شاہ (المعروف رور پاچا)
سید احمد شاہ
افتخار
محمد سفید
محمد سعید
محمد فاروق
باچا گل
عبدالقیوم (ناحاپئے)
شہزادہ گوجر

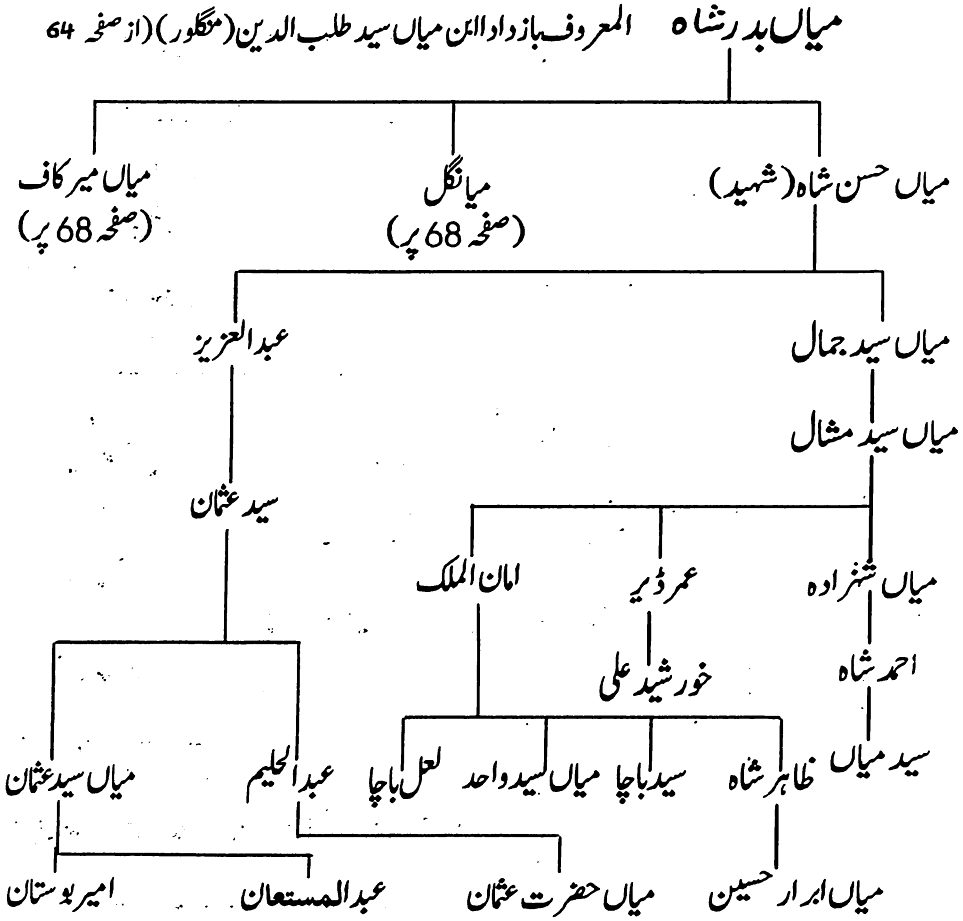
میاں بدر شاہ المعروف باز داد ابن میاں سید طلب الدین (منگلور) (از صفحہ 64
میاں حسن شاہ (شہید)
میانگل (صفحہ 68 پر)
میاں میر کاف (صفحہ 68 پر)
میاں سید جمال
عبدالعزیز
میاں سید مشال
سید عثمان
میاں شہزادہ
عمر ڈیر
امان الملک
احمد شاہ
خورشید علی
سید میاں
ظاہر شاہ
سید باچا
میاں سید واحد
لعل باچا
عبدالحلیم
میاں سید عثمان
میاں ابرار حسین
میاں حضرت عثمان
عبدالمستعان
امیر بوستان

(از صفحہ 66)

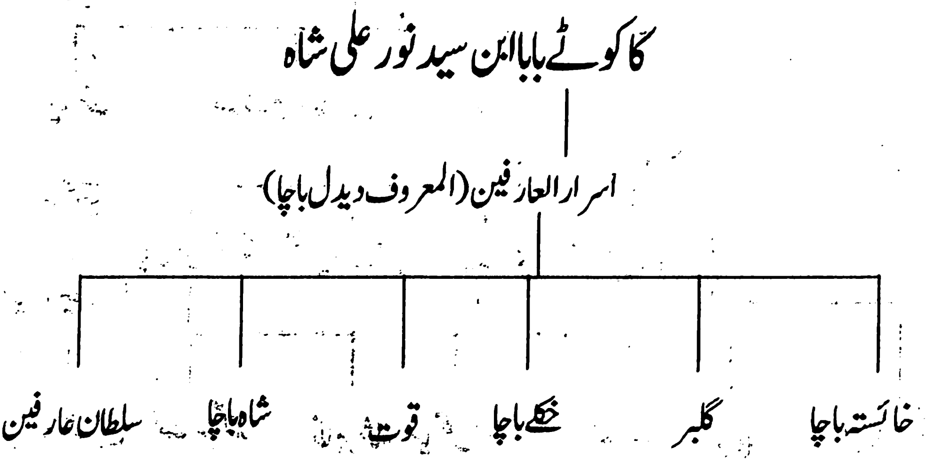
کاکوٹے بابا ابن سید نور علی شاہ
اسرار العارفین (المعروف ویدل باچا)
خائستہ باچا
گلبر
خکلے باچا
قوت
شاہ باچا
سلطان عارفین

(از صفحہ 67)

میاں بدر شاہ المعروف بازداد ابن میاں سید طلب الدین

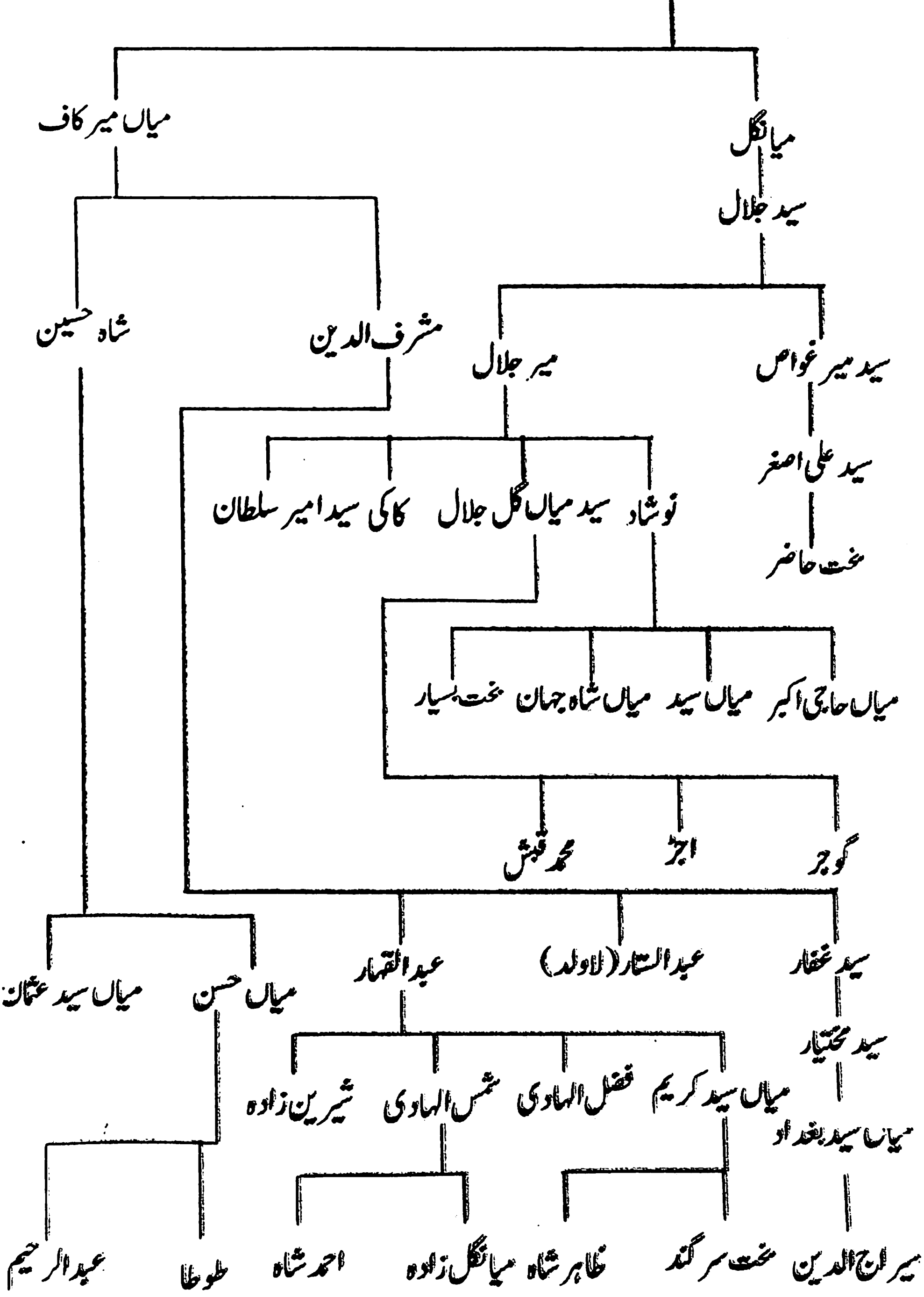
میانگل
سید جلال
میاں میر کاف
سید میر غواص
سید علی اصغر
بخت حاضر
میر جلال
مشرف الدین
شاہ حسین
نوشاد
سید میاں گل جلال
کاکی
سید امیر سلطان
میاں حاجی اکبر
میاں سید
میاں شاہ جہان
بخت بسیار
گوجر
اجڑ
محمد قبش
سید غفار
عبدالستار (لاولد)
عبدالقہار
میاں حسن
میاں سید عثمان
سید مختیار
میاں سید کریم
فضل الہادی
شمس الہادی
شیرین زادہ
میاں سید بغداد
میراج الدین
بخت سرگند
ظاہر شاہ
میانگل زادہ
احمد شاہ
طوطا
عبدالرحیم

میاں پیر بیغم ابن سید مسعود ابن سید عبدالوھاب، سادات کوہی ملی خیل چغرزی و چکیسر ڈیری د مزار خدنگ۔

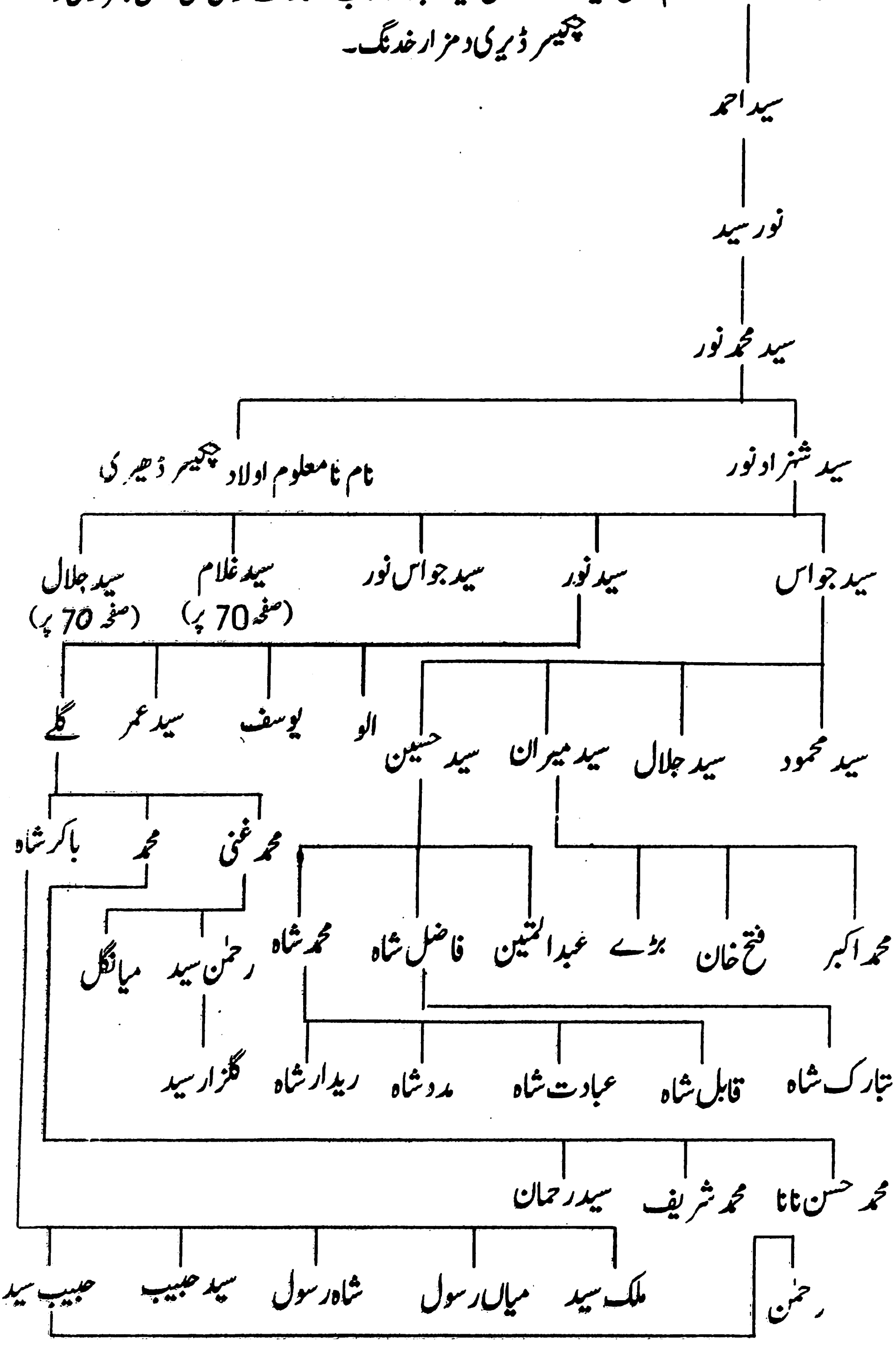
سید احمد
نور سید
سید محمد نور
سید شہزاد نور
نام نامعلوم اولاد چکیسر ڈھیری
سید جواس
سید نور
سید جواس نور
سید غلام
(صفحہ 70 پر)
سید جلال
(صفحہ 70 پر)
سید محمود
سید جلال
سید میران
سید حسین
الو
یوسف
سید عمر
گلے
محمد اکبر
فتح خان
بڑے
عبدالمتین
فاضل شاہ
محمد شاہ
محمد غنی
محمد
باکرشاہ
رحمٰن سید
میانگل
تبارک شاہ
قابل شاہ
عبادت شاہ
مدد شاہ
ریدار شاہ
گلزار سید
محمد حسن نانا
محمد شریف
سید رحمان
رحمٰن
ملک سید
میاں رسول
شاہ رسول
سید حبیب
حبیب سید

(صفحہ 69 سے آگے)

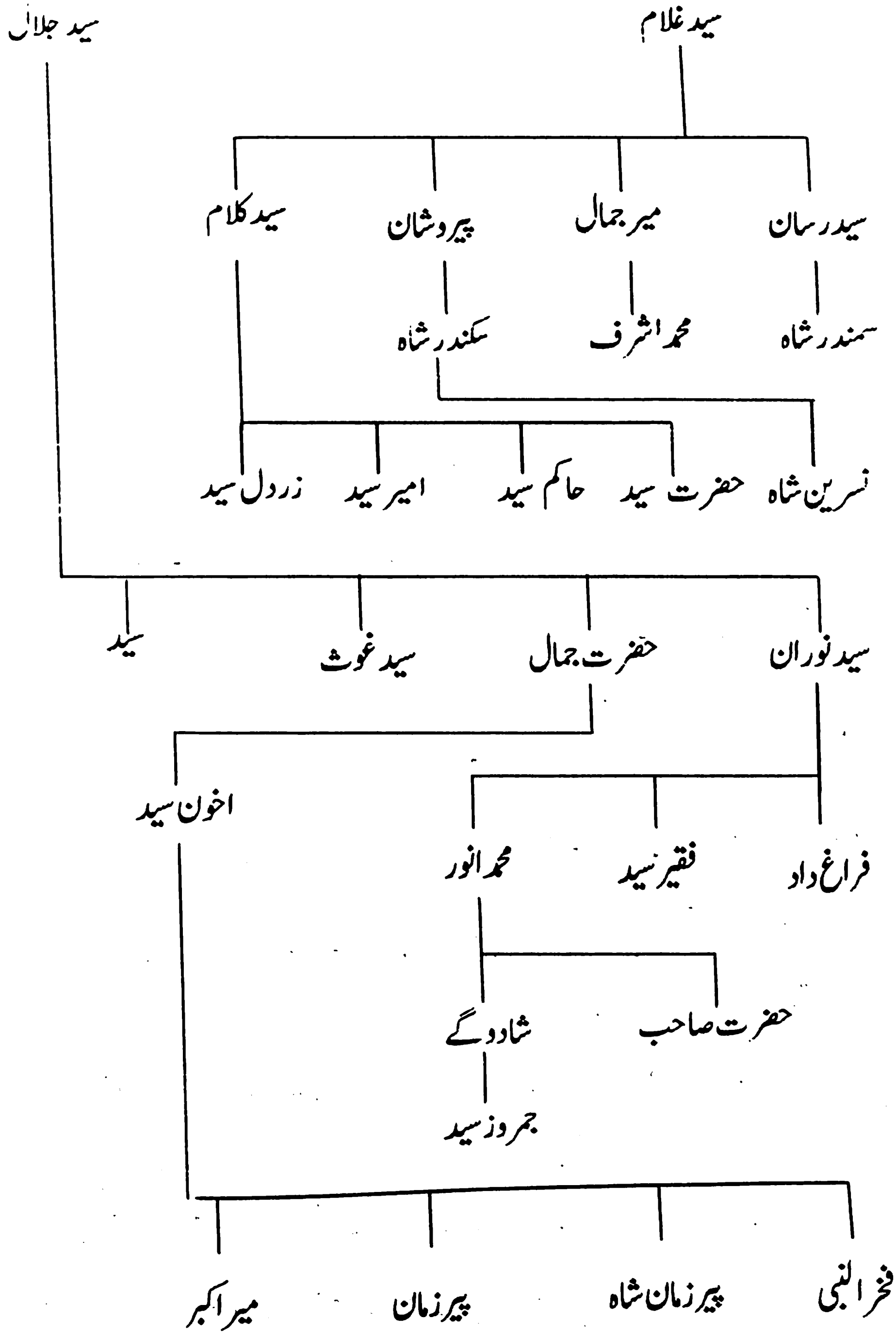
سید غلام
سید جلال
سید رسان
میر جمال
پیروشان
سید کلام
سمندر شاہ
محمد اشرف
سکندر شاہ
نسرین شاہ
حضرت سید
حاکم سید
امیر سید
زردل سید
سید نوران
حضرت جمال
سید غوث
سید
فراغ داد
فقیر سید
محمد انور
اخون سید
حضرت صاحب
شادوگے
جمروز سید
فخر النبی
پیر زمان شاہ
پیر زمان
میر اکبر

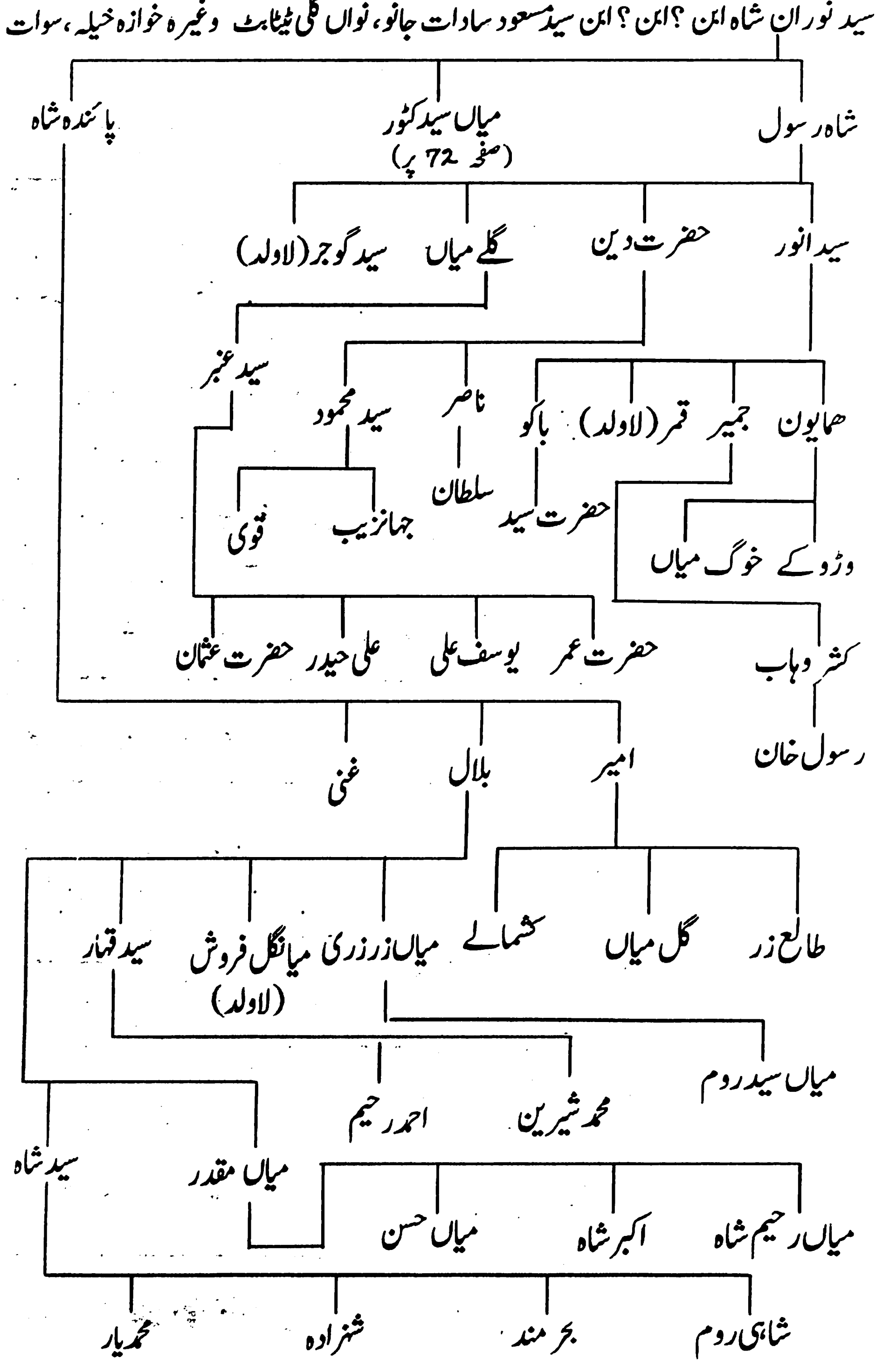
سید نوران شاہ ابن ؟ ابن ؟ ابن سید مسعود سادات جانو، نواں کلی ٹیٹابٹ وغیرہ خوازہ خیلہ، سوات
شاہ رسول
میاں سید کٹور
(صفحہ 72 پر)
پائندہ شاہ
سید انور
حضرت دین
گلے میاں
سید گوجر (لاولد)
سید عنبر
ھمایون
جمیر
قمر (لاولد)
باکو
ناصر
سید محمود
حضرت سید
سلطان
جہانزیب
قوی
وڑوکے
خوگ میاں
کشر وہاب
حضرت عمر
یوسف علی
علی حیدر
حضرت عثمان
رسول خان
امیر
بلال
غنی
طالع زر
گل میاں
کشمالے
میاں زرزری
میاں گل فروش
(لاولد)
سید قہار
میاں سید روم
محمد شیرین
احمد رحیم
میاں رحیم شاہ
اکبر شاہ
میاں حسن
میاں مقدر
سید شاہ
شاہی روم
بحر مند
شہزادہ
محمد یار

(صفحہ 71 سے آگے)

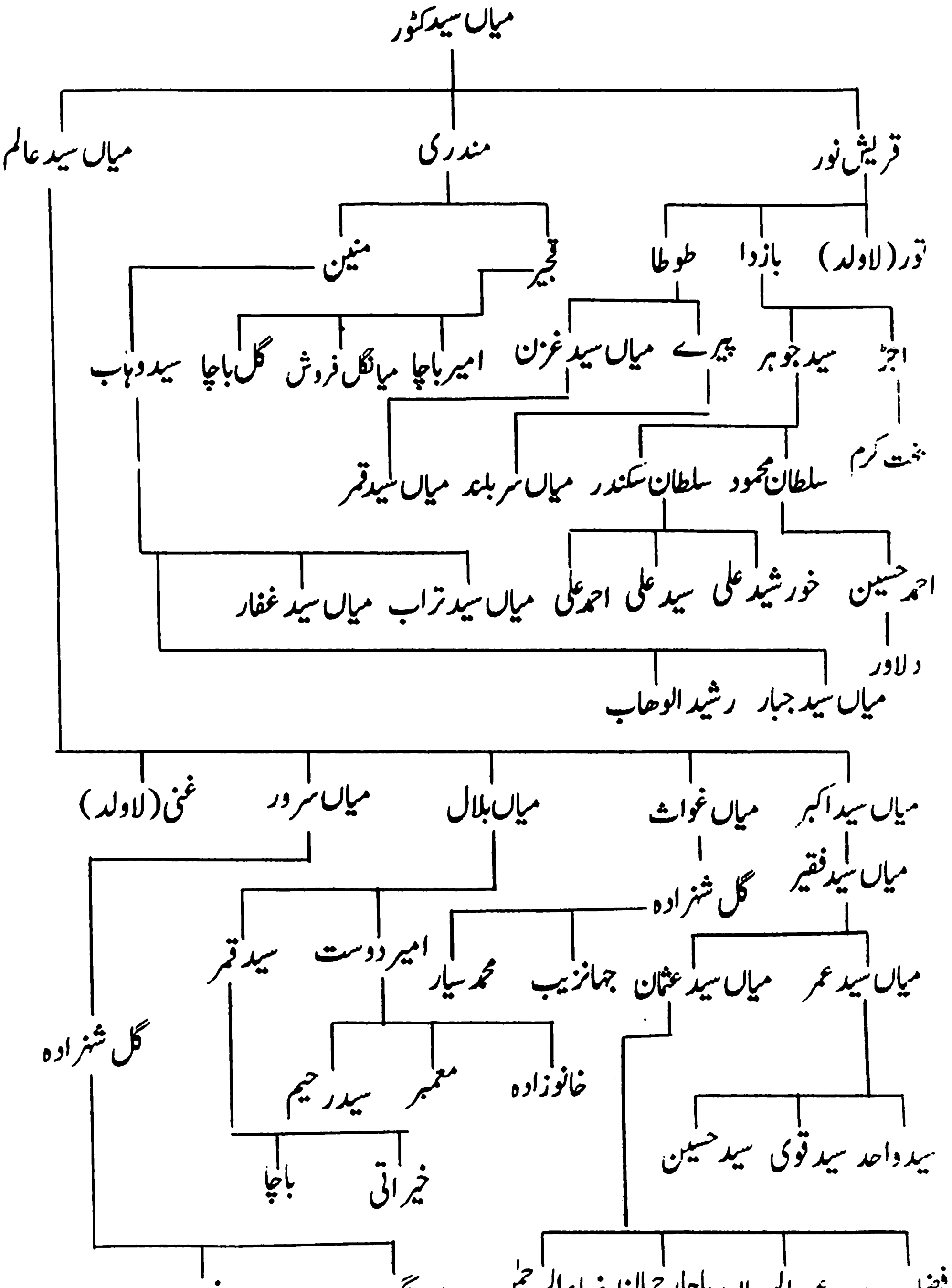
میاں سید کٹور
قریش نور
مندری
میاں سید عالم
تور (لاولد)
بازدا
طوطا
تجیر
منین
اجڑ
سید جوہر
پیرے
میاں سید غزن
امیر باچا
میاں گل فروش
گل باچا
سید وہاب
بخت کرم
سلطان محمود
سلطان سکندر
میاں سربلند
میاں سید قمر
احمد حسین
خورشید علی
سید علی
احمد علی
میاں سید تراب
میاں سید غفار
دلاور
میاں سید جبار
رشید الوہاب
میاں سید اکبر
میاں غواث
میاں بلال
میاں سرور
غنی (لاولد)
میاں سید فقیر
گل شہزادہ
میاں سید عمر
میاں سید عثمان
جہانزیب
محمد سیار
امیر دوست
سید قمر
گل شہزادہ
خانوزادہ
معمبر
سید رحیم
سید واحد
سید قوی
سید حسین
خیراتی
باچا
فضل سبحان
عبد السبحان
باچا رحمان
ضیاء الرحمٰن
اورنگزیب
سرزیب

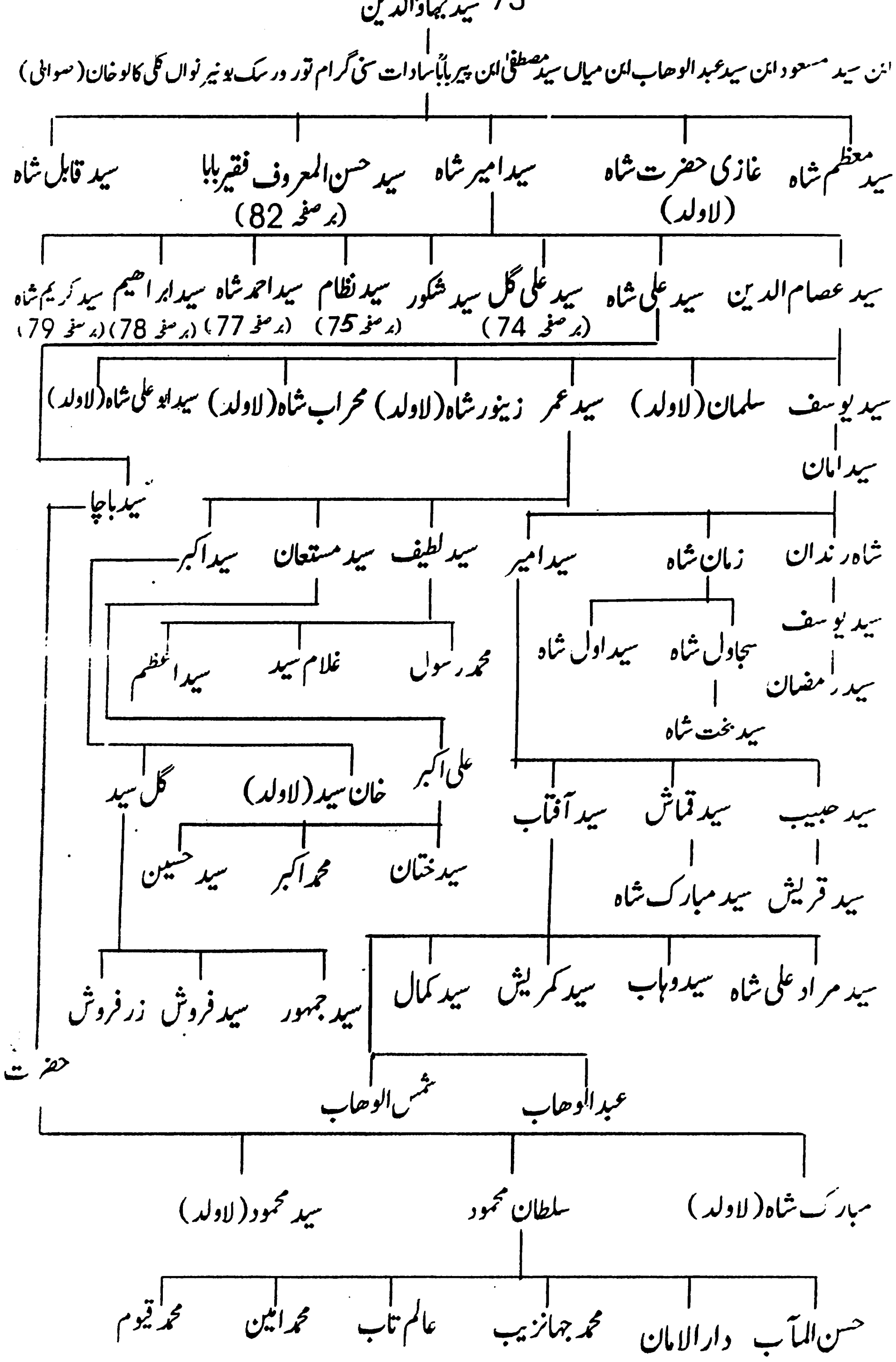
سید بہاؤالدین
ابن سید مسعود ابن سید عبدالوھاب ابن میاں سید مصطفیٰ ابن پیر باباؒ سادات سنی گرام تور ورسک بونیر نواں کلی کالوخان (صوابی)
سید معظم شاہ
غازی حضرت شاہ (لاولد)
سید امیر شاہ
سید حسن المعروف فقیر بابا (بر صفحہ 82)
سید قابل شاہ
سید عصام الدین
سید علی شاہ
سید علی گل (بر صفحہ 74)
سید شکور
سید نظام (بر صفحہ 75)
سید احمد شاہ (بر صفحہ 77)
سید ابراھیم (بر صفحہ 78)
سید کریم شاہ (بر صفحہ 79)
سید یوسف
سلمان (لاولد)
سید عمر
زینور شاہ (لاولد)
محراب شاہ (لاولد)
سید ابو علی شاہ (لاولد)
سید امان
سید باچا
شاہ رندان
زمان شاہ
سید امیر
سید لطیف
سید مستعان
سید اکبر
سید یوسف
سجاول شاہ
سید اول شاہ
محمد رسول
غلام سید
سید اعظم
سید رمضان
سید بخت شاہ
علی اکبر
خان سید (لاولد)
گل سید
سید حبیب
سید قماش
سید آفتاب
سید ختان
محمد اکبر
سید حسین
سید قریش
سید مبارک شاہ
سید مراد علی شاہ
سید وہاب
سید کمریش
سید کمال
سید جمہور
سید فروش
زرفروش
حضرت
عبدالوھاب
شمس الوھاب
مبارک شاہ (لاولد)
سلطان محمود
سید محمود (لاولد)
حسن المآب
دارالامان
محمد جہانزیب
عالم تاب
محمد امین
محمد قیوم

(از صفحہ 73)

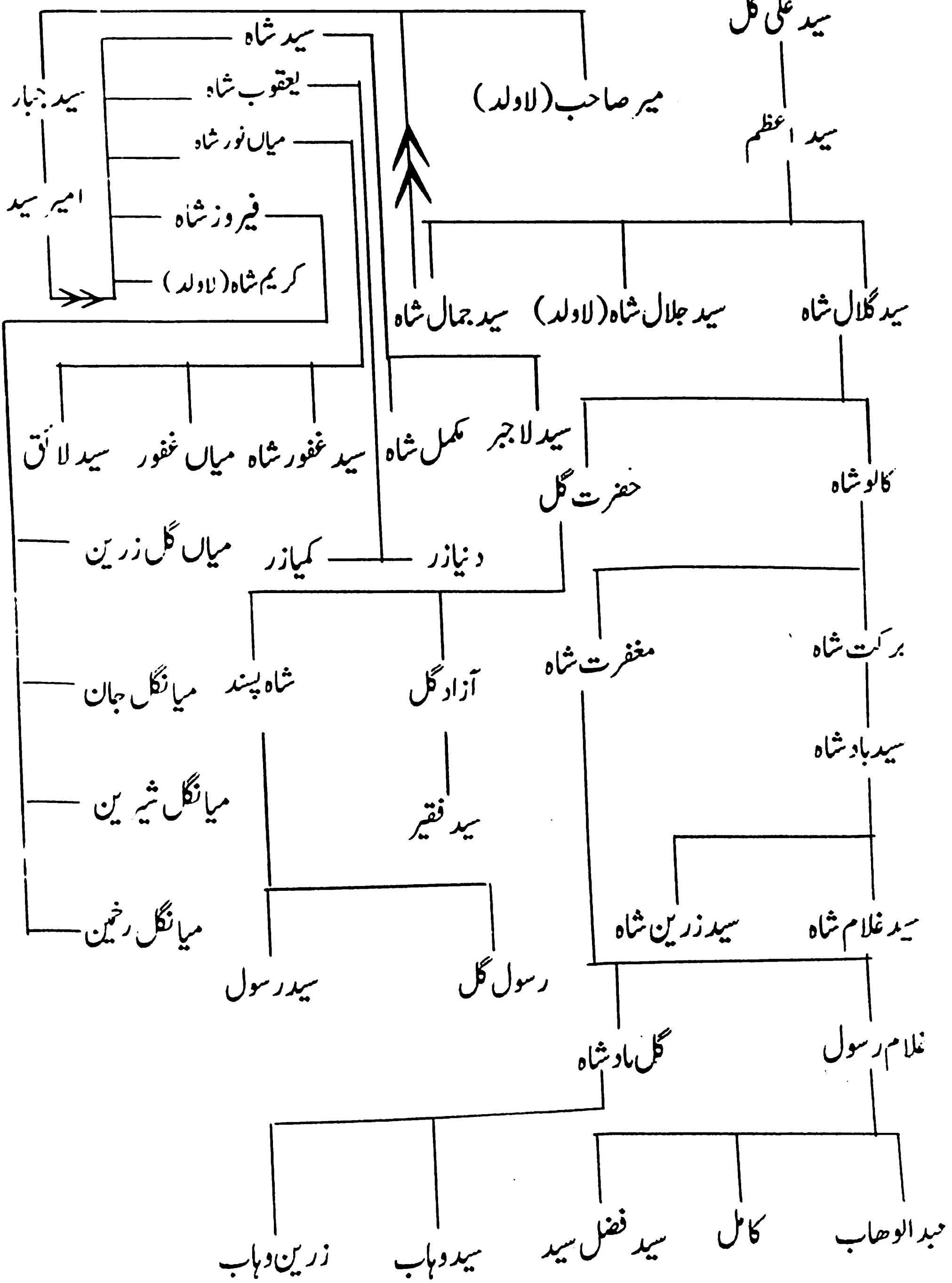
سید علی گل
سید اعظم
میر صاحب (لاولد)
سید جبار
امیر سید
سید شاہ
یعقوب شاہ
میاں نور شاہ
فیروز شاہ
کریم شاہ (لاولد)
سید گلال شاہ
سید جلال شاہ (لاولد)
سید جمال شاہ
سید لاجبر
مکمل شاہ
سید غفور شاہ
میاں غفور
سید لائق
کالو شاہ
حضرت گل
دنیازر
کمیازر
میاں گل زرین
برکت شاہ
مغفرت شاہ
آزاد گل
شاہ پسند
میانگل جان
سید بادشاہ
سید فقیر
میانگل شیرین
سید غلام شاہ
سید زرین شاہ
میانگل رحمین
رسول گل
سید رسول
غلام رسول
گل بادشاہ
عبدالوہاب
کامل
سید فضل سید
سید وہاب
زرین وہاب

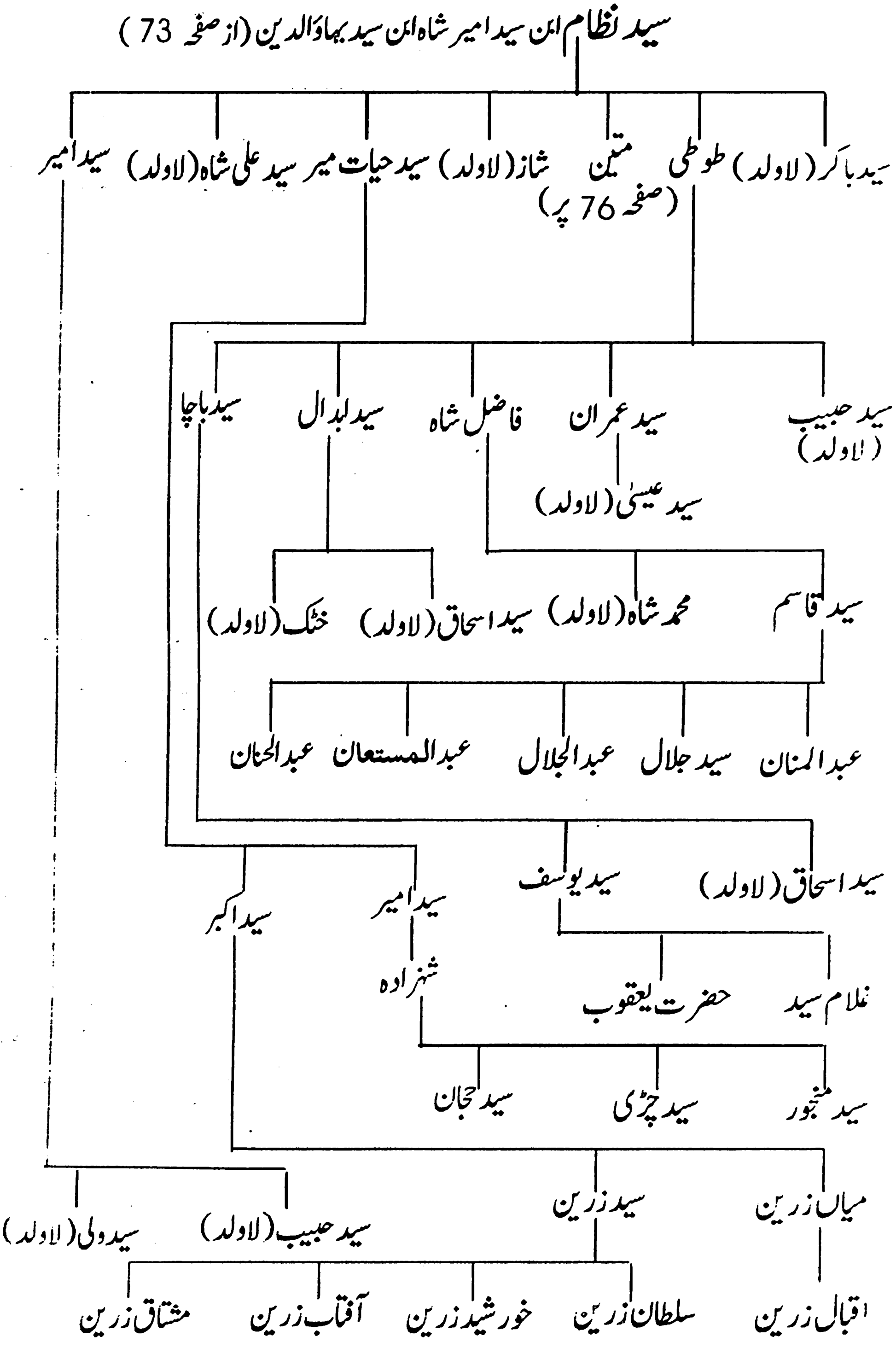
سید نظام ابن سید امیر شاہ ابن سید بہاؤالدین (از صفحہ 73)
سید باکر (لاولد)
طوطی
متین
(صفحہ 76 پر)
شاز (لاولد)
سید حیات
میر سید علی شاہ (لاولد)
سید امیر
سید حبیب (لاولد)
سید عمران
فاضل شاہ
سید ابدال
سید باچا
سید عیسیٰ (لاولد)
سید قاسم
محمد شاہ (لاولد)
سید اسحاق (لاولد)
خٹک (لاولد)
عبدالمنان
سید جلال
عبدالجلال
عبدالمستعان
عبدالحنان
سید اسحاق (لاولد)
سید یوسف
سید امیر
سید اکبر
غلام سید
حضرت یعقوب
شہزادہ
سید منجور
سید چڑی
سید حجان
میاں زرین
سید زرین
سید حبیب (لاولد)
سید ولی (لاولد)
اقبال زرین
سلطان زرین
خورشید زرین
آفتاب زرین
مشتاق زرین

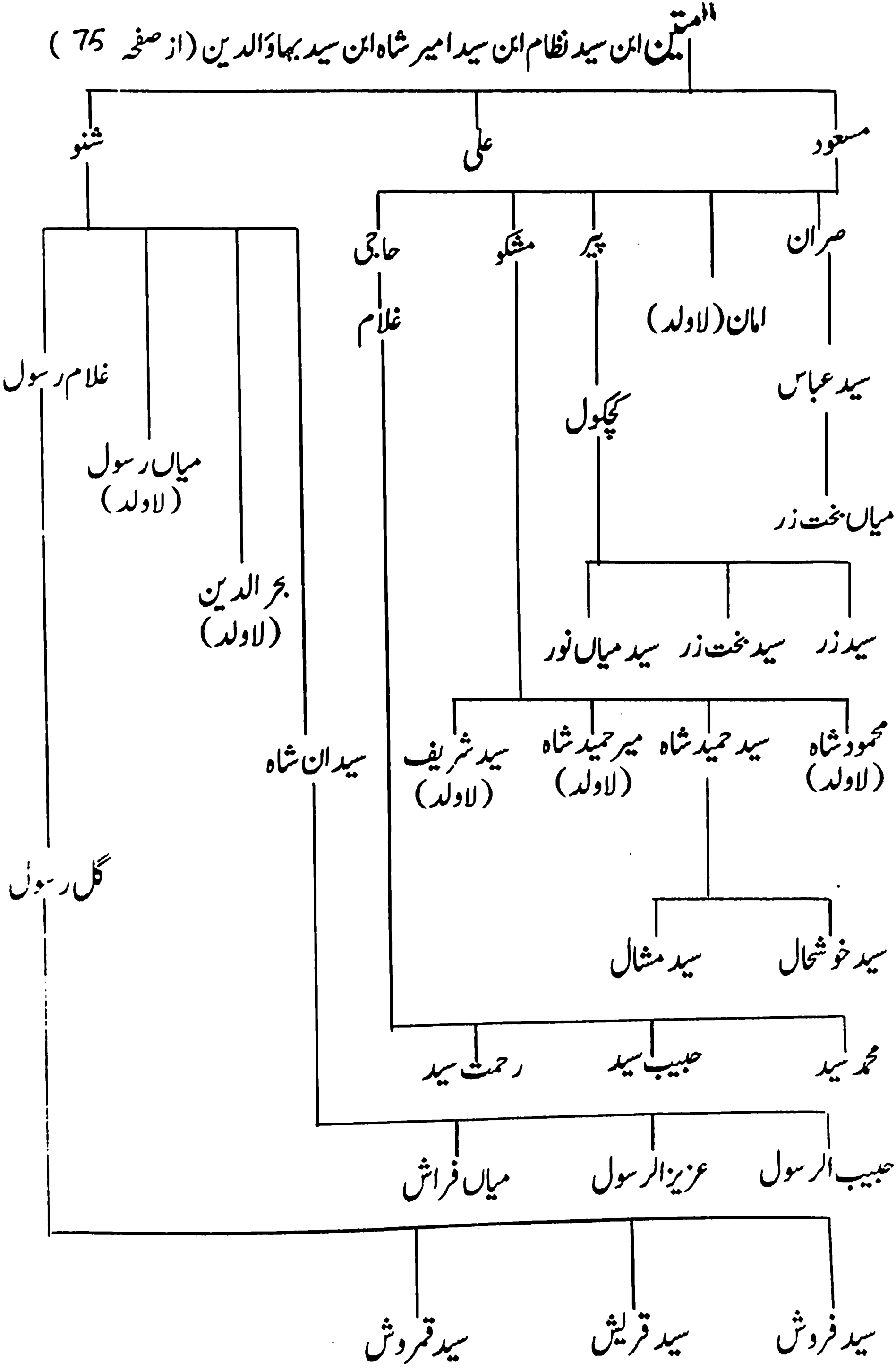
امتین ابن سید نظام ابن سید امیر شاہ ابن سید بہاؤالدین (از صفحہ 75)
مسعود
علی
شنو
صران
امان (لاولد)
پیر
مشکو
حاجی
سید عباس
کچکول
غلام
غلام رسول
میاں رسول (لاولد)
میاں بخت زر
سید زر
سید بخت زر
سید میاں نور
بحرالدین (لاولد)
محمود شاہ (لاولد)
سید حمید شاہ
میر حمید شاہ (لاولد)
سید شریف (لاولد)
سیدان شاہ
گل رسول
سید خوشحال
سید مشال
محمد سید
حبیب سید
رحمت سید
حبیب الرسول
عزیزالرسول
میاں فراش
سید فروش
سید قریش
سید قمروش

سید احمد شاہ ابن سید امیر شاہ ابن سید بہاؤالدین ابن سید مسعود (از صفحہ 73)
(سادات تورورسک)

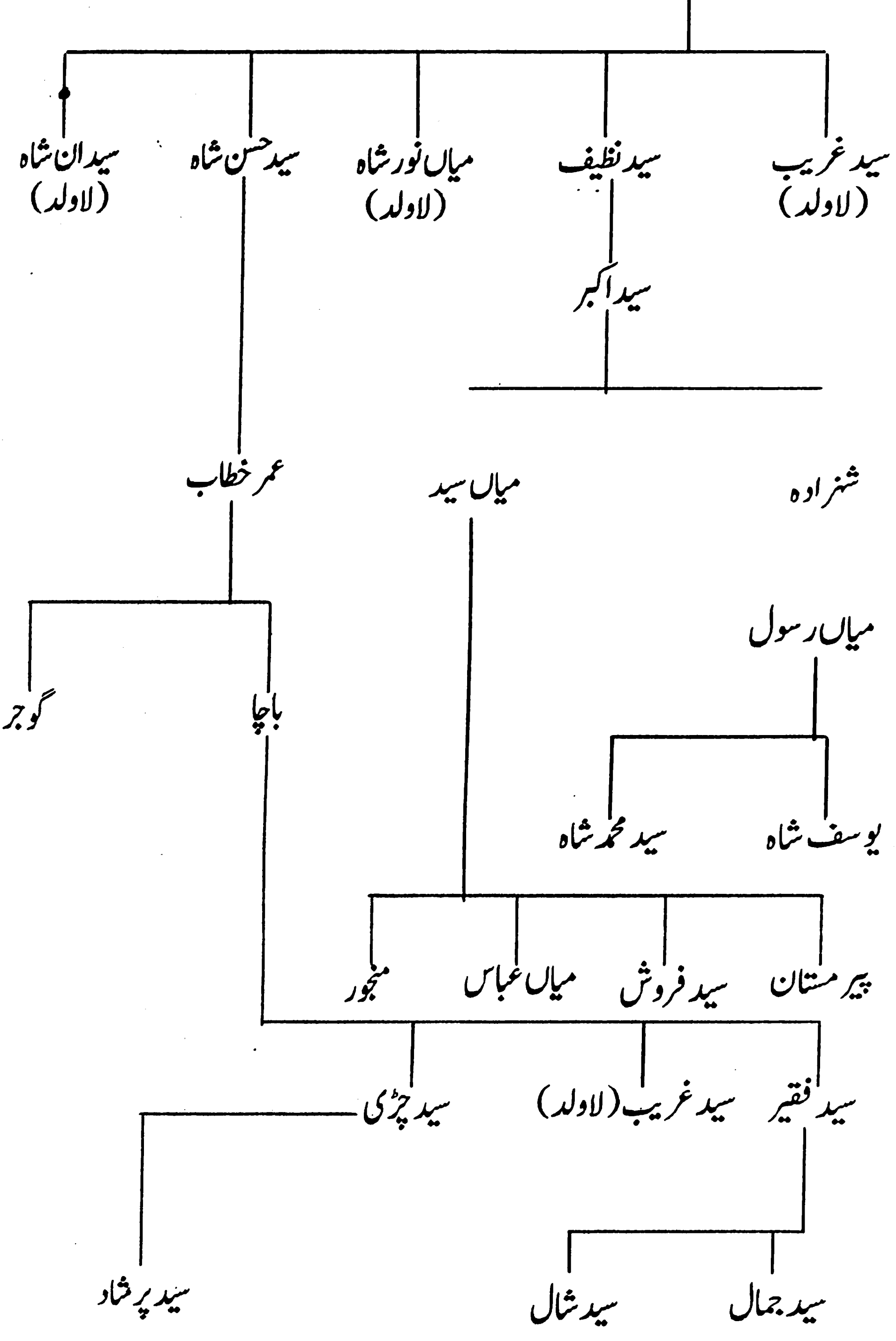
سید غریب
(لاولد)
سید نظیف
میاں نور شاہ
(لاولد)
سید حسن شاہ
سیدان شاہ
(لاولد)
سید اکبر
شہزادہ
میاں سید
عمر خطاب
میاں رسول
باچا
گوجر
یوسف شاہ
سید محمد شاہ
پیر مستان
سید فروش
میاں عباس
منجور
سید فقیر
سید غریب (لاولد)
سید چڑی
سید جمال
سید شال
سید پرشاد

سید ابراھیم ابن سید امیر شاہ ابن سید بہاؤالدین (از صفحہ 73)

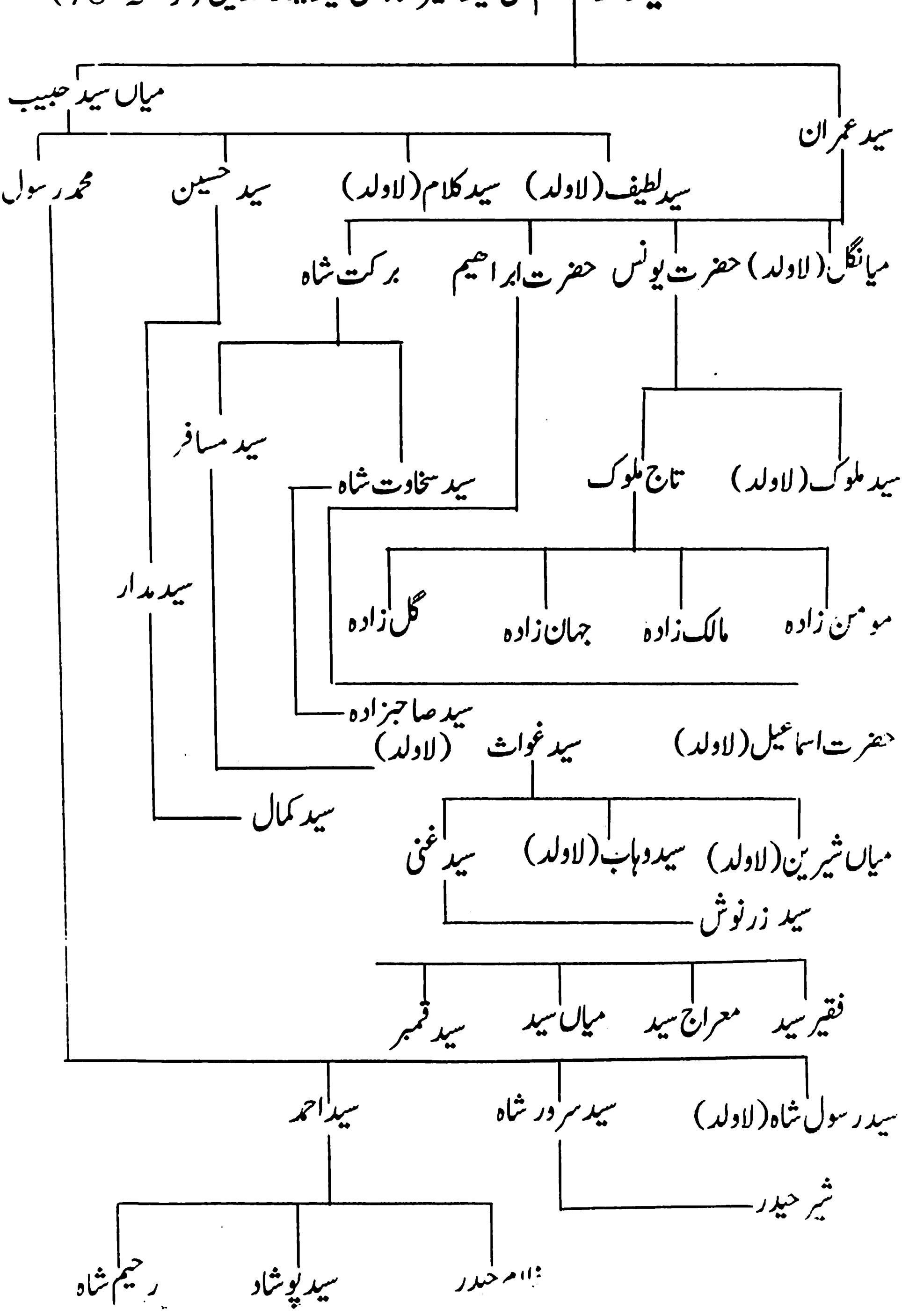
سید عمران
میاں سید حبیب
سید لطیف (لاولد)
سید کلام (لاولد)
سید حسین
محمد رسول
میانگل (لاولد)
حضرت یونس
حضرت ابراھیم
برکت شاہ
سید مسافر
سید سخاوت شاہ
سید ملوک (لاولد)
تاج ملوک
مومن زادہ
مالک زادہ
جہان زادہ
گل زادہ
سید مدار
سید صاحبزادہ
(لاولد)
سید غواث
حضرت اسماعیل (لاولد)
سید کمال
میاں شیرین (لاولد)
سید وہاب (لاولد)
سید غنی
سید زرنوش
فقیر سید
معراج سید
میاں سید
سید قمبر
سید رسول شاہ (لاولد)
سید سرور شاہ
سید احمد
شیر حیدر
غلام حیدر
سید پوشاد
رحیم شاہ

(از صفحہ 73)

سید کریم شاہ ابن سید امیر شاہ ابن سید بہاؤالدین (سادات نواں کلی، کالو خان) صوابی

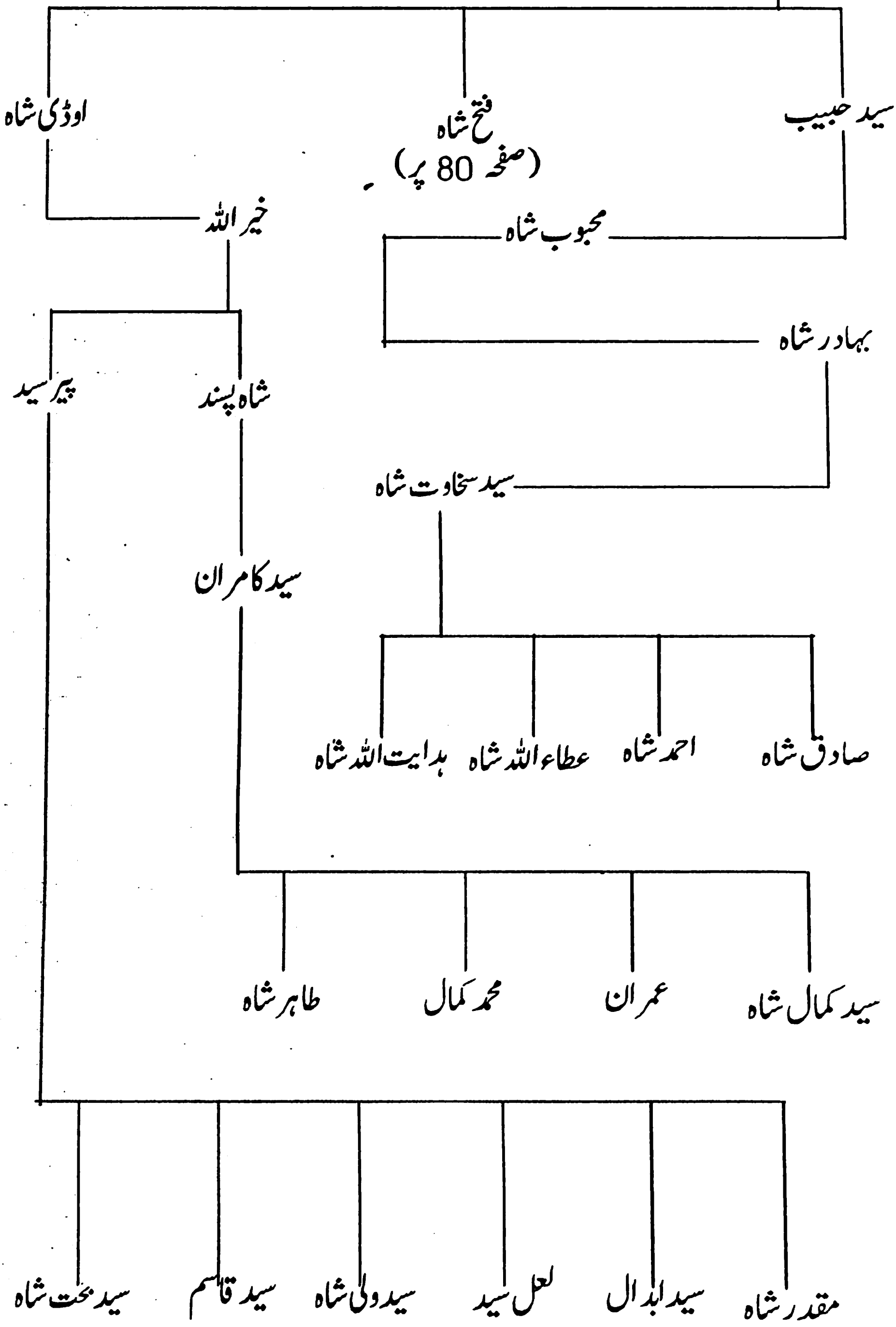
سید حبیب
فتح شاہ
(صفحہ 80 پر)
اوڈی شاہ
محبوب شاہ
خیر اللہ
بہادر شاہ
شاہ پسند
پیر سید
سید سخاوت شاہ
سید کامران
صادق شاہ
احمد شاہ
عطاء اللہ شاہ
ہدایت اللہ شاہ
سید کمال شاہ
عمران
محمد کمال
طاہر شاہ
مقدر شاہ
سید ابدال
لعل سید
سید ولی شاہ
سید قاسم
سید بخت شاہ

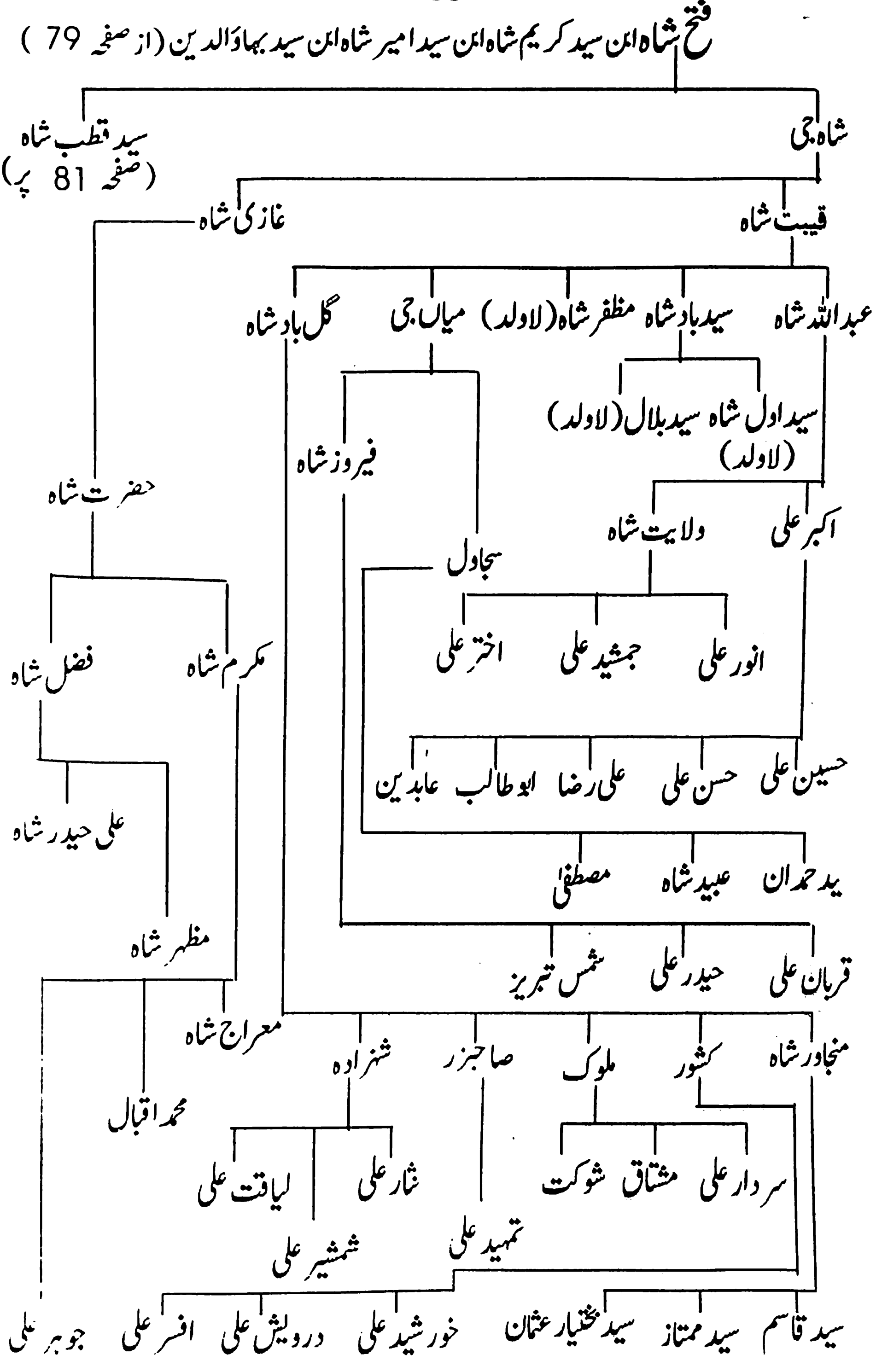
فتح شاہ ابن سید کریم شاہ ابن سید امیر شاہ ابن سید بہاؤالدین (از صفحہ 79)
شاہ جی
سید قطب شاہ
(صفحہ 81 پر)
قیبت شاہ
غازی شاہ
عبداللہ شاہ
سید بادشاہ
مظفر شاہ (لاولد)
میاں جی
گل بادشاہ
سید اول شاہ
سید بلال (لاولد)
(لاولد)
فیروز شاہ
حضرت شاہ
اکبر علی
ولایت شاہ
سجاول
انور علی
جمشید علی
اختر علی
مکرم شاہ
فضل شاہ
حسین علی
حسن علی
علی رضا
ابو طالب
عابدین
علی حیدر شاہ
ید حمدان
عبید شاہ
مصطفیٰ
مظہر شاہ
قربان علی
حیدر علی
شمس تبریز
معراج شاہ
منجاور شاہ
کشور
ملوک
صاجبزر
شہزادہ
محمد اقبال
سردار علی
مشتاق
شوکت
نثار علی
لیاقت علی
شمشیر علی
تمہید علی
سید قاسم
سید ممتاز
سید مختیار عثمان
خورشید علی
درویش علی
افسر علی
جوہر علی

(از صفحہ 80)

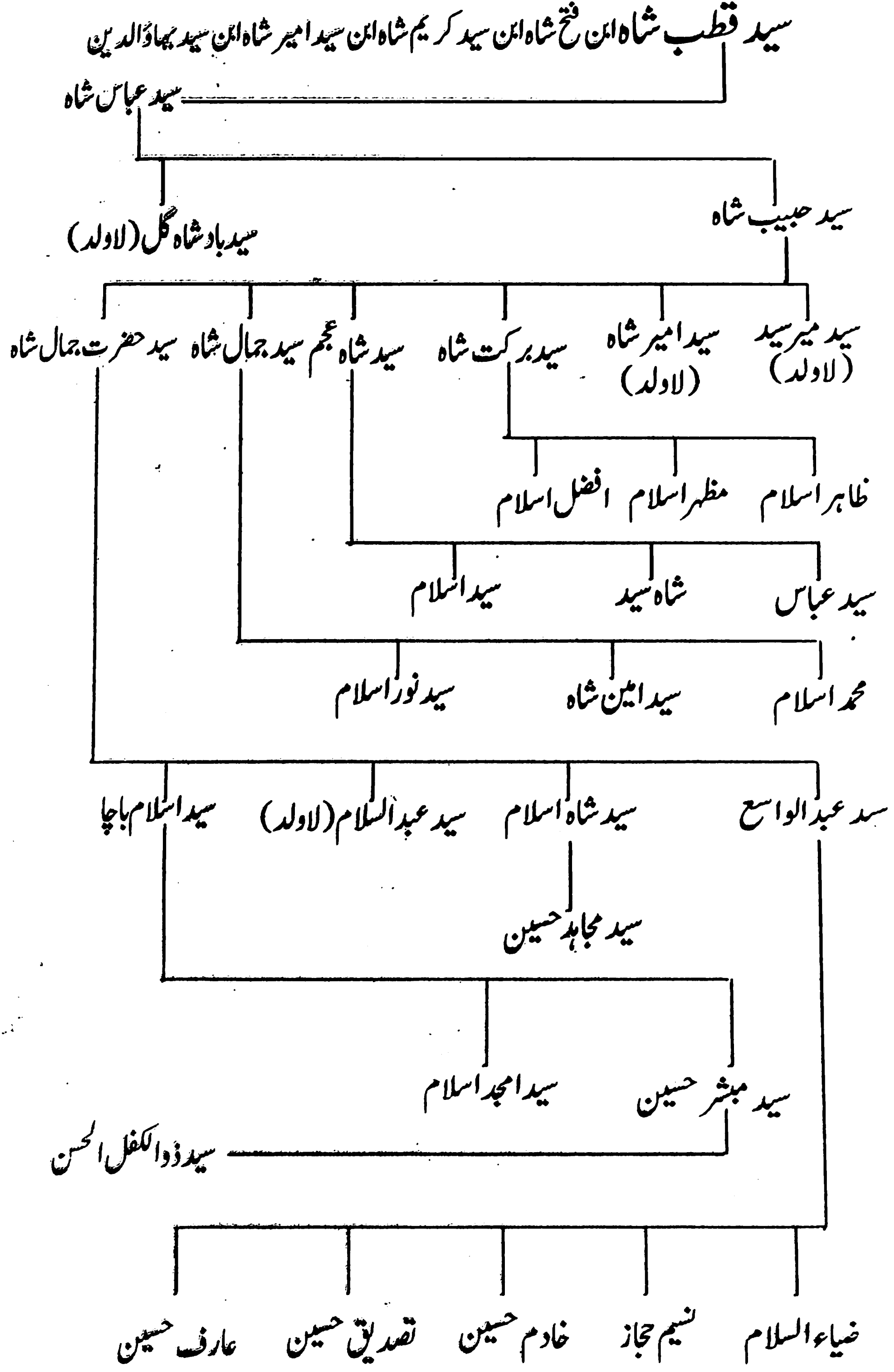
سید قطب شاہ ابن فتح شاہ ابن سید کریم شاہ ابن سید امیر شاہ ابن سید بہاؤالدین
سید عباس شاہ
سید حبیب شاہ
سید بادشاہ گل (لاولد)
سید میر سید (لاولد)
سید امیر شاہ (لاولد)
سید برکت شاہ
سید شاہ عجم
سید جمال شاہ
سید حضرت جمال شاہ
ظاہر اسلام
مظہر اسلام
افضل اسلام
سید عباس
شاہ سید
سید اسلام
محمد اسلام
سید امین شاہ
سید نور اسلام
سد عبدالواسع
سید شاہ اسلام
سید عبدالسلام (لاولد)
سید اسلام باچا
سید مجاہد حسین
سید مبشر حسین
سید امجد اسلام
سید ذوالکفل الحسن
ضیاء السلام
نسیم حجاز
خادم حسین
تصدیق حسین
عارف حسین

سید حسن المعروف فقیر بابا ابن سید بہاء الدین ابن سید مسعود ابن میاں عبدل بابا سادات پر دونزہ جابیل۔

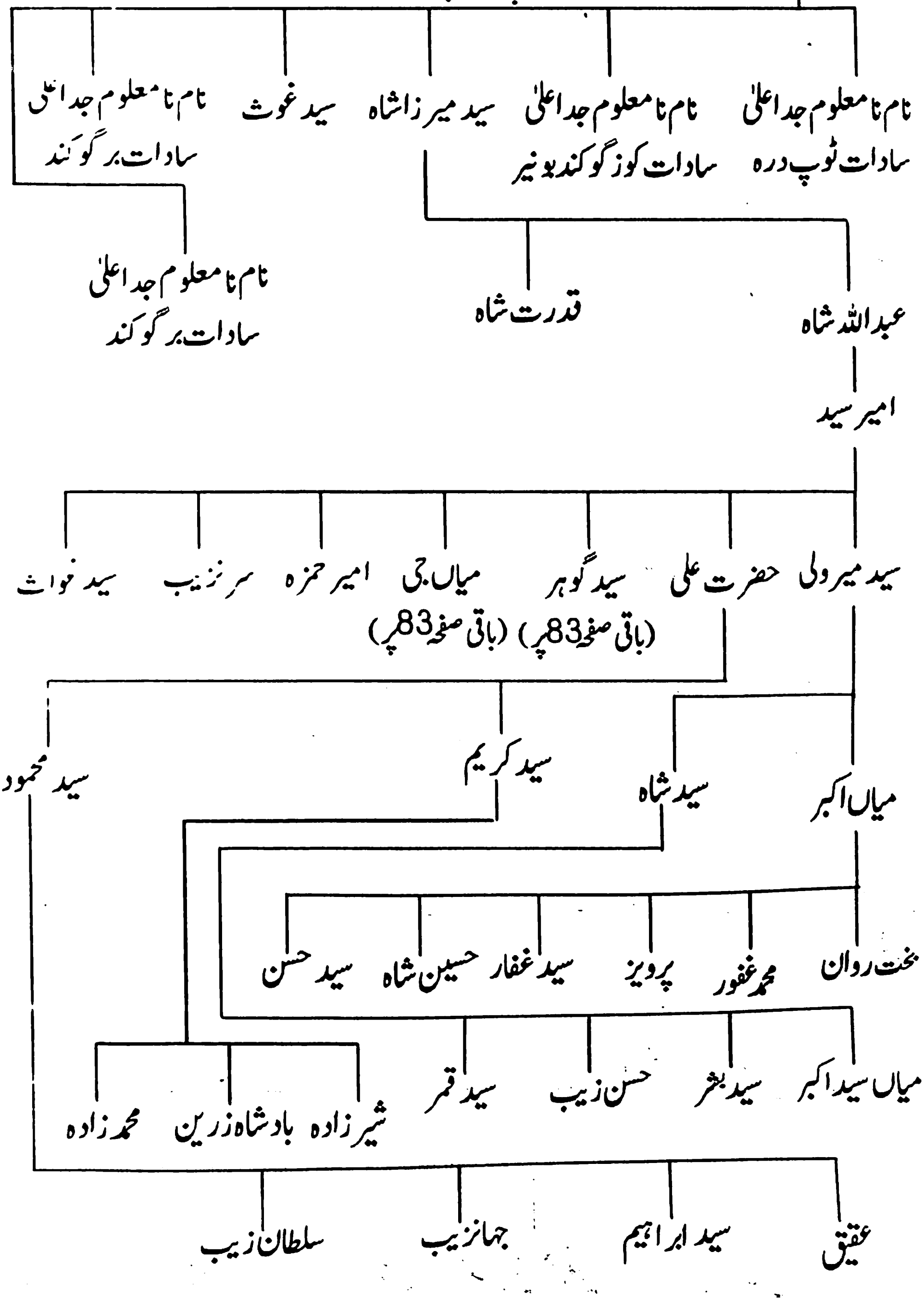
نام نا معلوم جد اعلیٰ سادات ٹوپ درہ
نام نا معلوم جد اعلیٰ سادات کوز گو کند بونیر
سید میرزا شاہ
سید غوث
نام نا معلوم جد اعلیٰ سادات برگو کند
نام نا معلوم جد اعلیٰ سادات برگو کند
عبداللہ شاہ
قدرت شاہ
امیر سید
سید میر ولی
حضرت علی
سید گوہر
میاں جی
امیر حمزہ
سرنزیب
سید نواث
(باقی صفحہ 83 پر)
(باقی صفحہ 83 پر)
میاں اکبر
سید شاہ
سید کریم
سید محمود
بخت روان
محمد غفور
پرویز
سید غفار
حسین شاہ
سید حسن
میاں سید اکبر
سید بشر
حسن زیب
سید قمر
شیر زادہ
بادشاہ زرین
محمد زادہ
عقیق
سید ابراہیم
جہانزیب
سلطان زیب

(از صفحہ 82)

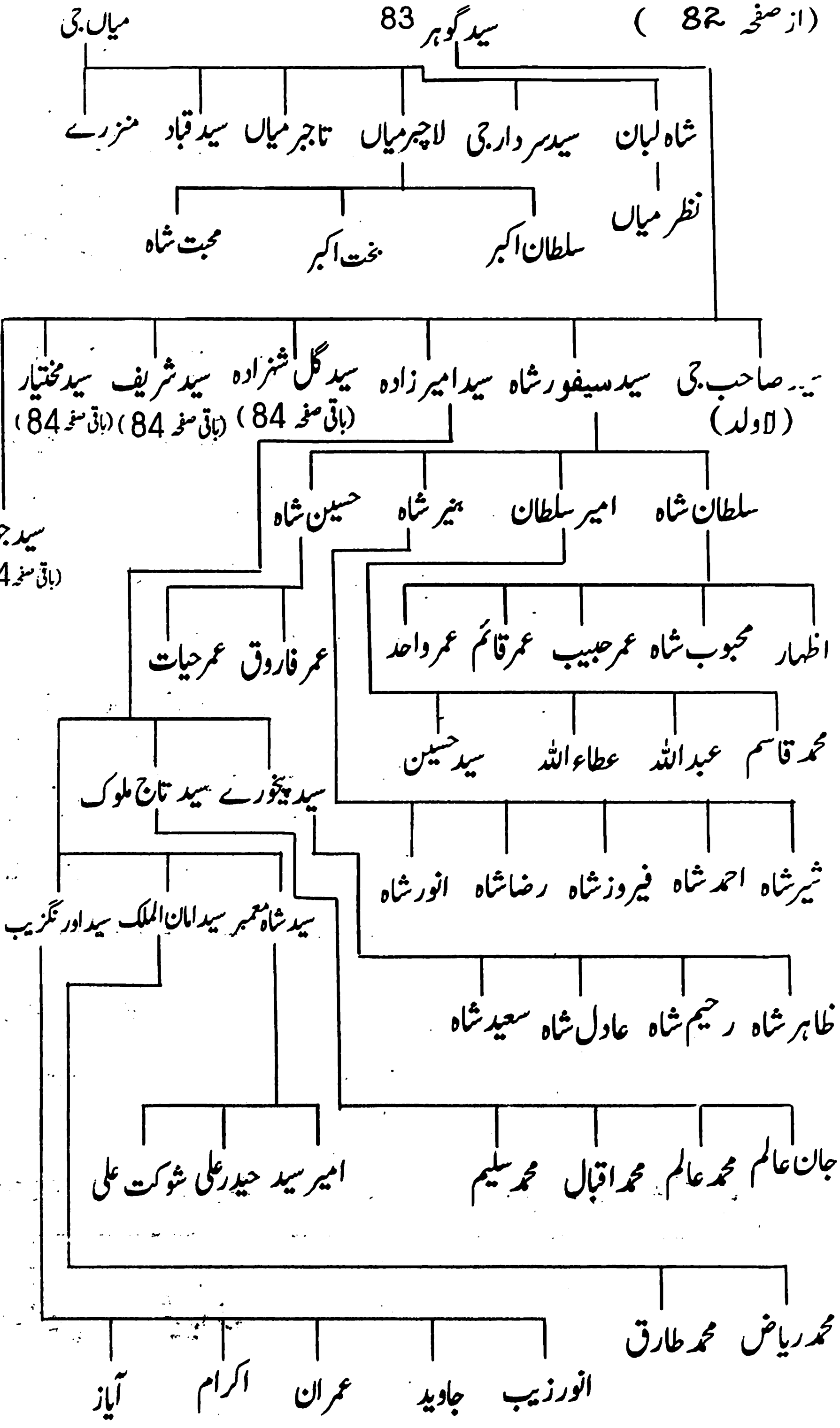
سید گوہر
میاں جی
شاہ لبان
سید سردار جی
لاچبر میاں
تاجر میاں
سید قباد
منزرے
نظر میاں
سلطان اکبر
بخت اکبر
محبت شاہ
صاحب جی
(لاولد)
سید سیفور شاہ
سید امیر زادہ
سید گل شہزادہ
(باقی صفحہ 84)
سید شریف
(باقی صفحہ 84)
سید مختیار
(باقی صفحہ 84)
سید جوہر
(باقی صفحہ 84)
سلطان شاہ
امیر سلطان
ہنیر شاہ
حسین شاہ
اظہار
محبوب شاہ
عمر حبیب
عمر قائم
عمر واحد
عمر فاروق
عمر حیات
محمد قاسم
عبداللہ
عطاء اللہ
سید حسین
سید پیخورے
سید تاج ملوک
شیر شاہ
احمد شاہ
فیروز شاہ
رضا شاہ
انور شاہ
سید شاہ معمبر
سید امان الملک
سید اورنگزیب
ظاہر شاہ
رحیم شاہ
عادل شاہ
سعید شاہ
جان عالم
محمد عالم
محمد اقبال
محمد سلیم
امیر سید
حیدر علی
شوکت علی
محمد ریاض
محمد طارق
انورزیب
جاوید
عمران
اکرام
آیاز

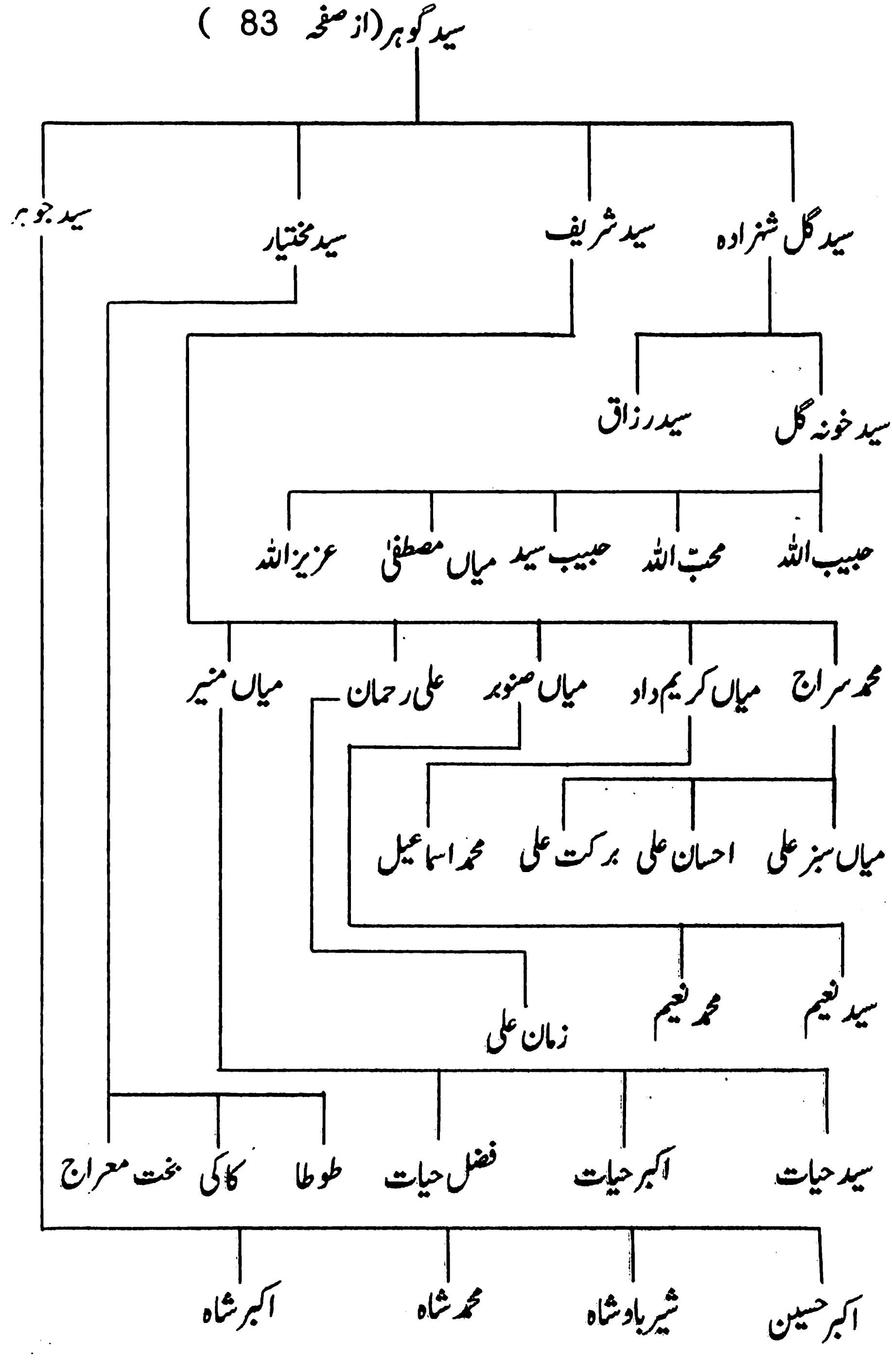
سید گوہر (از صفحہ 83)
سید گل شہزادہ
سید شریف
سید مختیار
سید جوہر
سید خونہ گل
سید رزاق
حبیب اللہ
محب اللہ
حبیب سید
میاں مصطفیٰ
عزیز اللہ
محمد سراج
میاں کریم داد
میاں صنوبر
علی رحمان
میاں منیر
میاں سبز علی
احسان علی
برکت علی
محمد اسماعیل
سید نعیم
محمد نعیم
زمان علی
سید حیات
اکبر حیات
فضل حیات
طوطا
کاکی
بخت معراج
اکبر حسین
شیر بادشاہ
محمد شاہ
اکبر شاہ

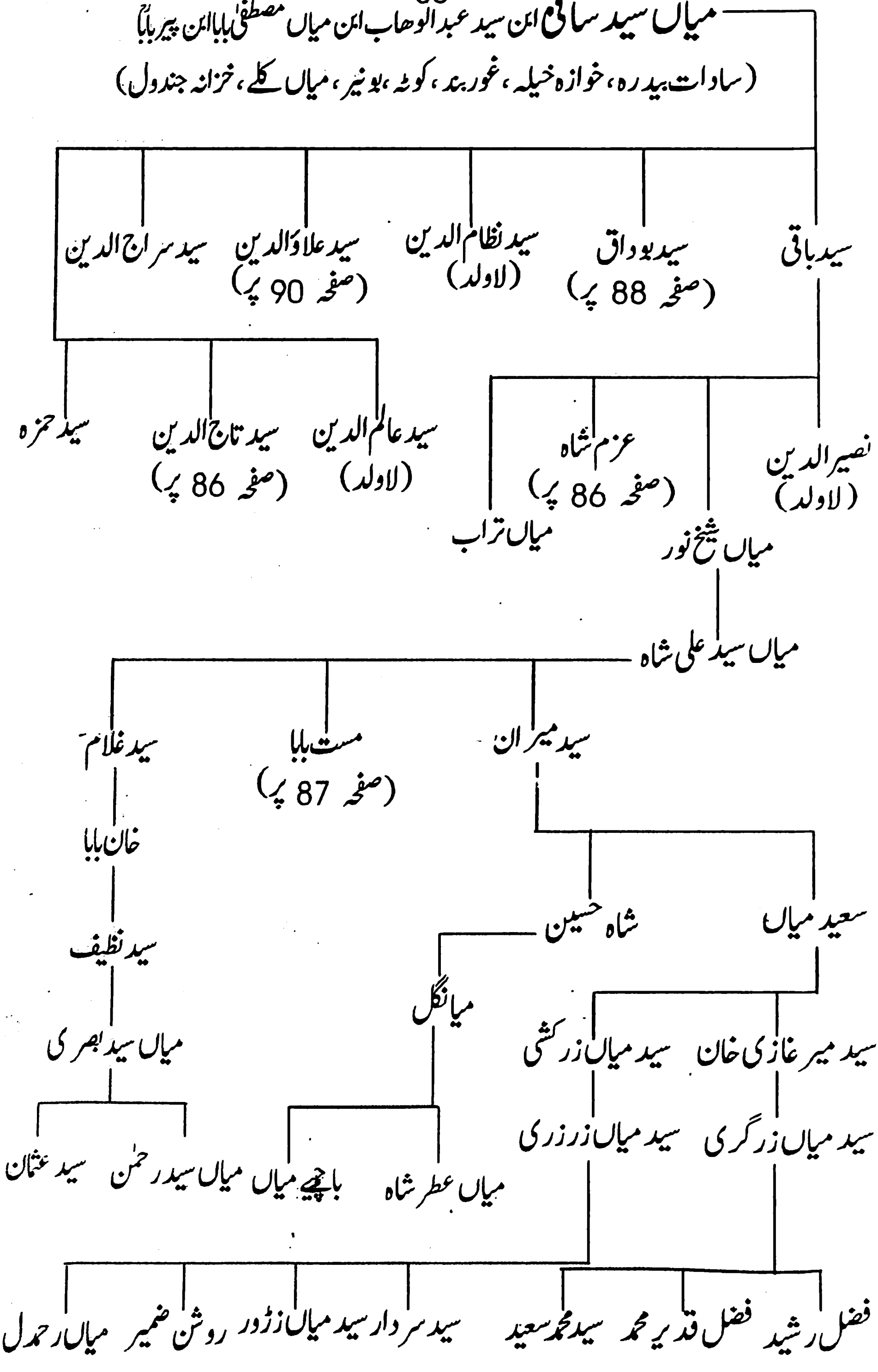
میاں سید ساقیؒ ابن سید عبدالوہاب ابن میاں مصطفیٰ بابا ابن پیر باباؒ
(سادات بیدرہ، خوازہ خیلہ، غوربند، کوٹہ، بونیر، میاں کلے، خزانہ جندول)
سید باقی
سید بوداق (صفحہ 88 پر)
سید نظام الدین (لاولد)
سید علاؤالدین (صفحہ 90 پر)
سید سراج الدین
سید عالم الدین (لاولد)
سید تاج الدین (صفحہ 86 پر)
سید حمزہ
نصیر الدین (لاولد)
میاں شیخ نور
عزم شاہ (صفحہ 86 پر)
میاں تراب
میاں سید علی شاہ
سید میران
مست بابا (صفحہ 87 پر)
سید غلام
خان بابا
سید نظیف
میاں سید بصری
میاں سید رحمٰن
سید عثمان
سعید میاں
شاہ حسین
میانگل
میاں عطر شاہ
باچے میاں
سید میر غازی خان
سید میاں زرکشی
سید میاں زرگری
سید میاں زرزری
فضل رشید
فضل قدیر محمد
سید محمد سعید
سید سردار
سید میاں زڑور
روشن ضمیر
میاں رحمدل

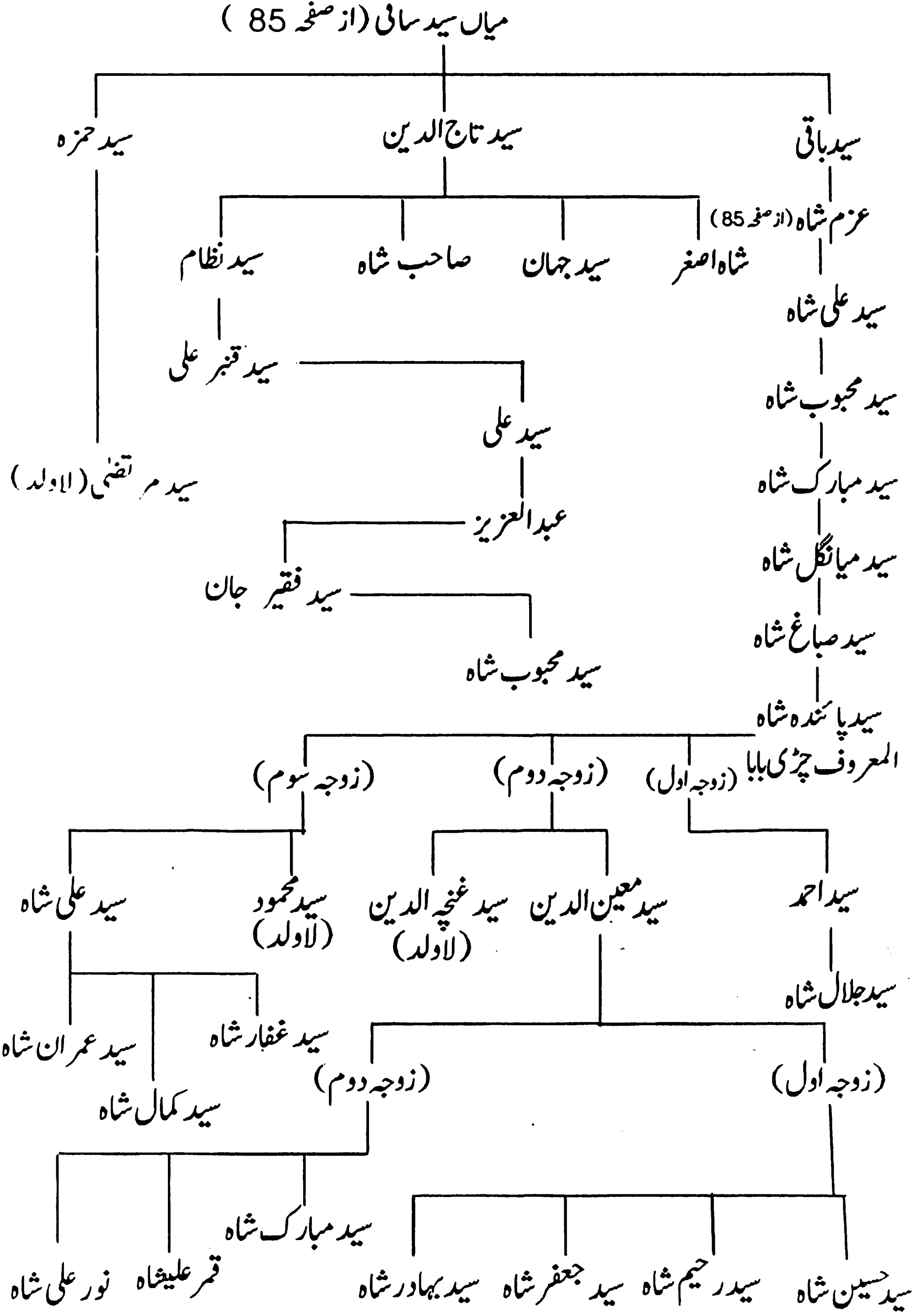
میاں سید ساقی (از صفحہ 85)
سید باقی
سید تاج الدین
سید حمزہ
عزم شاہ (از صفحہ 85)
شاہ اصغر
سید جہان
صاحب شاہ
سید نظام
سید علی شاہ
سید قنبر علی
سید محبوب شاہ
سید علی
سید مرتضیٰ (لاولد)
سید مبارک شاہ
عبدالعزیز
سید میانگل شاہ
سید فقیر جان
سید صباغ شاہ
سید محبوب شاہ
سید پائندہ شاہ
المعروف چڑی بابا
(زوجہ اول)
(زوجہ دوم)
(زوجہ سوم)
سید احمد
سید معین الدین
سید غنچہ الدین (لاولد)
سید محمود (لاولد)
سید علی شاہ
سید جلال شاہ
سید غفار شاہ
سید کمال شاہ
سید عمران شاہ
(زوجہ اول)
(زوجہ دوم)
سید مبارک شاہ
قمر علیشاہ
نور علی شاہ
سید حسین شاہ
سید رحیم شاہ
سید جعفر شاہ
سید بہادر شاہ

مست بابا ابن میاں سید علی شاہ ابن میاں شیخ نور (از صفحہ 85)

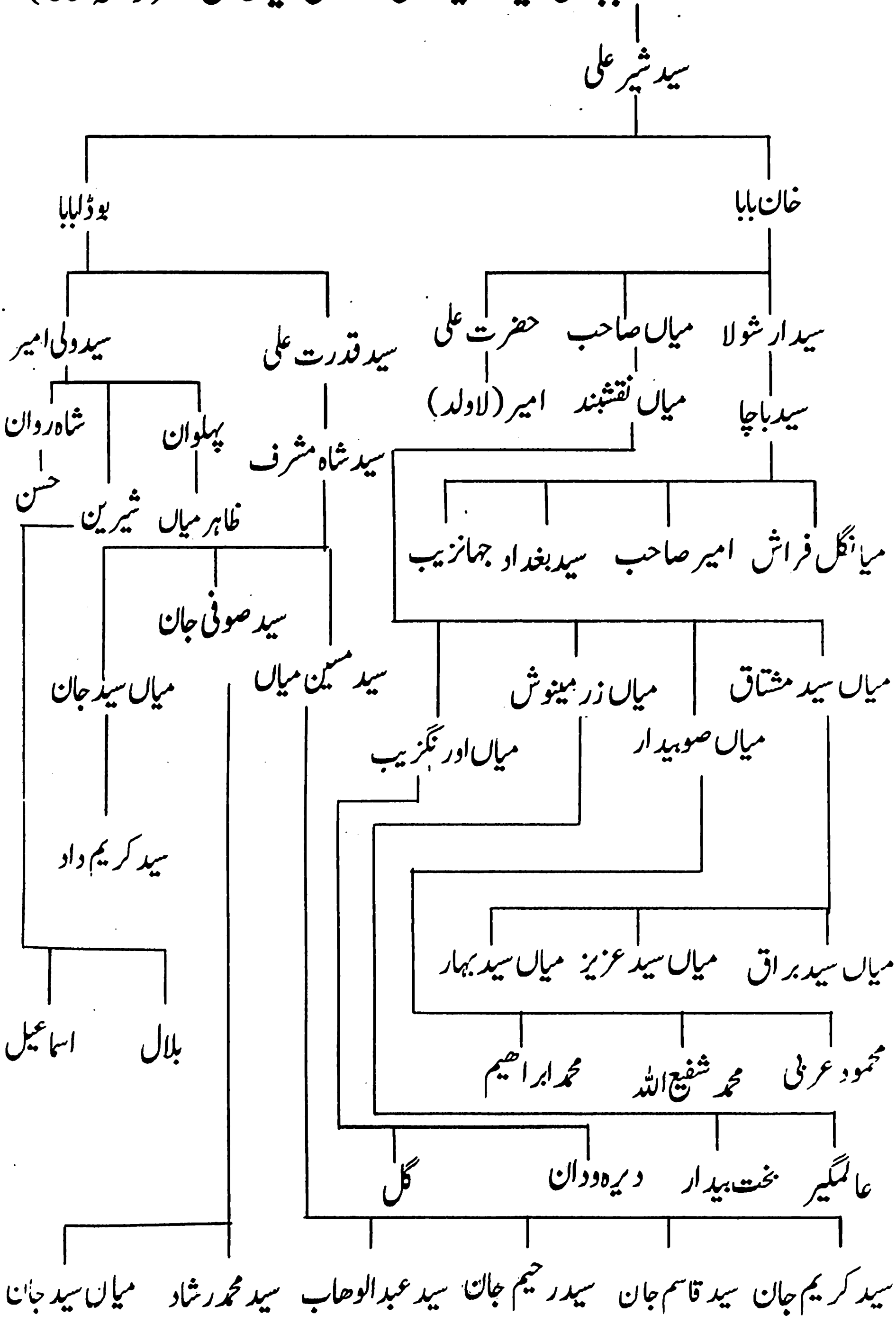
سید شیر علی
خان بابا
بوڈلبابا
سید ارشولا
میاں صاحب
حضرت علی
سید قدرت علی
سید ولی امیر
سید باچا
میاں نقشبند
امیر (لاولد)
سید شاہ مشرف
پہلوان
شاہ روان
میانگل فراش
امیر صاحب
سید بغداد
جہانزیب
ظاہر میاں
شیرین
حسن
سید صوفی جان
میاں سید مشتاق
میاں زرمینوش
سید مسین میاں
میاں سید جان
میاں صوبیدار
میاں اورنگزیب
سید کریم داد
میاں سید براق
میاں سید عزیز
میاں سید بہار
محمود عربی
محمد شفیع اللہ
محمد ابراہیم
بلال
اسماعیل
عالمگیر
بخت بیدار
دیرہ ودان
گل
سید کریم جان
سید قاسم جان
سید رحیم جان
سید عبدالوهاب
سید محمد رشاد
میاں سید جان

(از صفحہ 85)

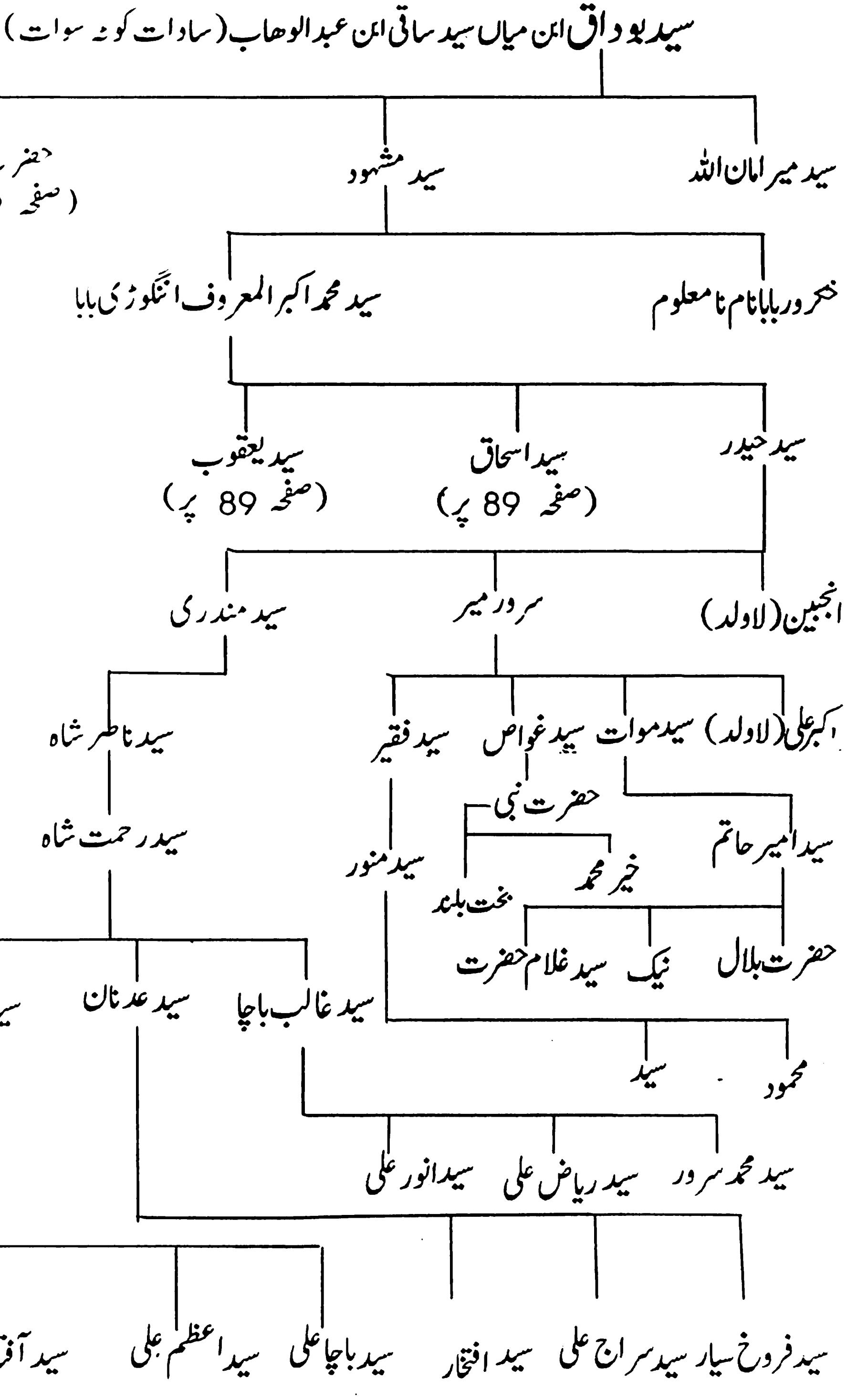
سید بوداق ابن میاں سید ساقی ابن عبدالوہاب (سادات کونہ سوات)
سید میر امان اللہ
سید مشہود
حضرت نور (صفحہ 89 پر)
خرور بابا نام نا معلوم
سید محمد اکبر المعروف انگوڑی بابا
سید حیدر
سید اسحاق (صفحہ 89 پر)
سید یعقوب (صفحہ 89 پر)
انجبین (لاولد)
سرور میر
سید مندری
اکبر علی (لاولد)
سید موات
سید غواص
سید فقیر
سید ناظر شاہ
حضرت نبی
سید امیر حاتم
خیر محمد
بخت بلند
سید منور
سید رحمت شاہ
حضرت بلال
نیک
سید غلام حضرت
سید غالب باچا
سید عدنان
سید سخی جان
محمود
سید
سید محمد سرور
سید ریاض علی
سید انور علی
سید فروخ سیار
سید سراج علی
سید افتخار
سید باچا علی
سید اعظم علی
سید آفتاب علی

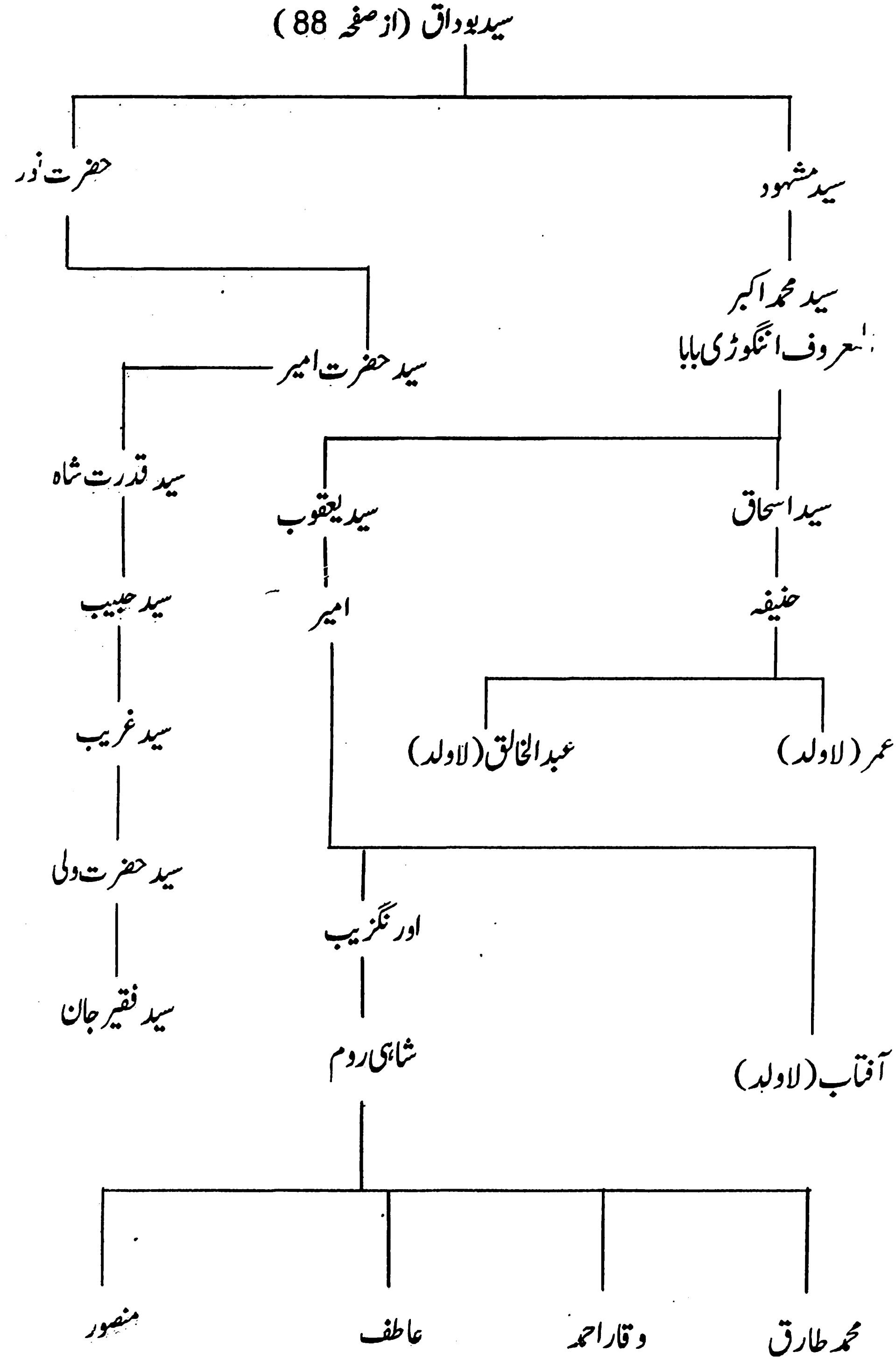
سید بوداق (از صفحہ 88)
سید مشہود
حضرت ذر
سید محمد اکبر
المعروف انگوڑی بابا
سید حضرت امیر
سید اسحاق
سید یعقوب
سید قدرت شاہ
حنیفہ
امیر
سید حبیب
عمر (لاولد)
عبدالخالق (لاولد)
سید غریب
سید حضرت ولی
اورنگزیب
سید فقیر جان
شاہی روم
آفتاب (لاولد)
محمد طارق
وقار احمد
عاطف
منصور

سید علاؤالدین ابن سید ساقی ابن سید عبدالوہاب (از صفحہ 85)

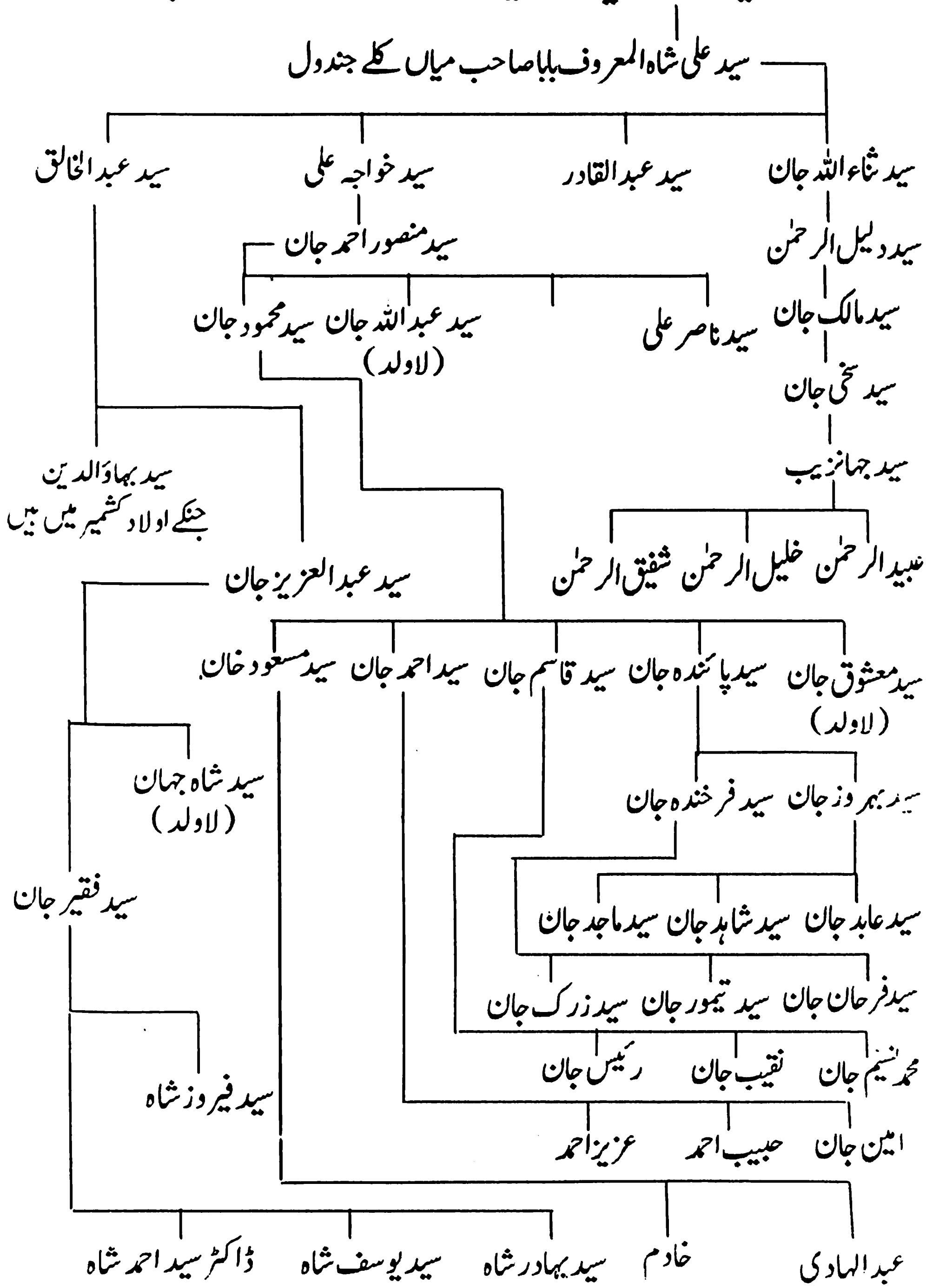
سید علی شاہ المعروف ببابا صاحب میاں کلے جندول
سید ثناءاللہ جان
سید عبدالقادر
سید خواجہ علی
سید عبدالخالق
سید دلیل الرحمٰن
سید مالک جان
سید سخی جان
سید جہانزیب
عبیدالرحمٰن
خلیل الرحمٰن
شفیق الرحمٰن
سید منصور احمد جان
سید ناصر علی
سید عبداللہ جان (لاولد)
سید محمود جان
سید بہاؤالدین جنکے اولاد کشمیر میں ہیں
سید عبدالعزیز جان
سید معشوق جان (لاولد)
سید پائندہ جان
سید قاسم جان
سید احمد جان
سید مسعود خان
سید بہروز جان
سید فرخندہ جان
سید عابد جان
سید شاہد جان
سید ماجد جان
سید فرحان جان
سید تیمور جان
سید زرک جان
محمد نسیم جان
نقیب جان
رئیس جان
امین جان
حبیب احمد
عزیز احمد
سید شاہ جہان (لاولد)
سید فقیر جان
سید فیروز شاہ
عبدالہادی
خادم
سید بہادر شاہ
سید یوسف شاہ
ڈاکٹر سید احمد شاہ

سید محمد داود ابن میاں عبدالوہاب ابن میاں مصطفیٰ ابن پیر باباؒ (از صفحہ)

(سادات گنوڑی، کامبٹ، وکمبڑ ضلع دیر)

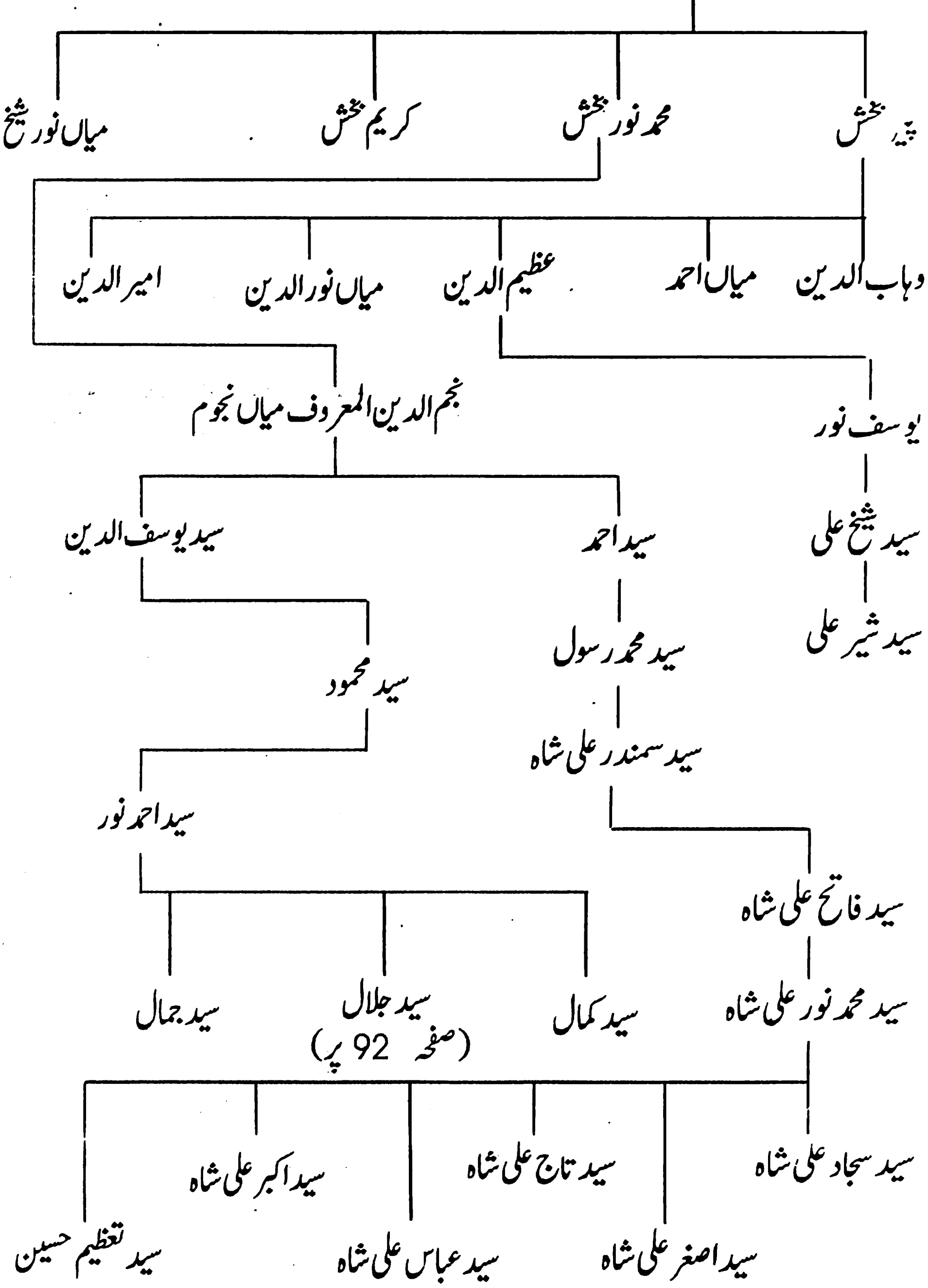
پیر بخش
محمد نور بخش
کریم بخش
میاں نور شیخ
وہاب الدین
میاں احمد
عظیم الدین
میاں نور الدین
امیر الدین
یوسف نور
سید شیخ علی
سید شیر علی
نجم الدین المعروف میاں نجوم
سید احمد
سید یوسف الدین
سید محمد رسول
سید محمود
سید سمندر علی شاہ
سید احمد نور
سید فاتح علی شاہ
سید کمال
سید جلال
(صفحہ 92 پر)
سید جمال
سید محمد نور علی شاہ
سید سجاد علی شاہ
سید تاج علی شاہ
سید اکبر علی شاہ
سید اصغر علی شاہ
سید عباس علی شاہ
سید تعظیم حسین

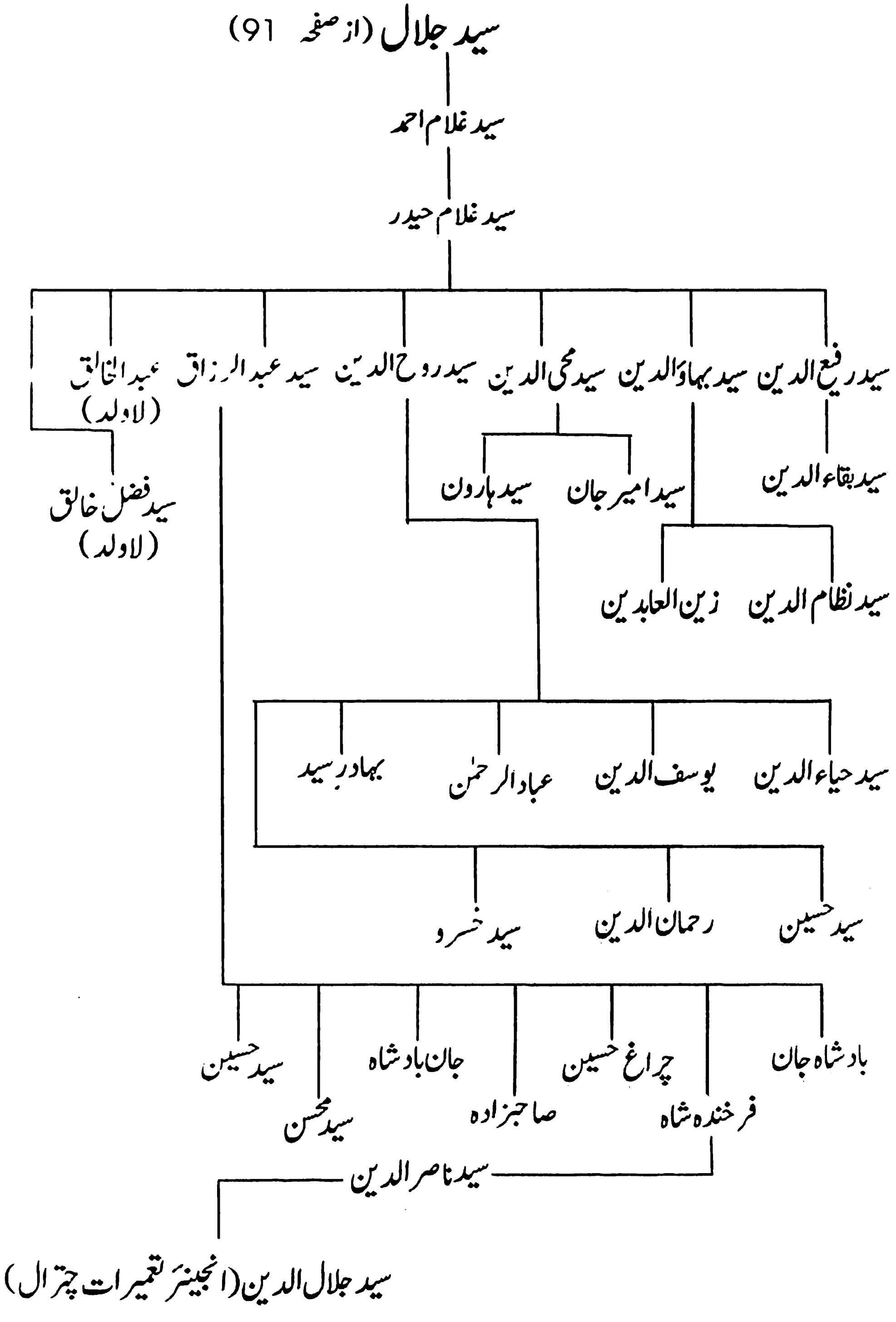
سید جلال (از صفحہ 91)
سید غلام احمد
سید غلام حیدر
سید رفیع الدین
سید بہاؤالدین
سید محی الدین
سید روح الدین
سید عبدالرزاق
عبدالخالق
(لاولد)
سید بقاء الدین
سید امیر جان
سید ہارون
سید فضل خالق
(لاولد)
سید نظام الدین
زین العابدین
سید حیاء الدین
یوسف الدین
عباد الرحمٰن
بہادر سید
سید حسین
رحمان الدین
سید خسرو
بادشاہ جان
فرخندہ شاہ
چراغ حسین
صاحبزادہ
جان بادشاہ
سید محسن
سید حسین
سید ناصر الدین
سید جلال الدین (انجینئر تعمیرات چترال)

میاں عباس ابن میاں عبد الوهاب (سادات میاں بڑ نگولہ دیر)

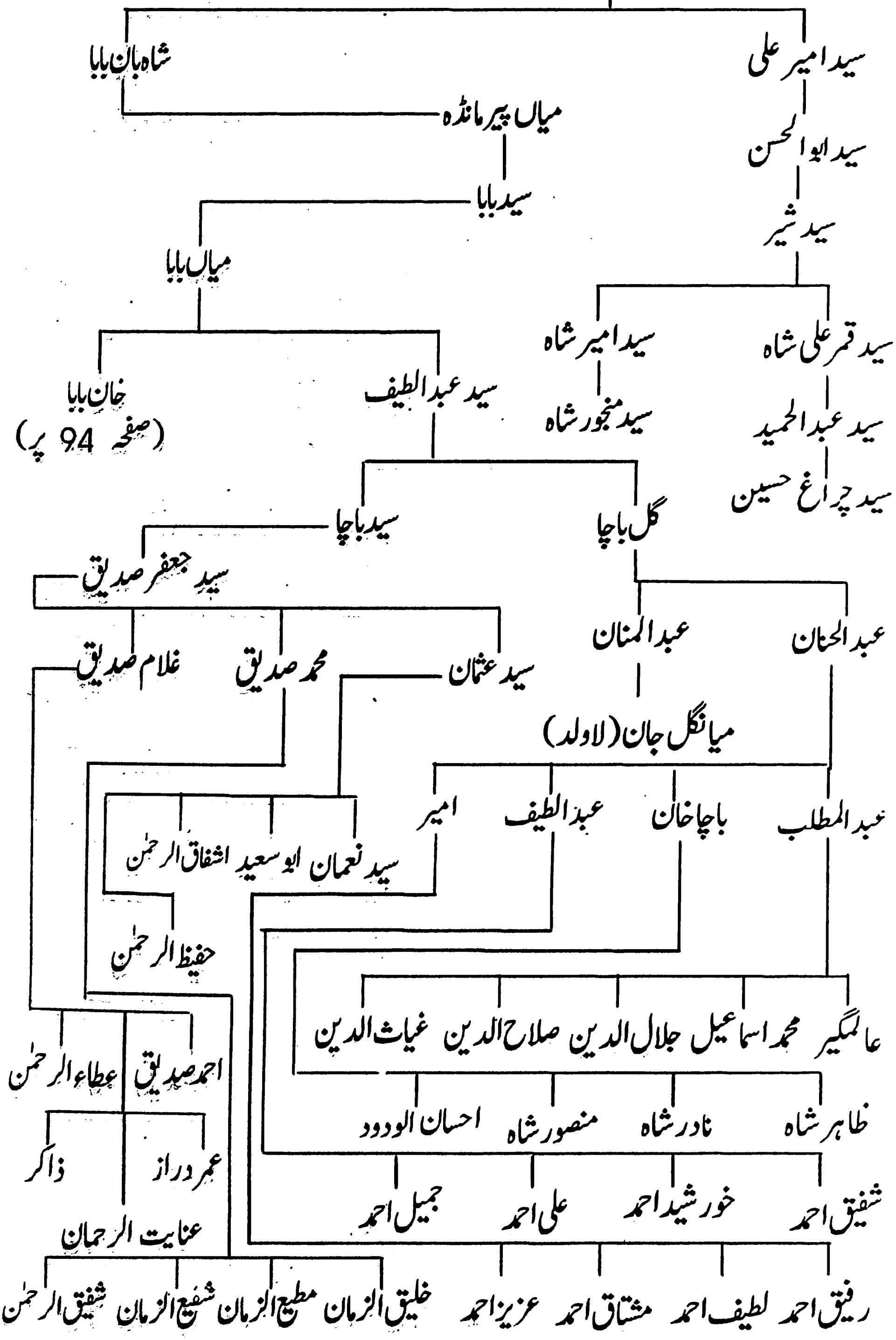
شاہ بان بابا
سید امیر علی
میاں پیر مانڈہ
سید ابو الحسن
سید بابا
سید شیر
میاں بابا
سید امیر شاہ
سید قمر علی شاہ
خان بابا
(صفحہ 94 پر)
سید عبد اللطیف
سید منجور شاہ
سید عبد الحمید
سید چراغ حسین
سید باچا
گل باچا
سید جعفر صدیق
عبد المنان
عبد الحنان
غلام صدیق
محمد صدیق
سید عثمان
میانگل جان (لاولد)
امیر
عبد اللطیف
باچا خان
عبد المطلب
سید نعمان
ابو سعید
اشفاق الرحمٰن
حفیظ الرحمٰن
عالمگیر
محمد اسماعیل
جلال الدین
صلاح الدین
غیاث الدین
احمد صدیق
عطاء الرحمٰن
ظاہر شاہ
نادر شاہ
منصور شاہ
احسان الودود
عمر دراز
ذاکر
شفیق احمد
خورشید احمد
علی احمد
جمیل احمد
عنایت الرحمان
رفیق احمد
لطیف احمد
مشتاق احمد
عزیز احمد
خلیق الزمان
مطیع الزمان
شفیع الزمان
شفیق الرحمٰن

خان بابا (از صفحہ 93)

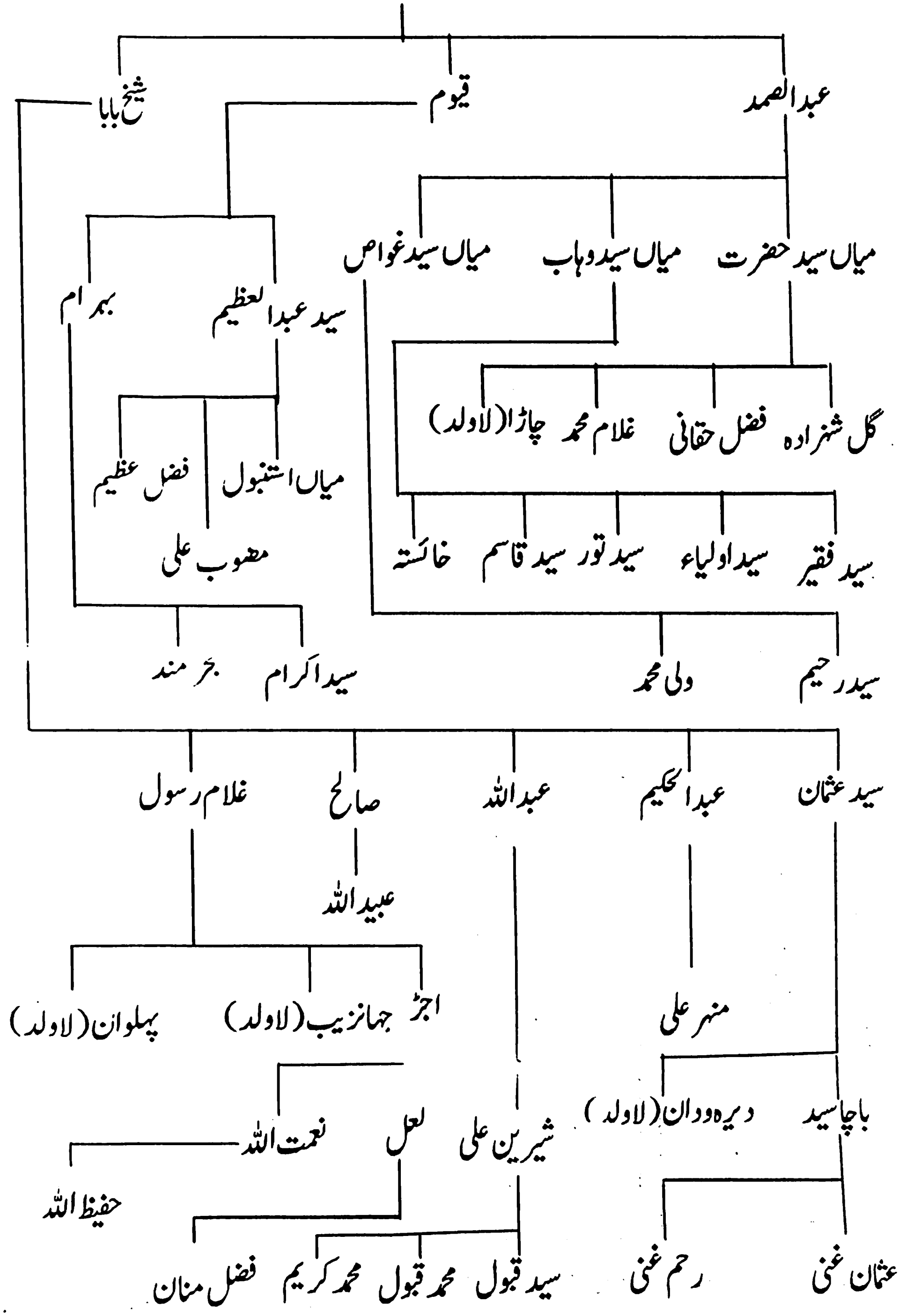
عبدالصمد
قیوم
شیخ بابا
میاں سید حضرت
میاں سید وہاب
میاں سید غواص
سید عبدالعظیم
بہرام
گل شہزادہ
فضل حقانی
غلام محمد
چاڑا (لاولد)
میاں استنبول
فضل عظیم
مھوب علی
سید فقیر
سید اولیاء
سید تور
سید قاسم
خائستہ
سید رحیم
ولی محمد
سید اکرام
بجر مند
سید عثمان
عبدالحکیم
عبداللہ
صالح
غلام رسول
عبیداللہ
منہر علی
اجڑ
جہانزیب (لاولد)
پہلوان (لاولد)
باچا سید
دیرہ ودان (لاولد)
شیرین علی
لعل
نعمت اللہ
حفیظ اللہ
عثمان غنی
رحم غنی
سید قبول
محمد قبول
محمد کریم
فضل منان

خواجہ بہاؤالدین ابن سید عبدالوہاب (سادات امان کوٹ، منگورہ، ناگوہ)

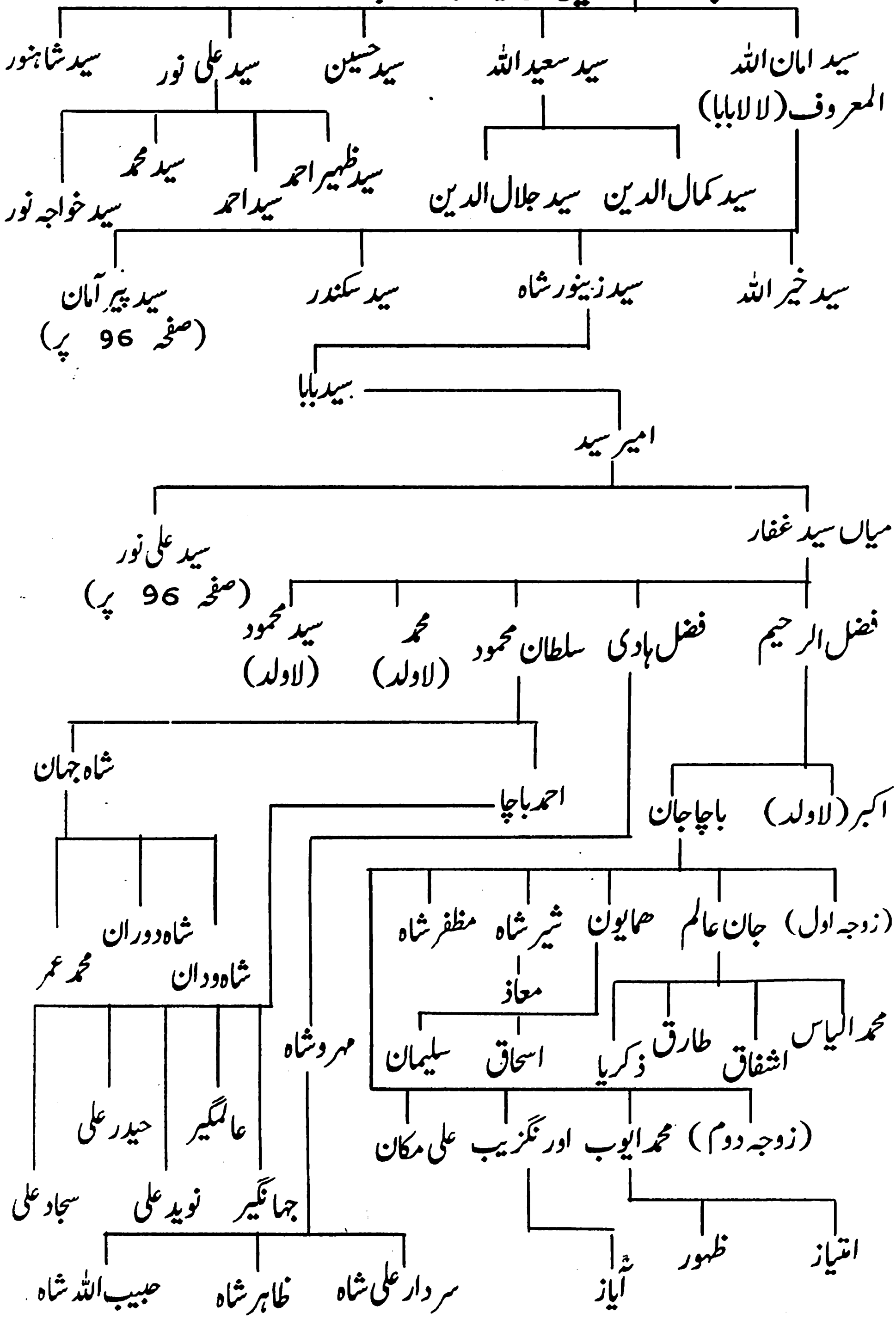
سید امان اللہ المعروف (لالابابا)
سید سعید اللہ
سید حسین
سید علی نور
سید شاہنور
سید کمال الدین
سید جلال الدین
سید ظہیر احمد
سید احمد
سید محمد
سید خواجہ نور
سید خیر اللہ
سید زینور شاہ
سید سکندر
سید پیر آمان
(صفحہ 96 پر)
بیدبابا
امیر سید
میاں سید غفار
سید علی نور
(صفحہ 96 پر)
فضل الرحیم
فضل ہادی
سلطان محمود
محمد
(لاولد)
سید محمود
(لاولد)
شاہ جہان
احمد باچا
اکبر (لاولد)
باچا جان
(زوجہ اول)
جان عالم
ہمایون
شیر شاہ
مظفر شاہ
شاہ دوران
محمد عمر
شاہ ودان
معاذ
محمد الیاس
اشفاق
طارق
ذکریا
اسحاق
سلیمان
مہروشاہ
عالمگیر
حیدر علی
(زوجہ دوم)
محمد ایوب
اورنگزیب
علی مکان
جہانگیر
نوید علی
سجاد علی
امتیاز
ظہور
آیاز
سردار علی شاہ
ظاہر شاہ
حبیب اللہ شاہ

سید امان اللہ المعروف (لالہ بابا) (از صفحہ 95)

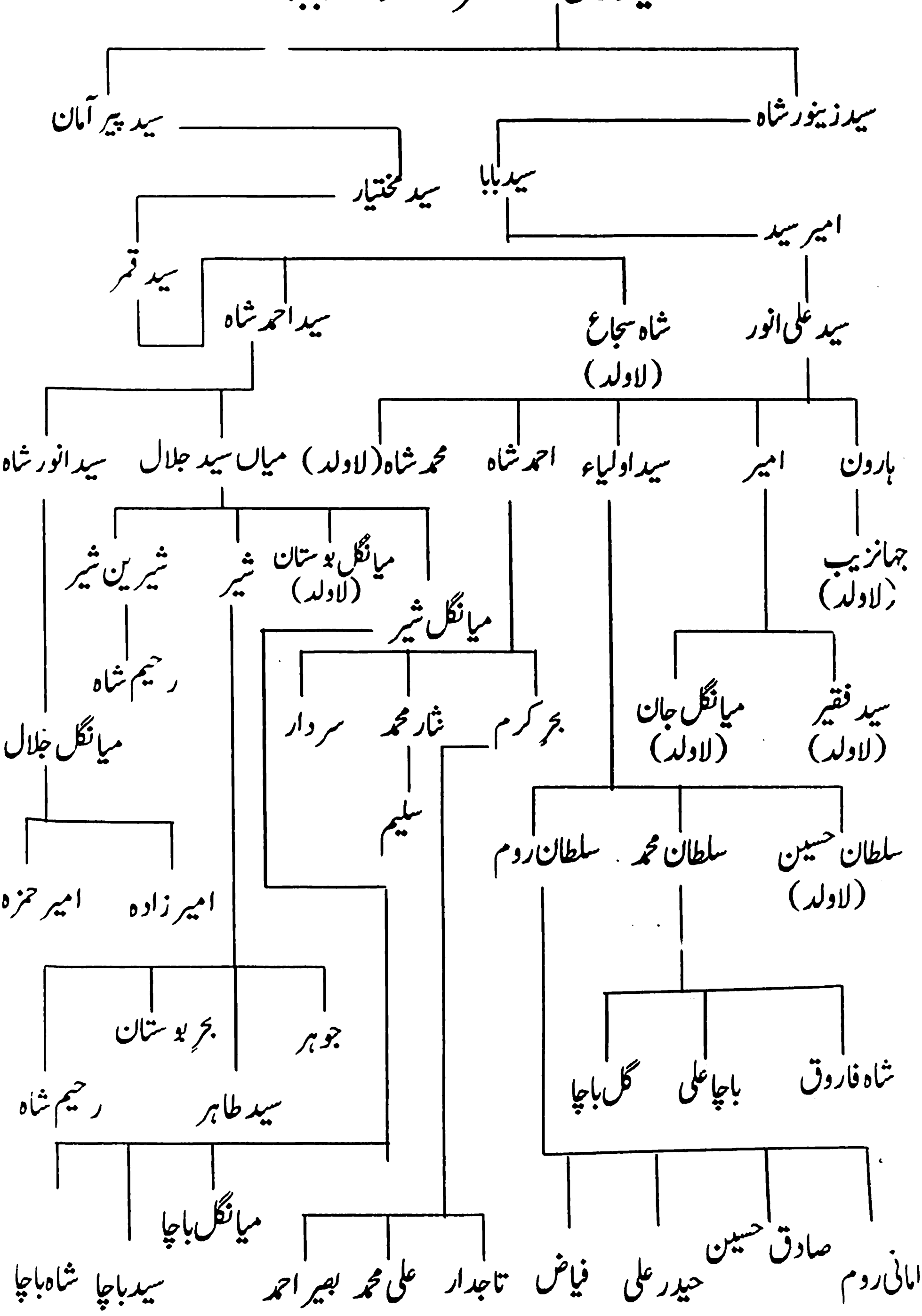
سید زینور شاہ
سید پیر آمان
سید مختیار
سید بابا
امیر سید
سید قمر
سید احمد شاہ
شاہ سجاع
(لاولد)
سید علی انور
سید انور شاہ
میاں سید جلال
محمد شاہ (لاولد)
احمد شاہ
سید اولیاء
امیر
ہارون
شیرین شیر
شیر
میانگل بوستان
(لاولد)
میانگل شیر
جہانزیب
(لاولد)
رحیم شاہ
سردار
نثار محمد
بحر کرم
میانگل جان
(لاولد)
سید فقیر
(لاولد)
میانگل جلال
سلیم
سلطان روم
سلطان محمد
سلطان حسین
(لاولد)
امیر حمزہ
امیر زادہ
بحر بوستان
جوہر
شاہ فاروق
باچا علی
گل باچا
رحیم شاہ
سید طاہر
میانگل باچا
صادق حسین
شاہ باچا
سید باچا
بصیر احمد
علی محمد
تاجدار
فیاض
حیدر علی
امانی روم

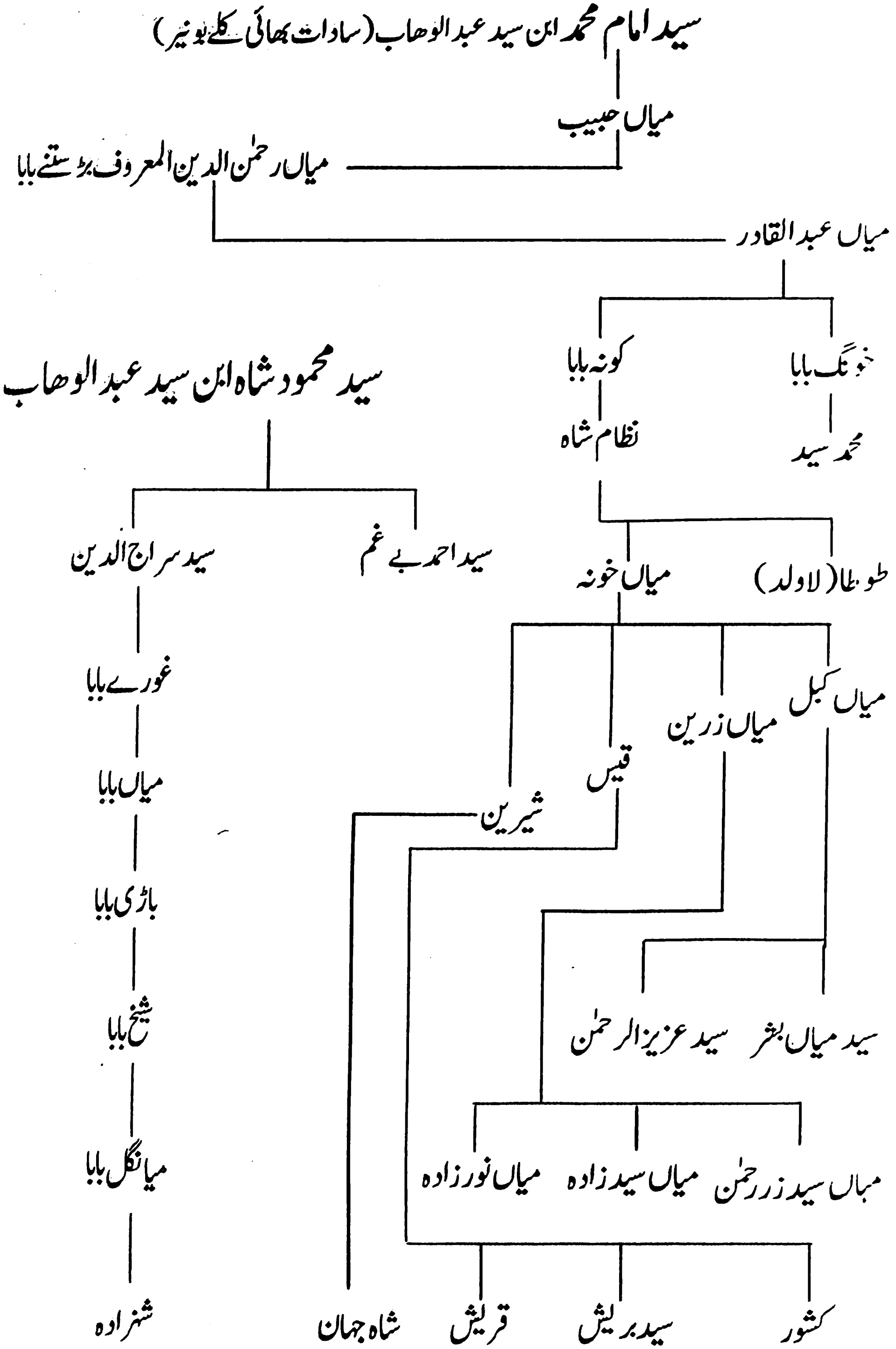
سید امام محمد ابن سید عبدالوھاب (سادات بھائی کلے بونیر)
میاں حبیب
میاں رحمٰن الدین المعروف بڑ ستنے بابا
میاں عبدالقادر
خونگ بابا
کونہ بابا
محمد سید
نظام شاہ
طوطا (لاولد)
میاں خونہ
میاں کبل
میاں زرین
قیس
شیرین
سید میاں بشر
سید عزیز الرحمٰن
میاں سید زر رحمٰن
میاں سید زادہ
میاں نورزادہ
کشور
سید بریش
قریش
شاہ جہان
سید محمود شاہ ابن سید عبدالوھاب
سید احمد بے غم
سید سراج الدین
غورے بابا
میاں بابا
باڑی بابا
شیخ بابا
میانگل بابا
شہزادہ

میاں سید موسیٰ المعروف شاہ عالم ابن سید عبدالوہاب (سادات گوگدرہ سوات)

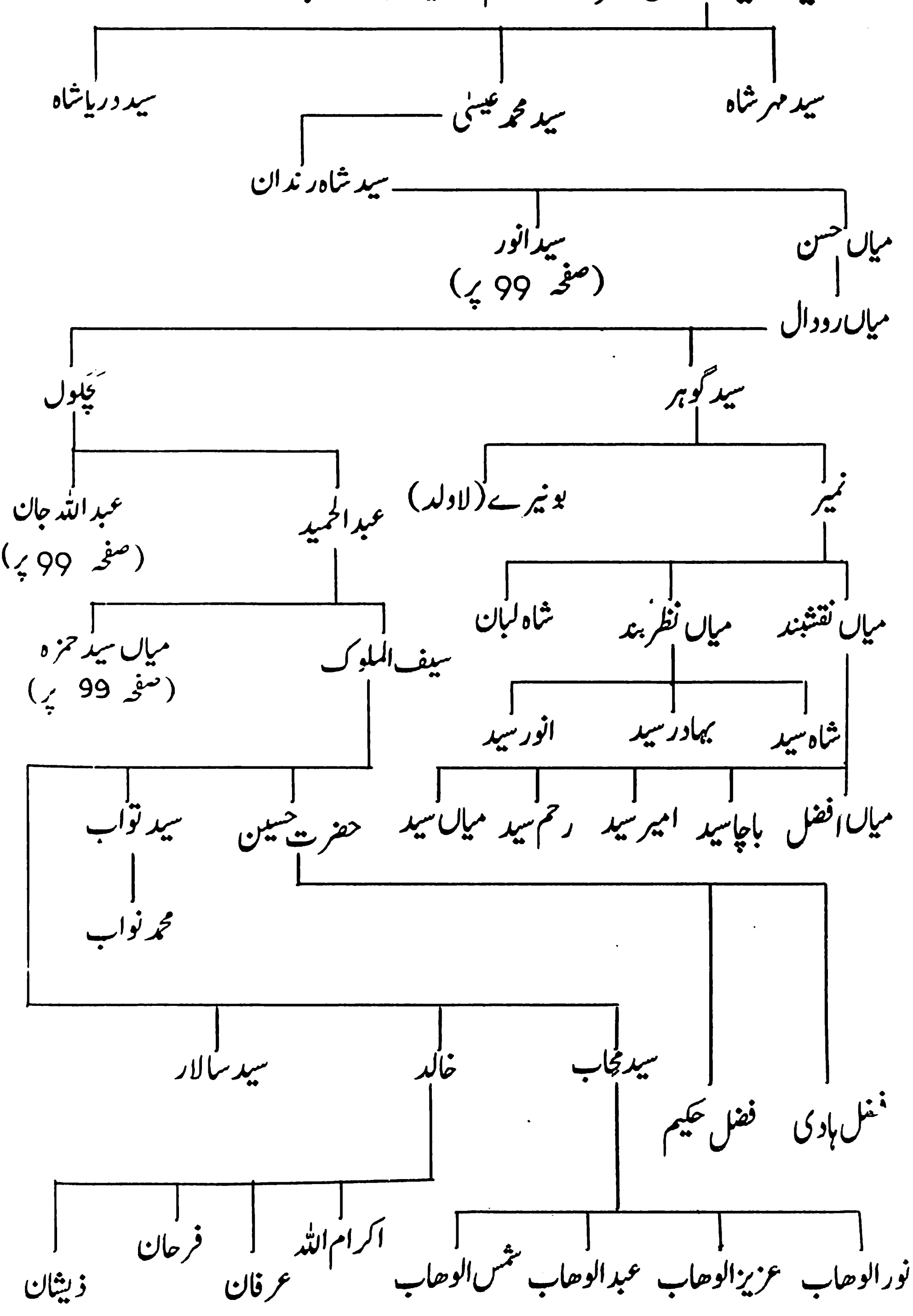
سید مہر شاہ
سید محمد عیسٰی
سید دریا شاہ
سید شاہ رندان
میاں حسن
سید انور
(صفحہ 99 پر)
میاں رودال
سید گوہر
بہلول
نمیر
بونیرے (لاولد)
عبدالحمید
عبداللہ جان
(صفحہ 99 پر)
میاں نقشبند
میاں نظربند
شاہ لبان
سیف الملوک
میاں سید حمزہ
(صفحہ 99 پر)
شاہ سید
بہادر سید
انور سید
میاں افضل
باچا سید
امیر سید
رحم سید
میاں سید
حضرت حسین
سید تواب
محمد نواب
فضل ہادی
فضل حکیم
سید مجاب
خالد
سید سالار
نور الوہاب
عزیز الوہاب
عبدالوہاب
شمس الوہاب
اکرام اللہ
عرفان
فرحان
ذیشان

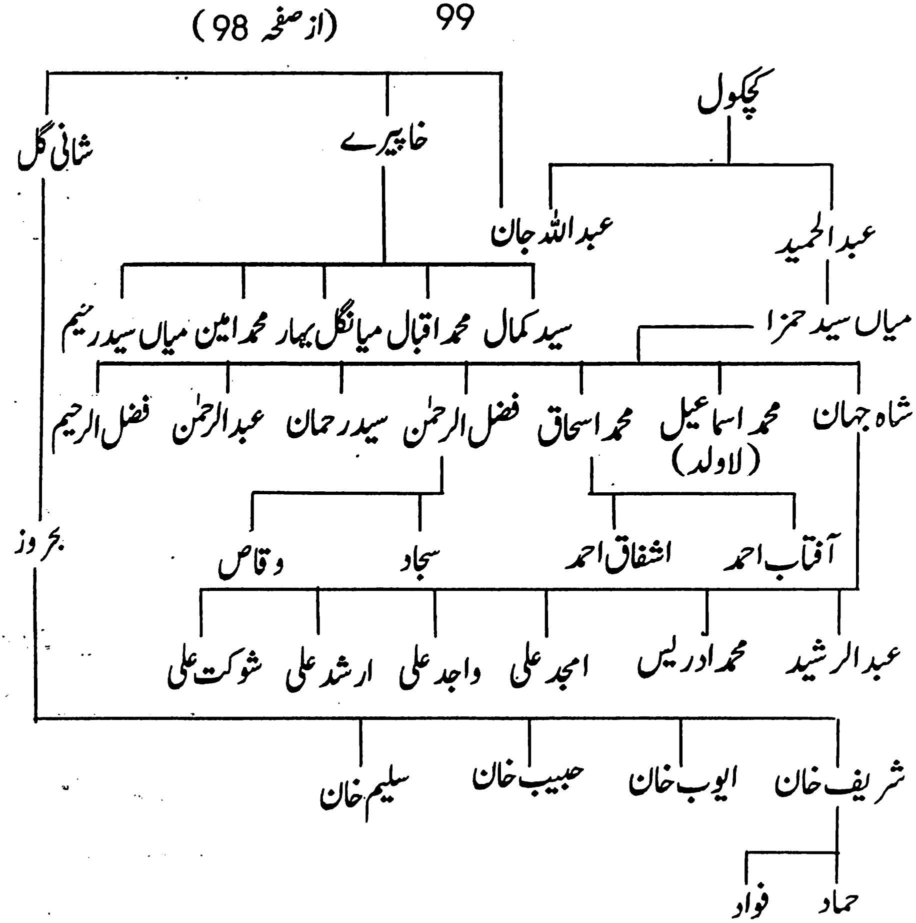
(از صفحہ 98)
کچکول
عبدالحمید
عبداللہ جان
میاں سید حمزا
شاہ جہان
محمد اسماعیل
(لاولد)
محمد اسحاق
فضل الرحمٰن
سید رحمان
عبدالرحمٰن
فضل الرحیم
آفتاب احمد
اشفاق احمد
سجاد
وقاص
عبدالرشید
محمد ادریس
امجد علی
واجد علی
ارشد علی
شوکت علی
خاپیرے
شانی گل
سید کمال
محمد اقبال
میا ننگل بہار
محمد امین
میاں سید رنیم
بحروز
شریف خان
ایوب خان
حبیب خان
سلیم خان
حماد
فواد

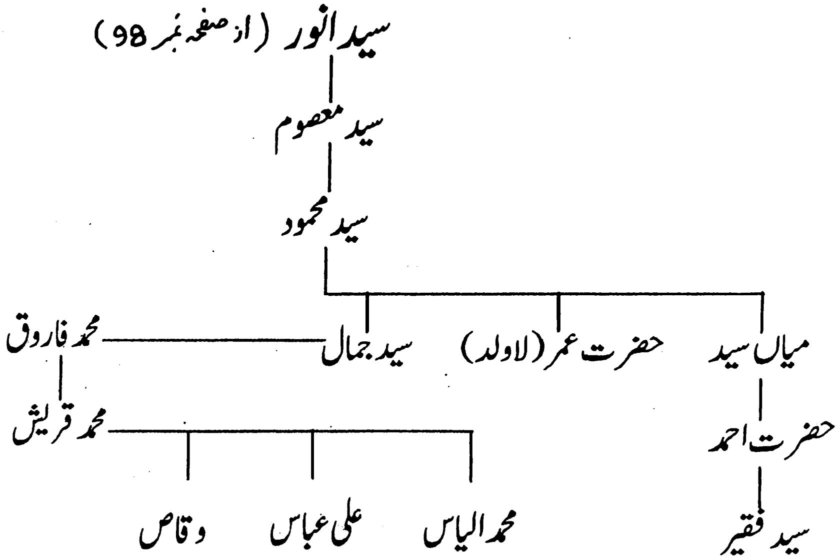
سید انور (از صفحہ نمبر 98)
سید معصوم
سید محمود
میاں سید
حضرت عمر (لاولد)
سید جمال
محمد فاروق
حضرت احمد
سید فقیر
محمد قریش
محمد الیاس
علی عباس
وقاص

اولاد میاں سید قاسم باباؒ ابن میاں سید مصطفیٰ ابن پیر باباؒ (از صفحہ 1)

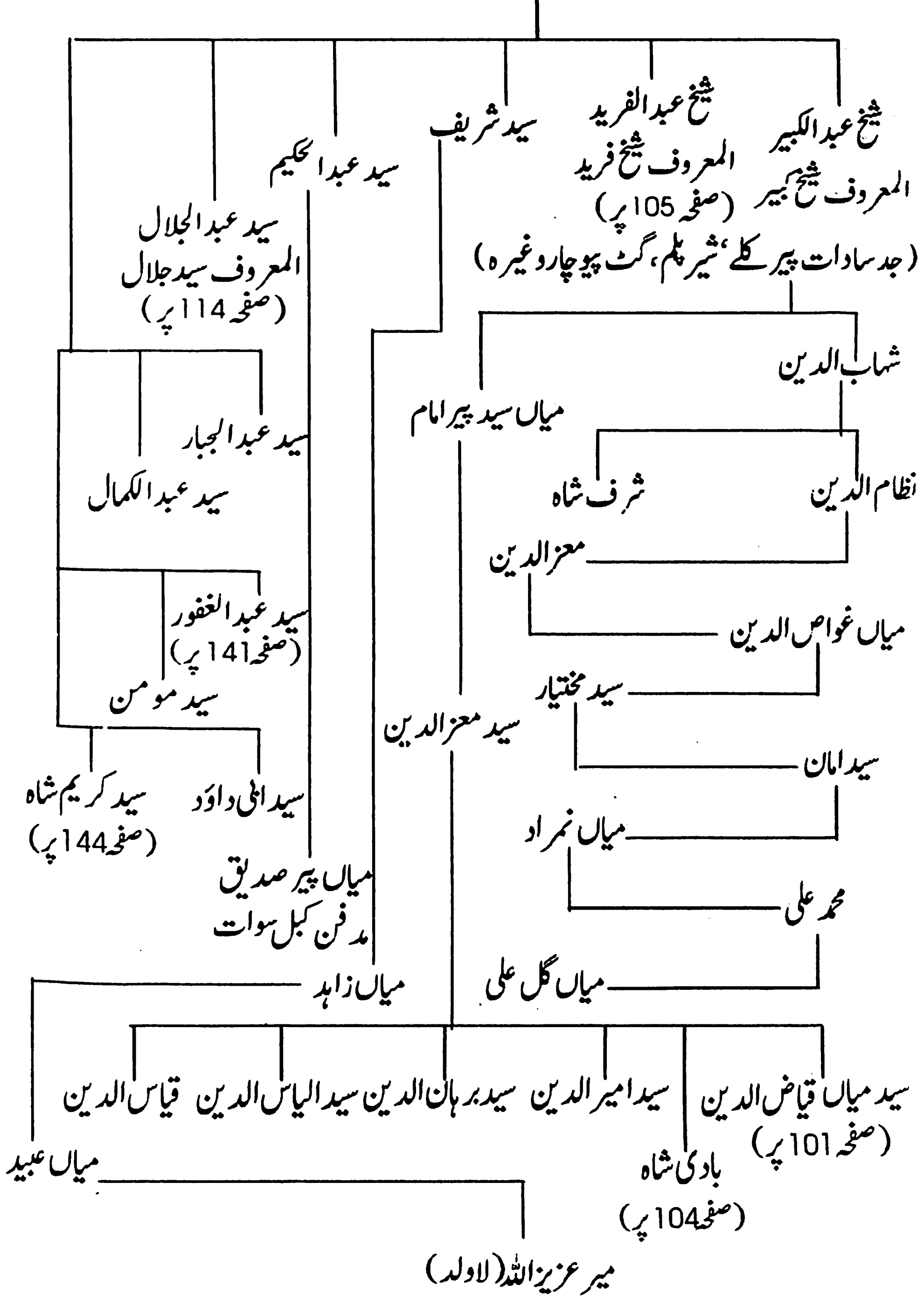
شیخ عبدالکبیر المعروف شیخ کبیر
(جد سادات پیر کلے 'شیر پلم، گٹ پیوچار وغیرہ)
شیخ عبدالفرید المعروف شیخ فرید (صفحہ 105 پر)
سید شریف
سید عبدالحکیم
سید عبدالجلال المعروف سید جلال (صفحہ 114 پر)
شہاب الدین
میاں سید پیر امام
نظام الدین
شرف شاہ
معزالدین
میاں غواص الدین
سید مختیار
سید امان
میاں نمراد
محمد علی
میاں گل علی
سید عبدالجبار
سید عبدالکمال
سید عبدالغفور (صفحہ 141 پر)
سید مومن
سید الٰہی داؤد
سید کریم شاہ (صفحہ 144 پر)
میاں پیر صدیق مدفن کبل سوات
سید معزالدین
میاں زاہد
سید میاں قیاض الدین (صفحہ 101 پر)
بادی شاہ (صفحہ 104 پر)
سید امیر الدین
سید برہان الدین
سید الیاس الدین
قیاس الدین
میاں عبید
میر عزیزاللہ (لاولد)

(از صفحہ 100)

سید میاں قیاض الدین ابن سید معز الدین ابن میاں سید پیر امام ابن شیخ عبدالکبیر

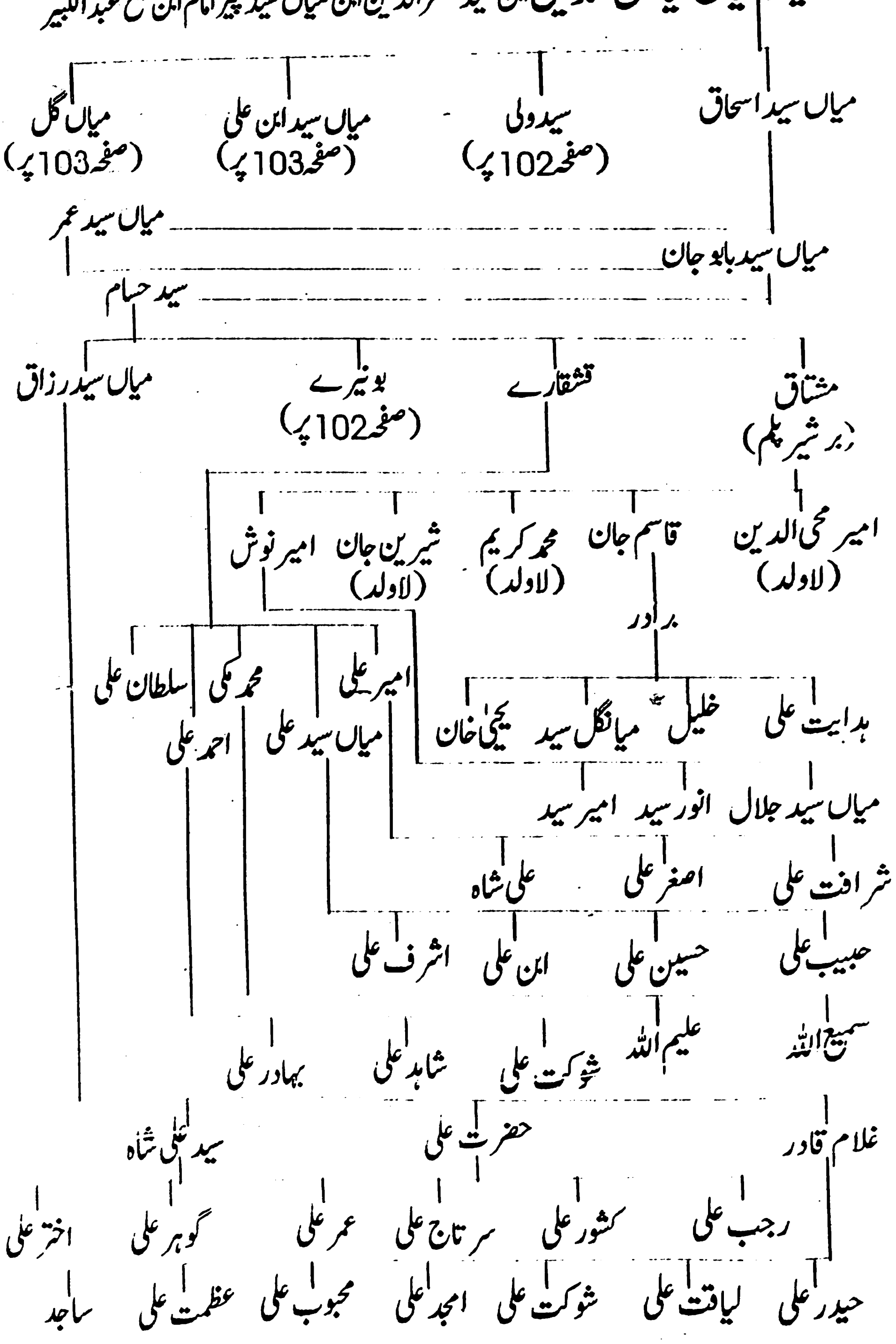
میاں سید اسحاق
سیدولی
(صفحہ 102 پر)
میاں سید ابن علی
(صفحہ 103 پر)
میاں گل
(صفحہ 103 پر)
میاں سید عمر
میاں سید بابو جان
سید حسام
مشتاق
(بر شیر پلم)
قشقارے
بونیرے
(صفحہ 102 پر)
میاں سید رزاق
امیر محی الدین
(لاولد)
قاسم جان
محمد کریم
(لاولد)
شیرین جان
(لاولد)
امیر نوش
برادر
ہدایت علی
خلیل
میاں گل سید
یحییٰ خان
امیر علی
محمد مکی
سلطان علی
میاں سید علی
احمد علی
میاں سید جلال
انور سید
امیر سید
شرافت علی
اصغر علی
علی شاہ
حبیب علی
حسین علی
ابن علی
اشرف علی
سمیع اللہ
علیم اللہ
شوکت علی
شاہد علی
بہادر علی
غلام قادر
حضرت علی
سید علی شاہ
رجب علی
کشور علی
سرتاج علی
عمر علی
گوہر علی
اختر علی
حیدر علی
لیاقت علی
شوکت علی
امجد علی
محبوب علی
عظمت علی
ساجد

(از صفحہ 101)

سید ولی ابن سید قیاض الدین ابن سید معزالدین ابن میاں سید پیر امام

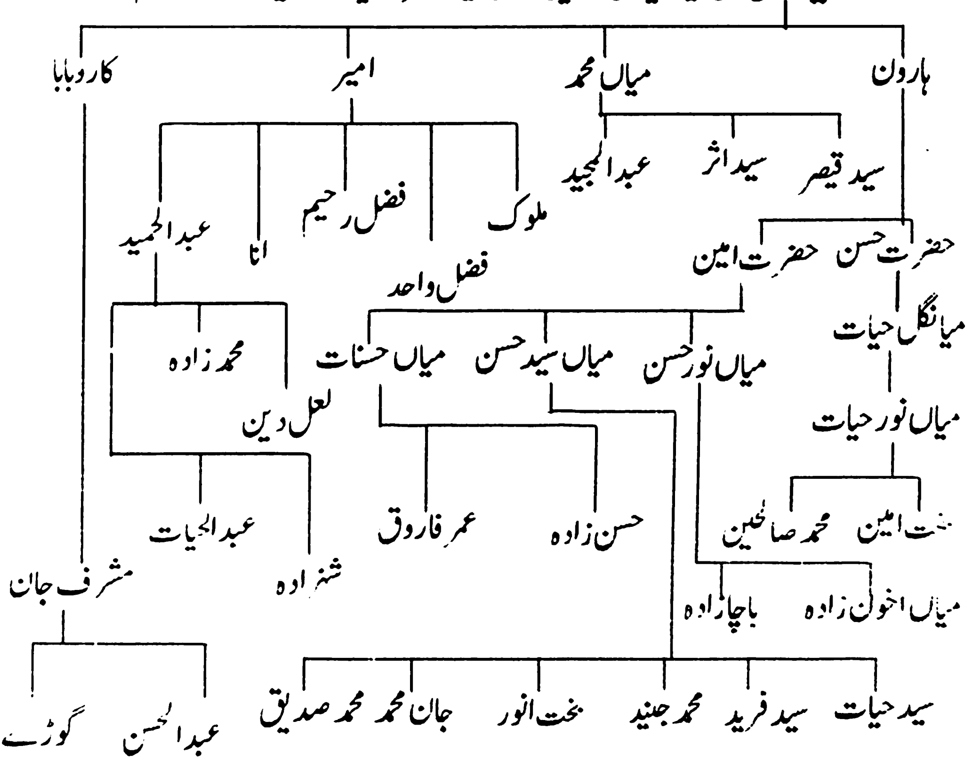
ہارون
میاں محمد
امیر
کاروبابا
سید قیصر
سید اثر
عبدالمجید
ملوک
فضل واحد
فضل رحیم
انا
عبدالحمید
حضرت حسن
حضرت امین
میانگل حیات
میاں نور حیات
نت امین
محمد صالحین
میاں نور حسن
میاں سید حسن
میاں حسنات
محمد زادہ
لعل دین
حسن زادہ
عمر فاروق
عبدالحیات
شہزادہ
مشرف جان
میاں اخون زادہ
باچا زادہ
سید حیات
سید فرید
محمد جنید
بخت انور
جان محمد
محمد صدیق
عبدالحسن
گوڑے

(از صفحہ 101)

بونیرے ابن سید حسام ابن سید بابو جان ابن میاں سید عمر ابن میاں سید اسحاق

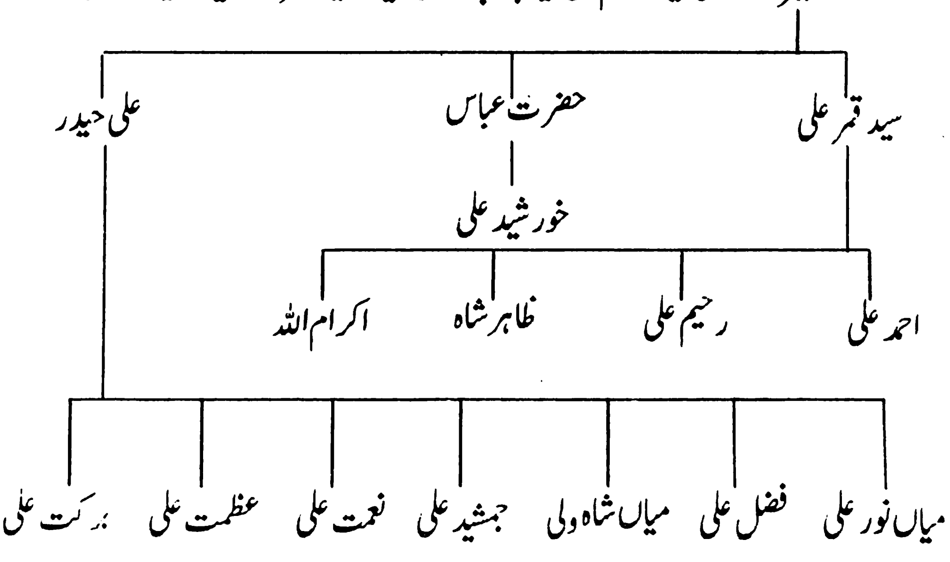
سید قمر علی
حضرت عباس
علی حیدر
خورشید علی
احمد علی
رحیم علی
ظاہر شاہ
اکرام اللہ
میاں نور علی
فضل علی
میاں شاہ ولی
جمشید علی
نعمت علی
عظمت علی
برکت علی

(از صفحہ 101)

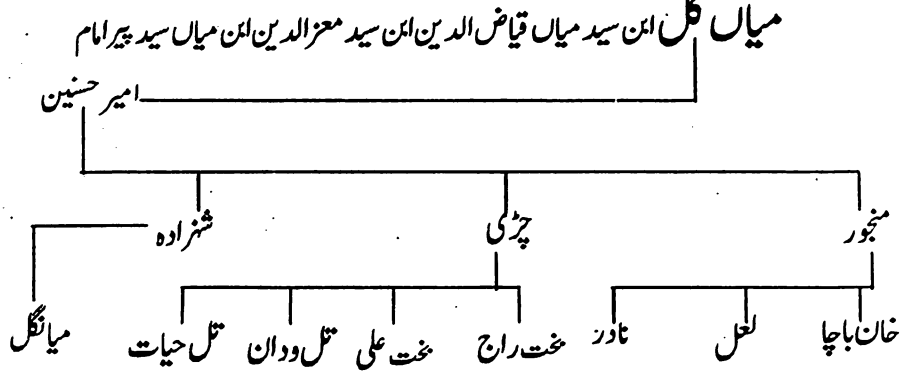
میاں گل ابن سید میاں قیاض الدین ابن سید معز الدین ابن میاں سید پیر امام
امیر حسنین
منجور
چڑلی
شہزادہ
خان باچا
لعل
نادر
بخت راج
بخت علی
تل ودان
تل حیات
میانگل

(از صفحہ 101)

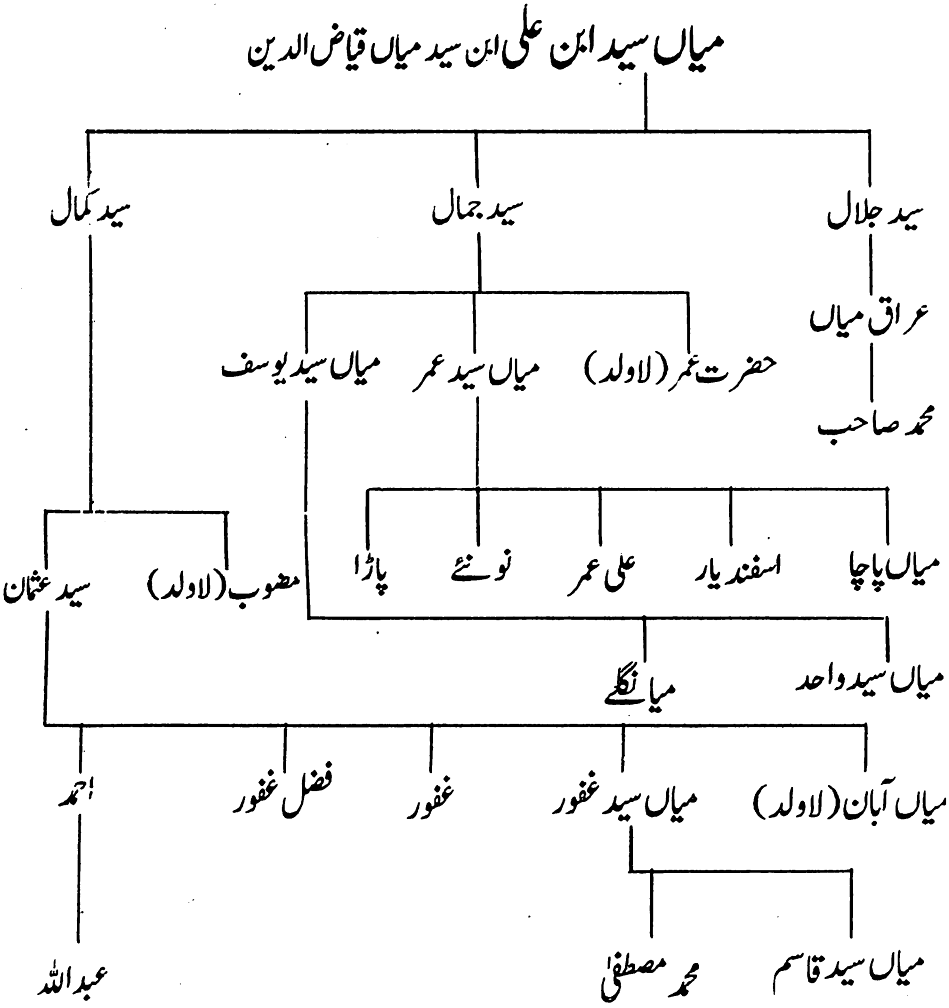
میاں سید ابن علی ابن سید میاں قیاض الدین
سید جلال
سید جمال
سید کمال
عراق میاں
محمد صاحب
حضرت عمر (لاولد)
میاں سید عمر
میاں سید یوسف
میاں پاچا
اسفندیار
علی عمر
نوئے
پاڑا
محبوب (لاولد)
سید عثمان
میاں سید واحد
میانگلے
میاں آبان (لاولد)
میاں سید غفور
غفور
فضل غفور
احمد
میاں سید قاسم
محمد مصطفیٰ
عبداللہ

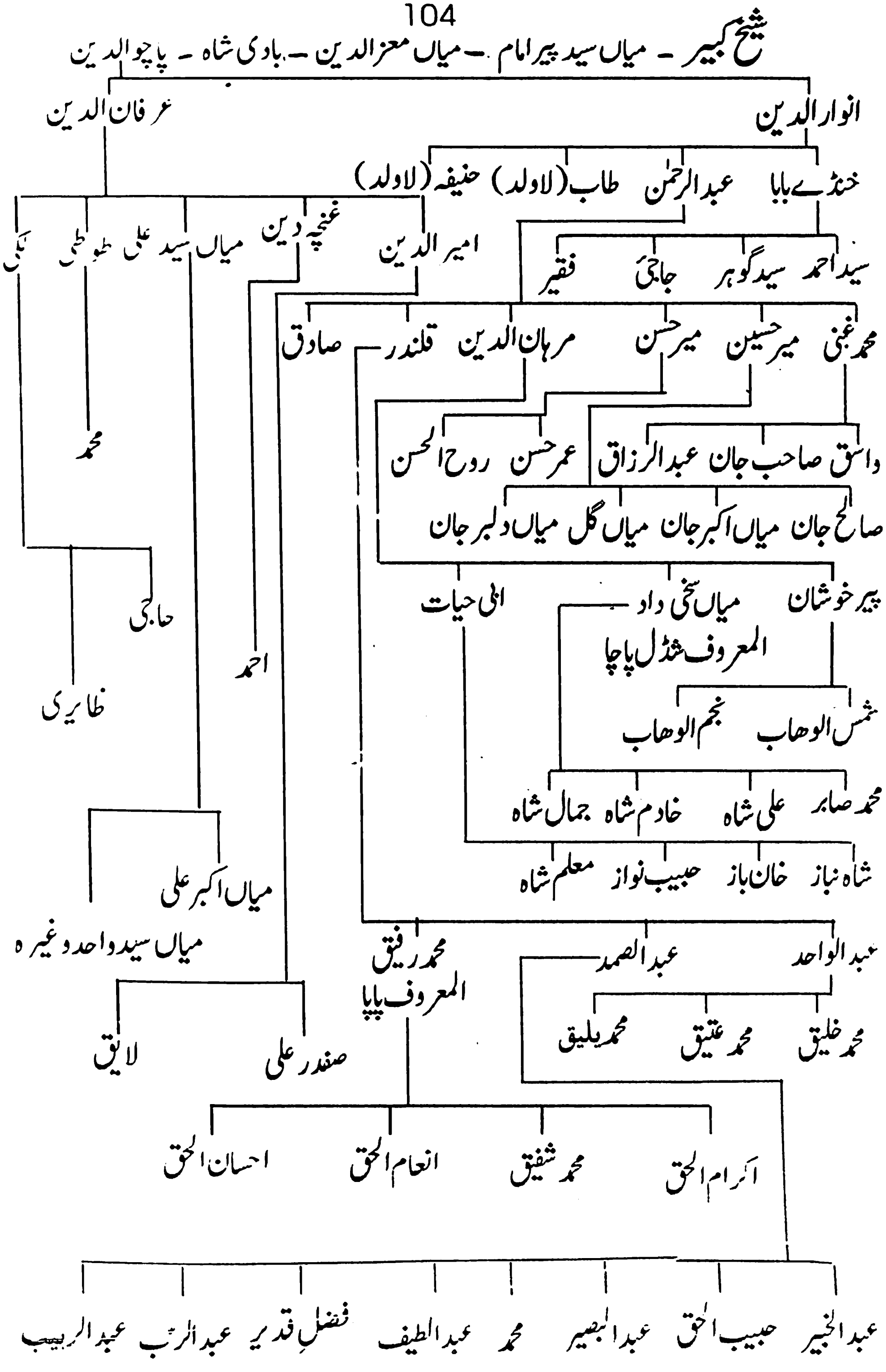
شیخ کبیر ـ میاں سید پیرامام ـ میاں معزالدین ـ بادی شاہ ـ پاچوالدین
انوارالدین
عرفان الدین
خنڈے بابا
عبدالرحمٰن
طاب (لاولد)
حنیفہ (لاولد)
امیرالدین
غنچہ دین
میاں سید علی
طوطی
تکی
سید احمد
سید گوہر
جاجیؒ
فقیر
محمد غنی
میر حسین
میر حسن
مرہان الدین
قلندر
صادق
واسق
صاحب جان
عبدالرزاق
عمر حسن
روح الحسن
محمد
صالح جان
میاں اکبر جان
میاں گل
میاں دلبر جان
پیر خوشان
میاں سخی داد
المعروف شڈل پاچا
انی حیات
حاجی
ظاہری
احمد
شمس الوہاب
نجم الوہاب
محمد صابر
علی شاہ
خادم شاہ
جمال شاہ
شاہ نباز
خان باز
حبیب نواز
معلم شاہ
میاں اکبر علی
میاں سید واحد وغیرہ
عبدالواحد
عبدالصمد
محمد رفیق
المعروف پاپا
محمد خلیق
محمد عتیق
محمد یلیق
صفدر علی
لایق
اکرام الحق
محمد شفیق
انعام الحق
احسان الحق
عبدالخبیر
حبیب الحق
عبدالبصیر
محمد
عبداللطیف
فضلِ قدیر
عبدالرب
عبدالربیب

(از صفحہ 100)

شیخ فرید ابن میاں سید قاسمؒ (المعروف کڑپے بابا مدفن سمبٹ چم)

(سادات چک درہ، جنگو، شوہ، کوٹی گرام، جبی ضلع دیر، شاگرام، سمبٹ، بہاصا تال، کوزہ در شخیلہ سوات)

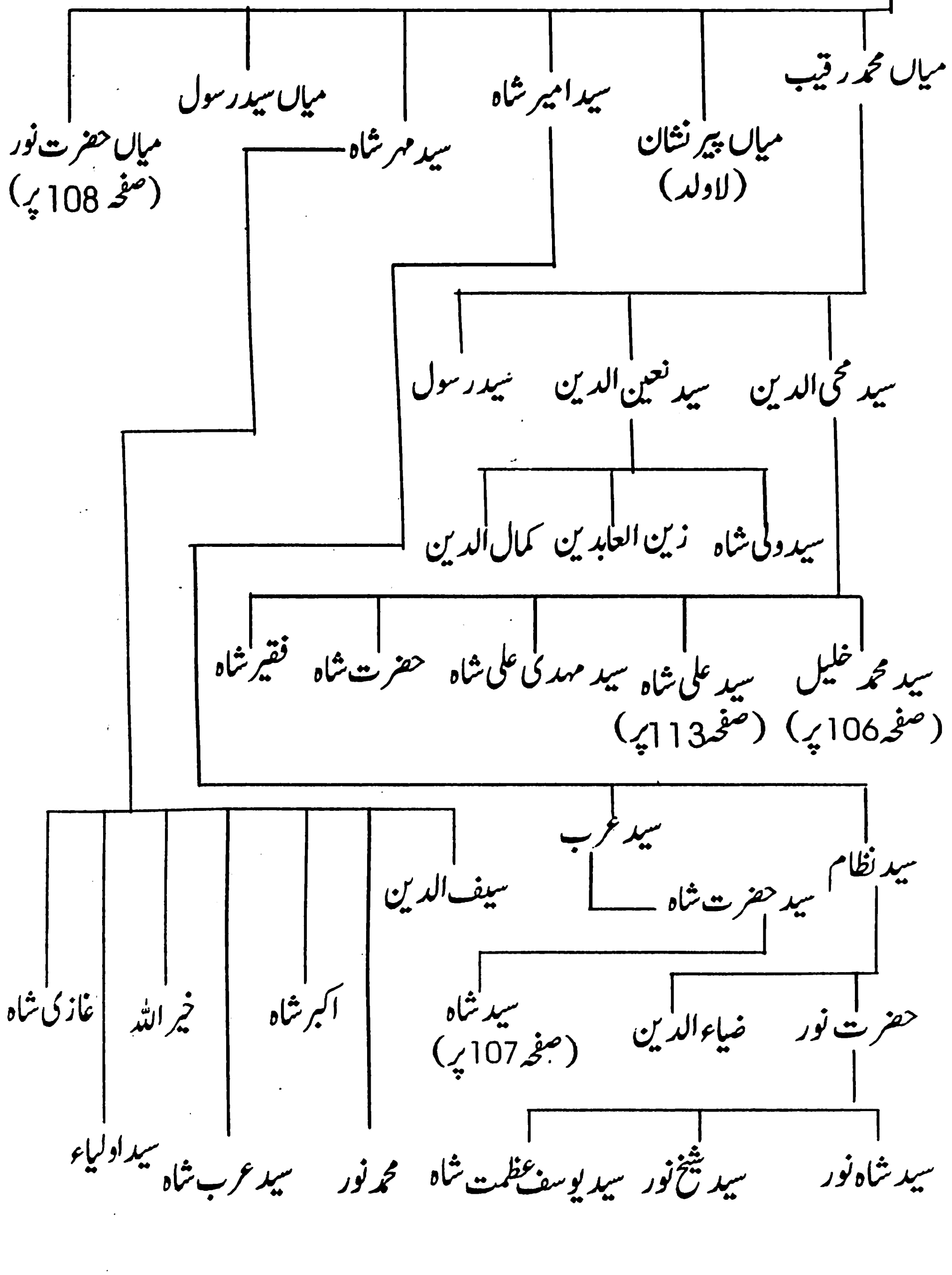
میاں محمد رقیب
میاں پیر نشان
(لاولد)
سید امیر شاہ
سید مہر شاہ
میاں سید رسول
میاں حضرت نور
(صفحہ 108 پر)
سید محی الدین
سید نعین الدین
سید رسول
سید ولی شاہ
زین العابدین
کمال الدین
سید محمد خلیل
(صفحہ 106 پر)
سید علی شاہ
(صفحہ 113 پر)
سید مہدی علی شاہ
حضرت شاہ
فقیر شاہ
سید نظام
سید عرب
سید حضرت شاہ
سیف الدین
حضرت نور
ضیاء الدین
سید شاہ
(صفحہ 107 پر)
اکبر شاہ
خیر اللہ
غازی شاہ
سید شاہ نور
سید شیخ نور
سید یوسف
عظمت شاہ
محمد نور
سید عرب شاہ
سید اولیاء

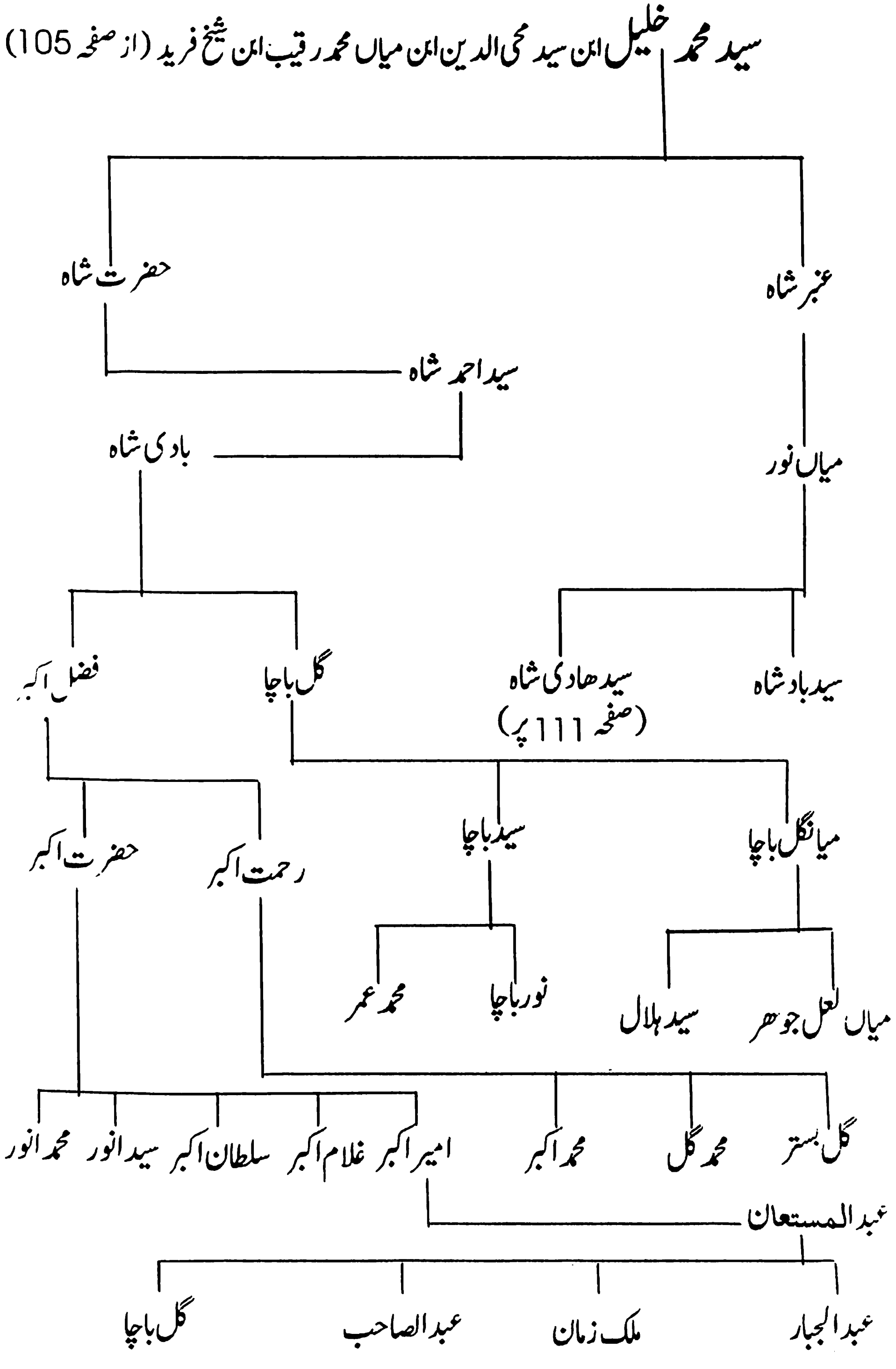
سید محمد خلیل ابن سید محی الدین ابن میاں محمد رقیب ابن شیخ فرید (از صفحہ 105)
عنبر شاہ
حضرت شاہ
میاں نور
سید احمد شاہ
بادی شاہ
سید بادشاہ
سید ھادی شاہ (صفحہ 111 پر)
گل باچا
فضل اکبر
میانگل باچا
سید باچا
رحمت اکبر
حضرت اکبر
میاں لعل جوھر
سید ہلال
نور باچا
محمد عمر
گل بستر
محمد گل
محمد اکبر
امیر اکبر
غلام اکبر
سلطان اکبر
سید انور
محمد انور
عبدالمستعان
عبدالجبار
ملک زمان
عبدالصاحب
گل باچا

(از صفحہ ۱۰۵)

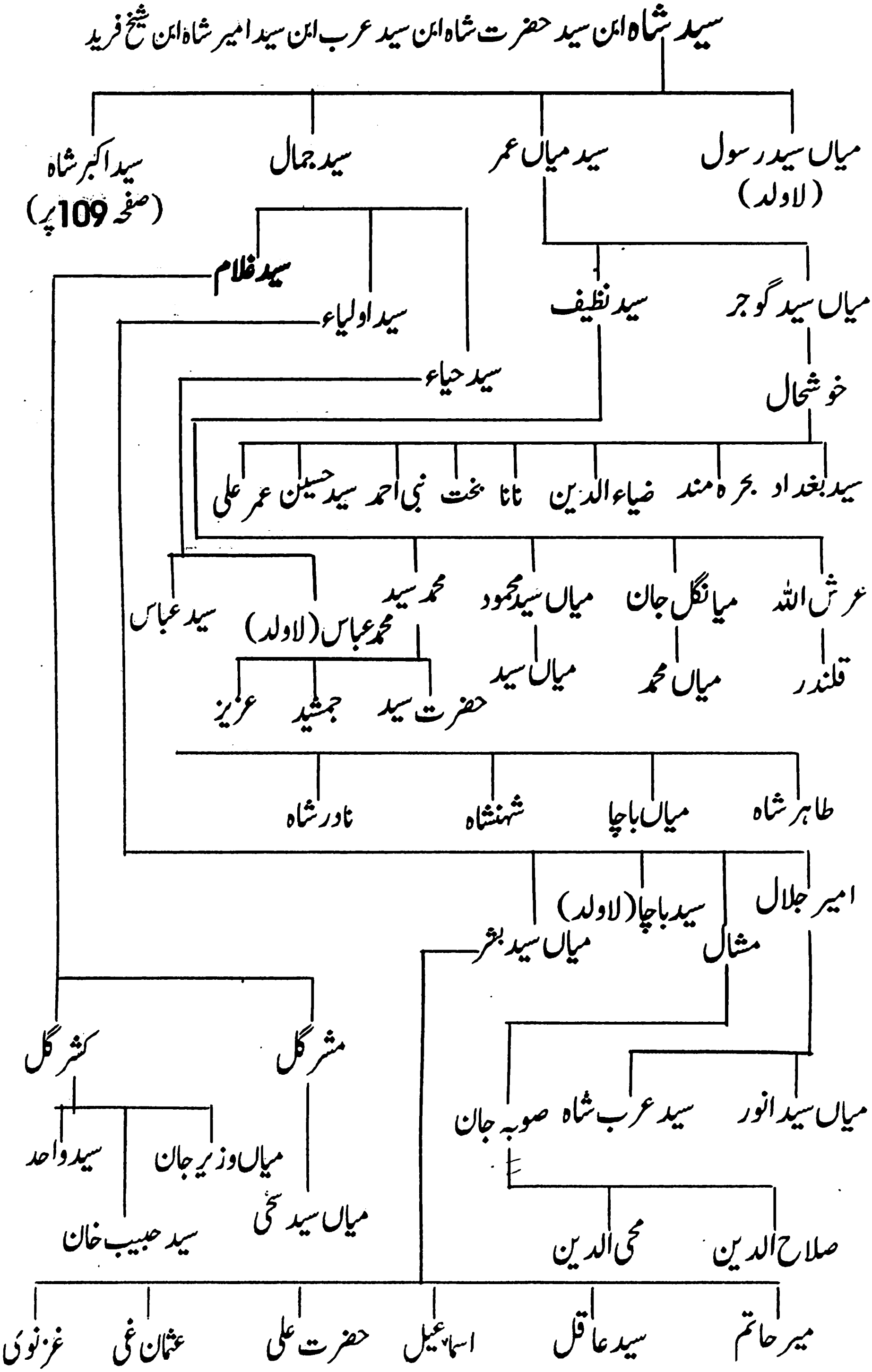
سید شاہ ابن سید حضرت شاہ ابن سید عرب ابن سید امیر شاہ ابن شیخ فرید
میاں سید رسول
(لاولد)
سید میاں عمر
سید جمال
سید اکبر شاہ
(صفحہ 109 پر)
میاں سید گوجر
سید نظیف
خوشحال
سید غلام
سید اولیاء
سید حیاء
سید بغداد
بحرہ مند
ضیاء الدین
نانا
بخت
نبی احمد
سید حسین
عمر علی
عرش اللہ
میانگل جان
میاں سید محمود
محمد سید
قلندر
میاں محمد
میاں سید
سید عباس
محمد عباس (لاولد)
حضرت سید
جمشید
عزیز
طاہر شاہ
میاں باچا
شہنشاہ
نادر شاہ
امیر جلال
مشال
سید باچا (لاولد)
میاں سید بشر
مشر گل
کشر گل
میاں سید انور
سید عرب شاہ
صوبہ جان
میاں وزیر جان
سید واحد
سید حبیب خان
میاں سید سخی
صلاح الدین
محی الدین
میر حاتم
سید عاقل
اسماعیل
حضرت علی
عثمان غی
غزنوی

میاں حضرت نور ابن شیخ فرید ابن میاں سید قاسمؒ (از صفحہ 105)

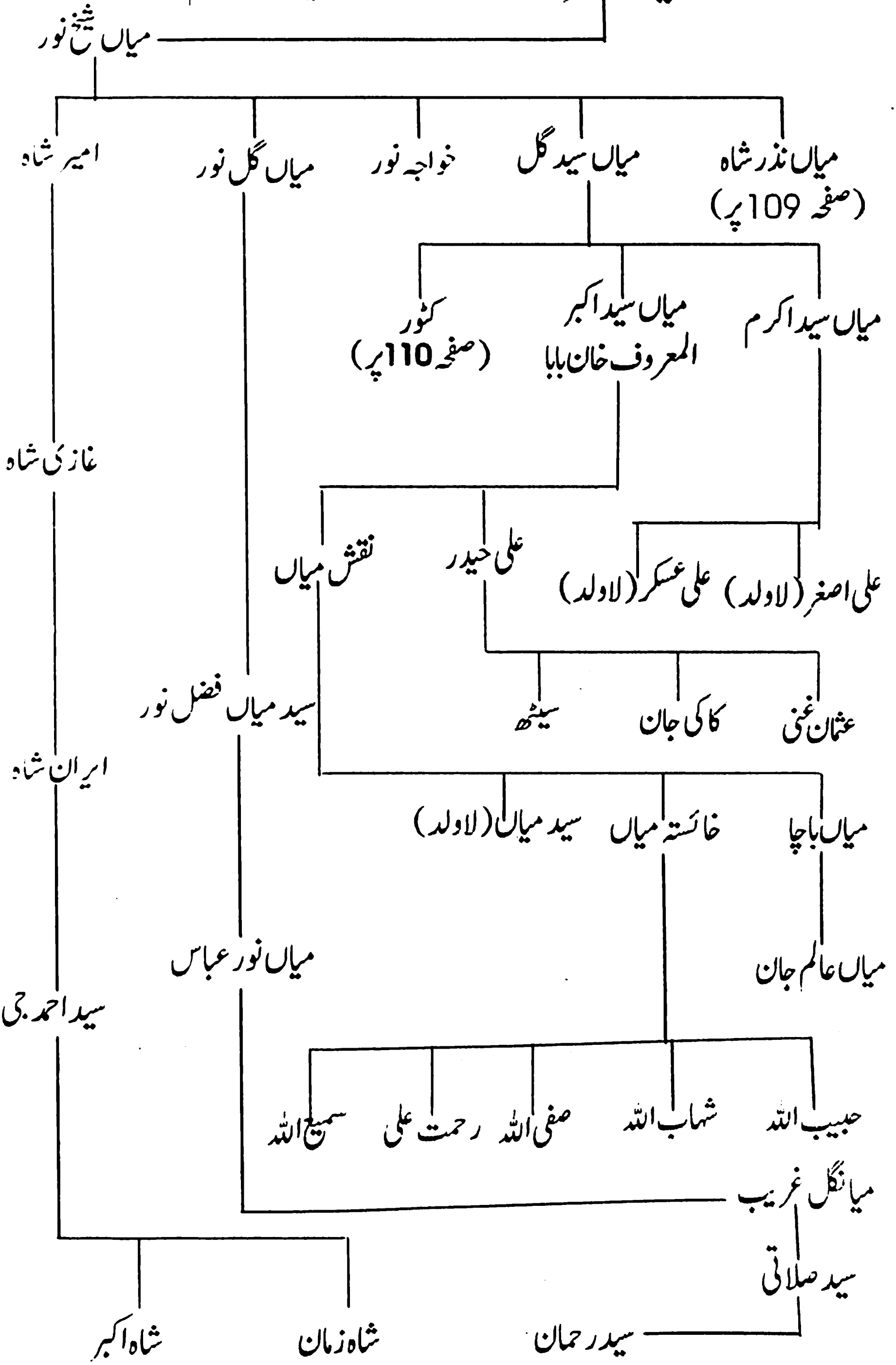
میاں شیخ نور
میاں نذر شاہ
(صفحہ 109 پر)
میاں سید گل
خواجہ نور
میاں گل نور
امیر شاہ
میاں سید اکرم
میاں سید اکبر
المعروف خان بابا
کٹور
(صفحہ 110 پر)
غازی شاہ
علی حیدر
نقش میاں
علی اصغر (لاولد)
علی عسکر (لاولد)
عثمان غنی
کاکی جان
سیٹھ
سید میاں فضل نور
ایران شاہ
میاں باچا
خائستہ میاں
سید میاں (لاولد)
میاں نور عباس
میاں عالم جان
سید احمد جی
حبیب اللہ
شہاب اللہ
صفی اللہ
رحمت علی
سمیع اللہ
میانگل غریب
سید صلاتی
سید رحمان
شاہ زمان
شاہ اکبر

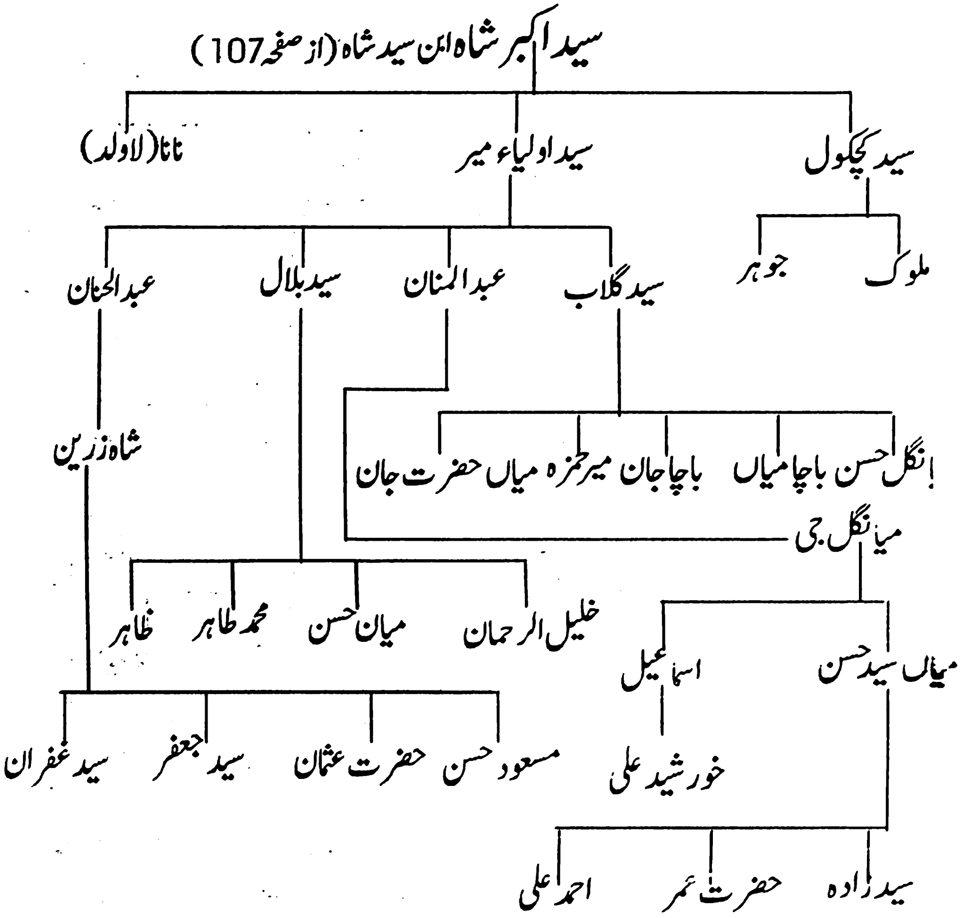
سید اکبر شاہ ابن سید شاہ (از صفحہ 107)
سید کچکول
سید اولیاء میر
نانا (لاولد)
ملوک
جوہر
سید گلاب
عبدالمنان
سید بلال
عبدالحنان
انگل حسن
باچا میاں
باچا جان
میر حمزہ
میاں حضرت جان
میانگل جی
شاہ زرین
خلیل الرحمان
میاں حسن
محمد طاہر
ظاہر
میاں سید حسن
اسماعیل
مسعود حسن
حضرت عثمان
سید جعفر
سید غفران
خورشید علی
سید زادہ
حضرت عمر
احمد علی

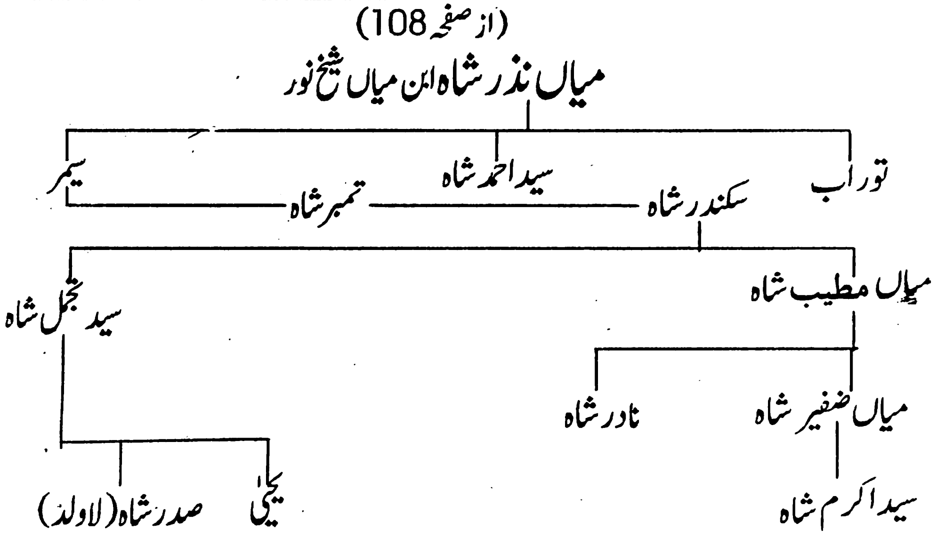
(از صفحہ 108)
میاں نذر شاہ ابن میاں شیخ نور
توراب
سید احمد شاہ
سیمر
سکندر شاہ
تمبر شاہ
میاں مطیب شاہ
سید تجمل شاہ
میاں ضفیر شاہ
نادر شاہ
سید اکرم شاہ
یحییٰ
صدر شاہ (لاولد)

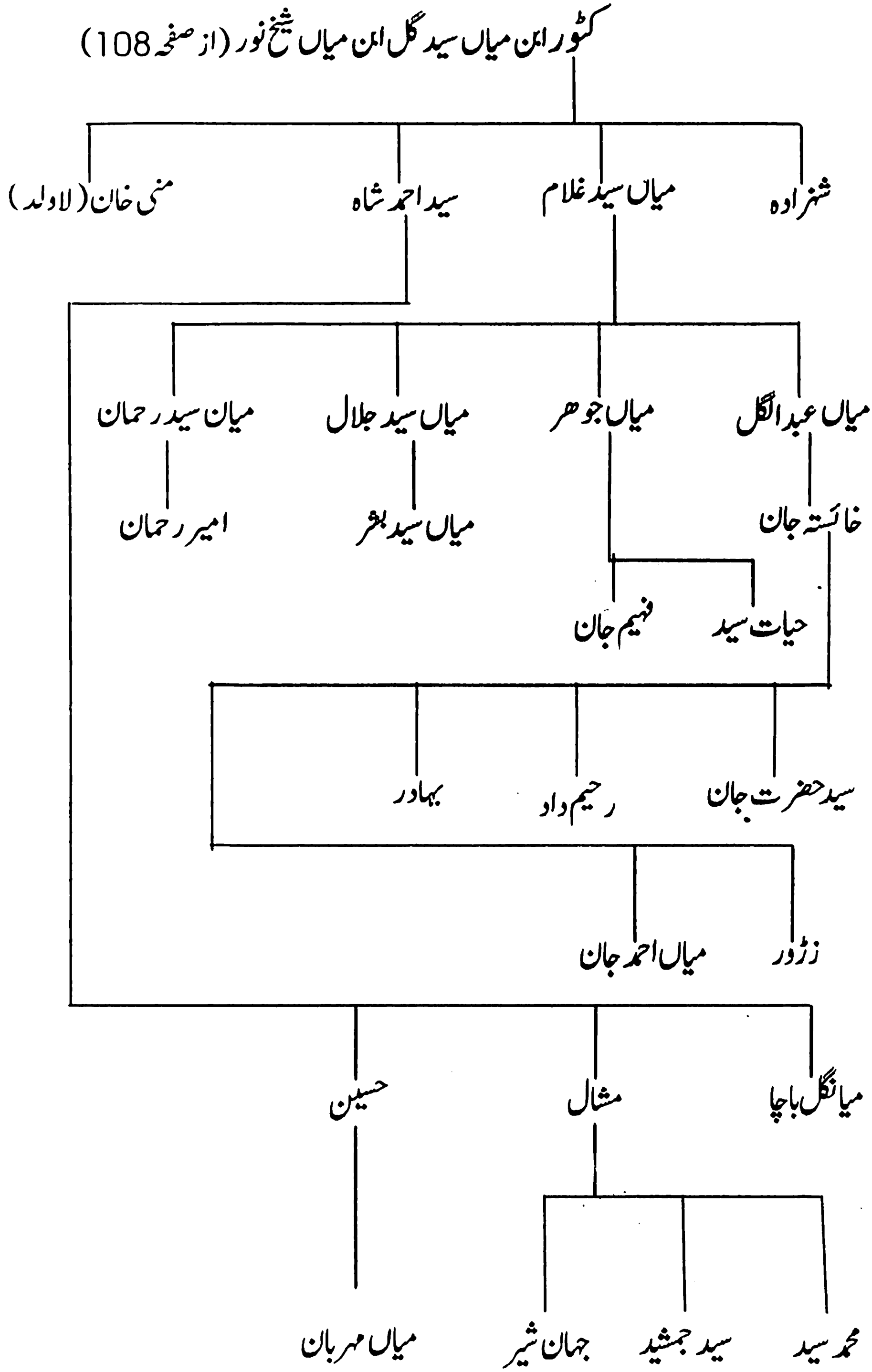
کٹور ابن میاں سید گل ابن میاں شیخ نور (از صفحہ 108)
شہزادہ
میاں سید غلام
سید احمد شاہ
منی خان (لاولد)
میاں عبدالگل
میاں جوھر
میاں سید جلال
میاں سید رحمان
خائستہ جان
میاں سید بشر
امیر رحمان
حیات سید
فہیم جان
سید حضرت جان
رحیم داد
بہادر
زڑور
میاں احمد جان
میانگل باچا
مشال
حسین
محمد سید
سید جمشید
جہان شیر
میاں مہربان

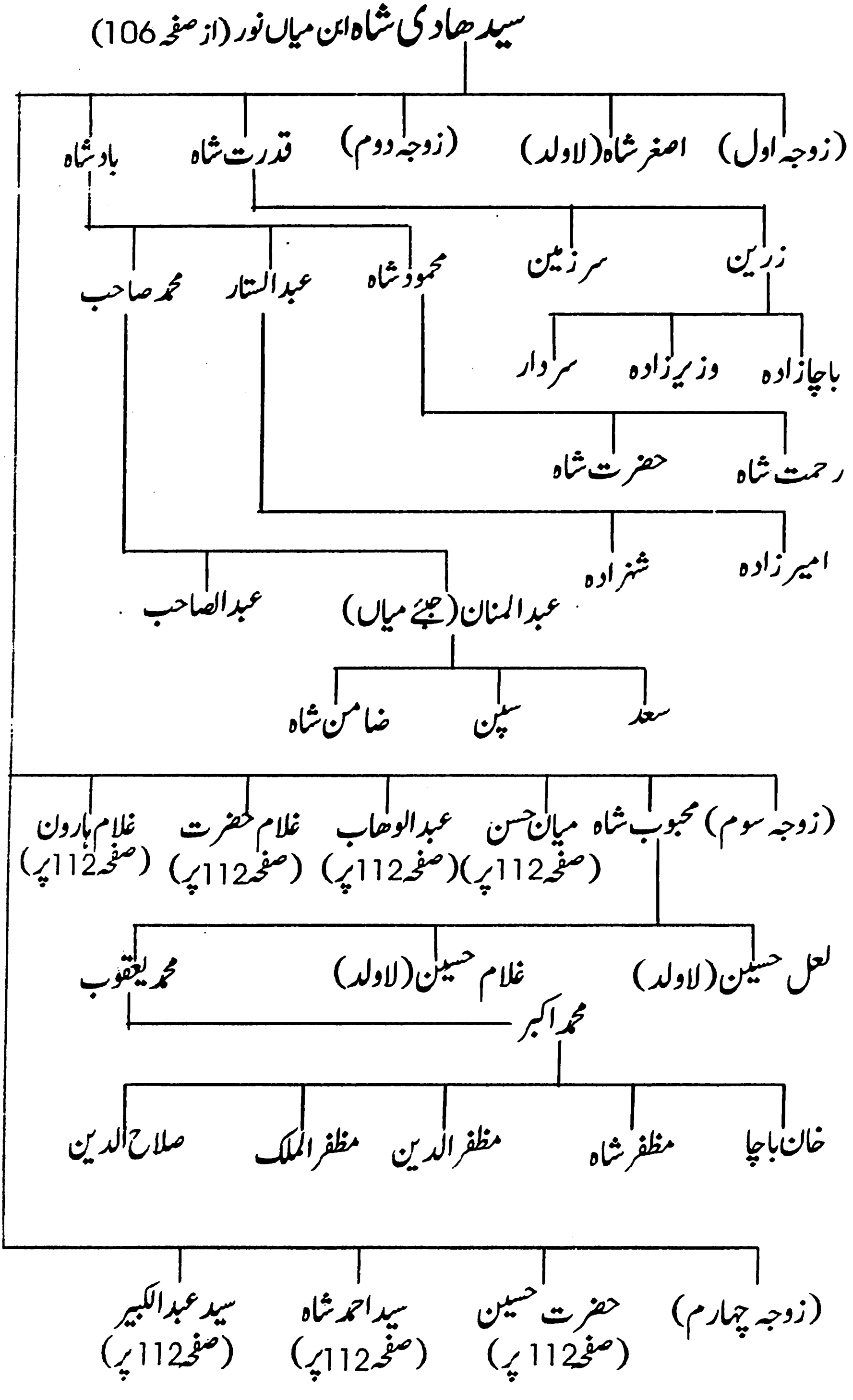
سید ھادی شاہ ابن میاں نور (از صفحہ 106)
(زوجہ اول)
اصغر شاہ (لاولد)
(زوجہ دوم)
قدرت شاہ
بادشاہ
زرین
سرزمین
محمود شاہ
عبدالستار
محمد صاحب
باچازادہ
وزیرزادہ
سردار
رحمت شاہ
حضرت شاہ
امیرزادہ
شہزادہ
عبدالمنان (جبئے میاں)
عبدالصاحب
سعد
سپن
ضامن شاہ
(زوجہ سوم)
محبوب شاہ
میاں حسن (صفحہ 112 پر)
عبدالوھاب (صفحہ 112 پر)
غلام حضرت (صفحہ 112 پر)
غلام ہارون (صفحہ 112 پر)
لعل حسین (لاولد)
غلام حسین (لاولد)
محمد یعقوب
محمد اکبر
خان باچا
مظفر شاہ
مظفر الدین
مظفر الملک
صلاح الدین
(زوجہ چہارم)
حضرت حسین (صفحہ 112 پر)
سید احمد شاہ (صفحہ 112 پر)
سید عبدالکبیر (صفحہ 112 پر)

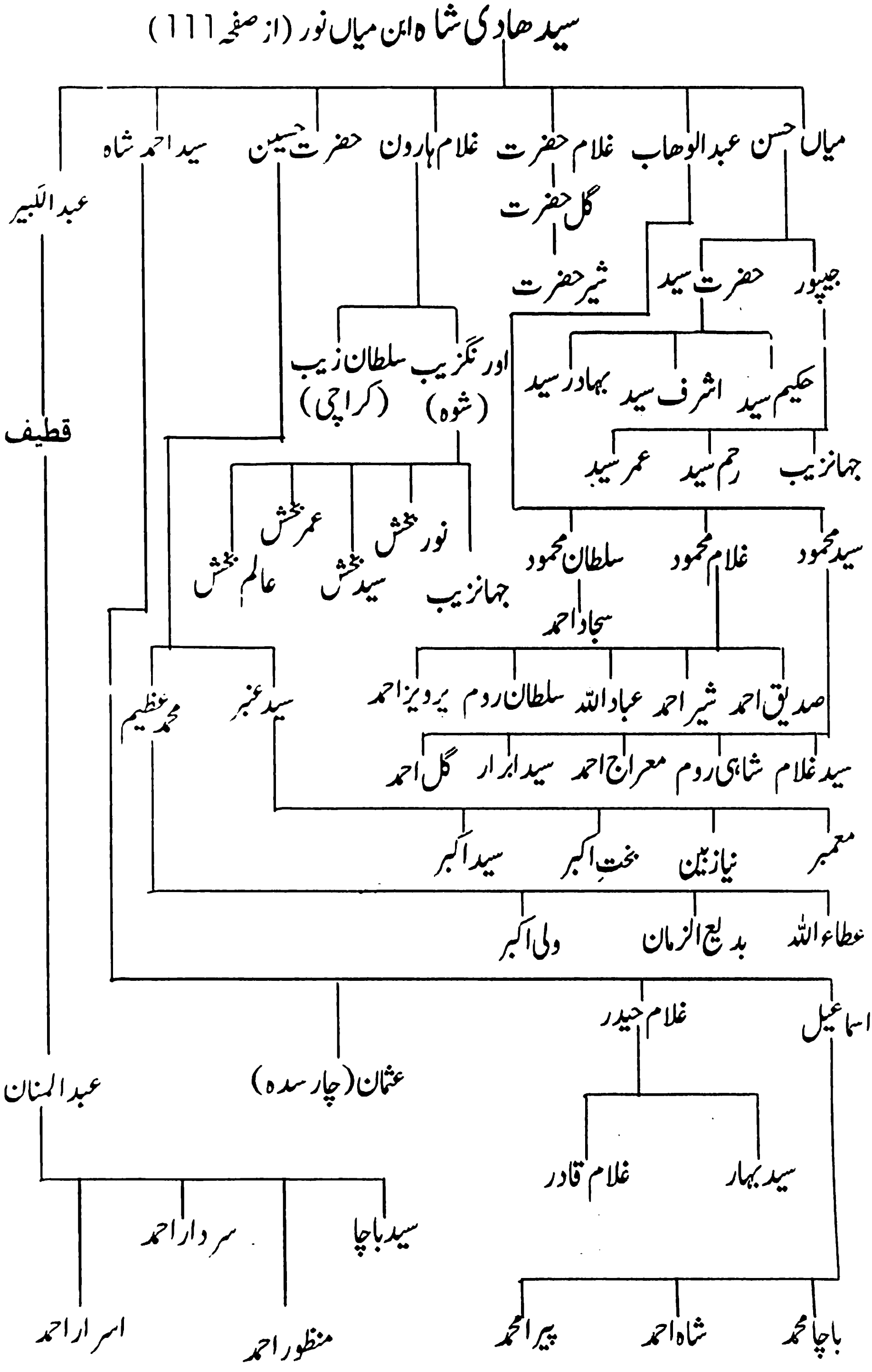
سید ہادی شاہ ابن میاں نور (از صفحہ ۱۱۱)
میاں حسن
عبدالوہاب
غلام حضرت
غلام ہارون
حضرت حسین
سید احمد شاہ
عبدالکبیر
گل حضرت
شیر حضرت
جیپور
حضرت سید
حکیم سید
اشرف سید
بہادر سید
جہانزیب
رحم سید
عمر سید
سید محمود
غلام محمود
سلطان محمود
سجاد احمد
صدیق احمد
شیر احمد
عباداللہ
سلطان روم
پرویز احمد
سید غلام
شاہی روم
معراج احمد
سید ابرار
گل احمد
اورنگزیب (شوہ)
سلطان زیب (کراچی)
نور بخش
عمر بخش
جہانزیب
سید بخش
عالم بخش
قطیف
سید عنبر
محمد عظیم
معمبر
نیازبین
بختِ اکبر
سید اکبر
عطاءاللہ
بدیع الزمان
ولی اکبر
اسماعیل
غلام حیدر
عثمان (چارسدہ)
سید بہار
غلام قادر
باچا محمد
شاہ احمد
پیر محمد
عبدالمنان
سید باچا
سردار احمد
منظور احمد
اسرار احمد

(از صفحہ 105)

سید علی شاہ ابن سید محی الدین ابن میاں محمد رقیب (سادات جنگون)

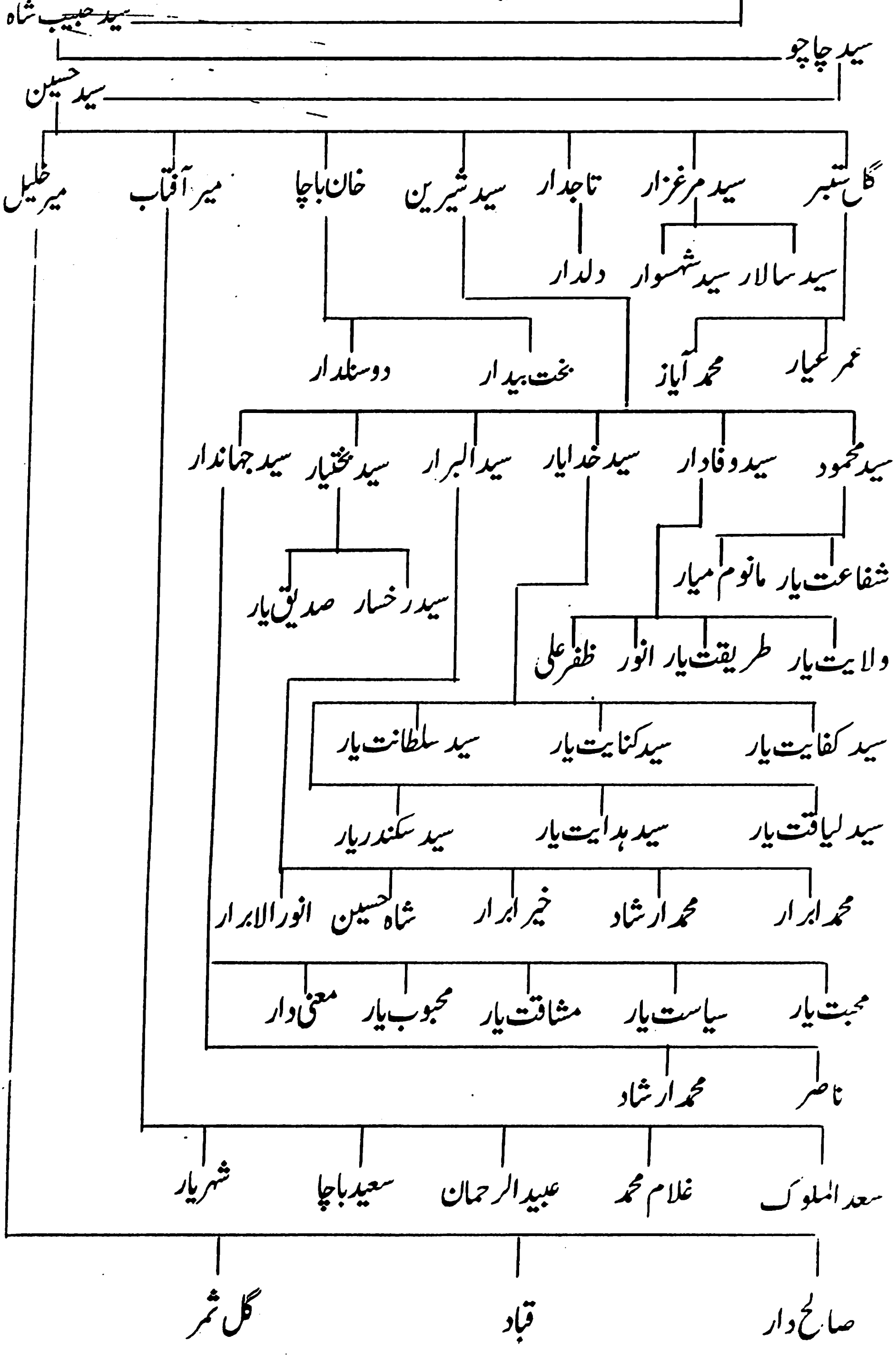
سید حبیب شاہ
سید چاچو
سید حسین
گل ستبر
سید مرغزار
تاجدار
سید شیرین
خان باچا
میر آفتاب
میر خلیل
سید سالار
سید شہسوار
دلدار
عمر عیار
محمد آیاز
بخت بیدار
دوسلدار
سید محمود
سید وفادار
سید خدایار
سید البرار
سید مختیار
سید جہاندار
شفاعت یار
مانوم میار
سید رخسار
صدیق یار
ولایت یار
طریقت یار
انور
ظفر علی
سید کفایت یار
سید کنایت یار
سید سلطانت یار
سید لیاقت یار
سید ہدایت یار
سید سکندر یار
محمد ابرار
محمد ارشاد
خیر ابرار
شاہ حسین
انور الابرار
محبت یار
سیاست یار
مشاقت یار
محبوب یار
معنی دار
ناصر
محمد ارشاد
سعد الملوک
غلام محمد
عبید الرحمان
سعید باچا
شہریار
صالح دار
قباد
گل ثمر

(از صفحہ 100)

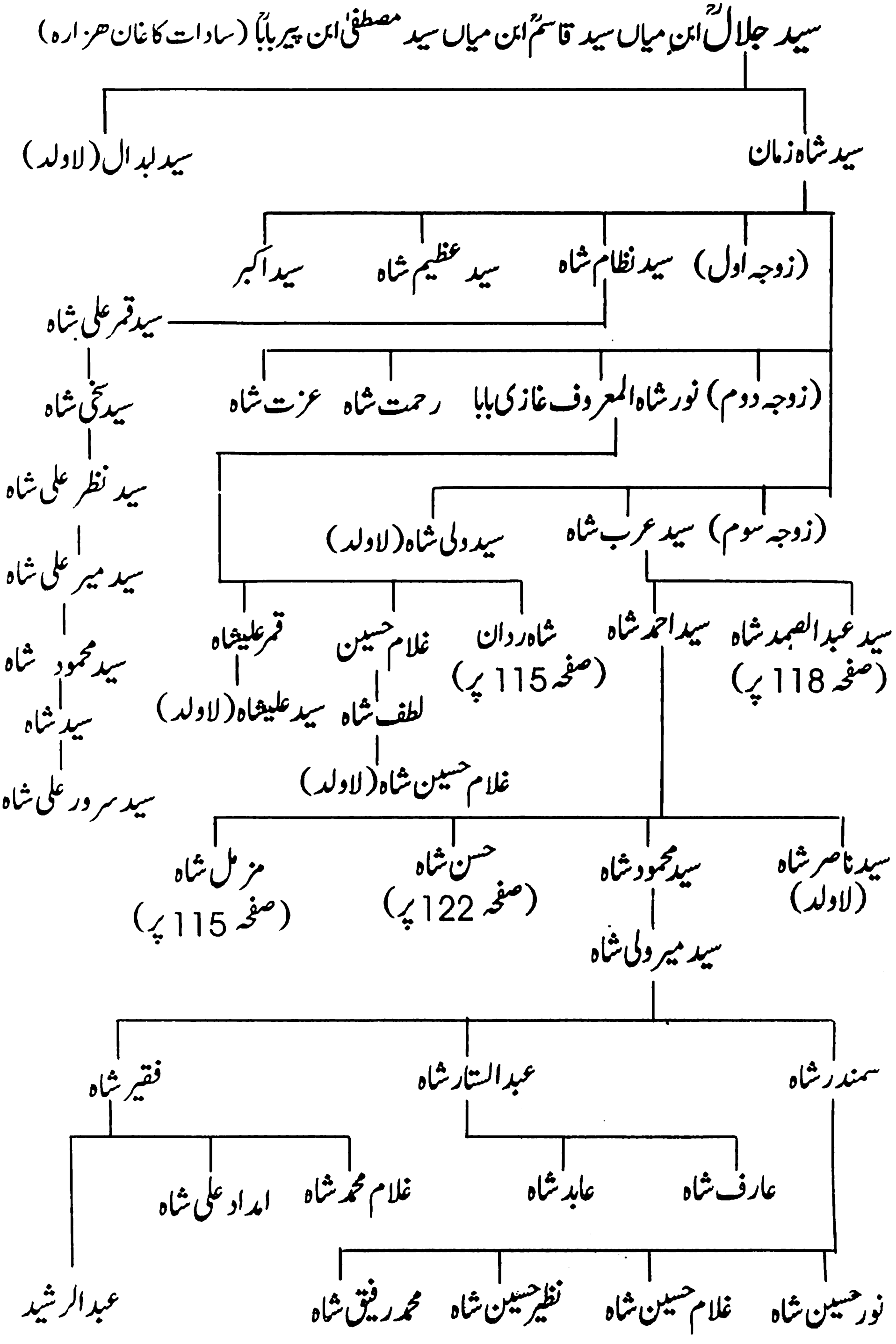
سید جلالؒ ابن میاں سید قاسمؒ ابن میاں سید مصطفیٰؒ ابن پیر باباؒ (سادات کاغان ھزارہ)
سید شاہ زمان
سید لبد ال (لاولد)
(زوجہ اول) سید نظام شاہ
سید عظیم شاہ
سید اکبر
سید قمر علی شاہ
سید سخی شاہ
سید نظر علی شاہ
سید میر علی شاہ
سید محمود شاہ
سید شاہ
سید سرور علی شاہ
(زوجہ دوم) نور شاہ المعروف غازی بابا
رحمت شاہ
عزت شاہ
(زوجہ سوم) سید عرب شاہ
سید ولی شاہ (لاولد)
شاہ ردان (صفحہ 115 پر)
غلام حسین
قمر علیشاہ
سید علیشاہ (لاولد)
لطف شاہ
غلام حسین شاہ (لاولد)
سید عبدالصمد شاہ (صفحہ 118 پر)
سید احمد شاہ
سید ناصر شاہ (لاولد)
سید محمود شاہ
سید میر ولی شاہ
حسن شاہ (صفحہ 122 پر)
مزمل شاہ (صفحہ 115 پر)
سمندر شاہ
عبدالستار شاہ
فقیر شاہ
عارف شاہ
عابد شاہ
غلام محمد شاہ
امداد علی شاہ
عبدالرشید
نور حسین شاہ
غلام حسین شاہ
نظیر حسین شاہ
محمد رفیق شاہ

شاہ روان ابن نور شاہ ابن سید شاہ زمان ابن سید جلال (از صفحہ 114)

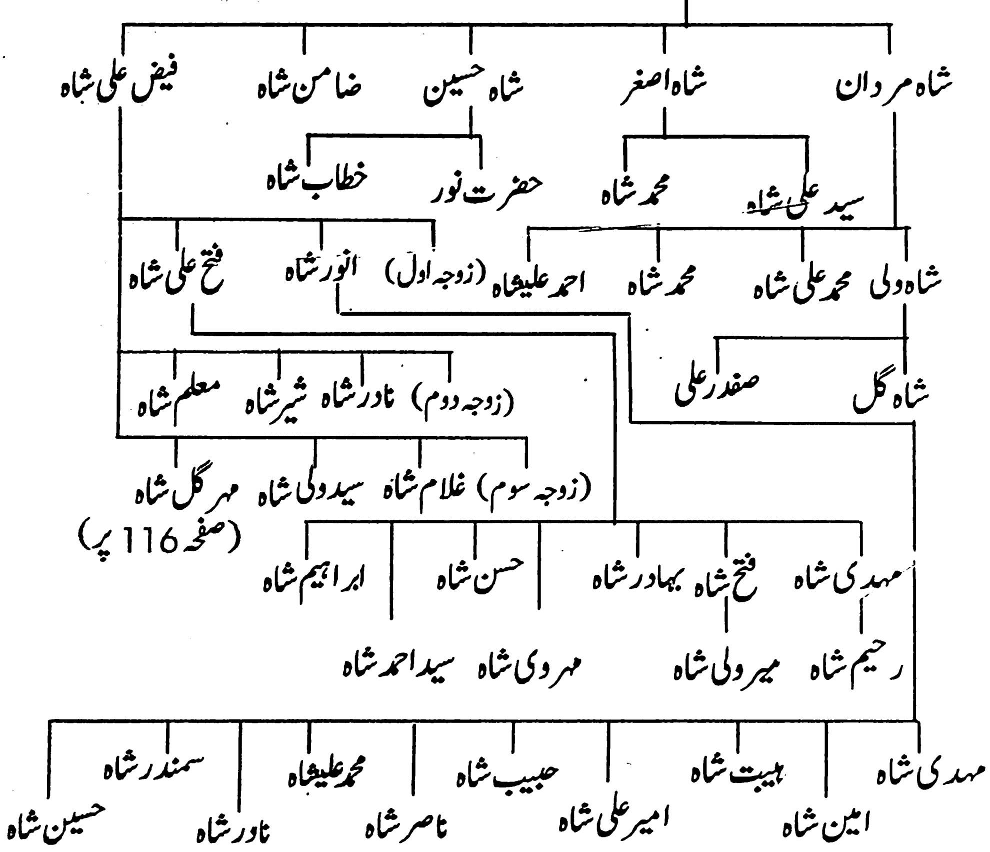
شاہ مردان
شاہ اصغر
شاہ حسین
ضامن شاہ
فیض علی شاہ
سید علی شاہ
محمد شاہ
حضرت نور
خطاب شاہ
شاہ ولی
محمد علی شاہ
محمد شاہ
احمد علیشاہ
(زوجہ اول)
انور شاہ
فتح علی شاہ
شاہ گل
صفدر علی
(زوجہ دوم)
نادر شاہ
شیر شاہ
معلم شاہ
(زوجہ سوم)
غلام شاہ
سید ولی شاہ
مہر گل شاہ
(صفحہ 116 پر)
مہدی شاہ
فتح شاہ
بہادر شاہ
حسن شاہ
ابراہیم شاہ
رحیم شاہ
میر ولی شاہ
مہروی شاہ
سید احمد شاہ
مہدی شاہ
امین شاہ
ہیبت شاہ
امیر علی شاہ
حبیب شاہ
ناصر شاہ
محمد علیشاہ
نادر شاہ
سمندر شاہ
حسین شاہ

(از صفحہ 114)

مزمل شاہ ابن سید احمد شاہ ابن سید عرب شاہ ابن سید شاہ زمان ابن سید جلالؒ

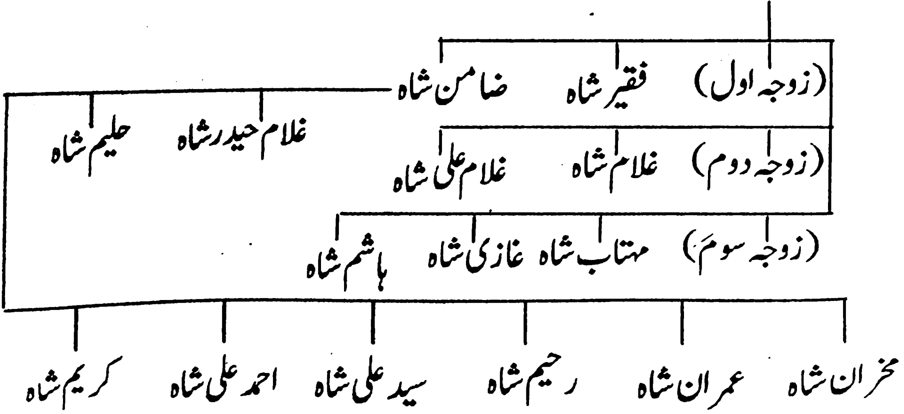
(زوجہ اول)
فقیر شاہ
ضامن شاہ
غلام حیدر شاہ
حلیم شاہ
(زوجہ دوم)
غلام شاہ
غلام علی شاہ
(زوجہ سوم)
مہتاب شاہ
غازی شاہ
ہاشم شاہ
مخران شاہ
عمران شاہ
رحیم شاہ
سید علی شاہ
احمد علی شاہ
کریم شاہ

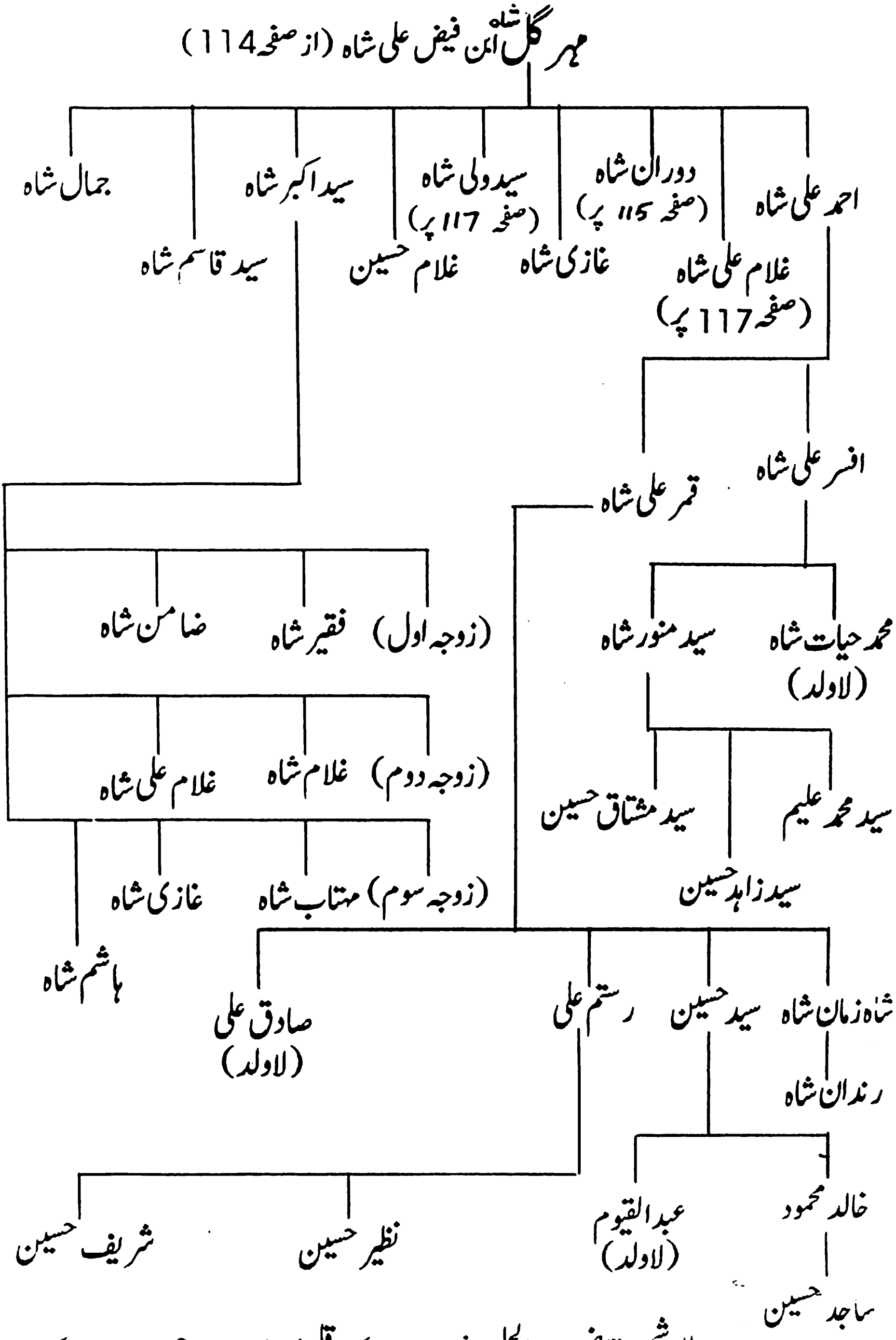
مہر گل شاہ ابن فیض علی شاہ (از صفحہ 114)
احمد علی شاہ
دوران شاہ (صفحہ 115 پر)
سید ولی شاہ (صفحہ 117 پر)
سید اکبر شاہ
جمال شاہ
غلام علی شاہ (صفحہ 117 پر)
غازی شاہ
غلام حسین
سید قاسم شاہ
افسر علی شاہ
قمر علی شاہ
محمد حیات شاہ (لاولد)
سید منور شاہ
سید محمد علیم
سید زاہد حسین
سید مشتاق حسین
(زوجہ اول) فقیر شاہ
ضامن شاہ
(زوجہ دوم) غلام شاہ
غلام علی شاہ
(زوجہ سوم) مہتاب شاہ
غازی شاہ
ہاشم شاہ
شاہ زمان شاہ
رندان شاہ
سید حسین
رستم علی
صادق علی (لاولد)
خالد محمود
ساجد حسین
عبدالقیوم (لاولد)
نظیر حسین
شریف حسین

درجہ بالا شجرہ قاضی عبدالحلیم اثر صاحب کے قلمی کتاب سبط حسین سے لیا گیا ہے۔

مہر گل ابن فیض علی شاہ (از صفحہ 116)

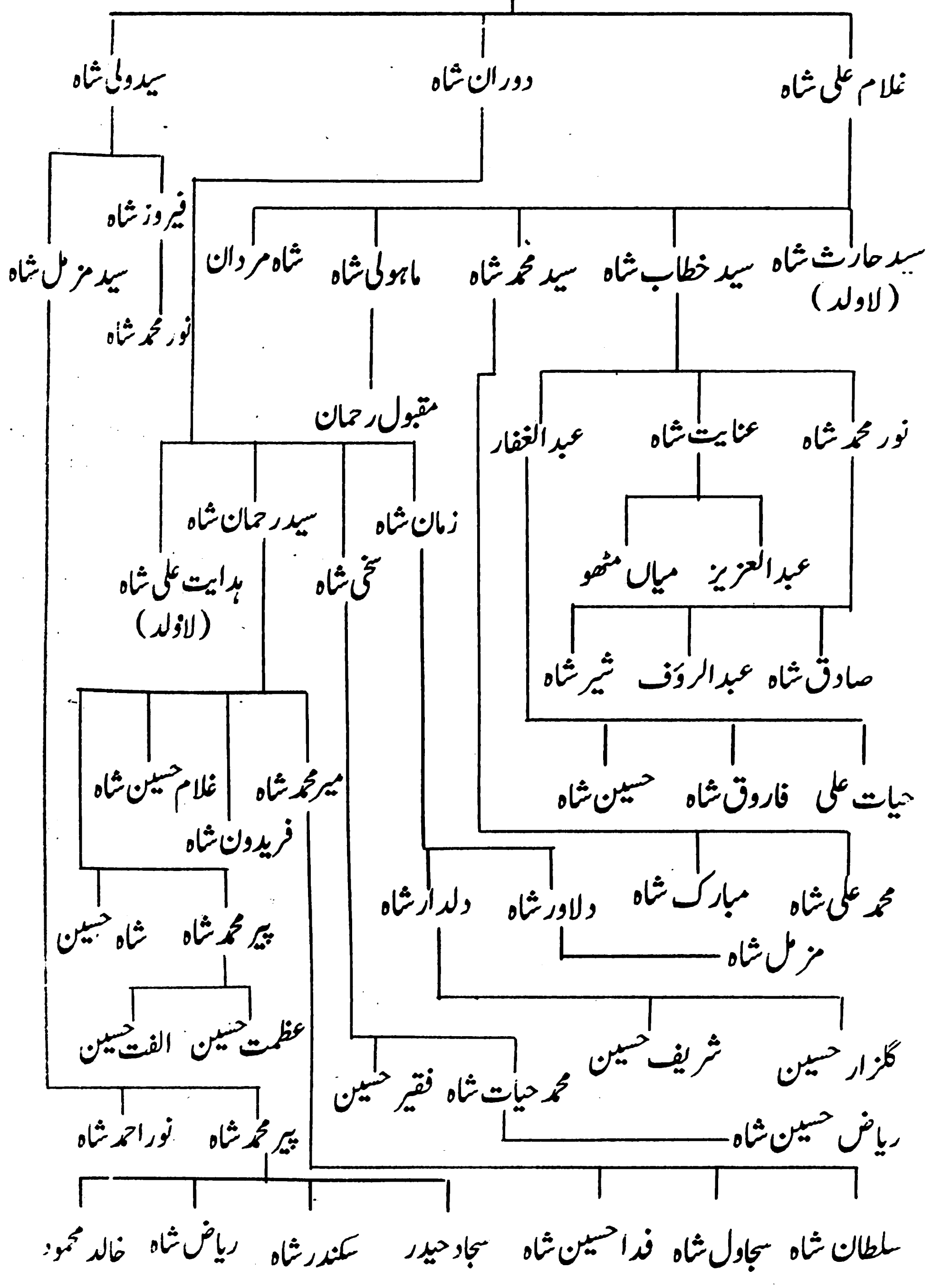
غلام علی شاہ
دوران شاہ
سید ولی شاہ
فیروز شاہ
سید مزمل شاہ
نور محمد شاہ
سید حارث شاہ
(لاولد)
سید خطاب شاہ
سید محمد شاہ
ماہولی شاہ
شاہ مردان
نور محمد شاہ
عنایت شاہ
عبد الغفار
مقبول رحمان
عبد العزیز
میاں مٹھو
زمان شاہ
سید رحمان شاہ
سخی شاہ
ہدایت علی شاہ
(لاولد)
صادق شاہ
عبد الرؤف
شیر شاہ
حیات علی
فاروق شاہ
حسین شاہ
میر محمد شاہ
غلام حسین شاہ
فریدون شاہ
محمد علی شاہ
مبارک شاہ
دلاور شاہ
دلدار شاہ
مزمل شاہ
پیر محمد شاہ
شاہ حسین
عظمت حسین
الفت حسین
گلزار حسین
شریف حسین
محمد حیات شاہ
فقیر حسین
ریاض حسین شاہ
پیر محمد شاہ
نور احمد شاہ
سلطان شاہ
سجاول شاہ
فدا حسین شاہ
سجاد حیدر
سکندر شاہ
ریاض شاہ
خالد محمود

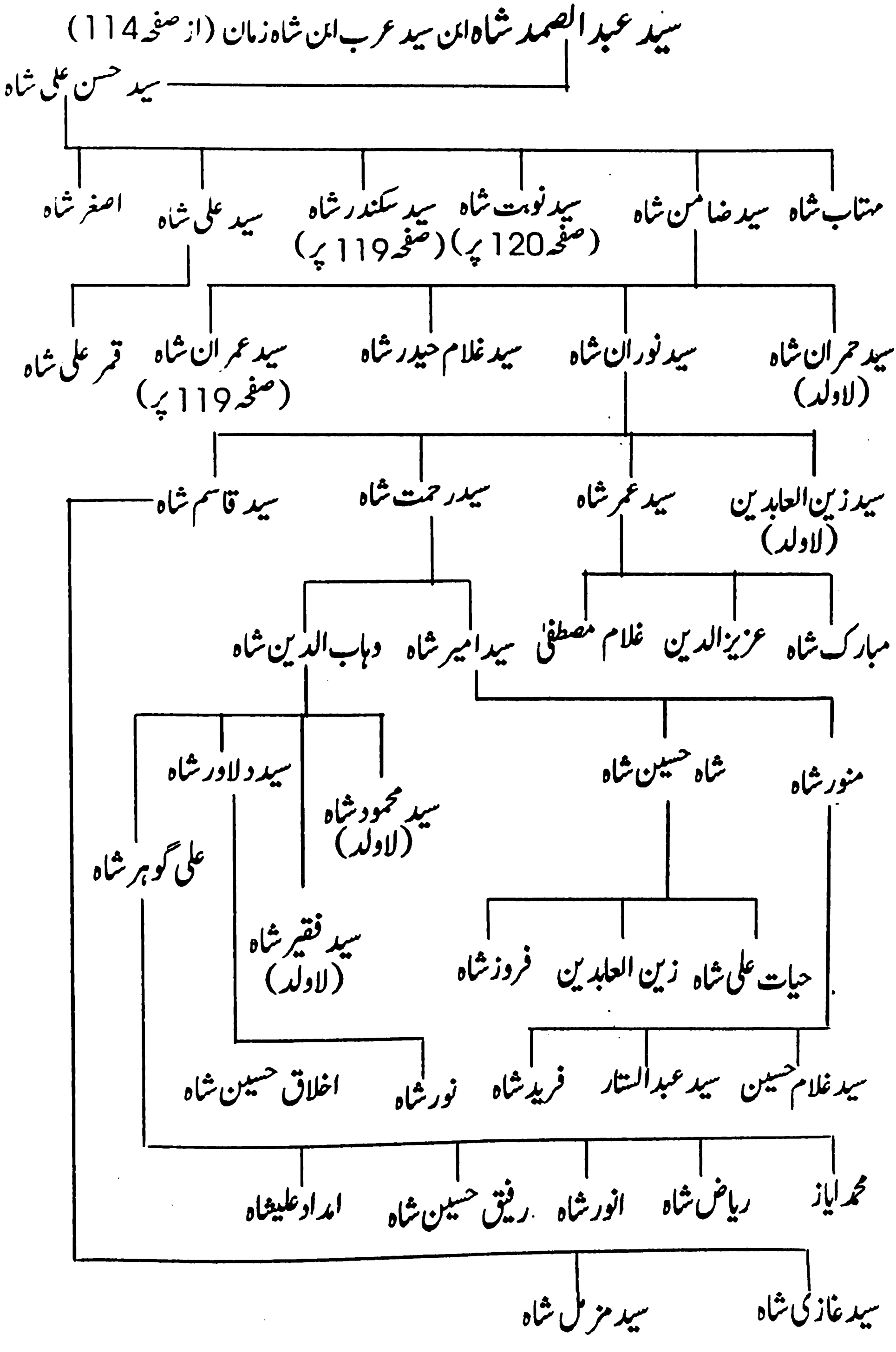
سید عبدالصمد شاہ ابن سید عرب ابن شاہ زمان (از صفحہ 114)
سید حسن علی شاہ
مہتاب شاہ
سید ضامن شاہ
سید نوبت شاہ (صفحہ 120 پر)
سید سکندر شاہ (صفحہ 119 پر)
سید علی شاہ
اصغر شاہ
سید حمران شاہ (لاولد)
سید نوران شاہ
سید غلام حیدر شاہ
سید عمران شاہ (صفحہ 119 پر)
قمر علی شاہ
سید زین العابدین (لاولد)
سید عمر شاہ
سید رحمت شاہ
سید قاسم شاہ
مبارک شاہ
عزیز الدین
غلام مصطفیٰ
سید امیر شاہ
وہاب الدین شاہ
منور شاہ
شاہ حسین شاہ
سید محمود شاہ (لاولد)
سید دلاور شاہ
علی گوہر شاہ
سید فقیر شاہ (لاولد)
حیات علی شاہ
زین العابدین
فیروز شاہ
سید غلام حسین
سید عبدالستار
فرید شاہ
نور شاہ
اخلاق حسین شاہ
محمد ایاز
ریاض شاہ
انور شاہ
رفیق حسین شاہ
امداد علیشاہ
سید غازی شاہ
سید مزمل شاہ

(از صفحہ 118)

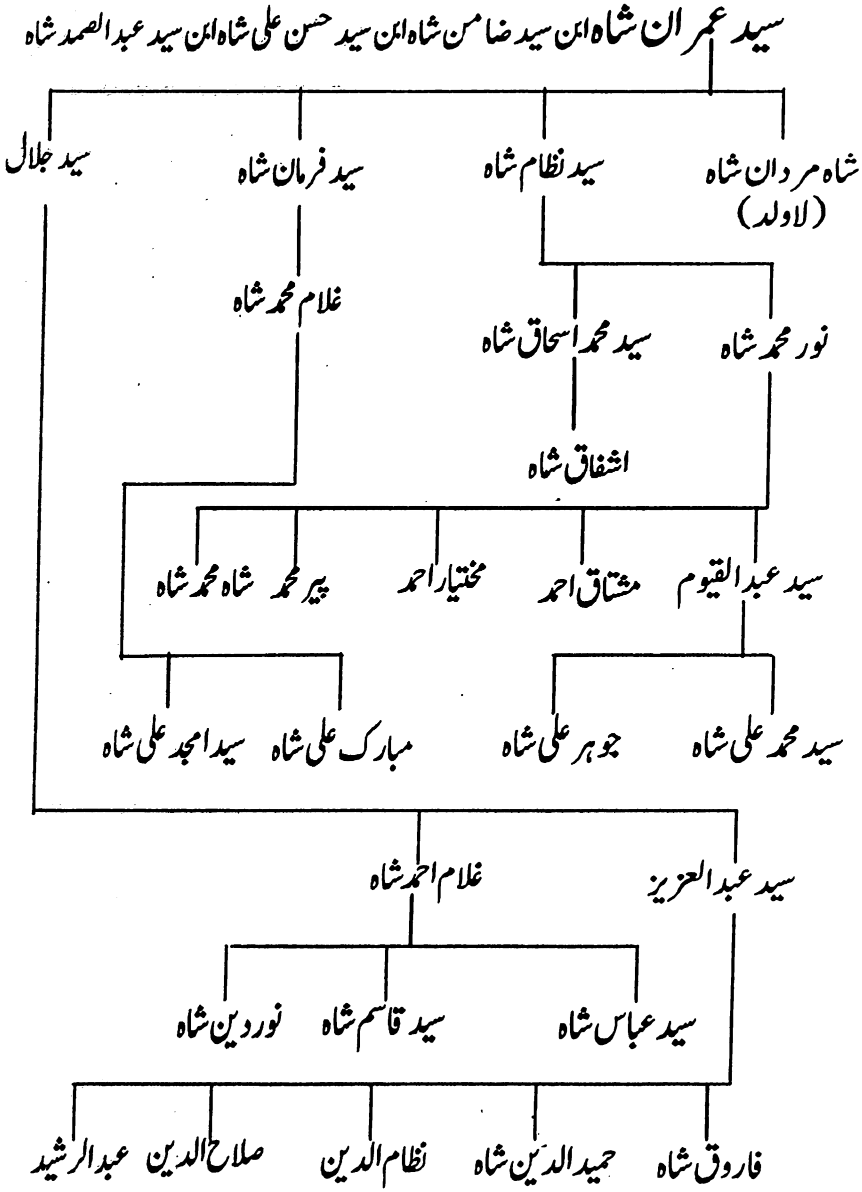
سید عمران شاہ ابن سید ضامن شاہ ابن سید حسن علی شاہ ابن سید عبدالصمد شاہ
شاہ مردان شاہ (لاولد)
سید نظام شاہ
سید فرمان شاہ
سید جلال
نور محمد شاہ
سید محمد اسحاق شاہ
غلام محمد شاہ
اشفاق شاہ
سید عبدالقیوم
مشتاق احمد
مختیار احمد
پیر محمد
شاہ محمد شاہ
سید محمد علی شاہ
جوہر علی شاہ
مبارک علی شاہ
سید امجد علی شاہ
سید عبدالعزیز
غلام احمد شاہ
سید عباس شاہ
سید قاسم شاہ
نوردین شاہ
فاروق شاہ
حمیدالدین شاہ
نظام الدین
صلاح الدین
عبدالرشید

(از صفحہ 118)

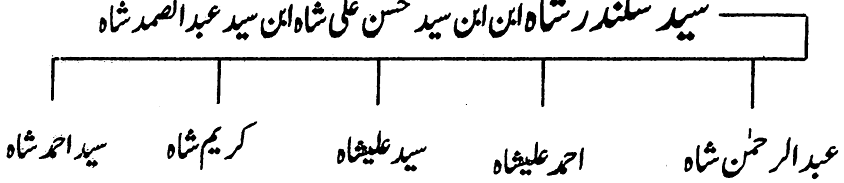
سید سکندر شاہ ابن ابن سید حسن علی شاہ ابن سید عبدالصمد شاہ
عبدالرحمٰن شاہ
احمد علیشاہ
سید علیشاہ
کریم شاہ
سید احمد شاہ

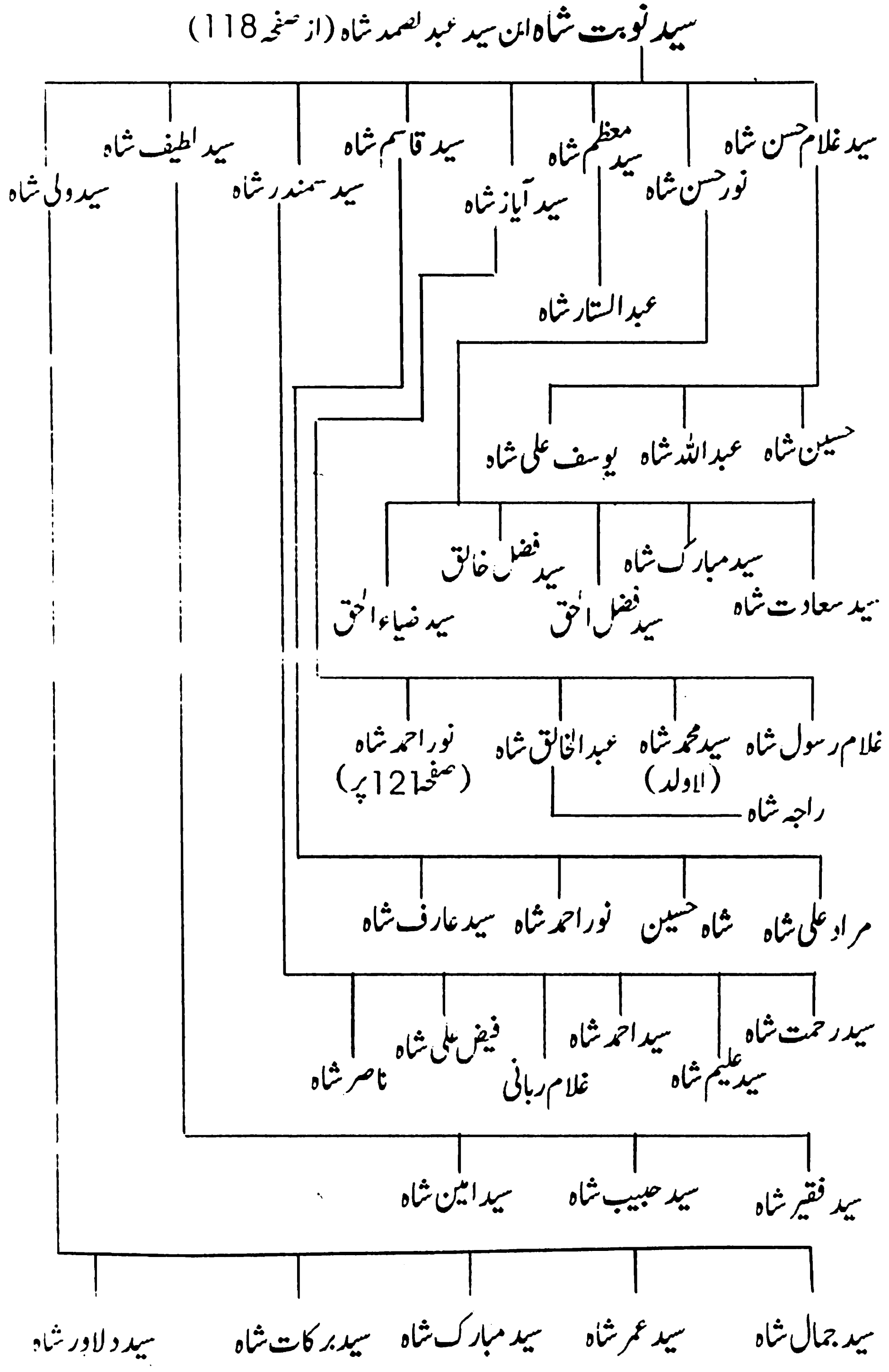
سید نوبت شاہ ابن سید عبدالصمد شاہ (از صفحہ 118)
سید غلام حسن شاہ
نور حسن شاہ
سید معظم شاہ
سید آیاز شاہ
سید قاسم شاہ
سید سمندر شاہ
سید لطیف شاہ
سید ولی شاہ
عبدالستار شاہ
حسین شاہ
عبداللہ شاہ
یوسف علی شاہ
سید سعادت شاہ
سید مبارک شاہ
سید فضل الحق
سید فضل خالق
سید ضیاء الحق
غلام رسول شاہ
سید محمد شاہ
(لاولد)
عبدالخالق شاہ
نور احمد شاہ
(صفحہ 121 پر)
راجہ شاہ
مراد علی شاہ
شاہ حسین
نور احمد شاہ
سید عارف شاہ
سید رحمت شاہ
سید علیم شاہ
سید احمد شاہ
غلام ربانی
فیض علی شاہ
ناصر شاہ
سید فقیر شاہ
سید حبیب شاہ
سید امین شاہ
سید جمال شاہ
سید عمر شاہ
سید مبارک شاہ
سید برکات شاہ
سید دلاور شاہ

نور احمد شاہ ابن سید آیاز شاہ ابن سید نوبت شاہ (از صفحہ 120)

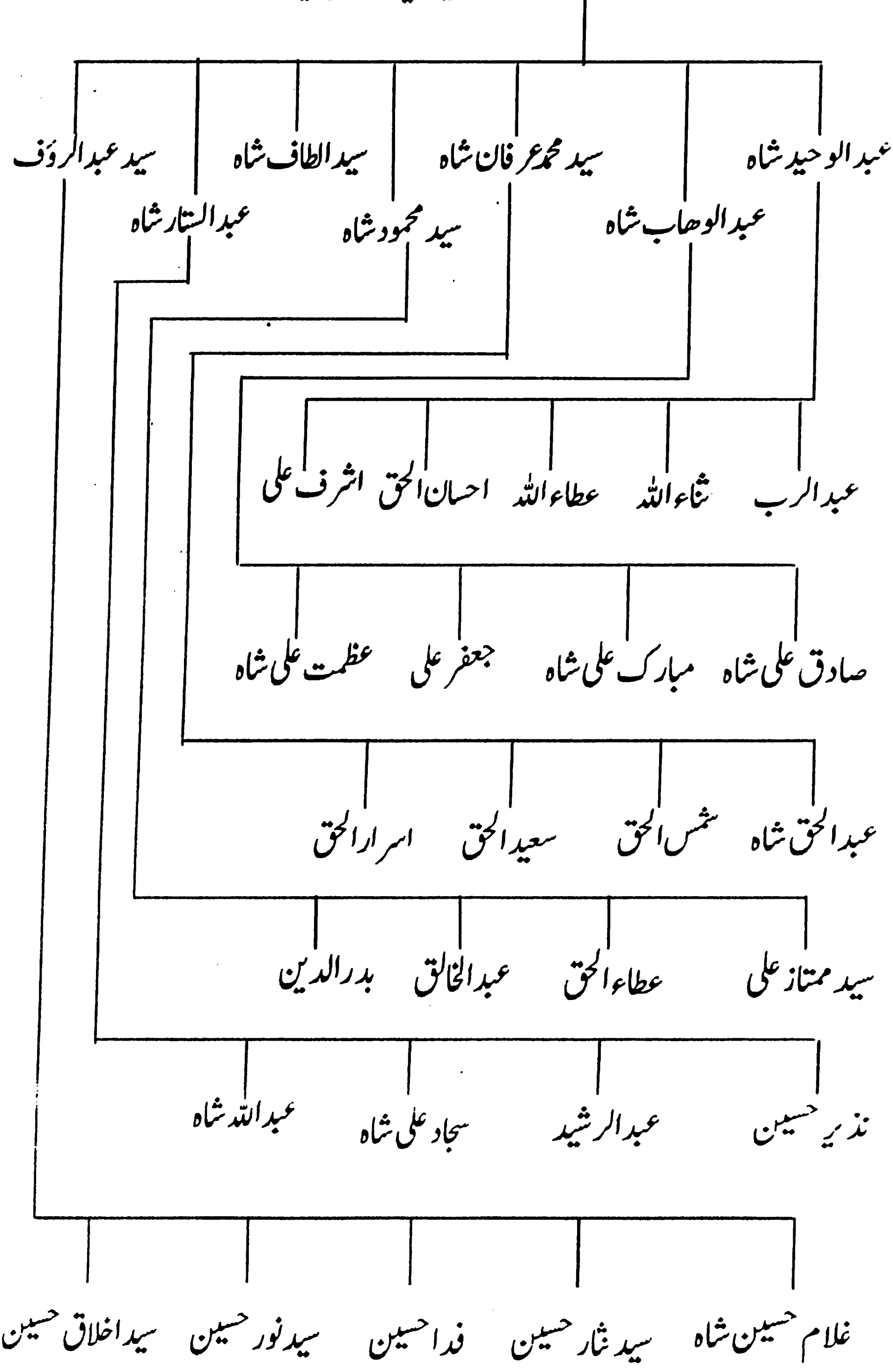
عبدالوحید شاہ
عبدالوہاب شاہ
سید محمد عرفان شاہ
سید محمود شاہ
سید الطاف شاہ
عبدالستار شاہ
سید عبدالرؤف
عبدالرب
ثناء اللہ
عطاء اللہ
احسان الحق
اشرف علی
صادق علی شاہ
مبارک علی شاہ
جعفر علی
عظمت علی شاہ
عبدالحق شاہ
شمس الحق
سعید الحق
اسرار الحق
سید ممتاز علی
عطاء الحق
عبدالخالق
بدرالدین
نذیر حسین
عبدالرشید
سجاد علی شاہ
عبداللہ شاہ
غلام حسین شاہ
سید نثار حسین
فدا حسین
سید نور حسین
سید اخلاق حسین

حسن شاہ ابن سید احمد شاہ ابن سید عرب شاہ (از صفحہ 114)

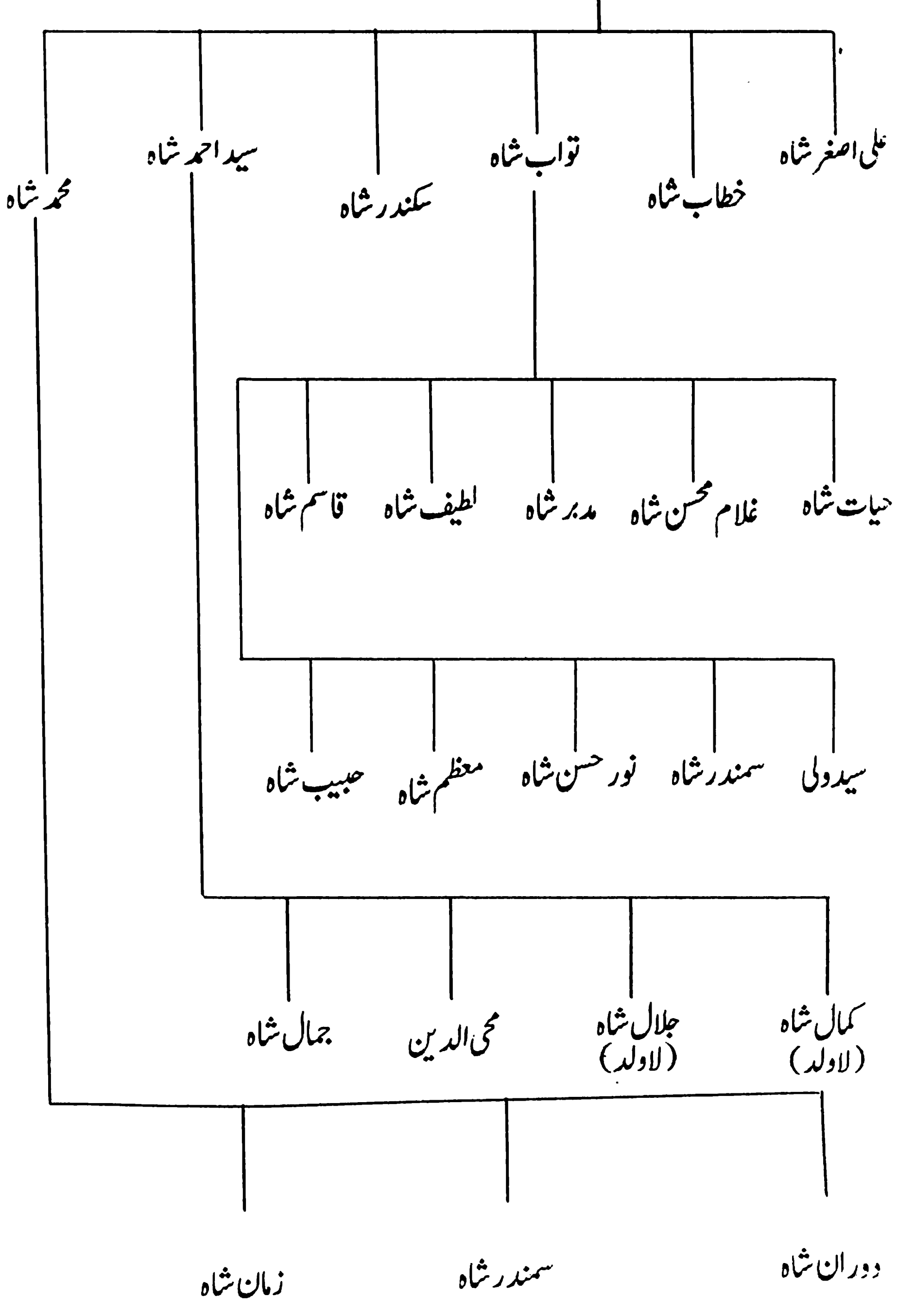
علی اصغر شاہ
خطاب شاہ
تواب شاہ
سکندر شاہ
سید احمد شاہ
محمد شاہ
حیات شاہ
غلام محسن شاہ
مدبر شاہ
لطیف شاہ
قاسم شاہ
سیدولی
سمندر شاہ
نور حسن شاہ
معظم شاہ
حبیب شاہ
کمال شاہ
(لاولد)
جلال شاہ
(لاولد)
محی الدین
جمال شاہ
دوران شاہ
سمندر شاہ
زمان شاہ

(از صفحہ 100)

سید خواجہ نور ابن سید عبدالجبارؒ ابن سید قاسمؒ ابن سید مصطفیٰ ابن پیر باباؒ

(سادات محب باندہ، مایار، امازو گھڑی، رستم، کوزا اسماعیل زئی، ھوتی، مردان)

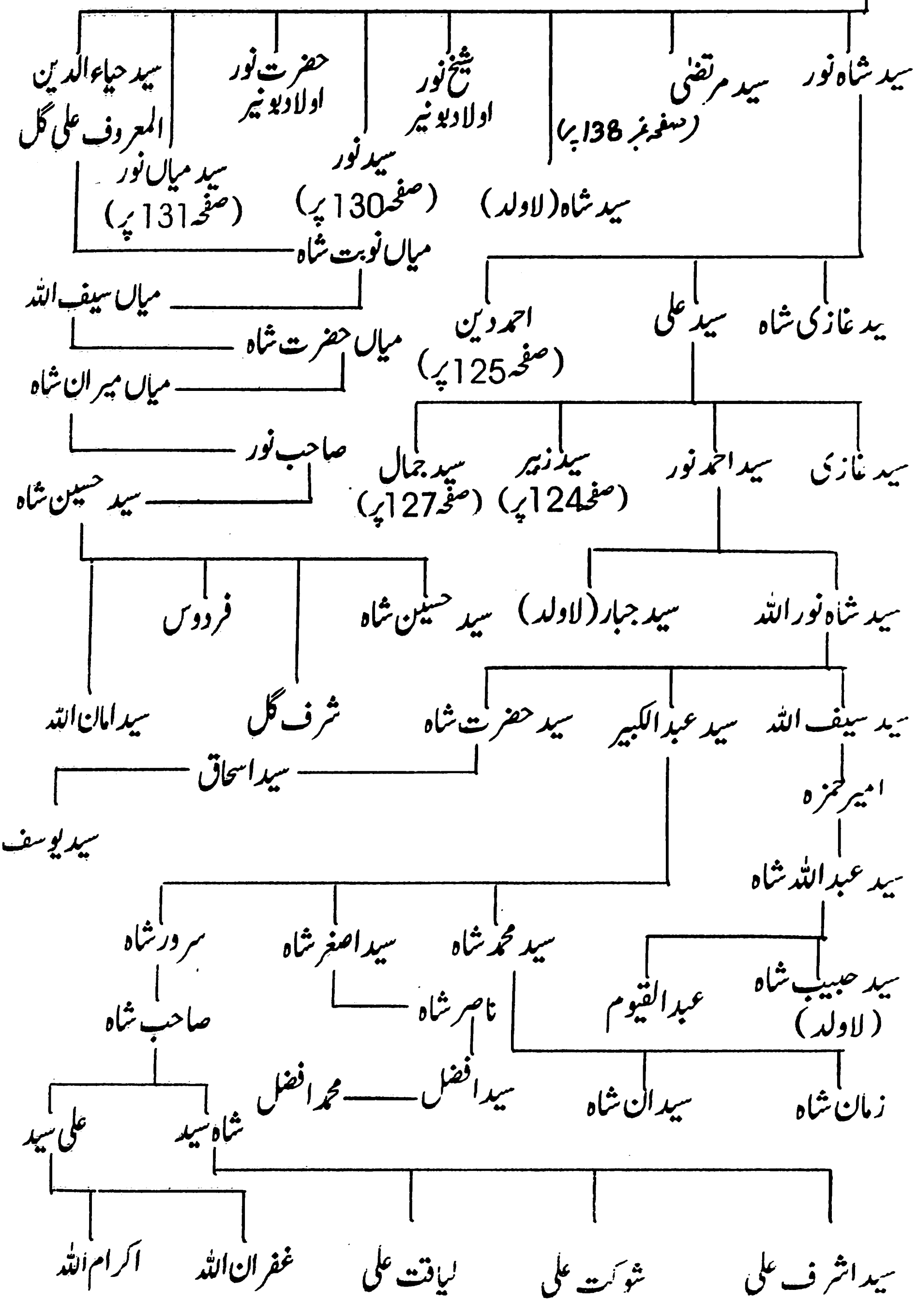
سید شاہ نور
سید مرتضیٰ
(صفحہ نمبر 138 پر
سید شاہ (لاولد)
شیخ نور
اولاد بونیر
سید نور
(صفحہ 130 پر)
حضرت نور
اولاد بونیر
سید میاں نور
(صفحہ 131 پر)
سید حیاء الدین
المعروف علی گل
میاں نوبت شاہ
میاں سیف اللہ
میاں حضرت شاہ
میاں میران شاہ
صاحب نور
سید حسین شاہ
سید غازی شاہ
سید علی
احمد دین
(صفحہ 125 پر)
سید غازی
سید احمد نور
سید زبیر
(صفحہ 124 پر)
سید جمال
(صفحہ 127 پر)
سید شاہ نور اللہ
سید جبار (لاولد)
سید حسین شاہ
فردوس
شرف گل
سید امان اللہ
سید سیف اللہ
سید عبدالکبیر
سید حضرت شاہ
سید اسحاق
سید یوسف
امیر حمزہ
سید عبداللہ شاہ
سید حبیب شاہ
(لاولد)
عبدالقیوم
سید محمد شاہ
سید اصغر شاہ
سرور شاہ
ناصر شاہ
صاحب شاہ
زمان شاہ
سیدان شاہ
سید افضل
محمد افضل
شاہ سید
علی سید
سید اشرف علی
شوکت علی
لیاقت علی
غفران اللہ
اکرام اللہ

سید زبیر ابن سید علی ابن سید شاہ نور ابن سید خواجہ نور (از صفحہ 123)

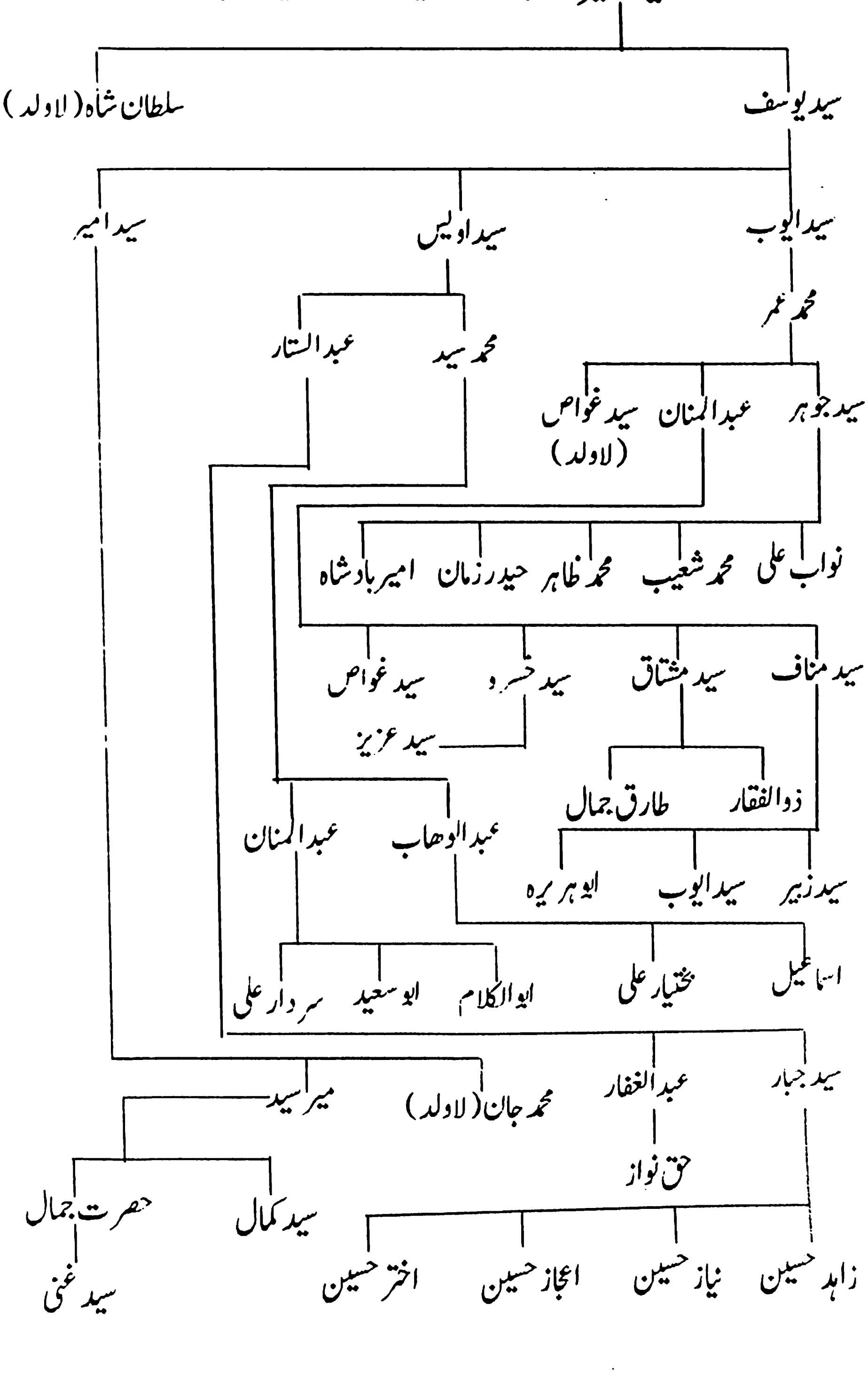
سید یوسف
سلطان شاہ (لاولد)
سید ایوب
سید اویس
سید امیر
محمد عمر
محمد سید
عبدالستار
سید جوہر
عبدالمنان
سید غواص (لاولد)
نواب علی
محمد شعیب
محمد ظاہر
حیدر زمان
امیر بادشاہ
سید مناف
سید مشتاق
سید خسرو
سید غواص
سید عزیز
ذوالفقار
طارق جمال
عبدالوہاب
عبدالمنان
سید زبیر
سید ایوب
ابوہریرہ
اسماعیل
مختیار علی
ابوالکلام
ابوسعید
سردار علی
سید جبار
عبدالغفار
محمد جان (لاولد)
میر اسید
حق نواز
سید کمال
حصرت جمال
زاہد حسین
نیاز حسین
اعجاز حسین
اختر حسین
سید غنی

احمد ین ابن سید شاہ نورؒ ابن سید خواجہ نورؒ (از صفحہ 123)

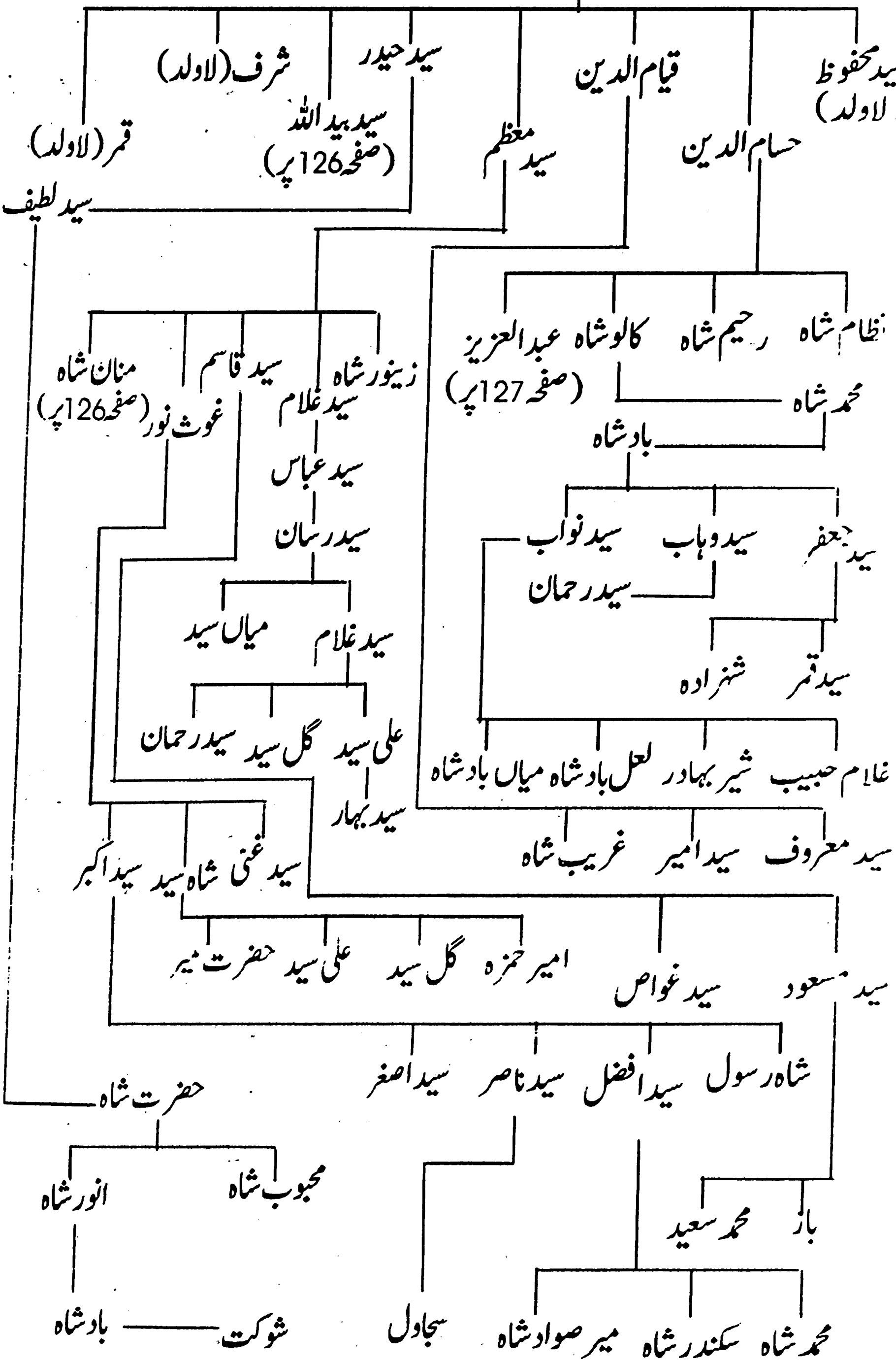
سید محفوظ (لاولد)
قیام الدین
سید حیدر
شرف (لاولد)
حسام الدین
سید معظم
سید بید اللہ (صفحہ 126 پر)
قمر (لاولد)
سید لطیف
نظام شاہ
رحیم شاہ
کالو شاہ
عبدالعزیز (صفحہ 127 پر)
محمد شاہ
بادشاہ
زینور شاہ
سید غلام
سید قاسم
غوث نور
منان شاہ (صفحہ 126 پر)
سید عباس
سید رسان
سید جعفر
سید وہاب
سید نواب
سید رحمان
سید غلام
میاں سید
سید قمر
شہزادہ
علی سید
گل سید
سید رحمان
سید بہار
غلام حبیب
شیر بہادر
لعل بادشاہ
میاں بادشاہ
سید معروف
سید امیر
غریب شاہ
سید غنی
شاہ سید
سید اکبر
سید مسعود
سید غواص
امیر حمزہ
گل سید
علی سید
حضرت میر
شاہ رسول
سید افضل
سید ناصر
سید اصغر
حضرت شاہ
باز
محمد سعید
محبوب شاہ
انور شاہ
محمد شاہ
سکندر شاہ
میر صواد شاہ
سجاول
شوکت
بادشاہ

مناں شاہ ابن سید معظم ابن احمدین (از صفحہ 125)

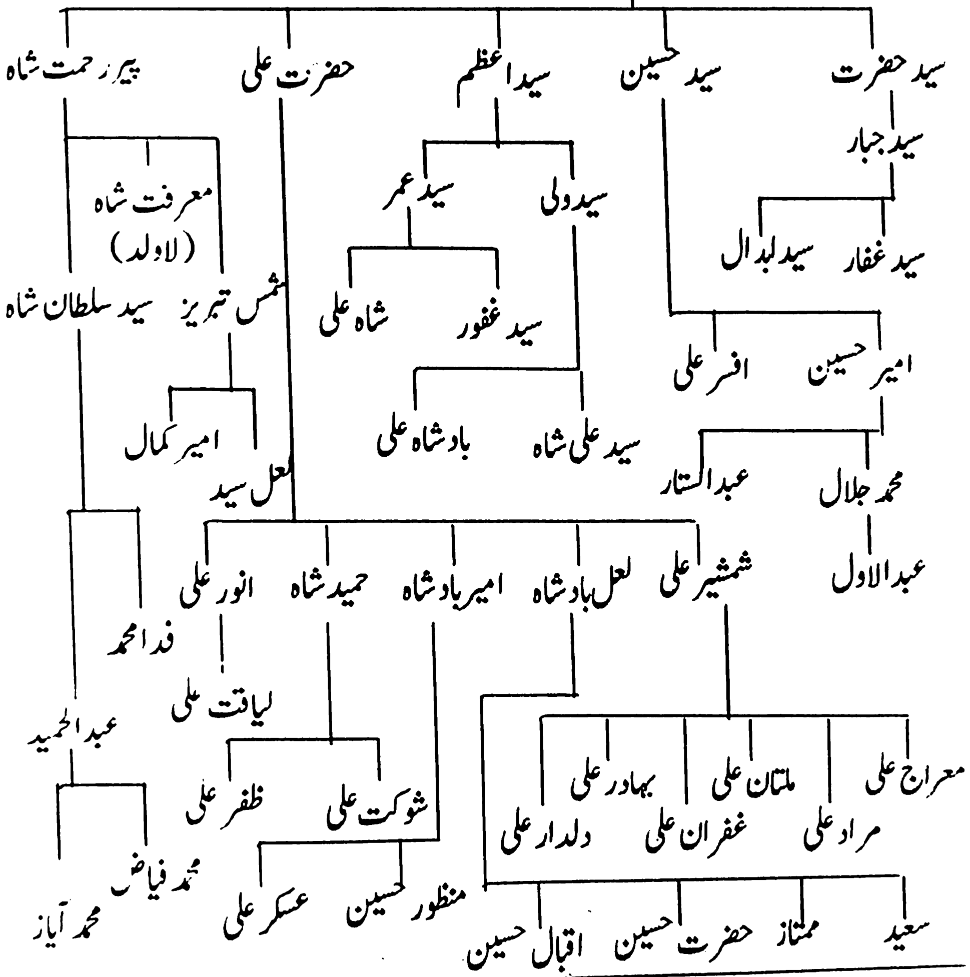
سید حضرت
سید حسین
سید اعظم
حضرت علی
پیر رحمت شاہ
سید جبار
سید غفار
سید لبدال
سید ولی
سید عمر
معرفت شاہ
(لاولد)
شمس تبریز
سید سلطان شاہ
سید غفور
شاہ علی
امیر حسین
افسر علی
سید علی شاہ
بادشاہ علی
امیر کمال
لعل سید
محمد جلال
عبدالستار
عبدالاول
شمشیر علی
لعل بادشاہ
امیر بادشاہ
حمید شاہ
انور علی
فدا محمد
لیاقت علی
عبدالحمید
معراج علی
ملتان علی
بہادر علی
مراد علی
غفران علی
دلدار علی
شوکت علی
ظفر علی
محمد فیاض
محمد آیاز
منظور حسین
عسکر علی
سعید
ممتاز
حضرت حسین
اقبال حسین

سید بیداللہ ابن احمدین ابن سید شاہ نور (از صفحہ 125)

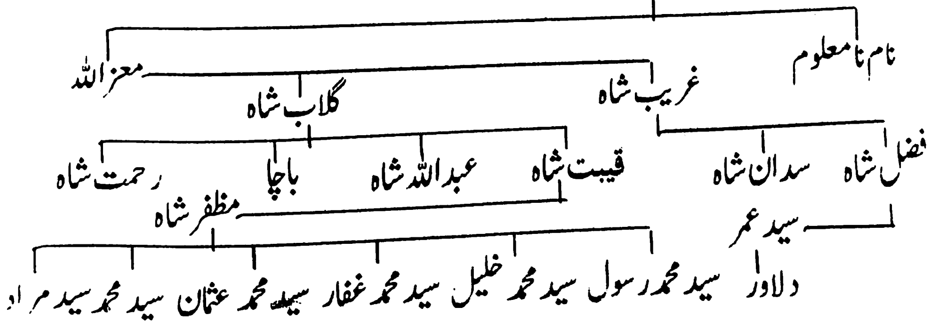
نام نامعلوم
غریب شاہ
معزاللہ
گلاب شاہ
فضل شاہ
سدان شاہ
قیبت شاہ
عبداللہ شاہ
باچا
رحمت شاہ
مظفر شاہ
سید عمر
دلاور
سید محمد رسول
سید محمد خلیل
سید محمد غفار
سید محمد عثمان
سید محمد
سید مراد

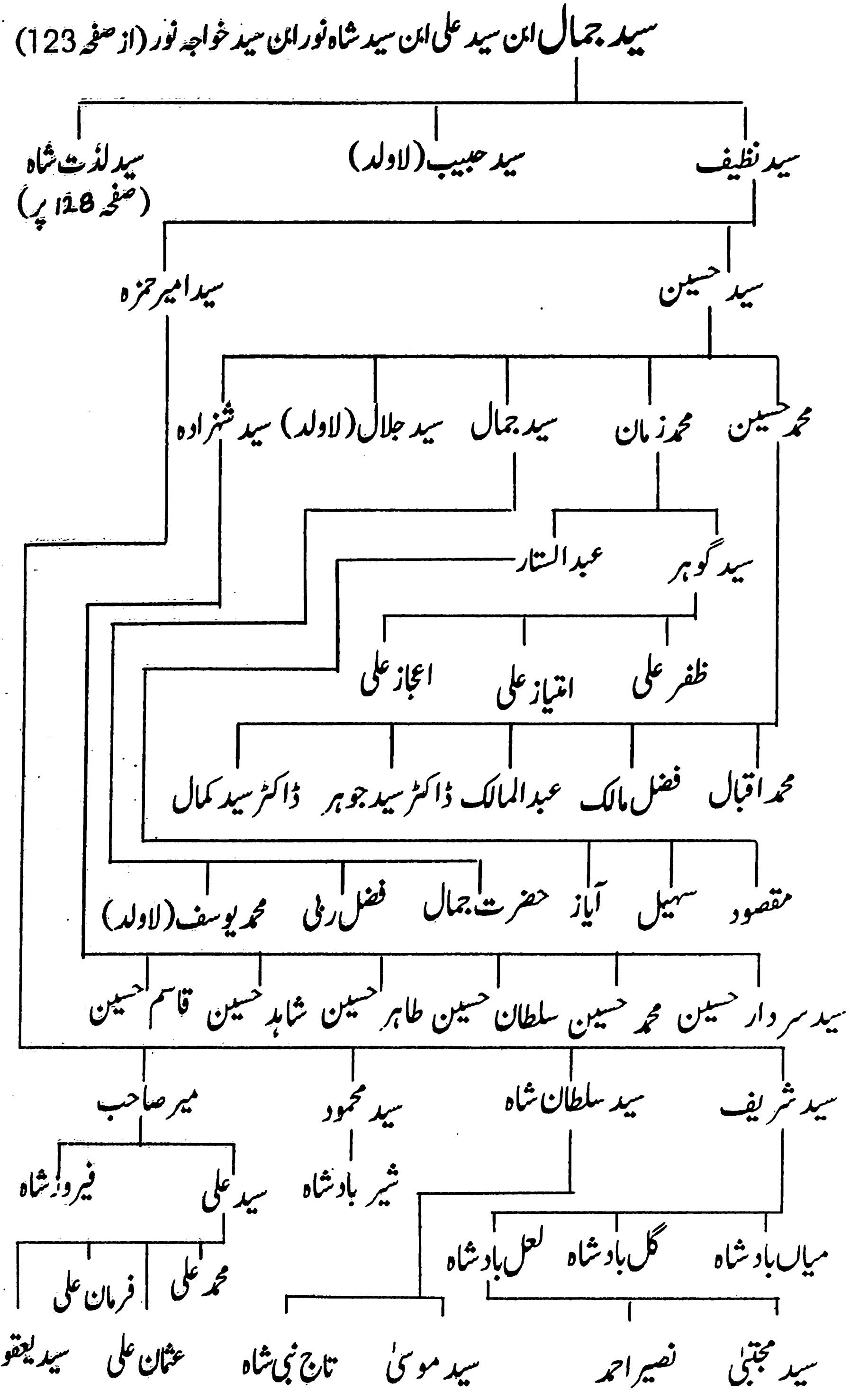
سید جمال ابن سید علی ابن سید شاہ نور ابن سید خواجہ نور (از صفحہ 123)
سید نظیف
سید حبیب (لاولد)
سید لذت شاہ
(صفحہ 128 پر)
سید حسین
سید امیر حمزہ
محمد حسین
محمد زمان
سید جمال
سید جلال (لاولد)
سید شہزادہ
سید گوہر
عبدالستار
ظفر علی
امتیاز علی
اعجاز علی
محمد اقبال
فضل مالک
عبدالمالک
ڈاکٹر سید جوہر
ڈاکٹر سید کمال
مقصود
سہیل
آیاز
حضرت جمال
فضل ربی
محمد یوسف (لاولد)
سید سردار حسین
محمد حسین
سلطان حسین
طاہر حسین
شاہد حسین
قاسم حسین
سید شریف
سید سلطان شاہ
سید محمود
میر صاحب
سید علی
فیروز شاہ
شیر بادشاہ
میاں بادشاہ
گل بادشاہ
لعل بادشاہ
محمد علی
فرمان علی
سید مجتبیٰ
نصیر احمد
سید موسیٰ
تاج نبی شاہ
عثمان علی
سید یعقوب

(از صفحہ 127)

سید لذت شاہ ابن سید جمال ابن سید علی ابن سید شاہ نور ابن سید خواجہ نور

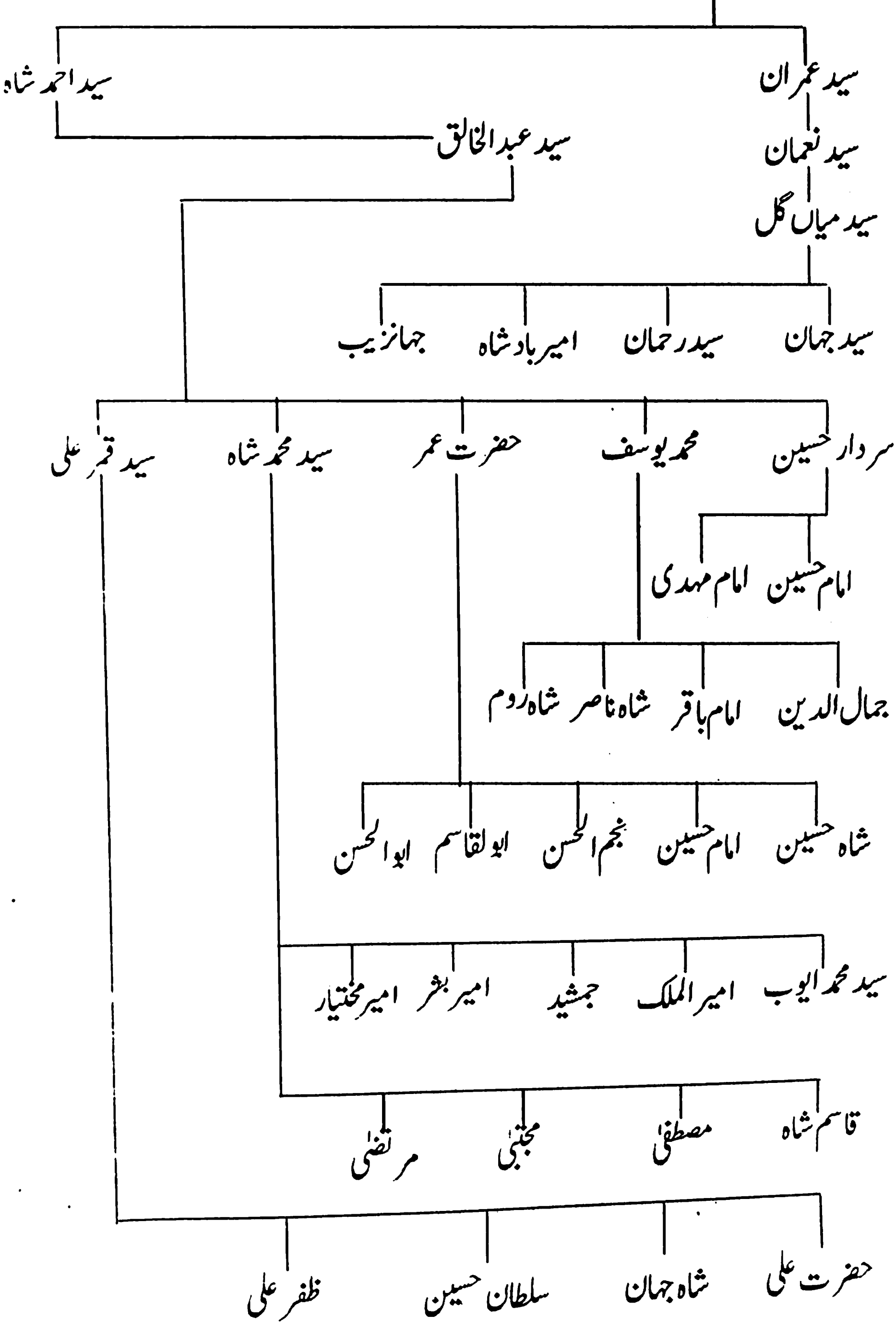
سید عمران
سید احمد شاہ
سید نعمان
سید عبدالخالق
سید میاں گل
سید جہان
سید رحمان
امیر بادشاہ
جہانزیب
سردار حسین
محمد یوسف
حضرت عمر
سید محمد شاہ
سید قمر علی
امام حسین
امام مہدی
جمال الدین
امام باقر
شاہ ناصر
شاہ روم
شاہ حسین
امام حسین
نجم الحسن
ابولقاسم
ابوالحسن
سید محمد ایوب
امیر الملک
جمشید
امیر بشر
امیر مختیار
قاسم شاہ
مصطفیٰ
مجتبیٰ
مرتضیٰ
حضرت علی
شاہ جہان
سلطان حسین
ظفر علی

(از صفحہ 125)

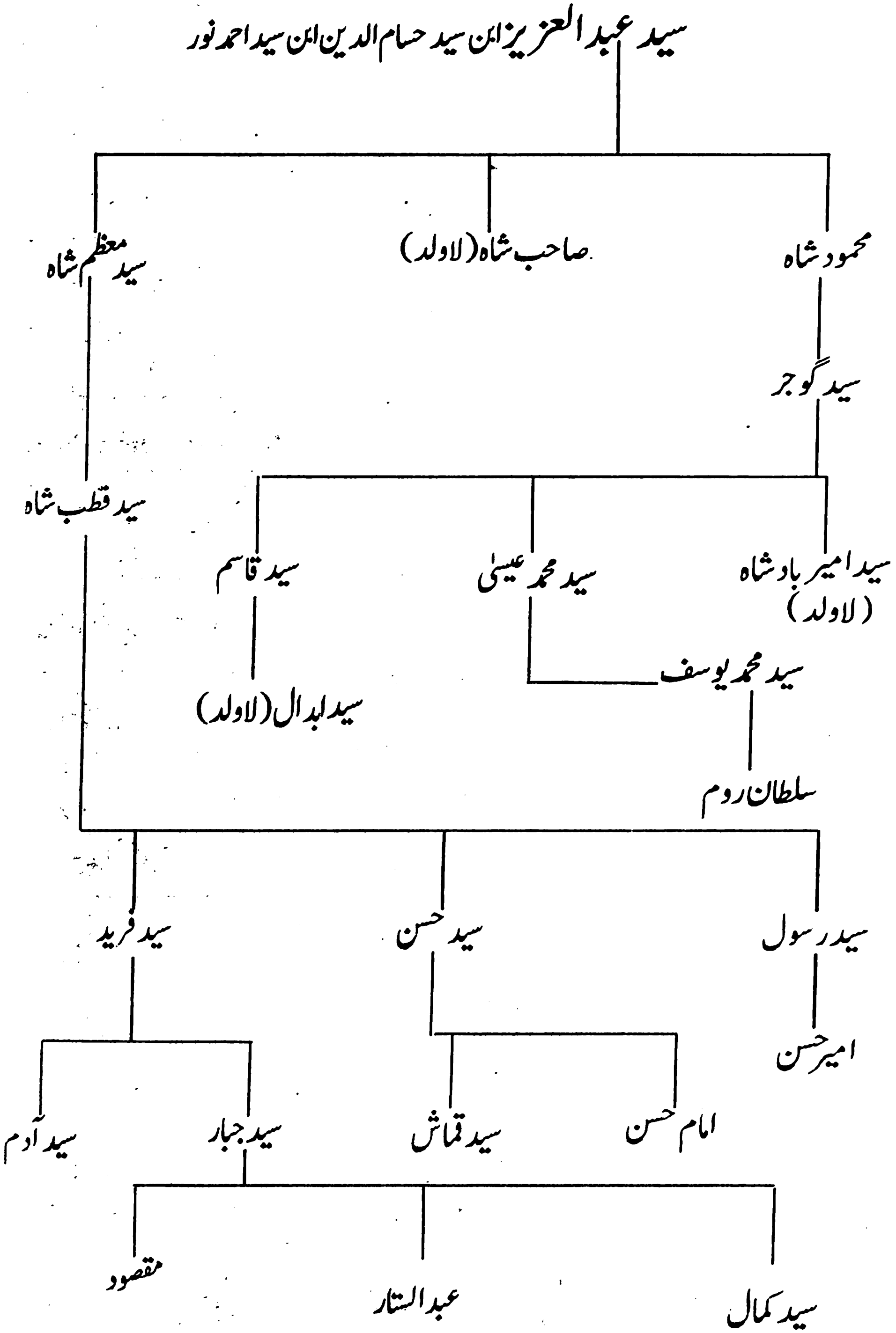
سید عبدالعزیز ابن سید حسام الدین ابن سید احمد نور
محمود شاہ
صاحب شاہ (لاولد)
سید معظم شاہ
سید گوجر
سید قطب شاہ
سید امیر بادشاہ (لاولد)
سید محمد عیسیٰ
سید قاسم
سید محمد یوسف
سید ابدال (لاولد)
سلطان روم
سید رسول
سید حسن
سید فرید
امیر حسن
امام حسن
سید قماش
سید جبار
سید آدم
سید کمال
عبدالستار
مقصود

سید نور ابن خواجہ نور ابن سید عبد الجبار ابن سید قاسم (سادات بابڑہ، چارسدہ) (از صفحہ 123)

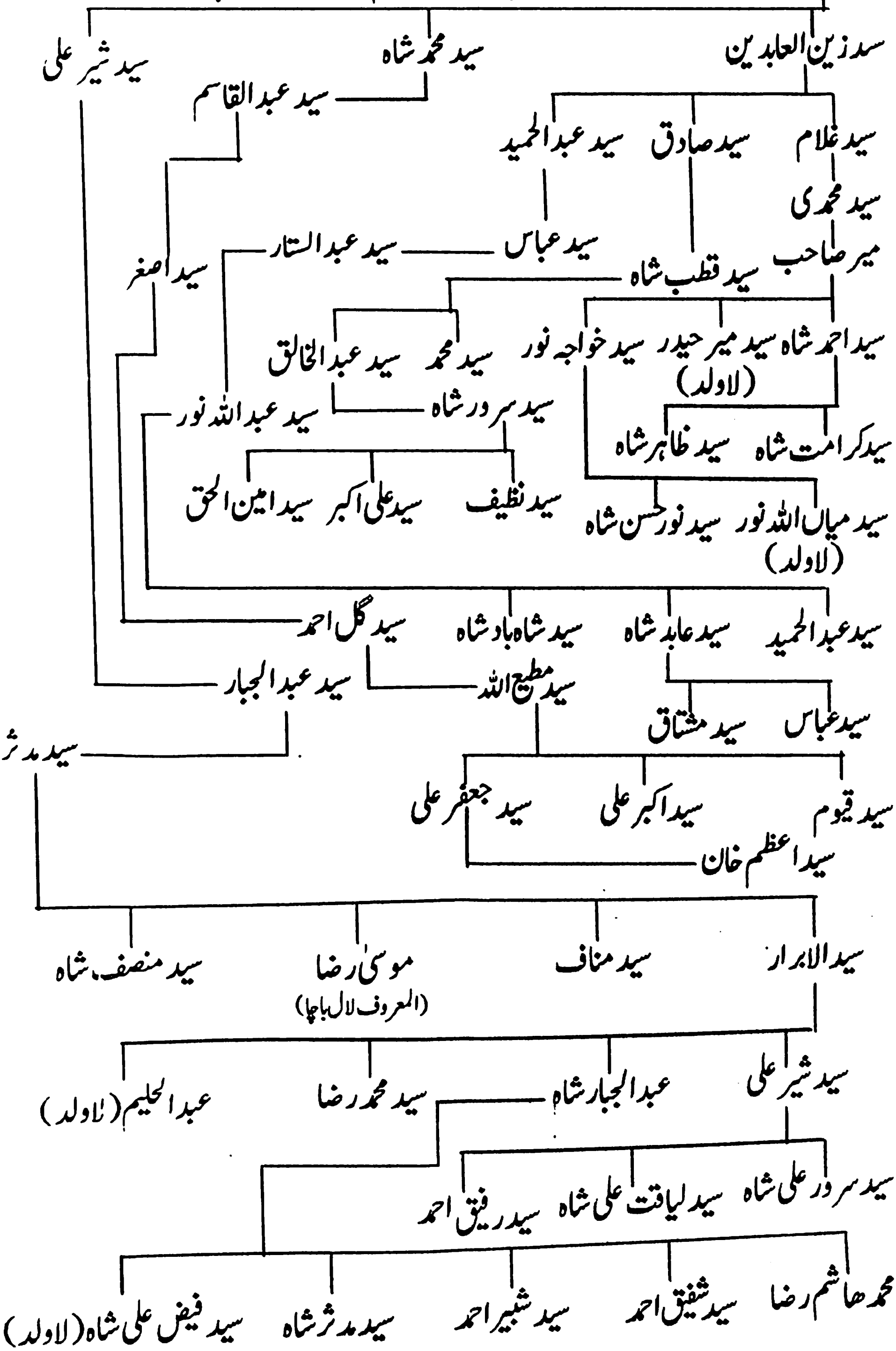
سید زین العابدین
سید محمد شاہ
سید شیر علی
سید غلام
سید صادق
سید عبدالحمید
سید عبدالقاسم
سید محمدی
میر صاحب
سید عباس
سید عبدالستار
سید اصغر
سید قطب شاہ
سید احمد شاہ
سید میر حیدر
(لاولد)
سید خواجہ نور
سید محمد
سید عبدالخالق
سید سرور شاہ
سید عبداللہ نور
سید کرامت شاہ
سید ظاہر شاہ
سید نظیف
سید علی اکبر
سید امین الحق
سید میاں اللہ نور
(لاولد)
سید نور حسن شاہ
سید عبدالحمید
سید عابد شاہ
سید شاہ بادشاہ
سید گل احمد
سید مطیع اللہ
سید عبدالجبار
سید عباس
سید مشتاق
سید مدثر
سید قیوم
سید اکبر علی
سید جعفر علی
سید اعظم خان
سید الابرار
سید مناف
موسیٰ رضا
(المعروف لال باچا)
سید منصف شاہ
سید شیر علی
عبدالجبار شاہ
سید محمد رضا
عبدالحلیم (لاولد)
سید سرور علی شاہ
سید لیاقت علی شاہ
سید رفیق احمد
محمد ہاشم رضا
سید شفیق احمد
سید شبیر احمد
سید مدثر شاہ
سید فیض علی شاہ (لاولد)

میاں نور ابن خواجہ نور (سادات محب بانڈہ مردان) (از صفحہ 123)

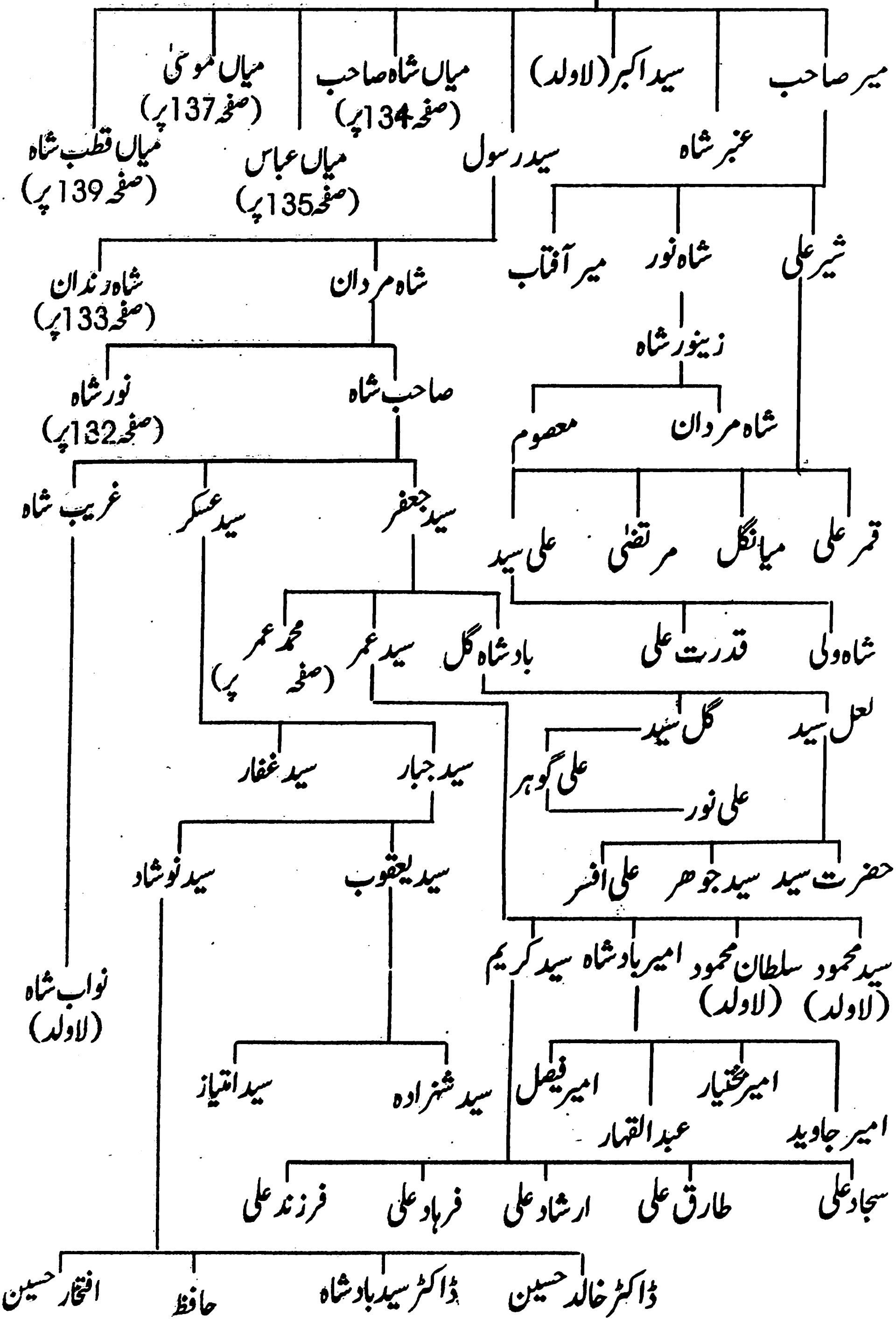
میر صاحب
عنبر شاہ
سید اکبر (لاولد)
سید رسول
میاں شاہ صاحب (صفحہ 134 پر)
میاں عباس (صفحہ 135 پر)
میاں موسیٰ (صفحہ 137 پر)
میاں قطب شاہ (صفحہ 139 پر)
شیر علی
شاہ نور
میر آفتاب
شاہ مردان
شاہ زندان (صفحہ 133 پر)
زینور شاہ
صاحب شاہ
نور شاہ (صفحہ 132 پر)
شاہ مردان
معصوم
قمر علی
میا نگل
مرتضیٰ
علی سید
سید جعفر
سید عسکر
غریب شاہ
شاہ ولی
قدرت علی
بادشاہ گل
سید عمر
محمد عمر (صفحہ پر)
لعل سید
گل سید
علی گوہر
علی نور
سید جبار
سید غفار
حضرت سید
سید جوہر
علی افسر
سید یعقوب
سید نوشاد
سید محمود (لاولد)
سلطان محمود (لاولد)
امیر بادشاہ
سید کریم
نواب شاہ (لاولد)
امیر مختیار
امیر فیصل
سید شہزادہ
سید امتیاز
امیر جاوید
عبدالقہار
سجاد علی
طارق علی
ارشاد علی
فرہاد علی
فرزند علی
ڈاکٹر خالد حسین
ڈاکٹر سید بادشاہ
حافظ
افتخار حسین

نور شاہ ابن شاہ مردان ابن سید رسول ابن میاں نور (از صفحہ 131)

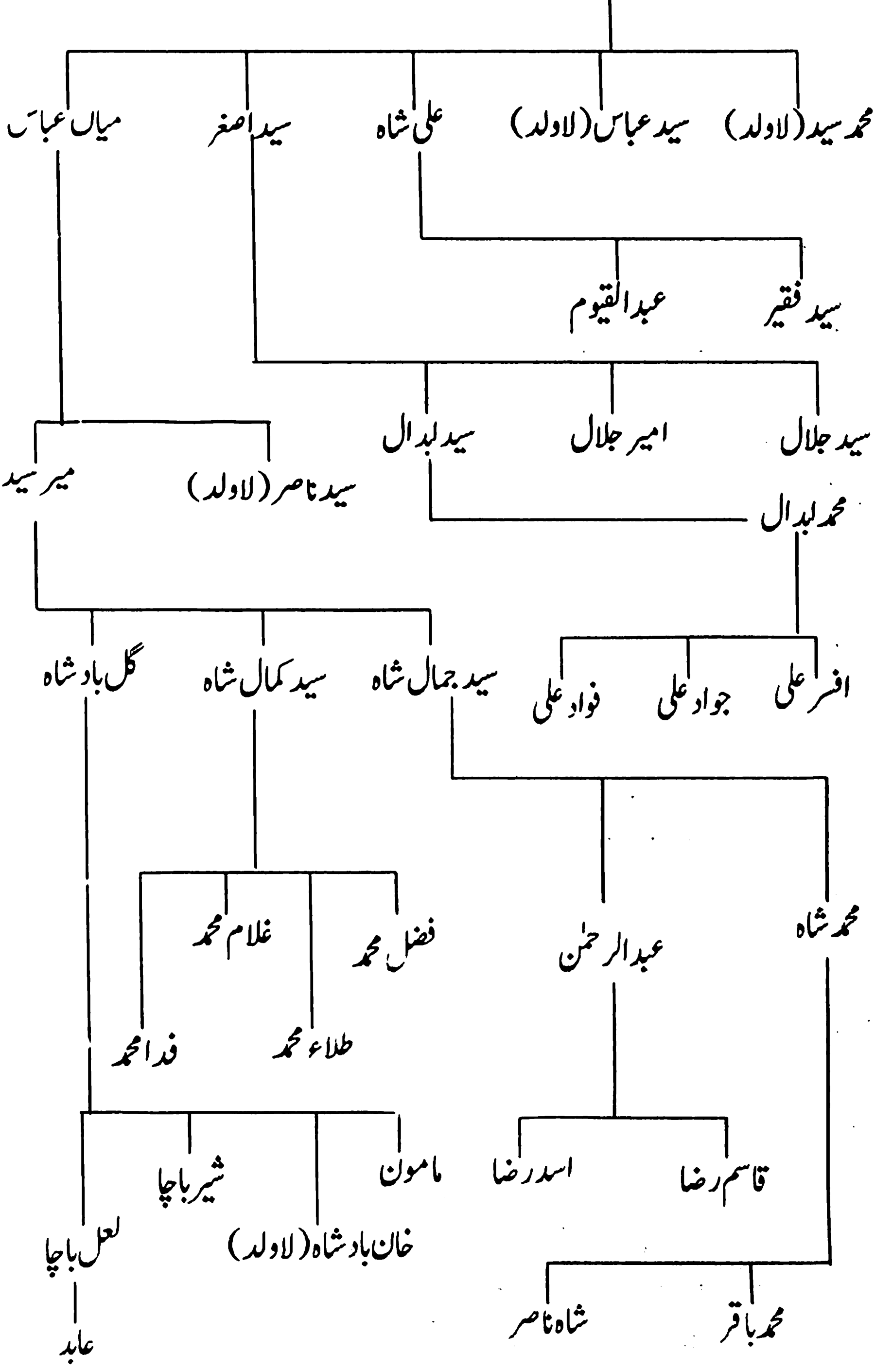
محمد سید (لاولد)
سید عباس (لاولد)
علی شاہ
سید اصغر
میاں عباس
سید فقیر
عبدالقیوم
سید جلال
امیر جلال
سید لبدال
سید ناصر (لاولد)
میر سید
محمد لبدال
افسر علی
جواد علی
فواد علی
سید جمال شاہ
سید کمال شاہ
گل بادشاہ
محمد شاہ
عبدالرحمٰن
فضل محمد
غلام محمد
طلاء محمد
فدا محمد
قاسم رضا
اسد رضا
مامون
شیر باچا
خان بادشاہ (لاولد)
لعل باچا
عابد
محمد باقر
شاہ ناصر

شاہ رندان ابن سید رسول (از صفحہ 131)

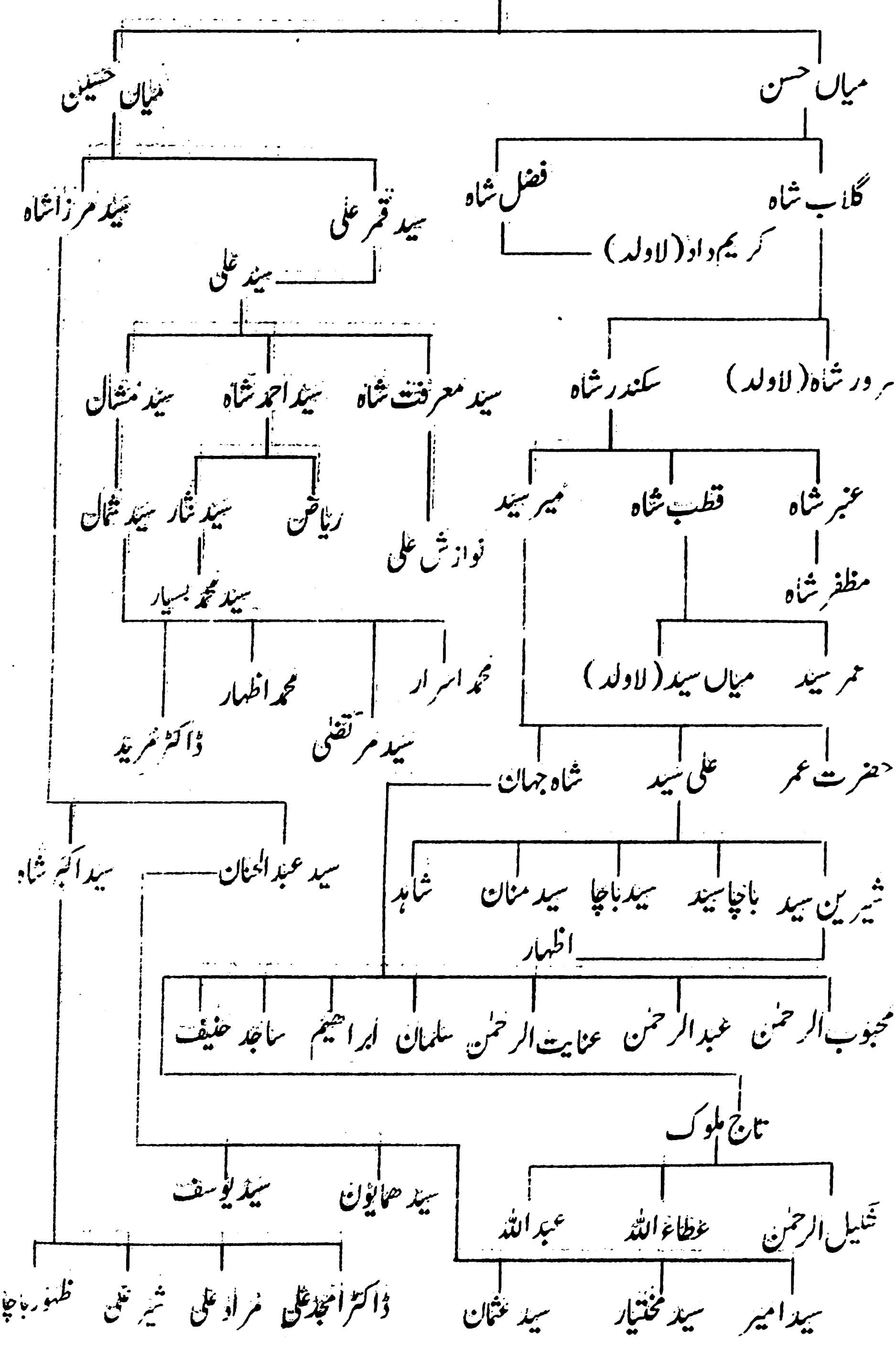
میاں حسن
میاں حسین
گلاب شاہ
فضل شاہ
کریم داد (لاولد)
سید قمر علی
سید مرزا شاہ
سید علی
سرور شاہ (لاولد)
سکندر شاہ
سید معرفت شاہ
سید احمد شاہ
سید مشال
عنبر شاہ
قطب شاہ
میر سید
ریاض
سید نثار
سید شمال
نواز ش علی
مظفر شاہ
سید محمد بسیار
محمد اسرار
محمد اظہار
عمر سید
میاں سید (لاولد)
سید مرتضیٰ
ڈاکٹر مرید
حضرت عمر
علی سید
شاہ جہان
سید عبدالحنان
سید اکبر شاہ
شیرین سید
باچا سید
سید باچا
سید منان
شاہد
اظہار
محبوب الرحمن
عبدالرحمن
عنایت الرحمن
سلمان
ابراہیم
ساجد
حنیف
تاج ملوک
سید ہمایون
سید یوسف
شکیل الرحمن
عطاء اللہ
عبداللہ
ڈاکٹر امجد علی
مراد علی
شیر علی
ظہور باچا
سید امیر
سید مختیار
سید عثمان

میاں شاہ صاحب ابن میاں نور ابن خواجہ نور (از صفحہ 131)

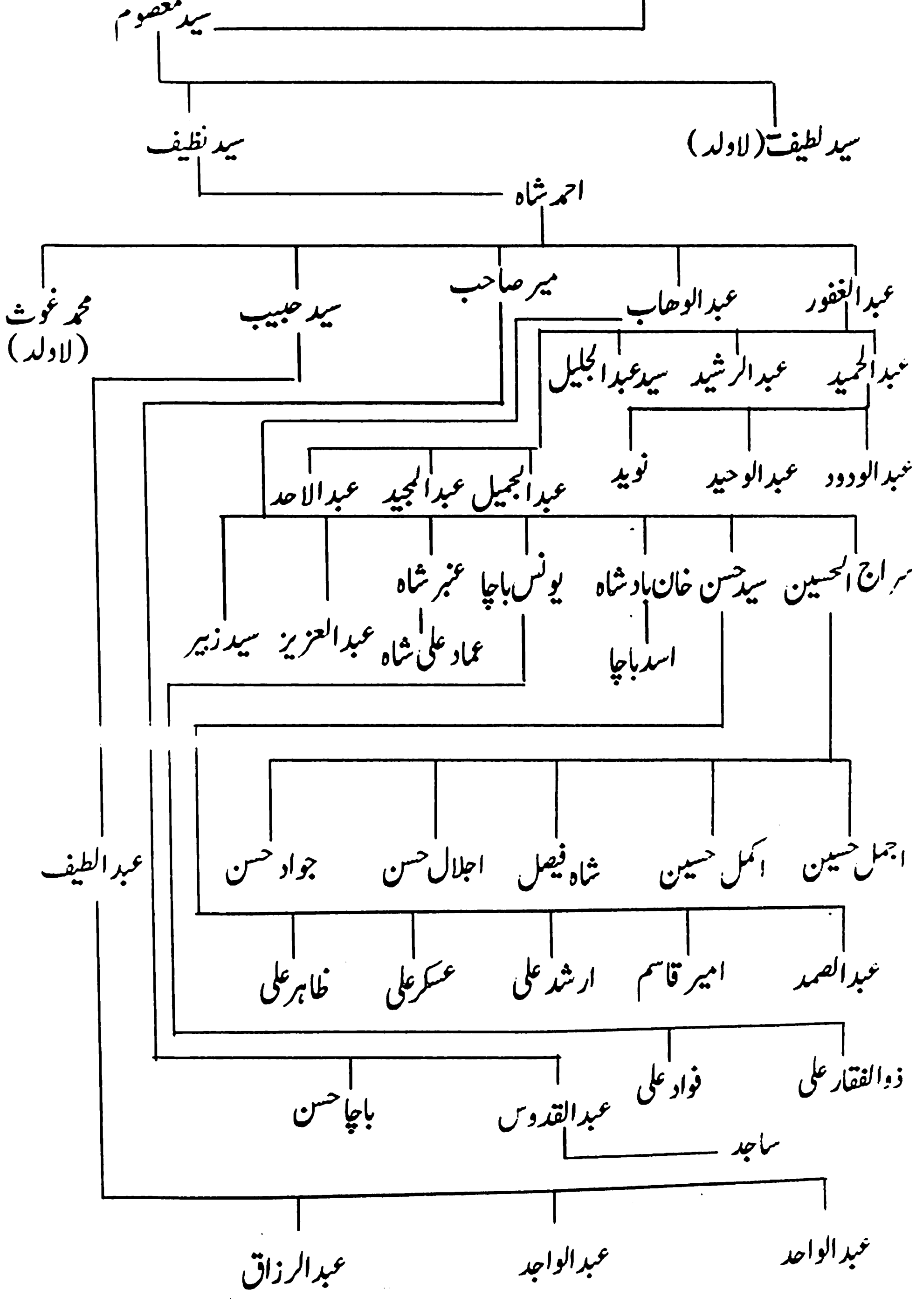
سید معصوم
سید لطیف (لاولد)
سید نظیف
احمد شاہ
عبدالغفور
عبدالوہاب
میر صاحب
سید حبیب
محمد غوث
(لاولد)
عبدالحمید
عبدالرشید
سید عبدالجلیل
عبدالودود
عبدالوحید
نوید
عبدالجمیل
عبدالمجید
عبدالاحد
سراج الحسین
سید حسن
خان بادشاہ
یونس باچا
عنبر شاہ
اسد باچا
عماد علی شاہ
عبدالعزیز
سید زبیر
اجمل حسین
اکمل حسین
شاہ فیصل
اجلال حسن
جواد حسن
عبدالطیف
عبدالصمد
امیر قاسم
ارشد علی
عسکر علی
طاہر علی
ذوالفقار علی
فواد علی
عبدالقدوس
باچا حسن
ساجد
عبدالواحد
عبدالواجد
عبدالرزاق

میاں عباس ابن میاں نور (از صفحہ 131)

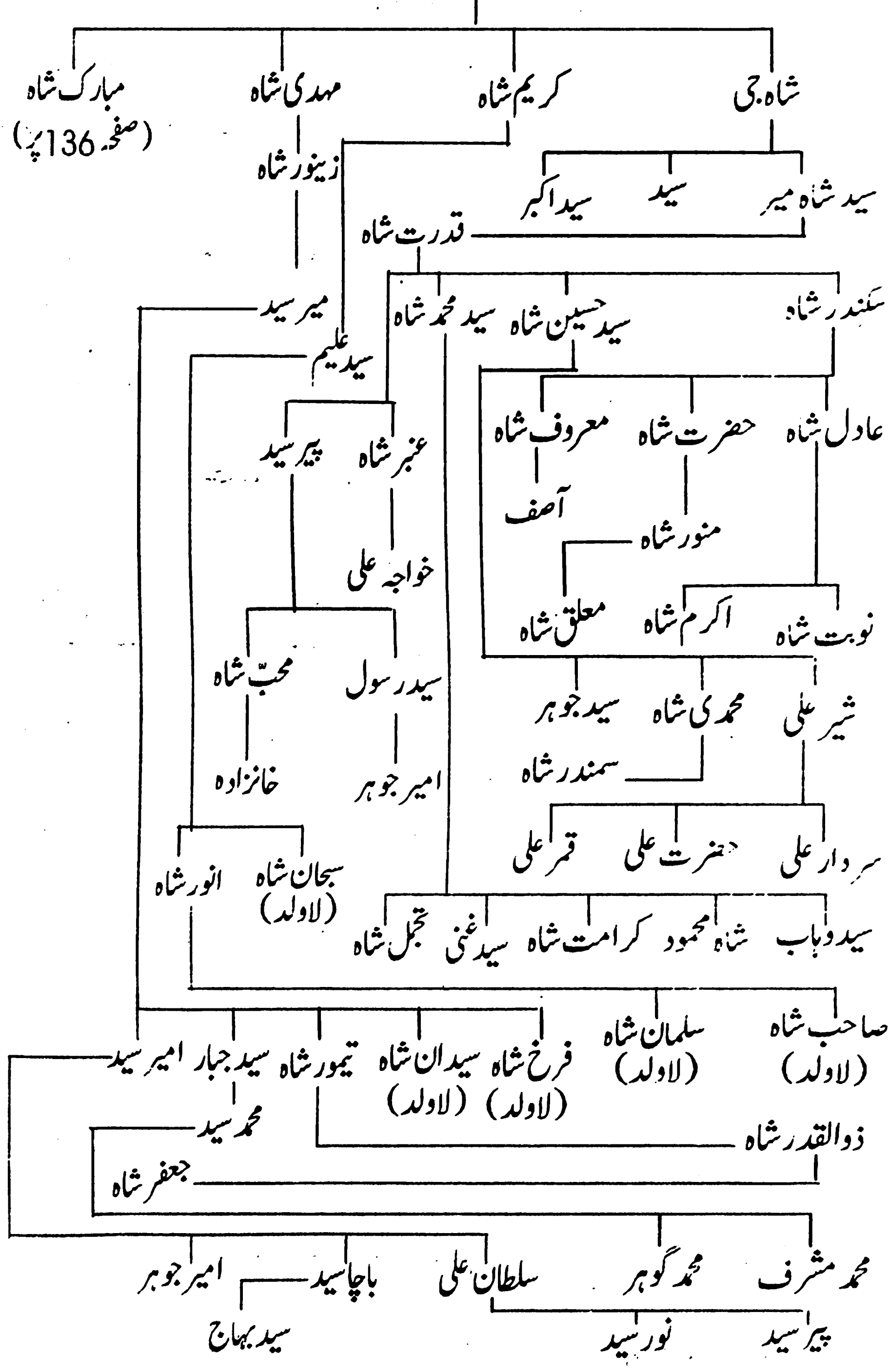
شاہ جی
کریم شاہ
مہدی شاہ
مبارک شاہ
(صفحہ 136 پر)
سید شاہ میر
سید
سید اکبر
زینور شاہ
قدرت شاہ
سکندر شاہ
سید حسین شاہ
سید محمد شاہ
میر سید
سید علیم
عادل شاہ
حضرت شاہ
معروف شاہ
عنبر شاہ
پیر سید
آصف
منور شاہ
خواجہ علی
نوبت شاہ
اکرم شاہ
معلق شاہ
سید رسول
محبّ شاہ
شیر علی
محمدی شاہ
سید جوہر
سمندر شاہ
امیر جوہر
خانزادہ
سردار علی
حضرت علی
قمر علی
سبحان شاہ (لاولد)
انور شاہ
سید وہاب
شاہ محمود
کرامت شاہ
سید غنی
تجمل شاہ
صاحب شاہ (لاولد)
سلمان شاہ (لاولد)
فرخ شاہ (لاولد)
سیدان شاہ (لاولد)
تیمور شاہ
سید جبار
امیر سید
محمد سید
ذوالقدر شاہ
جعفر شاہ
محمد مشرف
محمد گوہر
سلطان علی
باچا سید
امیر جوہر
پیر سید
نور سید
سید بہاج

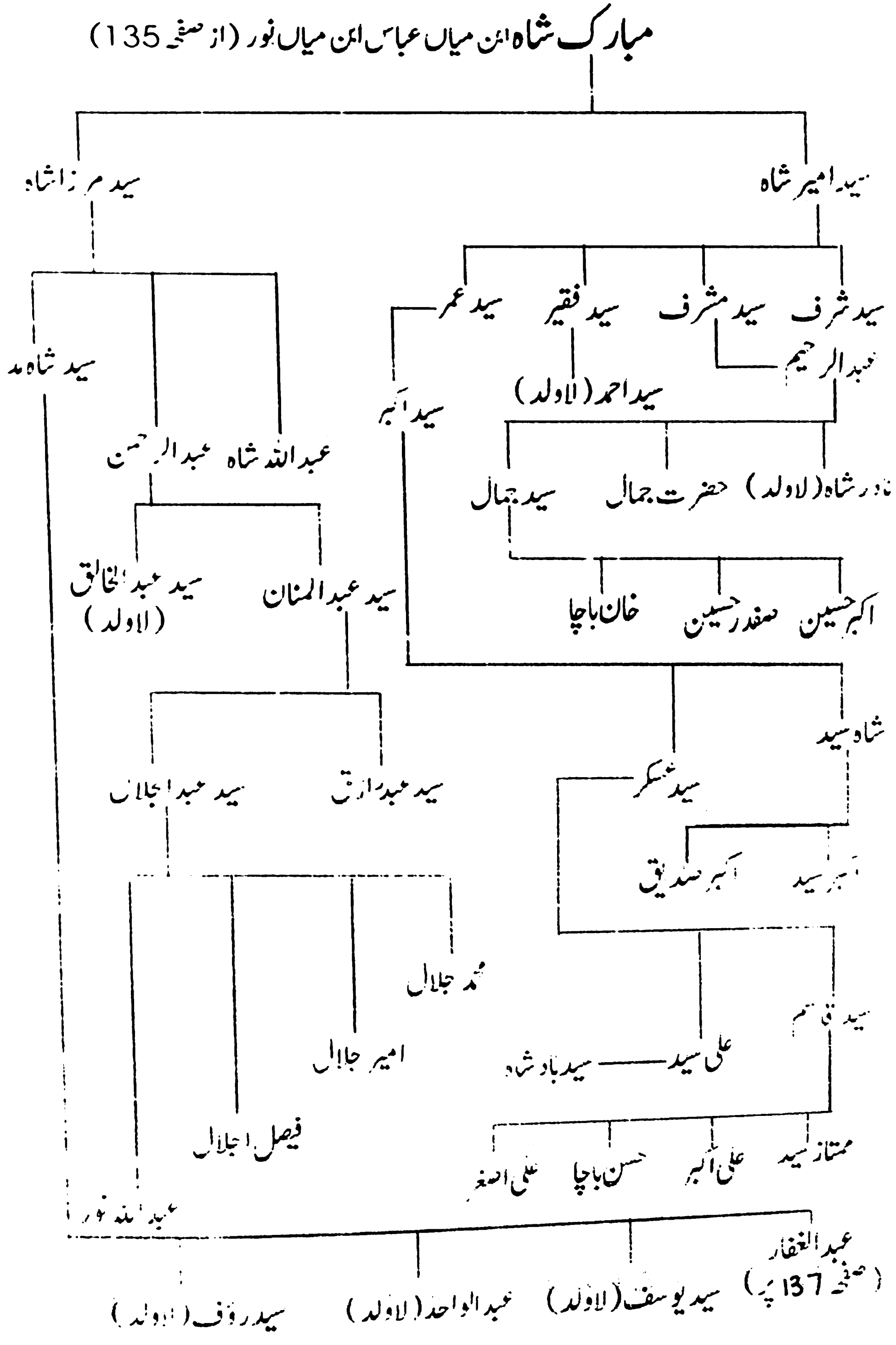
مبارک شاہ ابن میاں عباس ابن میاں نور (از صفحہ 135)
سید امیر شاہ
سید مرزا شاہ
سید شرف
سید مشرف
سید فقیر
سید عمر
عبدالرحیم
سید احمد (لاولد)
سید اکبر
سید شاہ مد
عبداللہ شاہ
عبدالرحمن
نادر شاہ (لاولد)
حضرت جمال
سید جمال
سید عبدالخالق (لاولد)
سید عبدالمنان
اکبر حسین
صفدر حسین
خان باچا
شاہ سید
سید عسکر
سید عبدالجلال
سید عبدالرازق
اکبر سید
اکبر صدیق
محمد جلال
امیر جلال
سید قاسم
علی سید
سید بادشاہ
فیصل جلال
ممتاز سید
علی اکبر
حسن باچا
علی اصغر
عبداللہ نور
عبدالغفار (صفحہ 137 پر)
سید یوسف (لاولد)
عبدالواحد (لاولد)
سید رؤف (لاولد)

(از صفحہ136)

عبدالغفار ابن شاہ مدار ابن سید مرزا شاہ ابن مبارک شاہ ابن میاں عباس

عبدالستار عبدالقیوم عبدالرؤف عبدالقدیم عبدالجبار

ظاہر شاہ عبدالواحد عبدالحمید عبدالولی شاہ

عبدالامین شاہ عبدالعزیز عبدالحکیم عبدالمتین شاہ

محمد یوسف عبدالحلیم عبدالرشید عارف

محمد ایوب سید یوسف محمد انور

مسرت شاہ قائم شاہ محمود الحسن ابوالحسن عبدالواحد عبداللہ

(از صفحہ 131)

میاں موسیٰ ابن میاں نور ابن خواجہ نور

غازی شاہ امیر اکبر

سید قاسم سید اعظم

حضرت علی سید محمد احمد کاظم شاہ غریب شاہ(لاولد) محبوب شاہ(لاولد)

سید اصغر سید عباس سید اکبر(لاولد) سید نظیف سید لطیف سید قمر

سید حسین شاہ نورباد شاہ مکمل شاہ

سید مرتضیٰ ابن سید خواجہ نور (سادات لوند خوڑ و چڑ یو نیر) (از صفحہ 123)

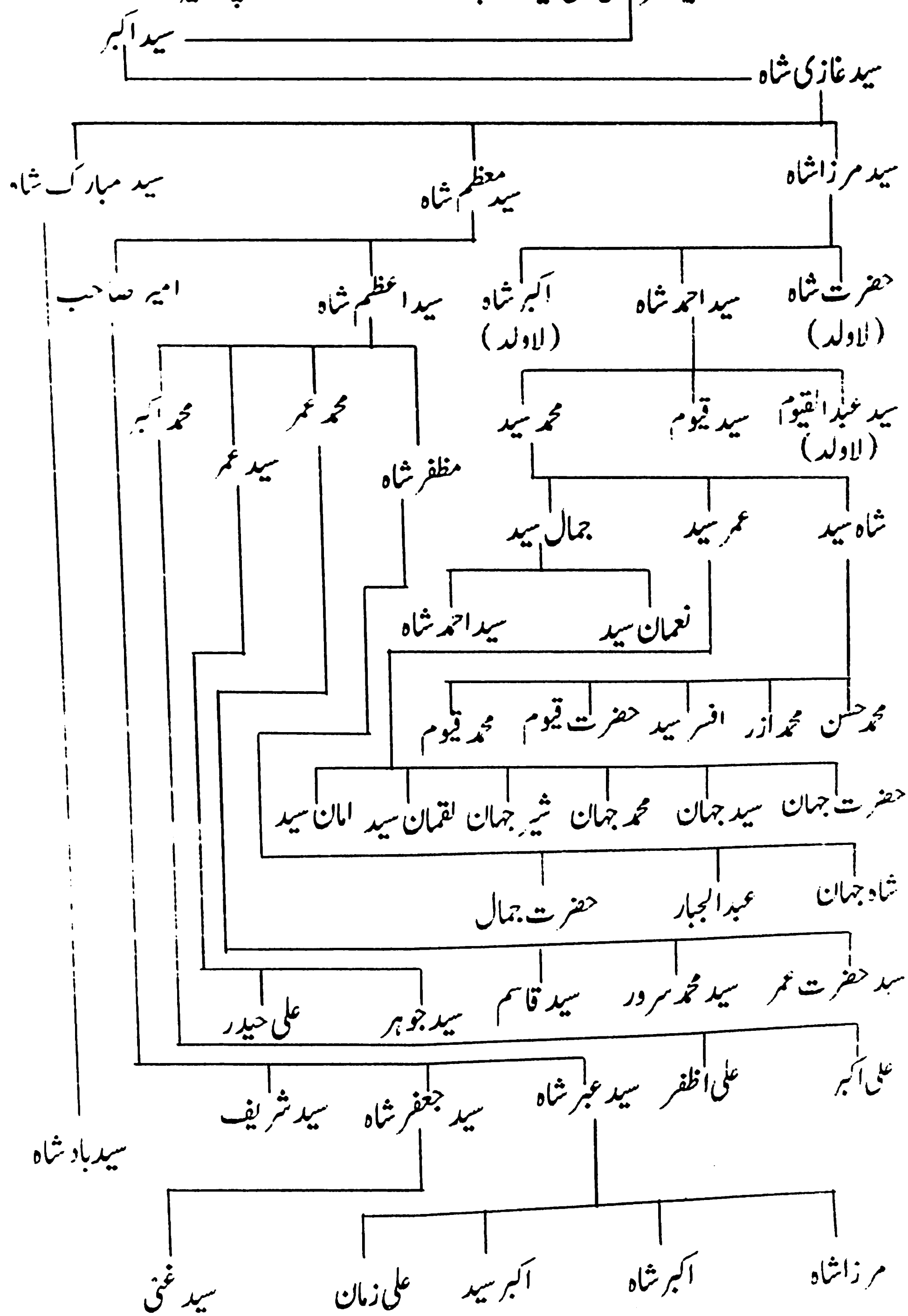
سید اکبر
سید غازی شاہ
سید مرزا شاہ
سید معظم شاہ
سید مبارک شاہ
حضرت شاہ
(لاولد)
سید احمد شاہ
اکبر شاہ
(لاولد)
سید اعظم شاہ
امیر صاحب
سید عبدالقیوم
(لاولد)
سید قیوم
محمد سید
محمد عمر
محمد اکبر
سید عمر
مظفر شاہ
شاہ سید
عمر سید
جمال سید
نعمان سید
سید احمد شاہ
محمد حسن
محمد ازر
افسر سید
حضرت قیوم
محمد قیوم
حضرت جہان
سید جہان
محمد جہان
شیر جہان
لقمان سید
امان سید
شاہ جہان
عبدالجبار
حضرت جمال
سید حضرت عمر
سید محمد سرور
سید قاسم
سید جوہر
علی حیدر
علی اکبر
علی اظفر
سید عبر شاہ
سید جعفر شاہ
سید شریف
سید باد شاہ
مرزا شاہ
اکبر شاہ
اکبر سید
علی زمان
سید غنی

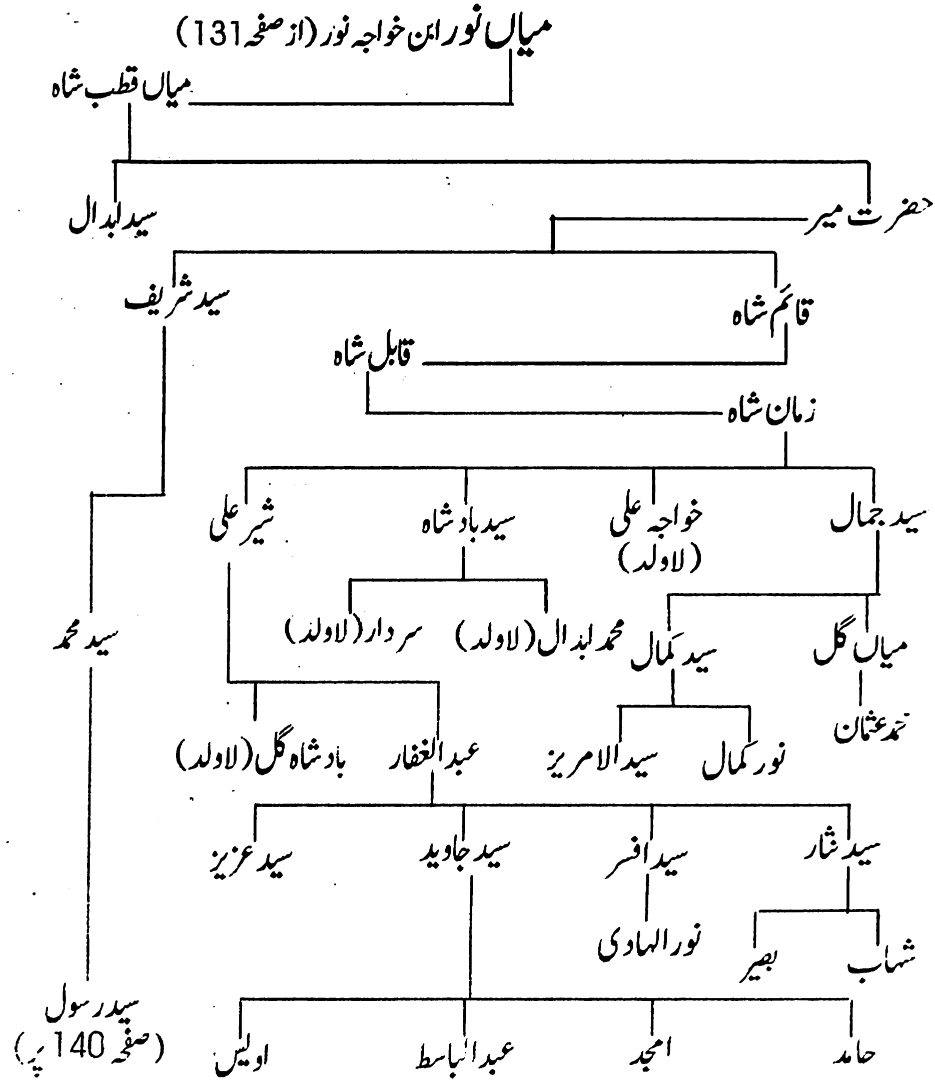
میاں نور ابن خواجہ نور (از صفحہ 131)
میاں قطب شاہ
حضرت میر
سید ابدال
سید شریف
قائم شاہ
قابل شاہ
زمان شاہ
سید جمال
خواجہ علی
(لاولد)
سید بادشاہ
شیر علی
سید محمد
میاں گل
سید کمال
محمد ابدال (لاولد)
سردار (لاولد)
محمد عثمان
نور کمال
سید الامریز
عبدالغفار
بادشاہ گل (لاولد)
سید نثار
سید افسر
سید جاوید
سید عزیز
شہاب
بصیر
نور الہادی
حامد
امجد
عبدالباسط
اویس
سید رسول
(صفحہ 140 پر)

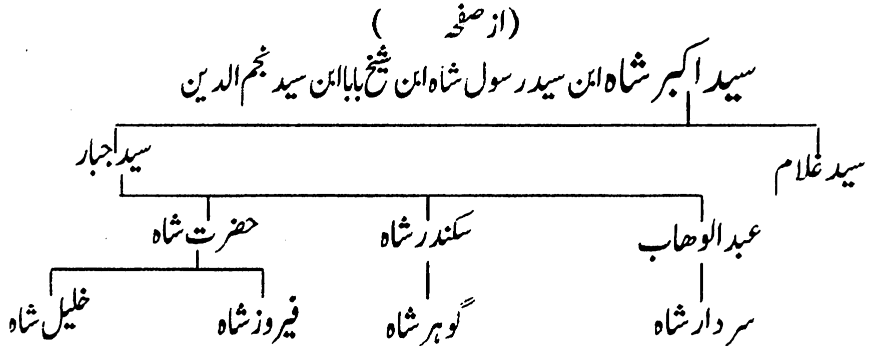
(از صفحہ)
سید اکبر شاہ ابن سید رسول شاہ ابن شیخ بابا ابن سید نجم الدین
سید غلام
سید اجبار
عبدالوہاب
سکندر شاہ
حضرت شاہ
سردار شاہ
گوہر شاہ
فیروز شاہ
خلیل شاہ

(از صفحہ 130)

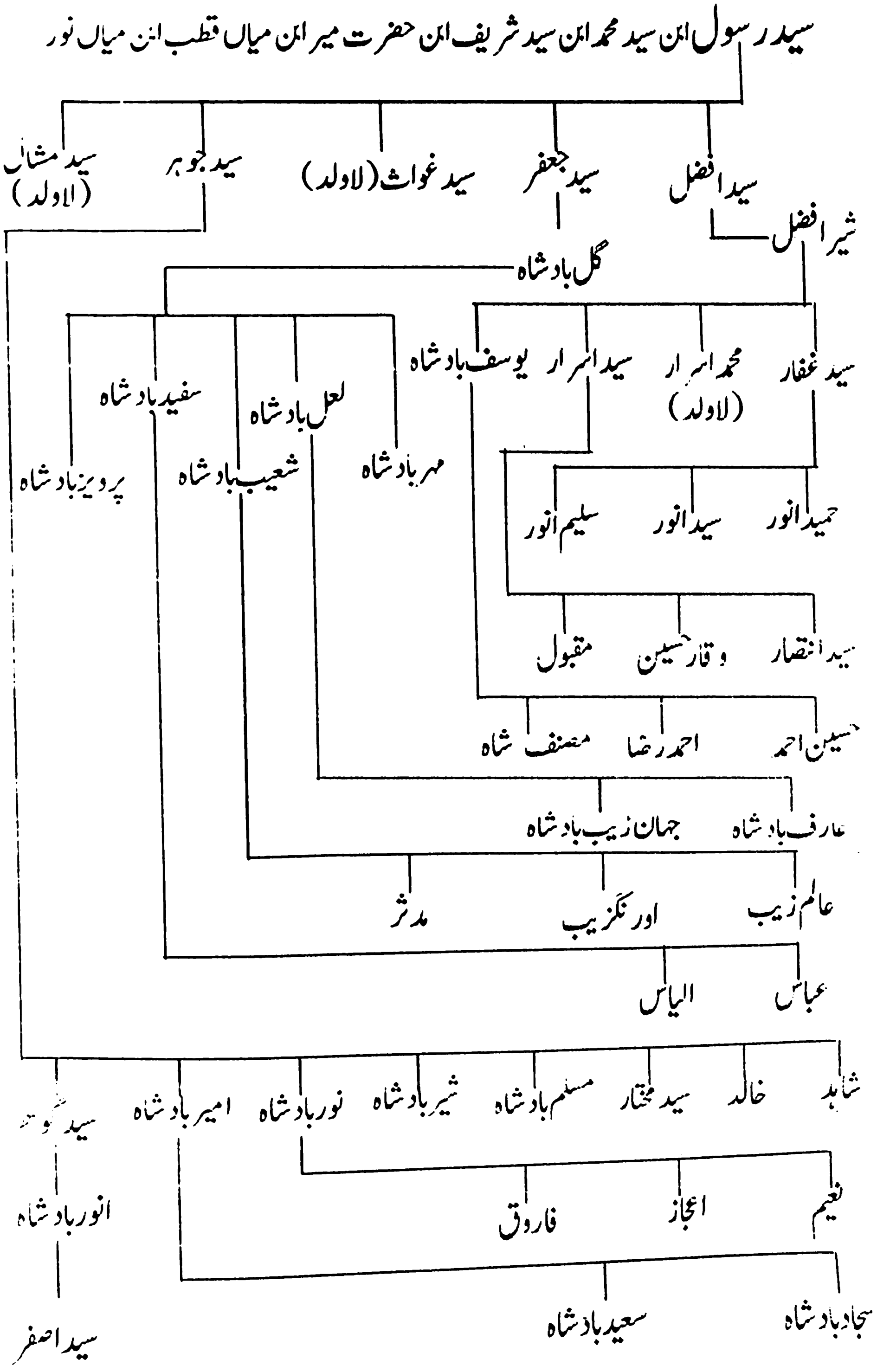
سید رسول ابن سید محمد ابن سید شریف ابن حضرت میر ابن میاں قطب ابن میاں نور
سید افضل
سید جعفر
سید غواث (لاولد)
سید جوہر
سید مشان (لاولد)
شیر افضل
گل بادشاہ
سید غفار
محمد اسرار (لاولد)
سید اسرار
یوسف بادشاہ
مہر بادشاہ
لعل بادشاہ
شعیب بادشاہ
سفید بادشاہ
پرویز بادشاہ
حمید انور
سید انور
سلیم انور
سید انتصار
وقار حسین
مقبول
حسین احمد
احمد رضا
مصنف شاہ
عارف بادشاہ
جہان زیب بادشاہ
عالم زیب
اورنگزیب
مدثر
عباس
الیاس
شاہد
خالد
سید مختار
مسلم بادشاہ
شیر بادشاہ
نور بادشاہ
امیر بادشاہ
سید شوکت
نعیم
اعجاز
فاروق
انور بادشاہ
سجاد بادشاہ
سعید بادشاہ
سید اصفر

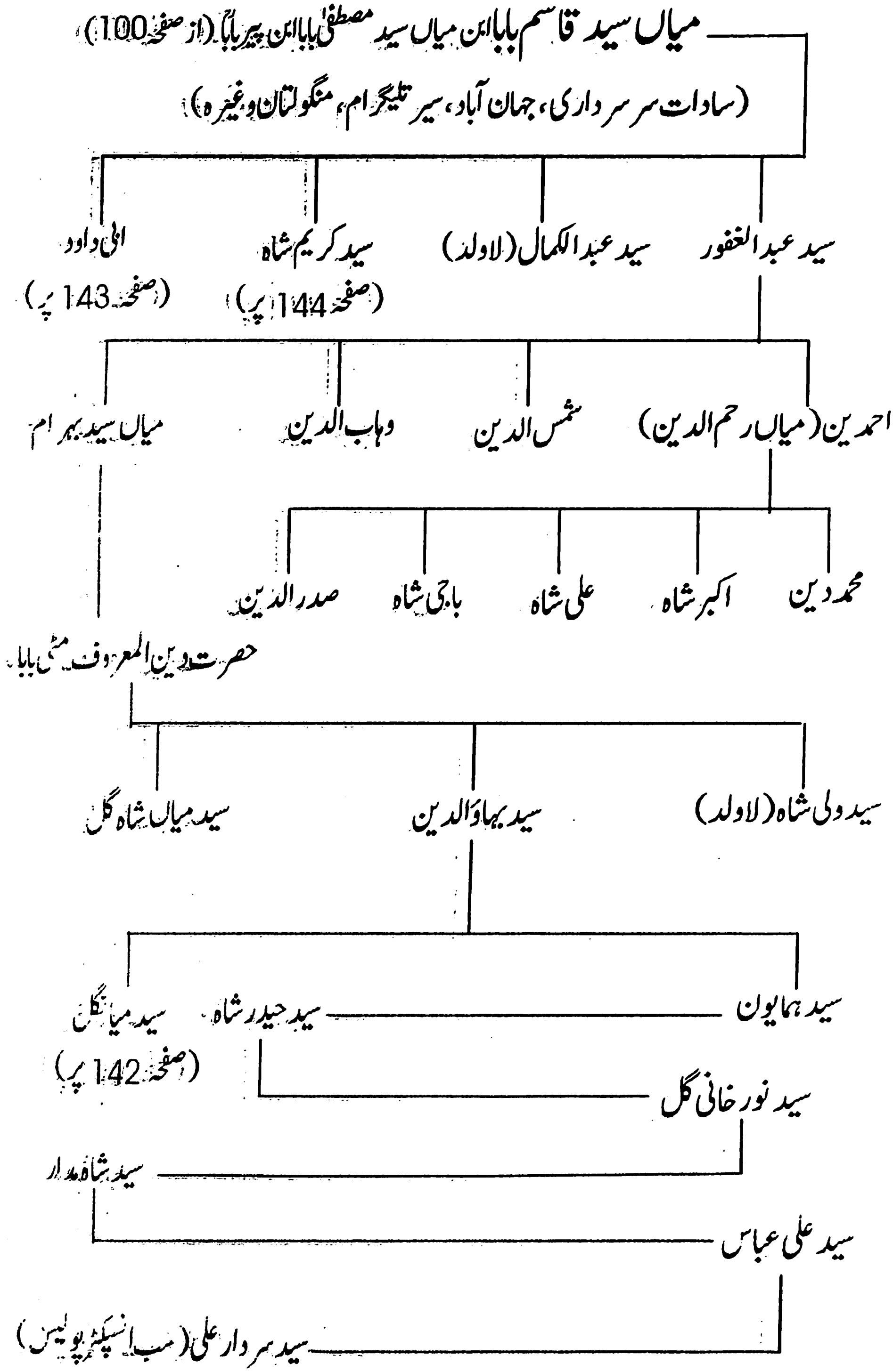
میاں سید قاسم بابا ابن میاں سید مصطفیٰ بابا ابن پیر بابا (از صفحہ 100)
(سادات سرسرداری، جہان آباد، سیر تلیگرام، منگولتان وغیرہ)
سید عبدالغفور
سید عبدالکمال (لاولد)
سید کریم شاہ
(صفحہ 144 پر)
الہی داود
(صفحہ 143 پر)
احمد دین (میاں رحم الدین)
شمس الدین
وہاب الدین
میاں سید بہرام
محمد دین
اکبر شاہ
علی شاہ
باجی شاہ
صدر الدین
حضرت دین المعروف مٹی بابا
سید ولی شاہ (لاولد)
سید بہاؤالدین
سید میاں شاہ گل
سید ہمایون
سید حیدر شاہ
سید میانگل
(صفحہ 142 پر)
سید نور خانی گل
سید شاہ مدار
سید علی عباس
سید سردار علی (سب انسپکٹر پولیس)

(از صفحہ 141)

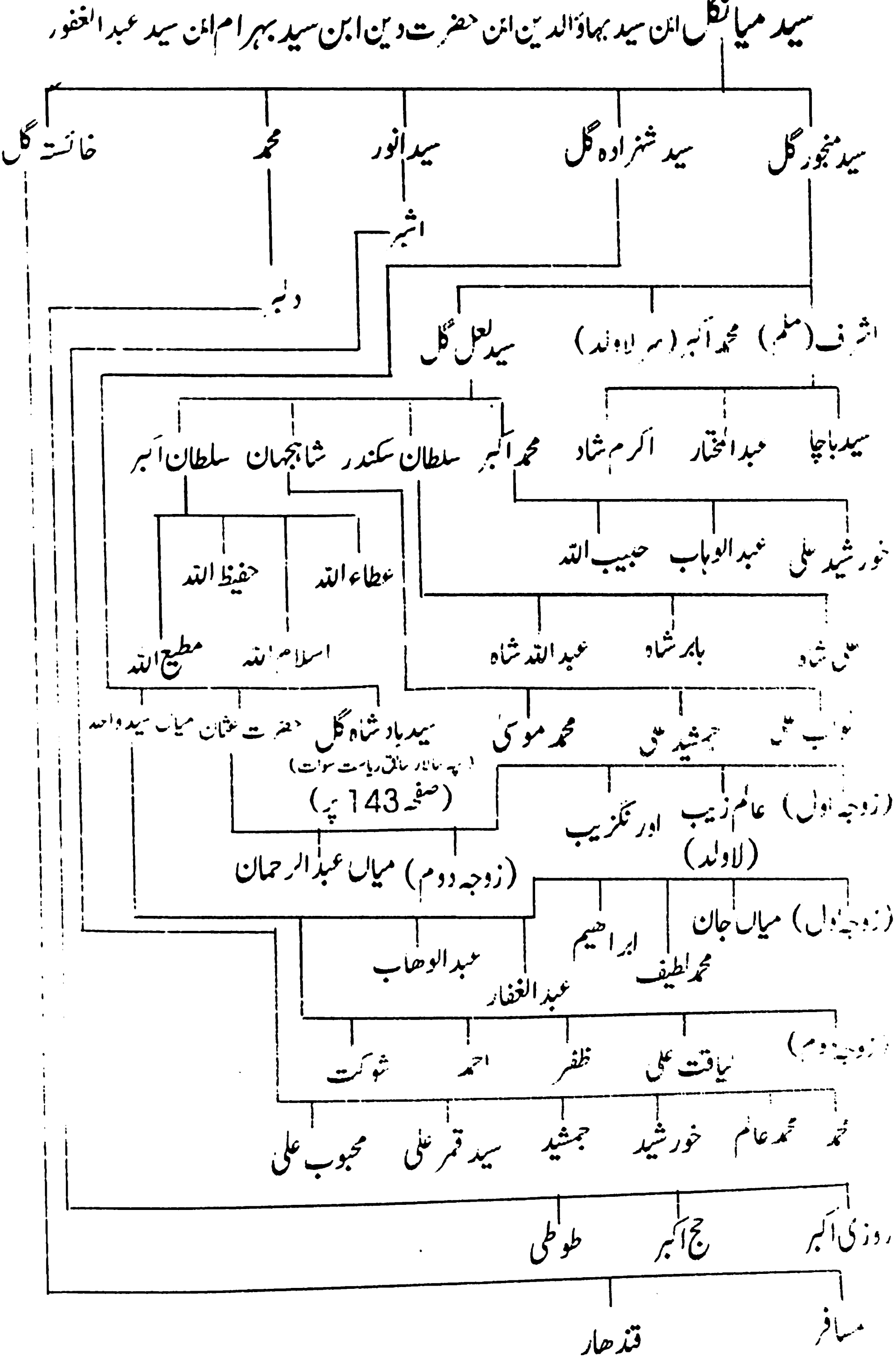
سید میانگل ابن سید بہاؤالدین ابن حضرت دین ابن سید بہرام ابن سید عبدالغفور
سید منجور گل
سید شہزادہ گل
سید انور
محمد
خائستہ گل
اشبر
دلبر
اشرف (ملنگ)
محمد اکبر (بے اولاد)
سید لعل گل
سید باچا
عبدالمختار
اکرم شاد
محمد اکبر
سلطان سکندر
شاہجہان
سلطان اکبر
خورشید علی
عبدالوہاب
حبیب اللہ
عطاء اللہ
حفیظ اللہ
علی شاہ
بابر شاہ
عبداللہ شاہ
اسلام اللہ
مطیع اللہ
نواب علی
جمشید علی
محمد موسیٰ
سید بادشاہ گل
(سپہ سالار سابق ریاست سوات)
(صفحہ 143 پر)
حضرت عثمان
میاں سید واحد
(زوجہ اول) عالم زیب
(لاولد)
اورنگزیب
(زوجہ دوم) میاں عبدالرحمان
(زوجہ اول) میاں جان
محمد لطیف
ابراھیم
عبدالغفار
عبدالوھاب
(زوجہ دوم)
لیاقت علی
ظفر
احمد
شوکت
محمد
محمد عام
خورشید
جمشید
سید قمر علی
محبوب علی
روزی اکبر
حج اکبر
طوطی
مسافر
قندھار

(از صفحہ 141)

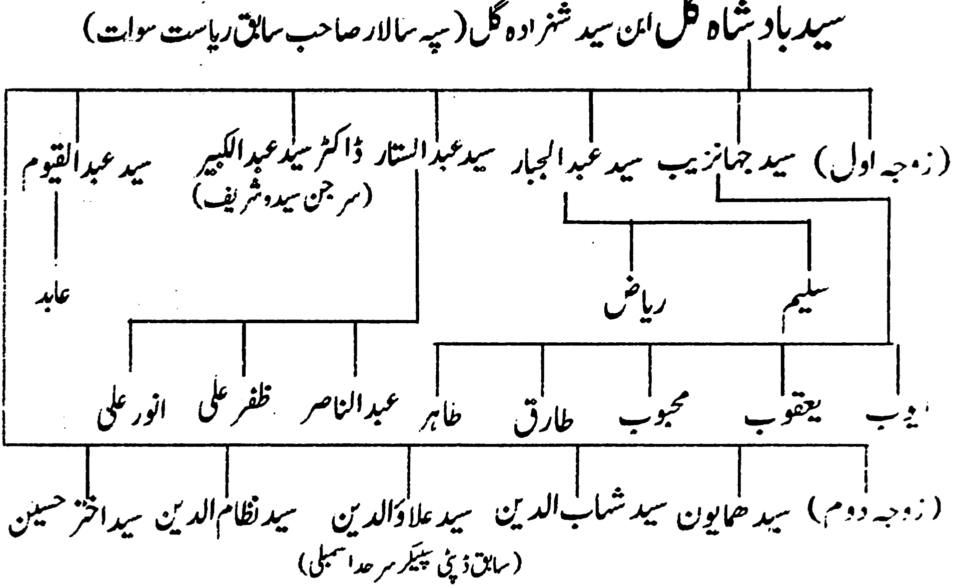
سید بادشاہ گل ابن سید شہزادہ گل (سپہ سالار صاحب سابق ریاست سوات)
(زوجہ اول) سید جہانزیب
سید عبدالجبار
سید عبدالستار
ڈاکٹر سید عبدالکبیر
(سرجن سیدو شریف)
سید عبدالقیوم
عابد
سلیم
ریاض
یوب
یعقوب
محبوب
طارق
طاہر
عبدالناصر
ظفر علی
انور علی
(زوجہ دوم) سید ھمایون
سید شہاب الدین
سید علاؤالدین
(سابق ڈپٹی سپیکر سرحد اسمبلی)
سید نظام الدین
سید اختر حسین

(از صفحہ 100)

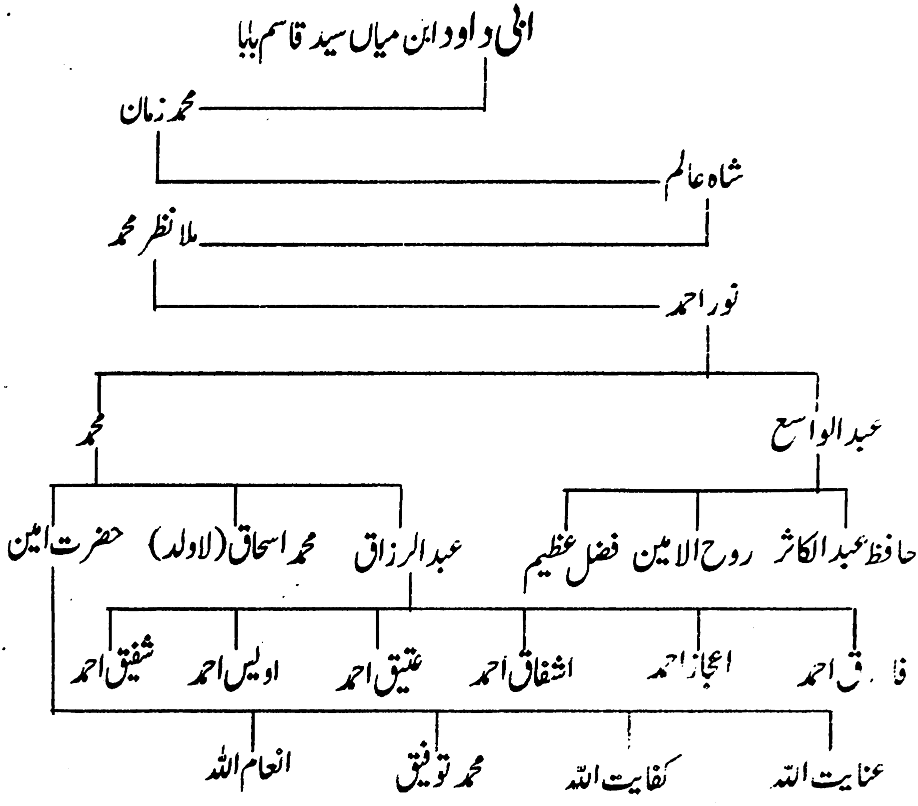
انبی داود ابن میاں سید قاسم بابا
محمد زمان
شاہ عالم
ملا نظر محمد
نور احمد
محمد
عبدالواسع
حضرت امین
محمد اسحاق (لاولد)
عبدالرزاق
فضل عظیم
روح الامین
حافظ عبدالکاثر
شفیق احمد
اویس احمد
عتیق احمد
اشفاق احمد
اعجاز احمد
فا ق احمد
انعام اللہ
محمد توفیق
کفایت اللہ
عنایت اللہ

(از صفحہ 100)

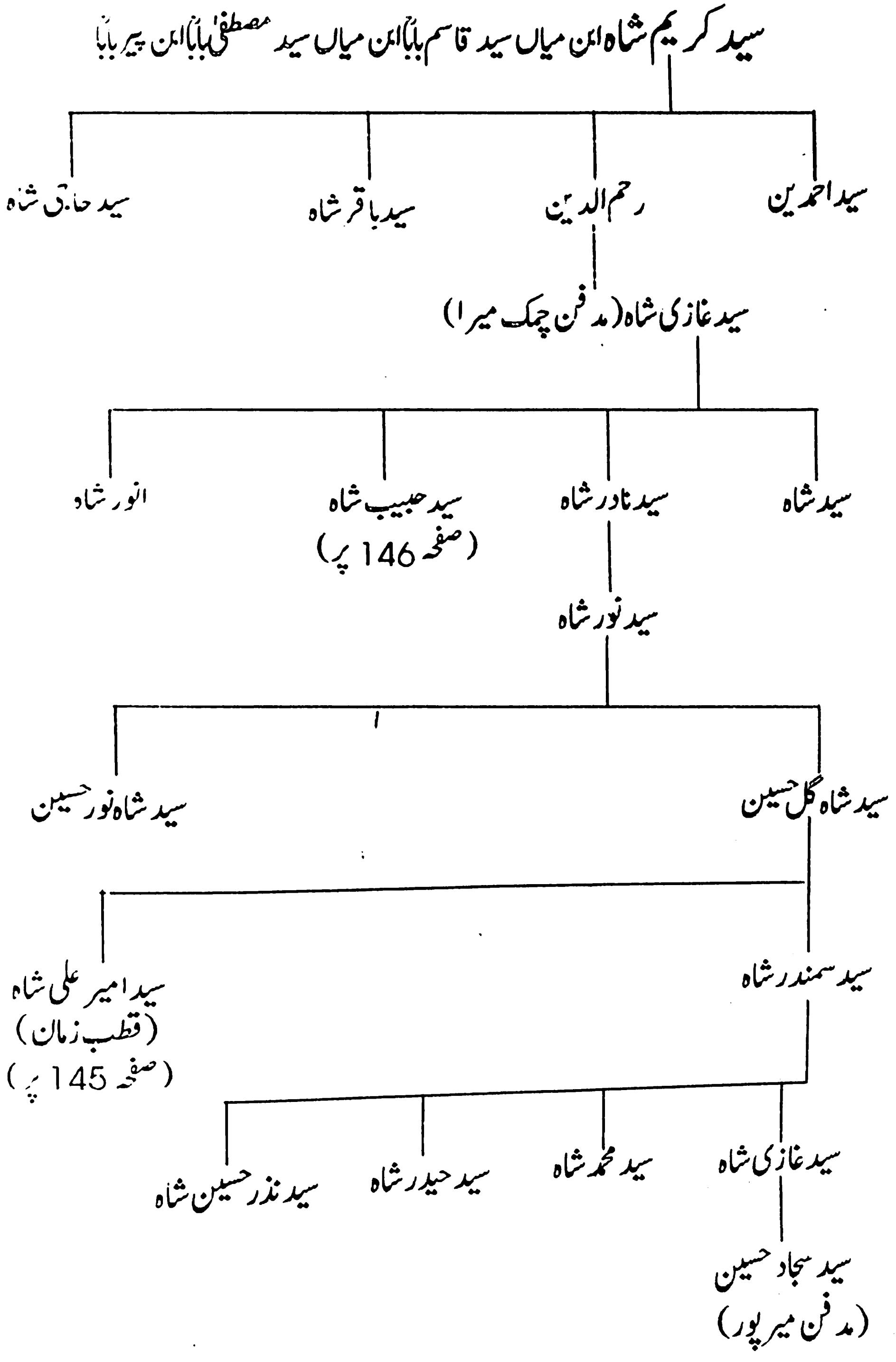
سید کریم شاہ ابن میاں سید قاسم باباؒ ابن میاں سید مصطفٰی باباؒ ابن پیر باباؒ
سید احمد دین
رحم الدین
سید باقر شاہ
سید حاجی شاہ
سید غازی شاہ (مدفن چمک میرا)
سید شاہ
سید نادر شاہ
سید حبیب شاہ (صفحہ 146 پر)
انور شاہ
سید نور شاہ
سید شاہ گل حسین
سید شاہ نور حسین
سید سمندر شاہ
سید امیر علی شاہ (قطب زمان) (صفحہ 145 پر)
سید غازی شاہ
سید محمد شاہ
سید حیدر شاہ
سید نذر حسین شاہ
سید سجاد حسین (مدفن میرپور)

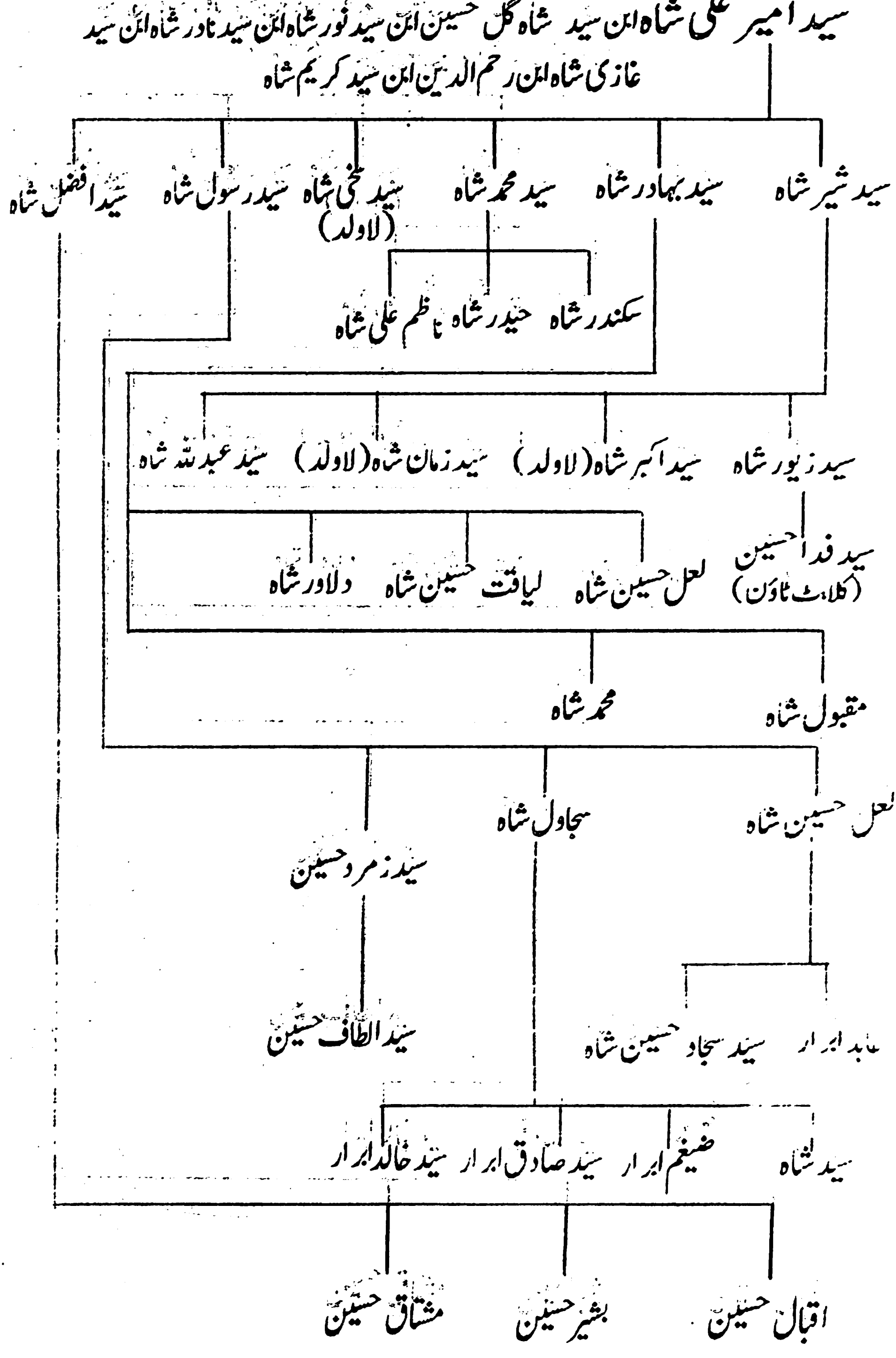
سید امیر علی شاہ ابن سید شاہ گل حسین ابن سید نور شاہ ابن سید نادر شاہ ابن سید غازی شاہ ابن رحم الدین ابن سید کریم شاہ
سید شیر شاہ
سید بہادر شاہ
سید محمد شاہ
سید سخی شاہ (لاولد)
سید رسول شاہ
سید افضل شاہ
سکندر شاہ
حیدر شاہ
ناظم علی شاہ
سید زیور شاہ
سید اکبر شاہ (لاولد)
سید زمان شاہ (لاولد)
سید عبداللہ شاہ
سید فدا حسین (کلاٹ ٹاؤن)
لعل حسین شاہ
لیاقت حسین شاہ
دلاور شاہ
مقبول شاہ
محمد شاہ
لعل حسین شاہ
سجاول شاہ
سید زمرد حسین
سید الطاف حسین
عابد ابرار
سید سجاد حسین شاہ
سید شاہ
ضیغم ابرار
سید صادق ابرار
سید خالد ابرار
اقبال حسین
بشیر حسین
مشتاق حسین

سید حبیب شاہ ابن سید غازی شاہ (از صفحہ 144)

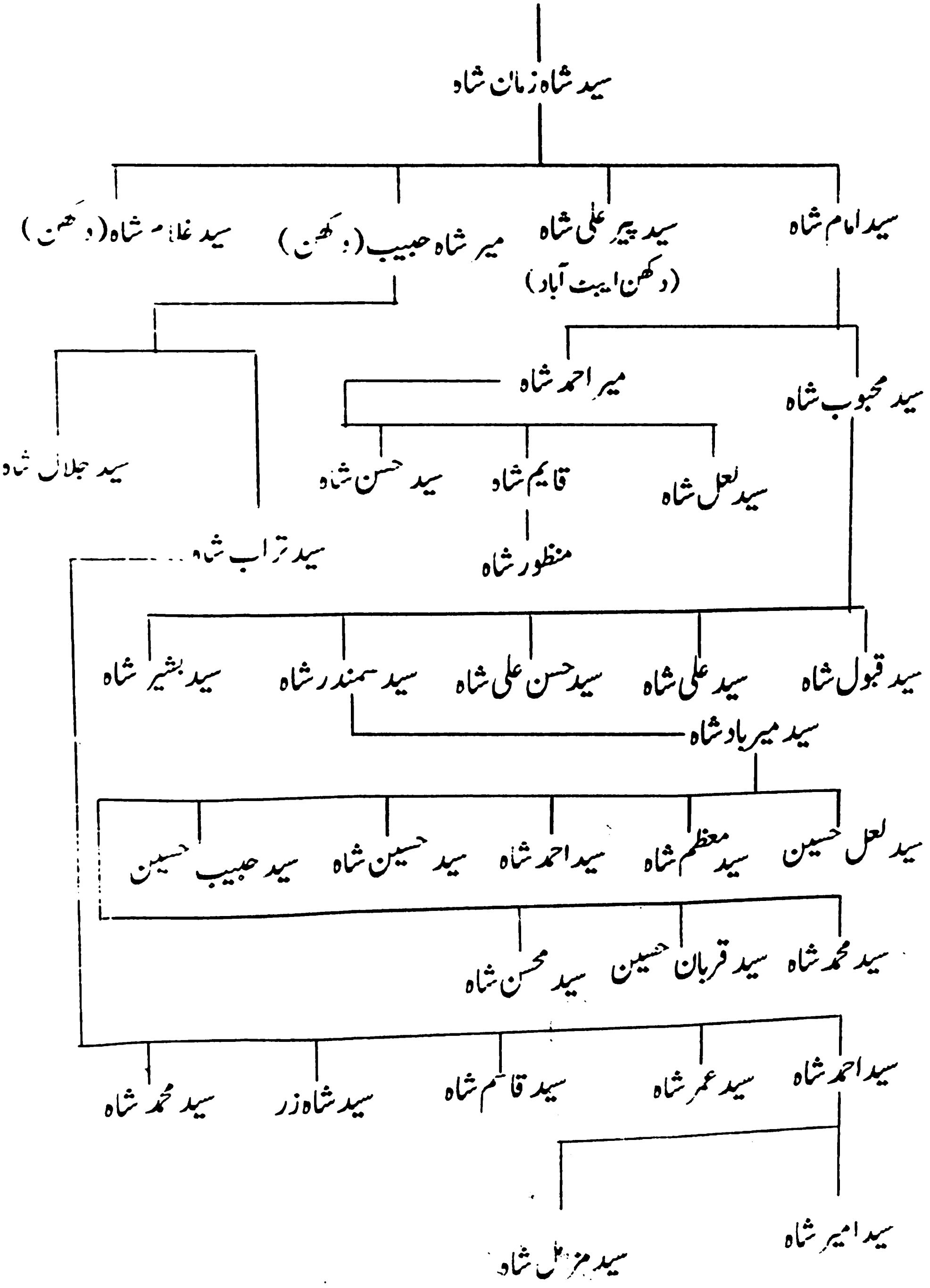
سید شاہ زمان شاہ
سید امام شاہ
سید پیر علی شاہ
(دکھن ایبٹ آباد)
میر شاہ حبیب (دکھن)
سید غلام شاہ (دکھن)
میر احمد شاہ
سید محبوب شاہ
سید لعل شاہ
قایم شاہ
سید حسن شاہ
سید جلال شاہ
منظور شاہ
سید تراب شاہ
سید قبول شاہ
سید علی شاہ
سید حسن علی شاہ
سید سمندر شاہ
سید بشیر شاہ
سید میر بادشاہ
سید لعل حسین
سید معظم شاہ
سید احمد شاہ
سید حسین شاہ
سید حبیب حسین
سید محمد شاہ
سید قربان حسین
سید محسن شاہ
سید احمد شاہ
سید عمر شاہ
سید قاسم شاہ
سید شاہ زر
سید محمد شاہ
سید امیر شاہ
سید مزمل شاہ

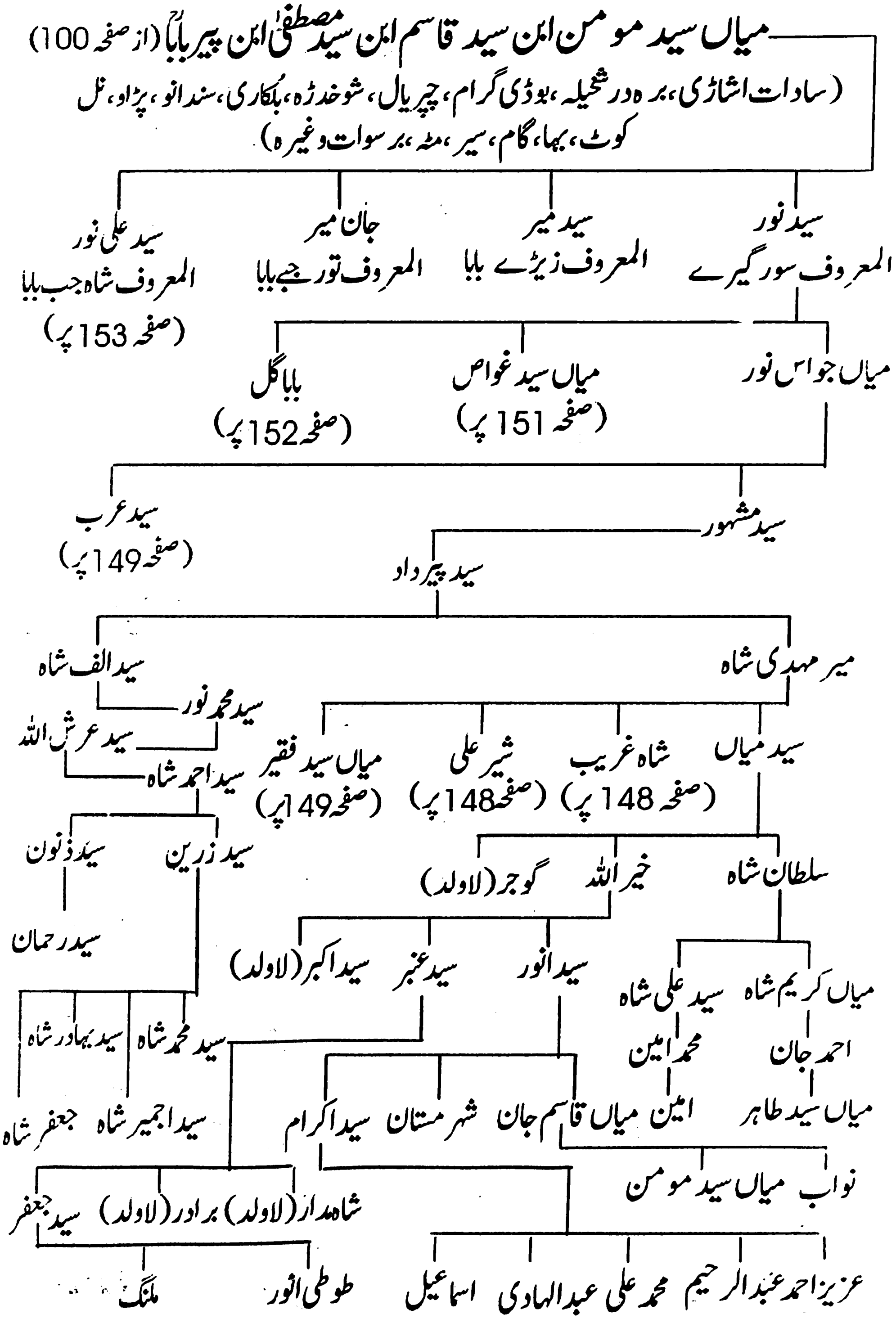
میاں سید مومن ابن سید قاسم ابن سید مصطفیٰ ابن پیر باباؒ (از صفحہ 100)
(سادات اشاڑی، برہ درشخیلہ، بوڈی گرام، چپریال، شوخدڑہ، بُلکاری، سندانو، پڑاو، نل کوٹ، بہا، گام، سیر، مٹہ، برسوات وغیرہ)
سید نور
المعروف سور گیرے
سید میر
المعروف زیڑے بابا
جان میر
المعروف تور جبے بابا
سید علی نور
المعروف شاہ جب بابا
(صفحہ 153 پر)
میاں جواس نور
میاں سید غواص
(صفحہ 151 پر)
بابا گل
(صفحہ 152 پر)
سید مشہور
سید عرب
(صفحہ 149 پر)
سید پیر داد
میر مہدی شاہ
سید الف شاہ
سید محمد نور
سید عرش اللہ
سید احمد شاہ
سید میاں
شاہ غریب
(صفحہ 148 پر)
شیر علی
(صفحہ 148 پر)
میاں سید فقیر
(صفحہ 149 پر)
سید زرین
سید ذنون
سید رحمان
سلطان شاہ
خیر اللہ
گوجر (لاولد)
سید انور
سید عنبر
سید اکبر (لاولد)
میاں کریم شاہ
سید علی شاہ
احمد جان
محمد امین
میاں سید طاہر
امین
میاں قاسم جان
شہر مستان
سید اکرام
سید محمد شاہ
سید بہادر شاہ
سید اجمیر شاہ
جعفر شاہ
نواب
میاں سید مومن
شاہمدار (لاولد)
برادر (لاولد)
سید جعفر
طوطی انور
ملنگ
عزیز احمد
عبد الرحیم
محمد علی
عبد الہادی
اسماعیل

شاہ غریب ابن میر مہدی شاہ ابن سید پیر داد (از صفحہ 147)

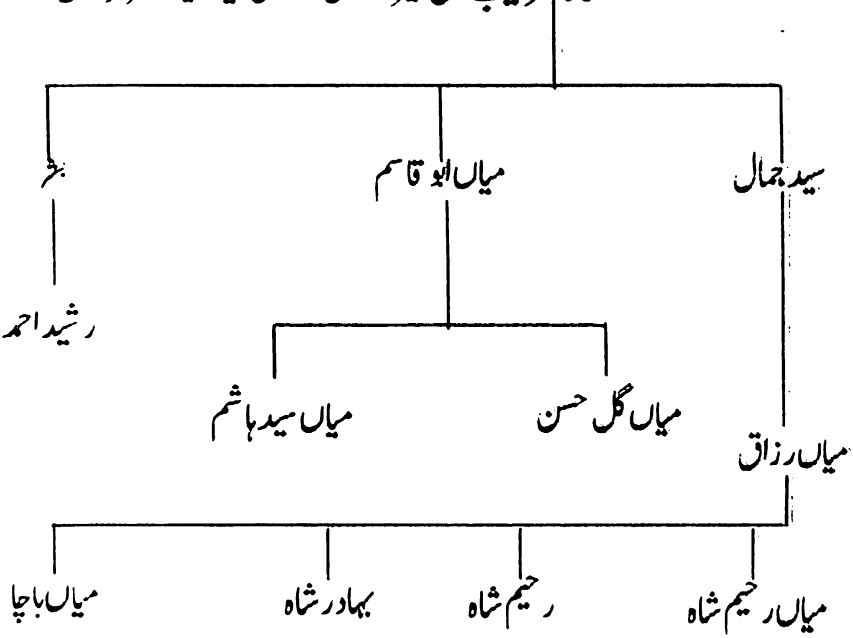
سید جمال
میاں ابو قاسم
بشر
رشید احمد
میاں گل حسن
میاں سید ہاشم
میاں رزاق
میاں رحیم شاہ
رحیم شاہ
بہادر شاہ
میاں باچا

(از صفحہ 147)

شیر علی ابن میر مہدی شاہ ابن سید پیر داد

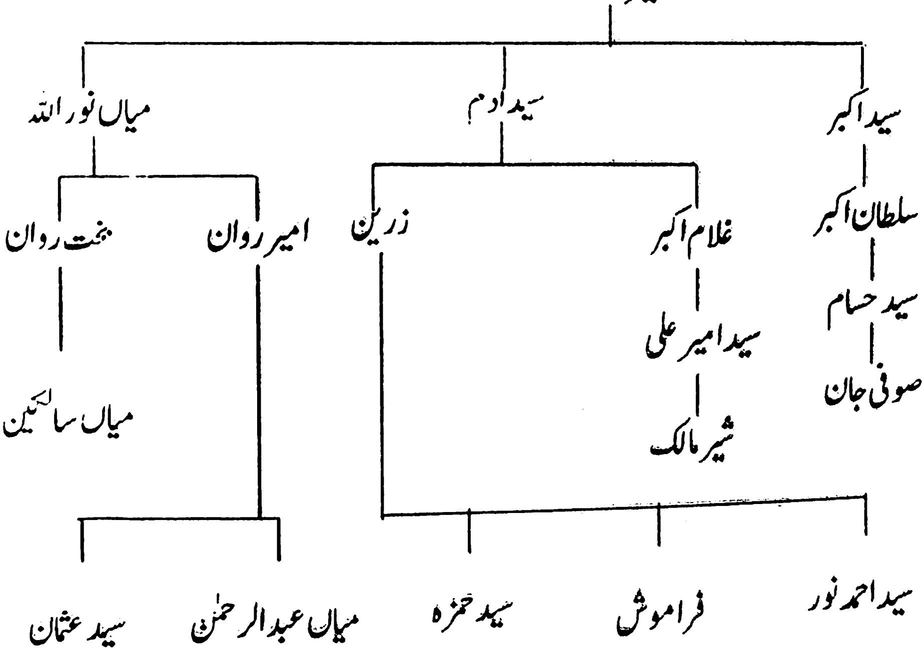
سید اکبر
سید ادم
میاں نور اللہ
سلطان اکبر
سید حسام
صوفی جان
غلام اکبر
سید امیر علی
شیر مالک
زرین
امیر روان
بخت روان
میاں سالکین
سید احمد نور
فراموش
سید حمزہ
میاں عبدالرحمٰن
سید عثمان

میاں سید فقیر ابن میر مہدی شاہ ابن پیر داد (از صفحہ 147)

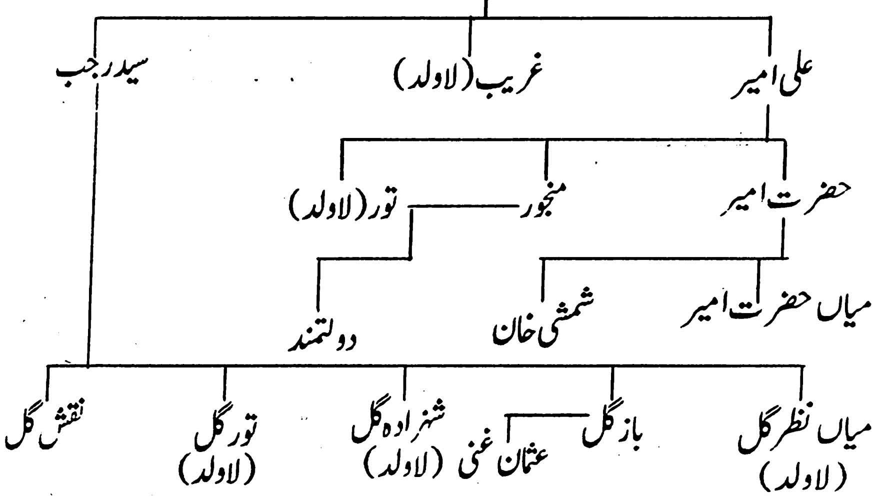
علی امیر
غریب (لاولد)
سید رجب
حضرت امیر
منجور
تور (لاولد)
میاں حضرت امیر
شمشی خان
دولتمند
میاں نظر گل (لاولد)
باز گل
عثمان غنی
شہزادہ گل (لاولد)
تور گل (لاولد)
نقش گل

(از صفحہ 147)

سید عرب ابن میاں جواس نور ابن سید نور

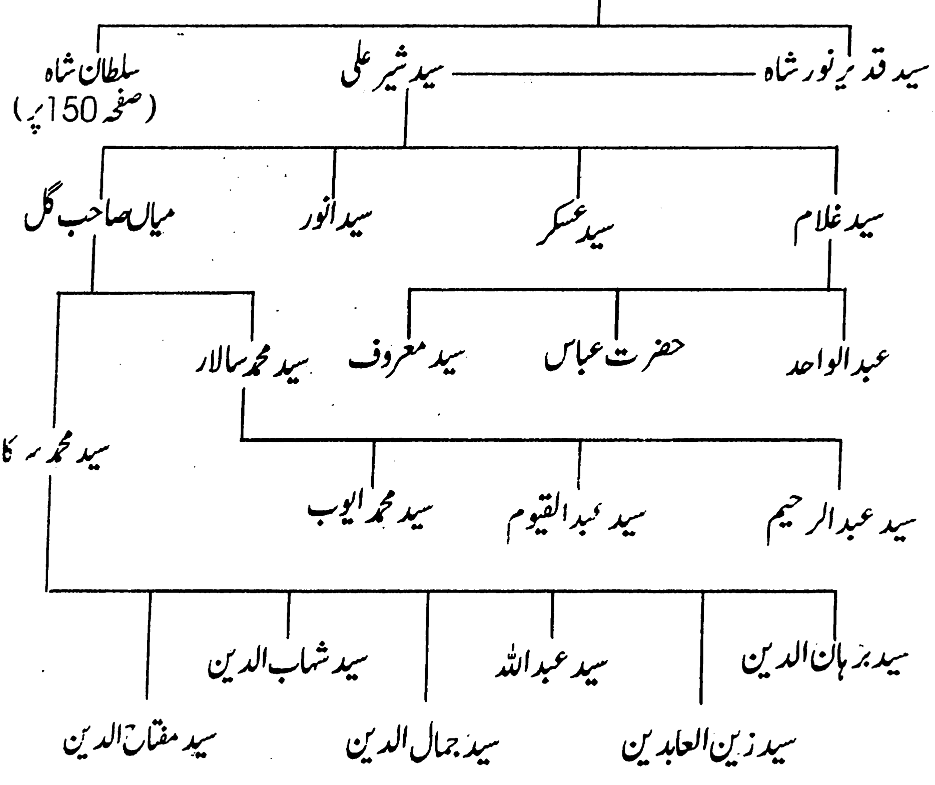
سید قدیر نور شاہ
سید شیر علی
سلطان شاہ (صفحہ 150 پر)
سید غلام
سید عسکر
سید انور
میاں صاحب گل
عبدالواحد
حضرت عباس
سید معروف
سید محمد سالار
سید محمد سرکار
سید عبدالرحیم
سید عبدالقیوم
سید محمد ایوب
سید برہان الدین
سید عبداللہ
سید شہاب الدین
سید زین العابدین
سید جمال الدین
سید مفتاح الدین

سلطان شاہ ابن سید عرب ابن جواس نور (از صفحہ 149)

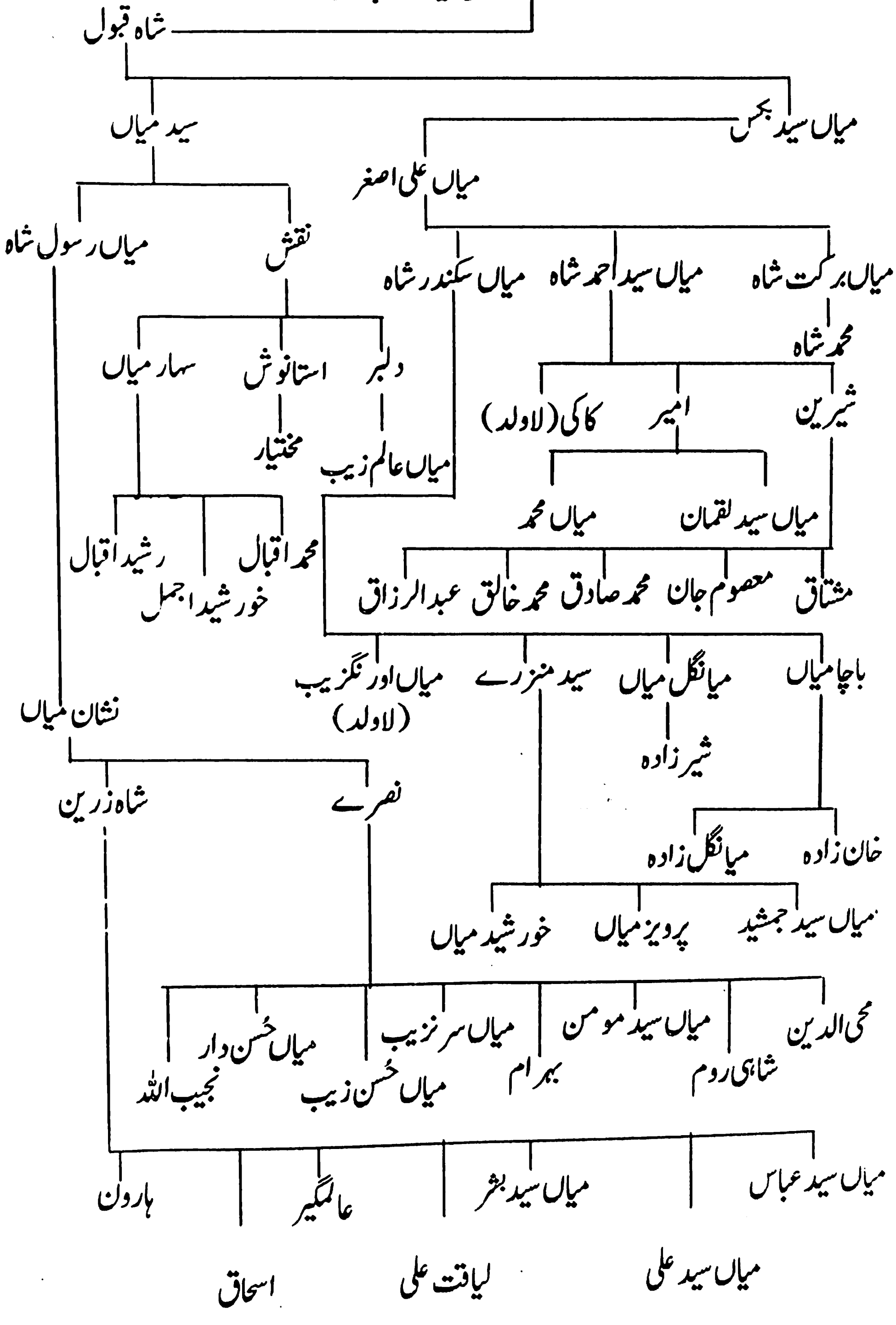
شاہ قبول
میاں سید بخش
سید میاں
میاں علی اصغر
نقش
میاں رسول شاہ
میاں برکت شاہ
میاں سید احمد شاہ
میاں سکندر شاہ
محمد شاہ
دلبر
استانوش
سہار میاں
شیرین
امیر
کاکی (لاولد)
مختیار
میاں عالم زیب
میاں سید لقمان
میاں محمد
محمد اقبال
رشید اقبال
خورشید اجمل
مشتاق
معصوم جان
محمد صادق
محمد خالق
عبدالرزاق
باچا میاں
میانگل میاں
سید منزرے
میاں اورنگزیب
(لاولد)
نشان میاں
شیر زادہ
نصرے
شاہ زرین
خان زادہ
میانگل زادہ
میاں سید جمشید
پرویز میاں
خورشید میاں
محی الدین
میاں سید مومن
میاں سرزیب
میاں حُسن دار
شاہی روم
بہرام
میاں حُسن زیب
نجیب اللہ
میاں سید عباس
میاں سید بشر
عالمگیر
ہارون
میاں سید علی
لیاقت علی
اسحاق

میاں سید غواص ابن سید نور ابن میاں سید مومن (از صفحہ 147)

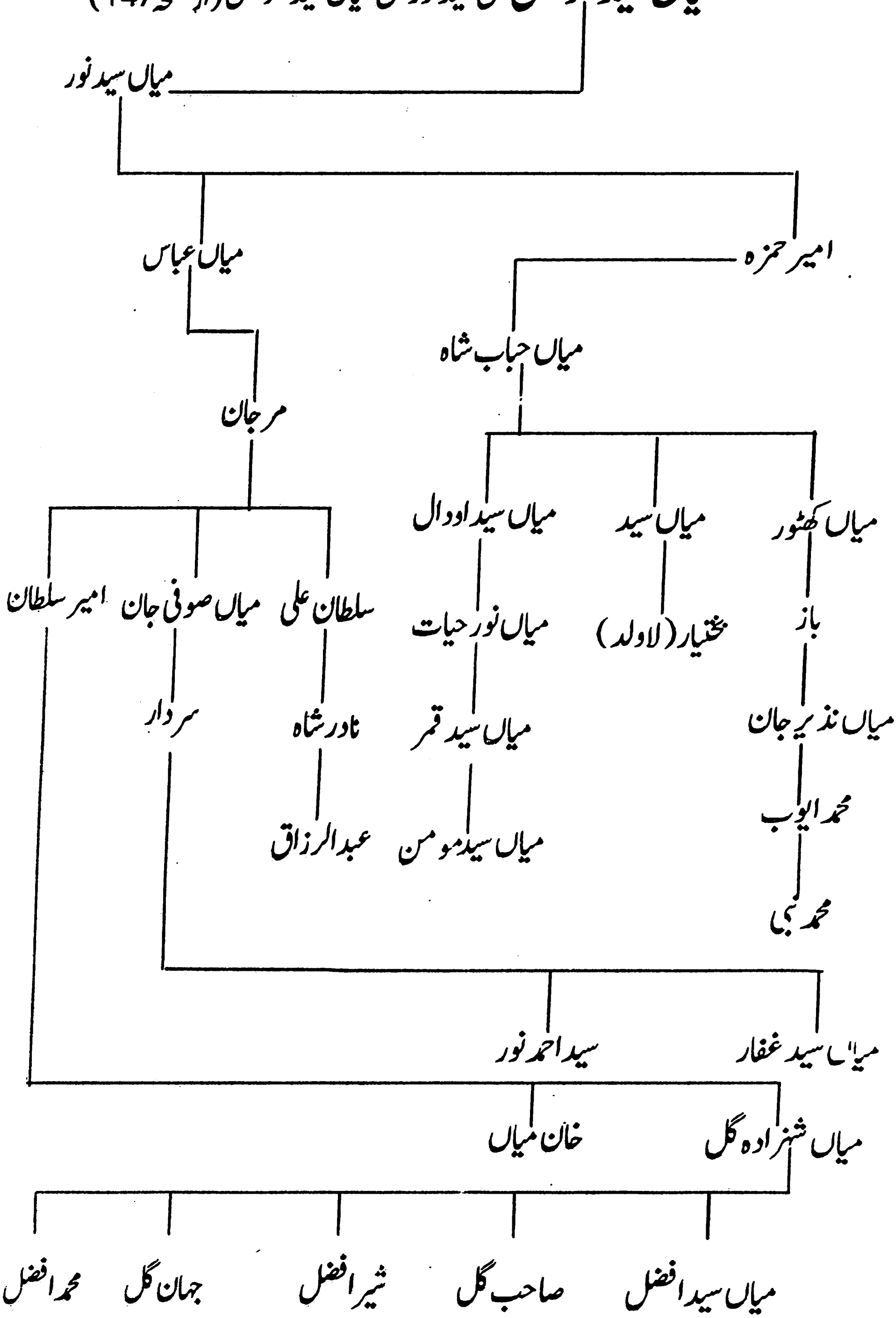
میاں سید نور
امیر حمزہ
میاں عباس
میاں حباب شاہ
مرجان
میاں کھٹور
میاں سید
میاں سید اودال
سلطان علی
میاں صوفی جان
امیر سلطان
باز
بختیار (لاولد)
میاں نور حیات
میاں نذیر جان
میاں سید قمر
نادر شاہ
سردار
محمد ایوب
میاں سید مومن
عبدالرزاق
محمد نبی
میاں سید غفار
سید احمد نور
میاں شہزادہ گل
خان میاں
میاں سید افضل
صاحب گل
شیر افضل
جہان گل
محمد افضل

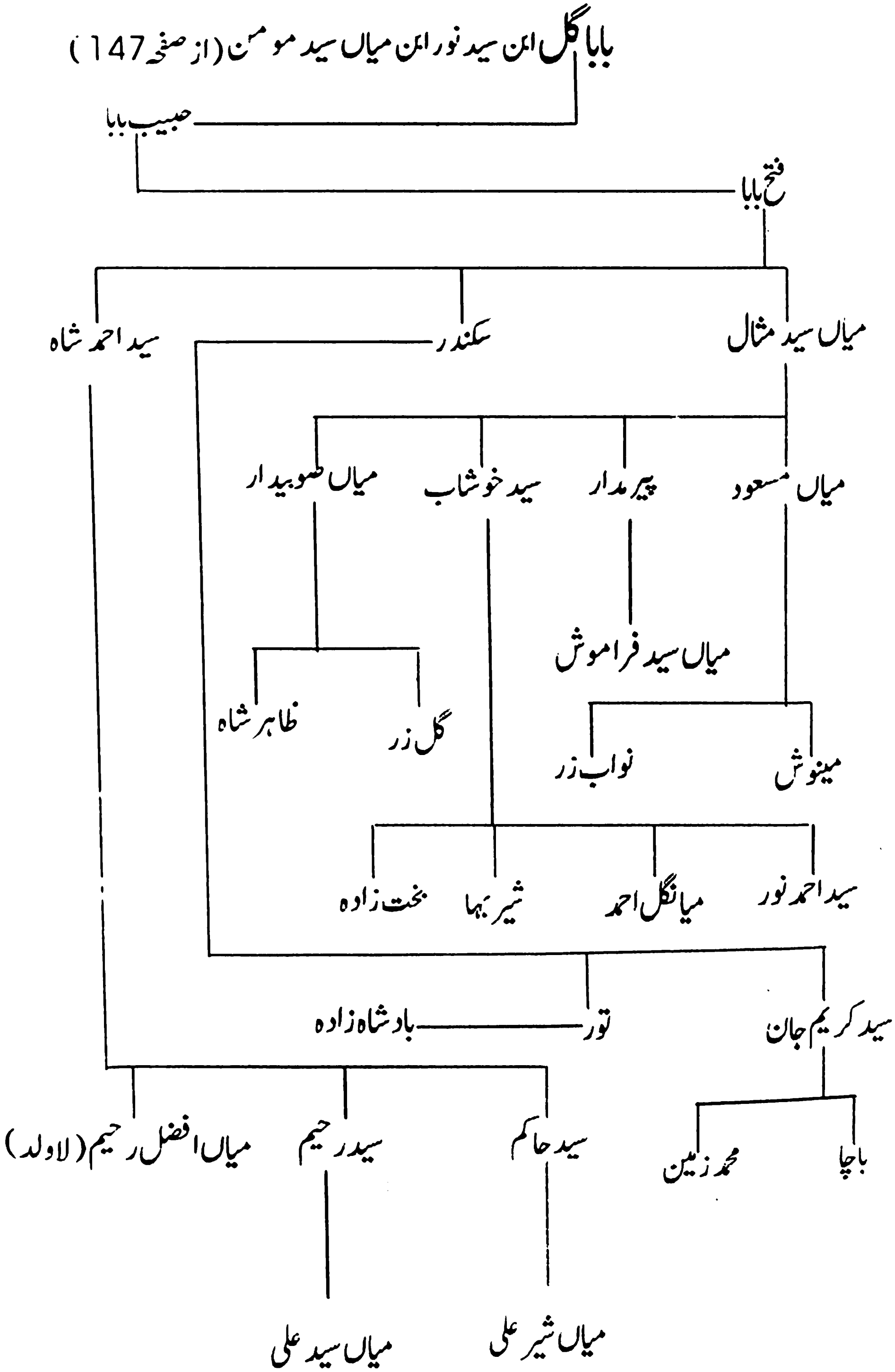
بابا گل ابن سید نور ابن میاں سید مومن (از صفحہ 147)
حبیب بابا
فتح بابا
میاں سید مثال
سکندر
سید احمد شاہ
میاں مسعود
پیر مدار
سید خوشاب
میاں صوبیدار
میاں سید فراموش
گل زر
ظاہر شاہ
مینوش
نواب زر
سید احمد نور
میانگل احمد
شیر بہا
بخت زادہ
سید کریم جان
تور
بادشاہ زادہ
باچا
محمد زمین
سید حاکم
سید رحیم
میاں افضل رحیم (لاولد)
میاں شیر علی
میاں سید علی

(از صفحہ 147)

میاں علی نور المعروف شاہ جب بابا ابن سید مومن ابن سید قاسم مدفن چپریال

اولاد چپریال، بلکاری، سید انو، نلکوٹ، شوخدرہ، پڑاو، گام، سیر، بوڈیگرام وغیرہ

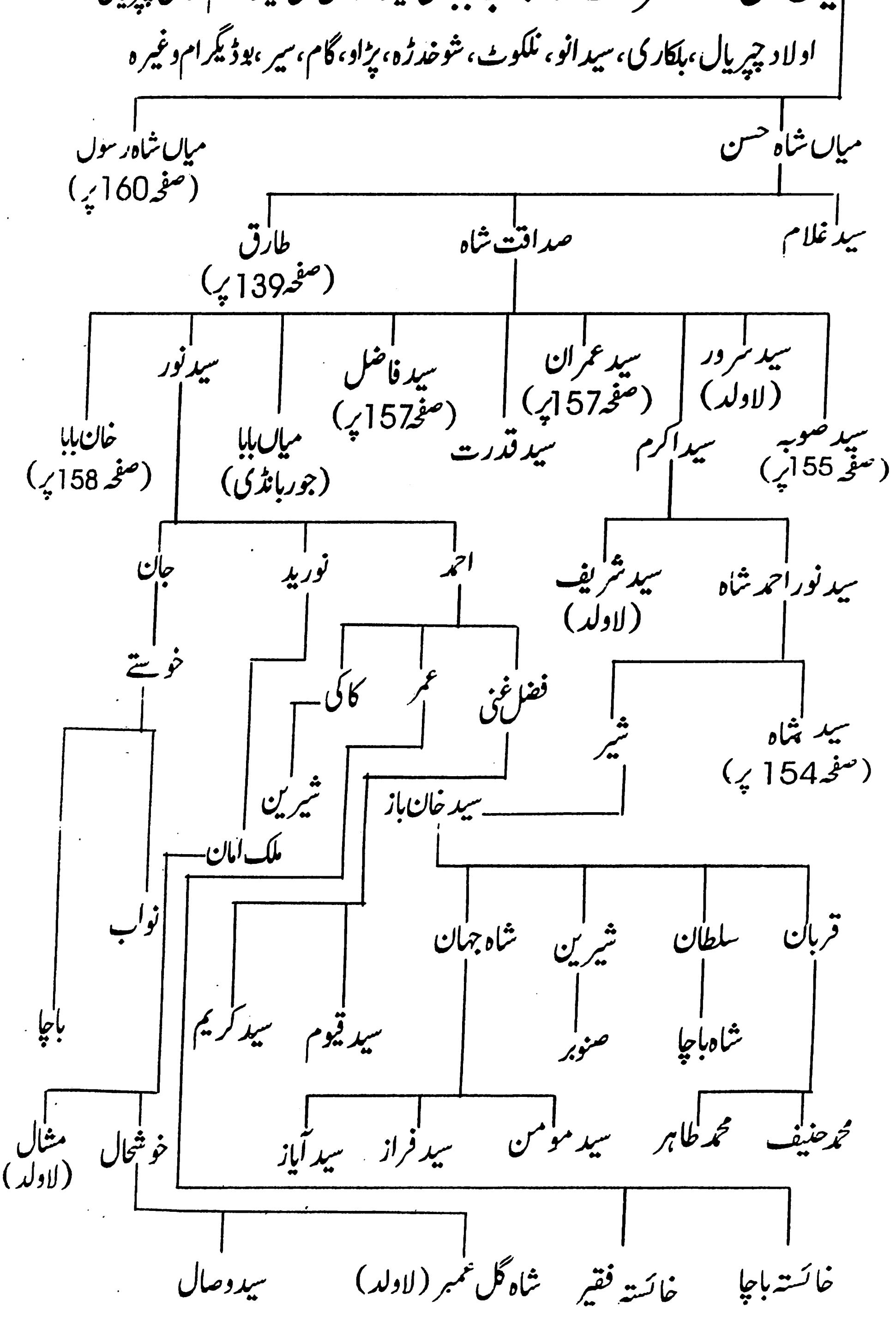
میاں شاہ حسن
میاں شاہ رسول
(صفحہ 160 پر)
سید غلام
صداقت شاہ
طارق
(صفحہ 139 پر)
سید سرور
(لاولد)
سید عمران
(صفحہ 157 پر)
سید فاضل
(صفحہ 157 پر)
سید نور
سید صوبہ
(صفحہ 155 پر)
سید اکرم
سید قدرت
میاں بابا
(جوربانڈی)
خان بابا
(صفحہ 158 پر)
سید نور احمد شاہ
سید شریف
(لاولد)
احمد
نورید
جان
خوستے
فضل غنی
عمر
کاکی
سید شاہ
(صفحہ 154 پر)
شیر
شیرین
سید خان باز
ملک امان
قربان
سلطان
شیرین
شاہ جہان
نواب
باچا
سید کریم
سید قیوم
شاہ باچا
صنوبر
محمد حنیف
محمد طاہر
سید مومن
سید فراز
سید آیاز
خوشحال
مشال
(لاولد)
خائستہ باچا
خائستہ فقیر
شاہ گل عمبر (لاولد)
سید وصال

سید شاہ ابن سید نور احمد شاہ ابن سید اکرام (از صفحہ 153)

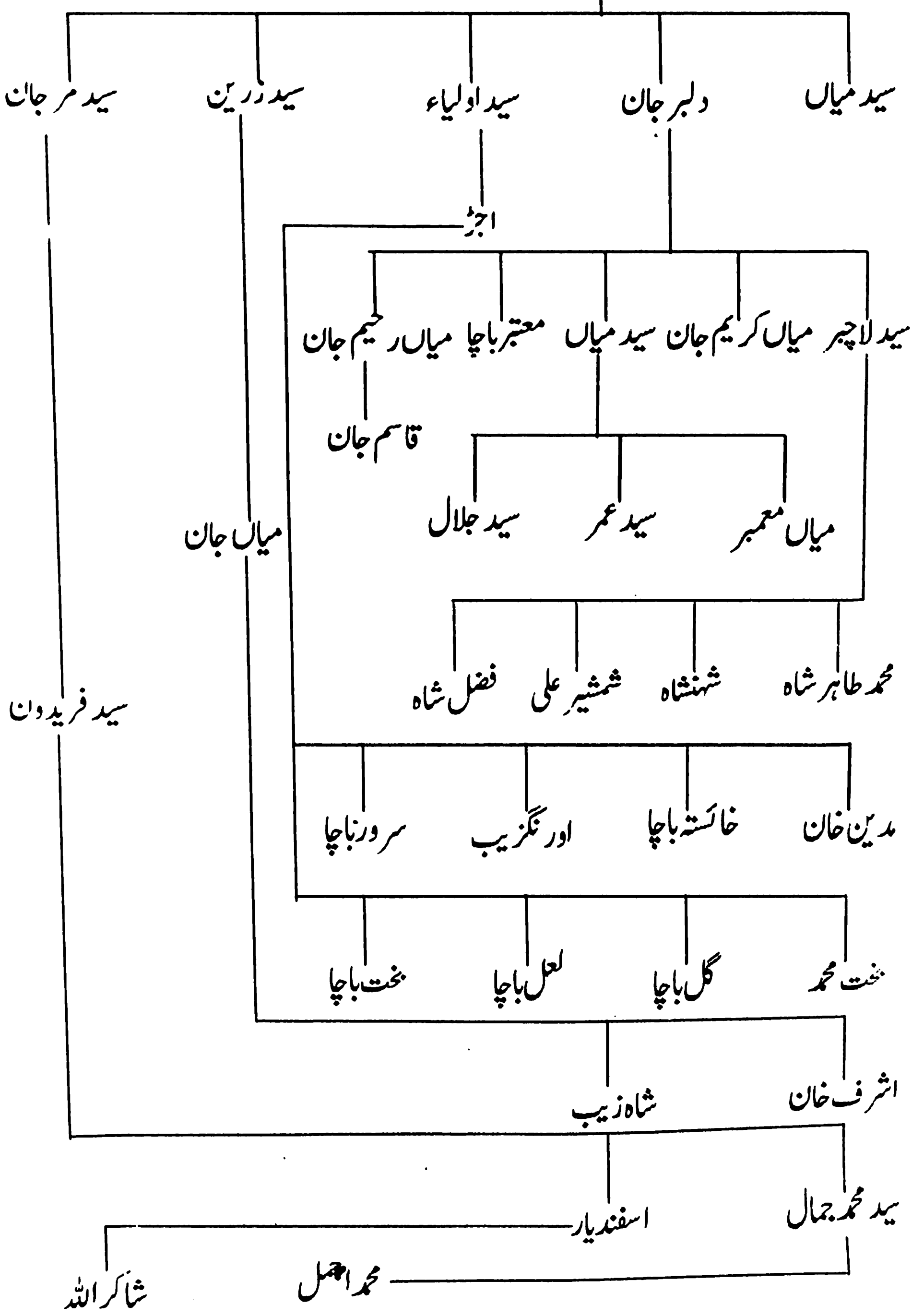
سید میاں
دلبر جان
سید اولیاء
سید زرین
سید مر جان
اجڑ
سید لاچبر
میاں کریم جان
سید میاں
معتبر باچا
میاں رحیم جان
قاسم جان
میاں معمبر
سید عمر
سید جلال
میاں جان
محمد طاہر شاہ
شہنشاہ
شمشیر علی
فضل شاہ
سید فریدون
مدین خان
خائستہ باچا
اورنگزیب
سرور باچا
بخت محمد
گل باچا
لعل باچا
بخت باچا
اشرف خان
شاہ زیب
سید محمد جمال
اسفندیار
محمد اجمل
شاکر اللہ

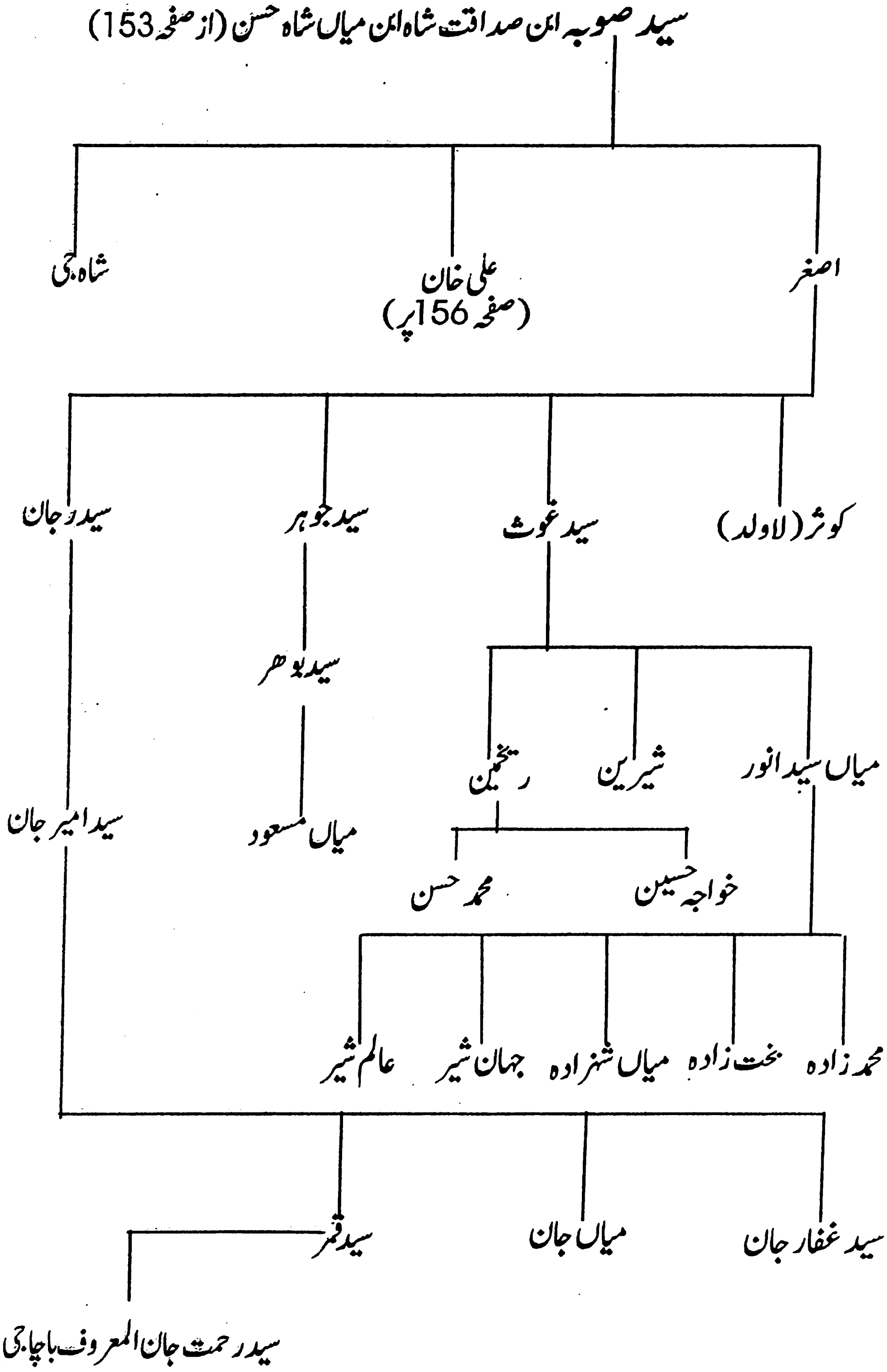
سید صوبہ ابن صداقت شاہ ابن میاں شاہ حسن (از صفحہ 153)
اصغر
علی خان
(صفحہ 156 پر)
شاہ جی
کوثر (لاولد)
سید غوث
سید جوہر
سید رجان
سید بوھر
میاں سید انور
شیرین
رنگین
میاں مسعود
سید امیر جان
خواجہ حسین
محمد حسن
محمد زادہ
بخت زادہ
میاں شہزادہ
جہان شیر
عالم شیر
سید غفار جان
میاں جان
سید قمر
سید رحمت جان المعروف باچا جی

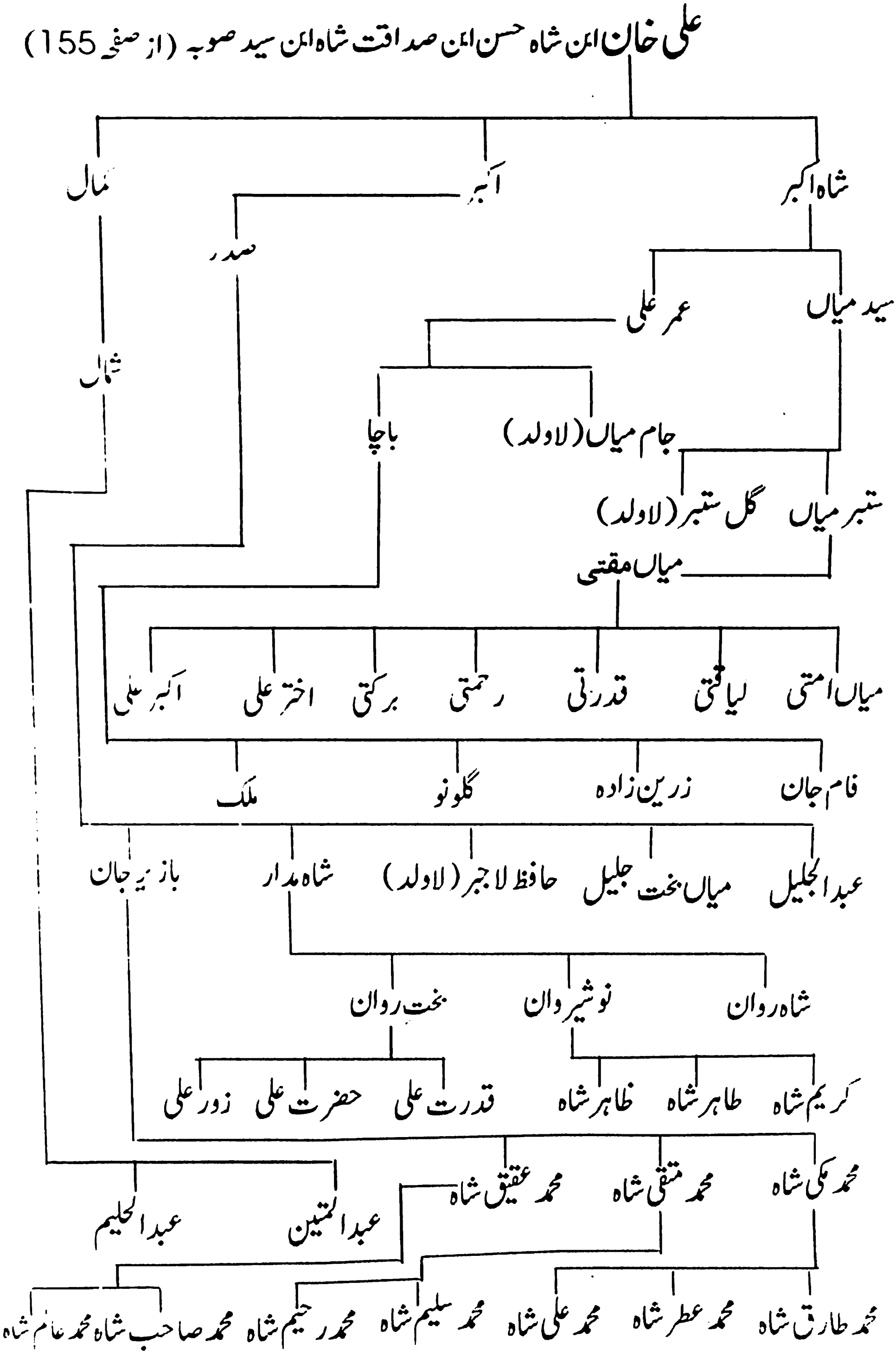
علی خان ابن شاہ حسن ابن صداقت شاہ ابن سید صوبہ (از صفحہ 155)
شاہ اکبر
اکبر
کمال
سید میاں
عمر علی
صدر
شمال
جام میاں (لاولد)
باچا
ستبر میاں
گل ستبر (لاولد)
میاں مقتی
میاں امتی
لیاقتی
قدرتی
رحمتی
برکتی
اختر علی
اکبر علی
فام جان
زرین زادہ
گلونو
ملک
عبدالجلیل
میاں بخت جلیل
حافظ لاجبر (لاولد)
شاہ مدار
بازیر جان
شاہ روان
نوشیروان
بخت روان
کریم شاہ
طاہر شاہ
ظاہر شاہ
قدرت علی
حضرت علی
زور علی
محمد مکی شاہ
محمد متقی شاہ
محمد عقیق شاہ
عبدالمتین
عبدالحلیم
محمد طارق شاہ
محمد عطر شاہ
محمد علی شاہ
محمد سلیم شاہ
محمد رحیم شاہ
محمد صاحب شاہ
محمد عام شاہ

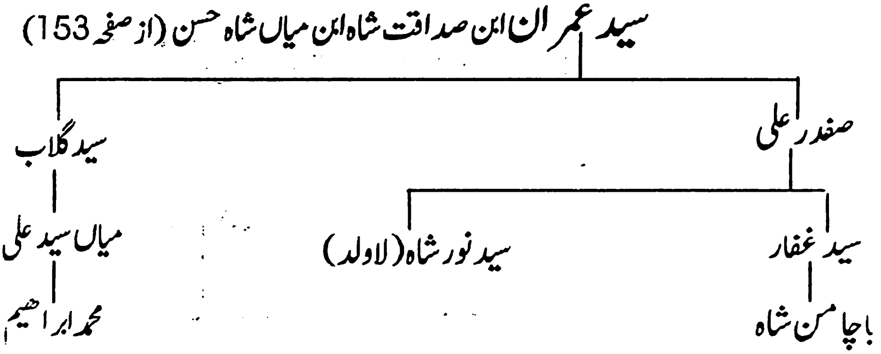
سید عمران ابن صداقت شاہ ابن میاں شاہ حسن (از صفحہ 153)
صفدر علی
سید گلاب
سید غفار
سید نور شاہ (لاولد)
باچا من شاہ
میاں سید علی
محمد ابراھیم

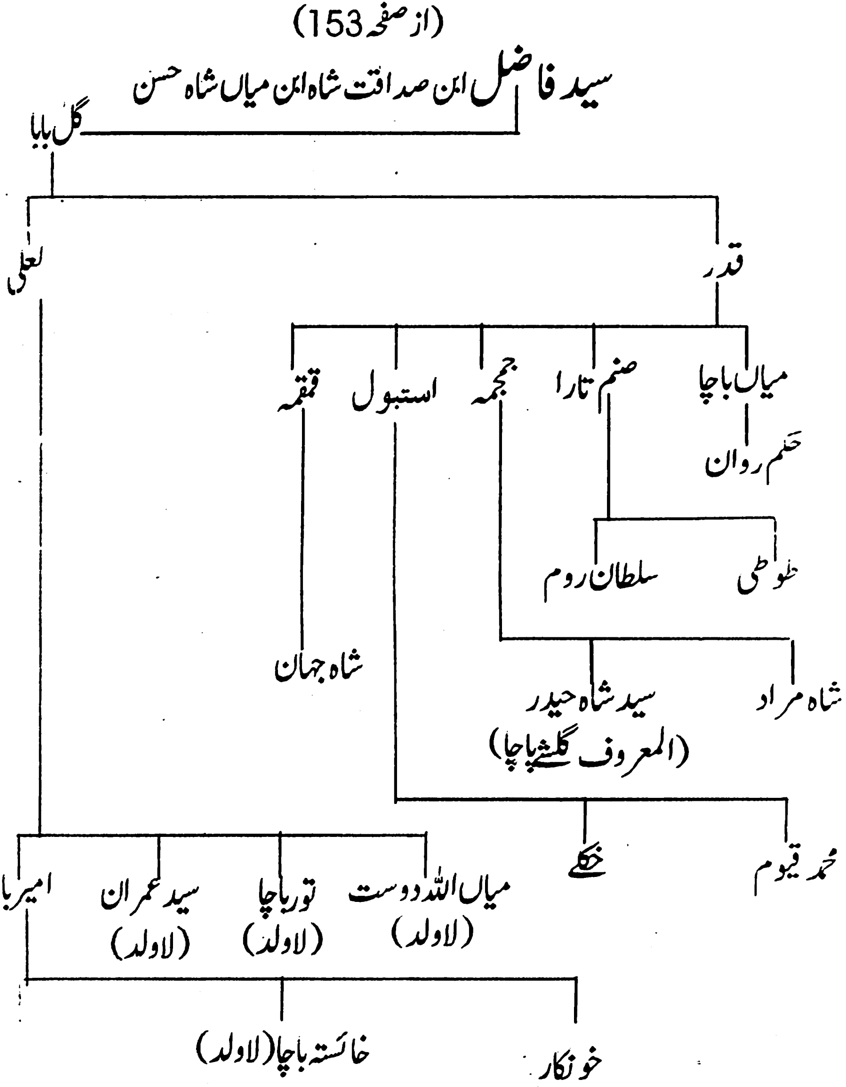
(از صفحہ 153)
سید فاضل ابن صداقت شاہ ابن میاں شاہ حسن
گل بابا
قدر
لعلی
میاں باچا
صنم تارا
جمجمہ
استبول
قمقمہ
حسن روان
طوطی
سلطان روم
شاہ مراد
سید شاہ حیدر
(المعروف گلشہ باچا)
شاہ جہان
محمد قیوم
خکلے
میاں اللہ دوست
(لاولد)
توریاچا
(لاولد)
سید عمران
(لاولد)
امیر باچا
خونکار
خائستہ باچا (لاولد)

خان بابا ابن صداقت شاہ ابن میاں شاہ حسن (از صفحہ 153)

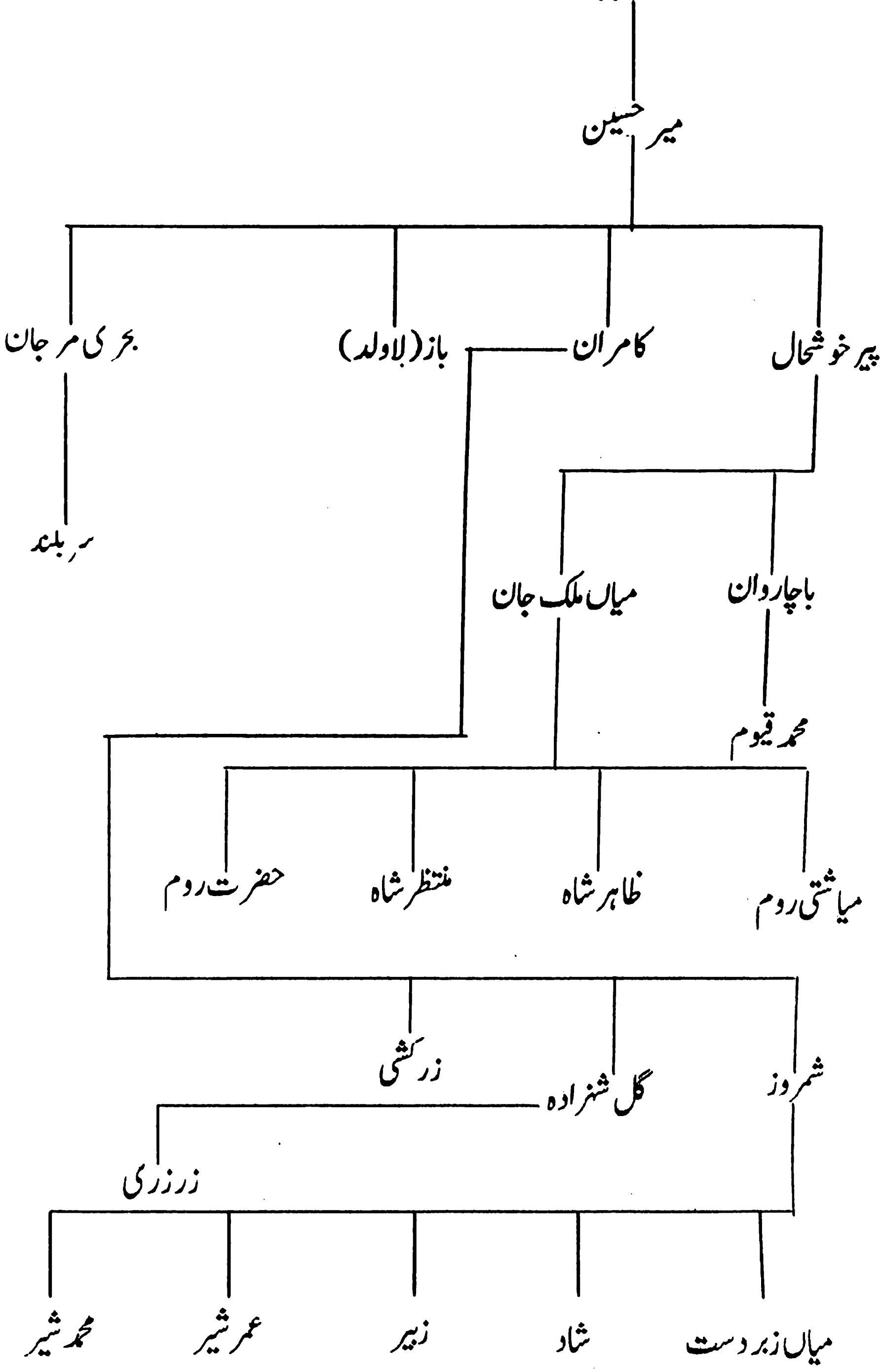
میر حسین
پیر خوشحال
کامران
باز (لاولد)
بحری مرجان
سر بلند
باچاروان
میاں ملک جان
محمد قیوم
میاشتی روم
ظاہر شاہ
منتظر شاہ
حضرت روم
شمروز
گل شہزادہ
زرکشی
زرزری
میاں زبردست
شاد
زبیر
عمر شیر
محمد شیر

طارق ابن میاں شاہ حسن ابن میاں علی نور (از صفحہ 153)

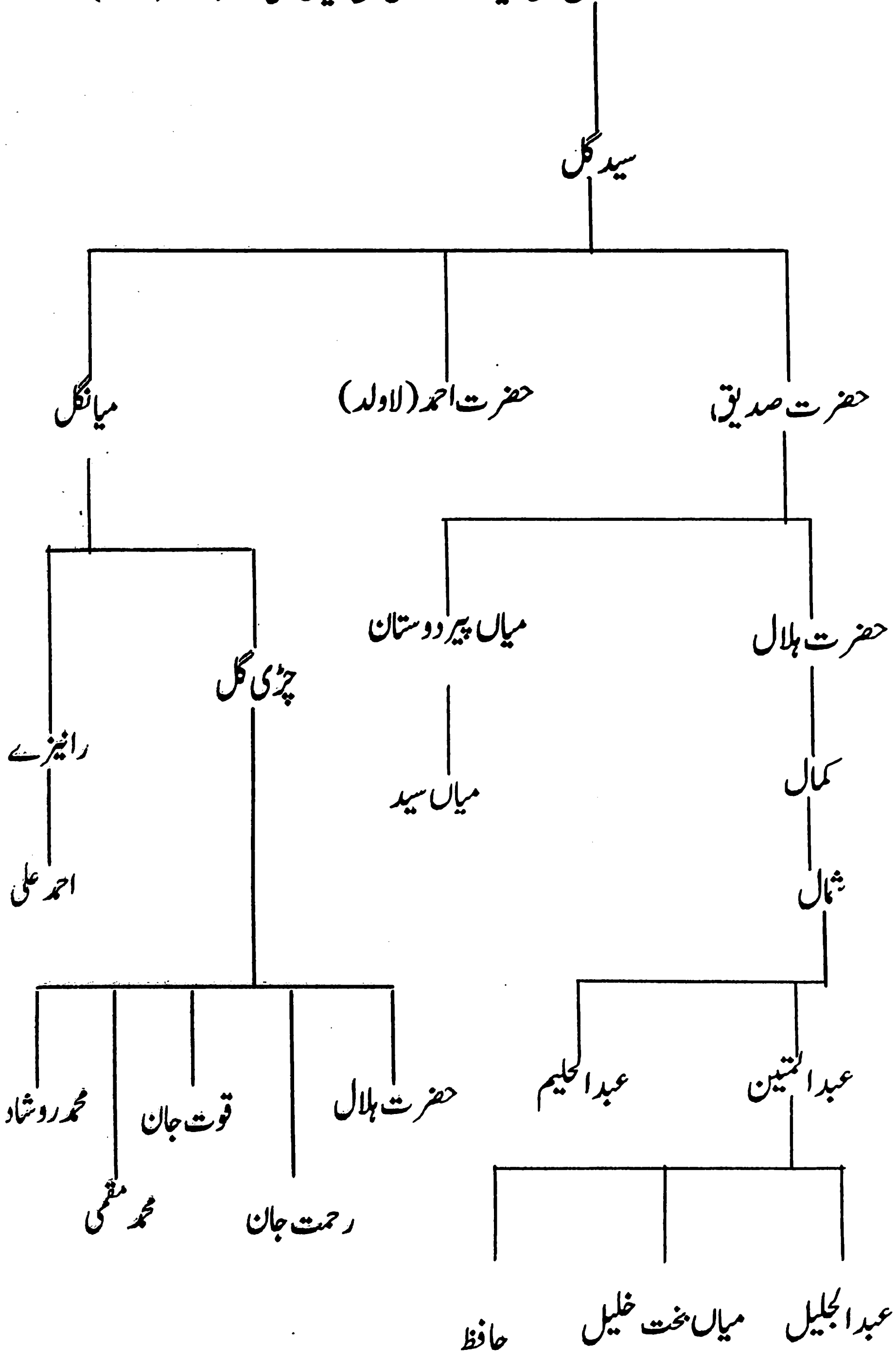
سید گل
میانگل
حضرت احمد (لاولد)
حضرت صدیق
میاں پیر دوستان
حضرت ہلال
چڑی گل
رانیزے
میاں سید
کمال
احمد علی
ثمال
محمد روشاد
قوت جان
حضرت ہلال
عبدالحلیم
عبدالمتین
محمد متقی
رحمت جان
عبدالجلیل
میاں بخت خلیل
حافظ

میاں شاہ رسول ابن میاں علی نور المعروف شاہ جب بابا (از صفحہ 153)

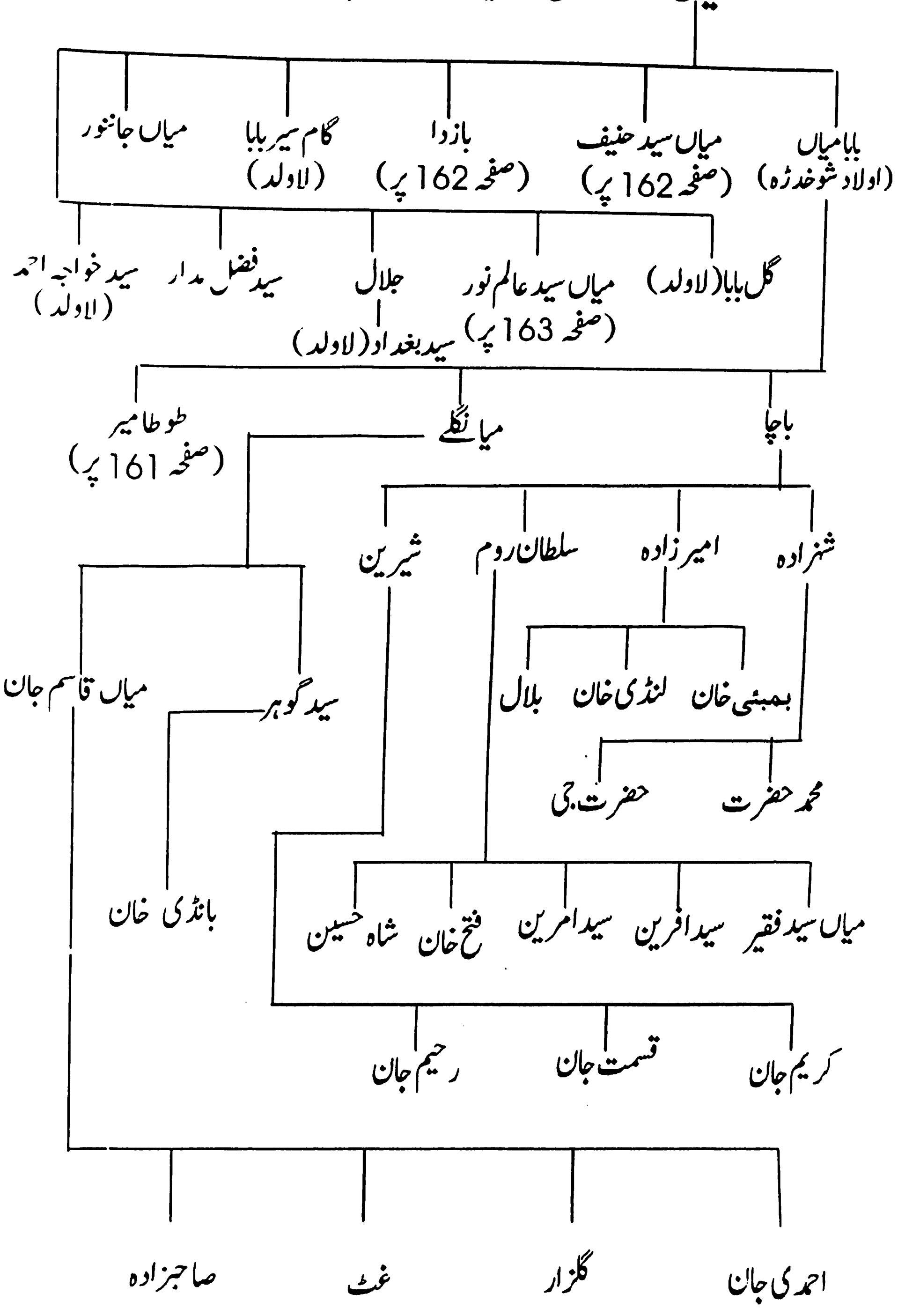
بابا میاں
(اولاد شوخدڑہ)
میاں سید حنیف
(صفحہ 162 پر)
بازدا
(صفحہ 162 پر)
گام سیر بابا
(لاولد)
میاں جانثور
گل بابا (لاولد)
میاں سید عالم نور
(صفحہ 163 پر)
جلال
سید بغداد (لاولد)
سید فضل مدار
سید خواجہ احمد
(لاولد)
باچا
میاں نگلے
طوطا میر
(صفحہ 161 پر)
شہزادہ
امیر زادہ
سلطان روم
شیرین
بمبئی خان
لنڈی خان
بلال
محمد حضرت
حضرت جی
میاں سید فقیر
سید افرین
سید امرین
فتح خان
شاہ حسین
کریم جان
قسمت جان
رحیم جان
سید گوہر
میاں قاسم جان
بانڈی خان
احمدی جان
گلزار
غٹ
صاحبزادہ

طوطا میر ابن بابا میاں ابن میاں شاہ رسول (از صفحہ 160) ،

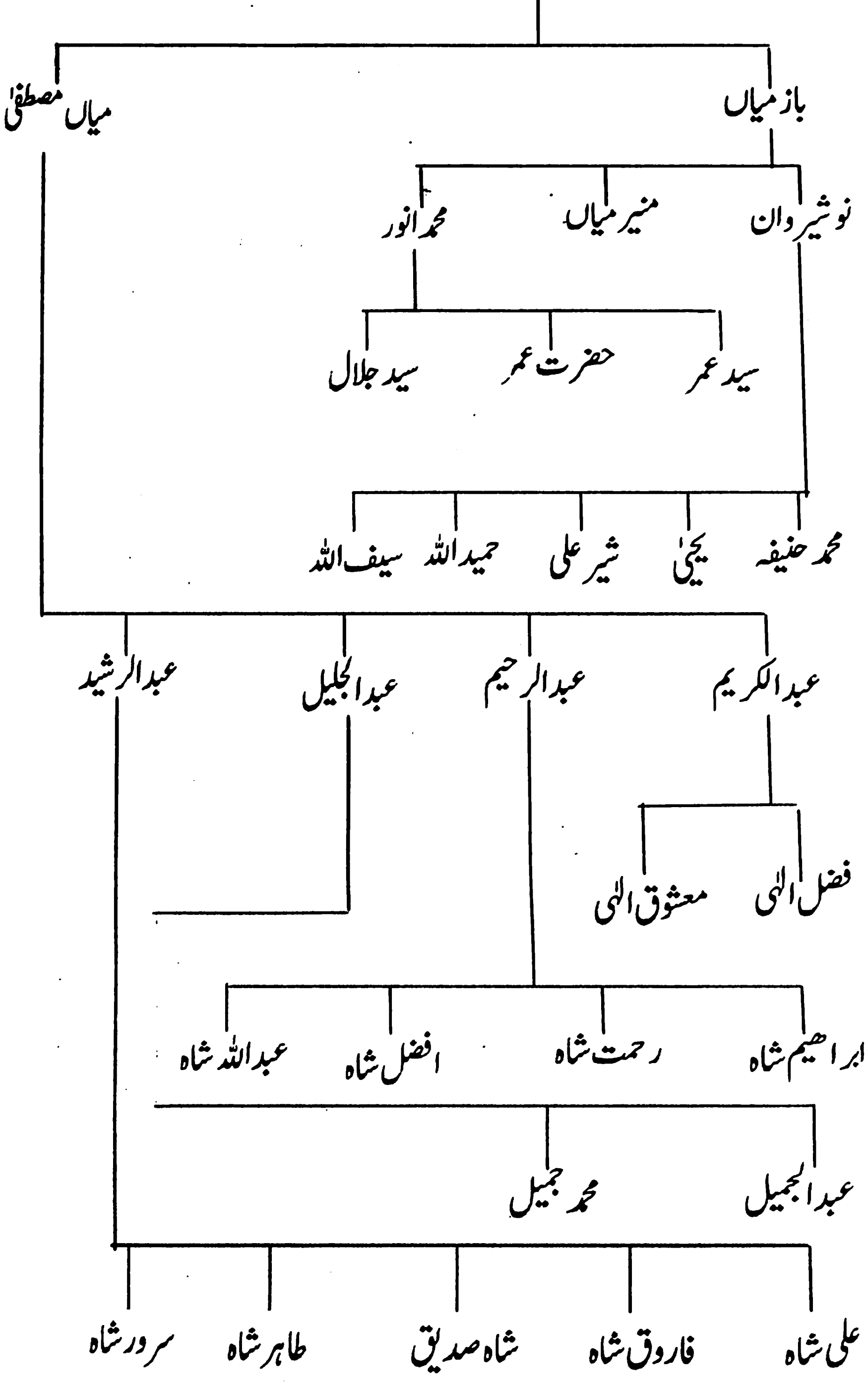
باز میاں
میاں مصطفیٰ
نوشیروان
منیر میاں
محمد انور
سید عمر
حضرت عمر
سید جلال
محمد حنیفہ
یحییٰ
شیر علی
حمید اللہ
سیف اللہ
عبدالکریم
عبدالرحیم
عبدالجلیل
عبدالرشید
فضل الٰہی
معشوق الٰہی
ابراھیم شاہ
رحمت شاہ
افضل شاہ
عبداللہ شاہ
عبدالجمیل
محمد جمیل
علی شاہ
فاروق شاہ
شاہ صدیق
طاہر شاہ
سرور شاہ

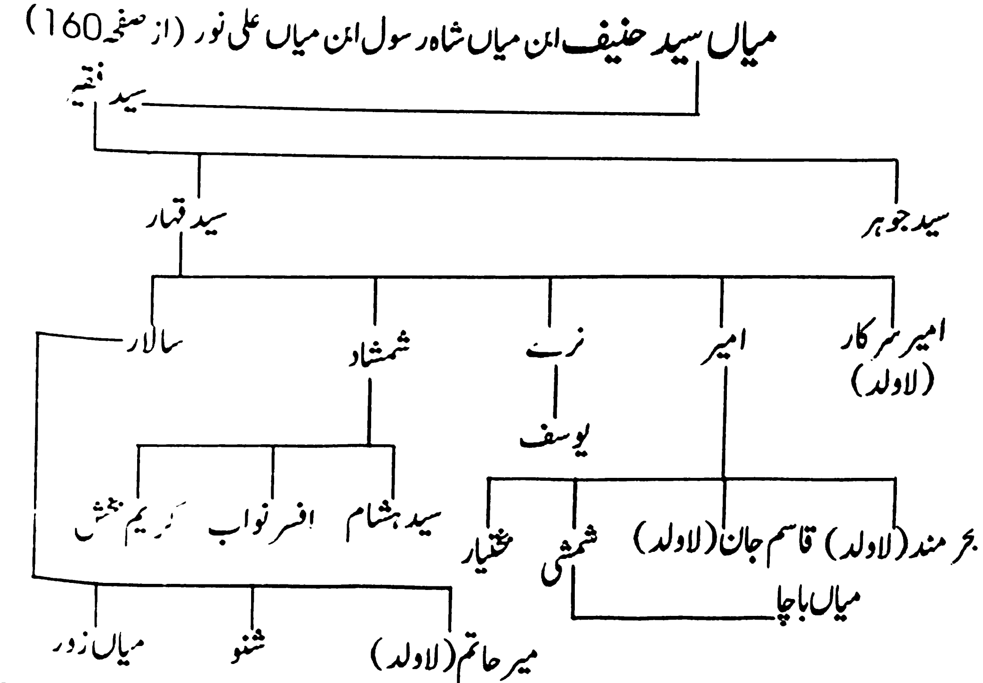
میاں سید حنیف ابن میاں شاہ رسول ابن میاں علی نور (از صفحہ 160)
سید فقیر
سید جوہر
سید قہار
امیر سرکار (لاولد)
امیر
نزب
شمشاد
سالار
یوسف
بحر مند (لاولد)
قاسم جان (لاولد)
شمشی
مختیار
میاں باچا
سید ہشام
افسر نواب
کریم بخش
میر حاتم (لاولد)
شنو
میاں زور

(از صفحہ 160)

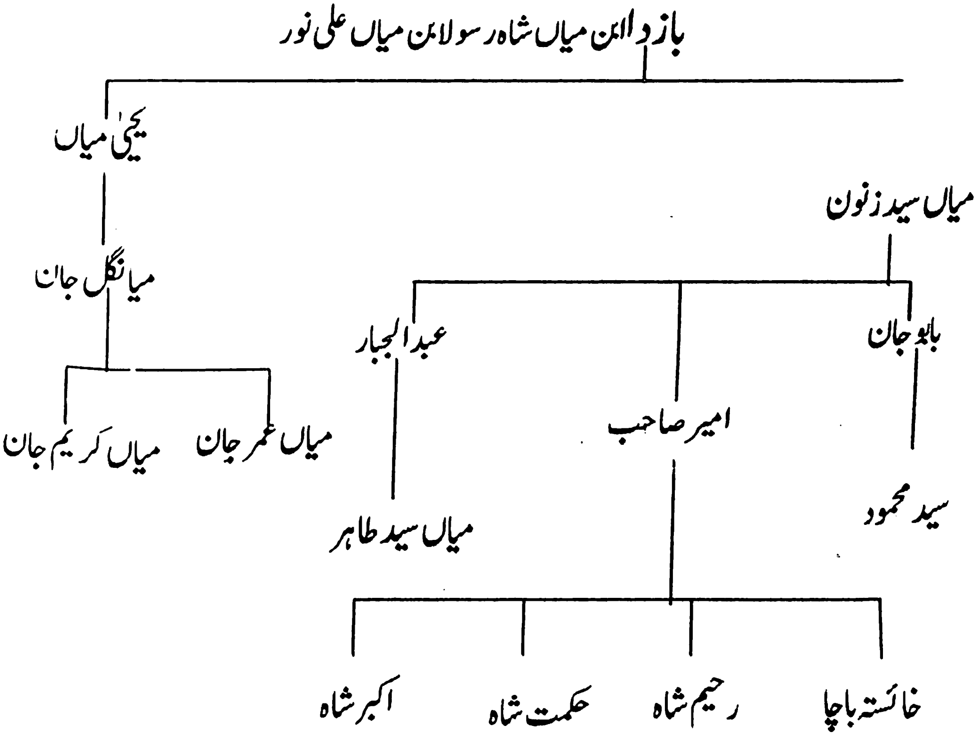
بازد ابن میاں شاہ رسو ابن میاں علی نور
یحیٰی میاں
میانگل جان
میاں عمر جان
میاں کریم جان
میاں سید زنون
بابو جان
امیر صاحب
عبدالجبار
سید محمود
میاں سید طاہر
خائستہ باچا
رحیم شاہ
حکمت شاہ
اکبر شاہ

(از صفحہ 160)

میاں سید عالم نور ابن میاں سید شاہ رسول (سادات نلکوٹ گام سیر)

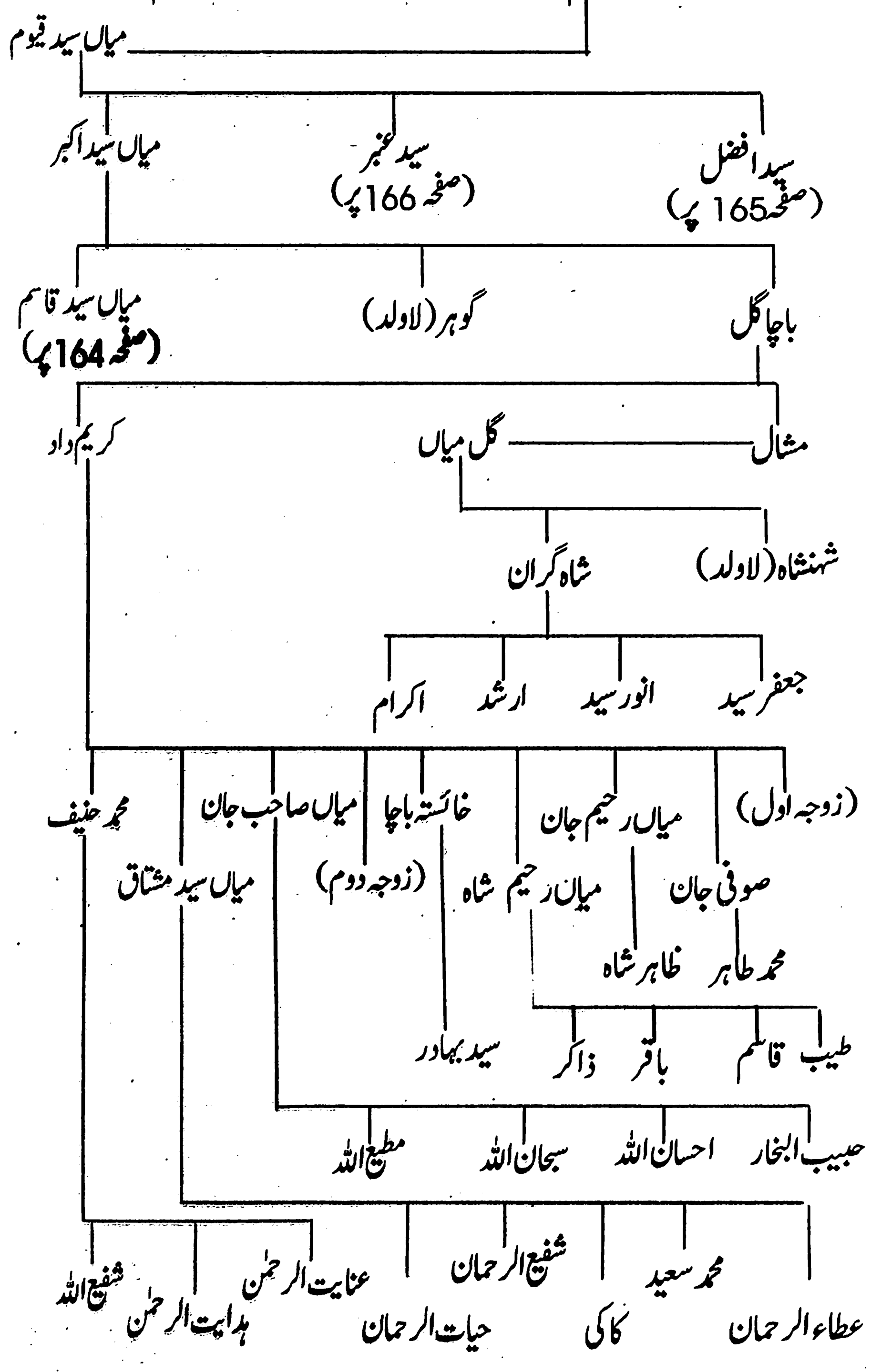
میاں سید قیوم
سید افضل
(صفحہ 165 پر)
سید عنبر
(صفحہ 166 پر)
میاں سید اکبر
باچا گل
گوہر (لاولد)
میاں سید قاسم
(صفحہ 164 پر)
مشال
گل میاں
کریم داد
شہنشاہ (لاولد)
شاہ گران
جعفر سید
انور سید
ارشد
اکرام
(زوجہ اول)
صوفی جان
میاں رحیم جان
میاں رحیم شاہ
خائستہ باچا
(زوجہ دوم)
میاں صاحب جان
میاں سید مشتاق
محمد حنیف
محمد طاہر
ظاہر شاہ
طیب
قاسم
باقر
ذاکر
سید بہادر
حبیب البخار
احسان اللہ
سبحان اللہ
مطیع اللہ
عطاء الرحمان
محمد سعید
کاکی
شفیع الرحمان
حیات الرحمان
عنایت الرحمٰن
ہدایت الرحمٰن
شفیع اللہ

میاں سید قاسم ابن میاں سید اکبر ابن میاں سید قیوم (از صفحہ 163)

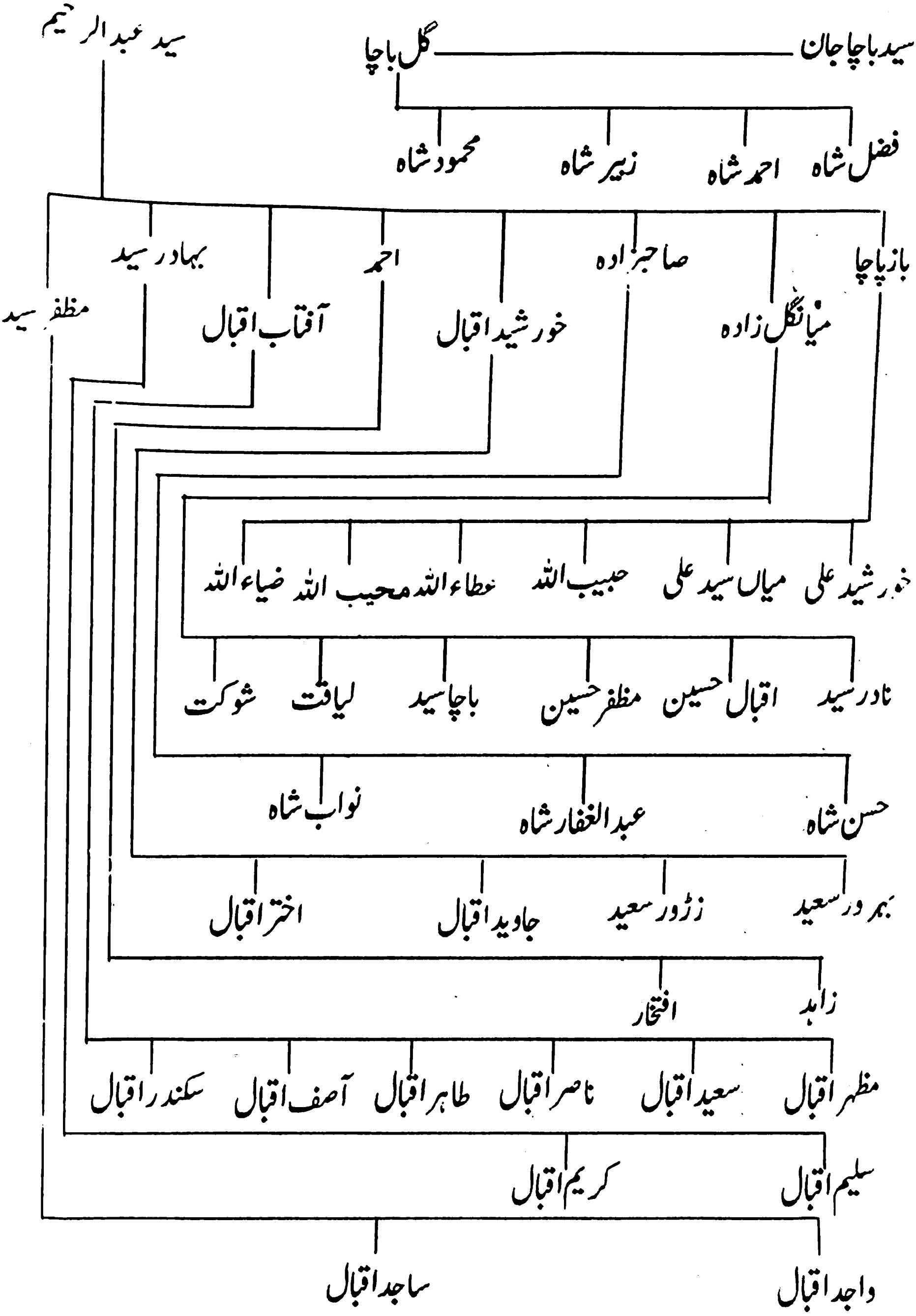
سید باچا جان
گل باچا
فضل شاہ
احمد شاہ
زبیر شاہ
محمود شاہ
سید عبدالرحیم
بازپاچا
صاحبزادہ
احمد
بہادر سید
مظفر سید
میانگل زادہ
خورشید اقبال
آفتاب اقبال
خورشید علی
میاں سید علی
حبیب اللہ
عطاء اللہ
محیب اللہ
ضیاء اللہ
نادر سید
اقبال حسین
مظفر حسین
باچا سید
لیاقت
شوکت
حسن شاہ
عبدالغفار شاہ
نواب شاہ
بہرور سعید
زرور سعید
جاوید اقبال
اختر اقبال
زاہد
افتخار
مظہر اقبال
سعید اقبال
ناصر اقبال
طاہر اقبال
آصف اقبال
سکندر اقبال
سلیم اقبال
کریم اقبال
واجد اقبال
ساجد اقبال

سید افضل ابن میاں سید قیوم ابن میاں سید عالم نور (از صفحہ 163)

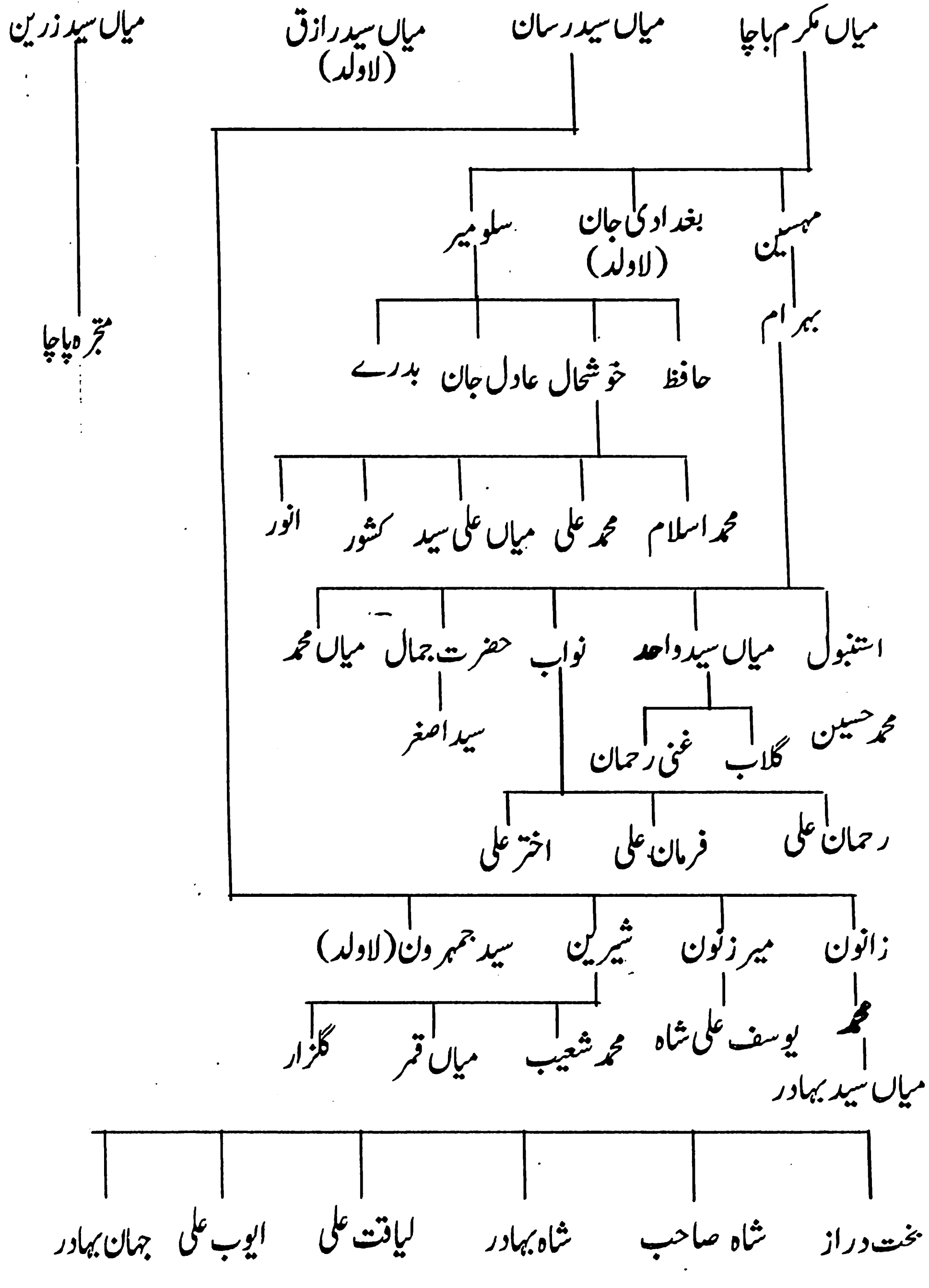
میاں مکرم باچا
میاں سید رسان
میاں سید رازق
(لاولد)
میاں سید زرین
مہسین
بغدادی جان
(لاولد)
سلو میر
بہرام
حافظ
خوشحال
عادل جان
بدرے
متجرہ پاچا
محمد اسلام
محمد علی
میاں علی سید
کشور
انور
استنبول
میاں سید واحد
نواب
حضرت جمال
میاں محمد
محمد حسین
گلاب
غنی رحمان
سید اصغر
رحمان علی
فرمان علی
اختر علی
زانون
میر زنون
شیرین
سید جمہرون (لاولد)
محمد
یوسف علی شاہ
محمد شعیب
میاں قمر
گلزار
میاں سید بہادر
بخت دراز
شاہ صاحب
شاہ بہادر
لیاقت علی
ایوب علی
جہان بہادر

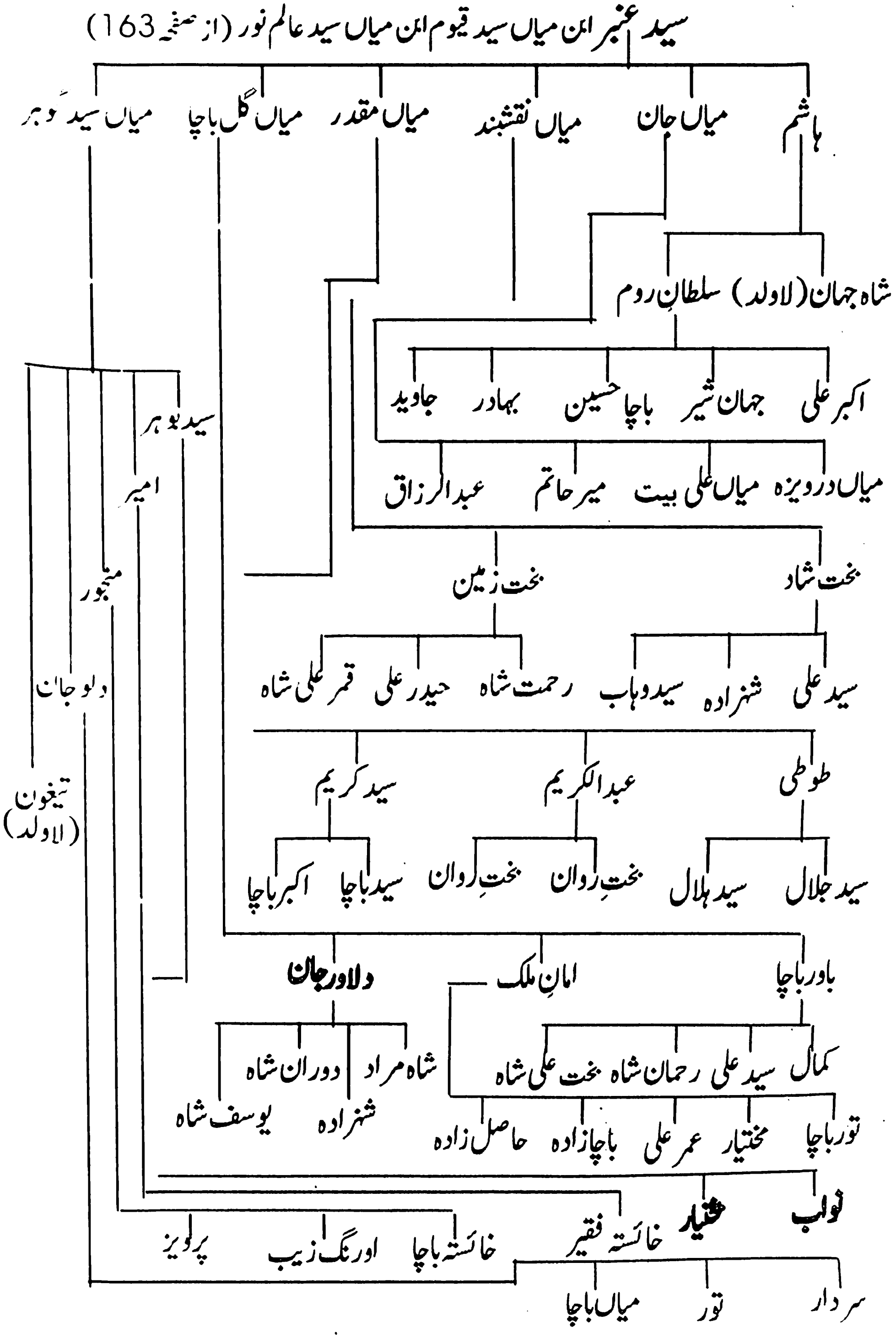
سید عنبر ابن میاں سید قیوم ابن میاں سید عالم نور (از صفحہ 163)
ہاشم
میاں جان
میاں نقشبند
میاں مقدر
میاں گل باچا
میاں سید بوہر
شاہ جہان (لاولد)
سلطانِ روم
اکبر علی
جہان شیر
باچا حسین
بہادر
جاوید
میاں درویزہ
میاں علی بیت
میر حاتم
عبدالرزاق
بخت شاد
بخت زمین
سید علی
شہزادہ
سید وہاب
رحمت شاہ
حیدر علی
قمر علی شاہ
طوطی
عبدالکریم
سید کریم
سید جلال
سید ہلال
بختِ روان
بختِ روان
سید باچا
اکبر باچا
سید بوہر
امیر
منجور
دلو جان
تیغون (لاولد)
باور باچا
امانِ ملک
دلاور جان
کمال
سید علی
رحمان شاہ
بخت علی شاہ
شاہ مراد
دوران شاہ
شہزادہ
یوسف شاہ
تور باچا
مختیار
عمر علی
باچا زادہ
حاصل زادہ
نواب
مختیار
خائستہ فقیر
خائستہ باچا
اورنگ زیب
پرلویز
سردار
تور
میاں باچا

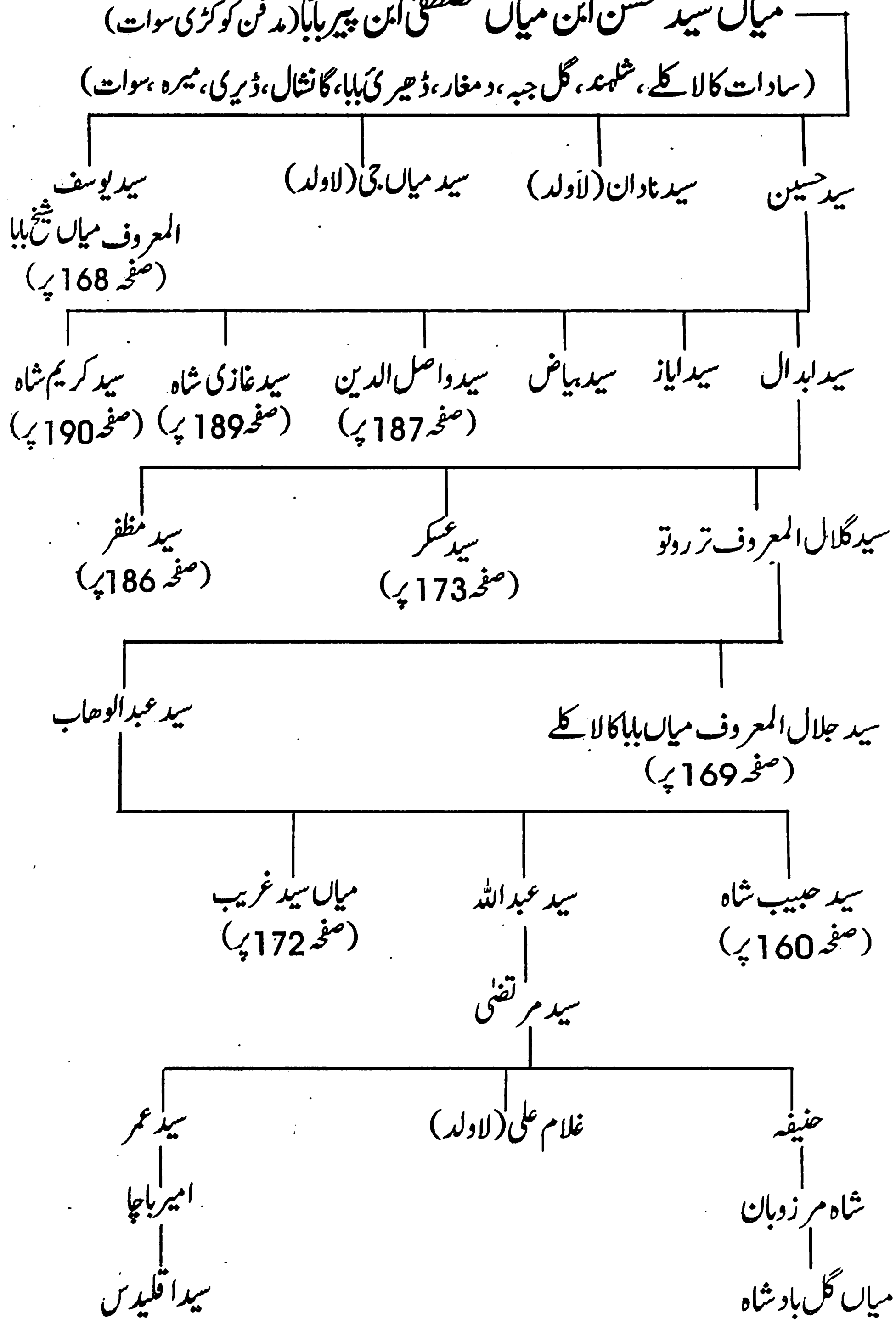
میاں سید حسن ابن میاں مصطفیٰ ابن پیر باباؒ (مدفن کوکڑی سوات)
(سادات کالاکلے، شلہند، گل جبہ، دمغار، ڈھیری بابا، گانشال، ڈیری، میرہ، سوات)
سید حسین
سید نادان (لاولد)
سید میاں جی (لاولد)
سید یوسف المعروف میاں شیخ بابا (صفحہ 168 پر)
سید ابدال
سید ایاز
سید بیاض
سید واصل الدین (صفحہ 187 پر)
سید غازی شاہ (صفحہ 189 پر)
سید کریم شاہ (صفحہ 190 پر)
سید گلال المعروف تر روتو
سید عسکر (صفحہ 173 پر)
سید مظفر (صفحہ 186 پر)
سید جلال المعروف میاں بابا کالاکلے (صفحہ 169 پر)
سید عبدالوہاب
سید حبیب شاہ (صفحہ 160 پر)
سید عبداللہ
میاں سید غریب (صفحہ 172 پر)
سید مرتضیٰ
حنیفہ
غلام علی (لاولد)
سید عمر
شاہ مرزوبان
میاں گل بادشاہ
امیر باچا
سید اقلیدس

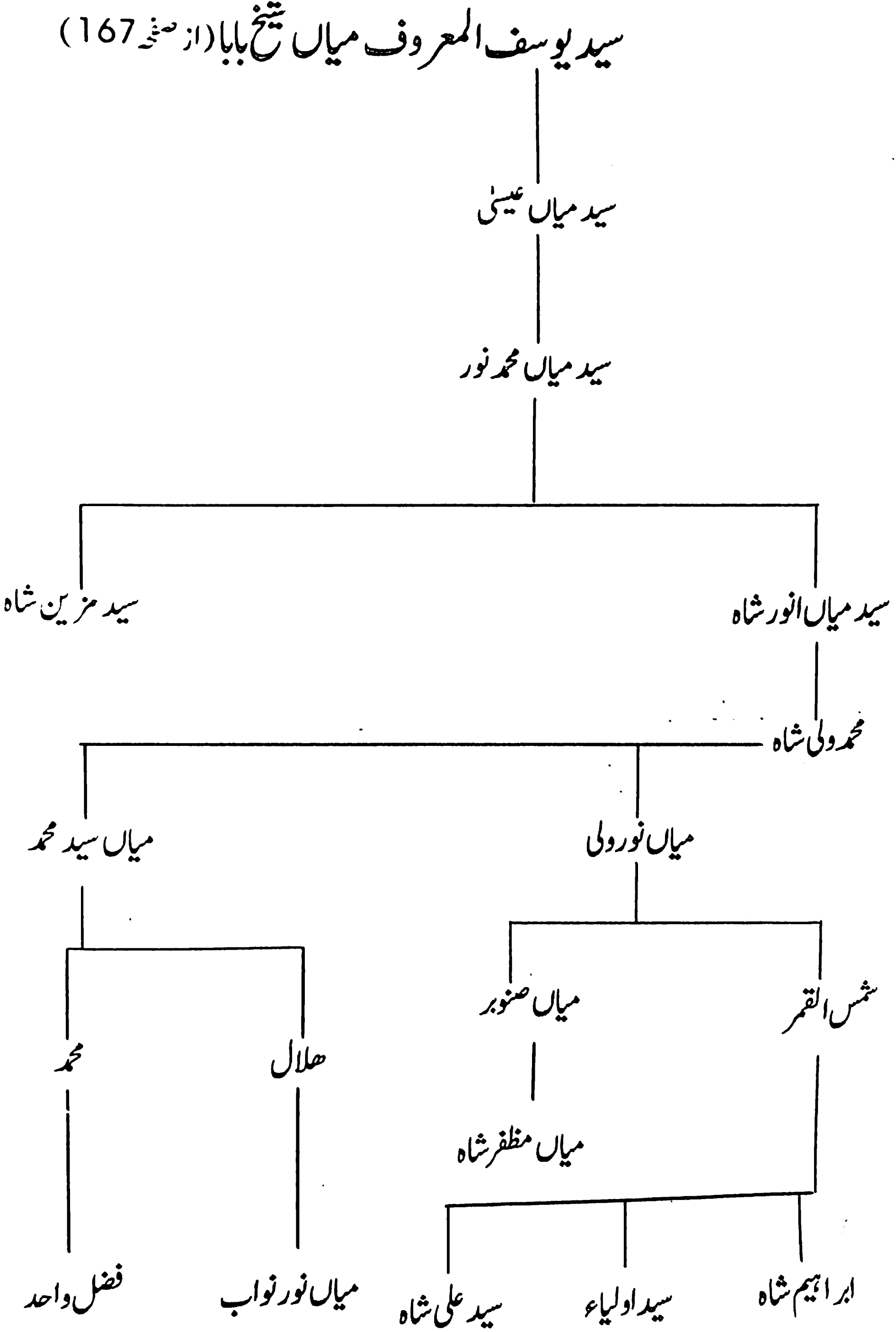
سید یوسف المعروف میاں شیخ بابا (از صفحہ 167)
سید میاں عیسیٰ
سید میاں محمد نور
سید میاں انور شاہ
سید مزین شاہ
محمد ولی شاہ
میاں نور ولی
میاں سید محمد
شمس القمر
میاں صنوبر
ھلال
محمد
میاں مظفر شاہ
ابراھیم شاہ
سید اولیاء
سید علی شاہ
میاں نور نواب
فضل واحد

سید جلال المعروف میاں بابا ابن سید گل ابن سید ابدال (از صفحہ 167)

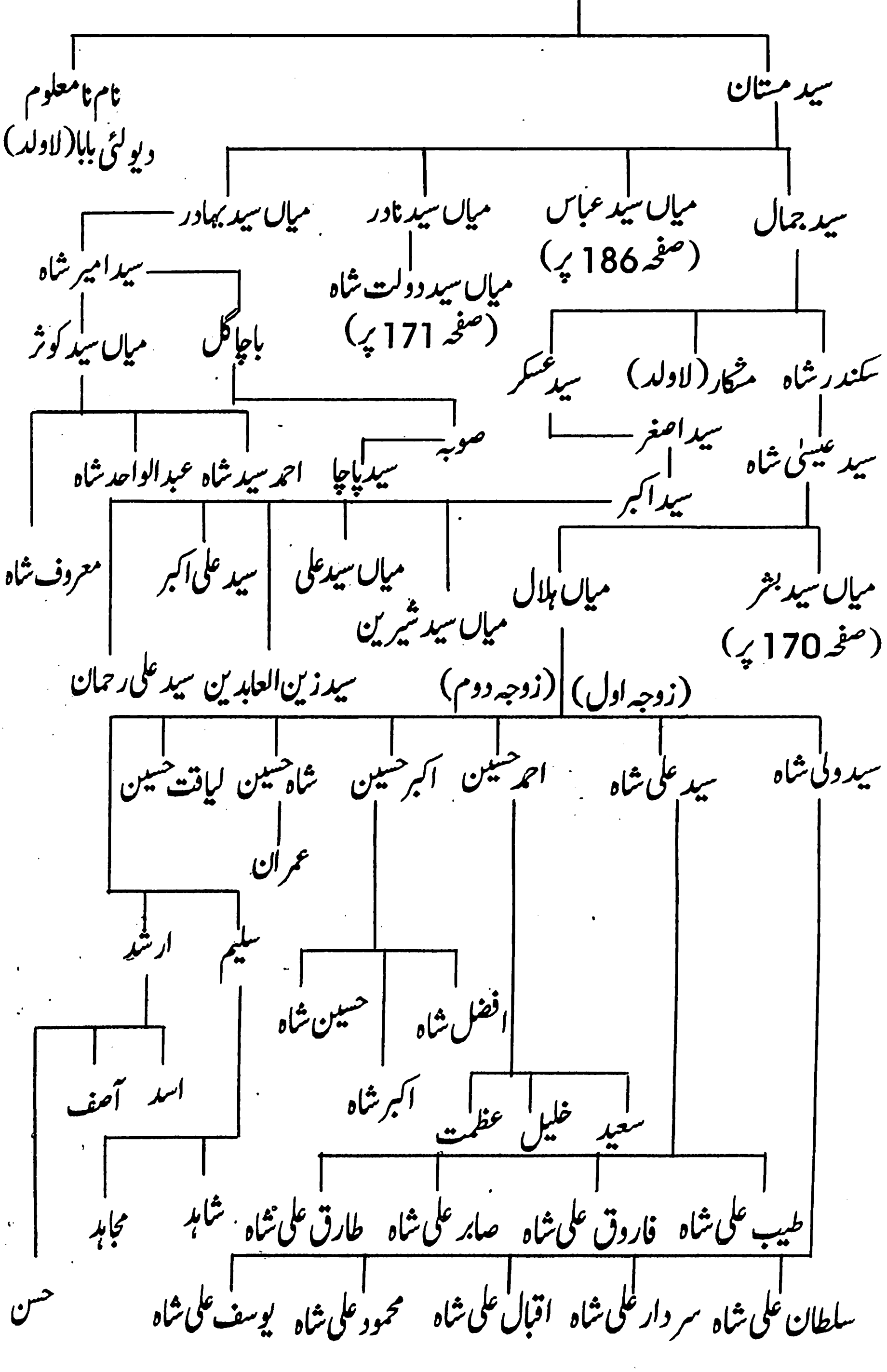
سید مستان
نام نامعلوم
دیولئی بابا (لاولد)
سید جمال
میاں سید عباس
(صفحہ 186 پر)
میاں سید نادر
میاں سید دولت شاہ
(صفحہ 171 پر)
میاں سید بہادر
سید امیر شاہ
باچا گل
میاں سید کوثر
سکندر شاہ
مشکار (لاولد)
سید عسکر
سید اصغر
سید اکبر
سید عیسیٰ شاہ
صوبہ
سید پاچا
احمد سید شاہ
عبدالواحد شاہ
معروف شاہ
سید علی اکبر
میاں سید علی
میاں سید شیرین
میاں ہلال
میاں سید بشر
(صفحہ 170 پر)
سید زین العابدین
سید علی رحمان
(زوجہ دوم)
(زوجہ اول)
سید ولی شاہ
سید علی شاہ
احمد حسین
اکبر حسین
شاہ حسین
لیاقت حسین
عمران
سلیم
ارشد
حسین شاہ
افضل شاہ
اکبر شاہ
اسد
آصف
عظمت
خلیل
سعید
مجاہد
شاہد
حسن
طیب علی شاہ
فاروق علی شاہ
صابر علی شاہ
طارق علی شاہ
سلطان علی شاہ
سردار علی شاہ
اقبال علی شاہ
محمود علی شاہ
یوسف علی شاہ

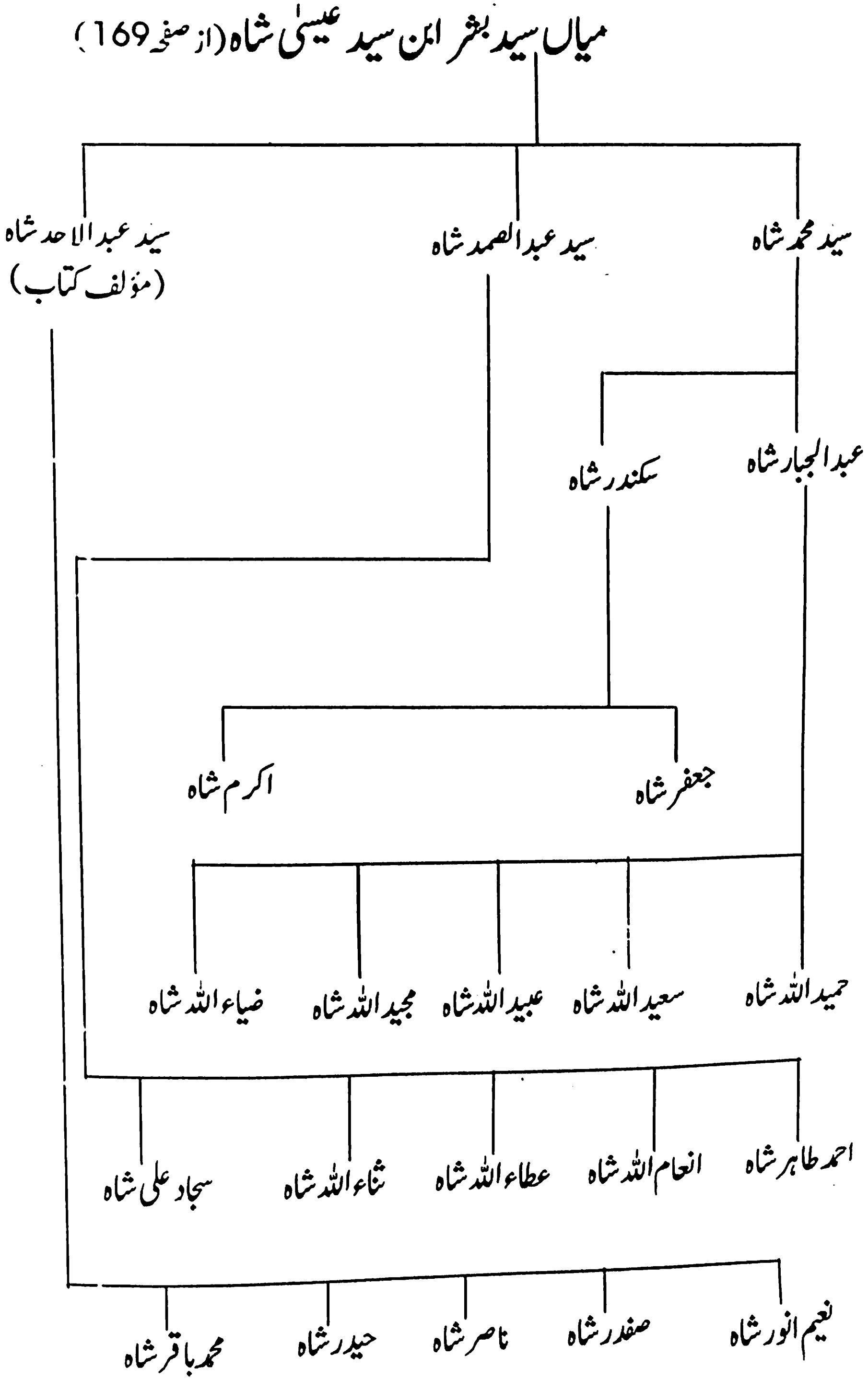
میاں سید بشر ابن سید عیسیٰ شاہ (از صفحہ 169)
سید محمد شاہ
سید عبدالصمد شاہ
سید عبدالاحد شاہ
(مؤلف کتاب)
عبدالجبار شاہ
سکندر شاہ
جعفر شاہ
اکرم شاہ
حمیداللہ شاہ
سعیداللہ شاہ
عبیداللہ شاہ
مجیداللہ شاہ
ضیاءاللہ شاہ
احمد طاہر شاہ
انعام اللہ شاہ
عطاءاللہ شاہ
ثناءاللہ شاہ
سجاد علی شاہ
نعیم انور شاہ
صفدر شاہ
ناصر شاہ
حیدر شاہ
محمد باقر شاہ

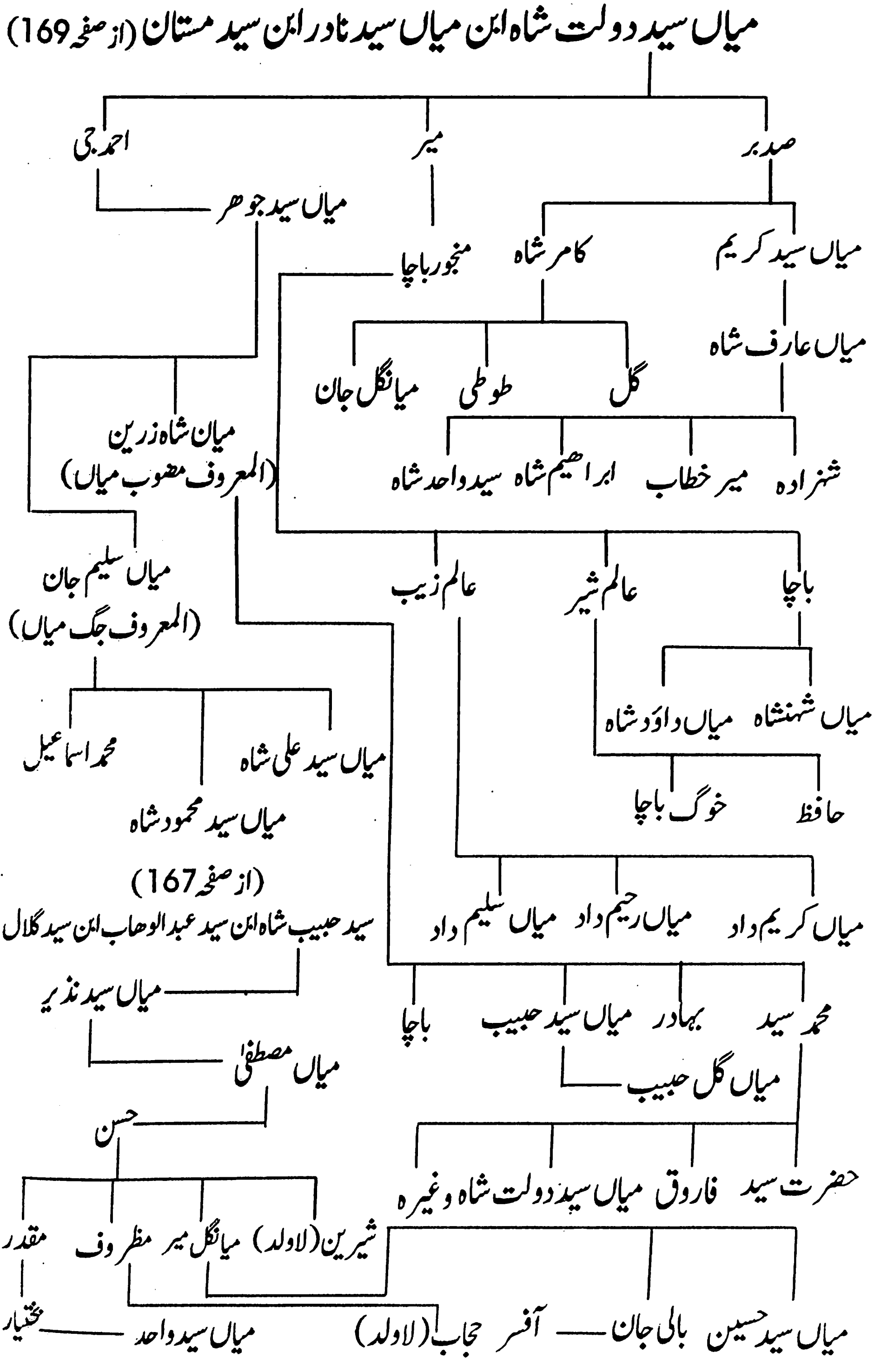
میاں سید دولت شاہ ابن میاں سید نادر ابن سید مستان (از صفحہ 169)
صدبر
میر
احمد جی
میاں سید جوھر
میاں سید کریم
کامر شاہ
منجور باچا
میاں عارف شاہ
گل
طوطی
میانگل جان
شہزادہ
میر خطاب
ابراھیم شاہ
سید واحد شاہ
میاں شاہ زرین
(المعروف مھوب میاں)
باچا
عالم شیر
عالم زیب
میاں سلیم جان
(المعروف جگ میاں)
میاں شہنشاہ
میاں داؤد شاہ
حافظ
خوگ باچا
میاں سید علی شاہ
میاں سید محمود شاہ
محمد اسماعیل
میاں کریم داد
میاں رحیم داد
میاں سلیم داد
(از صفحہ 167)
سید حبیب شاہ ابن سید عبدالوھاب ابن سید گلال
میاں سید نذیر
محمد سید
بہادر
میاں سید حبیب
باچا
میاں مصطفیٰ
میاں گل حبیب
حسن
حضرت سید
فاروق
میاں سید دولت شاہ وغیرہ
شیرین (لاولد)
میانگل میر
مظروف
مقدر
میاں سید حسین
بالی جان
آفسر
حجاب (لاولد)
میاں سید واحد
مختیار

میاں سید غریب ابن سید عبدالوہاب ابن سید گلال (از صفحہ 167)

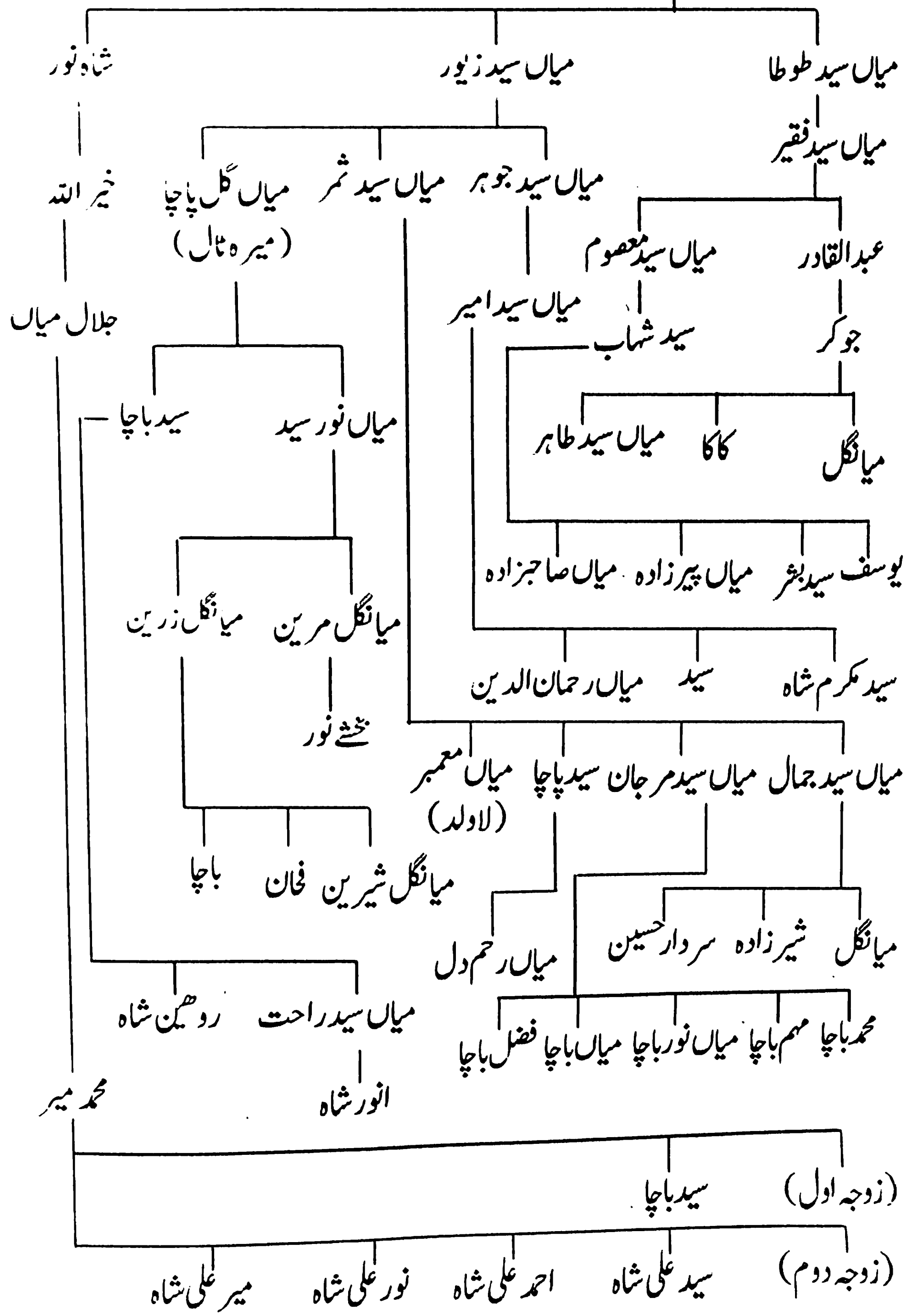
میاں سید طوطا
میاں سید زیور
شاہ نور
میاں سید فقیر
میاں سید جوہر
میاں سید ثمر
میاں گل پاچا
(میرہ ٹال)
خیر اللہ
عبدالقادر
میاں سید معصوم
میاں سید امیر
جلال میاں
جوکر
سید شہاب
میانگل
کاکا
میاں سید طاہر
سید باچا
میاں نور سید
یوسف
سید بشر
میاں پیرزادہ
میاں صاحبزادہ
میانگل مرین
میانگل زرین
سید مکرم شاہ
سید
میاں رحمان الدین
بخشے نور
میاں سید جمال
میاں سید مرجان
سید پاچا
میاں معتبر
(لاولد)
میانگل شیرین
فخان
باچا
میانگل
شیرزادہ
سردار حسین
میاں رحم دل
میاں سید راحت
روھین شاہ
محمد باچا
مہم باچا
میاں نور باچا
میاں باچا
فضل باچا
انور شاہ
محمد میر
(زوجہ اول)
سید باچا
(زوجہ دوم)
سید علی شاہ
احمد علی شاہ
نور علی شاہ
میر علی شاہ

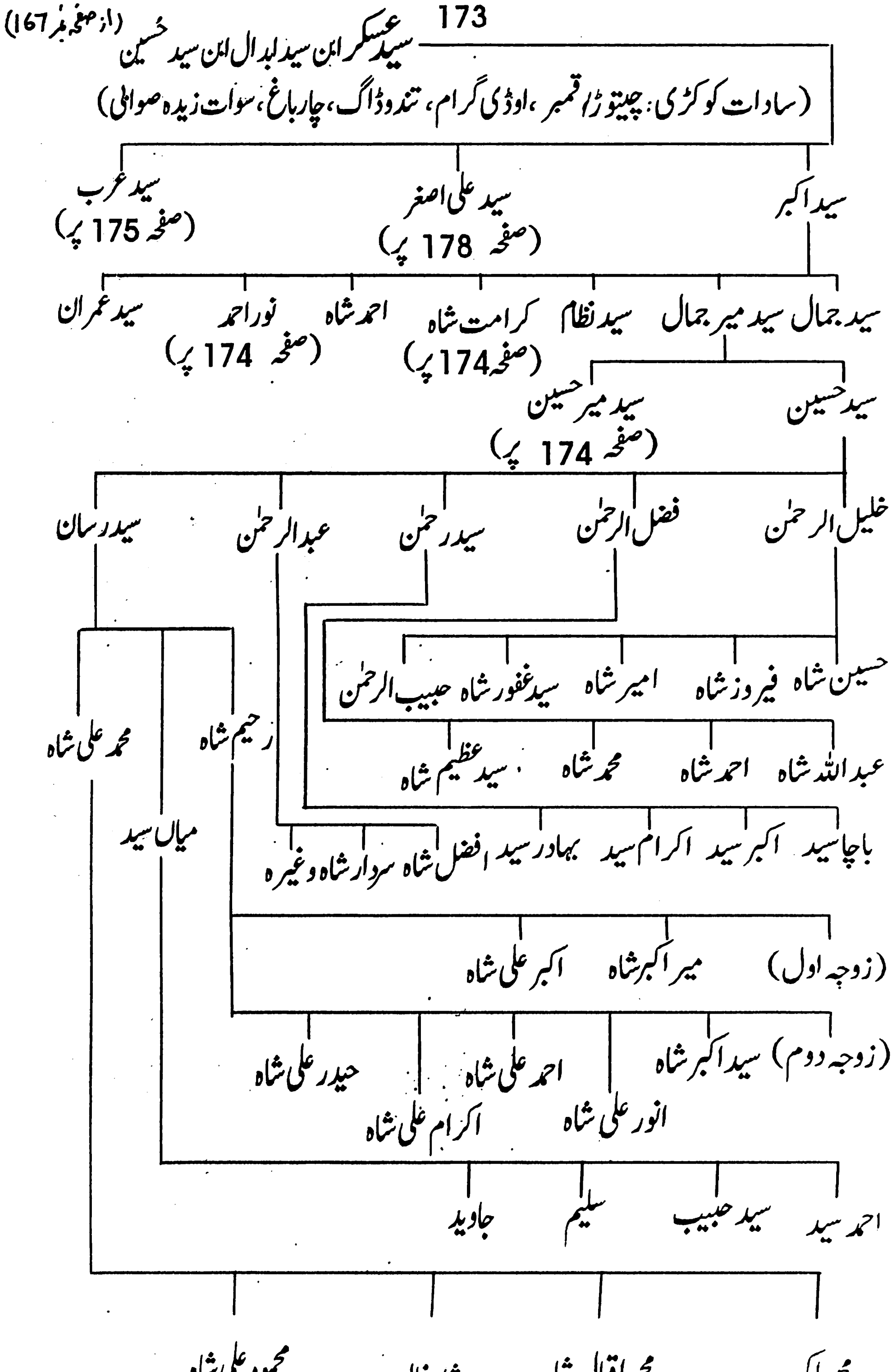
(از صفحہ نمبر 167)
سید عسکر ابن سید ابدال ابن سید حُسین
(سادات کوکڑی: چینوڑ، قمبر، اوڈی گرام، تندوڈاگ، چارباغ، سوات زیدہ صوابی)
سید اکبر
سید علی اصغر
(صفحہ 178 پر)
سید عرب
(صفحہ 175 پر)
سید جمال
سید میر جمال
سید نظام
کرامت شاہ
(صفحہ 174 پر)
احمد شاہ
نور احمد
(صفحہ 174 پر)
سید عمران
سید حسین
سید میر حسین
(صفحہ 174 پر)
خلیل الرحمٰن
فضل الرحمٰن
سید رحمٰن
عبدالرحمٰن
سید رسان
حسین شاہ
فیروز شاہ
امیر شاہ
سید غفور شاہ
حبیب الرحمٰن
عبداللہ شاہ
احمد شاہ
محمد شاہ
سید عظیم شاہ
رحیم شاہ
محمد علی شاہ
باچا سید
اکبر سید
اکرام سید
بہادر سید
افضل شاہ
سردار شاہ وغیرہ
میاں سید
(زوجہ اول)
میر اکبر شاہ
اکبر علی شاہ
(زوجہ دوم) سید اکبر شاہ
انور علی شاہ
احمد علی شاہ
اکرام علی شاہ
حیدر علی شاہ
احمد سید
سید حبیب
سلیم
جاوید
محمد اکبر
محمد اقبال شاہ
شاہ خالد
محمود علی شاہ

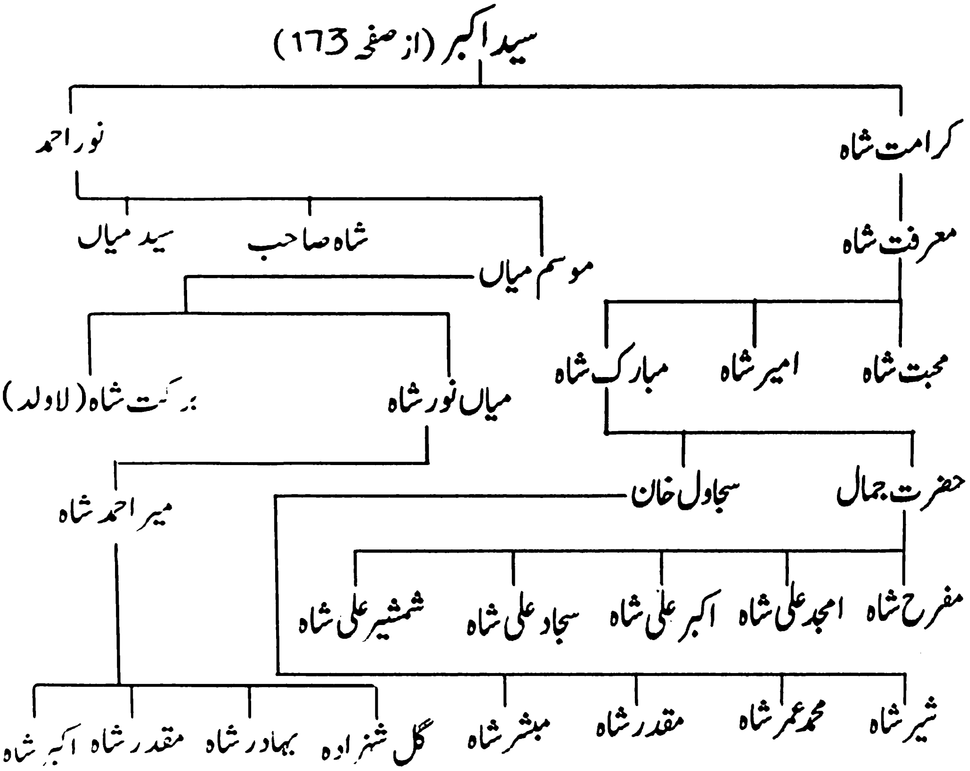
سید اکبر (از صفحہ 173)
کرامت شاہ
نور احمد
معرفت شاہ
سید میاں
شاہ صاحب
موسم میاں
محبت شاہ
امیر شاہ
مبارک شاہ
میاں نور شاہ
برکت شاہ (لاولد)
حضرت جمال
سجاول خان
میر احمد شاہ
مفرح شاہ
امجد علی شاہ
اکبر علی شاہ
سجاد علی شاہ
شمشیر علی شاہ
شیر شاہ
محمد عمر شاہ
مقدر شاہ
مبشر شاہ
گل شہزادہ
بہادر شاہ
مقدر شاہ
اکبر شاہ

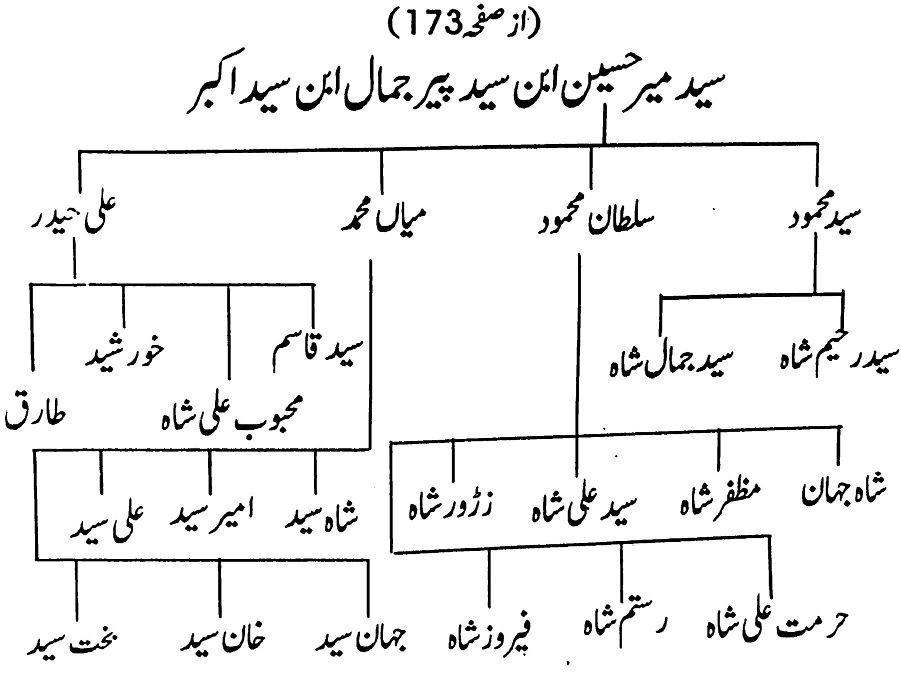
(از صفحہ 173)
سید میر حسین ابن سید پیر جمال ابن سید اکبر
سید محمود
سلطان محمود
میاں محمد
علی حیدر
سید رحیم شاہ
سید جمال شاہ
سید قاسم
خور شید
محبوب علی شاہ
طارق
شاہ جہان
مظفر شاہ
سید علی شاہ
زڑور شاہ
شاہ سید
امیر سید
علی سید
حرمت علی شاہ
رستم شاہ
فیروز شاہ
جہان سید
خان سید
بخت سید

سید عرب ابن سید عسکر ابن سید ابدال (از صفحہ 173)

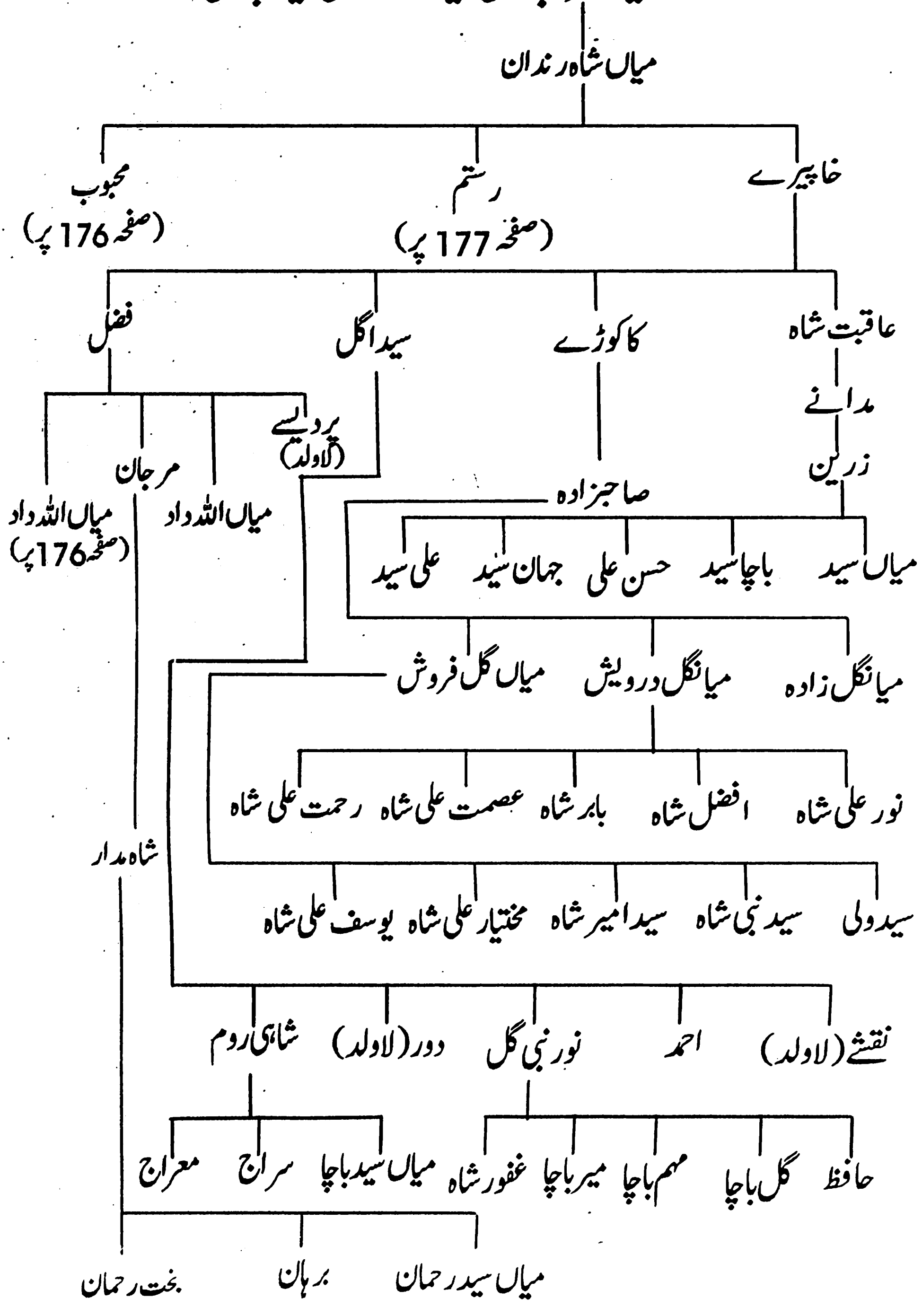
میاں شاہ رندان
خاپیرے
رستم
(صفحہ 177 پر)
محبوب
(صفحہ 176 پر)
عاقبت شاہ
کاکوڑے
سیداگل
فضل
مدانے
زرین
پردیسے
(لاولد)
مرجان
میاں اللہ داد
میاں اللہ داد
(صفحہ 176 پر)
صاحبزادہ
میاں سید
باچا سید
حسن علی
جہان سید
علی سید
میانگل زادہ
میانگل درویش
میاں گل فروش
نور علی شاہ
افضل شاہ
بابر شاہ
عصمت علی شاہ
رحمت علی شاہ
شاہ مدار
سید ولی
سید نبی شاہ
سید امیر شاہ
مختیار علی شاہ
یوسف علی شاہ
نقشے (لاولد)
احمد
نور نبی گل
دور (لاولد)
شاہی روم
حافظ
گل باچا
مہم باچا
میر باچا
غفور شاہ
میاں سید باچا
سراج
معراج
میاں سید رحمان
برہان
بخت رحمان

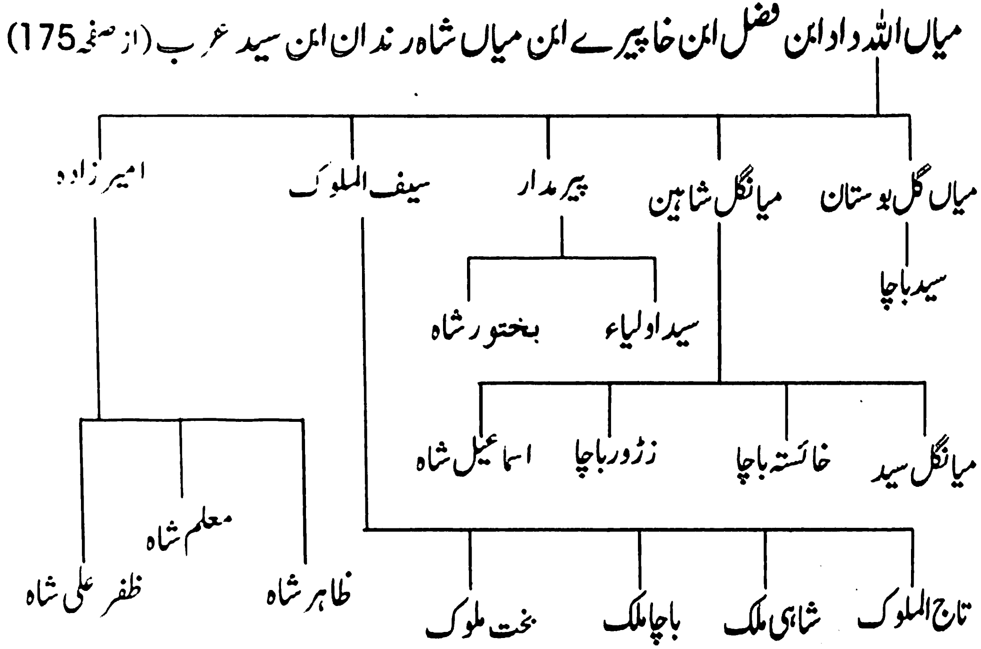
میاں اللہ داد ابن فضل ابن خاپیرے ابن میاں شاہ رندان ابن سید عرب (از صفحہ 175)
میاں گل بوستان
سید باچا
میانگل شاہین
پیر مدار
سیف الملوک
امیر زادہ
سید اولیاء
بختور شاہ
میانگل سید
خائستہ باچا
زڑور باچا
اسماعیل شاہ
تاج الملوک
شاہی ملک
باچا ملک
بخت ملوک
ظاہر شاہ
معلم شاہ
ظفر علی شاہ

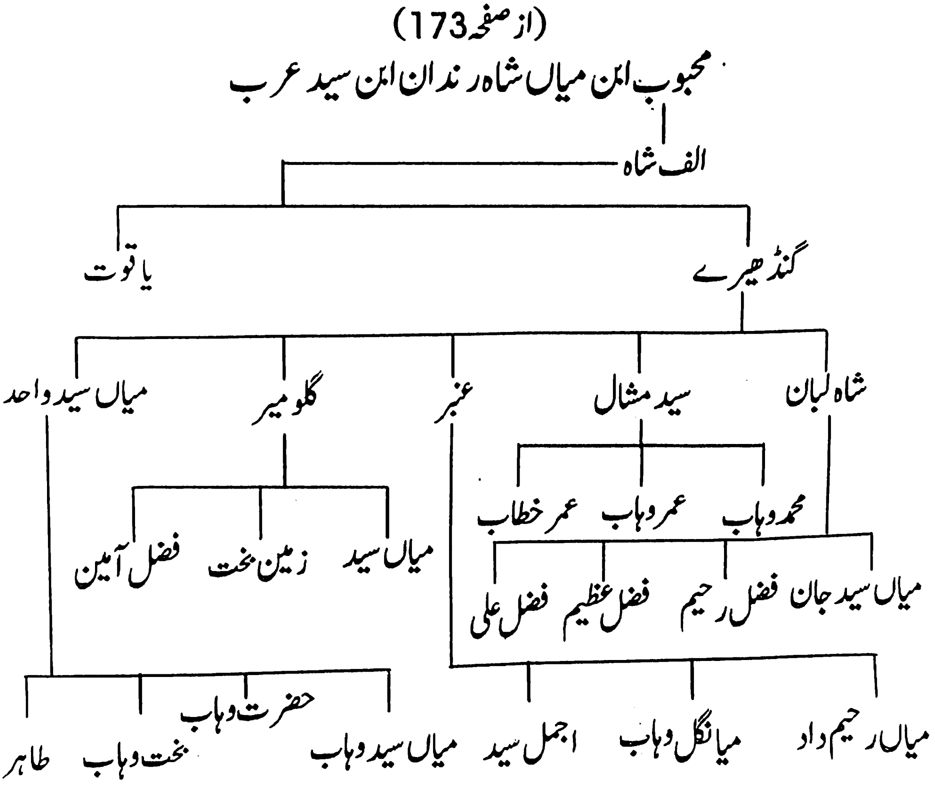
(از صفحہ 173)
محبوب ابن میاں شاہ رندان ابن سید عرب
الف شاہ
گنڈھیرے
یاقوت
شاہ لبان
سید مشال
عنبر
گلو میر
میاں سید واحد
محمد وہاب
عمرو وہاب
عمر خطاب
میاں سید
زمین بخت
فضل آمین
میاں سید جان
فضل رحیم
فضل عظیم
فضل علی
میاں رحیم داد
میانگل وہاب
اجمل سید
میاں سید وہاب
حضرت وہاب
بخت وہاب
طاہر

رستم ابن میاں شاہر ندان ابن سید عرب (از صفحہ 175)

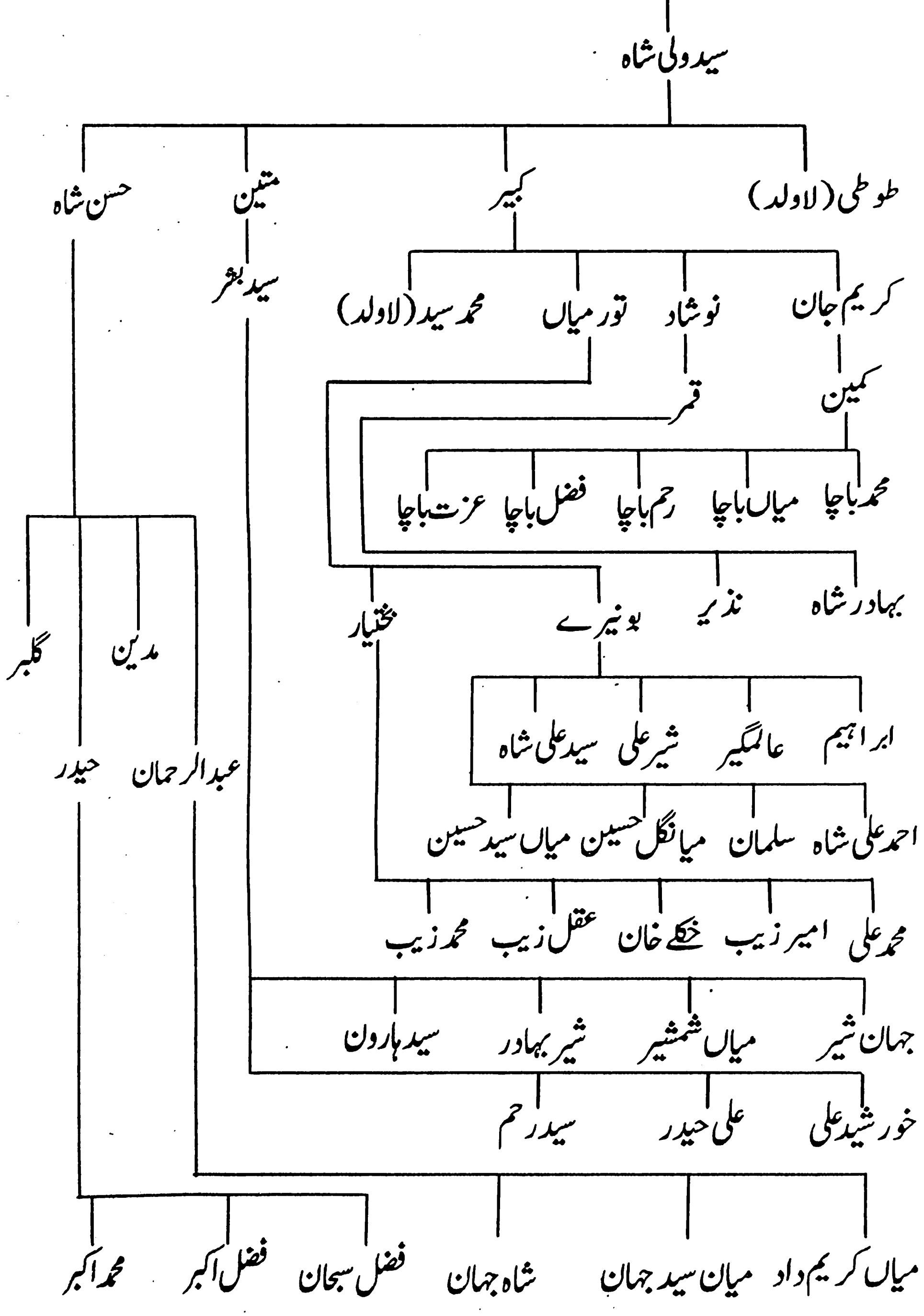
سید ولی شاہ
طوطی (لاولد)
کبیر
متین
حسن شاہ
کریم جان
نوشاد
تور میاں
محمد سید (لاولد)
سید بشر
کمین
قمر
محمد باچا
میاں باچا
رحم باچا
فضل باچا
عزت باچا
بہادر شاہ
نذیر
بونیرے
مختیار
مدین
گلبر
ابراہیم
عالمگیر
شیر علی
سید علی شاہ
عبدالرحمان
حیدر
احمد علی شاہ
سلمان
میانگل حسین
میاں سید حسین
محمد علی
امیر زیب
خکلے خان
عقل زیب
محمد زیب
جہان شیر
میاں شمشیر
شیر بہادر
سید ہارون
خورشید علی
علی حیدر
سید رحم
میاں کریم داد
میاں سید جہان
شاہ جہان
فضل سبحان
فضل اکبر
محمد اکبر

(از صفحہ 173)

سید علی اصغر ابن سید عسکر ابن سید لبدال ابن سید حسین (سادات صوابی، مردان)

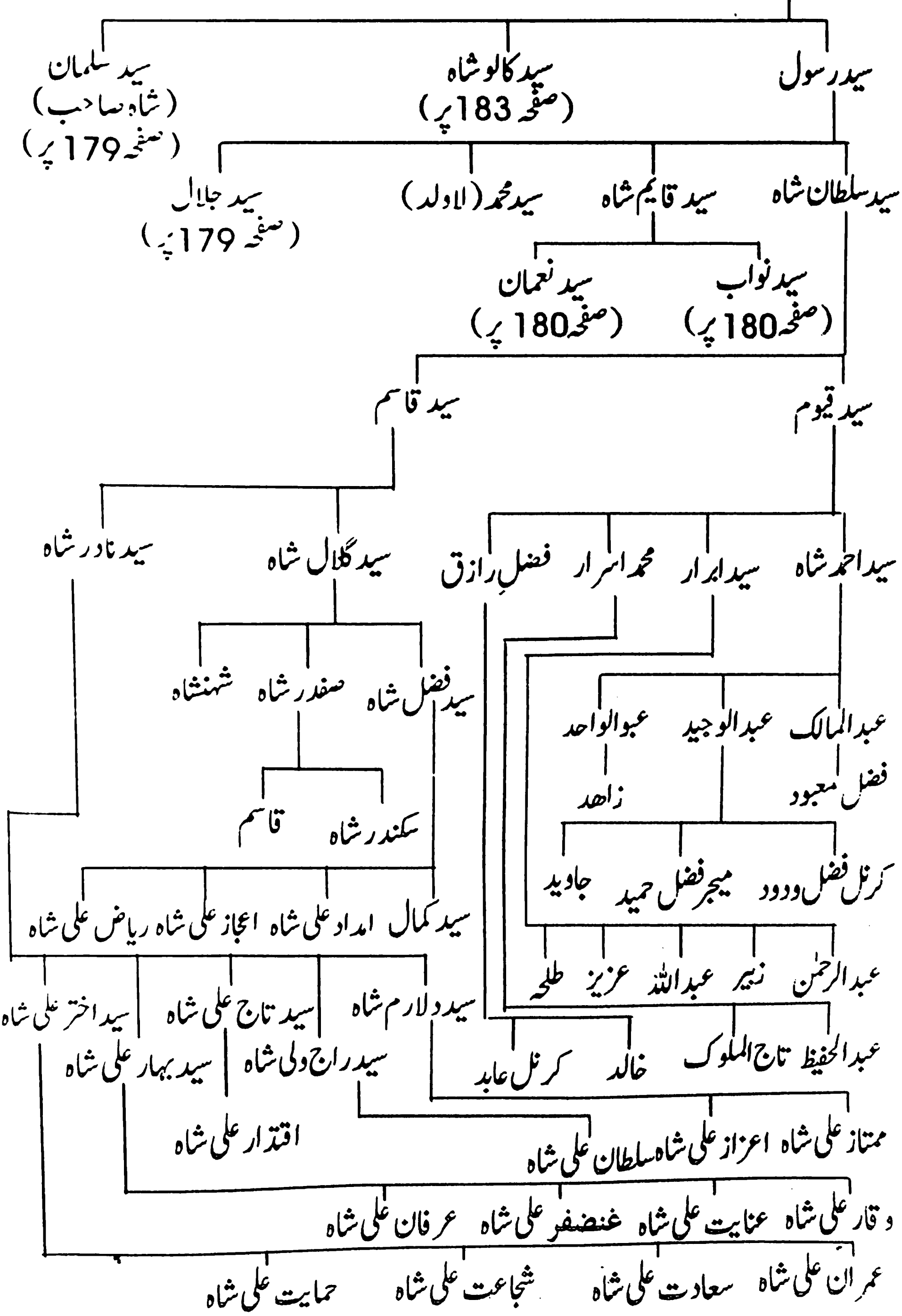
سید رسول
سید کالو شاہ
(صفحہ 183 پر)
سید سلیمان
(شاہ صاحب
(صفحہ 179 پر
سید سلطان شاہ
سید قایم شاہ
سید محمد (لاولد)
سید جلال
(صفحہ 179 پر)
سید نواب
(صفحہ 180 پر)
سید نعمان
(صفحہ 180 پر)
سید قیوم
سید قاسم
سید احمد شاہ
سید ابرار
محمد اسرار
فضلِ رازق
سید گلال شاہ
سید نادر شاہ
سید فضل شاہ
صفدر شاہ
شہنشاہ
عبد المالک
عبد الوجید
عبد الواحد
فضل معبود
زاھد
سکندر شاہ
قاسم
کرنل فضل ودود
میجر فضل حمید
جاوید
سید کمال
امداد علی شاہ
اعجاز علی شاہ
ریاض علی شاہ
عبد الرحمٰن
زبیر
عبد اللہ
عزیز
طلحہ
سید دلارم شاہ
سید تاج علی شاہ
سید اختر علی شاہ
سید راج ولی شاہ
سید بہار علی شاہ
عبد الحفیظ
تاج الملوک
خالد
کرنل عابد
اقتدار علی شاہ
ممتاز علی شاہ
اعزاز علی شاہ
سلطان علی شاہ
وقار علی شاہ
عنایت علی شاہ
غنضفر علی شاہ
عرفان علی شاہ
عمران علی شاہ
سعادت علی شاہ
شجاعت علی شاہ
حمایت علی شاہ

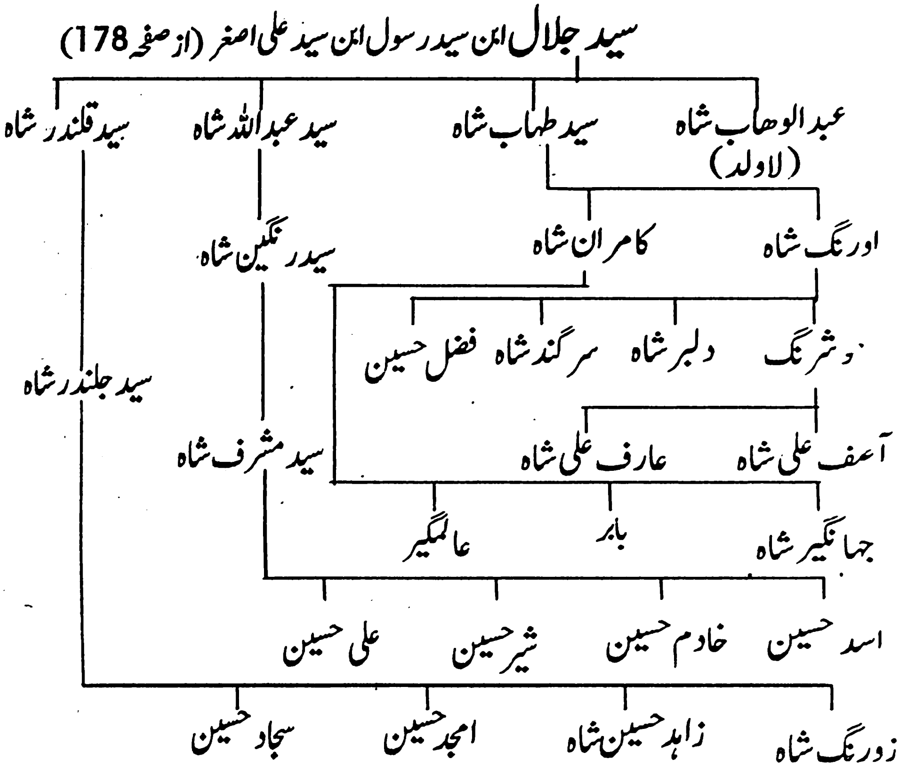
سید جلال ابن سید رسول ابن سید علی اصغر (از صفحہ 178)
عبدالوھاب شاہ (لاولد)
سید طہاب شاہ
سید عبداللہ شاہ
سید قلندر شاہ
اورنگ شاہ
کامران شاہ
سید نگین شاہ
نوشرنگ
دلبر شاہ
سرگند شاہ
فضل حسین
سید جلندر شاہ
آصف علی شاہ
عارف علی شاہ
سید مشرف شاہ
جہانگیر شاہ
بابر
عالمگیر
اسد حسین
خادم حسین
شیر حسین
علی حسین
زورنگ شاہ
زاہد حسین شاہ
امجد حسین
سجاد حسین

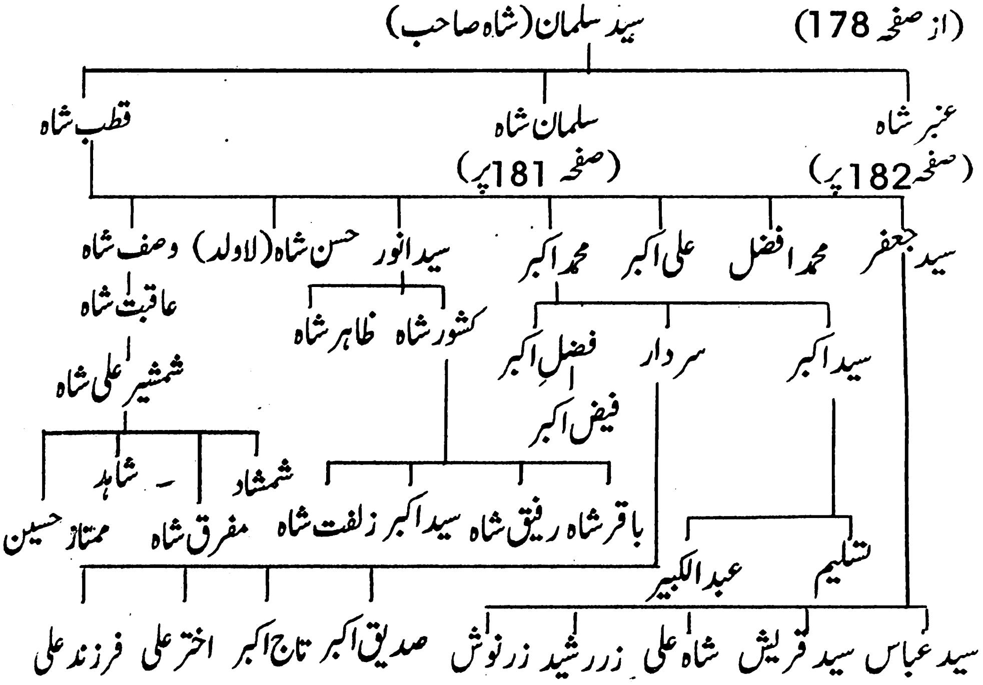
(از صفحہ 178)
سید سلمان (شاہ صاحب)
عنبر شاہ
(صفحہ 182 پر)
سلمان شاہ
(صفحہ 181 پر)
قطب شاہ
سید جعفر
محمد افضل
علی اکبر
محمد اکبر
سید انور
حسن شاہ (لاولد)
وصف شاہ
عاقبت شاہ
شمشیر علی شاہ
کشور شاہ
ظاہر شاہ
سید اکبر
سردار
فضلِ اکبر
فیض اکبر
شمشاد
شاہد
ممتاز حسین
مفرق شاہ
باقر شاہ
رفیق شاہ
سید اکبر
زلفت شاہ
تسلیم
عبدالکبیر
سید عباس
سید قریش
شاہ علی
زررشید
زرنوش
صدیق اکبر
تاج اکبر
اختر علی
فرزند علی

سید نواب ابن سید قایم شاہ ابن سید رسول (از صفحہ 178)

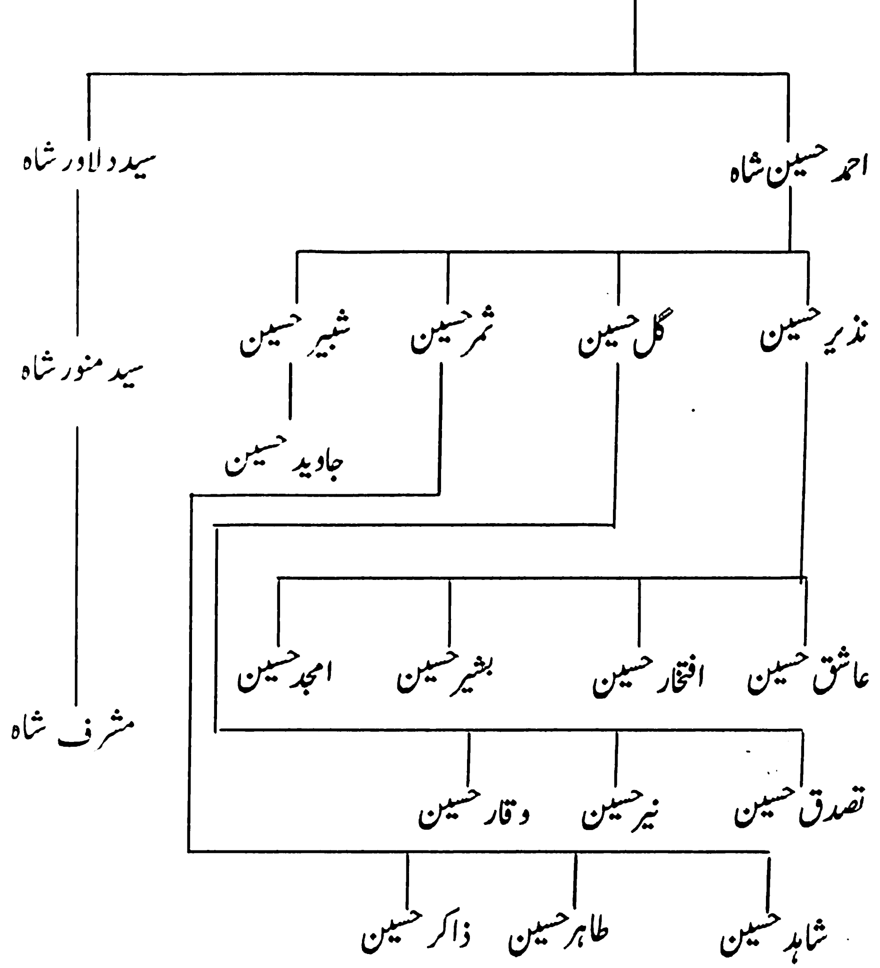
احمد حسین شاہ
سید دلاور شاہ
نذیر حسین
گل حسین
ثمر حسین
شبیر حسین
سید منور شاہ
جاوید حسین
عاشق حسین
افتخار حسین
بشیر حسین
امجد حسین
مشرف شاہ
تصدق حسین
نیر حسین
وقار حسین
شاہد حسین
طاہر حسین
ذاکر حسین

سید نعمان ابن سید قاسم شاہ ابن سید رسول (از صفحہ 178)

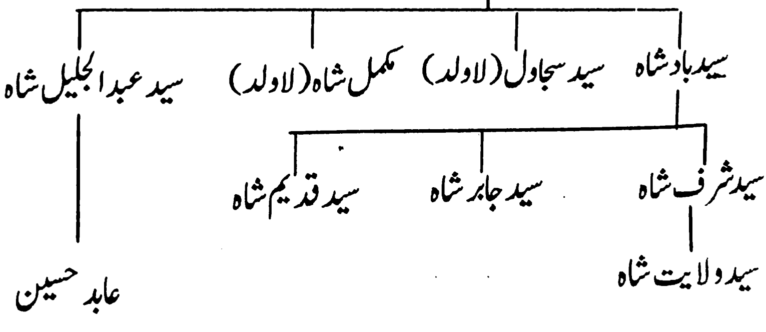
سید بادشاہ
سید سجاول (لاولد)
مکمل شاہ (لاولد)
سید عبدالجلیل شاہ
سید شرف شاہ
سید جابر شاہ
سید قدیم شاہ
سید ولایت شاہ
عابد حسین

سلمان شاہ ولد سید سلمان ابن سید علی اصغر (از صفحہ 179)

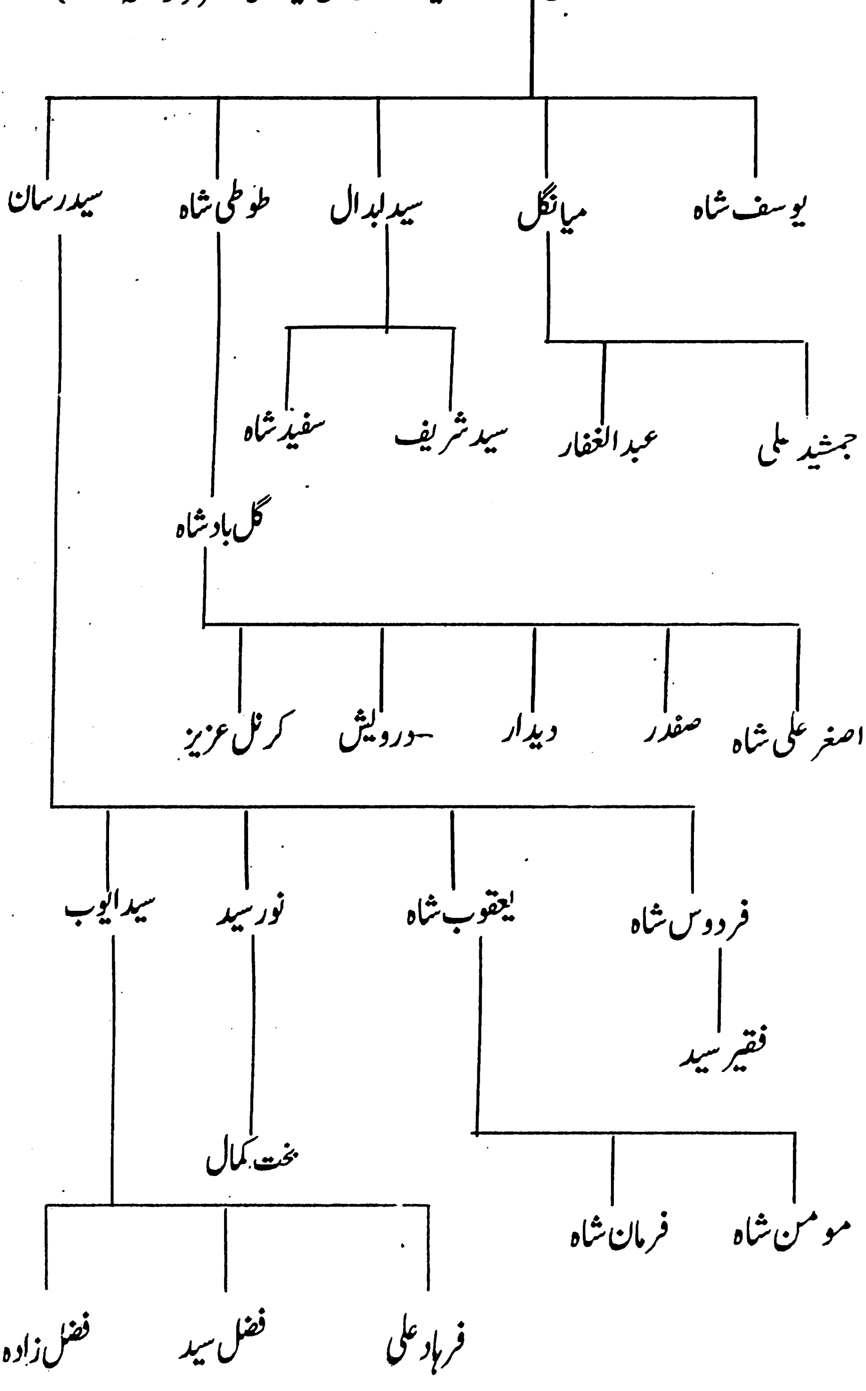
یوسف شاہ
میانگل
سید ابدال
طوطی شاہ
سید رسان
جمشید علی
عبدالغفار
سید شریف
سفید شاہ
گل بادشاہ
اصغر علی شاہ
صفدر
دیدار
درویش
کرنل عزیز
فردوس شاہ
یعقوب شاہ
نور سید
سید ایوب
فقیر سید
بخت کمال
مومن شاہ
فرمان شاہ
فرہاد علی
فضل سید
فضل زادہ

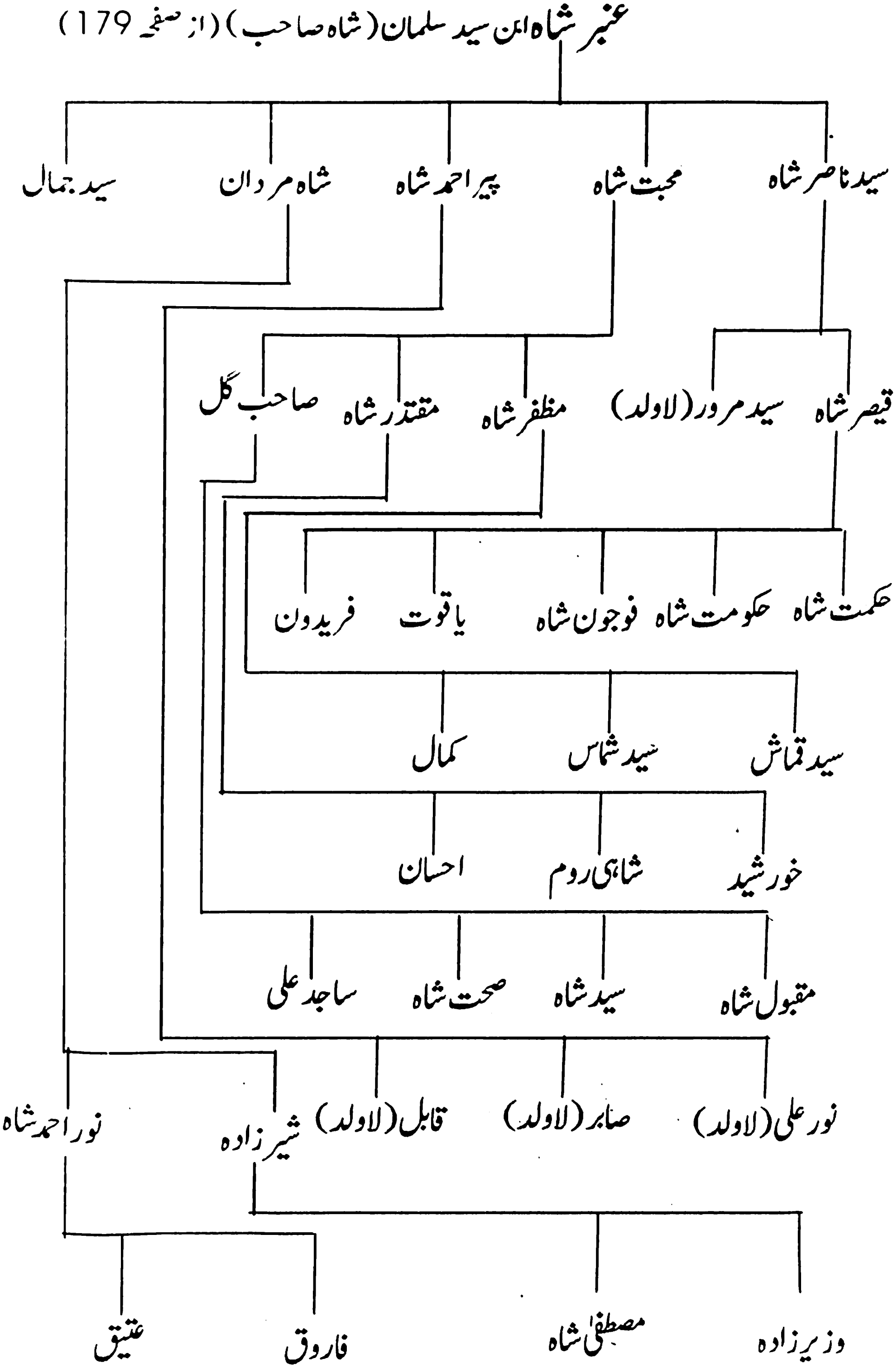
عنبر شاہ ابن سید سلمان (شاہ صاحب) (از صفحہ 179)
سید ناصر شاہ
محبت شاہ
پیر احمد شاہ
شاہ مردان
سید جمال
قیصر شاہ
سید مرور (لاولد)
مظفر شاہ
مقتدر شاہ
صاحب گل
حکمت شاہ
حکومت شاہ
فوجون شاہ
یاقوت
فریدون
سید قماش
سید شماس
کمال
خورشید
شاہی روم
احسان
مقبول شاہ
سید شاہ
صحت شاہ
ساجد علی
نور علی (لاولد)
صابر (لاولد)
قابل (لاولد)
شیر زادہ
نور احمد شاہ
وزیر زادہ
مصطفیٰ شاہ
فاروق
عتیق

(از صفحہ 173)

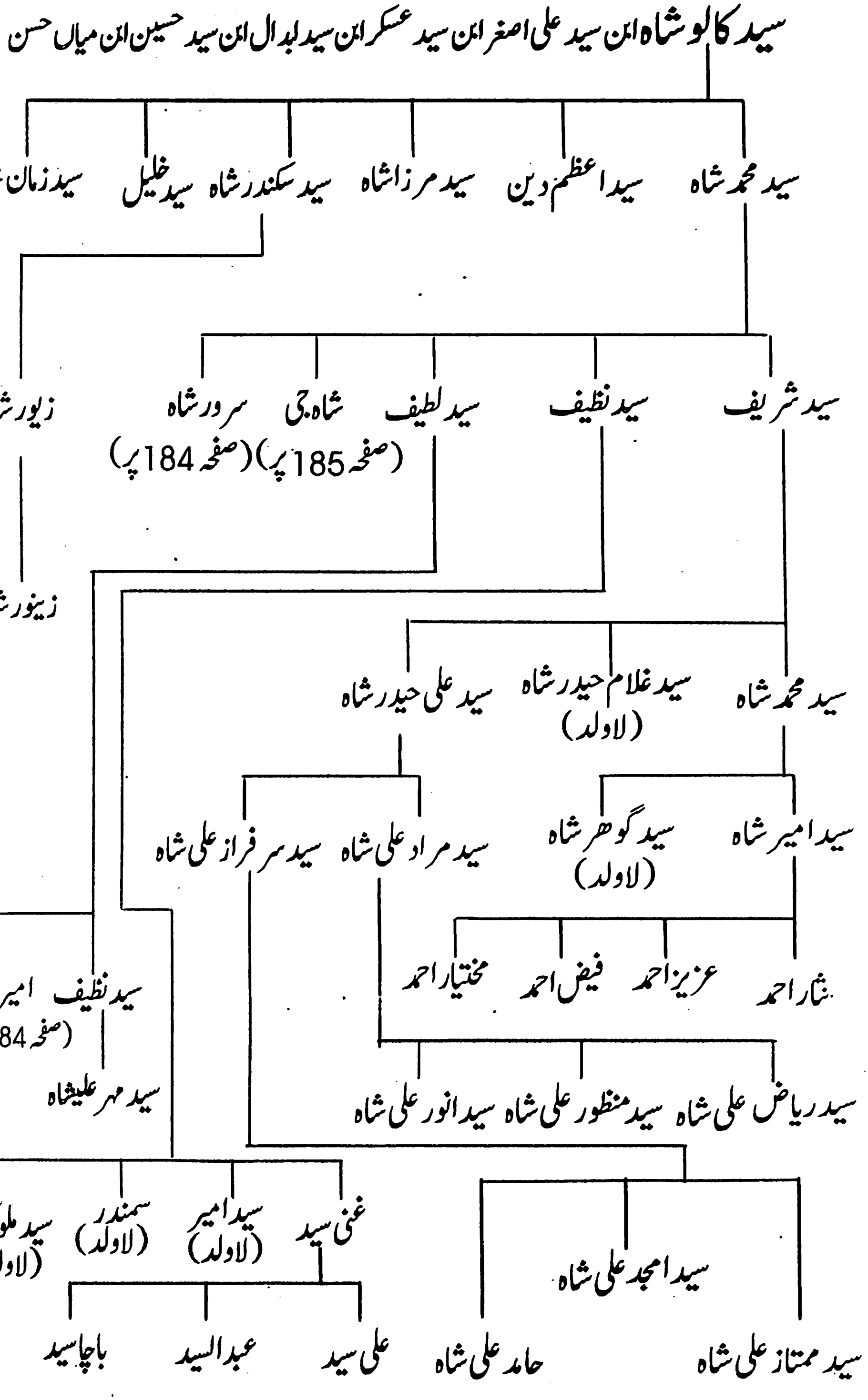
سید کالو شاہ ابن سید علی اصغر ابن سید عسکر ابن سید لبدال ابن سید حسین ابن میاں حسن
سید محمد شاہ
سید اعظم دین
سید مرزا شاہ
سید سکندر شاہ
سید خلیل
سید زمان شاہ
سید شریف
سید نظیف
سید لطیف
شاہ جی
سرور شاہ
(صفحہ 185 پر)
(صفحہ 184 پر)
زیور شاہ
زینور شاہ
سید محمد شاہ
سید غلام حیدر شاہ
(لاولد)
سید علی حیدر شاہ
سید امیر شاہ
سید گوھر شاہ
(لاولد)
سید مراد علی شاہ
سید سرفراز علی شاہ
نثار احمد
عزیز احمد
فیض احمد
مختیار احمد
سید نظیف
امیر شاہ
(صفحہ 184 پر)
سید ریاض علی شاہ
سید منظور علی شاہ
سید انور علی شاہ
سید مہر علیشاہ
غنی سید
سید امیر
(لاولد)
سمندر
(لاولد)
سید ملوک
(لاولد)
سید امجد علی شاہ
سید ممتاز علی شاہ
حامد علی شاہ
علی سید
عبدالسید
باچا سید

سرور شاہ ابن سید محمد شاہ ابن سید کالو شاہ (از صفحہ 183)

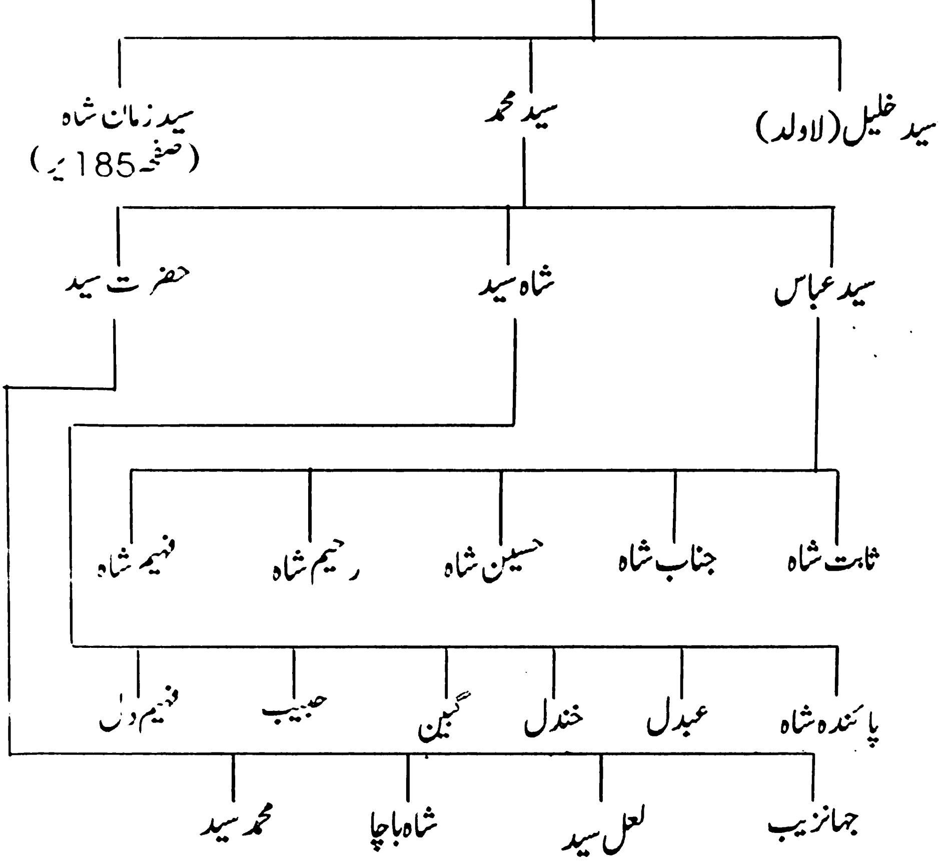
سید خلیل (لاولد)
سید محمد
سید زمان شاہ
(صفحہ 185 پر)
سید عباس
شاہ سید
حضرت سید
ثابت شاہ
جناب شاہ
حسین شاہ
رحیم شاہ
فہیم شاہ
پائندہ شاہ
عبدل
خندل
گبین
حبیب
فہیم دل
جہانزیب
لعل سید
شاہ باچا
محمد سید

امیر شاہ ابن سید لطیف ابن سید محمد شاہ ابن سید کالو شاہ (از صفحہ 183)

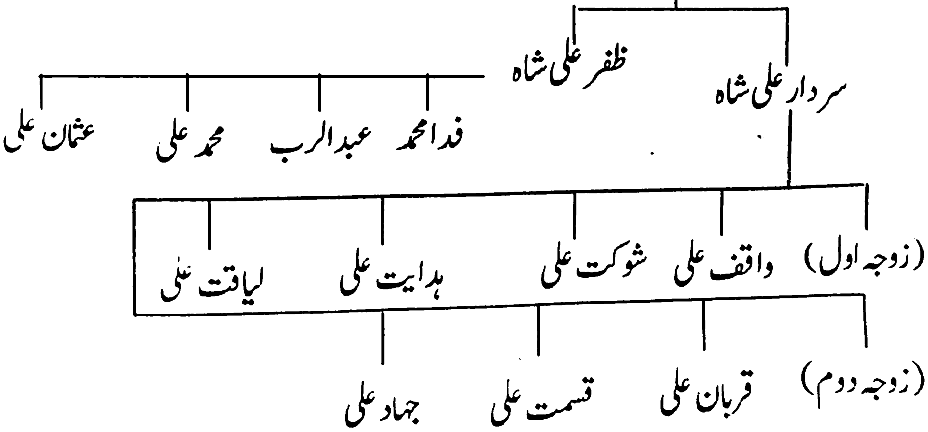
سردار علی شاہ
ظفر علی شاہ
فدا محمد
عبدالرب
محمد علی
عثمان علی
(زوجہ اول)
واقف علی
شوکت علی
ہدایت علی
لیاقت علی
(زوجہ دوم)
قربان علی
قسمت علی
جہاد علی

سید زمان شاہ سرور شاہ ابن سید محمد شاہ ابن کالو شاہ (از صفحہ 184)

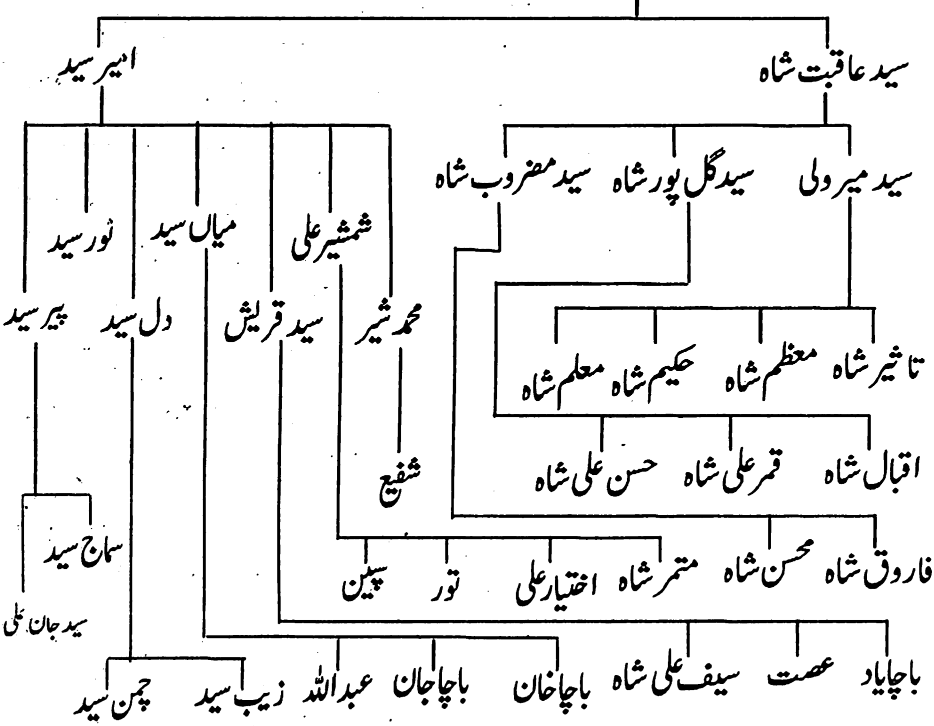
سید عاقبت شاہ
امیر سید
سید میر ولی
سید گل پور شاہ
سید مضروب شاہ
تاثیر شاہ
معظم شاہ
حکیم شاہ
معلم شاہ
اقبال شاہ
قمر علی شاہ
حسن علی شاہ
فاروق شاہ
محسن شاہ
محمد شیر
شمشیر علی
سید قریش
میاں سید
دل سید
نور سید
پیر سید
شفیع
متمر شاہ
اختیار علی
تور
سپین
سماج سید
سید جان علی
باچایاد
عصمت
سیف علی شاہ
باچاخان
باچاجان
عبداللہ
زیب سید
چمن سید

شاہ جی ابن سید محمد شاہ ابن سید کالو شاہ (از صفحہ 183)

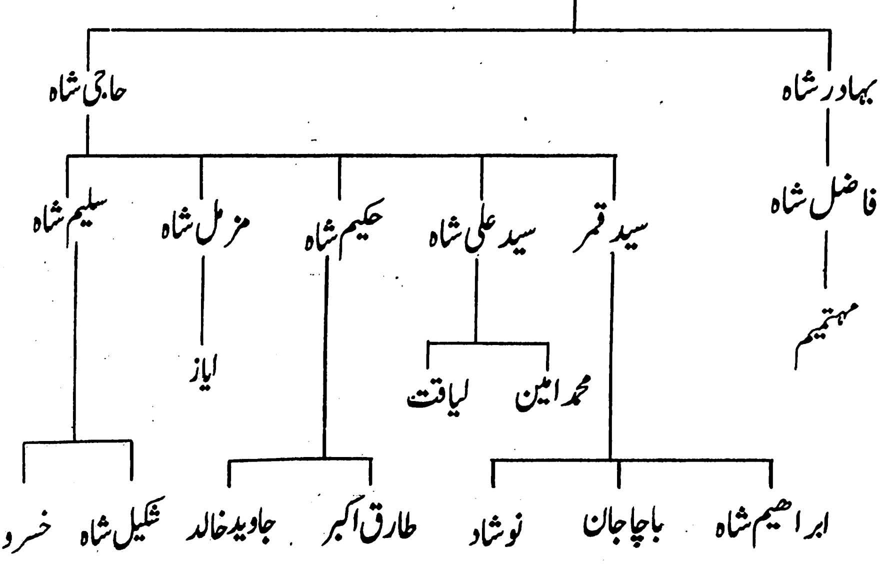
بہادر شاہ
حاجی شاہ
فاضل شاہ
مہتمیم
سید قمر
سید علی شاہ
حکیم شاہ
مزمل شاہ
سلیم شاہ
محمد امین
لیاقت
ایاز
ابراھیم شاہ
باچاجان
نوشاد
طارق اکبر
جاوید خالد
شکیل شاہ
خسرو

سید مظفر ابن سید لبدال سید حسینؒ (سادات حمزہ ڈیر (صوابی) (از صفحہ 167)

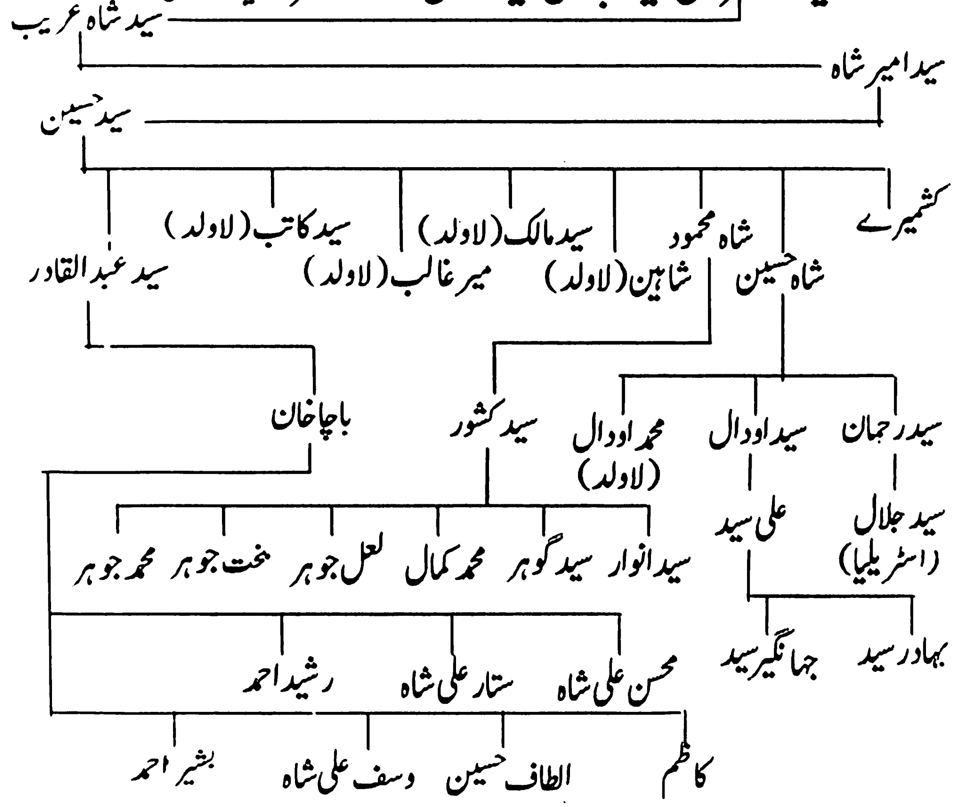
سید شاہ غریب
سید امیر شاہ
سید حسین
کشمیرے
شاہ حسین
شاہ محمود
شاہین (لاولد)
سید مالک (لاولد)
میر غالب (لاولد)
سید کاتب (لاولد)
سید عبد القادر
سید رحمان
سید اودال
محمد اودال (لاولد)
سید کشور
باچا خان
سید جلال (اسٹریلیا)
علی سید
سید انوار
سید گوہر
محمد کمال
لعل جوہر
بخت جوہر
محمد جوہر
بہادر سید
جہانگیر سید
محسن علی شاہ
ستار علی شاہ
رشید احمد
کاظم
الطاف حسین
وسف علی شاہ
بشیر احمد

(از صفحہ 169)

میاں سید عباس ابن سید منان ابن سید جلالؒ

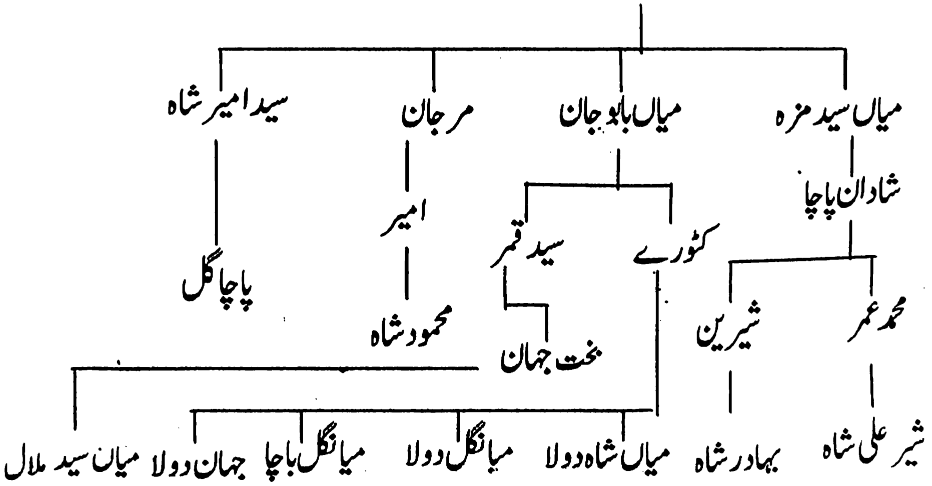
میاں سید حمزہ
میاں بابو جان
مرجان
سید امیر شاہ
شادان پاچا
کٹورے
سید قمر
امیر
پاچا گل
محمد عمر
شیرین
بخت جہان
محمود شاہ
شیر علی شاہ
بہادر شاہ
میاں شاہ دولا
میانگل دولا
میانگل باچا
جہان دولا
میان سید ملال

(از صفحہ 167)

سید واصل الدین المعروف نادان بابا مزار شہباز گڑھی ابن سید حسین ابن میاں سید حسن (سادات امازو گڑھی، دولت زئی (مردان)

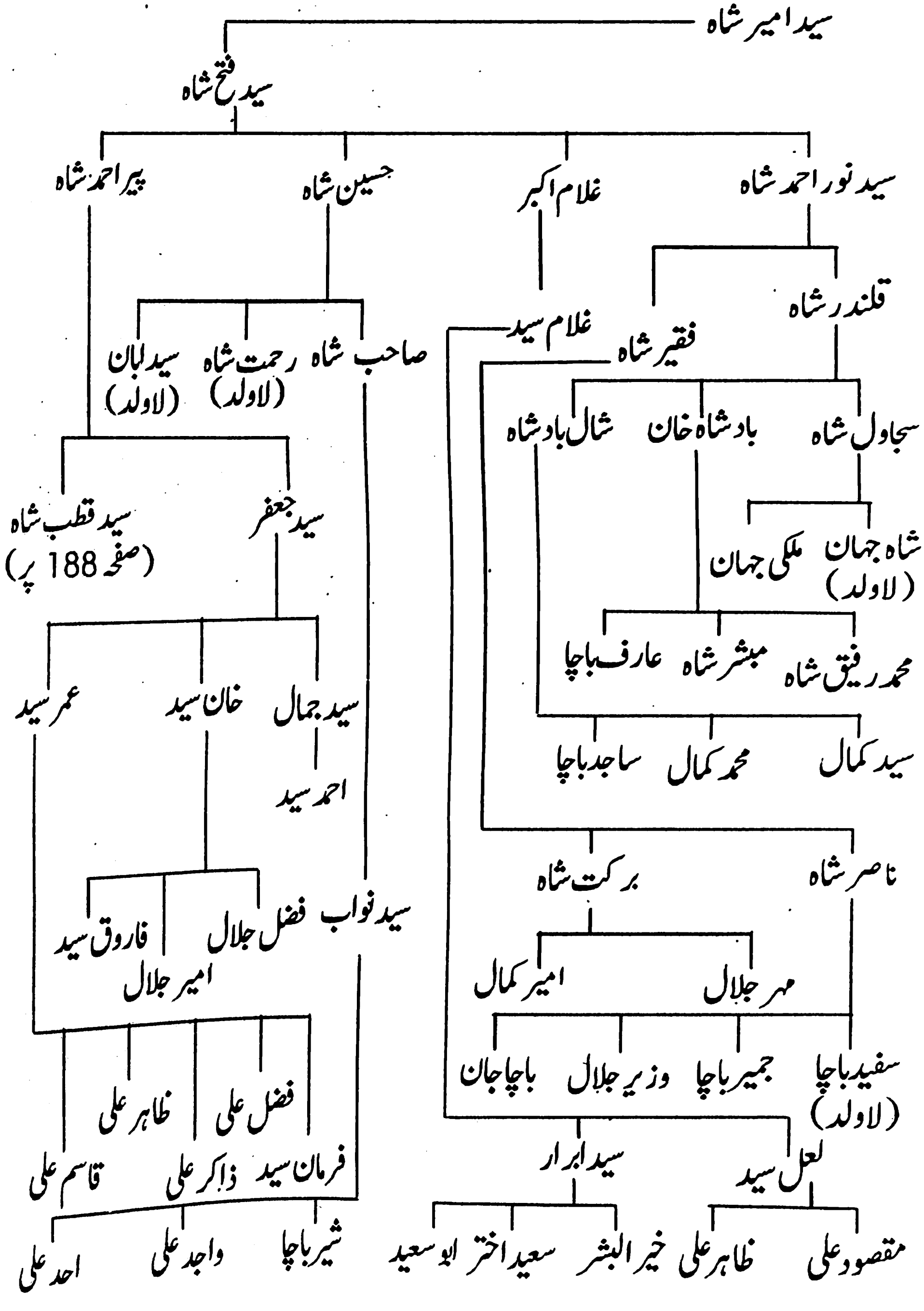
سید امیر شاہ
سید فتح شاہ
سید نور احمد شاہ
غلام اکبر
حسین شاہ
پیر احمد شاہ
قلندر شاہ
فقیر شاہ
غلام سید
صاحب شاہ
رحمت شاہ (لاولد)
سید لبان (لاولد)
سجاول شاہ
بادشاہ خان
شال بادشاہ
شاہ جہان (لاولد)
ملکی جہان
سید جعفر
سید قطب شاہ (صفحہ 188 پر)
محمد رفیق شاہ
مبشر شاہ
عارف باچا
سید کمال
محمد کمال
ساجد باچا
سید جمال
خان سید
عمر سید
احمد سید
ناصر شاہ
برکت شاہ
سید نواب
فضل جلال
فاروق سید
امیر جلال
مہر جلال
امیر کمال
سفید باچا (لاولد)
جمیر باچا
وزیر جلال
باچاجان
فضل علی
ظاہر علی
فرمان سید
ذاکر علی
قاسم علی
لعل سید
سید ابرار
مقصود علی
ظاہر علی
خیر البشر
سعید اختر
ابو سعید
شیر باچا
واجد علی
احد علی

(از صفحہ 187)

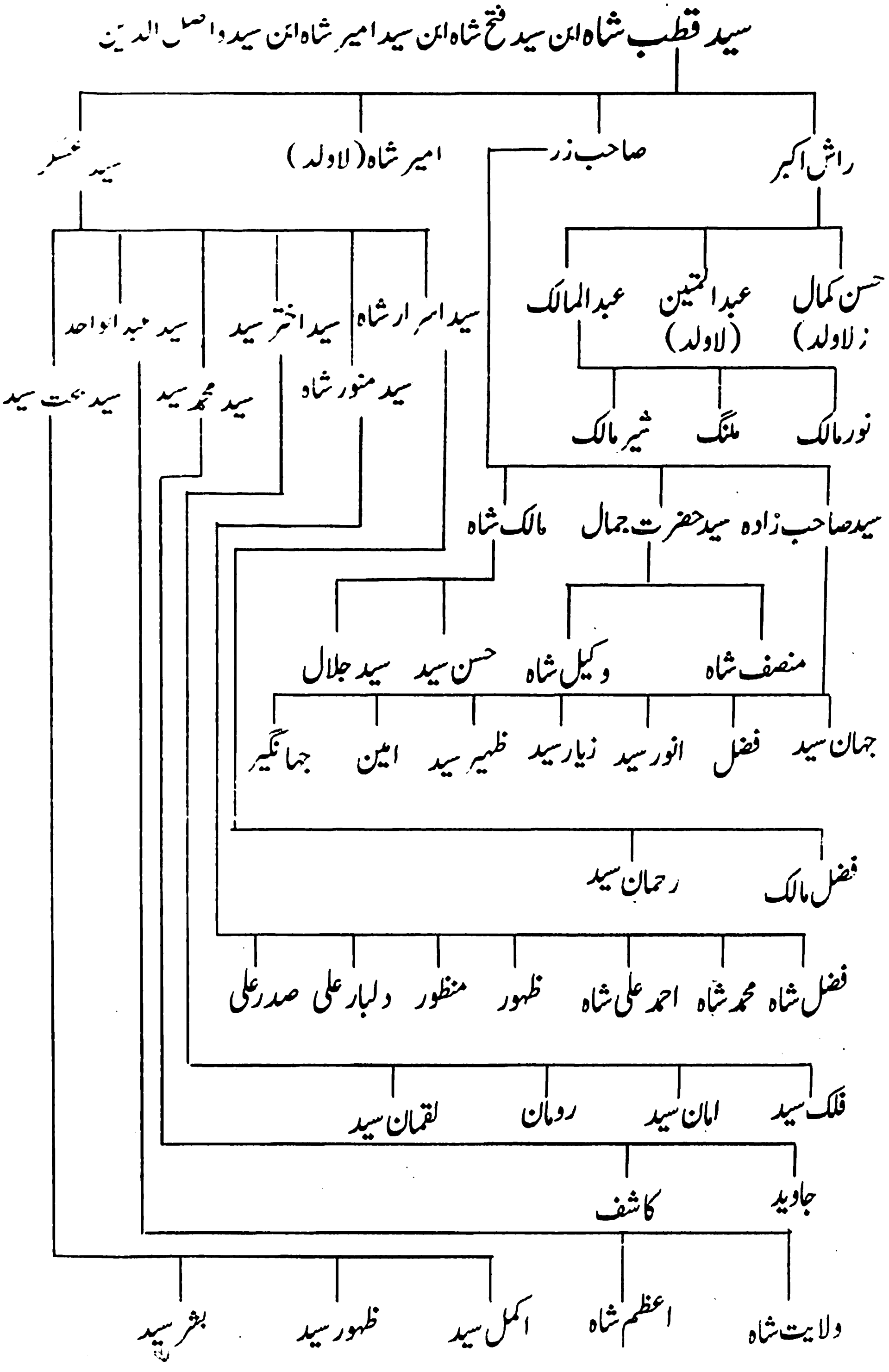
سید قطب شاہ ابن سید فتح شاہ ابن سید امیر شاہ ابن سید واصل الدین
راش اکبر
صاحب زر
امیر شاہ (لاولد)
سید خسر
حسن کمال (لاولد)
عبدالمتین (لاولد)
عبدالمالک
سید اسرار شاہ
سید اختر سید
سید عبدالواحد
سید منور شاہ
سید محمد سید
سید ہمت سید
نور مالک
ملنگ
شیر مالک
سید صاحب زادہ
سید حضرت جمال
مالک شاہ
منصف شاہ
وکیل شاہ
حسن سید
سید جلال
جہان سید
فضل
انور سید
زیار سید
ظہیر سید
امین
جہانگیر
فضل مالک
رحمان سید
فضل شاہ
محمد شاہ
احمد علی شاہ
ظہور
منظور
دلبار علی
صدر علی
فلک سید
امان سید
رومان
لقمان سید
جاوید
کاشف
ولایت شاہ
اعظم شاہ
اکمل سید
ظہور سید
بشر سید

(از صفحہ 167)

سید غازی شاہ ابن سید حسین ابن میاں سید حسن (سادات گلاڈیر، منگورہ اور گل کدہ)

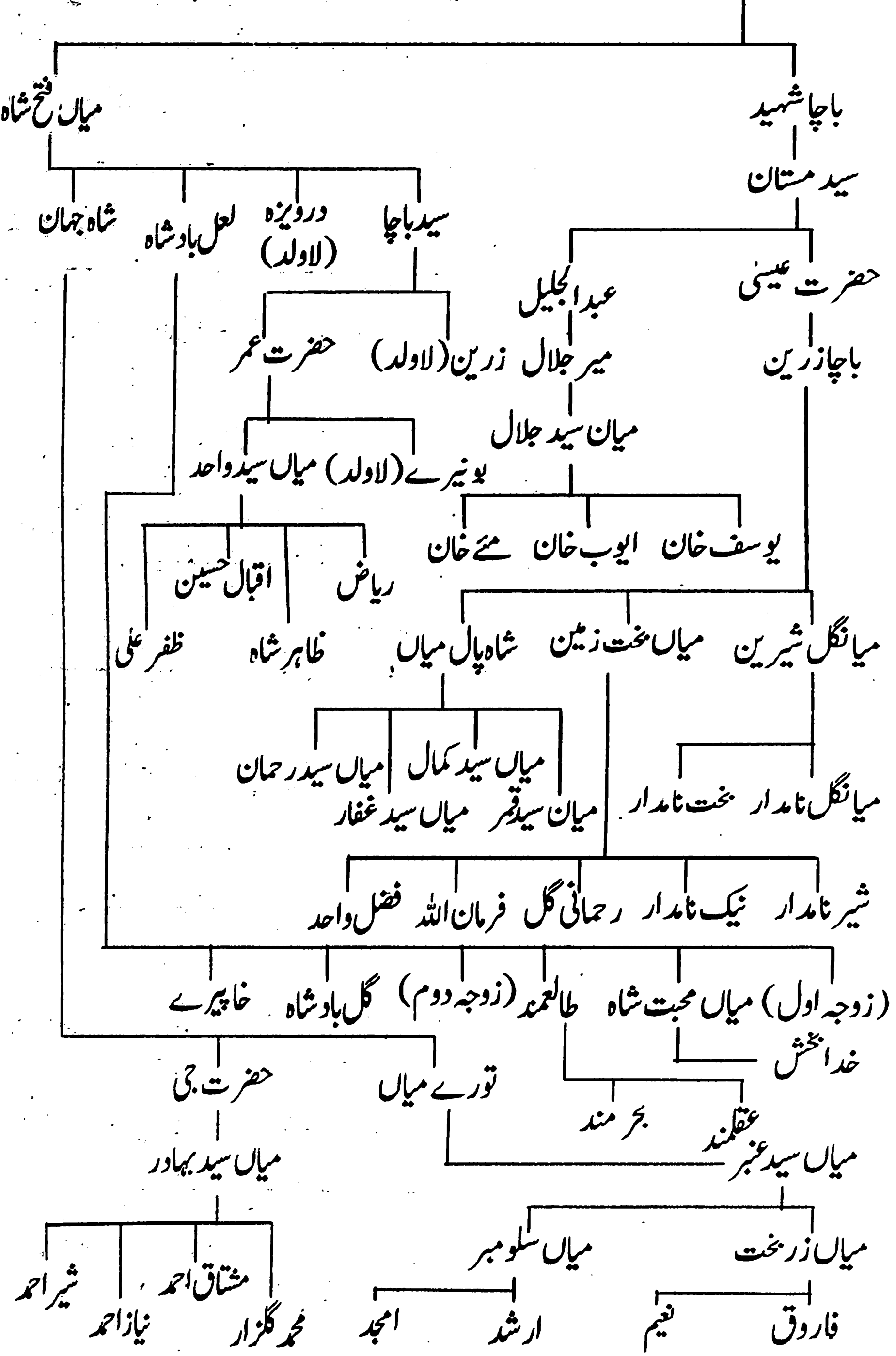
باچا شہید
سید مستان
حضرت عیسیٰ
باچا زرین
عبدالجلیل
میر جلال
میاں سید جلال
یوسف خان
ایوب خان
مئے خان
میانگل شیرین
میاں بخت زمین
شاہ پال میاں
میانگل نامدار
بخت نامدار
میاں سید کمال
میاں سید رحمان
میاں سید قمر
میاں سید غفار
شیر نامدار
نیک نامدار
رحمانی گل
فرمان اللہ
فضل واحد
میاں فتح شاہ
سید باچا
درویزہ (لاولد)
لعل بادشاہ
شاہ جہان
زرین (لاولد)
حضرت عمر
بونیرے (لاولد)
میاں سید واحد
ریاض
اقبال حسین
ظاہر شاہ
ظفر علی
(زوجہ اول) میاں محبت شاہ
طالعمند (زوجہ دوم)
گل بادشاہ
خاپیرے
خدا بخش
بحر مند
عقلمند
تورے میاں
حضرت جی
میاں سید عنبر
میاں سید بہادر
میاں زربخت
میاں سلومبر
فاروق
نعیم
ارشد
امجد
مشتاق احمد
شیر احمد
نیاز احمد
محمد گلزار

(از صفحہ 167)

سید کریم شاہ ابن سید حسین ابن میاں سید حسن (سادات کوہ دولت زی اماز گھڑی)

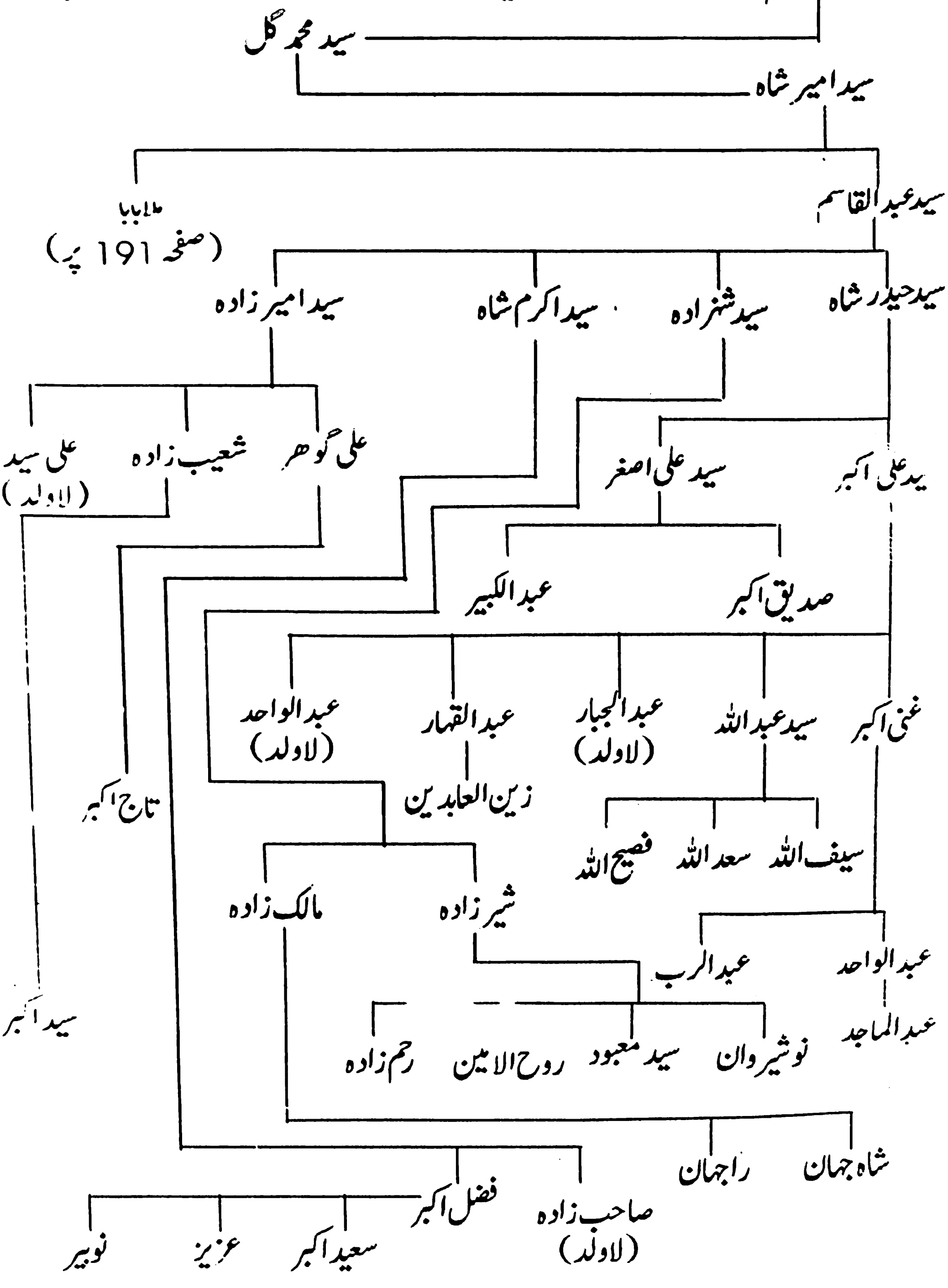
سید محمد گل
سید امیر شاہ
سید عبد القاسم
ملا بابا
(صفحہ 191 پر)
سید حیدر شاہ
سید شہزادہ
سید اکرم شاہ
سید امیر زادہ
سید علی اکبر
سید علی اصغر
علی گوھر
شعیب زادہ
علی سید
(لاولد)
صدیق اکبر
عبد الکبیر
غنی اکبر
سید عبد اللہ
عبد الجبار
(لاولد)
عبد القہار
عبد الواحد
(لاولد)
زین العابدین
تاج اکبر
سیف اللہ
سعد اللہ
فصیح اللہ
شیر زادہ
مالک زادہ
عبد الواحد
عبد الرب
عبد الماجد
نوشیروان
سید معبود
روح الامین
رحم زادہ
سید اکبر
شاہ جہان
راجہان
صاحب زادہ
(لاولد)
فضل اکبر
سعید اکبر
عزیز
نوبیر

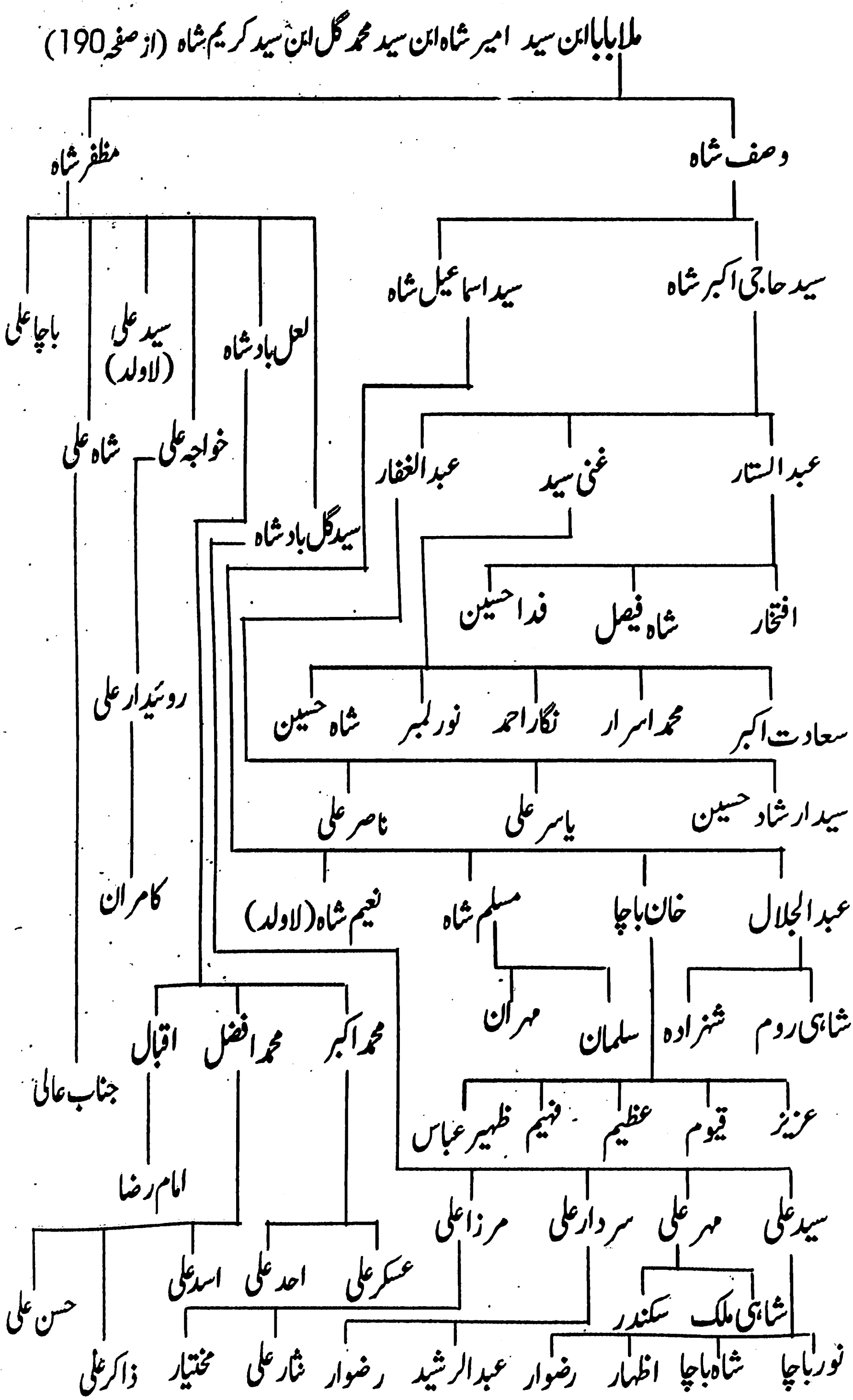
ملا بابا ابن سید امیر شاہ ابن سید محمد گل ابن سید کریم شاہ (از صفحہ 190)
وصف شاہ
مظفر شاہ
سید حاجی اکبر شاہ
سید اسماعیل شاہ
لعل باد شاہ
سید علی (لاولد)
باچا علی
عبدالستار
غنی سید
عبدالغفار
خواجہ علی
شاہ علی
سید گل باد شاہ
افتخار
شاہ فیصل
فدا حسین
روئیدار علی
سعادت اکبر
محمد اسرار
نگار احمد
نور لبر
شاہ حسین
سید ارشاد حسین
یاسر علی
ناصر علی
عبدالجلال
خان باچا
مسلم شاہ
نعیم شاہ (لاولد)
کامران
شاہی روم
شہزادہ
سلمان
مہران
محمد اکبر
محمد افضل
اقبال
جناب عالی
عزیز
قیوم
عظیم
فہیم
ظہیر عباس
امام رضا
سید علی
مہر علی
سردار علی
مرزا علی
عسکر علی
احد علی
اسد علی
حسن علی
شاہی ملک
سکندر
ذاکر علی
نور باچا
شاہ باچا
اظہار
رضوار
عبدالرشید
رضوار
نثار علی
مختیار

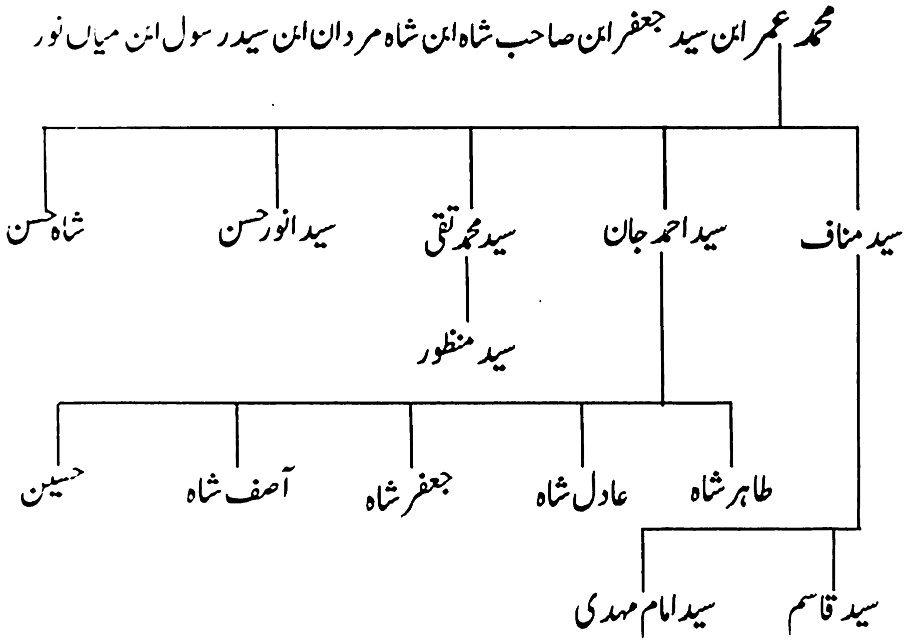
محمد عمر ابن سید جعفر ابن صاحب شاہ ابن شاہ مردان ابن سید رسول ابن میاں نور
سید مناف
سید احمد جان
سید محمد تقی
سید انور حسن
شاہ حسن
سید منظور
طاہر شاہ
عادل شاہ
جعفر شاہ
آصف شاہ
حسین
سید قاسم
سید امام مہدی

ختم شد

تیرا آنا تھا کہ اصنامِ حرم ٹوٹ گئے
تیری ہیبت تھی کہ شہ زوروں کے دم ٹوٹ گئے
تیرے اوصاف کا اِک باب بھی پورا نہ ہوا
ہو گئیں زندگیاں ختم اور قلم ٹوٹ گئے

Sahad

شجرہ نسب خفتہ ذکر

آج سے تقریباً دو صدی قبل شدید خانگی اختلافات قتل وقتال سے تنگ آکر درج ذیل خاندان موضع سرسرداری منگلور سوات سے ہجرت کر کے علاقہ بونیر منتقل ہوگیا اور وہاں پر گمنام زندگی بسر کرنے کی خاطر موضع شلبانڈی، باچکٹہ مٹوانی، ڈگر کلے، ایلی کلے، انغاپور، کوگا، ناوہ گئے پر آباد ہوگئے۔ اور تا حال آباد ہیں لہٰذا اس خاندان کا شجرہ نسب درجہ ذیل ہے۔ اس شجرہ کا ربط صفحہ نمبر ۱۴۱ پر بھی ہے

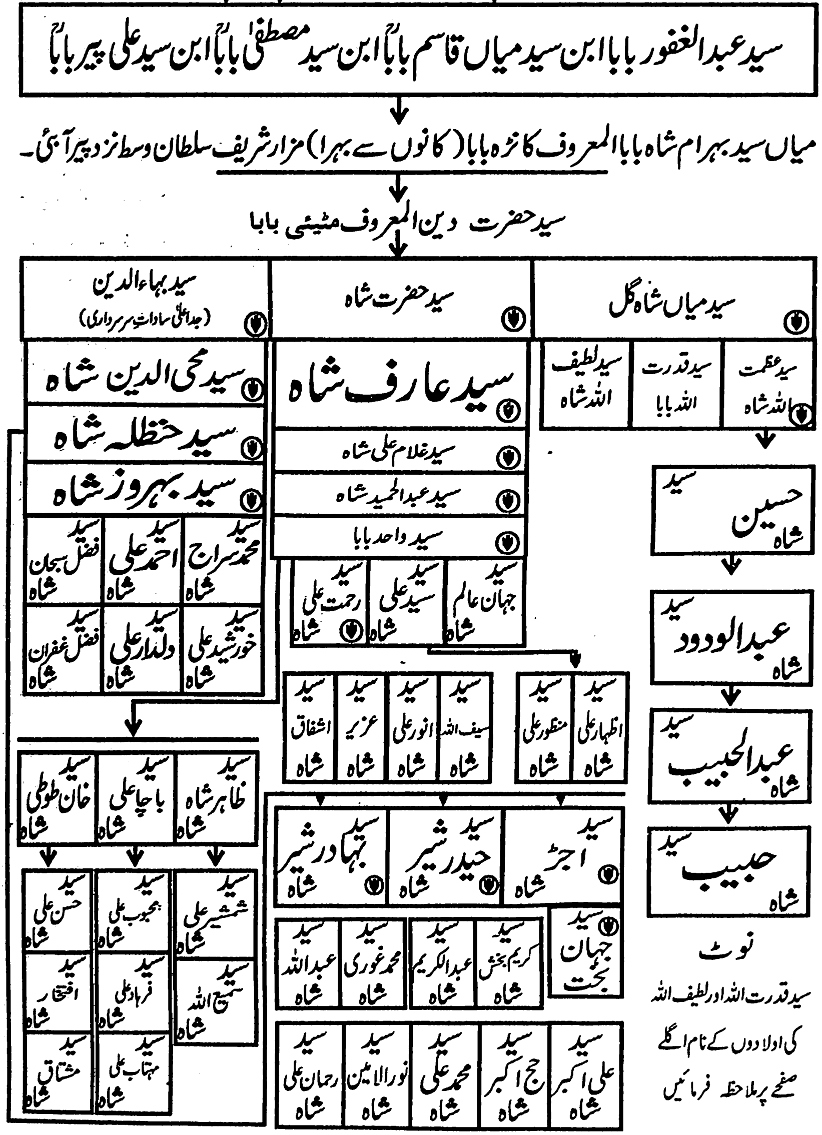
سید عبدالغفور باباؒ ابن سید میاں قاسم باباؒ ابن سید مصطفٰی باباؒ ابن سید علی پیر باباؒ
میاں سید بہرام شاہ بابا المعروف کانڑہ بابا (کانوں سے بہرا) مزار شریف سلطان وسط نزد پیر آبئی۔
سید حضرت دین المعروف مٹیئی بابا
سید میاں شاہ گل
سید حضرت شاہ
سید بہاء الدین
(جد اعلٰی سادات سرسرداری)
سید عظمت اللہ شاہ
سید قدرت اللہ بابا
سید لطیف اللہ شاہ
سید حسین شاہ
سید عبدالودود شاہ
سید عبدالحبیب شاہ
سید حبیب شاہ
سید عارف شاہ
سید غلام علی شاہ
سید عبدالحمید شاہ
سید واحد بابا
سید جہان عالم شاہ
سید سید علی شاہ
سید رحمت علی شاہ
سید اظہار علی شاہ
سید منظور علی شاہ
سید سیف اللہ شاہ
سید انور علی شاہ
سید عزیر شاہ
سید اشفاق شاہ
سید اجڑ شاہ
سید حیدر شیر شاہ
سید بہادر شیر شاہ
سید جہان بخت
سید کریم بخش شاہ
سید عبدالکریم شاہ
سید محمد غوری شاہ
سید عبداللہ شاہ
سید علی اکبر شاہ
سید حج اکبر شاہ
سید محمد علی شاہ
سید نور الامین شاہ
سید رحمان علی شاہ
سید محی الدین شاہ
سید حنظلہ شاہ
سید بہروز شاہ
سید محمد سراج شاہ
سید احمد علی شاہ
سید فضل سبحان شاہ
سید خورشید علی شاہ
سید دلدار علی شاہ
سید فضل غفران شاہ
سید ظاہر شاہ
سید باچا علی شاہ
سید خان طوطی شاہ
سید شمشیر علی شاہ
سید سمیع اللہ شاہ
سید محبوب علی شاہ
سید فرہاد علی شاہ
سید مہتاب علی شاہ
سید حسن علی شاہ
سید افتخار شاہ
سید مشتاق شاہ

نوٹ

سید قدرت اللہ اور لطیف اللہ کی اولادوں کے نام اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں

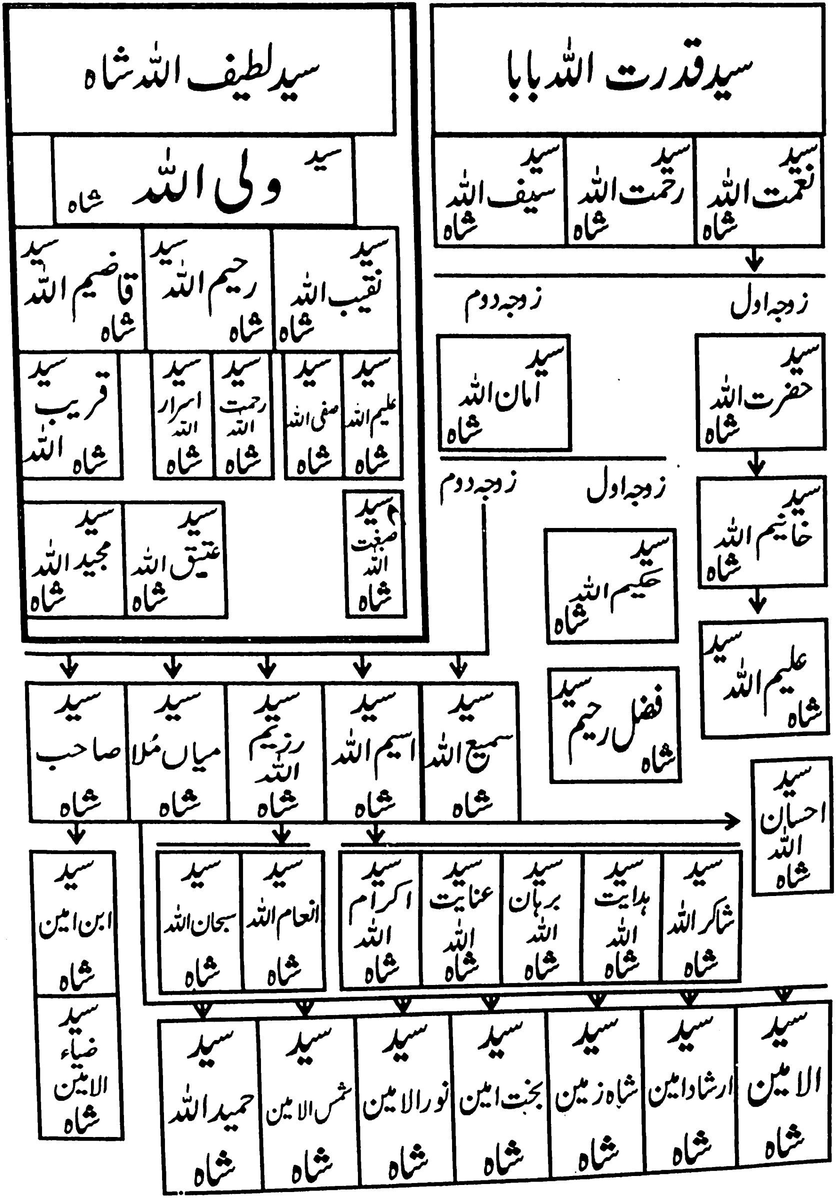
سید قدرت اللہ بابا
سید نعمت اللہ شاہ
سید رحمت اللہ شاہ
سید سیف اللہ شاہ
زوجہ اول
زوجہ دوم
سید حضرت اللہ شاہ
سید امان اللہ شاہ
زوجہ اول
زوجہ دوم
سید خاتیم اللہ شاہ
سید حکیم اللہ شاہ
سید علیم اللہ شاہ
سید فضل رحیم شاہ
سید احسان اللہ شاہ
سید لطیف اللہ شاہ
سید ولی اللہ شاہ
سید نقیب اللہ شاہ
سید رحیم اللہ شاہ
سید قاضیم اللہ شاہ
سید علیم اللہ شاہ
سید صفی اللہ شاہ
سید رحمت اللہ شاہ
سید اسرار اللہ شاہ
سید قریب اللہ شاہ
سید صبغت اللہ شاہ
سید عتیق اللہ شاہ
سید مجید اللہ شاہ
سید سمیع اللہ شاہ
سید اسیم اللہ شاہ
سید رزتیم اللہ شاہ
سید میاں مُلا شاہ
سید صاحب شاہ
سید شاکر اللہ شاہ
سید ہدایت اللہ شاہ
سید برہان اللہ شاہ
سید عنایت اللہ شاہ
سید اکرام اللہ شاہ
سید انعام اللہ شاہ
سید سبحان اللہ شاہ
سید ابن امین شاہ
سید ضیاء الامین شاہ
سید الامین شاہ
سید ارشاد امین شاہ
سید شاہ زمین شاہ
سید بخت امین شاہ
سید نور الامین شاہ
سید شمس الامین شاہ
سید حمید اللہ شاہ

بقایا کچھ نام اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں

سید عارف شاہ بن حضرت شاہ بن حضرت دین بن سید بہرام بن عبدالغفور بن سید قاسم بن پیر بابا

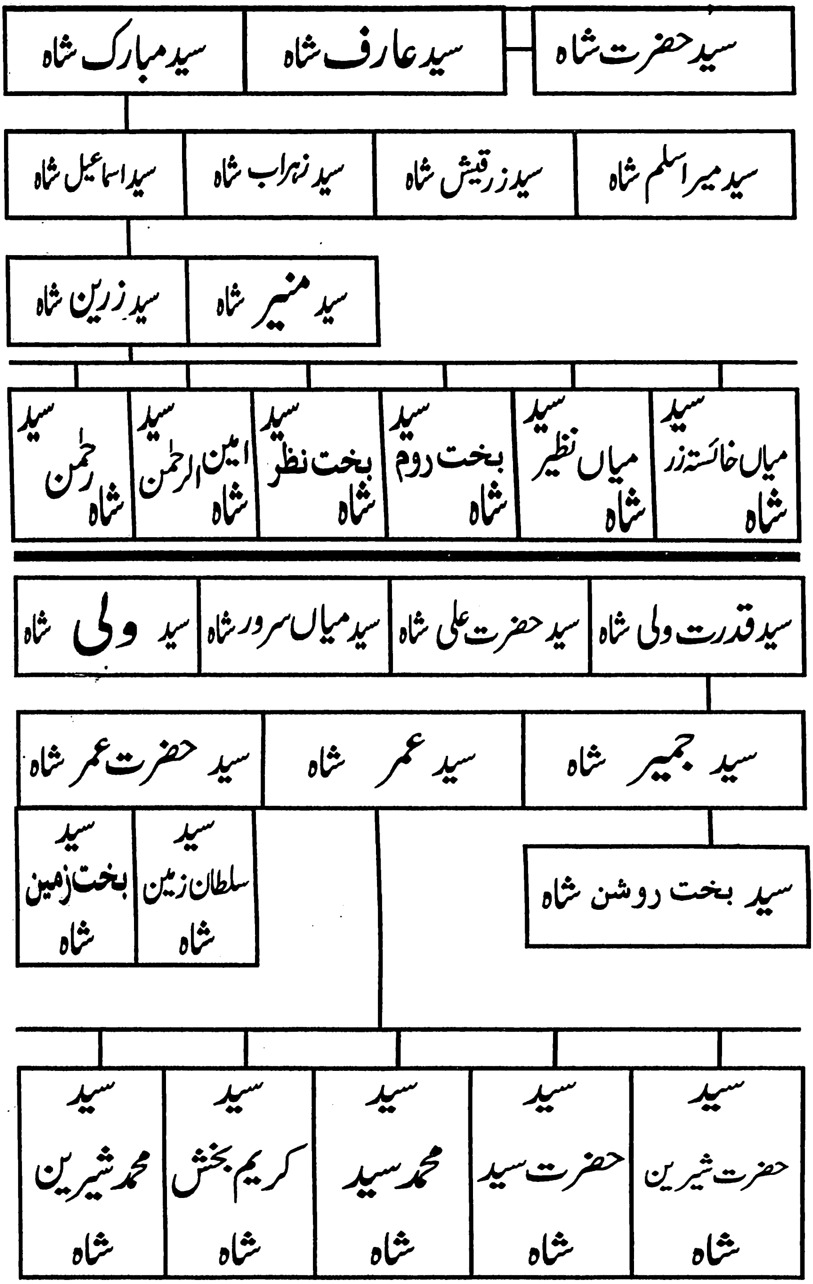
سید حضرت شاہ
سید عارف شاہ
سید مبارک شاہ
سید میر اسلم شاہ
سید زرقیش شاہ
سید زہراب شاہ
سید اسماعیل شاہ
سید منیر شاہ
سید زرین شاہ
سید میاں خائستہ زر شاہ
سید میاں نظیر شاہ
سید بخت روم شاہ
سید بخت نظر شاہ
سید امین الرحمٰن شاہ
سید رحمٰن شاہ
سید قدرت ولی شاہ
سید حضرت علی شاہ
سید میاں سرور شاہ
سید ولی شاہ
سید جمیر شاہ
سید عمر شاہ
سید حضرت عمر شاہ
سید بخت روشن شاہ
سید سلطان زمین شاہ
سید بخت زمین شاہ
سید حضرت شیرین شاہ
سید حضرت سید شاہ
سید محمد سید شاہ
سید کریم بخش شاہ
سید محمد شیرین شاہ

چھٹی منقبت

از : مفسرۂ قرآن ولیہ وقت

حافظ الحدیث سیدہ بی بی رقیہ محمود کاظمیہ قادریہ

سرحد میں جنت کا در پیر باباؒ
رکھتے ہیں سب پہ نظر پیر باباؒ

اولیاء تو سارے بڑی شان والے
اِن سب کے مرشد مگر پیر باباؒ

نور علیؓ بھی نور نبی ﷺ بھی
یہ قنبرؓ کے لخت جگر پیر باباؒ

سچ بات رقیہ بتادے ہر اک کو
ہے اللہ اُدھر جدھر پیر باباؒ

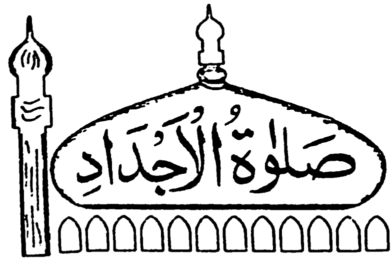

صَلوٰۃُ الاَجْدَادِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

انشاء اللہ مقبول دُرُودُ النّسب شریف

تمہید

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ رُوْحِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِہٖ لَّذِیْ
کَوَّنَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی جَلَّ شَانُہٗ بِنُوْرِہِ الْمُبِیْنِ
وَاَبُو الْبَشَرِ سَیِّدُنَا آدَمُ عَلَیْہِ السَّلَامُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ ۝
وَصَلِّ عَلٰٓی سَیِّدِنَا وَ رُوْحِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ
لَّذِیْ اِنْتَقَلَ نُوْرُہُ الْبَاھِرُ مِنْ کُلِّ صُلْبٍ طَیِّبٍ اِلٰی کُلِّ
رَحِمٍ طَاھِرٍ۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰٓی اٰبَاءِہٖ مِنْ اَبِیْہِ اِلٰٓی اَبِی الْبَشَرِ
عَلَیْھِمُ السَّلَامُ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی اُمَّھَاتِہٖ مِنْ وَالِدَتِہٖ اِلٰی
اُمِّ الْبَشَرِ کُلِّھِنَّ عَلَیْھِنَّ السَّلَامُ ۝

ترتیب

١ اَلصَّلٰوةُ عَلٰی وَالِدِہٖ اِلٰی
جَنَابِ کِلَابٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ
① اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی رُوْحِ مُحَمَّدٍ
وَعَلٰی وَالِدِہٖ سَیِّدِنَا یُوْسُفُ الْعَرَبِ
ذَبِیْحُ اللّٰہِ عَبْدُ اللّٰہِ رَجُلٌ کَامِلٌ
مُؤْمِنٌ مُسْلِمٌ شَابٌ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ
② اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی رُوْحِ مُحَمَّدٍ
وَعَلٰی جَدِّہٖ سَیِّدِنَا عَبْدُ الْمُطَّلِبِ
رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَعَلٰی جَدَّتِہٖ
(عَلَیْہِ السَّلَامُ) اِسْمُہَا سَیِّدَةٌ فَاطِمَہ
رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا

٢ اَلصَّلٰوةُ عَلٰی وَالِدَتِہٖ اِلٰی
جَنَابِ کِلَابٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ
① اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ رُوْحِنَا
مُحَمَّدٍ وَعَلٰی وَالِدَتِہٖ اِمْرَأَةٌ مُؤْمِنَةٌ
کَامِلَةٌ مُسْلِمَةٌ شَہِیْدَةٌ اِسْمُہَا
سَیِّدَہ اٰمِنَہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا
② اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی رُوْحِ مُحَمَّدٍ
وَعَلٰی وَالِدَةِ اُمِّہٖ الْکَرِیْمَةِ بَرَّہ
رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا وَعَلٰی وَالِدُ
اُمِّہٖ (عَلَیْہِ السَّلَامُ) اِسْمُہٗ
وَهْبُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

(٣) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی قَلْبِ مُحَمَّدٍ
وَعَلٰی اَبِیْ جَدِّہٖ (عَلَیْہِ السَّلَام)
اِسْمُہٗ ھَاشِمٌ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ
وَعَلٰی اُمِّ جَدِّہٖ (عَلَیْہِ السَّلَامُ)
اِسْمُھَا سَلْمٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا

(٤) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی رُوْحِ قَلْبِ مُحَمَّدٍ
وَعَلٰی جَدِّ جَدِّہٖ (عَلَیْہِ السَّلَام)
اِسْمُہٗ عَبْدُ الْمَنَافِ وَزَوْجَتِہٖ
رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا

(٥) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی رُوْحِ الْاِیْمَانِ
مُحَمَّدٍ وَعَلٰی مِنْ اَجْدَادِ وَالِدِہٖ
السَّیِّدُ قُصَیّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

(٣) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا رُوْحَ
قَلْبِ مُحَمَّدٍ وَعَلٰی جَدِّ وَالِدَتِہٖ
(عَلَیْہِ السَّلَام) اِسْمُہٗ عَبْدُ الْمَنَافُ
رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَعَلٰی جَدَّۃِ وَالِدَتِہٖ
(عَلَیْہِ السَّلَام) اِسْمُھَا سَیِّدَۃٌ اَسَدُ بَرَّۃٌ
رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا

(٤) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا
مُحَمَّدٍ وَعَلٰی
زُھْرَۃِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا

(٥)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا
مُحَمَّدٍ وَعَلٰی سَیِّدِنَا کِلَابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ
اَلَّذِیْ وَالِدُ زُھْرَۃِ وَقُصَیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا
وَالصَّلٰوۃُ الْمَقْبُوْلُ عَلٰی جَنَابِ
کِلَابِ الَّذِیْ مَجْمَعُ الْبَحْرَیْنِ وَ
جَدُّ الْاَجْدَادِ مِنَ الْجَانِبَیْنِ
الْوَالِدَیْنِ کَرِیْمَیْنِ مُسْلِمَیْنِ اِلٰی زُھْرَہٗ وَقُصَیِّ سَلَامُ اللّٰہِ عَلَیْھِمَا وَبَرَکَاتُہٗ (٦)

(٧) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى رُوحِ الْاِيْمَانِ مُحَمَّدٍ وَعَلٰى سَيِّدِنَا مُرَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (٦)

(٨) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى رُوحِيْ مُحَمَّدٍ وَعَلٰى سَيِّدِنَا كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (٧)

(٩) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى قَرِيْبِيْ مُحَمَّدٍ وَعَلٰى سَيِّدِنَا لُؤَيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (٨)

(١٠) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مَحْبُوْبِكَ مُحَمَّدٍ وَعَلٰى سَيِّدِنَا غَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (٩)

(١١) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مَحْبُوْبِكَ مُحَمَّدٍ وَعَلٰى سَيِّدِنَا فِهْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (١٠)

(١٢) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مَحْبُوْبِكَ مُحَمَّدٍ وَعَلٰى سَيِّدِنَا مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (١١)

(١٣) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مَحْبُوْبِكَ مُحَمَّدٍ وَعَلٰى سَيِّدِنَا نَضْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (١٢)

(١٤) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مَحْبُوْبِكَ مُحَمَّدٍ وَعَلٰى سَيِّدِنَا كِنَانَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (١٣)

(١٥) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مَحْبُوْبِكَ مُحَمَّدٍ وَعَلٰى سَيِّدِنَا خُزَيْمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (١٤)

(١٦) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مَحْبُوْبِكَ مُحَمَّدٍ وَعَلٰى سَيِّدِنَا مُدْرِكَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (١٥)

(١٧) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مَحْبُوْبِكَ مُحَمَّدٍ وَعَلٰى سَيِّدِنَا اِلْيَاسَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (١٦)

(١٨) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مَحْبُوْبِكَ مُحَمَّدٍ وَعَلٰى سَيِّدِنَا مُضَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (١٧)

(١٩) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مَحْبُوْبِكَ مُحَمَّدٍ وَعَلٰى سَيِّدِنَا نِزَارٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (١٨)

(٢٠) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مَحْبُوْبِكَ مُحَمَّدٍ وَعَلٰى سَيِّدِنَا مَعَدٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (١٩)

(٢١) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مَحْبُوْبِكَ مُحَمَّدٍ وَعَلٰى سَيِّدِنَا عَدْنَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (٢٠)

(٢٢) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مَحْبُوْبِكَ مُحَمَّدٍ وَعَلٰى سَيِّدِنَا اُدُدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (٢١)

(۲۳) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰٓى مَحْبُوْبِكَ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى سَيِّدِنَا هَمَيْسَعَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ (۲۲)

(۲۴) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰٓى مَحْبُوْبِكَ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى سَيِّدِنَا سَلَامَانَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ (۲۳)

(۲۵) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰٓى مَحْبُوْبِكَ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى سَيِّدِنَا عَوْضٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ (۲۴)

(۲۶) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰٓى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ مَحْبُوْبِكَ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى سَيِّدِنَا بُوْزٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ (۲۵)

(۲۷) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰٓى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَّحْبُوْبِكَ وَعَلٰٓى سَيِّدِنَا قَمْوَالٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ (۲۶)

(۲۸) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰٓى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَّحْبُوْبِكَ وَعَلٰٓى سَيِّدِنَا اُبَيٍّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ (۲۷)

(۲۹) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰٓى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَّحْبُوْبِكَ وَعَلٰٓى سَيِّدِنَا عَوَّامٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ (۲۸)

(۳۰) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰٓى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَّحْبُوْبِكَ وَعَلٰٓى سَيِّدِنَا نَاشِدٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ (۲۹)

(۳۱) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰٓى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَّحْبُوْبِكَ وَعَلٰٓى سَيِّدِنَا حِزَآءٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ (۳۰)

(۳۲) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰٓى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَّحْبُوْبِكَ عَلٰٓى سَيِّدِنَا بَلْدَآسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ (۳۱)

(۳۳) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰٓى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَّحْبُوْبِكَ عَلٰٓى سَيِّدِنَا يَدْلَافٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ (۳۲)

(۳۴) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰٓى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَّحْبُوْبِكَ وَعَلٰٓى سَيِّدِنَا طَابِخٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ (۳۳)

(۳۵) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰٓى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَّحْبُوْبِكَ وَعَلٰٓى سَيِّدِنَا جَاحِمٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ (۳۴)

(۳۶) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰٓى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَّحْبُوْبِكَ وَعَلٰٓى سَيِّدِنَا نَاحِشٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ (۳۵)

(۳۷) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰٓى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَّحْبُوْبِكَ وَعَلٰٓى سَيِّدِنَا مَاخِيٍّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ (۳۶)

(۳۸) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰٓى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَّحْبُوْبِكَ وَعَلٰٓى سَيِّدِنَا عَيْفِيٍّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ (۳۷)

(۳۹) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَّحْبُوْبِكَ وَعَلٰى سَيِّدِنَا عَبْقَرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (۳۸)

(۴۰) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَّحْبُوْبِكَ وَعَلٰى سَيِّدِنَا عُبَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (۳۹)

(۴۱) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى سَيِّدِنَا آلـدُّعَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (۴۰)

(۴۲) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى سَيِّدِنَا حَمُدَانْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (۴۱)

(۴۳) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى سَيِّدِنَا سَنُبَزٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (۴۲)

(۴۴) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى سَيِّدِنَا يَثْرَبِيْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (۴۳)

(۴۵) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى سَيِّدِنَا نَخُزَنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (۴۴)

(۴۶) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى سَيِّدِنَا يَلْحَنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (۴۵)

(۴۷) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى سَيِّدِنَا آلرَّعْوَے رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (۴۶)

(۴۸) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى سَيِّدِنَا عَيُضِيْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (۴۷)

(۴۹) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى سَيِّدِنَا دِيُشَانْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (۴۸)

(۵۰) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى سَيِّدِنَا عَيُصَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (۴۹)

(۵۱) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى سَيِّدِنَا اِقُنَادٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (۵۰)

(۵۲) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى سَيِّدِنَا اِيُهَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (۵۱)

(۵۳) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى سَيِّدِنَا مُقَصِّیْ حَسِيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (۵۲)

(۵۴) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى سَيِّدِنَا نَاحِثْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (۵۳)

(۵۵) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى سَيِّدِنَا زَآرِحُ قُمَيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (۵۴)

(۵۶) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی سَیِّدِنَا سَمِّیْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ (۵۵)

(۵۷) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی سَیِّدِنَا مُزِّیْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ (۵۶)

(۵۸) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی سَیِّدِنَا عِوَضٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ (۵۷)

(۵۹) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی سَیِّدِنَا عُرَامٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ (۵۸)

(۶۰) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی سَیِّدِنَا قَیْدَارٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ (۵۹)

(۶۱) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی سَیِّدِنَا اِسْمٰعِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ (۶۰)

(۶۲) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ (۶۱)
عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ (عَلَیْہِ السَّلَام) وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

(۶۳) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی سَیِّدِنَا تَارَخ (۶۲)
رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ۔ اَلَّذِیْ مُؤْمِنٌ کَامِلٌ وَّوَالِدُ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَام

(۶۴) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی سَیِّدِنَا نَاحُوْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ (۶۳)

(۶۵) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی سَیِّدِنَا سُرُوْجٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ (۶۴)

(۶۶) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی سَیِّدِنَا اَرْغُوْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ (۶۵)

(۶۷) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی سَیِّدِنَا فَالِغْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ (۶۶)

(۶۸) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی سَیِّدِنَا عَابِدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ (۶۷)

(۶۹) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى سَيِّدِنَا اِرْفَكْشَادٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ (۶۸)

(۷۰) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى سَيِّدِنَا سَآمٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ (۶۹)

(۷۱) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى سَيِّدِنَا نُوْحٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ (۷۰)

(۷۲) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى سَيِّدِنَا لَامِكُ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ (۷۱)

(۷۳) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى سَيِّدِنَا مَتُوْشَائِحُ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ (۷۲)

(۷۴) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى سَيِّدِنَا اِدْرِيْس عَلَيْهِ السَّلَامُ (۷۳)

(۷۵) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى سَيِّدِنَا يَارِدٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ (۷۴)

(۷۶) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى سَيِّدِنَا مُلْهِلَائِيلَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ (۷۵)

(۷۷) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى سَيِّدِنَا قَيْنَان رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ (۷۶)

(۷۸) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى سَيِّدِنَا آنُوْشٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ (۷۷)

(۷۹) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى سَيِّدِنَا شَيْث عَلَيْهِ السَّلَام (۷۸)

(۸۰) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى (۷۹)
اَجْدَادِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى جَدَّاتِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى
سَيِّدُ الْبَشَرِ سَيِّدُ الْاَجْدَادِ فِىْ سِلْسِلَةِ النَّسَبِ الرَّسُوْلِ
الْاَعْظَمِ سَيِّدِنَا آدَمْ عَلَيْهِ السَّلَام

(۸۱) اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ يَا نَبِىَّ اللّٰهِ اَنْتَ وَجْهُ خَلْقِ (۸۰)
اللّٰهِ وَنُوْرُ اللّٰهِ وَوَسِيْلَةٌ اِلَى اللّٰهِ وَمُعَلِّمُ الْحِكْمَةِ وَالْاَخْلَاقِ

وَاَنْتَ الَّذِیْ مُنْتَظَرٌ فِی الصُّحُفِ وَالْکُتُبِ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی
وَاَنْتَ مُسْتَغَاثٌ اِلٰی حَضْرَةِ اللّٰہِ تَعَالٰی اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ
عَلَیْکَ یَا مَحْبُوْبَ اللّٰہِ یَا اٰخِرَ الْبَعْثِ وَ اَوَّلُ خَلْقِ اللّٰہِ

دُعَاء

اَللّٰھُمَّ بِحُرْمَتِ اٰبَاءِ النَّبِیِّ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ اِغْفِرْ لَنَا وَلِوَالِدَیْنَا وَلِاَسَاتِذَتِنَا وَلِمُرْشِدِنَا وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ۔ وَاجْعَلْنَا فِی الَّذِیْنَ مُؤَدَّبِیْنَ فِیْ حُضُوْرِ الْعُلَمَآءِ وَالْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَالْاَوْلِیَآءِ **وَالصَّالِحِیْنَ** اٰمِیْنَ اٰمِیْنَ اٰمِیْنَ بِحَقِّ طٰہٰ وَیٰسٓ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قَالَ اللہُ عَزَّ وَجَلَّ مَثَلُ کَلِمَۃٍ طَیِّبَۃٍ کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ اَصْلُہَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُہَا فِی السَّمَآءِ ۝

شجرہ طیّبہ (لِلْاَوْلَادِ الْحُسَیْنِیَّہ)

فِیْ سِلْسِلَۃِ النَّسَبِیَّۃِ التِّرْمَذِیَّۃِ بِطَرِیْقِ الْاُوَیْسِیَّہ

①

○ یَا اِلٰہِی بِحُرْمَتِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا وَ مُرْشِدِنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ حضرت مُحَمَّدِ مُصْطَفٰے صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

○ الٰہی بحرمت سیدتنا جدتنا فاطمۃ الزہرآء رضی اللہ عنہا

(٢) الٰہی بحرمت سیدنا جدنا مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم

(٣) الٰہی بحرمت سیدنا امام عالی مقام حضرت حسین علیہ السلام

(٤) الٰہی بحرمت سیدنا امام علی زین العابدین سجاد علیہ السلام

(٥) الٰہی بحرمت سیدنا امام محمد باقر علیہ السلام

(٦) الٰہی بحرمت سیدنا امام جعفر صادق علیہ السلام

(٧) الٰہی بحرمت سیدنا امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

(٨) الٰہی بحرمت سیدنا امام علی رضا علیہ السلام

(٩) الٰہی بحرمت سیدنا امام محمد تقی علیہ السلام

(١٠) الٰہی بحرمت سیدنا امام علی نقی علیہ السلام

(١١) الٰہی بحرمت سیدنا پیر سید محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ

(١٢) الٰہی بحرمت سیدنا امام پیر سید محمود مکی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

(١٣) الٰہی بحرمت سیدنا پیر سید عبد الرحیم شاہ رحمۃ اللہ علیہ

(١٤) الٰہی بحرمت حضرت پیر سید آمیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ

(١٥) الٰہی بحرمت حضرت پیر سید جلال گنج علم شاہ رحمۃ اللہ علیہ

(١٦) الٰہی بحرمت حضرت پیر سید ناصر خسرو شاہ رحمۃ اللہ علیہ

(١٧) الٰہی بحرمت حضرت پیر سید حسام شاہ رحمۃ اللہ علیہ

(١٨) الٰہی بحرمت حضرت پیر سید محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ

(١٩) الٰہی بحرمت حضرت پیر سید محمد عمر شاہ رحمۃ اللہ علیہ

(٢٠) الٰہی بحرمت حضرت پیر سید جعفر شاہ رحمۃ اللہ علیہ

(٢١) الٰہی بحرمت حضرت پیر سید عثمان شاہ رحمۃ اللہ علیہ

(٢٢) الٰہی بحرمت حضرت پیر سید اسحاق شاہ رحمۃ اللہ علیہ

(٢٣) الٰہی بحرمت حضرت پیر سید محمود شاہ رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت پیر سید حامد شاہ رحمۃ اللہ علیہ

(٢٥) الٰہی بحرمت حضرت پیر سید ابو تراب شاہ رحمۃ اللہ علیہ

(٢٦) الٰہی بحرمت حضرت پیر سید احمد مشتاق شاہ رحمۃ اللہ علیہ

(٢٧) الٰہی بحرمت حضرت پیر سید احمد براق شاہ رحمۃ اللہ علیہ

(٢٨) الٰہی بحرمت حضرت پیر سید احمد بیغم شاہ رحمۃ اللہ علیہ

(٢٩) الٰہی بحرمت حضرت پیر سید نوربخش شاہ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

(٣٠) الٰہی بحرمت حضرت پیر سید یوسف نور شاہ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

(٣١) الٰہی بحرمت حضرت پیر سید احمد نور شاہ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

(٣٢) الٰہی بحرمت حضرت پیر سید قنبر علی شاہ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

(٣٣) الٰہی بحرمت غوث زمان حضرت پیر سید علی شاہ المعروف پیر بابا ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

(٣٤) الٰہی بحرمت حضرت پیر سید مصطفےٰ شاہ بابا ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

(٣٥) الٰہی بحرمت حضرت پیر بابا سید عبد الوہاب شاہ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

(٣٦) الٰہی بحرمت حضرت پیر سید بابا جمال شاہ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

(٣٧) الٰہی بحرمت حضرت پیر سید بابا مرتضیٰ شاہ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

(٣٨) الٰہی بحرمت حضرت پیر سید جلال شاہ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

(٣٩) الٰہی بحرمت حضرت پیر سید شاہ نسیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

(٤٠) الٰہی بحرمت حضرت پیر سید قبول شاہ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

(٤١) الٰہی بحرمت حضرت پیر سید میر احمد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

(٤٢) الٰہی بحرمت حضرت پیر سید امیر شاہ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

(٤٣) الٰہی بحرمت حضرت پیر سید عبد اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ

(٤٤) الٰہی بحرمت حضرت پیر سید اکبر شاہ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

(٤٥) الٰہی بحرمت حضرت پیر بابا سید محمود شاہ صاحب ترمذی کنگروی رحمۃ اللہ علیہ

فضل وکرم کُن اِمداد کُن در دین و دُنیا شاد کُن یا اِلٰہی اَنْتَ الْقَدِیْر

(٤٦) یا الٰہی بحرمتِ ہٰذِہِ الْاَسْمَاءِ الشَّرِیْفَۃ و بِحُرْمَتِ السَّیِّدِ الشَّرِیْف محمد عارف شاہ اُویسی نقشبندی قادری
حَرِّقْ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مُحَبَّۃِ اللہِ وَ مُحَبَّتِ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم
رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا رَبِّ اشْرَحْ لِی صدری ویسر لی امری و احلل عقدۃ من للسانی یفقھو قولی اَللّٰہُمَّ اغْفِرْ
لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بندۂ با یقیں را نکتۂ واحد و بس
بے یقین را کُل علم و حکمت خار و خس
عارف

کتابیات

اس کتاب کی تیاری میں جن کتابوں سے مدد لی گئی اُن کے نام درج کیے جاتے ہیں۔

مُرشدِ سرحد ہے، کامل ہے، مکمل وہ بشر ہے
پیر باباؒ کا جہاں بھر پہ کرم ہے ہر اک پہ نظر ہے
ہے یہ عارف ، ہے یہ بے مال ، گو یہ بے زر ہے
کافی ہے یہ دولت کہ تیری مجھ پہ نظر ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نمبر شمار	نام کتاب	صاحب الکتاب
ا	القرآن المجید	سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ
ب	الاحادیث النبویہ (صحاح الستہ)	وحی خفی (النبی الخاتم) ﷺ
ت	الاسفار والصحبۃ باولیا اللہ تعالیٰ مع التوفیق والدعا وبمحض التوفیق والعنایات من اللہ تعالیٰ بوسیلۃ النبی ﷺ وبتصرف سید علی ترمذی غوثِ زماں پیر بابا	کتابِ باطن نورِ نسبت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱	تذکرہ الابرار والاشرار	حضرت قطب اعظم، خلیفہ اجل، عالم ربانی ثانی پیر بابا ننگرہاری عبدالرشید المعروف اخوند درویزہ بابا رضی اللہ عنہ
۲	مخزن	
۳	ارشاد الطالبین	
۴	حیاتِ پیر بابا (طبع اول)	فاضلِ اہلسنت مورخ سرحد الحاج جناب قبلہ محمد شفیع صابر صاحب
۵	خیر البیان (مقدمہ مولوی عبدالقدوس)	مذہبی معاندِ حق پیر باطل بایزید انصاری
۶	تزکِ بابری	مطبع فیروز سنز لاہور
۷	حضرت سید علی ترمذی المعروف پیر بابا علیہ الرحمۃ	فخر سادات جناب سید زرین شاہ صاحب
۸	عِبْرَۃ" لِاُوْلِیْ الْاَبْصَار (غیر مطبوعہ)	جناب حضرت سید عبدالجبار شاہ ستھانوی
۹	ملینیم او کرزما دسوات په پختنو کښې	ترجمہ از جناب تقویم الحق صاحب کاکا
۱۰	ورکہ خزانہ	جناب ہمیش خلیل صاحب
۱۱	تاریخ ہزارہ	جناب ڈاکٹر شیر بہادر صاحب
۱۲	تاریخ اسلام	جناب ابو نعیم عبدالحکیم خان نشتر جالندھری صاحب
۱۳	پختانہ ءشعراء	
۱۴	تاریخ یوسفزی ءافغان	جناب الٰہی بخش یوسفی صاحب
۱۵	دی پٹھان	جناب اولف کیرو صاحب
۱۶	تذکرہ صوفیائے سرحد	جناب اعجاز قدوسی صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱۷	یوسفزئی کی سرگزشت	جناب روشن خان صاحب (پرویزی)
۱۸	تاریخ بنوں	
۱۹	علماء ومشائخ سرحد	عبدالرشید صاحب باچا مینگورہ سوات
۲۰	سید علی ہمدانی	جناب ڈاکٹر محمد ریاض صاحب
۲۱	رُودِ کوثر	جناب شیخ محمد اکرام صاحب
۲۲	دیوان حسین (مقدمہ)	جناب ہمیش خلیل صاحب
۲۳	روہی ادب	جناب محمد نواز طائر صاحب
۲۴	موزیرنامہ	جناب زیب سرسوات صاحب
۲۵	تذکرہ خواجہ اجمیریؒ	جناب عاشق رسول مورخ سیرت نگار طالب ہاشمی صاحب
۲۶	برکات آل رسولؐ	مخدوم اہلسنت علامہ یوسف بن اسماعیل نبھانی قدس سرہ النورانی
۲۷	مقائع السنیہ	محدث ہزاروی حضرت پیر سید محمود شاہ صاحب قادری کاظمی
۲۸	مناقب الاصفیا	مخدوم جہاں مخدوم شاہ عالم علیہ الرحمۃ
۲۹	مشجر الاولیاء	حضرت خواجہ خواجگاں سیدنا مرشدنا قبلۂ عالم سید محمد نوربخش رحمۃ اللہ علیہ
۳۰	ساداتِ حسین (غیر مطبوعہ)	محقق زمانہ، عالمِ کبیر، ماہر انساب حضرت علامہ قاضی عبدالحلیم اثر افغانی
۳۱	سید علی ترمذی (غیر مطبوعہ)	
۳۲	روحانی رابطہ	حضرت علامہ قاضی عبدالحلیم اثر افغانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۳۳	زمونگہ مجاہدین	حضرت قبلہ ماہر انساب قاضی عبدالحلیم اثر افغانی قدس سرہ
۳۴	تذکرہ سید جمال الدین افغانی	
۳۵	ائمہ اہلبیت	جناب محمد جمیل احمد صاحب
۳۶	فوائد شریعت (غیر مطبوعہ)	حضرت قبلہ محمد قاسم صاحب
۳۷	مقالہ سید نور بخش (غیر مطبوعہ)	حضرت مولانا غلام حسین صاحب
۳۸	سعادت الکونین فی فضائل الحسنین	حضرت الشیخ مفتی محمد اکرام صاحب
۳۹	تواریخ حافظ رحمت خان	حضرت پیر معظم علی صاحب
۴۰	میاشتیزہ (پشتو مجلہ)	(چند مختلف اشاعتیں)
۴۱	مجلہ الحق (اردو مجلہ) از جامعہ اسلامیہ حقانیہ اکوڑہ خٹک	سلسلہ وار مضمون بایزید پیر تاریک یا پیر روشن مولانا مدرار اللہ
۴۲	سبط حسین (قلمی)	قاضی عبدالحلیم اثر افغانی قدس سرہ
۴۳	مشکل کشا	شاعر اہلبیت، محب اہلبیت جناب محمد صائم چشتی صاحب فیصل آباد
۴۴	البتول	
۴۵	تاریخ الخلفاء	محدث اعظم جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
۴۶	نام ونسب	شاعر گولڑہ سید نصیر الدین نصیر
۴۷	حسب ونسب	مفتی غلام رسول (لندن)
۴۸	نور العینین فی ایمان آباء سید الکونین	استاذ العلماء محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

پانچویں منقبت

مفتی پیر سید محمد عارف شاہ ترمذی کراچی

مرشد بھی ہے لجپال بھی ہے دلدار بھی
ہے
درد مندوں کا ہے ہمدرد اور غم خوار بھی
ہے
پیر باباؒ بھی ہے، سید بھی ہے، سردار بھی ہے
میرا آقا بھی ہے مالک بھی ہے مختار بھی ہے
پیر باباؒ کا خدا سب کو نظر آتا
ہے
معرفت میں ہے یہ خاموش تو حق میں اظہار بھی
ہے
پیر باباؒ ہے وہ بندۂ رحمان جہاں میں
رب کا محبوب بھی ہے اُس کا پرستار بھی ہے
ہے جلال الٰہی بھی اور جمال محمد ﷺ بھی
حلق یاراں میں نرم تو کہیں تلوار بھی
ہے
کئی سو سال سے ہے اس کی قبر بھی زندہ
کئی سو سال سے سویا ہوا بیدار بھی ہے
توحید کی ہر رمز سے واقف ہے یہ باباؒ
شرک کی ہر ایک طبیعت سے خبردار بھی
ہے
عارف اولاد ہے اُس سید سرحد کی واللہ!
میرا من ٹھار بھی ہے جو مرا یار بھی ہے زندار بھی ہے
سب کا پیارا بھی ہے اونچی سرکار بھی ہے